نئی تاریخ چترال

اردو

مصنف: مرزا محمد غفران مرحوم

مؤلف: ریشہ مرزا غلام مرتضیٰ ولد مصنفؒ

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

نئی

تاریخ چترال

اردو

علامہ مرزا محمد غفران مرحوم کی شاندار تصنیف فارسی کی بنیاد پر اور ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کی مزید تاریخی معلومات کی بنا پر
جسمیں عہد قدیم کے حالات کے علاوہ حکمران خاندانوں کے حالات ۱۳۲۰ء سے ۱۹۶۱ء تک کے درج ہیں

مؤلف: لفٹنٹ مرزا غلام مرتضیٰ فرزند مصنف
مترجم: مسٹر وزیر علی شاہ گورنمنٹ خزانچی چترال

باراوّل ۱۹۶۲ء

تصنیف .... مرزا محمد غفران (مرحوم)

تالیف .... لفٹنٹ مرزا غلام مرتضےٰ (فرزندِ مؤلف)

مطبع .... پبلک آرٹ پریس بیرون کابلی دروازہ پشاور

قیمت :- دس روپے (مجلد)

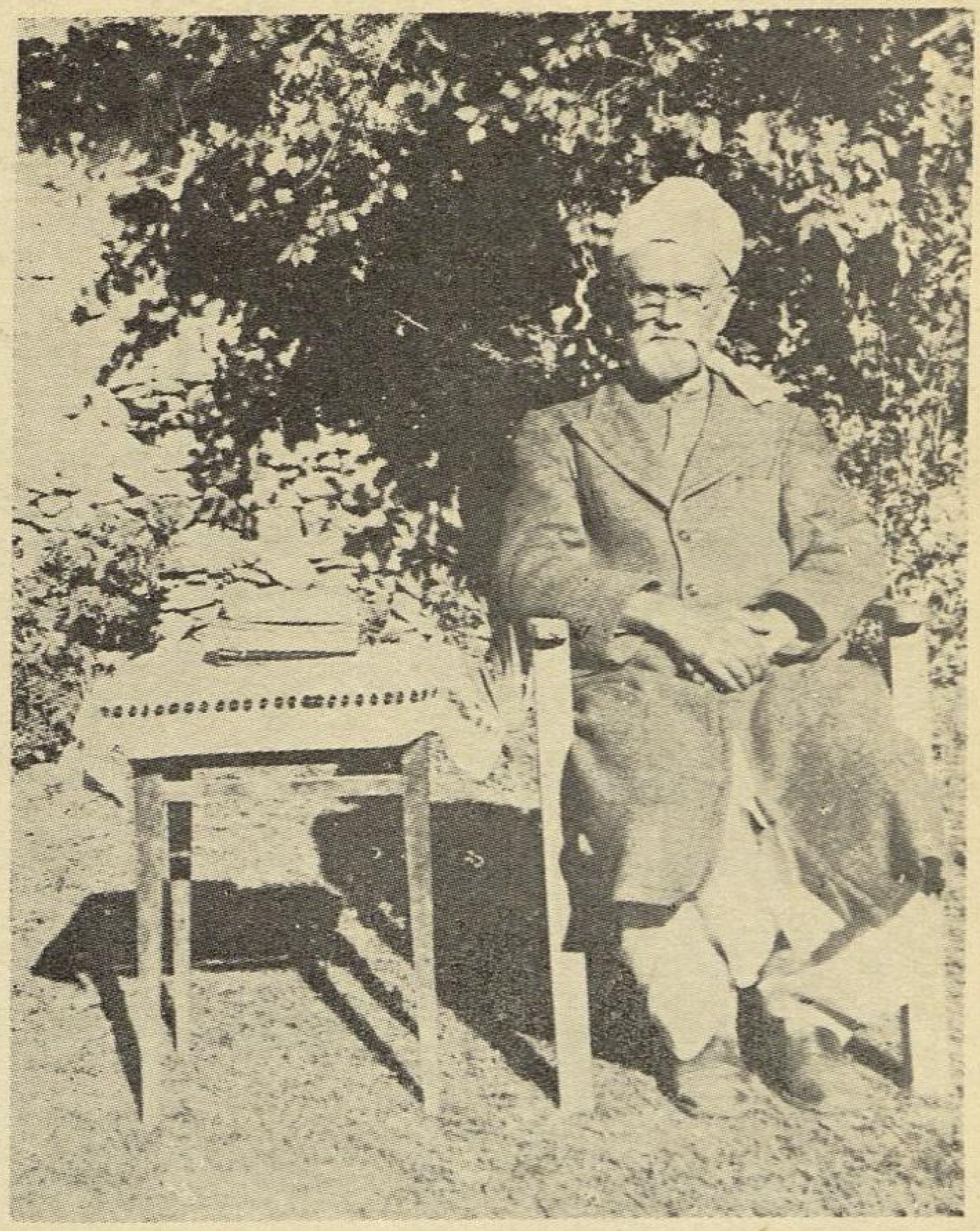
ملنے کا پتہ

۱۔ شیخ محمد امین فاروقی بازار دروش۔ ریاست چترال

۲۔ قریشی جنرل سٹورز۔ قصہ خوانی پشاور

فہرست مضامین نئی تاریخ چترال

باب چہارم



لفٹننٹ مرزا غلام مرتضے خان مولف تاریخ چترال



مسٹر وزیر علی شاہ خزانچی
گورنمنٹ آفس چترال مترجم تاریخ چترال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔

تمہید

عرضِ حال

ریاست چترال اپنے محدود رقبہ اور مختصر آبادی کے باوجود ایک مخصوص تاریخی اور جغرافیائی اہمیت کی سرزمین رہی ہے عہد قدیم میں چین اور دیگر ایشیائی ممالک کے درمیان مشہور شاہراہ اس علاقہ سے گذرتی تھی جسے سلک روٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس طرح یہ خطہ ایک اہم تجارتی مرکز کا درجہ بھی رکھتا ہے اس آمد و رفت کا نتیجہ یہ تھا کہ چترال تہذیب و تمدن کے لحاظ سے ہمسایہ علاقوں کے بالمقابل زیادہ تر ترقی یافتہ ہوگیا۔ اور کوہ ہندوکش و قراقرم کی وادیوں میں آباد قوم و قبائل کے لئے تہذیب و تمدن کا نمونہ اور سیاسی شعور کا اہم مرکز بنا رہا۔ مرورِ انقلابات و ایام گوناگوں کے باوجود اب بھی یہ مرتبہ اسے حاصل ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں جبکہ ہندوستان اور برّاعظم ایشیا میں برطانوی اقتدار اپنے انتہائی عروج پر گامزن تھا تو برطانوی سیاست دانوں اور فوجی ماہرین نے دفاعی نقطۂ نگاہ سے چترال کی اہمیت کو پوری طرح بھانپ لیا اور اپنی شہرہ آفاق ڈپلومیسی کو کام میں لاکر ریاست کے حکمران مہتر امان الملک سے دوستانہ روابط قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ریاست کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اس طرح جنوبی ایشیا کی جانب زار روس کے بڑھتے ہوئے اقتدار کا سیلاب سدّ باب ہوگیا۔

ریاست چترال جسے برطانوی سیاست دان برٹش امپائر کا پہلا حفاظتی قلعہ کہتے تھے۔ اب بھی قیام پاکستان کے بعد اسی اہمیت کا مالک ہے بلکہ عالمی سیاسیات اور نئے بین الاقوامی معاملات میں پاکستان نے جو راستہ اختیار کیا ہے اسکی روشنی میں چترال بجا طور پر جمہوری دنیا کا اہم ترین قلعہ ہے

(۲) ریاست چترال دفاعی حیثیت اور جغرافیائی اہمیت کے علاوہ اپنے قدرتی مناظر، معدنیاتی ذخائر اور کثرت جنگلات سے مالا مال اور صحتمند آب و ہوا کے لحاظ سے پاکستان کا دلچسپ ترین خطہ ہے۔ چنانچہ ہر سال بیشمار پاکستانی اور غیر ملکی سیاح اس ملک کی سیر و سیاحت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

(۳) مگر باوجود اس شہرت و خصوصیات کے اور قدیم اہمیت و جدید حیثیت کے تاریخی حالات سے محجوب و مستتر تھا اگرچہ اٹھارویں صدی عیسوی میں اس ملک میں متعدد اہل قلم موجود تھے لیکن انہوں نے شعر و شاعری اور مذہبی تصانیف کے علاوہ تاریخ سے سروکار نہیں رکھا۔ صرف وہ ایک فاضل ہستی تھے جو مولانا محمد سیر کے نام سے بلند پایہ شاعر تھے جنہوں نے ایک شاہنامہ لکھا ہے جو قریبی زمانہ کے حکمرانوں کے مدحیہ حالات سے روشناس کرتا ہے مگر یہاں کے قدیم تاریخی حالات اور مابعد کے واقعات سے تاریخ کے ذرائع ناپید تھے۔

(۴) مردے از غیب آید و کارے کند کے مصداق پر انیسویں صدی میں تاریخ لکھنے کا بیڑا ایک ایسی عظیم شخصیت نے

اٹھایا جو مرزا محمد غفران کے نام سے متعارف ہیں انہوں نے مذہبی و ادبی تعلیم پشاور میں حاصل کرانے کے بعد حکمران وقت مہتر امان الملک کے حکم سے اپنے وطن چترال واپس آکر ان کے دربار میں دبیر و مشیر کی ذمہ داری قبول کی اور مہتر افضل الملک کے عہد میں ان کے ایماء سے تاریخ چترال لکھنے پر مامور ہوئے چنانچہ ۱۸۹۳ء میں مہتر نظام الملک کے عہد میں ایک مختصر تاریخ مرتب ہوئی جو موجودہ خاندان کے شاہی کے حالات اور واقعات سے مملو تھا۔ چنانچہ اس کی ایک نقل سرکار انگلشیہ کے حکام کے پاس گلگت پہنچائی گئی۔

(۵) جب مہتر سر شجاع الملک مرحوم تخت نشین ہوئے تو ان کے فرمان سے مصنف نے دوسری جامع تاریخ لکھی اور موجودہ تاریخ چترال اس کی بنیاد پر ہی قائم ہے مگر پھر بھی اسکے بعض حوالہ جات اور قدیم حالات کے ماخذ تشنہ تحقیق تھے

(۶) جب ہز ہائنس سر محمد ناصر الملک مرحوم تخت نشین ہوئے تو ۱۹۳۰ء میں کمترین کی التماس پر اس کی مزید ترمیم و اصلاح پر بذات خود راغب ہو کر مصروف ہوئے چنانچہ اپنے خاندان کے عہد حکمرانی سے پہلے کی تاریخ پر ریسرچ کا آغاز کیا اور مغربی زبان کی کتابوں سے یہاں کے قدیم حالات کا مزید انکشاف کیا اور ان پرانی تصانیف میں جو سکندر اعظم اور دوسرے بادشاہوں کے زمانوں میں مورخین نے قلمبند کی ہیں اور جن پر اس ملک پر کہیں نہ کہیں مختصر روشنی ڈالی گئی ہے اقتباس کر کے اسمیں مدون کیا اور ریاست کے جغرافیہ میں بھی از سر نو ترمیم کی۔ مگر تقدیر کو کچھ اور منظور تھا چنانچہ مسودہ ابھی پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا تھا کہ آپ ناگہانی طور پر اس دنیائے ناپائیدار سے رحلت فرما گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ اہم کام ناتمام رہ گیا۔

(۷) گیارہ سال کی خاموشی کے بعد مجھے جرأت ہوئی کہ اپنے والد بزرگوار کی زندگی کی کاوشوں کے گرانمایہ سرمایہ اور ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے قابل قدر اضافہ معلومات کی کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں تاکہ یادگار رہے چنانچہ باقیماندہ تاریخی حالات ۱۹۲۰ء سے ۱۹۵۶ء تک کو اسمیں شامل کیا۔ چونکہ مسودہ فارسی زبان میں تھا اور فارسی زبان عوام پاکستان کے لئے عام فہم نہیں تھا۔ چنانچہ محب وطن مسٹر وزیر علی شاہ گورنمنٹ غذائچی کی ہمت اور حوصلہ افزائی شامل حال ہوئی اور انھوں نے خود اس کا ترجمہ کرنیکا بیڑا اٹھایا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس تاریخ سے روشناس کیا کیا جائے۔ جوئندہ یابندہ کے مصداق انہوں نے ڈیڑھ سال کی محنت و کوشش سے اس کام کو مکمل کر لیا بلکہ اضافہ معلومات سے بھی مستفید فرمایا۔

مگر اس کا ترجمہ ادیبانہ نقطۂ نگاہ سے اہل فن کا محتاج تھا۔ مسٹر رضا احمد رضوی بدایونی کی خدمت میں بھیجا جو اس وقت دروش چھاؤنی میں ابزرویٹری محکمہ کے انچارج اور اہل زبان ادیب ہیں۔ انہوں نے انتہائی مہربانی سے اسکے بعض حصوں کو اپنی نظر ثانی اور تصحیح سے شرف بخشا۔ مابعد آزاد کشمیر کے ادیب فاضل سید غلام حسن شاہ کاظمی افسر تعلقات عامہ منگلا ڈیم پروجیکٹ میرپور نے از راہ اخوت قدیمانہ مسودہ اپنے پاس منگوا کر ابواب و عنوانات نیز بعض حوالہ جات پر روشنی ڈالکر ہماری رہنمائی فرمائی۔ میں ان دونوں حضرات کا ان کی بے لوث علمی و ادبی خدمات کیلئے شکر گذار ہوں۔ انہوں نے اپنے مکتوبات میں اس ناچیز بندہ کی ہمت اور قومی خدمت نیز تاریخ کی جامعیت و افادیت پر جن الفاظ

سے تحسین و اعتراف فرمائے ہیں۔ انکی قدردانی کے لئے بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(۸) تاریخ چترال کے موضوع پر مستند کتابیں انگریزی و اردو میں بھی موجود ہوں گی جو غیر ملکی مصنفین نے لکھی ہیں انہیں اغراض و مقاصد کے پیش نظر نکتہ چینی اور قیاس آرائیاں بھی ہیں۔ مگر تاریخی واقعات کے حوالوں میں وہ اس تاریخ کے خوشہ چیں ہیں۔ عہد موجودہ کے بعض فضلائے وطن کو اگر یہ تاریخ مرغوب و خاطر خواہ نہیں لگے پھر بھی وطن عزیز اور قوم کی یاد میں آئندہ کیلئے ایک یادگاری بنیاد ہے کہ جس کی روشنی میں دوسری بہتر تاریخ لکھنے میں کامیاب ہونگے۔

عزیزان وطن سے پوشیدہ نہ ہوگا۔ کہ ریاست قاشقار دراصل کاشغر خورد سے مشتق ہے قدیم سے شخصی حکومت کی مرکز رہی ہے اور اس شخصی حکومت کے طرز و قوانین ہمسایہ ممالک کی طرح پرانی تہذیب پر جاری تھے۔ ممکن ہے کہ عہد موجودہ کے بعض فضلا طرز جمہوری کی روشنی میں اپنے قدیم کے بعض دساتیر سے نفور رکھتے ہوں۔ مگر مصنف تاریخ نے اپنی وسعت نظر اور بلیغ معلومات کے نتائج اپنی پرانی تہذیب کے جامہ میں پیش کیا ہے جسمیں قوم، وطن اور حکمرانوں کے واقعات درج ہیں۔ علاوہ اس تاریخ چترال کے انھوں نے باقی ہمسایہ ممالک و قبائلی علاقوں جسمیں دیر سوات باشقار۔ کوہستانات داریل و تانگیر اور باشگل موجودہ نورستان وغیرہ شامل ہیں۔ وہاں کے متعدد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے اور بعض حکمران خاندانوں کے شجرۂ انساب پر روشنی ڈالی ہے اور قدیم والیان بدخشاں کا تذکرہ بھی منکشف کیا ہے مگر چونکہ تاریخ چترال سے وہ نسبت نہیں رکھتے اس لئے انکا ذخیرہ علیحدہ محفوظ ہے تاکہ حسب موقع وہ علیحدہ کتاب کی شکل میں شائع ہوسکیں۔

(۹) تاریخ چترال کی طباعت کا مسئلہ عرصہ چند سال سے معرض التواء میں تھا۔ اور سرپرستی کی محرومی سے اس کی کامیابی مسدود تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس دور میں بھی آل تیموریہ چترال کے خاندان میں فیاض ہاتھوں کا وجود باقی تھا کہ اپنے خاندان اور ملک کی تاریخ کی دستگیری میں ہاتھ بڑھا ئیں۔ چنانچہ رفیع المنزلت الحاج خان بہادر مہتر جو ولادام خان سابق وزیر اعظم ریاست نے اس کی طباعت کے اخراجات گراں اپنے ذاتی ایثار سے قبول فرمائے ہیں۔ علاوہ اسکے ہز ہائنس سیف الملوک ناصر طال عمرہ و اقبالہٗ نے بھی ایک معقول رقم اپنے ذاتی اخراجات سے تاریخ کے لئے عطا فرمائی ہے۔ خاندان شاہی کے جن شہزادگان والا تبار اور شرفائے ملک نے اپنی اپنی تصاویر اسمیں شامل کرنے کی خواہش فرمائی ہے۔ انہوں نے تصاویر کے اخراجات خود برداشت کئے ہیں

دنیا کو معلوم ہے کہ جس قوم کی تاریخ نہیں۔ ان کی یاد بھی باقی نہیں لہذا جن حضرات نے اس تاریخ کی بقا پر دلچسپی ظاہر فرمائی ہے انہوں نے قوم و وطن کی لاج قائم کردی اور جنہوں نے اغماض فرمائے ہیں۔ قوم و وطن کی یاد سے غافل رہی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آخر میں التماس ہے کہ یہ ناچیز خادم قوم و وطن نے عمر مستعار کے لمحات اس کام کے نذر کئے جو سرزمین چترال کی یادگار ہے اس کے معائب سے درگذر کرکے دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ والسلام۔ فقط

مورخہ یکم نومبر
سنہ ۱۹۶۱ء

خادم قوم و وطن
غلام مرتضیٰ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

باب اوّل

مختصر جغرافیہ و طبعی حالات چترال

ریاست چترال عبارت ہے اس وادی دریائے کنڑ کے شمالی حصہ سے جو حدود افغانستان سے باہر پڑا ہے

وجہ تسمیہ زمانہ قدیم میں اس علاقہ کو کاشغر یا قاشقار کہا جاتا تھا جیسا کہ محمد بابر بادشاہ نے تزک بابری میں اور اخوند درویزہ رحمتہ اللہ علیہ تذکرۃ الابرار میں اور شیخ ابوالفضل نے اکبر نامہ و آئین اکبری میں ذکر کیا ہے آجکل بھی باجوڑ، سوات اور پشاور وغیرہ علاقوں کے لوگ اسے قاشقار کہتے ہیں۔ کاشغر ترکستان اور اس ملک میں فرق یہ تھا کہ کاشغر ترکستان کو بڑا کاشغر اور اس ملک کو چھوٹا کاشغر کہا جاتا تھا۔ خود اس علاقہ کے لوگ اس علاقہ کے لوگ اپنے ملک کو کہوستان " یعنی اقوام کہو کی سرزمین کہتے تھے۔

یہ قوم اس ملک میں قدیم زمانے سے رہتی چلی آئی ہے جسکا تذکرہ شاہنشاہ سکندر اعظم کے زمانے کی اکثر تصانیف میں جابجا ملتا ہے نیز تمام مصنفین نے اس ملک کو کہوستان کے نام سے موسوم کیا ہے زمانہ قدیم کے بعض مورخین نے اس ملک کو بلور کا نام بھی دیا ہے اور اکثر کرغز لوگ اب بھی اس ملک کو بلور کہتے ہیں۔ تاجکستان کے لوگ اس ملک کو گوکے اور باشندوں کو گوک کہتے ہیں نورستان کے باشندے اس ملک کے لوگوں کو منگل و منغل کہتے ہیں یہ کسی زمانہ میں اسے ناگمان بھی کہا جاتا تھا۔ اب بھی دریائے چترال جب پشاور کے حدود میں داخل ہوتا ہے اسے دریائے ناگمان کہا جاتا ہے گذشتہ دو سو سال سے اس علاقہ کو چترار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے البتہ دیگر علاقہ کے لوگ (ر) کی بجائے لام استعمال کر کے اس علاقہ کو چترال اور یہاں کے باشندوں کو چترالی کہتے ہیں۔

حدود اربعہ اور طبعی حالات

مشرق میں گلگت اور ریاست سوات کے کوہستانی علاقے باشقارہ وغیرہ۔

مغرب میں زیباک و نورستان یعنی باشگل افغانستان کے علاقے۔

شمال میں وخان و شگاشم افغانستان کے علاقے۔

جنوب میں گبرونگ اور ریاست دیرہ باجوڑ کے علاقے۔

یہ ملک چند وادیوں پر مشتمل ہے۔ جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہیں اور چھوٹے چھوٹے نالوں کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ چترال کی سب سے اہم وادی یارخون کے درہ بروغیل سے شروع ہو کر جنوب میں ارندو تک افغانستان کی سرحد پر پہنچی ہے اور اس کی لمبائی دوسو پینتیس میل ہے اور عرض البلاد اگرچہ بلند پہاڑوں کے سبب مختلف ہے مگر اب موجودہ ریاست پانچ ہزار مربع میل باقی رہ گئی ہے ۱۸۹۵ء سے قبل گلگت ایجنسی کے کچھ علاقے یسین۔ غذر۔ کوہ اشقمون اور جنوب میں نرست سے بیلم تک یعنی نرست۔ ساؤ۔ بیرکوٹ۔ پشنگر۔ نوغدہ۔ بیلم اور بیلم کے مغرب میں اپلوئے چگرانے۔ دارائے بھی اس ریاست میں شامل تھے۔ مگر بعد میں علیحدہ ہوگئے۔

اہم وادیاں جو مختلف مقامات میں دریائے چترال پر گرتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

ارندو، ومیٹر، اشرت۔ ارسون، بیوڑی، جنجرت کوہ، شیشی کوہ، بریر، ایون، چترال۔ درہ خندرہ، گولین کوہ، آدیر، تریچ، تورکھو، لاسپور، یارخون وغیرہ۔

مشہور چوٹیاں: تمام ملک پہاڑی ہے اور بیشتر علاقہ سطح سمندر سے چار ہزار فٹ بلند ہے کوہ ہندوکش کے فلک نما سلسلے چترال کو افغانستان سے اور کوہ ہندوراج دیر، گلگت اور باشقر سے جدا کرتے ہیں یہ پہاڑ برف اور یخ سے جسے کہ چترالی زبان میں شابوژ یعنی کالا یخبند کہا جاتا ہے تمام سال ڈھکے رہتے ہیں۔

نمبر شمار	مشہور چوٹیاں	بلندی	جائے وقوع
۱	ترچ میر	۲۵۲۰۰ فٹ	خاص چترال سے چالیس میل دور شمال میں واقع ہے اور ہمیشہ برف سے مستور ہے
۲	سد استراغ	۲۴۵۰۰ "	ارکاری میں سد استراغ درے کے نزدیک واقع ہے۔
۳	پالش	۲۱۵۰۰ "	مابین سنوغر و مستوج
۴	دُون	۲۰۸۰۰ "	ترچ میر کے نزدیک
۵	وسٹم	۲۱۰۰۰ "	علاقہ یارخون میں
۶	داسپور	۲۱۴۰۹ "	دارکہت واقع یارخون کے نزدیک۔

مشہور درے: ان پہاڑی سلسلوں کے درمیان متعدد تنگ درے واقع ہیں جو چترال کو دوسرے علاقوں گلگت، وخان، بدخشان، نورستان، دیر، اسمار اور باشقر کوہستان سے ملاتے ہیں۔ ان دروں نے چترال کی تاریخ پر نمایاں اثر ڈالا ہے کیونکہ انہی دروں کے ذریعہ بیرونی حملہ آور یکے بعد دیگرے اس ملک میں داخل ہوتے رہے اور یہاں حکومت کی ہے جس کی وجہ سے حملہ آوروں اور یہاں کے باشندوں کو آپس میں ملنے گھلنے کے مواقع ملتے رہے اور ان کے اس باہمی اختلاط ہی کی وجہ سے یہاں کی تہذیب اور تمدن پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔

مشہور درے ان کی سطح سمندر سے بلندی اور محل وقوع درج ذیل ہے۔

نمبر شمار	درے	بلندی بحساب فٹ	جائے وقوع
۱	شندور	۱۲۲۵۰ فٹ	مستوج اور غذر کے درمیان واقع ہے سال میں ایک ماہ سوار کے لئیے بند رہتا ہے۔ پیادہ کے لئے ہمیشہ آزاد ہے۔
۲	چمرکہان	۱۴۵۰۰ "	مستوج اور غذر کے درمیان واقع ہے سردیوں میں چار ماہ بند رہتا ہے
۳	طوئی	۱۴۷۰۰ "	مابین یارخون و یاسین۔ سال میں پانچ ماہ بند رہتا ہے۔
۴	دارکھت	۱۵۰۰۰ "	مابین یارخون و یاسین۔ سال میں چھ ماہ بند رہتا ہے۔
۵	بروغیل	۱۲۲۶۰ "	مابین یارخون و وخان۔ سال بھر آزاد ہے۔
۶	کان خون	۱۲۸۰۰ "	مابین یارخون و وخان۔ سال میں نو ماہ آزاد رہتا ہے۔
۷	اوچھلی	۱۸۴۱۰ "	مابین ریچ و وخان۔ سال میں دو ماہ کھلا رہتا ہے۔
۸	کچھوآن	۱۸۶۰۰ "	مابین ریچ و وخان۔ سال میں صرف ایک ماہ کھلا رہتا ہے۔
۹	سدا استراغ درہ	۱۸۹۰۰ "	مابین ارکاری و بدخشان۔ سال میں دو ماہ آزاد رہتا ہے۔
۱۰	شاجنالی	۱۶۷۰۰ "	مابین تریچ و یارخون۔ سال میں پانچ ماہ کھلا رہتا ہے۔
۱۱	نقصان	۱۶۵۶۰ "	مابین ارکاری و بدخشان۔ سال میں چار ماہ بند رہتا ہے۔
۱۲	خنسترہ	۱۷۵۰۰ "	مابین ارکاری و بدخشان۔ سوار کیلئے چار ماہ بند رہتا ہے پیادہ کیلئے ہمیشہ آزاد ہے
۱۳	دوراہ	۱۴۸۰۰ "	مابین لٹکوہ و بدخشان۔ سال میں تین ماہ بند رہتا ہے۔
۱۴	لاوری	۱۰۲۰۰ "	مابین چترال و دیر۔ سال میں چار ماہ سوار کے لئے بند رہتا ہے پیادہ آزاد ہے۔

دریا اور ندیاں اس ملک کا اہم دریا دریائے چترال ہے جسے دریائے کنڑ بھی کہا جاتا ہے یہ بروغیل کے نزدیک یخبند پہاڑوں سے نکلتا ہے اور یارخون، مستوج، کوہ، چترال، دروش اور ارندو کی وادیوں میں سے گذرتا ہوا افغانستان کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔

لاسپور۔ کہو، آدیر، گولین، علاقہ غذر، چترال، ونبن، جنجور، بروز، ایون، بریر، شیشی کوہ، جنجرت کوہ، بوڑی، ارسون، اشرت، دمیڑ اور ارندو کی ندیاں اس میں گرتی ہیں اور ان ہی چھوٹی چھوٹی ندیوں سے نہریں نکال کر قرب و جوار کے علاقوں کو سیراب کیا جاتا ہے بعض جگہ چشموں کا پانی بھی زراعت اور پینے کے کام میں لایا جاتا ہے گرمیوں میں ان ندیوں میں اکثر سیلاب آتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ملحقہ علاقوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔

جھیلیں: اس ملک میں دو بڑی جھیلیں ہیں ایک شندور ہے اسکی لمبائی ڈھائی میل اور عرض ایک میل اور یہ سردیوں میں جم جاتی ہے اور اس پر آمد و رفت ہوتی ہے اس تالاب کی نکاسی کسی طرف نہیں ہے ساکن ہے دوسری جھیل

قرمبرہ ہے یا رخون پر دغیل میں واقع ہے جو شندور سے بھی بڑی ہے اور اس کا پانی اشقمون کے نالہ میں گرتا ہے تیسری بہت بڑی جھیل بائے ٹی جو اب خشک ہو چکی ہے بروغیل میں واقع تھی۔ یہ ٹی بائے ایک دہشت انگیز جھیل تھی جس سے ہر سال خوف رہتا تھا کہ جب یخبند اسمیں گر کر بند کھل جائے سیلاب عظیم کا خطرہ رہتا تھا۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں اس جھیل نے اپنی پوری طغیانی کے ساتھ چترال کی حدود میں سخت خوف و ہراس پھیلا دیا تھا۔ کہ خیر ہوئی کہ سیلاب نہ آیا اور بند بتدریج کھل گیا۔

آب و ہوا

اس ملک کی آب و ہوا سرد خشک ہے بارش سال بھر میں بتیس ۳۲ انچ سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ بھی صرف موسم سرما کے آخری چند مہینوں میں۔ گرمیوں کا موسم اکثر خشک رہتا ہے البتہ جنوبی حصوں میں جولائی اگست کے مہینوں میں بحیرہ عرب سے اٹھی ہوئی ہوائیں کوہستان باشقر و ہندوراج کے پہاڑوں سے ٹکرا کر معمولی بارش کا سبب بن جاتی ہیں اس وجہ سے ریاست کے جنوبی حصوں میں پہاڑیاں سرسبز اور جنگلات سے آباد ہیں۔ جوں جوں شمال کی طرف جائیں۔ بارش کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے اور پہاڑ بھی بنجر اور سبزہ سے خالی پائے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ انتہائی شمالی علاقوں میں صرف گھاس کے میدان ہیں اور جلانے کی لکڑی تک نایاب ہے۔ لوگ کانٹے دار جھاڑیاں اور پھلدار درخت استعمال کرتے ہیں۔

زراعت کے لئے پہاڑی ندیوں سے انتہائی محنت و مشقت کرنے کے بعد دور دراز فاصلوں سے نہریں نکالی گئی ہیں اس کے علاوہ چشموں کا پانی بھی جہاں موجود ہو استعمال کرتے ہیں شمالی علاقوں میں خصوصاً موڑکہو اور تورکہو میں پانی کی قلت ہے جنوبی حصوں میں پانی کافی ہے اور بارش حسب موقع ہونے کی وجہ سے لوگ بارانی کاشت بھی کرتے ہیں۔ سردیوں میں خوب برف پڑتی ہے مارچ اپریل تک عموماً بارش بھی ہوتی رہتی ہے دسمبر سے فروری تک سخت سردی پڑتی ہے پانی جم جاتا ہے۔ گرمیوں کا موسم عموماً خوشگوار رہتا ہے۔ چترال بہار کے موسم میں دلکش ترین مقام ہے دو سو سال اس سے پہلے چترال کے مشہور شاعر اتالیق محمد شکور نے بہار کی تعریف میں بہت سے اشعار لکھے تھے جنمیں سے چند شعر یہاں ہدیہ ناظرین ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے خاص چترال پھول و بلبل اور چنار کی کثرت سے مشہور تھا اور محمد شکور اتالیق شاہ سنگین علی کے ساتھ ۱۶۳۵ء میں مغل شہنشاہ سے امداد حاصل کرنے کے سلسلہ میں ہندوستان بھی گیا تھا۔ اس لئے وہ لکھتا ہے کہ ؎

مسافر گشتہ دیدم شہر بسیار — ندیدم ہیچ جائے مثل چترار
بہارش پر گل و گلزار باشد — ز گل خوشبو در و دیوار باشد
در ہر پیر زن نخل چناری است — بزیر ہر چناری جوئباری است
بہ شاخ ہر گل بلبل نشستہ — ز صوت خوش ہمہ از خویش رفتہ
ہمہ شام و سحر غوغائے مرغاں — بود اکثر صدائے عندلیباں

پیداوار

ملک کی عام پیداوار گندم، جو، مکا، چاول، ارو، ماش، باجرہ، چنا، ارزن وغیرہ ہیں۔ ملک کی اپنی پیداوار باشندوں کے ضروریات کے لئے جنوبی علاقوں میں ایک حد تک کافی ہوتی ہے۔ مگر شمالی علاقوں میں اس کے برعکس ہے کیونکہ بعض جگہوں میں سال میں ایک فصل ہوتی ہے اور وہ بھی خراب ہونے کی صورت میں لوگوں کو قحط سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پشاور دیر وغیرہ سے بھی غلہ درآمد کیا جاتا ہے

میوے

چترال کے میوے مشہور ہیں اور نہ صرف کثرت سے ہوتے ہیں بلکہ مختلف اور اعلیٰ قسم کے بھی ہوتے ہیں۔ انگور دروش سے موڑکہو اور مستوج تک بکثرت ہیں۔ زردالو۔ انار۔ توت۔ بیدانہ وشہتوت، انجیر۔ املی، سیب ناشپاتی۔ تربوز۔ خربوزہ اعلیٰ قسم کے اور کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ہر امیر و غریب کے اپنے باغات ہیں جنہیں طرح طرح کے میوے دار درخت لگائے جاتے ہیں چونکہ ان کی برآمد کا کوئی خاص ذریعہ نہیں ہے اس لئے یہ کافی سستے ملتے ہیں میووں کو سکھا کر سردیوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے آویر کے زردالو بہت مشہور ہیں اس لئے ان کو سکھا کر بازار میں فروخت کرتے ہیں انگور اور توت کا عرق اور شربت بھی بناتے ہیں انگور کلاؤ بنتا ہے جو بہترین غذا ہے۔

مواشی

ملک پہاڑی ہونے کے باوجود کم ہیں جو ہیں وہ سبزہ اور چراگاہوں کی قلت کی وجہ سے پست قد ہوتے ہیں۔ گائے۔ بیل، بھیڑ، بکریاں ہر جگہ پائی جاتی ہیں شمالی علاقوں میں خشگاؤ اور دُنبے بھی پالے جاتے ہیں۔ دنبوں اور بھیڑوں کی اون سے گرم پٹی۔ چوغے۔ شوقے، بنیان، جراب، دستانے وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور بکریوں کے بال سے فرشی قالین، رسے بنائے جاتے ہیں۔ کھال پاؤں میں پہننے۔ غلہ بھرنے وغیرہ کاموں میں لائی جاتی ہے دودھ سے گھی، پنیر وغیرہ بنایا جاتا ہے۔

جنگلات

چترال کے جنوبی علاقے جنگلات سے پُر ہیں۔ مگر بیرونی دنیا کے ساتھ رسل ورسائل کے ذرائع محدود ہونے کی وجہ سے ان سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔ عہد شاہ امان الملک مرحوم کے دوران میں جنگلات کی تجارت سے سالانہ ایک لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوتی تھی۔ جب امیر افغانستان نے تجارتی لکڑی کو دریائے چترال میں بہا لے جانے پر پابندی عائد کی۔ یہ تجارت بند ہوئی۔ مگر گذشتہ چند سالوں سے ان جنگلات کی عمارتی لکڑیاں براہ دیر پشاور وغیرہ کو برآمد کی جارہی ہیں۔ دیودار درختوں کے علاوہ جنوبی علاقوں میں بلوط بھی بکثرت ہیں جو جلانے کے کام آتی ہے اور بکریوں کی خوراک ہے

جنگل کے جانور اور درندے

پہاڑوں پر مارخور، تونیشو، ہرن وغیرہ جانور ملتے ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے اور ہرن کی ایک قسم روز بھی ہے جس کی ناف سے مشک ملتا ہے مارخور جنوبی جنگلوں میں ارندو سے شغور اور بونی تک پایا جاتا ہے اور تونیشو تکوہ ارکاری موڑکہو و تورکہو، مستوج اور یارخون میں ملتے ہیں خرگوش سارے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اور جنگلی درندوں میں چیتا، ریچھ، بھیڑیا، کوک، دیوش اور دوسرے قسم کے جانور مثلاً خفک، شغال، شوہ، لومڑی وغیرہ بھی ہیں۔

پرندے

اس ملک کے جنگلی پرندے شہباز، چرہ، شنقار، چرخ، باشہ مشہور ہیں۔ یہ شکاری پرندے نہ صرف اس ملک میں استعمال ہوتے ہیں بلکہ دیر سوات اور پشاور کے علاقوں میں لیجا کر فروخت کئے جاتے ہیں۔ مرغ زرین جنوبی علاقوں میں پائے جاتے ہیں جن کی کھال عجیب خوبصورت ہوتی ہے چکور، کبوتر، فاختہ، ہدہد، بودنہ، صعوہ، ناوک۔ کنجشک یہ سب اس ملک میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ یہاں کا ایک پرندہ لومڑی بھی ہے جو درختوں میں اڑتی پھرتی ہے جس کی شہرت سن کر امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم والئ کابل نے سنکر یہاں کے والئ چترال ہز امان الملک سے مانگا تھا۔

وہ بھیجے مگر زندہ وہاں نہ پہونچ سکے۔

معدنیات

اس سے چترال کا سارا علاقہ بھرا پڑا ہے اس ملک میں لوہا۔ تانبا۔ سیسہ۔ ہڑتال، سنگ مرمر۔ لاجورد، سلفر مائیکا۔ ہیرے اور دیگر قیمتی پتھروں کی موجودگی کا بھی ماہرین کو یقین ہے ۱۹۳۹ء میں تیر تونی کے علاقہ میں انٹی منی بھی پائی گئی جس کی کان کنی میں ایک ہندوستانی کمپنی پہلے کام کرتی تھی۔ اب پاک انڈسٹریل لمیٹڈ یہاں کام کر رہی ہے علاقہ تورکہو میں ہڑتال کی کانوں میں بہت قدیم سے کام ہو رہا ہے لیکن برآمد معمولی پیمانہ پر ہوئی ہے دریائے چترال سے سونے کے ذرات بھی لوگ نکالتے ہیں۔ ایٹم بم کے ذرات ریڈیو ایکٹیو منرل بھی یہاں پائی جاتی ہے مگر بیرونی ملکوں سے وسل و رسائل کے ذرائع محدود ہونے کی وجہ اتنک کان کنی معدنیات پر پوری توجہ نہیں دیجا سکی ہے۔

صنعت وحرفت

چترال ایک زراعتی ملک ہے اگرچہ زمین زیادہ زرخیز نہیں ہے مگر پھر بھی اس ملک کے بیشتر باشندوں کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے۔ چونکہ یہاں کوئی بڑی صنعت نہیں پائی جاتی لہذا دوسری پسماندہ اقوام کی طرح یہاں کے باشندے بھی اپنے پہننے اور روزمرہ کے استعمال کی دیگر اشیاء خود ہی تیار کرتے ہیں مثلاً بھیڑوں کی اون سے گرم کپڑا۔ فرشی قالین۔ جراب۔ دستانے۔ بنیان وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ بکری کے بالوں سے مضبوط فرشی قالین جیسے پلسک کہتے ہیں تیار کئے جاتے ہیں۔ کھالوں سے پاؤں میں پہننے کے جوتے جمبوس بناتے ہیں موجودہ زمانہ میں یہاں صنعت وحرفت میں کافی ترقی کی گئی۔ اور ملک کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد ہزاروں گز اونی پٹی پشاور کے علاقوں کو بھی بھیجی جاتی ہے جس سے کافی آمدن ہوتی ہے پہلے تورکہو اور موڑکہو کی بنی ہوئی اونی پٹیاں مشہور تھیں اب لٹکوہ کے علاقہ میں موغ مقام کی بنی ہوئی پٹیاں زیادہ مقبول ہیں۔

اونی پٹی سے چوغے اور شوقے ٹوپیاں وغیرہ بناکر باہر بھیجے جاتے ہیں چوغوں پر چرمہ کاری کی جاتی ہے اس کے علاوہ ریشم کاری اور سوزن کاری کا کام اس ملک کی خصوصیت ہے جو کشمیر سے کسی طرح بھی کم نہیں۔ البتہ مارکیٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی قدر کم ہے گلکاری کئے ہوئے اور سادہ قالین اور بھیڑوں کے بالوں سے بنائے ہوئے پلسک سستے اور پائیدار ہوتے ہیں دیودار۔ اخروٹ اور بلوط کے درخت چونکہ یہاں بکثرت ہیں اس لئے ان کی لکڑی سے اعلیٰ قسم کے فرنیچر بنائے جاتے ہیں۔ اور عمارتیں بنانے میں کام آتے ہیں۔

ریاست چترال کی علاقہ وار تقسیم

۱۸۹۵ء سے پہلے ریاست چترال گلگت سے لیکر اسمار اور موجودہ نورستان یعنی استورگسل کا مدیش ،ٹنڈوگل و علاقہ لٹ رہ احمد دیوانہ تک پھیلی ہوئی تھی۔ مگر رفتہ رفتہ انگریزی دور میں یہ ریاست ختم ہو کر اندوے لاوی تک محدود ہوگئی۔ موجودہ چترال چھ علاقوں میں منقسم ہے جو حسب ذیل ہیں اور شروع جنوب سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ علاقہ دروش

یہ علاقہ ارندو اور دیر کے سرحدی درہ لاوری سے کیسرت تک پھیلی ہوئی ہے اسمیں حسب ذیل دیہات ہیں

۱۔ ارندو۔ آباد وادی ہے سرحدی علاقہ ہونے کی وجہ سے فوجی اہمیت رکھتا ہے دریائے چترال اس علاقہ کے عین وسط سے گذر کر افغانستان میں داخل ہوتا ہے۔ ارندو اور ڈوک عالم کے مابین رود ارندو واقع ہے اور اس رود کے اندر دونوں جانب چترال کی ملکیت ہے اور ڈوک عالم آخری مقام ہے جسکا نصف حصہ علاقہ افغانستان میں داخل ہے اور باقی نصف حصہ چترال کی حدود میں شامل ہے۔

۲۔ رام رام، کامسے، چیٹر بیٹ:۔ رود ارندو کے اندر واقع ہیں اور اس ندی کے اوپر پہاڑ ہیں۔ ایک عجیب جھیل ہے جسکو ہندو لوگ متبرک سمجھتے ہیں اور تیرتھ کہتے ہیں۔

ارندو کے لوگ گبری زبان میں تکلم کرتے ہیں اور گبرد قوم یہاں کے قدیمی باشندے ہیں اس لئے اس علاقہ کو گبرونگ یعنی وطن قوم گبرد بھی کہتے ہیں ارندوگول کے لوگ گوجر اور افغانوں سے مختلط ہیں اور وہ اپنی اپنی زبانوں میں تکلم کرتے ہیں ارندو لشٹ میں ریاستی زمین نئی آباد ہے جسمیں نارنج ترنج کا باغ لگایا گیا ہے۔ گارو یہاں کا مشہور میوہ ہے۔ ارندو کے کمبل مشہور ہیں۔ ارندو سے ایک راستہ ژوڑ ژوڑی مقام سے دیر کی طرف اور ایک راستہ گوندو مقام سے لاوری کیتی نن مقام سے دمیڑ کی طرف پہاڑوں کے اوپر آزاد ہیں اور یہاں وسیع چراگاہیں ہیں۔

۳۔ لنگر بیٹ:۔ ارندو سے شمال کی طرف چترال کے بائیں طرف چھوٹا سا گاؤں ہے اور یہاں کے باشندے بانشگلی زبان بولتے ہیں

۴۔ اکرونئ۔ یہاں کے لوگ گوجر قوم سے ہیں۔

۵۔ دمیلنسار دریا کے بائیں طرف واقع ہے اس وادی کے اندر دمیڑ اہم گاؤں ہے آباد اور جنگلات سے پر ہے لوگ مالدار ہیں اور سبزہ زار چراگاہوں کی کثرت ہے یہاں کے لوگ اپنی زبان میں تکلم کرتے ہیں جو باقی تمام لوگوں کی زبان سے مختلف ہے۔ یہاں سے دریا کے دائیں طرف شالو کے اور گرونگل واقع ہیں جو مشہور شکارگاہیں ہیں۔

۶۔ کالوتی:۔ یہ بھی مشہور چراگاہ ہے دریائے چترال کے دائیں طرف واقع ہے یہاں بھی ریاستی باغ نارنج سے لگایا گیا ہے

۷۔ میرکھنی:۔ ارندو سے اکیس میل شمال کی طرف واقع ہے اور یہاں اشرت کی ندی دریائے چترال پر گرتی ہے یہاں اس وادی کی حفاظت کے لئے سرکاری قلعہ ہے اور یہاں سے لاوری کی طرف راستہ اشرت سے گذرتا ہوا دیر جاتا ہے

۸۔ اشرت:۔ یہ اہم گاؤں اور تجارتی منڈی ہے زیارت سے پانچ میل شمال میں واقع ہے اس علاقہ میں گھنے جنگلات

پائے جاتے ہیں یہاں لوگوں کی زبان تانگیری ہے یہاں سے اوپر بڑا ڈم ایک ہموار میدان بھی لوگوں سے آباد ہے اور وسیع جنگل ہے۔

۹۔ زیارت: یہاں سرکاری پوسٹ اور ریاستی بنگلے واقع ہیں کچھ لوگ بھی آباد ہیں درہ لاوری یہاں سے شروع ہوتا ہے اور اہم مقام ہے۔

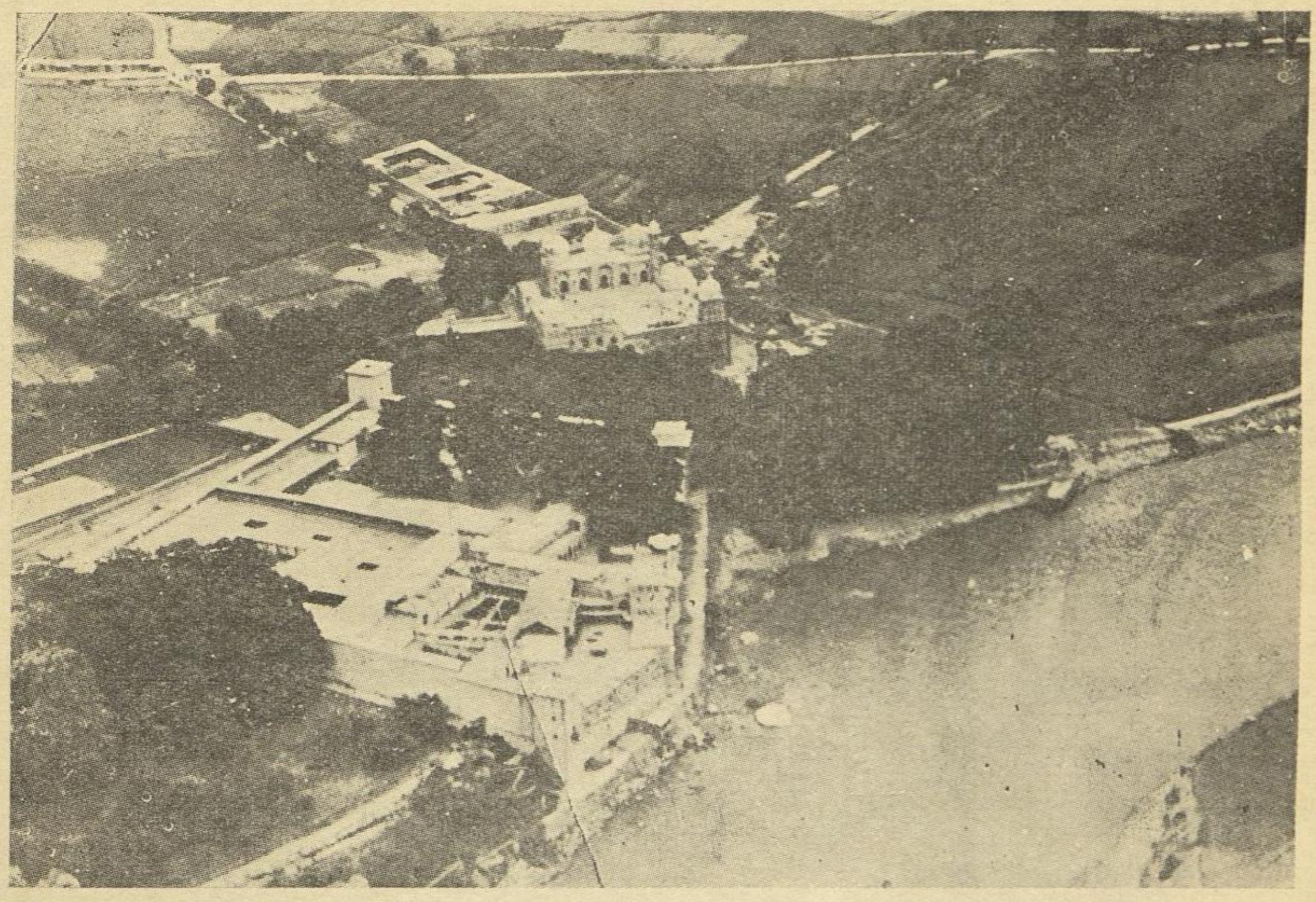
۱۰۔ نغر و اُرسون: میرکھنی سے چار میل شمال میں نغر گاؤں دریا کے دائیں کنارے آباد ہے یہاں شہزادہ غازی الدین خان کا قلعہ ہے۔ اس ندی کے اوپر مغرب میں اُرسون کا درہ ہے جسمیں کلاش اور باشنگلی قوم آباد ہے اور اب وہ مسلمان ہیں اور یہ تاریخی مقام ہے جہاں شاہ کٹور ثانی اور مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کی ایک شدید جنگ واقع ہونے کے بعد مہتر خیر اللہ کا خاتمہ موت پر ہوا تھا۔ اور یہیں پیوند خاک ہوئے تھے۔ یہاں زبان کلاشی اور باشنگلی کا رواج ہے ارسون سے تین مشہور راستے صوبہ نورستان کی طرف آزاد ہیں۔ یہ درہ افغانستان کے نورستان سے ملتا ہے اور وہ راستے پاگئی تسون، بُرمباڑہ اور گومبسر سے مشہور ہیں اور یہاں گھنے جنگلات ہیں۔

۱۱۔ کلکٹک و بیوڑی: دروش سے تین میل جنوب میں کلکٹک اور اس کے مشرق میں رود کے اندر بیوڑی آباد ہیں۔ یہاں رود بیوڑی دریائے چترال میں گرتا ہے اور یہ مقام دیر کوہستان سے ملتا ہے اور لوگ بھیڑ بکریاں پالتے ہیں۔ یہاں لوگوں کی زبان تانگیری اور کلکٹک والوں کی زبان کلاشی ہے۔

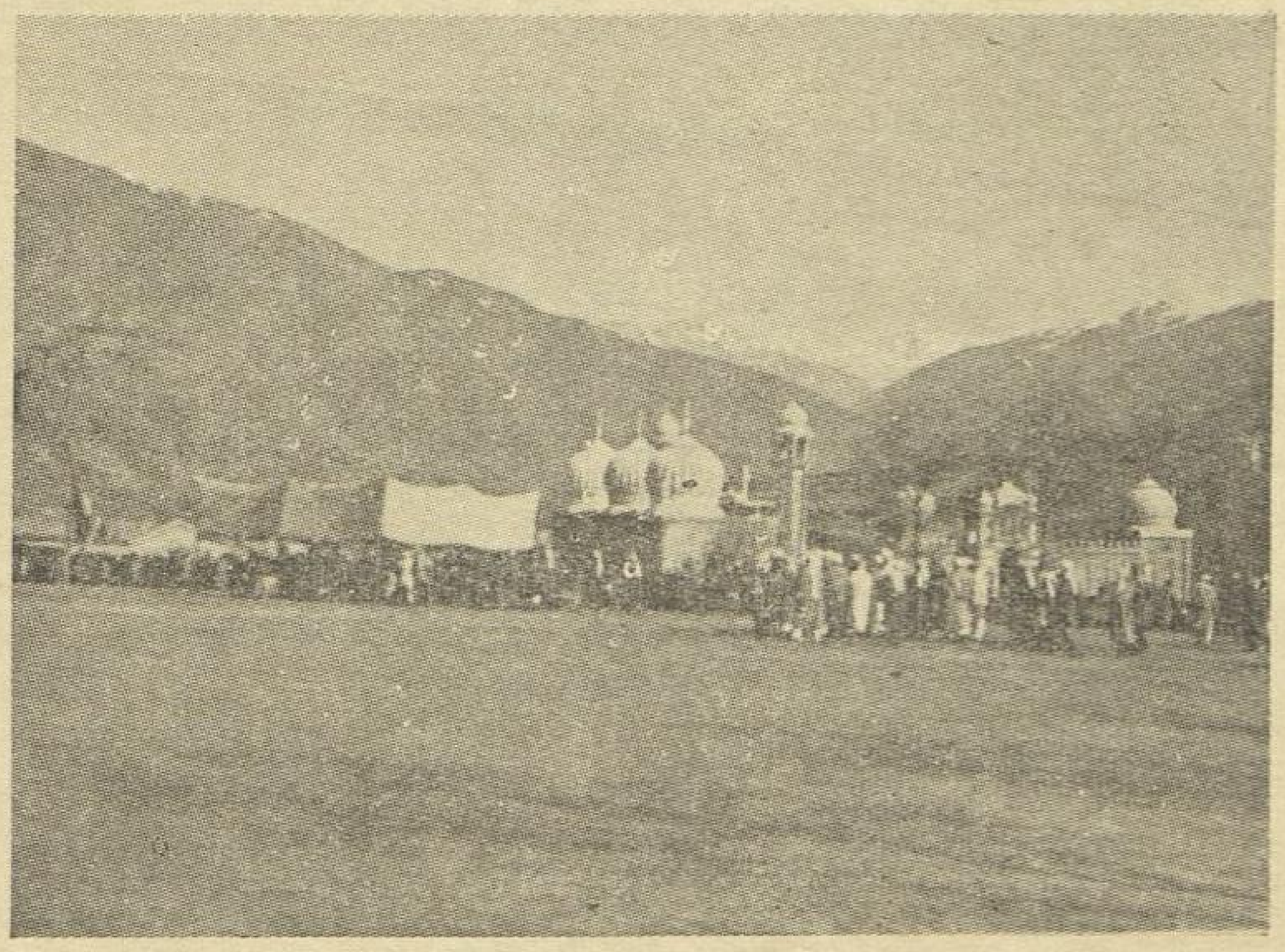
۱۲۔ سویر، جنجرت و جنجرت کوہ: دریائے چترال کے دائیں کنارے سویر و جنجرت آباد ہیں یہاں سے آگے درہ جنجرت کوہ کی وادی ہے اور یہاں کے اصل باشندے کلاش قوم سے اور باقی گوجر لوگ سے آباد ہیں۔ یہاں گھنے جنگلات اور وسیع چراگاہیں ہیں اور یہاں سے دورک کا راستہ نورستان کی طرف آزاد ہے۔

۱۳۔ دروش: اصل میں یہ درس ہے رفتہ رفتہ دروش سے مشہور ہوا۔ میرکھنی سے دس میل طے کرنے کے بعد دروش پہنچتا ہے اور لاوری سے اکیس میل دور ہے دریائے چترال کے بائیں کنارے پر واقع ہے یہاں پر سرکاری رجمنٹ کی بڑی چھاؤنی ہسپتال، ڈاکخانہ، ہوائی اڈہ، ہائی سکول اور بڑا بازار، تجارتی منڈی، پرانا ریاستی قلعہ دریائے چترال کے بائیں کنارہ پر نیا قلعہ جس میں گورنر دروش رہتا ہے اور پولو گراونڈ وغیرہ واقع ہیں۔ دروش اس علاقہ کا مرکزی مقام اور دارالآیالت ہے تاریخی مقام ہے اور مختلف چھوٹے چھوٹے دیہات اسمیں شامل ہیں اور وہاں کے لوگ کثیر کلش قوم سے متعارف ہیں اور ان کی اپنی زبان کلشتہ ہے دروش بازار میں افغانی اور ہندوستانی تاجر ہیں اور کچھ وطن کے لوگ بھی تجارت کرتے ہیں۔

۱۴۔ شیشی کوہ: یہ وادی نہایت سرسبز و زرخیز ہے۔ اخروٹ، انگور اور جوار خاص پیداوار ہیں۔ سبزہ کی زیادتی کی وجہ سے بکریاں زیادہ پالی جاتی ہیں گوجر قوم کی اکثریت یہاں آباد ہے۔ گھی پنیر کی کثرت ہے شیشی کوہ سے پرپت گول و گورین گول اور آسی کوہ کے راستے دیر کوہستان کو جاتے ہیں۔ ڈوکوآن، غوچھار سوراور روغیلی کے راستے وادی گولین کو جاتے ہیں۔ اور یہاں سے گبیرت گول اور جنغوہ گول بھی جا سکتے ہیں۔ اس علاقہ کے انتہائی حد پر مدک لشٹ کا گاؤں واقع ہے جو میدانی اور زرخیز مقام ہے جہاں کے لوگ بدخشی قوم سے ہیں اور اپنی زبان فارسی میں تکلم کرتے ہیں



شاہی قلعہ چترال



شاہی مسجد قلعہ چترال

خوشرنگ اور تنومند لوگ ہیں۔ مذہب کے آغا خانی ہیں سرکاری ریجنٹ سالانہ گرمیاں یہاں گذارتی ہے ہوا خوب ٹھنڈی ہے یہاں سے دیر کوہستان اور گوبین کی طرف راستے ہیں۔

۱۵۔ خیر آباد: دروش سے پانچ میل شمال کی طرف دریائے چترال کے کنارے پر آباد ہے یہاں باباجی علیہ الرحمتہ کی اولاد صاحبزادگان کا خاندان ہے

۱۶۔ کیسو: خیر آباد سے اوپر دریا کے بائیں کنارے پر یہ گاؤں آباد ہے یہاں انگور بکثرت ہیں اور یہاں کٹور خاندان کی آباد کردہ اراضی اُن کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ اور یہ باشندے قدیم سے زمیندار ہیں۔

۲۔ علاقہ خاص چترال

یہ علاقہ گہیرت سے لیکر تڑ گول تک اور دریائے خذر کے کنارے بلیہک تک خاص چترال کے علاقے ہیں۔ چترال دراصل پایہ تخت شہر کا نام ہے اور اس طرح سارے ملک کو بھی چترال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

۱۔ گہیرت: دروش سے دس میل شمال میں یہ چھوٹا سا گاؤں آباد ہے یہاں پر ایک مضبوط پل اور سرکاری ریسٹ ہاؤس بھی ہے۔ گنگ کی آباد کردہ زمین بھی اس کا ملحقہ مقام ہے جو اس کے جنوب میں واقع اور وسیع غیر آباد ہے۔

۲۔ بریر: گہیرت کے سامنے ایک لمبی وادی کے اندر یہ گاؤں آباد ہے جسمیں کافر کلاش قوم رہتی ہے اور بت پرست ہیں اور یہ وادی کثرت میوہ جات سے مشہور ہے۔ اخروٹ و انگور بکثرت ہیں۔

۳۔ مشکور: اس وادی کے دہانہ پر مشکور آباد ہے جس کی زمینیں ایون نالہ سے سیراب ہوتی ہیں۔

۴۔ ایون: یہ مشہور قصبہ ہے اور بمبرت نالہ سے سیراب ہوتا ہے یہ مقام اپنی وسعت و سرسبزی اور زرخیزی کے سبب دلکش ترین آبادی ہے۔ یہاں چاول کی خاص پیداوار ہے۔ اور مسجدوں کی کثرت ہے نالہ کے کنارے شاہی بنگلے اور گودام خانے واقع ہیں بڑاوشٹی مقام کی نو آباد زمین بھی یہاں واقع ہے جو ایون نالہ سے سیراب ہوتی ہے اور باغات سے خوشنما ہے۔

۵۔ رمبور: یہ وادی ایون نالہ کے اندر شمال میں واقع ہے جسمیں کافر قوم کلاش آباد ہے اور کچھ باشنگلی قوم بھی یہاں رہتی ہے کلاش قوم بت پرست اور ان کا طرز تمدن وغیرہ بالکل جداگانہ ہے۔ یہاں ایک چشمہ پہاڑ میں موجود ہے جو بہت کڑوا ہے اور بیماروں کو مفید ہے اور بہوک مقام پر پہاڑ میں ایک تالاب ہے ان لوگوں کے اعتقاد میں جو اس کو دیکھتا ہے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اس کی تصدیق ایک برطانوی افسر نے بھی جو وہاں گیا تھا کی ہے۔ رمبور سے گنگروٹ اور منک کے راستے نورستان کی طرف آزاد ہیں اور لٹکوہ اور چترال گول بھی جا سکتے ہیں۔ رمبور کی شہد اور اخروٹ مشہور ہیں۔

۶۔ بمبرت: یہ وادی نالہ کے اندر ایک دلکش ترین مقام ہے جسمیں اکثریت کافر قوم کلاش کی ہے باقی باشنگلی قوم کے مسلمان اور کھو قوم آباد ہے یہ وادیاں نورستان کی سرحد پر واقع ہیں اور شاواڑ۔ اُستوئی۔ زینبوزہ۔ بوگمرت، اور اونگ کے راستوں سے نورستان کی طرف آمد و رفت ہوتی ہے اچہولگہ کی وادی بمبرت اور رمبور کے درمیان

واقع ہے جنگلات کی یہاں کثرت ہے اور یہاں ایک گرم چشمہ بھی موجود ہے سبزہ زار اور وسیع میدان ہے۔ بیرت میں شہد و انگور اور اخروٹ بکثرت ہیں۔ یہاں کا پانی خوشگوار ہے اور آباد مقام ہے۔

۷۔ **اسپاغ لشٹ**:۔ گہیرت سے دو میل شمال میں واقع ہے قدیم زمانے میں یہاں کثرت سے باغات اور اشجار تھے۔ مگر مابعد دریا کی طغیانی سے وہ برباد ہوئے شاہی خاندان کی ملکیت ہے

۸۔ **بیروز**:۔ آیون کے سامنے دریائے چترال کے بائیں کنارے پر یہ گاؤں آباد ہے یہاں انگور عمدہ ہوتے ہیں اور انار بھی بکثرت ہیں۔ دوموش اور گومبس یہاں کے دل کش ترین مقام ہیں۔ دوموش گرمائی مقام ہے جہاں گرمیوں میں پانی نہایت ٹھنڈا اور ہوا خوشگوار ہوتا ہے۔ باغات اور توت بکثرت ہیں۔ گومبس شاہی خاندان کی ملکیت اور آباد کردہ ہے جہاں شاہی قبرستان بھی موجود ہے اور میوے عمدہ بافراط ہوتے ہیں۔

۹۔ **چمرکھون**:۔ چترال خاص سے پانچ میل جنوب میں دریا کے بائیں کنارے پر آباد ہے یہاں کے انار مشہور ہیں۔

۱۰۔ **اورغوچ**:۔ چمرکھون کے سامنے دریا کے دائیں کنارے پر آباد ہے یہاں کے جنگل مشہور ہیں۔

۱۱۔ **چترال خاص**:۔ ریاست کا پایہ تخت اور بڑا قصبہ ہے تجارتی منڈی ہے۔ قدیم زمانہ میں جب کہ بدخشاں اور ترکستان سے تجارتی قافلے آیا کرتے تھے یہ منڈی بارونق ہوا کرتی تھی۔ اب بھی بالائی علاقوں سے اونی کپڑے خشک میوے وغیرہ یہاں لاکر فروخت کئے جاتے ہیں اور پشاور سے کپڑا۔ چائے۔ نمک اور دیگر ضروریات زندگی یہاں لاکر بالائی علاقوں کو بھیجی جاتی ہیں۔ یہاں دریائے چترال کے دائیں کنارے پر شمال میں موجودہ شاہان چترال کا وہ پرانا قلعہ ہے جو ۱۷۷۴ء سے قائم تھا اور ۱۹۱۵ء میں اس کی از سر نو تجدید ہوئی۔ اور اس سے پہلے ریاستی قلعہ وہاں موجود تھا جو اب پرانو بازار کے نام سے مشہور ہے اور یہاں ایک بڑا قلعہ اور بازار موجود تھا جس میں اہل تجار و حرفت بھی رہتے تھے۔ اور وسیع احاطہ کا شہر تھا۔ پرانو بازار یعنی بازار کہنہ سے اب بھی متعارف ہے اب یہاں پولٹیکل افسر کی قیامگاہ اور دفتر ہے اور اس کے متصل جامع مسجد اور سول ہسپتال واقع ہیں یہ مسجد ۱۷۸۸ء سے یہاں قائم ہے اور پکی اینٹوں سے بنی ہوئی ہے۔

فوجی چھاؤنی دریائے چترال کے کنارے پر اور قیامگاہ عسکر سکوٹس بھی تھی۔ مگر اب قیامگاہ عسکر سکوٹس سیلاب سے منہدم ہے۔ فوجی چھاؤنی کے سامنے وہ بڑا پل بھی موجود ہے جو چیوڑ کی طرف شاہراہ ہے ریاستی قلعہ میں حکومت کے دفاتر۔ مرکزی عدالت کا دفتر اور قلعہ سے باہر باغات۔ مہمان خانے۔ جامع مسجد۔ ہائی سکول۔ بڑا بازار۔ چوگان بازی کا میدان اور سیرگاہ پلیچ یہ سب قابل دید مقامات ہیں۔ یہاں سے موٹر کی سڑک زیارت تک اور شمال کی طرف کرینج تک موجود ہے

۱۲۔ **برموغ لشٹ**:۔ چترال سے آٹھ ہزار فٹ بلندی پر پہاڑی مقام ہے جو حکمرانوں کی گرمائی قیامگاہ ہے اور موٹر کی سڑک وہاں تک جاتی ہے۔

۱۳۔ **چیوڑ**:۔ چھاؤنی کے سامنے دریائے چترال کے بائیں طرف آباد گاؤں ہے چیوڑ گول سے سیراب ہوتی ہے۔

۱۴- دینین: شاہی قلعہ کے سامنے دریا کے بائیں طرف یہ گاؤں واقع ہے۔

۱۵- بلچ اور سنگور: چترال سے دریا کے دائیں کنارے پر یہ گاؤں شمال کی طرف واقع ہیں اور چترال سے چھ میل پر گان کوریتی مقام پر دریائے مستوج دریائے خُذر پر متصل ہوتا ہے۔ اور دونو دریا ملکر چترال کے نام سے افغانستان میں داخل ہوتے ہیں۔ یہاں سے شمال مشرق کی طرف دریائے خذر پر گیارہ میل تک چند دیہات خاص چترال میں شامل ہیں جو یہ ہیں:۔

دلوموس۔ لشنٹ۔ سین۔ شالی۔ بلپھوک۔ یہاں تک جنگلوں میں دیودار اور بلوط کے درخت پائے جاتے ہیں بلکہ بکثرت ہیں یہاں سے آگے یہ سلسلہ منقطع ہے۔

علاقۂ چترال چونکہ مژگول تک منتہی ہوتا ہے لہٰذا حسب ذیل دیہات شمال مغرب میں دریائے مستوج کے دونوں جانب اسمیں شامل ہیں جو کوہ وکوشٹ کے نام سے موسوم ہیں کاری، راغ۔ کوجہ۔ کوغزی۔ ان دیہات میں انگور اور انار بکثرت بکثرت ہیں اور یہاں کے شمال مغرب میں گولین کا مشہور درہ آباد ہے اور اس کی رود دریائے چترال میں گرتی ہے اور یہ درہ سبزہ اور چراگاہوں کے سبب ایک وسیع اور طویل مقام ہے جس کے اندر یہ موغ، استورو۔ اوزغور، رومین اور روغ جنالی کے گاؤں ہیں۔ روغ جنالی کے اندر مناظر قدرت کے بے شمار چشمے اور دلفریب سبزہ زار واقع ہیں یہاں تک صنوبر اور بلوط کے درخت اور گنجان جنگل موجود ہیں۔ وسیع چراگاہیں ہیں۔ گوجر لوگ اور یہاں کے باشندے گرمیوں میں یہاں مویشیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہاں سے تین راستے شیشی کوہ کی طرف اور ایک راستہ بارگام سے لاسپور کی طرف جاتا ہے۔ اور یہاں سے آگے موری۔ موری لشٹ۔ مروی۔ برنس تک دریا کے بائیں جانب اور پریت، پرپش، لسپتی، اوبر، شوگرام۔ لون۔ گہکیر۔ موردیر۔ مژگول دریا کے دائیں طرف آباد ہیں۔

پسپتی دس ہزار فٹ کی بلندی پر پرپت نالہ کے اندر واقع ہے اور سرحد ہونے کی وجہ سے وہاں کے لوگ ایک فصل پاتے ہیں۔ پرپش مقام میں رود آویر دریائے چترال میں گرتا ہے اور یہاں سے آویر شروع ہوتا ہے جس کے دیہات حسب ذیل ہیں۔

ربری۔ برم۔ بیغ۔ شونگوش۔ رچہاغ۔ موژدین۔ یہاں کا پانی ترچ میر سے اٹھتا ہے اور سخت سرد ہے۔ کیونکہ ترچ میر کا اکثر حصہ یہاں واقع ہے شونگوش اور رچہاغ میں پولوگراونڈ بھی موجود ہیں۔ لون بالائے کہسار پر آباد ہے بندوگول کے اندر گھکیر آباد ہے بابا ایوب تیموری کی قبر یہاں موجود ہے اور بندوگول کی رود شوگرام بین دریائے کھو پر گرتا ہے۔ قریہ کوشٹ باغ اور میووں سے بھرپور ہے۔ یمیاغ دریائے مستوج اور دریائے کھو کے درمیان واقع ہے اور وسیع میدان ہے جہاں باغ اور میوے لگائے گئے ہیں۔ نو آباد ہے۔

۳- علاقہ مستوج یہ ریاست کا وسیع ترین علاقہ ہے اس کا طول دریائے قرمبر تک ایک سو چالیس میل ہے یہ علاقہ چار پرگنوں پر منقسم ہے جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) **گوہ**۔ اسپیں رشن۔ زیت۔ کوداغ۔ چرن آدیر۔ بونی۔ آدی۔ جنالی کوچ۔ میراگرم۔ سنوغر۔ پرواک آباد ہیں۔ رشن میں پولو کا میدان ہے۔ یہاں سے نالہ کے اندر گولین کی طرف راستہ ہے اور سرسبز مقام ہے چرن آدیر کے اوپر پوسن مقام اب آباد ہوا ہے۔ بونی سب سے بڑا اور کافی سرسبز گاؤں ہے اور میوے سیب ناشپاتی بکثرت اور عمدہ ہیں۔ سنوغر میں وسیع پولو گراونڈ ہے اور یہاں کی آب وہوا سارے علاقوں سے زیادہ خوشگوار ہے اور باغات بکثرت ہیں۔ ان علاقوں میں پہاڑ جنگلات سے خالی ہیں۔ بونی میں گرم چشمہ موجود ہے جہاں بیمار لوگ حمام کرتے ہیں۔

۲۔ **مستوج**۔ یہ وہ مقام ہے جس کے نام سے اس سارے علاقہ کو مستوج سے یاد کیا جاتا ہے اس پرگنے کے خاص گاؤں یہ ہیں۔ مستوج۔ ہنسر۔ سرغوز۔ چنار۔ چومنج۔ چپاڑی۔ پارکوسپ۔ کوژ۔ خاص مستوج علاقہ کا صدر مقام ہے اور یہاں ریاستی قلعہ۔ سرکاری ڈاکخانہ اور ہسپتال موجود ہیں۔ یہاں کا ریاستی پرانا قلعہ گرا کر ۱۹۱۷ء میں از سر نو طرز جدید پر تعمیر کیا گیا ہے یہاں کی مشہور چراگاہ اور شکارگاہ درہ خرکمن ہے جہاں سے غذر جاتے ہیں اور وسیع درہ ہے۔

۳۔ **لاسپور**۔ مستوج کے جنوب مشرق میں یہ وادی شندور تک پھیلی ہوئی ہے اس کی لمبائی پینتیس میل ہے اس وادی میں حسب ذیل گاؤں ہیں:-

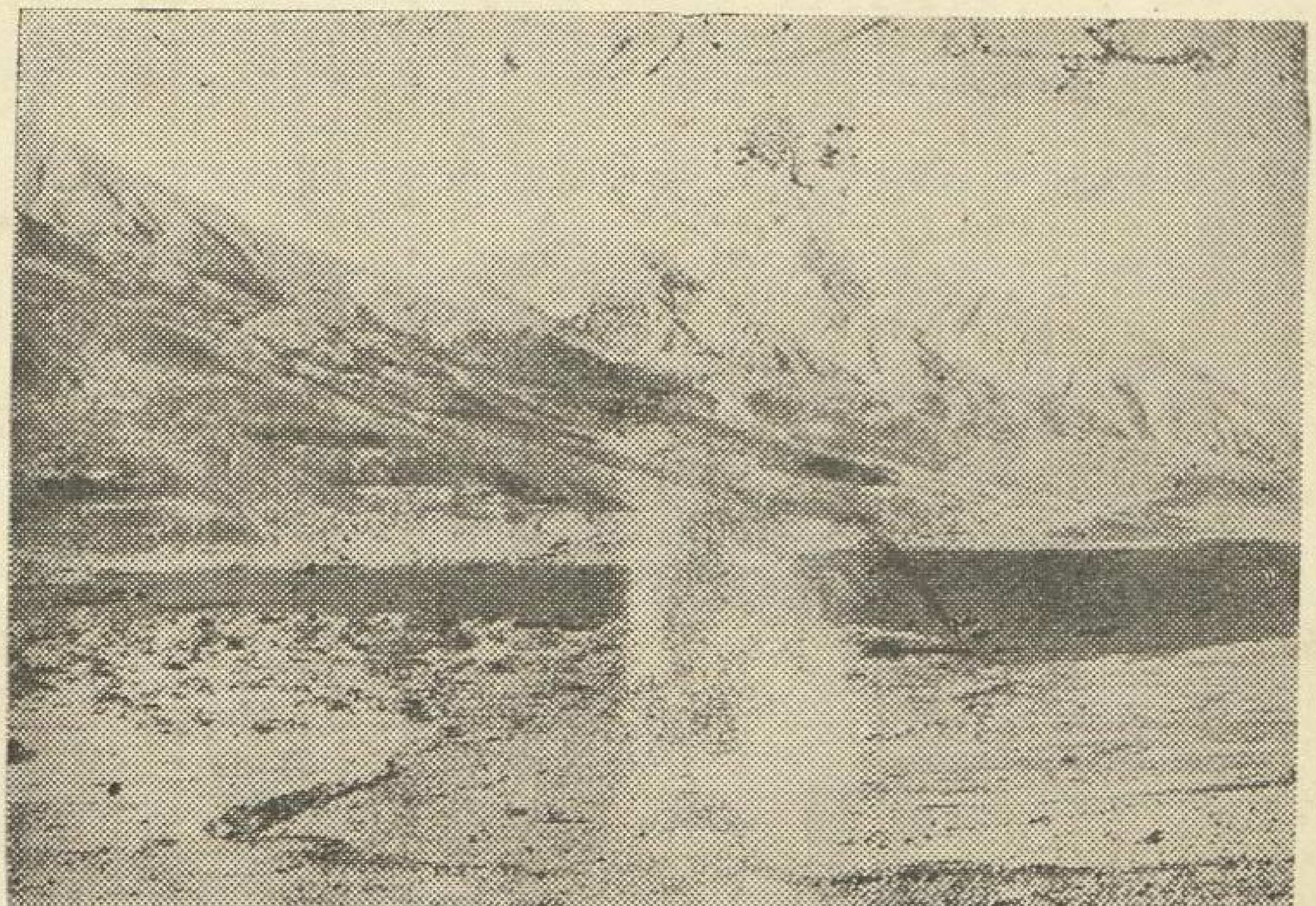
اون سوت، گشٹ۔ رمان۔ لہرت۔ بلیم۔ شاندراس۔ ہرچن۔ بروک۔ سور لاسپور۔ یہاں سے ایک راستہ کچی کھتی کے درہ سے کالام کوہستان کو ایک راستہ تھل کے درہ سے کوہستان دیر کو جاتا ہے۔ باشقر گول کا دریا چر یہاں واقع ہے جو دریائے لاسپور کا بھی منبع ہے کچی کھنی ایک برفستانی اونچی چوٹی ہے۔ برف سے ہمیشہ مستور رہتی ہے دریائے چکدرہ بھی یہاں سے دوسری طرف نکلتا ہے یارگام رمان گاؤں کی وادی میں واقع ہے جہاں سے ایک راستہ گولین کوہ کو جاتا ہے۔ اور یہ بھی چھوٹا سا گاؤں ہے۔ غٹ بار کی مشہور چوٹی ہرچن اور غذر کے درمیان واقع شندور سور لاسپور کے اوپر ایک طویل تین میل کا تالاب ہے اردگرد سبزہ زار نشیب میدان ہے یہاں بھی پولو گراونڈ موجود ہے جہاں چترال اور علاقہ گلگت کے پولو ٹیموں میں مقابلہ ہوا کرتا ہے یہ گراونڈ دونوں جانب سے قدرتی طور پر اونچی ہیں اور وسط میں ہموار میدان ہے۔ شندور کی آخری حدبندی مڑان شال تک اہل لاسپور کی چراگاہ ہے۔

۴۔ **یارخون**۔ یہ ایک طویل وادی ہے جس کی لمبائی چپاڑی سے دریائے قرمبر تک ایک سو میل ہے۔ اس میں حسب ذیل گاؤں آباد ہیں:-

بریپ۔ بھشٹ۔ میراگرم۔ المیت۔ دیوسیر۔ وسم۔ ڈولو۔ دوبار گھر۔ کند۔ بیچ اوچ۔ دیوان گول اسنچ۔ ویزک۔ خرزک۔ مرننگ۔ بھنگ۔ پاور۔ پترنگ گز۔ اوناوچ۔ شوسٹ۔ کشٹ۔ کان خون وبدن کہت۔



جهیل شندول



جهیل شندول

دیزگ سے براستہ کہنان لشٹ اور بنگ سے بنگ گول کے راستے تورکہو کی طرف آزاد ہیں آمد و رفت کرتے ہیں اور شوسٹ سے شاہ جنالی کے راستہ سے تورکہو کی طرف عبور کرتے ہیں شاہ جنالی تورکہو کی حدود میں مشہور چراگاہ ہے سال میں پانچ مہینہ آمد و رفت کے لئے آزاد رہتا ہے۔

گزن ندی اور دریائے یارخون کے جائے اتصال پر بندرگاہ کا وہ مشہور درّہ واقع ہے جہاں مہتر امان الملک کے فوج نے میر محمود شاہ والئی بدخشاں کی بیشمار فوج کو زبردست شکست دی تھی۔ اس لئے یہ بندرگاہ تاریخی مقام ہے۔ یہاں سے آگے ایک وسیع میدان ہے جسکو افضل آباد کہتے ہیں۔ شوسٹ کے مقام میں کئی گرم چشمے ہیں اس کے شمال میں بروغیل کا علاقہ ہے۔ اس علاقہ کے برفستانی حصوں سے چٹی بائے اور چق تراق مشہور ہیں جہاں سے دریائے چترال نکلتا ہے اور اس کا طول تیس میل سے زیادہ ہے۔ بروغیل سے وخان کی طرف جو راستہ ہے وہ دروازہ کے نام سے مشہور ہے اور یاسین علاقہ گلگت کی طرف دارکوٹ کا راستہ آزاد ہے۔

چلم آباد، شوا شیر یہاں کے مخصوص دشت ہیں چہت، کشت چلنگی۔ ایلاق قلماق، قولی سار دشت بروغیل کے مشہور مقامات ہیں۔ بروغیل کا میدان سرسبز ہموار وسیع ہے یہاں دنبے اور خشگاؤ پالے جاتے ہیں وخان سے بھی مال مواشی یہاں لاتے ہیں اور گرمیاں یہاں گذارتے ہیں۔ یہاں بیشمار قدرتی چشمے اور تالاب بھی ہیں سارے میدان گھاس سے سرسبز و شاداب ہیں

۵۔ علاقہ موڑکہو

یہ علاقہ مژگول مقام سے اوپر شاگردم تک پھیلا ہوا ہے چونکہ یہ علاقہ کہوا اقوام کی سرزمین ہے اس لئے موڑکہو یعنی نیچے کے کہو سے مشہور ہے اس سے اوپر توری کہو واقع ہے جس کے معنی اوپر کا کہو ہے۔ خاص چترال کو کلاش حکمرانوں کے قبضہ کرنے سے قبل کہو حکومتوں کا پایہ تخت موڑکہو ہی تھا دراصل یہاں کا صدر مقام اور تاریخی قلعہ ہے اس علاقہ کے دیہات حسب ذیل ہیں۔

نوگرام، زانی، گہرت، ویحجون، سہرت، کشم، زیزدی، ادک، نشکو، سور وہرت، وادی تریچ۔

نوگرام سے نشکو تک یہ علاقے دریائے کہو کے دائیں طرف واقع ہیں اور یہ سب چشموں سے آباد ہیں۔ یہاں کوئی ندی نہیں ہے۔ دراصل کا قلعہ قدیمی ہے شاہ محترم شاہ ثانی نے یہ بنایا تھا۔ اور یہاں کے گورنروں کا صدر مقام تھا۔ نوگرام میں اطول وچنیق اور سہرت میں تو چہت گرمیوں میں خوشگوار مقام ہیں۔ کشم میں سنگ سرب پایا جاتا ہے اور یہاں بارش نہ ہونے کی وجہ سے چشموں کا پانی کم ہوتا ہے۔ اس لئے اکثر جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ روایت ہے کہ یہاں کے پانی کی تقسیم قدیم زمانے میں چینی حکمرانوں نے کی تھی جس پر اب بھی عملدرآمد کیا جاتا ہے۔

تریچ آن یعنی وہ پہاڑ جو یہاں اور تریچ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے لوگوں کی چراگاہ ہے اور وہاں سے ہر ایک گاؤں کی طرف راستے ہیں۔

سور وہرت یہاں تریچ کی ندی دریائے کہو میں گرتی ہے اور وادی تریچ جنوب مغرب کی طرف شروع ہو کر شاگردم تک ختم ہو جاتا ہے تریچ کے گاؤں یہ ہیں:

نوتکوہ۔ میرغش، شوتش غاڑ۔ وریجن۔ شاگردم۔ وادی تریچ کے بائیں طرف لولیمی، دیہہ پرسنگ، ریمنیچ، ٹوپن

دُور- نہ وندران گرام وادی کے دائیں طرف واقع ہیں۔ یہاں کی وادیاں لون گول اور روش گول ہیں۔ روش گول سے ایک راستہ وخان کی طرف جاتا ہے مگر قریباً ناممکن العبور ہے۔ الھرک یہاں کی مشہور شکار گاہ ہے۔

قاق لشٹ یعنی سوکھا میدان۔ موڑکھو کے سامنے دریائے کھو کے بائیں طرف واقع ہے جس کی لمبائی نو میل اور عرض ایک و نیم میل بنجر غیر آباد پڑا ہے اور بطور چراگاہ کے استعمال کیا جاتا ہے اس کی جنوبی آخری حد لمباغ میں ختم ہوتی ہے جہاں اب دریائے کھو سے نہر نکال کر زمین اور باغ آباد ہوئے ہیں۔

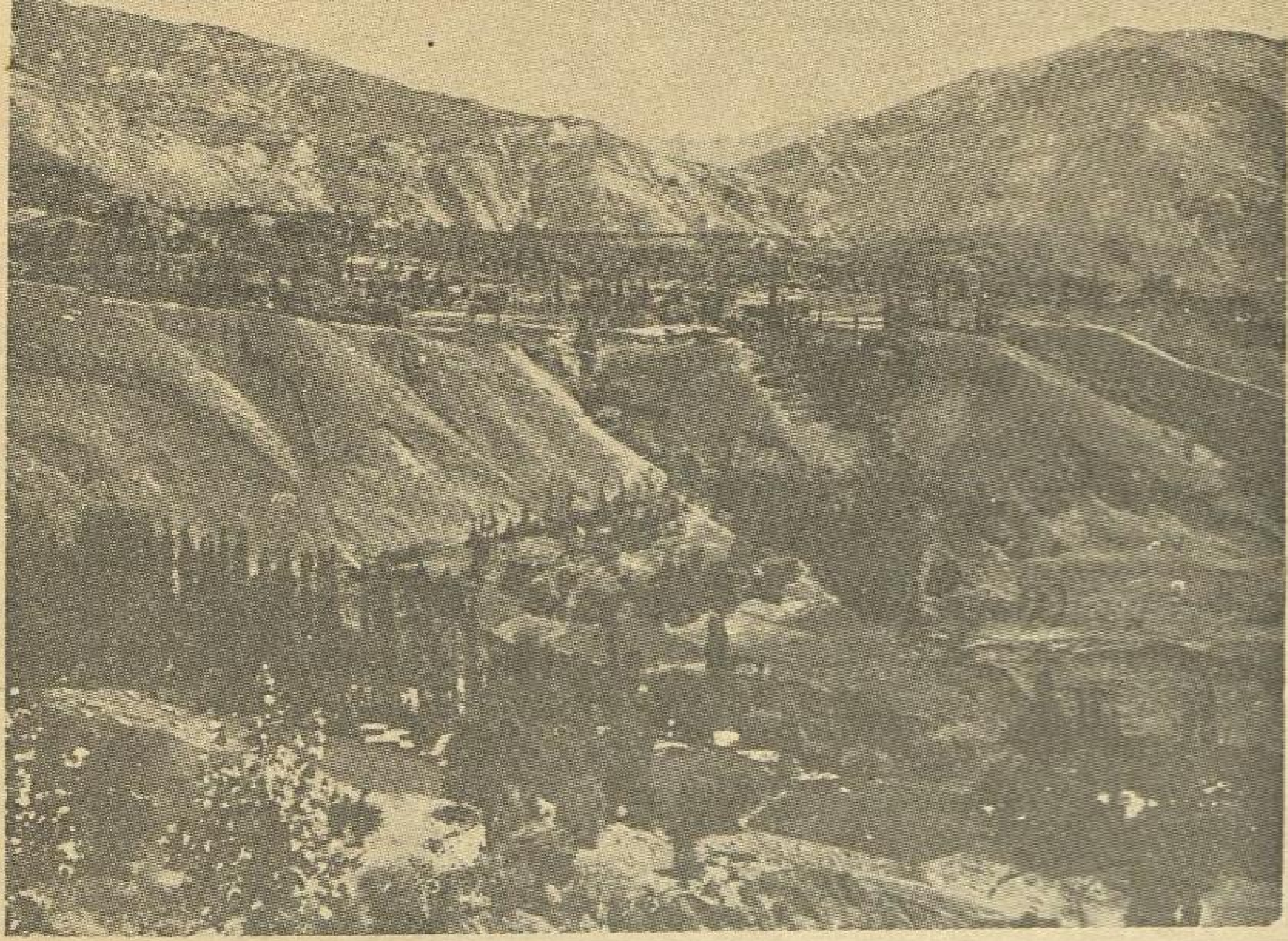
۶- علاقہ تورکھو

یہاں کا صدر مقام شگرام ہے جہاں پرانا قلعہ ہے اور پولو کا میدان بھی ہے۔ اور یہ خوشنما اور میوہ زار گاؤں ہے قدیم زمانے میں شیر جو ٹیلی مقام میں ریاستی قلعہ موجود تھا۔ اب اس کے کھنڈرات موجود ہیں جہاں کنور ریاوہ خوشو قتیہ حکمرانوں کے جنگی واقعات تاریخ میں گذر چکے ہیں۔ علاقہ تورکھو کے مشہور دیہات حسب ذیل ہیں۔

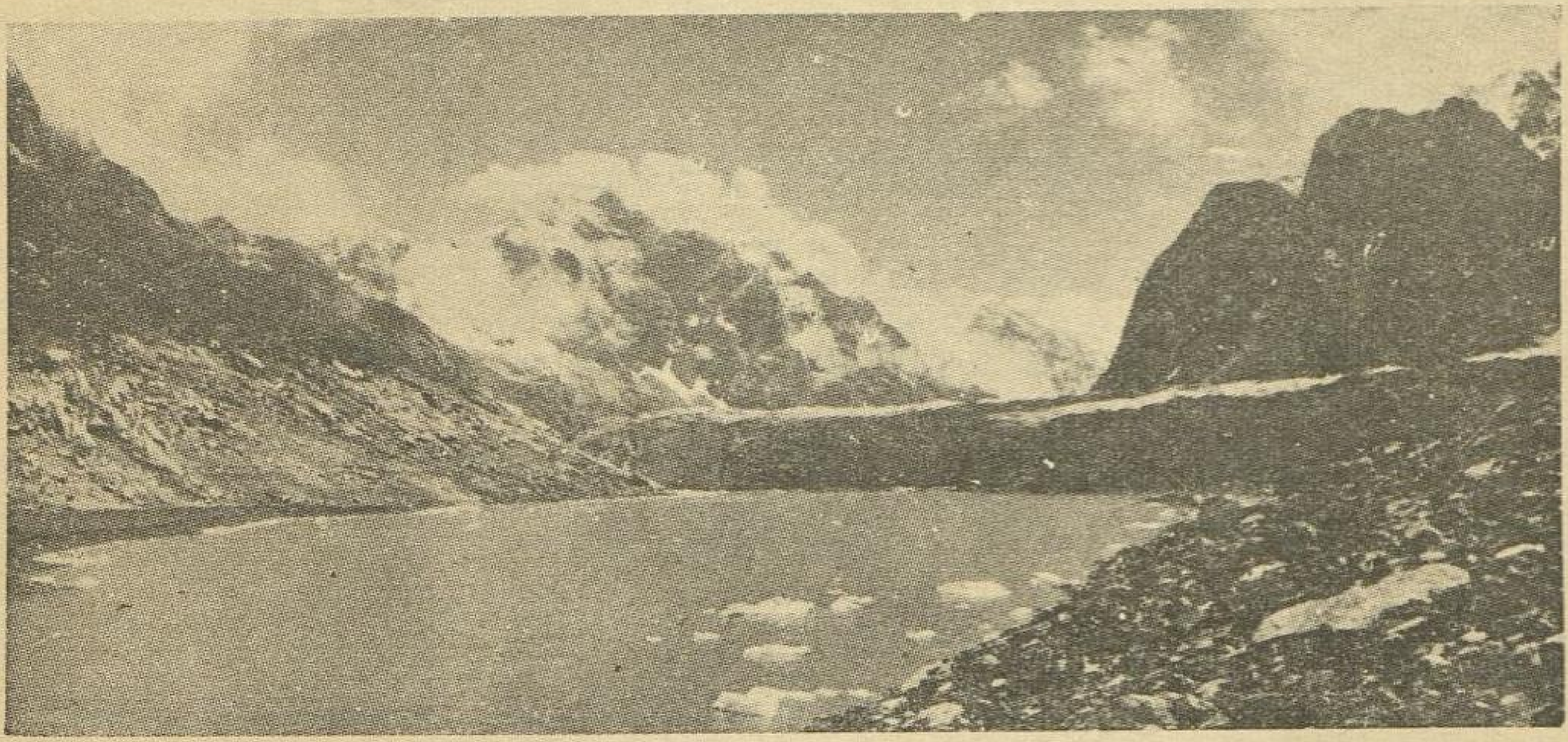
استارو- ویرکوپ- رائین- شگرام- برزند- زنگ لشٹ- اُجنو- دریا کے بائیں کنارے پر اور واشیچ دائیں کنارے پر آباد ہیں۔ رائین رود کے اندر تھلیپ واقع ہے جہاں چھ گاؤں خوشاندور، محمد لاندرہ- اُودیر- دراغز- موژہ گرام- بلشاندور مختلف ناموں سے آباد ہیں یہاں خشک گاؤ زیادہ پلتے ہیں اور گھاس کی کثرت ہے پہاڑی مقام ہے۔

شگرام رود کے اوپر کہت کا گاؤں واقعہ ہے جو نو ہزار فٹ کی بلندی پر وسیع مقام اور خوش گوار سرحد ہے یہاں وہ تاریخی مقام ہے جو آرموک کے نام سے مشہور ہے جہاں جنگ کے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں یہاں سے کہتان راستہ سے یارخون جاتے ہیں- زنگ لشٹ کہت سے سیراب ہوتا ہے اور نو آباد ہے باغ و اشجار سے خوشنما مقام ہے مسلسل نئی آبادیات سے کہت تک سرسبز ہے۔ رائین اور ویرکوپ کے درمیان ٹیلہ پر عہد قدیم کے قلعہ کا آثار بھی موجود ہے۔ رائین مقام میں ایک بڑے پتھر پر جس کو قلندر بوتیر و کہتے ہیں عہد قدیم کے نقوش ہیں تحقیقات سے یہ حل کرایا گیا ہے کہ وہ اہل ہنود کے معبد کا نقشہ ہے اور وہ نقشہ مخطط ہے نقشہ کے نیچے راجہ جیوپال کا نام کندہ کیا گیا ہے اور تاریخ بھی لکھی ہوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات سال بعد از عروج عیسیٰ علیہ السلام لکھا گیا تھا۔ اس علاقہ اور موڑکھو کے بعض مقامات میں قدیم بدھ دور اور دیگر کفار دور کے آثار پائے جاتے ہیں- چنانچہ یہاں کی ایک مشہور شکارگاہ جو زیور گول کے نام سے متعارف ہے ایک وسیع میدان پر شامل ہے اور اس کو گرام کہتے ہیں وہاں بھی عہد قدیم کے آثارات پائے جاتے ہیں اور کھنڈرات بھی موجود ہیں۔ یہاں گرم چشمے بھی موجود ہیں جہاں دور دراز علاقوں سے مریض یہاں حمام کے لئے آتے ہیں اور تندرست ہوتے ہیں۔

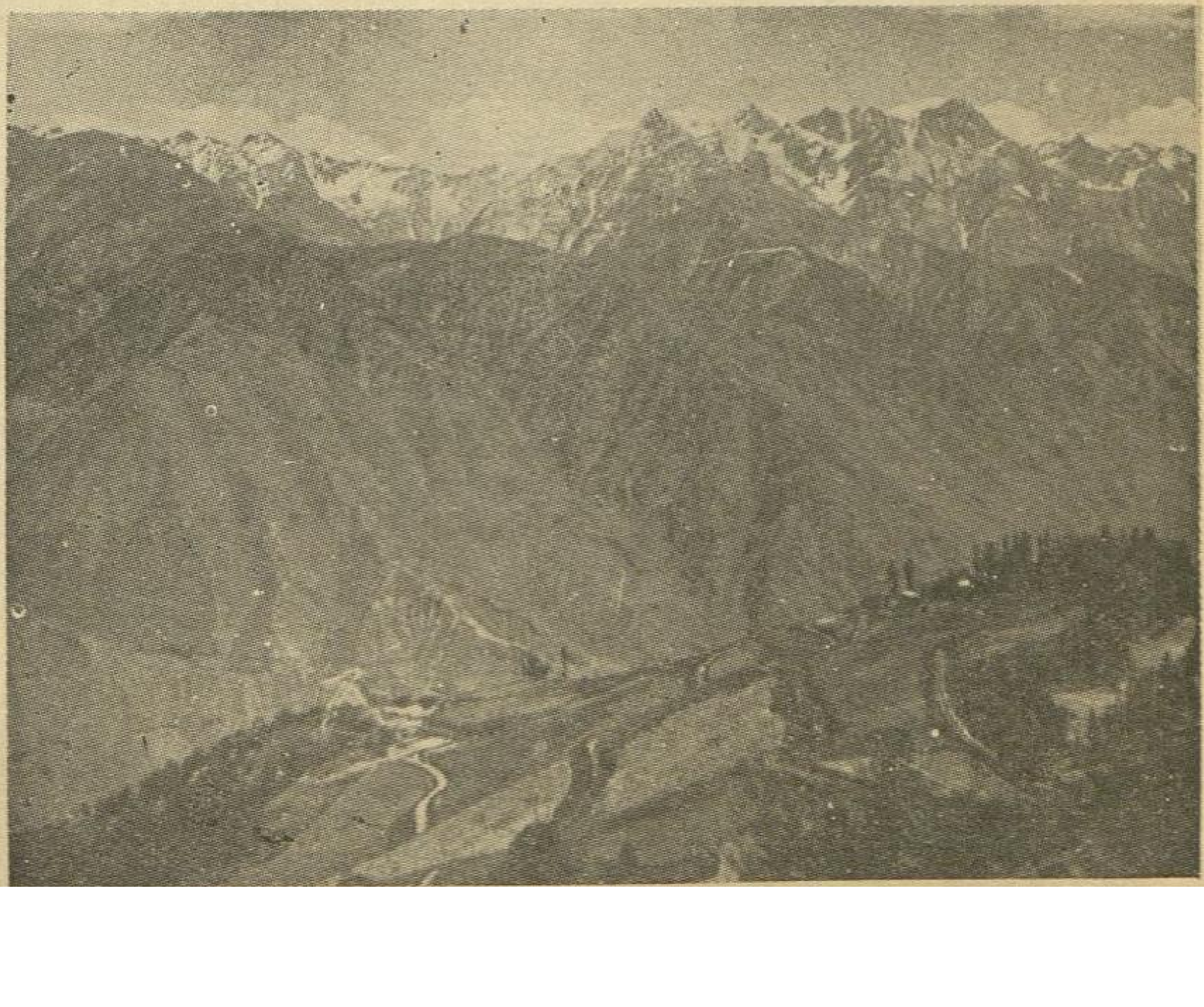
تورکھو کی آخری حد پر ریچ کا گاؤں واقع ہے اگرچہ سرحد ہے مگر باغ اور میوے یہاں بکثرت ہیں ایبں رُوا، سور ریچ، ساکوس، سالاندور، موڑ ریچ، پارگام، بنیا لشٹ- نیشر- اہم گاؤں ہیں۔ شاہ جنالی کا درہ اس وادی میں مشہور چراگاہ ہے جو یارخون کی طرف جاتا ہے اس سے اوپر کچ، اور اوجہلی کے درے ہیں جو وخان سے ملتے ہیں۔ قدیم زمانے میں ان دروں سے آمد و رفت ہوا کرتی تھی مگر اب بند ہے مغلنگ کی ندی بھی



منظر کہت واقع توریکہو
یہ وادی نو ہزار فٹ بلندی پر
واقع ہے



جھیل قربرہ



درہ لواری

یہاں واقع ہے۔

قدیم زمانے میں تورکہو اور موڑکہو کے علاقے یہاں کی تہذیب و تمدن کے مرکز تھے۔ اب بھی ان علاقوں میں وہ پرانی تہذیب باقی ہے۔ یہاں کے باشندے فصاحت کلام اور بذلہ گوئی و تیزی ذکاوت میں مشہور ہیں۔ ننگرام میں ایک پرانی مسجد موجود تھی جو قدیم زمانہ کی یادگار سمجھی جاتی تھی۔ اور وہ پکی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ روایت ہے کہ اس کا بانی ایک سمرقندی فقیر بزرگ تھا۔

علاقۂ خُذرہ یہ علاقہ تین بڑی وادیوں پر مشتمل ہے جن کا ذکر ذیل میں علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے اس علاقہ کو انجگان بھی کہتے ہیں۔

وادئ اوژور:۔ یہ پہلا درّہ ہے اور اس پرگنہ کا پہلا گاؤں بہرتول ہے اس سے اوپر آٹھ ہزار پانچ سو فٹ کی بلندی پر پریشان گاؤں واقع ہے۔ بہرتول چترال سے نو میل شمال مغرب میں رونڈور۔ پچھلی۔ کاسد اور کریچ اس کے ملحقہ دیہات یہاں واقع ہیں۔

کریچ مقام میں دریا کے بائیں طرف کان سنگ سرب انٹی منی کی کانیں موجود ہیں جن کی کھدائی اب جاری ہے اور یہاں سے تنگ وادی شاشہ شروع ہوتی ہے اور دونوں طرف فلک پیما پہاڑ دیوار کی طرح کھڑے ہیں اور یہاں میں دریائے خذرہ تیزی سے بہتا ہے۔ اور یہ مقام شکارگاہ بھی ہے۔ شغور، آوی یہاں سے تین میل آگے واقع ہیں۔ جو اس سارے علاقہ خذرہ کا صدر مقام رہا ہے قدیم زمانہ میں ریاستی قلعہ شغور میں موجود تھا۔ ۱۹۳۶ء میں یہ قلعہ آوی میں منتقل کیا گیا ہے۔ قلعہ کے ساتھ لب دریا پر گیسٹ ہاؤس بھی ہے۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک گورنر خذرہ یہاں رہتے ہیں آوی سے آویرت کا درہ اور چراگاہ گوختشال تک پھیلی ہوئی ہے اور چترال گول جاسکتے ہیں اسی جگہ اوژبر اور آویرت کے نالے دریائے لٹکوہ میں گرتے ہیں۔

شغور سے شمال مشرق کی جانب وادئ اوژور شروع ہوتا ہے جس کے اہم گاؤں حسب ذیل ہیں۔

سیؤ ہرت۔ حسن آباد۔ خرچوم۔ ہنجیل۔ برشگام۔ ڈونگرام۔ مدشیل۔ تاشقار۔ ہرت۔ سوسوم کیابر ٹینٹ حسن آباد اسماعیلی فرقہ کے پیروں کا مرکز ہے۔ سوسوم ایک دلکشا خوشگوار گرمائی مقام ہے جہاں پر حکمرانوں کا گیسٹ ہاؤس اور ایک پولو کا میدان بھی موجود ہے۔

اژدور کے آخری گاؤں تریچ میر کے جنوبی دامن میں واقع ہے یہاں سے تریچ میر کا نظارہ عجیب دلکش معلوم ہوتا ہے اور اس وادی کا نالہ تریچ میر سے نکلتا ہے کیا رسے چوٹی کے اوپر آویرجانے کا راستہ ہے سال میں چار مہینہ برچوٹی بند رہتی ہے اوژور سے دو راستے دیر گول اور مومن سان واقع ارکاری میں اترتے ہیں۔

وادئ ارکاری۔ شغور سے تین میل اوپر یہ وادی شروع ہوتی ہے اور اس وادی کا نالہ اندہرتی مقام میں دریائے لٹکوہ پہ گرتا ہے اور اس وادی کے اندر دونوں جانب کئی میل تک لمبی اس کے دیہات واقع ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

اندہرتی ۔ مومی ۔ مونہ یگرام ۔ شالی ۔ شاہ ارکاری ۔ اِشپیر وارہ کاری ۔ آدبر ۔

روجی دریائے لٹکوہ کے بائیں طرف ارکاری کے علاقہ میں محسوب ہے یہاں کے مشہور درّے یہ ہیں سدِّ استراغ خشنرہ ۔ نقصان اور اکرم جو اس علاقہ کو بدخشاں سے جدا کرتے ہیں ۔ کوئی صدر قلاچی دریائے اکرم کی سرحد پر واقع ہے جہاں سے لٹکوہ اندراور ژہ رجاتے ہیں ۔ قدیم زمانے میں بدخشانی افواج ان ہی دروں کے راستوں سے چترال پر کئی بار حملہ آور ہوئی ہیں ۔ اس وادی میں ہستی و اکرم مشہور شکار گاہیں ہیں ۔

وادی لٹکوہ :- اس وادی کو بھی خصوصاً انجگان کہتے ہیں ۔ ریاست کا آباد و زرخیز علاقہ ہے سرسبز و شاداب ۔ نالوں کے پانی سے سیراب ہے اخروٹ زیادہ ہیں ۔ اس وادی کے اہم گاؤں یہ ہیں :-

موِرغ ۔ دروشپ ۔ مردن کوہ ۔ چردیل ۔ اترائے گرم چشمہ دوسری وادی میں ایژ ۔ بوشقیر ۔ یورجوغ ۔ سانک ہٹونک ۔ بگوشٹ ۔ برغیق ۔ آدیرک ۔ نرکورت ۔ کندوژال ۔ تیسری وادی میں توبنو ۔ ژنیئر ۔ روئی ۔ گلورغ ۔ اغوتی ۔ ایردین ۔ دبرت ۔ پارہ بیگ ۔ گگفتی ۔ برزین ۔ گیوور ۔ یہاں سے آگے درّہ دوارہ واقع ہے جو بدخشاں کو جاتا ہے ۔

عہد قدیم میں اس علاقہ کا صدر مقام دروشپ تھا جہاں قلعہ موجود تھا ۔ اب یہی ریاستی قلعہ مزید استحکام کے ساتھ ازسرِنو تعمیر کرکے موجود ہے ۔ مگر ریاستی کامون کا دفتر اور گودام گرم چشمہ میں منتقل ہو چکے ہیں ۔ جہاں شاہی بنگلے ۔ مہمان خانے ۔ غسل خانے ۔ مسجد اور باغات نئے تعمیر اور آباد ہوئے ہیں ۔ گرم چشمہ میں متعدد تالاب گندھک کے ابلتے ہوئے چشموں سے موجود ہیں اور بیرونی علاقوں کے دور دراز فاصلوں سے بیمار لوگ بڑی تعداد میں یہاں آتے رہتے ہیں اور حمام کرکے واپس جاتے ہیں ۔ یہ گرم چشمہ جلدی امراض وغیرہ کے لئے مفید ہے یہاں رہائشی مکانات اور مسافروں کے لئے مسجد موجود ہے اور اس علاقہ کا ابتدائی سکول بھی یہاں موجود ہے ۔ ایژ گاؤں میں یہاں کے لوگوں کی جو اسماعیلی مذہب رکھتے ہیں ایک زیارت ہے جس کو ناصر خسرو کی زیارت کہتے ہیں مگر قبر وغیرہ کچھ نہیں ۔ وہاں یہ لوگ بڑے احترام سے زیارت کرتے ہیں خیر خیرات کرکے دعائیں مانگتے ہیں مکان کے اندر اسماعیلیوں کی متبرک کتاب کلام پیر بھی محفوظ رہتا ہے ۔

گرم چشمہ کے شمال میں پارہ بیگ کا وسیع میدان رشقہ زار ہے اور سرویخ مقام میں ابرک سفیدی کا نیں موجود ہیں ۔ جہاں سے گرم چشمہ تک تیس میل کا فاصلہ ہے یہاں سے سرو زدک کے درّے اور شوتے کے درّے گرمیوں میں نورستان کی طرف آزاد رہتے ہیں اور آدیرک مقام سے ایک راستہ دمیور کی طرف جاتا ہے اس علاقہ میں شکار کا رواج زیادہ ہے پہاڑوں میں تو نیشو کا شکار بکثرت کیا جاتا ہے ۔ مرغابیوں اور مچھلیوں کا شکار بھی یہاں زیادہ پایا جاتا ہے ۔ مچھلیاں بہت زیادہ ہیں ۔ اس لئے برٹش افسران بھی یہاں شکار کو جانے لگے ۔ مچھلیاں بڑی بڑی ہوتی ہیں ۔

پارہ بیگ کے باشندوں کی زبان کھوار سے الگ ہے جو افغانی اور فارسی سے مشتق ہے اور یہاں کے لوگ



چترال میں پولو کا کھیل

اکثیمبی اس زبان میں تکلم کرتے ہیں۔ یہ وہ زبان ہے جو منجان و میگان علاقۂ افغانستان میں بولی جاتی ہے اس علاقہ سے بسبب مجاورت و ہمسائیگی کے یہاں بھی رواج پایا جاتا ہے۔

ملک کے عام حالات۔

باشندے اور تہذیب و تمدن و رسم و رواج

اس ملک کے باشندے ان پناہ گزینوں کی اولاد ہیں جو ہزاروں سال پیشتر شمالی ملکوں اور جنوبی علاقوں حملہ آوروں کے شر سے نجات پانے کے لئے ہندوکش اور قراقرم کی ان تنگ وادیوں میں گھس آئے اور یہیں کے ہو رہے شمالی ممالک سے آئے ہوئے لوگ چترال، ہونزہ اور گلگت کے علاقوں میں بس گئے اور جنوبی علاقوں سے آئے ہوئے لوگ چترال کے جنوبی اضلاع ارندو۔ دروش۔ باشقار کوہستان۔ نرست آسمار وغیرہ میں آکر رہنے لگے چونکہ شمالی ممالک بدخشاں و ترکستان کافی ترقی یافتہ تھے اور ان ملکوں سے چترال کے دروں کے راستے آمد و رفت ہوتی رہتی تھی۔ لہٰذا چترال کے شمالی اضلاع تورکہو۔ موڑکہو اور مستوج اس علاقہ کے تہذیب و تمدن کے مرکز بن گئے۔ بعد میں ایرانی سلطنت کے دوران میں بھی یہ علاقے تہذیب کے مرکز رہے ہیں۔ پہلے یہ ساری قوم کہو کے نام سے مشہور تھی اور اس ملک کو کہوستان کہا جاتا تھا اور اس ملک کی مروجہ زبان کو کھوار کہتے تھے۔

۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست ایک لاکھ پانچ ہزار ہے جو سب کی سب مسلمانوں پر مشتمل ہے تین چوتھائی لوگ سنی المذہب ہیں اور باقی ایک چوتھائی اسماعیلی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور سر آغا خان کے پیرو ہیں اور ان کو اپنا روحانی پیشوا امام مانتے ہیں۔

کہو قوم کے علاوہ جنوبی علاقوں میں کلش قوم بھی آباد ہے مگر وہ بہت پہلے سے مسلمان ہو گئے ہیں اور کہو قوم سے گھل مل گئے ہیں اس علاقہ کے اقوام میں نرستی تانگیری باشقاری اور بدخشی بھی معمولی تعداد میں موجود ہے یہ سب کہو قوم میں شامل ہیں۔ مگر قدیم کلش کافر جو بمبرت رمبور و بریر میں آباد ہیں وہ بدستور اپنے آبائی مذہب پر قائم ہیں۔ بت پرست اور کافر ہیں جن کا مذہب و تہذیب اور رسوم اس کتاب میں موجود ہوگا۔

چترال کے باشندے قد و قامت کے لحاظ سے عموماً خوبصورت اور تنومند ہوتے ہیں۔ پہلے زمانہ میں یہ لوگ گردن تک بال رکھتے تھے مگر اب یہ دستور ختم ہو گیا ہے۔ موجودہ فیشن رواج پایا ہے۔ قدرت نے اس مشکل پہاڑی سرزمین میں زندگی بسر کرنے کے لئے ان کو مضبوط جسم و بدن دیا ہے۔ محنت و مشقت کے عادی ہیں اور بھاری سامان لیکر دور دراز فاصلوں تک آسانی سے آتے جاتے ہیں تھکتے نہیں۔

پولو۔ گھوڑے کی سواری میں بچپن ہی سے ماہر و مشتاق ہوتے ہیں اس لئے یہاں قدیم سے گوئے بازی (پولو)

کا رواج ہے جس سے دلچسپی رکھتے ہیں ہر ایک بڑے علاقوں میں جولانی کا میدان موجود ہے جہاں یہ کھیل بڑے شوق سے کرتے ہیں۔ یہ لوگ بندوق چلانے اور شکار کے بڑے شائق اور اسمیں مہارت رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ بچپن ہی سے جنگی کاموں کی عادت کے سبب شجاع بھی ہوتے ہیں۔ جب جنگ میں جاتے ہیں اپنے جوہر شجاعت سے اپنے ملک کے ننگ و ناموس اور آزادی پر کٹ مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں تاریخ چترال ان کی بہادری و شجاعت کے کارناموں کی آئینہ دار ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح یہ چھوٹا سا ملک اور مختصر آبادی کئی صدیوں سے اپنے سے کئی گنا زیادہ افغان و تاجک وغیرہ اقوام کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور نہ صرف اپنی آزادی کو برقرار رکھا بلکہ ان کو کئی بار شکست دے کر اپنے ملک کے حدود بھی بڑھائے۔ چنانچہ چغانسرائے۔ باشگل۔ کوہستان اندلس۔ لونجی اور جرم علاقہ بدخشاں تک دور دراز فاصلے اور قلعے اور درّے اب بھی اہل چترال کے ان بہادرانہ کارناموں کی گواہی دیتے ہیں۔

عادتاً اہل چترال امن پسند ہیں ہمسایہ ممالک کی طرح خون ناحق، چوری اور ڈکیتی کے خوگر نہیں ہیں ان سے محترز رہتے ہیں۔ چترالی تواضع کے عادی اور نرم مزاج ہیں۔ پہلے سلام کرنا اور مجلس میں آنے والوں کے احترام میں اٹھ کھڑا ہونا اور ان کو عزت کی جگہ دینا انکا شیوہ ہے مہمان نواز بھی ہیں اور مہمان کے آنے سے خوش ہوتے ہیں۔ اور اکیلے کھانا کھانا برا سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے بادشاہوں کے تابع فرمان تھے۔ تاریخ چترال میں ان کے اخلاص و وفاداری کے واقعات گذرچکے ہیں کہ جب ان کے حکمرانوں کو جلاوطنی کے مواقع پیش آئے ہیں۔ یہ لوگ ترک وطن کر کے زن و فرزند سے جدائی اختیار کر کے شدائد غربت میں ان کے ساتھ عمریں گذار دیتے ہیں۔

اس ملک میں پردہ کا رواج عام ہے البتہ دیہاتی عورتیں چونکہ اپنے تمام خانگی امور کی ذمہ دار ہوتی ہیں گھریلو دستکاریاں مثلاً اون بننا۔ اونی کپڑا قالین وغیرہ بنانے کے علاوہ زمینداری کے کاموں میں بھی جایا کرتی ہیں اور مال مویشی پالنے میں بھی مصروف رہا کرتی ہیں۔

تعلیم میں چترال کے لوگ ذہین ہوتے ہیں مگر علم میں محنت کم کرتے ہیں قدیم زمانوں میں یہ لوگ تحصیل علم کے لئے بدخشاں و بخارا جایا کرتے تھے۔ مگر قریباً ایک سو سال سے یہ لوگ پشاور اور ہندوستان کی طرف جانے لگے ہیں رئیسیہ حکمرانوں کے عہد میں بھی علماء یہاں موجود تھے جو بخارا اور بدخشاں سے یہاں آکر سکونت پذیر ہوئے ہیں۔ مابعد کٹوریہ حکمرانوں کے عہد میں پنجاب اور پشاور اور سوات کے اطراف سے بہت سے علماء چترال میں آئے ہیں اور درس و تدریس کرنے لگے ہیں۔ مگر کسی عالم نے اپنی کوئی تصنیف یادگار نہیں چھوڑی ہے۔ صرف دو تین لوگوں کے نوشتہ سندات یہاں پائے جاتے ہیں۔ جو حکام کی طرف سے لوگوں کے پاس اب تک موجود ہیں۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں چترال میں باقاعدہ تعلیم کا رواج پایا ہے اور یہاں ایک باقاعدہ سکول بھی جاری ہوا تھا۔ اور یہاں سے چند طلباء بغرض حصول انگریزی تعلیم ہندوستان کے علیگڈھ کالج میں بھیجے گئے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ تعلیمی ترقی کے لئے دیہاتوں میں بھی سکول جاری ہوئے اور اب چترال سکول کو مزید منظم کر کے مڈل سکول کا درجہ دیا گیا ہے۔؎

؎ سنہ ۱۹۶۰ء سے ریاست میں دو ہائی سکول۔ سات مڈل سکول اور قریباً اسی پرائمری سکول جاری ہیں۔

لوگوں کے طبقے :۔ پرانے زمانہ سے ملک کے باشندے دو تین فرقوں میں منقسم تھے ایک فرقے کے لوگ آدم زادے تھے جو شاہی خاندان اور اس کی قریبی شاخوں سے تعلق رکھنے والے اور پھر وہ تمام جو اقوام معتبر سے یا وہ اشخاص جو بوجہ خدمات کے شاہی دربار سے عزت و رسوخ و جاگیر کے مالک ہوتے تھے اخلاق و تہذیب میں عام دیہاتی لوگوں سے بالاتر ہوتے تھے اسی نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ اور اب بھی شائستہ اور مہذب لوگوں کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ باقی عام لوگ یُفت کہلاتے تھے۔ ملک کے دفاع و جنگی امور کے ذمہ دار پہلے یہ فریق تھے جو آدمزادے کہلاتے ہیں۔ مگر رفتہ رفتہ یہ فرقہ بندی قریباً ختم ہے۔ سکوٹس اور باڈی گارڈ میں دونوں فریق کی نمائندگی رہی ہے۔ تیسرا اَرِیت و دَرخان اور شیر موژ کے فرقے ہیں چونکہ ان کی زمینیں ابتداء سے حکمرانوں اور آدمزادوں کی ملکیت تھیں اور بوجہ قبول کرنے خدمات کے وہ ان زمینوں پر بطور مزارعین کے متصرف تھے۔ خدمت کرتے ہیں۔ چوتھا وہ فرقہ ہے جو خانہ زاد کہلاتے ہیں۔ وہ بطور غلام اپنے آقاؤں کی خدمت کرتے ہیں حکومت کے واجبات سے بری الذمہ ہیں۔ اس ملک کے آدمزادے خاندانوں میں اکثریت بیرونی علاقوں کے باشندوں کی تھی جو تانگیر و داریل اور باشگل وغیرہ کے لوگ تھے۔

زبان :۔ اس ملک کی خاص زبان کہوار ہے جو شندور سے لاوری تک بولی جاتی ہے اس کے علاوہ گبری و تانگیری و دمیڑی و کلاشی و باشگلی و فارسی و گوجری و لٹکوہی و افغانی زبانیں ہر ایک گاؤں میں رائج ہیں جو آپس میں یہ لوگ تکلم کرتے ہیں۔

کہوار زبان تحریر میں نہیں آئی ہے اور اسی وجہ سے ذریعہ تعلیم نہیں بن سکی مگر کئی صدیوں سے اس ملک کھستان کی قومی زبان ہے۔ اسمیں فارسی و ترکی اور قدیم ہندی کے بعض لغات معمولی تغیّر کے ساتھ پائی جاتی ہیں۔ مگر نحوی قواعد کے بموجب وہ درست آتے ہیں

مصنف تاریخ مرزا محمد غفران مرحوم نے لکھا ہے کہ لٹکوہ کی وادی یارہ بیگ میں جو زبان بولی جاتی ہے چونکہ وہ فارسی اور افغانی سے مشتق ہے۔ سبب دریافت طلب تھا کیونکہ منجان اور علاقہ افغان میں بعد مسافت ہے اور یہاں کے لوگوں میں وہ کیوں رواج پایا ہے تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سلطان محمود غزنوی کے عہد میں افغانی سپاہ نے منجان و میگان میں رہائش اختیار کی تھی۔ اور وہیں متوطن ہوئے تھے۔ اس لئے یہ زبان منجان میں رواج پانے کے بعد لوگوں میں بھی رائج ہوئی۔ کیونکہ یہاں کے لوگ منجان و میگان کے لوگوں سے زیادہ تعلق و ہمسائیگی رکھتے ہیں۔ اسی طرح مدک لشٹ واقع شیشی کوہ میں فارسی زبان کا رواج وہاں کے باشندوں کا مادری زبان ہے جو قریباً دو سو سال اس سے پہلے بدخشاں سے یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔

دوسرا باب

عہدِ قدیم کے حالات — کافرِ دور

پہلا دور ابتدائے آبادیاں

تاریخی اعتبار سے اس ملک کے ابتدائی حالات انتہائی تاریکی میں ہیں کیونکہ قدیم زمانے کے متعلق مستند تاریخی کتب نہیں ملتی ہیں جو تھوڑے بہت حالات کا پتہ چلتا ہے وہ یا تو بعض غیر ملکی مصنفین کی کتابوں میں ملتے ہیں جنہیں اتفاقوں نے اس ملک کا تذکرہ کیا ہے یا ان روایات اور داستانوں سے حاصل کئے گئے ہیں جو قدیم زمانہ سے اس ملک کے بارے میں مشہور چلی آئی ہیں۔

ملک میں موجودہ آثار قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع شروع میں جب انسان ان وادیوں میں پہنچا تو یہ وہ زمانہ تھا جبکہ انسان غاروں میں رہا کرتا تھا اور جانوروں کے گوشت پر گذارہ کرتا تھا۔ مگر وہ تیر چلانا اور جانوروں کی کھال پہننا سیکھ چکا تھا۔ نیز آگ بھی جلا سکتا تھا۔ پرانے زمانے کے ایسے لاتعداد غار ملک کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ جہاں زندگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ انسان نے ترقی کر کے کاشتکاری سیکھی اور باہر نکل کر جھونپڑیاں بنا کر رہنے لگا۔[۱]

ہندوکش و قراقرم کے پہاڑی سلسلوں کے درمیان بہت سی تنگ وادیاں ہیں جو شمال میں گلگت سے لیکر اسمار تک پھیلی ہوئی ہیں۔ قدیم زمانہ میں کچھ لوگ شمالی ملکوں اور کچھ لوگ جنوبی ملکوں سے دشمنوں کے حملوں سے بچنے یا تلاشِ زمین میں فرار ہو کر ان وادیوں میں آ کر بس گئے اور یہیں کے ہو رہے۔ جو لوگ شمال سے آئے تھے وہ چترال "یسین" ہونزہ "نگر" میں رہتے ہیں اور جنوبی ملکوں سے آئے ہوئے گبری۔ باشگلی، باشقاری، تانگیری اور بعد میں کلاش وغیرہ ہیں جو خروج افاغنہ کے بعد اس ملک میں بس گئے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ سب گھل ملکر ایک بڑی قوم بن گئے۔ جسے قدیم زمانہ سے ابتک "کھو" کہا جاتا ہے اور اس ملک کو "کھوستان"[۲] کہا جانے لگا۔

اس ملک کی زبان کھوار ہے۔ جو نہایت قدیم سے یہاں مروج ہے چنانچہ سکندر اعظم کے زمانے کے مورخین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ کھوار زبان میں قدیم سنسکرت۔ ترکی اور فارسی کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ چونکہ زمانہ قدیم سے

۱؎ ۱۹۳۵ء میں جرمن مہم جو تیریچ میر کو سر کرنے آئی تھی۔ اسکے ساتھ نباتاتی ماہرین نے یہاں کی گندم وغیرہ کا معائنہ کر کے یہ تحقیق کی تھی کہ گندم کے سب سے قدیمی بیج و پودے کا نمونہ اس علاقہ میں پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقہ کے لوگ بہت قدیم و پرانے زمانے سے تہذیب یافتہ ہو کر زراعت و کاشتکاری سے واقف ہو چکے تھے۔ (مترجم) ۲؎ کھوستان۔ یہ کوہستان کی بگڑی ہوئی شکل ہے (مترجم)

پامیر و بدخشاں کی جانب درّے آزاد تھے۔ وہاں سے آمد و رفت چترال کے ساتھ جاری تھی۔ اس وجہ سے چترال اپنے شمالی ہمسایوں بدخشان و ترکستان کی تہذیب و تمدن سے روشناس ہوگیا اور خود اپنے ارد گرد و دیگر وادیوں اور چھوٹی چھوٹی اقوام گلگت، باشقار، باشگل، تانگیر وغیرہ کی تہذیب و تمدن کا مرکز سمجھا جانے لگا۔ اور انیسویں صدی کے آخر تک اسی ممتاز حیثیت کا مالک رہا۔

دوسرا دور ایرانی سلطنت کا حصّہ

سب سے پہلی منظم حکومت جو اس ملک میں قائم ہوئی اور جس کے بارے میں مستند تاریخ موجود ہے۔ وہ حکومت ایران تھی۔ اس سے ماقبل ملک کے اکثر قبیلے مقامی طور پر اپنے علاقوں کا انتظام خود کرتے تھے۔ اور جمہوری طرز پر رہتے تھے جب پانچویں صدی قبل مسیح میں ایران کے شہنشاہ دارائے گشتاسپ کی سلطنت مصر سے لیکر پامیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس صوبے میں یہ علاقہ شامل تھا اس صوبہ کا مرکز بلخ تھا۔ بلخ زرتشتی مذہب کا ایک بڑا مرکز تھا۔ اس علاقے کے لوگ بھی اسی مذہب پر قائم تھے۔ اور اکثر لوگ زیارت کے لئے بلخ جایا کرتے تھے۔

ملک کے اقتصادی اور تمدنی حالات ترقی پر تھے خصوصاً شمالی علاقہ تورکہو، موڑکہو اور مستوج وغیرہ مقامات تہذیب و تمدن کے مرکز تھے۔ کہو قوم گلگت سے جلال آباد تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس سارے علاقہ کو کہوستان کہا جاتا تھا۔

ایرانی دور کی ایک خاص یادگار جشن نوروز ہے جو اس ملک کا قومی تہوار ہے اور ہر سال بہار کی ابتداء میں منایا جاتا ہے۔

سکندر اعظم جب ایران کی سلطنت کو فتح کر کے یلغار کرتا ہوا اسمار تک پہنچا تو کہو قوم نے اس کی افواج کا زبردست مقابلہ کیا۔ پھر بھی سکندر کی فوج کا ایک دستہ آگے بڑھ کر چترال تک جا پہنچا۔ لیکن اس ملک میں ان کی کوئی مستقل حکومت قائم نہ ہو سکی۔ اسمار کے نزدیک جس دریا کو سکندر کی فوجوں نے اس حملے کے وقت عبور کیا تھا اس زمانے کی کتابوں میں اس کو "کہو آسپس" یعنی دریائے کہو کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کہو قوم اس وقت بھی اسمار کے علاقہ میں موجود تھی۔ سکندر اعظم کے حملے کے بعد اس ملک میں کافی عرصہ تک کوئی بیرونی حکومت نہیں تھی البتہ بدخشاں و کابل کے حالات سے کافی اثر پذیر تھا۔ اسی دور میں بدھ مذہب یہاں رواج پایا۔

تیسرا دور چینی اقتدار

۵۶ء قبل مسیح میں شہنشاہ چین نے مشرقی ترکستان پر قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اس تمام علاقے کو بھی اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ چینی دور کے آثار اب تک اس ملک میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ انہوں نے یہاں کے پرگنہ جات "چراگاہوں اور نہروں کی تقسیم کے لئے جو قوانین رائج کئے تھے۔ آج تک ان پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ چینی حکومت یہاں کے ہر قبیلہ کا ایک ایک فرد لیجا کر پایۂ تخت میں بطور یرغمال رکھتے تھے۔ جسے رسم "ٹیک" کہتے تھے اور ایک دو سال کے بعد ان لوگوں کو واپس بھیجکر ان کے بدلے دوسرے آدمی لیجاتے تھے۔

چوتھا دور کنشک کی حکومت

دوسری صدی عیسوی میں پرش پور (موجودہ پشاور) کے راجہ کنشک نے تمام سرحدی علاقہ جات فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کرلئے اور اس کے بعد کابل و چترال کے راستے یارقند پر حملہ کرکے اس پر بھی قبضہ کرلیا۔ بعد میں یہ علاقہ کافی عرصہ تک اسی سلطنت کے ماتحت رہا اس دور میں یہاں بدھ مذہب نے کافی ترقی کی۔ کنشک سلطنت کے ٹوٹ جانے کے بعد اس ملک میں پھر افراتفری شروع ہوگئی اور کافی عرصے تک کوئی منظم حکومت ظہور میں نہیں آئی۔

پانچواں دور چینی حکومت

ساتویں صدی عیسوی میں چینیوں نے ترکستان کو بحیرۂ خذر تک پھر اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اور اس طرح کوہستان کا علاقہ بھی پھر ان کی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں اس ملک کو "بلور" کہا جاتا تھا۔ اور یہاں کا حکمران حکومت چین کو خراج دیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہاں کے لوگوں نے حکومت چین سے بغاوت کی تو چینی افواج نے اس ملک پر حملہ کرکے بہت سے معتبروں کو پکڑ لیا اور کاشغر لے گئیں۔ اور ایک قلعہ میں قید کردیا۔ جب ان کی آزادی کا وقت نزدیک پہنچا تو ایک گائے کی کھال قلعے کے دروازے پر بچھادی اور قیدی اس کے اوپر سے کود کود کر باہر نکل کر آگئے۔ حتیٰ کہ اس کھال میں سوراخ ہوگیا۔ وہ آزاد کردیئے گئے۔ اور جو باقی رہ گئے بدستور قید میں بند رہے۔ نیز روایت ہے کہ چینی اس ملک سے خراج کے طور پر علاوہ اور دیگر اشیاء کے ایک صندوق جگنوؤں کا بھی لیا کرتے تھے جس کا مقصد یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ اس ملک کے لوگوں پر اپنی دہشت اور دھاک بٹھانا چاہتے تھے۔

چھٹا دور بہمن کوہستانی

ساتویں صدی عیسوی کے آخر میں چترال یا کوہستان میں بہمن کوہستانی کی حکومت مشہور تھی۔ یہ حکمران چینی سلطنت کا باجگذار تھا۔ اور اندرونی طور پر اپنی مملکت کا خود مالک تھا اس کی سلطنت سارے کوہستان۔ "بدخشان" کے بعض حصوں نیز باشگل۔ سیاہ پوشان اور گلگت تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں اس کے دارالحکومت کا قلعہ موڑ گول میں تھا جو موڑکھو میں ہے۔ موڑ گول کا قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔ جس میں وُوز پہاڑ کا پانی مارخوروں کے سینگوں کے ذریعہ قلعہ تک پہنچایا گیا تھا۔ لیکن اس حقیقت سے کوئی بھی واقف نہ تھا۔ لوگوں کا غالب گمان یہ تھا کہ قلعہ کے اندر کوئی قدرتی چشمہ موجود ہے کشم و زیزدی کے درمیان کوہ خراسان کے پہاڑ پر بھی اس کا ایک قلعہ موجود تھا جس کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

مذہبی و تمدنی حالت

وثوق سے نہیں کہا جاسکتا ہے کہ بہمن کوہستانی بدھ مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ یا کسی اور مذہب سے۔ اسلام سے پہلے ایرانی بادشاہوں میں سے دارائے گشتاسپ کے بعد بہمن کی بادشاہت مشہور ہے یہ تمام ایران میں پایا جاتا ہے۔ البتہ بہمن بت پرست ضرور تھا۔ اس کے زمانہ میں چترال کوہستان نہایت خوشحال تھا۔ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں یارخون میں بنگ گول سے ایک نہر نکال کر قاق لشٹ کے میدان کو آباد کیا گیا تھا۔ قاق لشٹ میں اس کے زمانہ کا پولو کا میدان اب بھی موجود ہے جسے خندان جنالی سے موسوم کرتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کا حملہ ۸۰۰ء مطابق ۱۸۵ھ

بہمن کوہستانی کے دور میں جب فاتحین اسلام نے آٹھویں صدی عیسوی میں ایران۔ افغانستان اور ترکستان پر قبضہ کر لیا۔ اور مشرق کی طرف آگے بڑھنے لگے۔ تو شہنشاہ چین نے والیان بلور، کوہستان، شغنان، وخان بدخشان کو بادشاہ کا لقب دیکر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ کیا۔

جب فاتحین اسلام اس عہد میں چینی لشکر کو شکست دیتے ہوئے آگے بڑھے تو اس اثنا میں عرب فوج کا ایک دستہ بروغیل کے راستہ سے اس ملک میں داخل ہو گیا۔ دریائے یارخون کے دہانے پر دکہتان لشٹ) کے مقام پر بہمن کی افواج نے اس کا مقابلہ کیا۔ زبردست خونریز جنگ کے بعد اسلامی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور مسلمان یلغار کرتے ہوئے موڑ گول تک پہنچ گئے۔ بہمن کے قلعہ کو مسمار کر دیا گیا۔ بہمن کوہستانی خود بہادری سے لڑتے ہوئے مارا گیا۔ اس طرح اس کی بادشاہت ختم ہو گئی۔ موڑ گول علاقہ خاص چترال کی حدود میں واقع ہے۔

شمالی علاقہ کے اکثر لوگ فاتحین اسلام کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوئے کچھ حصوں میں کفار موجود رہے اور کئی سو سال تک ان کی حکومت قائم رہی۔ کیونکہ اسلامی لشکر ابتدائی فتح کے بعد یہاں حکومت قائم کئے بغیر ہی واپس چلا گیا۔ اس کے بعد طویل عرصہ تک اس کے حالات تاریکی میں ہیں مگر اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ شمالی اضلاع میں اسلام آہستہ آہستہ پھیلتا رہا۔ پھر بھی ملک کے اکثر حصے کافر حکمرانوں کے ماتحت رہے اس زمانہ کے قلعوں اور قبروں کے آثار ملک کے مختلف حصوں میں کچھ پائے جاتے ہیں۔

سلطان محمود غزنوی

اس دوران میں دسویں صدی عیسوی مطابق ۳۹۱ھ ہجری کے شروع میں سلطان محمود غزنوی کا ایک دستہ فوج اس ملک پر جنوب کی طرف سے یورش کرنے کا قصہ مشہور ہے مگر اس کے نتائج اور اثرات کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ صرف اس قدر معلوم ہے کہ علامہ البیرونی مشہور مورخ علامہ ابوریحان محمد البیرونی عہد سلطان محمود نے تاریخ میں لکھا ہے کہ جلال آباد سے گلگت تک پہاڑوں میں ترکمان قوم آباد ہے۔ اس نے کھو قوم کو اس نام سے منسوب کیا ہے گویا سلطان نے پہلے آس پاس کے علاقے ہموار کر لئے تھے۔ اور قرب وجوار کے خطرات سے فارغ ہو کر پھر اس نے ہندوستان کے لئے کمر ہمت باندھی اور مسلسل حملے کر کے ہندوستان کی اجتماعی ہندو طاقت کو چکنا چور کر کے راہ سے ہٹا دیا۔ اور اسلام کو پھیلنے کے مواقع ہم پہنچا دیئے۔ اس سلسلہ میں سلطان محمود کا ایک دستہ فوج کے اس ملک پر یورش کرنے کا واقعہ علامہ البیرونی کی تاریخ سے درست معلوم ہوتا ہے۔

مغل حملے

اسی زمانے میں شمال کی طرف سے مغلوں اور گرغز قوموں نے مستوج و دیگر شمالی اضلاع پر حملے کئے اور کافی لوٹ مار مچائی۔

کلاش کافر

یہ قوم کلاش کافر اسی دور یعنی دسویں صدی عیسوی میں اس ملک میں وارد ہوئی۔ یہ لوگ اصل میں بانشگل کے باشندے تھے۔ جب سیاہ پوش کفار کو افغانوں نے مشرقی افغانستان

سے دھکیل دیا تو وہ باشگل پہنچ گئے اور چونکہ وہ لوگ طاقتور اور تعداد میں زیادہ تھے اس لئے باشگل کے سابق اصلی باشندے یعنی کلاش کافر وہاں سے بھاگ کر کوہستان چترال میں چلے آئے۔ اور جنوبی اضلاع دروش ایون وغیرہ تک قابض ہو گئے۔ بعد میں کلاش قوم کے اکثر لوگ مسلمان ہوگئے۔ جو سویر۔ ارسون۔ جنجرت۔ کلکٹک وغیرہ علاقوں میں آباد ہیں۔ لیکن بمبرت۔ رمبور۔ بریر کی وادیوں میں رہنے والے لوگ ابھی تک اپنے پرانے مذہب و تہذیب پر قائم ہیں۔

ساتواں دور۔ سوملک اول

یہ خاندان تراخان سے تھا۔ اور اس کا جدِ اعلیٰ آذر نامی شخص تھا جس نے گلگت سے چترال تک حکومت کی۔ یہ کھو قوم کا پہلا و آخری بادشاہ تھا جو غالباً سنہ ۱۲۱۰ عیسوی اور سنہ ۶۰۷ ہجری میں چترال کے بالائی علاقے کا حکمران تھا۔ اس کی بادشاہت شمال میں گلگت اور جنوب میں کاری مقام تک پھیلی ہوئی تھی۔ جو خاص چترال سے سات میل اوپر واقع ہے خاص چترال اور اس کے جنوبی اضلاع میں کلاش کافروں کی حکومت تھی۔ سوملک کا "دور" کوہستان" کا خوشحال ترین دور کہا جاتا ہے۔ ملک میں ہر طرح فارغ البالی تھی۔ اس کا دارالسلطنت خاص دراسن تھا جو موجودہ علاقہ مولیکہو میں واقع ہے۔ سوملک سخاوت و فراخدلی میں مشہور تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ اہل ملک کو بڑی بڑی ضیافتیں دیا کرتا تھا اور اس کی ایک عام دعوت کا قصہ ابتک زبان زد خاص وعام ہے۔

ترک قبیلہ یورخون کے حملے

اس کے زمانے میں ترکوں کے ایک قبیلے "یورخون" کے نام سے شمالی ضلع مستوج پر حملہ کرکے اسے تاخت و تاراج کردیا۔ سوملک افواج لیکران کے مقابلے کو پہنچا اور موجودہ پرگنہ یارخون کے علاقہ میں اس قبیلے کو تباہ کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قبیلے کے نام سے اس پرگنہ کا نام بھی یارخون سے مشہور ہوگیا ہے۔ جو یورخون سے یارخون بن گیا ہے۔

سوملک اول کے جانشین اور وارثین

سوملک اول کے بعد اس کے جانشینوں نے بہت عرصہ تک حکومت کی اس کے لڑکے کا نام بیرگوش تھا۔ جس کی اولاد میں سوملک ثانی مشہور بادشاہ گذرا ہے جسکا پایہ تخت مستوج تھا اور اس کی حکومت گلگت۔ ہونزا۔ اور تنگیر تک پھیلی ہوئی تھی۔ سوملک ثانی کے تین لڑکے تھے۔ پہلا ہزاپو جو ہونزا کا حکمران ہوا۔ دوسرا مردن جو گلگت میں حکومت کرتا تھا۔ اور تیسرا زون تھا جو چترال کے شمالی حصہ کا حکمران تھا۔ ان کی اولاد ابتک ہونزا۔ گلگت اور چترال میں موجود ہے زون کی اولاد زوندہ قوم کے نام سے مشہور ہے اور ردنو کی اولاد میں سے قریباً پانچ سو نفوس تانگیر میں آباد ہے اور اس کی دوسری شاخ کچی کور کے نام سے دو سو افراد باشقار میں موجود ہیں۔

تاج مغل

سنہ ۱۳۲۰ء میں ایک مغل سردار (تاج مغل) نے درہ یارخون کے راستے سے چترال پر حملہ کیا اور چترال سے بروغیل تک دریائے چترال کے بائیں کنارے پر سارے علاقہ کو تاخت و تاراج کرتا ہوا شندور کے راستے سے گلگت پہنچا۔ وہاں کے حکمرانوں نے اس کی تابعداری کی اور ترا خان حاکم گلگت نے بھی اس کی اطاعت قبول کرکے اپنی حکومت پر بدستور برقرار رہا۔ اور اس حملے کا بڑا اثر یہ ہوا کہ تاج مغل چونکہ اسماعیلی فرقہ کا داعی تھا مستوج اور گلگت

کے لوگوں نے حاکم گلگت کے ساتھ متفق ہو کر اسماعیلی مذہب قبول و اختیار کر لیا۔ اور تاج مغل نے خوش ہو کر ان کو اسی حال میں چھوڑ کر سر لیقول کے راستے پھر یارکند کا رخ کیا۔ موڑکہو۔ تورکہو۔ کوشٹ۔ آویر کے علاقوں میں بدستور سُو ملک کی حکومت قائم رہی لہ (سُو ملک کھو قوم سے تھا۔ حاشیہ پر دیکھیں)

بل سنگھ جنوب میں کلاش کافروں کی حکومت تھی جس کا مرکز موجودہ قصبہ خاص چترال میں بالا حصار واقع اوچشٹ تھا اور حکمران کا نام بل سنگھ تھا۔ ببرت میں کپتر یک کے مقام پر ایک اور کلاش حکمران تھا جس کی حکومت دروش و باشگل کے کچھ حصوں تک پھیلی ہوئی تھی۔

شاہ نادر رئیس کا حملہ اور کفار کی شکست اسی دوران ۱۳۲۰ء عیسوی میں ہی ایک اور سردار جس کا نام شاہ نادر رئیس تھا۔ اس ملک میں وارد ہوا۔ اور دریائے چترال کے بائیں کناروں پر سارے علاقہ یعنی مستوج و کوہ پر قابض ہو کر پھر چترال پر حملہ کر کے کلاش حکمران بل سنگھ کو شکست دی اور اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس نے اپنا دارالحکومت چترال میں قائم کیا۔ اور رئیس خاندان کی حکومت کی بنیاد یہاں رکھی۔ یہ رئیسہ خاندان کا پہلا حکمران تھا۔

کافر دور کا خاتمہ اور اسکی اہمیت رئیس خاندان کے اقتدار کے ساتھ ساتھ کوہستان کا کافر دور کا زمانہ ختم ہوتا ہے اگرچہ کافی عرصہ تک بعد میں موڑکہو۔ تورکہو اور گلگت کے علاقہ میں سُو ملک کی اولاد۔ اور جنوبی اضلاع میں کلاش کافر حکمرانوں کی حکومتیں باقی رہیں لیکن بتدریج رئیس حکمرانوں نے ان کو بھی فتح کر لیا۔ مگر اس طرح ان کی ایک بڑی طاقت ہمیشہ کے لئے ختم ہوئی۔ بعد میں جو کفار رہ گئے۔ وہ غلاموں اور محکوموں کی حیثیت میں موجود رہے۔ اس عہد میں بل سنگھ کی اولاد چترال میں مشرف بہ اسلام ہوئی۔

تاریخ کوہستان میں کافر دور نہایت طویل و اہم ہے جس کی خصوصیات میں اندرونی امن و امان خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ یہ ملک اس دور میں نہایت خوشحال تھا۔ لوگ امن سے اپنی زراعت و دیگر امور زندگی میں مشغول رہتے تھے اگرچہ یہ ملک ایران و چین کی سلطنتوں کے زیر اثر تھا۔ مگر وہ سلطنتیں اتنی دور تھیں کہ سوائے معمولی خراج وصول کرنے کے اس ملک کے اندرونی معاملات میں زیادہ دخل اندازی نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن اس پُر امن زندگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ سست و کاہل ہو گئے اور شراب نوشی و لہو لعب میں مشغول ہو گئے اور جب بیرونی حملہ آوروں نے اس ملک پر یلغار کی تو ان کی کم تعداد

لہ سُو ملک کے اجداد بھی حکمران تھے اور اس کی اولاد بھی۔ اور یہ کھو قوم کا پہلا اور آخری حکمران تھا۔ کیونکہ چترال کی قدیم قوم "کھو" ہی ہے یعنی قدیم اہل ملک بھی ہیں اور باقی لوگ یعنی خاندان رئیس اور خاندان تیموری وطن کے لوگ نہ تھے اور کھو قوم سے نہ تھے اجنبی اور بیرونی لوگ تھے باہر سے آئے اور متوطن ہو گئے لیکن مار دھاڑ اور مستقد حملوں کے بعد باہر نہیں چلے گئے بلکہ یہاں کے مستقل باشندے ہو کے رہ گئے اور عنان حکومت ان طالع آزما متوطنوں نے مختلف اوقات میں سنبھال لی۔ اور کھو قوم ان کی اطاعت گذار ہو کر رہ گئی۔ لہٰذا ان کو خاندانوں میں تقسیم کر کے خط امتیاز کھینچا جا سکتا ہے لیکن ان کو غیر ملکی حکمران کا نام دینا یا ایسا تصور کرنا شاید درست نہ ہوگا۔ (مصحح کاظمی)

کے باوجود یہ لوگ ڈٹ کر مقابلہ نہ کر سکے اور حملہ آور یہ علاقہ فتح کرنے میں کامیاب ہو گئے - ورنہ یہ ظاہر ہے کہ سوائے لشکر اسلام کے جس نے بہمن کوہستانی کو شکست دی۔ دوسرے حملہ آور سردار مثلاً تاج مغل و شاہ نادر رئیس کوئی بڑا لشکر جرار لے کر نہیں آئے تھے۔

رئیس کی کامیابی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس وقت شمالی اضلاع میں اسلام پھیل چکا تھا اور وہاں کے لوگوں نے کافر حکمرانوں کے مقابلہ پر ایک مسلمان حملہ آور کو مدد دینا اپنا فرض سمجھا۔ تاہم موڑکہو و تورکہو کے کہو قبیلوں نے سوملک کے جانشینوں کی سرکردگی میں کافی عرصہ تک رئیسوں کا مقابلہ کیا۔ بعد میں یہاں بھی اہل ملک کی مدد اور ہمدردی کی وجہ سے رئیس حکمران کامیاب ہو گئے۔ البتہ چترال خاص کے کلاش کافر حکمرانوں کی طرف سے کوئی شدید مقابلہ نہ ہو سکا اور انہوں نے جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے۔

آثار قدیمہ

کافر دور کے آثار قدیمہ ملک کے تمام حصوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ کافی تہذیب یافتہ اور فن تعمیر و ہنر سازی میں ماہر تھے۔ موڑکہو میں موڑ گول اور تورکہو میں مریام مقام کے پاس کافر دور کے قلعوں کے آثار اب بھی موجود ہیں اور ان کی کھدائی سے اس زمانے کے زیورات اور دیگر اشیاء زندگی برآمد ہوتی ہیں ان کے خاص ہتھیار تلوار۔ تیر کمان ہوتے تھے۔

شاہ نادر رئیس کے حملہ کے وقت ملک کی حالت

جس وقت شاہ نادر رئیس اس ملک پر حملہ آور ہوا۔ اس وقت شمالی علاقہ میں سوملک کی اولاد کی حکومت کی جڑیں کھوکھلی ہو چکی تھیں اور مستوج کا علاقہ اسلام کے زیر اثر تھا - اس لئے شاہ نادر رئیس کا آسانی سے قبضہ ہو گیا۔ موڑکہو۔ تورکہو اور آدیر میں سوملک کی اولاد کی حکومت کچھ مضبوط تھی اور وہاں وہ کافی عرصہ تک جمے رہے۔ گلگت کے علاقہ میں بھی سوملک کے جانشین مضبوطی سے جمے ہوئے تھے مگر وہ مسلمان ہو چکے تھے اور ان کی حالت اچھی تھی وہ لوگ نسبتاً زیادہ تہذیب یافتہ اور فن جنگ میں کسی قدر ماہر تھے

کلاش کافر

جنوبی علاقہ میں چترال سے لیکر اندرہ و باشگل کے کچھ حصوں تک کلاش کافروں کی حکومت تھی جو دو حصوں میں منقسم تھی۔ چترال میں بل سنگھ کی حکومت تھی جس کا قلعہ اوچشٹ میں بالا حصار کہلاتا ہے کاری سے لیکر بروز۔ ایون تک اس کی حکومت تھی۔ کلاش گوم کے علاقہ پر ایک اور راجہ کریٹروک کی حکومت تھی جس کا پایہ تخت بمبرت میں پترنگ کے مقام پر تھا اور یہ بڑی وسیع اور مضبوط حکومت جنوبی اضلاع میں دروش۔ شیشی کوہ۔ جنجرت۔ سویر۔ نغر۔ ارسون وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی اس کے علاوہ باشگل کے کچھ اضلاع بھی انہیں شامل تھے۔ ان دنوں کلاش علاقوں میں کلاش کافر لوگ آباد تھے۔ چودہویں صدی عیسوی میں اپنے آبائی وطن باشگل کو چھوڑ کر اس علاقہ میں گھس آئے تھے اور یہاں آباد ہو گئے تھے۔

کلاش کفار کا مذہب

کلاش قوم کافر اور بت پرست تھی۔ انکا مذہب نہایت قدیم ہے یہ لوگ شروع سے ہی پریوں۔ جنات اور ارواح خبیثہ کی پرستش کرتے ہیں۔

بتوں کے اقسام: نیز پتھروں اور لکڑیوں کے بت بنا کر ان کو پوجتے ہیں۔ سب سے بڑا بت "مہادیو" اور دوسرے خاص بت "انگو"۔ "کشمے"۔ سجی گور۔ اور جستک وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ بت فصلوں۔ بارش۔ بیماری و دیگر امور کے لئے مخصوص ہیں۔ ہر موقع پر یہ لوگ بکریوں وغیرہ کی قربانی کر کے ان بتوں پر انکا خون چھڑکتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں۔ جب ان میں کوئی مر جاتا ہے تو اس کی نعش کو کئی دنوں تک رکھ کر ناچتے اور خوشیاں مناتے ہیں اور اس کی تعریف میں گیت گاتے ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی خاندان ثروت والا فارغ البال ہوتا ہے اور زیادہ دنوں تک لوگوں کو ضیافت دے سکتا ہو تو مرنے والے کی یادگار کے طور پر اس کی شکل کا لکڑی کا ایک بت بنا کر گھوڑے پر سوار کر کے گاؤں میں نصب کر دیتے ہیں اور مردے کو دفنانے کی بجائے بہترین قیمتی کپڑے پہنا کر ایک کوزہ میں پانی اور روٹی کے ساتھ ایک لکڑی کے صندوق میں بند کر کے جنگل کے قبرستان میں جسے مڈاک ثراؤ کہتے ہیں۔ رکھ کر واپس آیا کرتے ہیں۔ اب تک یہ دستور جاری ہے۔

کلاش تہوار: کلاش قوم سال میں کئی تہوار مناتی ہے جن میں خاص تہوار چتر ماس۔ جیوشی اور پوڑ ہیں چتر ماس دسمبر کے وسط میں منایا جاتا ہے۔ یہ دراصل ان کا نیا سال شروع ہونے کا دن ہے جو ۲۱ دسمبر کے بعد جب دن لمبے ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور سورج برج حمل میں پہنچ کر واپس گردش شروع کرتا ہے اس موقع پر یہ لوگ کئی دن جشن منا کر سورج کے برج حمل میں داخل ہو کر نئی گردش شروع کرنے کے ایام میں دعائیں اور قربانیاں کرتے ہیں جسکا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نیا سال خوشحالی اور امن و امان سے گزرے۔

مذہبی رہنما بٹان کی پیشگوئی۔ اس وقت ان کا مذہبی رہنما جسے بٹان کہا جاتا ہے۔ سرو زردرخت کی ٹہنیوں کے دھوئیں کو سونگھ کر اور ذبح کی ہوئی بکریوں کے خون کو دیکھ کر بے ہوش ہو جاتا ہے اور اسی بیہوشی کے عالم میں آئندہ سال کے بارے میں پیش گوئیاں کرتا ہے اور اپنے ملک کے آئندہ حالات نیک و بد بیان کرتا ہے۔ دوسرا تہوار "جیوشی" یا "چلم جوشش" ہے جو موسم بہار میں منایا جاتا ہے اس موقع پر کلاش کافر کئی دن خوشیاں مناتے اور خوب ناچ رنگ کرتے ہیں اور دعوت و ضیافتوں کا بازار گرم رہتا ہے۔ تیسرا خاص تہوار "پوڑ" ہوتا ہے جو موسم خزاں میں بالائی چراگاہوں سے بکریاں وغیرہ بخیریت واپس آ جانے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔ تمام لوگ خوب ناچ رنگ کرتے اور انگور وغیرہ سے شراب بنا کر کثرت سے استعمال کرتے ہیں اب تک تمام انگور کے میوے بھی کھانے کے لئے بند رہتے ہیں۔ جب پوڑ شروع ہوتا ہے۔ انگوروں کے باغ خاص و عام کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔ اور باہر کے لوگ بھی آزادی سے انگوروں کے ڈھیروں کے ڈھیر اپنے گھروں کو لے جاتے ہیں۔

بڈالک کی آزادی: اس موقع پر کلاش کافروں کی ایک عجیب رسم ہے کہ جب مال مواشی چراگاہوں سے واپس گاؤں میں لایا جاتا ہے اس خوشی میں بڑی دھوم دھام سے ناچ کرتے ہیں اور اس ناچ میں بڈالک کو آزادی ہے کہ وہ جس لڑکی کو پسند کرے شباب کی آرزو اس کے ساتھ پوری کرے چرواہوں میں جو جوان قوی۔ خوبصورت اور جوشیلا ہو۔ انتخاب کر کے اسے بڈالک کا خطاب دیتے ہیں۔ اور اس ناچ میں چرواہوں

کا بڑا لحاظ ہوتا ہے چنانچہ مڈ ا لک کے علاوہ وہ بھی اس آزادی سے محروم نہیں ہیں۔ کسی قسم کی بندش نہیں ہے۔

کلاش قوم کے عام حالات

اس قوم کی اصلیت کا اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں کہ وہ باشگل کے اصلی باشندے تھے۔ دسویں صدی عیسوی کے دوران وہ اس ملک میں آئے اور متوطن ہو گئے وہ خود یقین رکھتے ہیں کہ سیام سے آئے ہیں مگر وہ حقیقت سے یہ بیان نہیں کر سکتے کہ سیام کہاں ہے چنانچہ سورج کو وہ بھی سورج کہتے ہیں۔ بعض یورپین مورخین نے یہ ظاہر کیا ہے کہ سکندر اعظم یا اس کے دوسرے جرنیلوں کی سپاہ کے پسماندہ لوگوں کی اولاد ہیں۔ جو باشگل کی وادیوں میں رہ گئے تھے۔ مگر اس کا بھی کوئی مستند ثبوت نہیں ملتا۔ سر جان مالکم کی تاریخ میں یہ لکھا پایا گیا کہ قلاش لغت میں مکڑی کو کہتے ہیں جو نہایت حقیر مانا جاتا ہے یہ لوگ بھی چونکہ فاتحین اسلام کے ہاتھ بہت ذلیل ہوئے اس لئے ان کا نام قلاش ہوا۔ قدیم تاریخوں میں باشگل کے باشندوں کو کفار سیاہ پوش لکھا گیا ہے کیونکہ وہ کالا پوستین پہنتے تھے۔ کلاش کے لوگ ہمیشہ موٹا اونی لبادہ پہنتے ہیں جسے بور کہا جاتا ہے اسی لئے وہ لباس کی مناسبت سے کالا لاش کے نام سے مشہور رہیں۔ تخفیف ہو کر کلاش بن گیا ہے۔ بہر صورت اس قوم کے رسم و رواج قدیم طرز پر قائم ہیں موٹا اونی پاجامہ و کرتہ اور اس کے اوپر ایک بند بندھا ہوتا ہے اور نیچے کچھ نہیں پہنا جاتا۔ کلاش عورتیں سر پر لمبی اونی ٹوپی پہنتی ہیں جس پر سیپی مہروں کے قطار لگے ہوتے ہیں۔ جس سے وہ پہچانا جاتا ہے کہ کلاش عورت ہے۔ شکل و شباہت میں مرد اور عورتیں دونوں مضبوط اور خوشرنگ ہیں۔ عورتوں میں بعض خوبصورت بھی ہوتی ہیں مگر نہایت غلیظ اور گندی ہوتی ہیں۔ ان کے دستور میں عورت کا درجہ نہایت پست اور ذلیل ہے۔ وہ اس برتن میں کھانا نہیں کھا سکتیں جس میں مرد کھاتے ہیں۔ یہ قوم بڑی عیاش ہے سال کا اکثر حصہ مختلف تہواروں کے بہانے ناچ رنگ میں گذارتے ہیں۔ شراب پیتے ہیں۔ ناچ میں ایک دوسرے کے گالوں میں ہاتھ ڈالکر جھومتے ہیں۔ مرد جنگجو طبیعت کے نہیں ہیں۔ اس لئے انہوں نے ہمسایہ حکمرانوں کے حملوں سے شکست کھائی اور اپنی آزادی کھو بیٹھے۔ ان کی بڑی بڑی زمینیں ہوتی ہیں۔ جن پر حکومت کو خراج دیتے تھے اور بیگار کرتے تھے۔ انکساری اور فروتنی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جب سلام کرتے ہیں خوب جھک کر ادا کرتے ہیں مگر اس کے باوجود بعض معاملوں میں خوب چالاک ہیں اور اپنے مقدمات میں جب پیش ہوتے ہیں۔ عدالتوں کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔ نرم پالیسی اور برتاؤ کے عادی ہیں۔ جب ان کا آپس میں کوئی خاص واقعہ پیش آتا ہے تو اس مکان میں جہاں مردے کو رکھ کر ناچتے ہیں جمع ہو کر باہمی مشورہ سے اس کا فیصلہ کرتے ہیں اور آپس میں بڑے اتفاق اور محبت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کی اکثر خوراک پنیر اور اخروٹ ہوتی ہے مہمان کی بڑی تواضع کرتے ہیں شہد اور گھی سے مہمانی کرتے ہیں

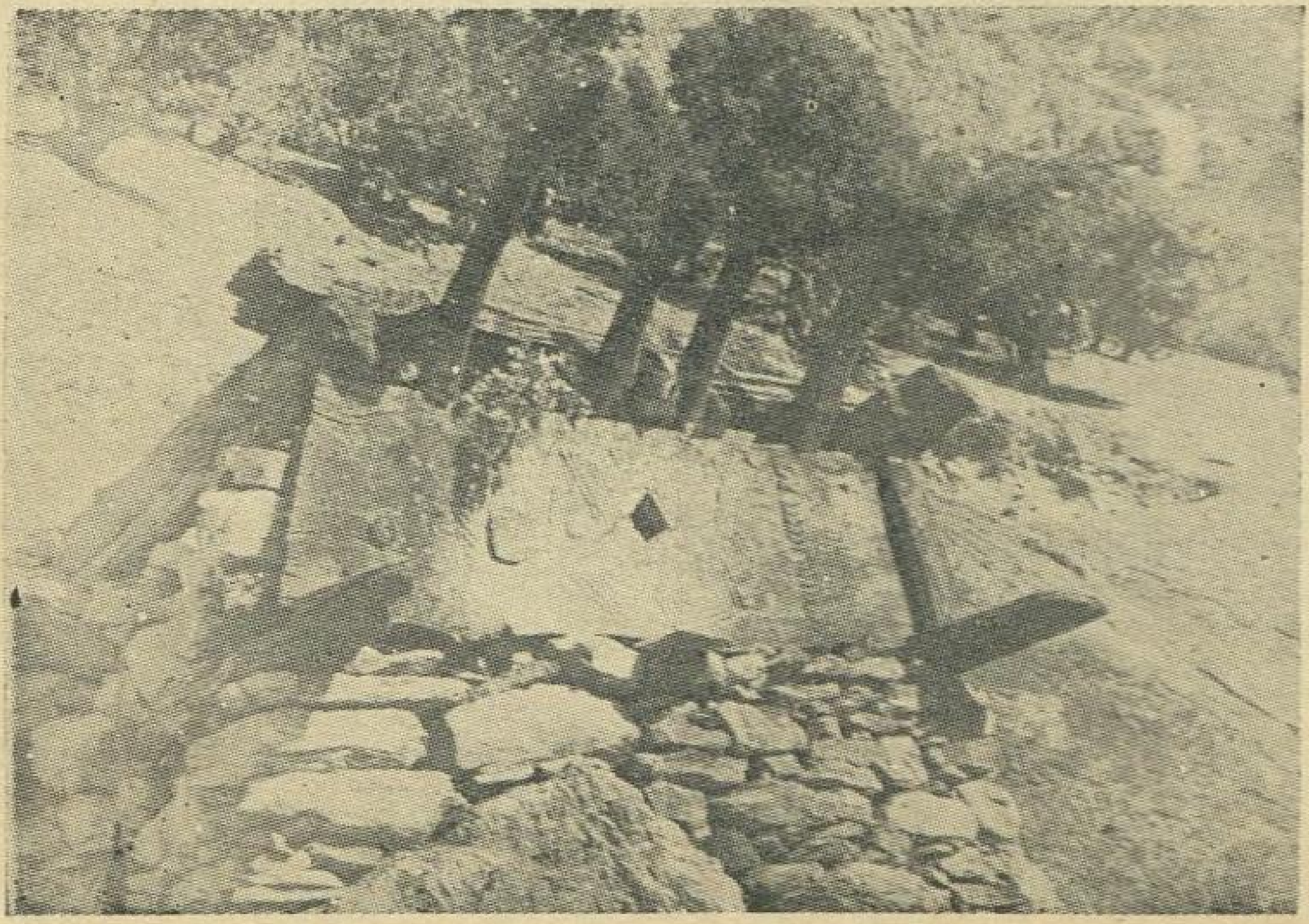
چوپایوں کو ذبح کرنے کی عادت نہیں مردار کھاتے ہیں۔ اور درندوں کا گوشت بھی کھاتے ہیں۔ جیسے ریچھ چیتا اور لومڑی کا گوشت جب مل جاتا ہے خوشی سے کھاتے ہیں۔ ریچھ کے گوشت اور چربی کو مفید جانتے ہیں پیاز کو متبرک مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہشت میں پیاز بہت ہوتا ہے یہ لوگ بہشت اور دوزخ کے قائل ہیں۔



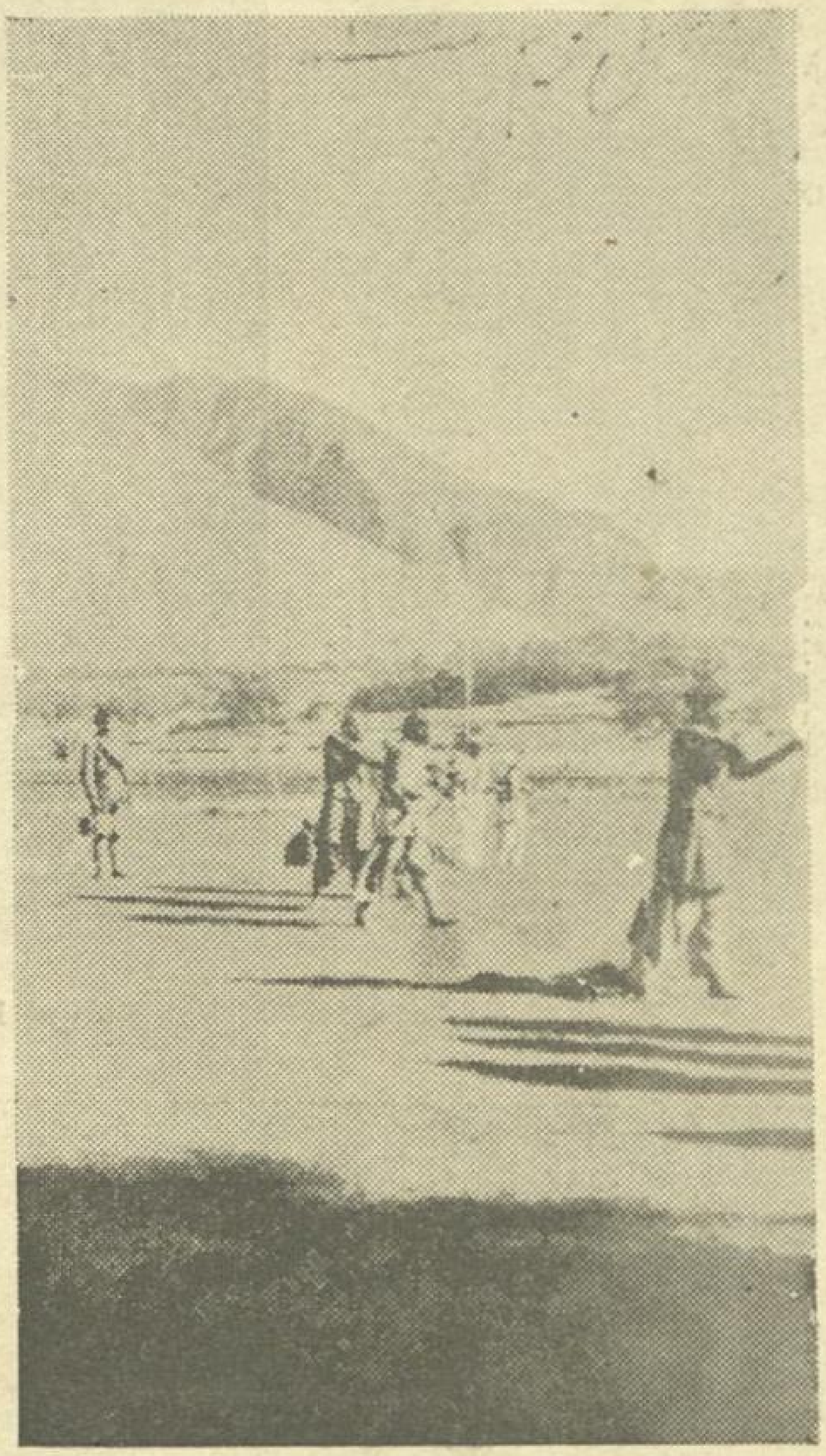
کافر (کلاش) لڑکیوں کے ناچ



کلاش ناچ کی کافر عورتیں



کلاش دیوتا جسنک آن



بشگالی قوم
تیر اندازی کا ایک منظر

اور کہتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد بہشت جائیں گے اور دوزخ کو یہی دنیا مانتے ہیں۔ جہاں محنت اور تکلیف ہے خداوند تعالیٰ کے قائل ہیں اور حقیقی خدا کے علاوہ وہمی اور خیالی بھی چھ معبود رکھتے ہیں جن میں کسی کو مدبر۔ پیدائش۔ اولاد اور کسی کو میوے اور درختوں کے مختار کسی کو فاعل نشو ونمائے زراعت وغیرہ وغیرہ مانتے ہیں اور ان کے آگے قربانیوں سے مرادیں مانگتے ہیں۔ مجموعہ بتوں کو مہا دیو کہتے ہیں

اس بت پرستی کی علاوہ مالوش بھی گھروں میں رکھتے ہیں۔ جو انکی خاندانی دیوتا ہوتا ہے جسٹک آن ایک درخت کی سینگ یا پتھر کی صورت میں گھر کے دیوار اور چھت کے درمیان متصل ہوتا ہے۔ جس پر گنہگار کی قسم بھی ہوتا ہے اور اس بڑی تعظیم کرتے ہیں۔

باشگلی قوم

تاریخ سے پایا جاتا ہے کہ یہ قوم مشرقی افغانستان کے باشندے تھے افغانوں نے جب دسویں صدی عیسوی میں ان کو وہاں سے دھکیل دیا تو وہ باشگل پہنچ گئے اور باشگل کے قدیمی باشندے کلاش قوم جو سست اور اقلیت میں تھے۔ ان سے مغلوب ہو کر چترال آئے اور چترال کے جنوبی اضلاع پر قابض ہو گئے۔ اور آج تک یہیں آباد ہیں۔ باشگل بازگل تھا جو ایک گاؤں کا نام تھا۔ رفتہ رفتہ سارے علاقہ کو باشگل کے نام سے مشہور کیا گیا یہ قوم اپنا نسب عرب بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے اجداد طلوع اسلام کے بعد عرب سے بھاگ کر خراسان آئے اور وہاں سے بدخشاں پہنچے جہاں سو سال تک مقیم رہے۔ جب وہاں بھی اسلام کی روشنی کا طلوع ہوا۔ وہاں سے باشگل آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ عرب کے لحاظ سے یہ لوگ لانے کے بعد اپنے آپ کو قریش کہتے ہیں باشگل کے شمالی حصے ۱۵۳۰ء میں ریاست چترال کے زیر اثر و ماتحت ہوئے کیونکہ محمد بیگ نے ان کو فتح کیا تھا۔ جو موجودہ حکمران خاندان شاہی کے بانی تھے۔ اور وہاں کے مفتوحہ علاقوں پر خراج مقرر کیا۔ اس طرح تین سو پینسٹھ سال یہ علاقے ریاست چترال کے ماتحت رہے اور باجگذار تھے ۱۸۶۹ء میں جب یہ لوگ پھر سرکشی اختیار کر کے ریاست کا خراج ادا کرنے سے انکاری ہوئے تو ریاست کی فوج نے شاہزادہ نظام الملک کے ساتھ باشگل پہنچکر ان پر حملہ کر دیا۔ اور قلعہ برگہ متال کو فتح کر کے ان کے سردار شٹالک کو ایک سو پچاس کا فرقیدیوں کے ساتھ گرفتار کر کے چترال لایا اور قلعہ کو آگ لگا کر بیشمار بتوں کے ساتھ خاکستر کر دیا اور شٹالک کو چترال سے بدخشاں کی طرف خارج کر دیا گیا۔ باقی لوگ بدستور اطاعت قبول کر کے باجگذار رہے۔

۱۸۹۵ء کی حدبندی کے بعد جب سارہ باشگل انگریزوں کے عہد میں امیر کابل کے قبضے میں چلا گیا تو چترال کے حصے بھی شامل افغانستان ہوئے اور امیر کابل نے جب باشگل پر قبضہ کر لیا تو بڑی بڑی جنگوں سے ان کو مطیع کیا اور اسلام پھیلایا۔ مگر جو لوگ سرکش رہے وہ وہاں سے بھاگ کر چترال میں پناہ گزیں ہوئے۔ ریاست نے ان کو رہائش و قیام کے لئے

گبور۔ رمبور اور بمبرت میں زمین دی اور یہ لوگ ان دروں میں آباد ہوئے۔ یہ لوگ کافر اور بت پرست تھے قریب تیس سال تک اپنے آبائی کیش پر قائم رہے۔ ان کے عقائد و رسوم کافرانہ تھے۔ حق تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے مگر دس دیمی اور خیالی معبود بھی رکھتے تھے جنمیں بڑا بت گیش تھا جو سب سے زبردست اور طاقتور مانا جاتا تھا۔ اور اپنی تمام حاجات کیلئے چوپایوں کی قربانیوں سے ان سے التجا کیا کرتے تھے۔ انکا مذہبی پیشوا بھی ہوتا تھا جسے دبلا کہتے تھے۔ اور وہ اپنے مخصوص انتظام سے آئندہ کے لئے پیشگوئی کا کام کرتا تھا۔ اور ان کے احبار کو گیش بت کے اسرار بتاتا تھا۔ مردوں کو دفنانے کا طریقہ کلاکش کافروں کے معمول پر تھا۔ اور مردوں کے تماثیل پر بت بنا کر شنتا میں کھڑا کرتے تھے۔ جہاں ان کا قبرستان ہوتا تھا۔ یہ لوگ کافرداد میں بڑے بیرحم اور خونریز تھے مسلمانوں کو لوٹ لینے اور بیدریغ قتل کرتے تھے۔ اور خون کو اپنے خنجر سے چاٹ کر خوش ہوتے تھے۔ ان کے پاس تیر و کمان کے علاوہ کٹارہ بھی ہوتا تھا جو ان کے قومی ہتھیار کے نام سے مشہور رہے۔ تیر اندازی کے بڑے ماہر۔ چوری، ڈکیتی، راہزنی کے بڑے بہادر مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں سست اور ڈرپوک تھے۔ قد و قامت میں مضبوط اور قوی اور صورت میں سرخ و سفید ہیں۔ اس لئے انگریز ان کو لال کافر کہتے تھے۔ تاریخ تیموریہ میں وہ سیاہ پوش کافر سے موسوم ہیں۔ کیونکہ وہ ہمیشہ کالا پوستین پہنتے تھے۔ کافر دور میں یہ لوگ ناچ کے بڑے شوقین تھے۔ ٹوپی نہ پہنتے تھے۔ برہنہ سر رہتے تھے۔ اور سر کے بال پریشان چھوڑتے تھے جہاں وہ ناچتے تھے وہ ایک بڑا تخت ہوتا تھا۔ جسے چارسو کہتے تھے۔ لڑکیاں اس ناچ میں شامل ہوتی تھیں اور ان کے راگ میں سریلی آواز ہوتی تھی۔ جس کے خاتمہ پر مرد زور سے تخت پر پاؤں مارتے اور گیت گاتے ہوئے رقص کرتے تھے۔ اور کٹاروں کو ایک ساتھ اوپر اٹھا کر حرکت دیتے اور ان کی چمک دکھاتے تھے۔ عموماً عورتیں ان کے دستور میں ذلیل تھیں اور ان سے خانگی کام کے علاوہ زمینداری اور باربرداری کے تمام کام کاج بھی لیتے تھے۔

۱۹۱۹ء میں ان دروں کے تمام باشنگلی کافر دولت اسلام سے مشرف ہوئے مساجد تعمیر کیں اور اسلامی درس و تہذیب سے مستفید ہوئے اور اسلامی ارکان کے بڑے پابند ہیں۔

اس سے پہلے گبور اور بمبرت میں ایک مختصر جماعت مسلمانوں سے آباد تھی۔ گبور کے باشندوں سے جانا اور فاضل پہلے سے مسلمان تھے۔ جانا شٹالک کا لڑکا باشنگل کے رؤسا سے تھا برگ مٹال کا مشہور قلعہ ان کے آباؤ اجداد کا تھا۔ شٹالک جب چترال کا خراج ادا نہ کرنے کی سزا میں بدخشان کی طرف ملک بدر کیا گیا تھا۔ تو ادھر ہی اسلام لایا تھا۔ اور اس کا خاندان مسلمان تھا۔ بیس سال کے بعد واپس آیا اور گبور میں معاش کے لئے زمین پائی۔ اس کا لڑکا جانا مستقل طور پر یہاں رہائش پذیر تھا۔ یہ لوگ معتبر ہیں اور چترال کے شاہی خاندان سے ان کو دودھ پلانے کی خدمات بھی تھیں۔ اور رشتہ داریاں بھی قائم تھیں۔ چنانچہ شٹالک کے باپ شیٹ نے شاہزادہ تجمل شاہ بن شاہ کٹور کے لڑکے ملک شاہ کو دودھ پلایا تھا۔ اور اس کا رضاعی باپ تھا۔ ملک شاہ اپنے والد کے قتل کے بعد جب کابل گیا شٹالک کی امداد پر باشگل کے راستے آمد و رفت جاری رکھتا تھا۔ شاہ امان الملک کے شہزادہ غازی الملک اور شجاع الملک کے شہزادہ غازی الدین خان کی والدہ گان شٹالک کے خاندان سے تھیں اسی طرح

ببرت میں خیلو اور لٹکام معتبر خاندانوں سے تھے اور ان کا بھی شاہی خاندان سے تعلق تھا۔ ببرت کے یہ دونوں سردار اور رمبور کا معتبر شخص گوپی ۱۹۱۹ء میں دعوت اسلام پر لبیک کہتے ہوئے اپنے خاندانوں کے ساتھ اسلام لائے۔ اور اسلامی ناموں شیر افضل، نور افضل اور عبدالقادر سے موسوم ہوئے۔

۱۹۱۹ء میں فتح بریکوٹ و بانشگل کے موقع پر بانشگل کے معتبر لوگوں کی ایک جماعت ستر اشخاص پر مشتمل بسابقہ اتحاد و اطاعت کی خاطر چترال آئی تھی اور معاہدہ صلح کرنے کے بعد واپس چلی گئی۔ مگر انہیں سے استان ملک سردار بانشگل معہ خاندان کے چند سال تک چترال میں مقیم رہے۔ ارسون مقام کی بانشگلی قوم بھی اس کے بعد اسلام لائی۔ یہ سب اسلامی اصولوں کے پابند ہیں۔ بانشگل اشاعت اسلام کے بعد جدید الاسلام سے مشہور تھا۔ مگر اب نورستان سے موسوم ہے۔

تیسرا باب

خاندانِ رئیسہ کا عہد

سنہ ۱۳۲۰ء (۷۲۰ھ) سے سنہ ۱۵۹۵ء (۱۰۰۴ھ) تک

سنہ ۱۳۲۰ء میں ایک غیر ملکی سردار "شاہ نادر" جو غالباً ترکستان کا رہنے والا تھا اس ملک میں وارد ہوا اور سابق حکمران سوملک کافر کی اولاد سے بالائے چترال اور کالاش کافر حکمران بلسنگھ سے جنوبی چترال فتح کرکے رئیسہ خاندان کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس نے اپنا لقب رئیس رکھا۔ چنانچہ اس کے بعد اس خاندان سے جتنے حکمران ہوئے وہ رئیس کے نام سے پکارے جاتے ہیں اس خاندان نے تقریباً تین سو سال چترال پر حکومت کی اور آخرکار سنہ ۱۵۹۵ء میں تیموری خاندان نے ان کی حکومت کا خاتمہ کیا۔

رئیس خاندان کے موجودہ حکمران جو ہونزہ۔ ونگیر اور خاص گلگت میں موجود ہیں یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ وہ سکندر اعظم یونانی کی اولاد سے ہیں مگر اس کا کوئی مستند ثبوت نہیں ہے۔ مرزا محمد غفران مرحوم نے فارسی تاریخ چترال میں لکھا ہے کہ میں نے اس خاندان کے متعلق کافی تحقیقات کی۔ توزک بابری میں لکھا ہوا ہے کہ شاہانِ بدخشان اپنے نسب کو سکندر فیلقوس تک پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ بشرطیکہ رئیس اور بدخشاں کے شاہی خاندان کا باہمی نسلی سلسلہ و رشتہ ثابت ہو تو ان کے بھی سکندر اعظم کے ساتھ سلسلۂ نسب ملنے کا کوئی ظاہری ثبوت نہیں ملتا۔ کیونکہ سکندر فیلقوس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اس کے یونانی سرداروں میں سے کسی کی اولاد سے ہوں۔ مگر چترال کے رئیس و امرائے بدخشاں کے خاندانوں کا کوئی باہمی نسلی رشتہ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ رئیسہ خاندان کے حکمران مسلمان تھے اور سُنی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اس خاندان میں آٹھ حکمران چترال میں گذرے ہیں۔

۱۔ شاہ نادر رئیس سنہ ۱۳۲۰ء (۷۲۰ھ) سے سنہ ۱۳۴۱ء (۷۴۲ھ) تک

شاہ نادر رئیس سنہ ۱۳۲۰ء میں چترال پر حملہ آور ہوا اور شمالی علاقہ مستوج دکوہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بہ آسانی کامیاب ہو جانے کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ اس علاقہ کے لوگ عرب فاتحین اسلام اور بعد میں تاج مغل سردار کے حملے کے بعد مسلمان ہو گئے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ایک مسلمان سردار کی آمد کو لبیک کہا اور اس کی مدد کی۔ سوملک کی اولاد میں جو حکمران موجود تھے ان کی طاقت بار بار کے بیرونی حملوں اور خصوصاً مغلوں کے تاخت و تاراج سے کمزور ہو گئی تھی۔

نیز ملک کی آبادی کا کافی حصہ مسلمان ہو چکا تھا۔ اور مسلمان کفار حکومت کو برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

چترال پر حملہ اور کلاشوں کی شکست

شمالی چترال میں علاقہ مستوج پر اپنا قبضہ مکمل و مستحکم کرنے کے بعد شاہ نادر رئیس نے مقامی کھو مسلمان قوم کی مدد سے جنوب میں کلاش کافروں پر حملہ آور ہوا۔ چترال میں بلسنگھ نامی کلاش کافر حکمران تھا۔ اس کی افواج نے حملہ آوروں کا سخت مقابلہ کیا۔ لیکن کھو قوم کی اکثریت اور خصوصاً جدید ہتھیاروں سے مسلح ہونے کی وجہ سے کلاش قوم کو شکست نصیب ہوئی بلسنگھ کافر خود لڑائی میں مارا گیا اور اس کا ایک لڑکا مع بہت سے سرداروں کے مسلمان ہوگیا چترال میں اوچشٹ کے مقام پر "بالاحصار" نامی قلعہ جو کلاش کفار کا مضبوط مرکز تھا مسمار کر دیا گیا۔ اور کلاش قوم کے تمام علاقوں پر فاتحین نے قبضہ کر لیا۔ اور انہیں اپنا غلام و خدمتگار بنا لیا۔ کافی عرصہ تک کلاش کا فرد تمام خدمات جوان کے ذمے لگائی گئی تھیں انجام دیتے رہے اور بہت سے کلاش اس علاقہ سے فرار ہو کر جنوبی اضلاع میں چلے گئے۔

شاہ نادر رئیس نے ایون و دروش پر بھی حملہ کیا مگر وہاں کفار نے شدید مقابلہ کیا اس لئے وہاں حکومت قائم نہ کر سکا۔

سومَلک والی گلگت سے جنگ

شاہ نادر رئیس نے اپنے ابتدائی حملہ میں شنددر کے اس پار علاقہ "ورشگوم" پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ مگر بعد میں سومَلک والی گلگت نے جو ترا خان کا بیٹا تھا۔ فوج جمع کر کے اس پر حملہ کر دیا۔ اور ورشگوم پر دوبارہ اپنا قبضہ جما لیا۔ اور اپنے بہنوئی جس کا نام فرمائیش تھا وہاں کا حکمران بنا کر خود گلگت واپس چلا گیا۔

وفات اور ذاتی صفات

شاہ نادر رئیس کا انتقال ۷۴۲ھ مطابق ۱۳۴۱ء عیسوی میں ہوا۔ اس نے اس ملک پر اکیس سال حکومت کی۔ اس عرصہ میں اس نے چترال کے آدھے سے زیادہ حصے پر قبضہ کر کے ایک مستحکم حکومت کی بنیاد ڈالی۔ چترال خاص کو کلاش کافروں سے چھین کر اسے اپنا دارالسلطنت بنایا۔ تب ہی سے یہ اس ملک کا دارالحکومت چلا آتا ہے۔ انہوں نے یہاں "بازار کہنہ" میں ایک قلعہ بھی تعمیر کیا۔ آجکل اس قلعے کی جگہ پر "موجودہ پولیٹیکل کالونی" آباد ہے۔ شاہ نادر اس ملک کا پہلا مسلمان بادشاہ تھا اور اس نے یہاں شریعت اسلامی جاری کی۔ شاہ نادر کو آیاش بیگ کا لقب بھی ملا تھا۔ جس کے معنی گلگتی زبان میں سورج کی کرن ہے۔ شعاع آفتاب سے اس کو تشبیہ دینا از حد درجہ کی تعظیم ہے۔ ان دنوں یہ علاقہ سلطنت چین کے زیر اثر تھا۔ چنانچہ شاہ نادر رئیس اور ان کے وارثین شہنشاہ چین کے ماتحت تھے!

۲۔ جان رئیس بن شاہ نادر ۷۴۳ھ ۱۳۴۱ء سے ۷۵۷ھ ۱۳۵۶ء تک

شاہ نادر رئیس کی وفات کے بعد انکا بیٹا جان رئیس تخت نشین ہوا۔ فارسی تاریخ میں جان کی بجائے جون رئیس لکھا ہے

تاج مغل کی واپسی

جان رئیس کے عہد میں تاج مغل دوبارہ بروغل کے راستے چترال میں وارد ہوا۔ جان رئیس نے اس کا شاندار استقبال کیا جس سے وہ بہت خوش ہوا۔

سُو ملک والئ گلگت کا قید ہونا

جان رئیس کی درخواست پر فاتح مغل نے یاسین پر حملہ کیا اور سُو ملک والئ گلگت کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ بدخشان لے گیا۔ پھر چند سال بعد اسے واپس وطن بھیجدیا۔

وفات اور اسکی حکمت عملی

جان رئیس نے اپنا دورِ حکومت باپ کے فتح کئے ہوئے علاقوں کے استحکام میں گذارا اور موڑکھو میں سُو ملک اول کی اولاد اور جنوبی اضلاع میں کلاش حکمرانوں سے کوئی جنگ نہیں کی۔ وہ امن پسند اور لائق حکمران تھا۔ پندرہ سال حکومت کر چکنے کے بعد سنہ ۱۳۵۶ء میں ان کا انتقال ہوا۔

خان رئیس سنہ ۱۳۵۶ء / ۷۵۷ھ سے سنہ ۱۴۲۰ء / ۸۲۳ھ تک

جان رئیس کا جانشین اس کا بیٹا خان رئیس ہوا (فارسی تاریخ میں خون رئیس لکھا ہے) اس کے عہد میں رئیسہ حکومت کافی مستحکم و مضبوط ہو چکی تھی۔ چنانچہ اسے ارد گرد کے علاقوں پر قبضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔

موڑکھو و تورکھو پر قبضہ

خان رئیس نے دیکھا کہ موڑکھو و تورکھو کے حکمران کے خلاف لڑائی میں اس کی کامیابی مشکل ہے چنانچہ اس نے سازش سے اپنا مطلب پورا کرنا چاہا اس نے یہاں کی حکمران "یاری بیگ" کو جو سُو ملک کی اولاد سے تھا دوستی کا پیغام دیا اور چوگان بازی کے بہانہ سے اسے بونی علاقہ مستوج میں مدعو کیا اور اس کی خوب خاطر تواضع کر کے اپنی طرف مطمئن کر دیا۔ دوسرے سال پھر چوگان بازی کے لئے اسے خندان جنالی واقع جنالی کوچ میں بلایا۔ اور یہاں سے ایک شخص کے ذریعہ جو مژہ قوم (ماجہ) تریچ سے تھا مروا ڈالا۔ اور خود تورکھو و موڑکھو پر حملہ بول دیا۔ یہاں پہلے ہی بہت سے لوگ اس سے خفیہ طور پر ملے ہوئے تھے جلد ہی اسے فتح نصیب ہوئی۔ یاری بیگ کے خاندان والوں کو چن چن کر قتل کر دیا گیا۔ اور جو باقی بچے انہیں محکوم بنا لیا۔ اس خاندان کے لوگ اب بھی موجودہ حکمران قوم کٹور کیلئے باز گیری کا کام کرتے تھے۔

خاندان گلگت سے رشتہ داری اور ہاشم بیگم

تورکھو و موڑکھو پر قبضہ کے بعد خان رئیس کی سلطنت وسیع ہو گئی اور اب وہ ایک بڑا حکمران تصور کیا جانے لگا۔ اور حکمران گلگت سے مطالبہ کیا کہ اپنی لڑکی اس کے لڑکے کے نکاح میں دیدے۔ والئ گلگت نے یہ رشتہ منظور کر لیا اور اپنی لڑکی جس کا نام "ہاشم بیگم" تھا اور جو خود حسن و جمال میں لاثانی تھی چترال روانہ کیا قصہ مشہور ہے کہ جب یہ قافلہ چترال کے نزدیک پہنچا تو خان رئیس کا لڑکا (دولہا) جو نہایت بدصورت اور بیوقوف تھا۔ اپنی دلہن کے استقبال کے لئے گیا۔ اسے دیکھتے ہی ہاشم بیگم نے نفرت کر کے واپس جانا چاہا اور حد سے زیادہ خفا ہوئی۔ مگر جب اسمیں ناکامی ہوئی تو خود کو پہاڑی راستہ سے نیچے دریا میں ڈال کر ڈوب گئی۔ اور اس کے ساتھ باپ کی طرف سے جتنے لوگ بطور جہیز ادھر آئے تھے۔ وہ سب چترال میں رہ گئے۔ چنانچہ اب تک ان کی اولاد جابجا موجود ہے اور وہ پہاڑی راستہ موجودہ قلعہ چترال کے سامنے شاڈوک مقام میں واقع ہے اور اس واقعہ کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ علاقہ پنیال

اس شہزادی ہاشم بیگم کے جہیز میں والئی چترال کو ملا تھا۔ اور آج تک یہ علاقہ تخت چترال کے وارثین کا حصہ ہے سنہ ۱۹۴۰ء تک موجودہ شاہی خاندان کی شاخ کا ایک فرد وہاں حکمران رہا تھا۔

حملۂ امیر تیمور اسی دوران یعنی خان رئیس کے عہد میں امیر تیمور گورگان نے کافرستان باشگل پر حملہ کیا اور بہت سے کفار کو تہ تیغ کر کے ان کے بت خانوں کو مسمار کر دیا۔

وفات خان رئیس جو پینسٹھ سال تک چترال پر حکمرانی کرنے کے بعد سنہ ۱۴۲۰ء عیسوی میں اس جہان ناپائیدار سے رخصت ہوا۔ وہ نہ صرف ایک جری و بہادر حکمران تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا سیاستدان اور زیرک آدمی تھا۔ اس نے بغیر کسی خونریزی کے تورکہو و موڑکہو کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ گلگت کے حکمران سے رشتہ داری قائم کی اور بدخشاں و دیگر ہمسایہ ملکوں کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی شروع کئے اور ہمسایہ ممالک میں بھی اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے دور میں وہ قلعہ مکمل تعمیر کیا جس کی بنیاد شاہ نادر رئیس نے چترال میں ڈالی تھی۔

شاہ کرم رئیس سنہ ۱۴۲۰ء ۸۲۳ھ سے سنہ ۱۴۵۸ء ۸۶۲ھ تک

خان رئیس کے ہاں کوئی لائق بیٹا نہیں تھا چنانچہ ان کی وفات کے بعد ان کا ایک نزدیکی رشتہ دار شاہ کرم رئیس تخت حکومت پر بیٹھا۔

مغلوں کے حملے اس کے عہد میں شمال سے مغلوں کے حملے شروع ہوئے اور بالائی علاقے ان کے متواتر اور پے در پے حملوں سے برباد و ویران ہو گئے۔ ایکدفعہ مغل حملہ آور شمال سے یلغار کرتے ہوئے جنوب میں علاقہ گبرونگ کے حفانسرائے تک جا پہنچے تھے جس سے سارا ملک بالکل تباہ ہو گیا اس نے اپنے لڑکوں کو مغلوں کیخلاف مدد مانگنے کیلئے شاہ بدخشان کے پاس بھی بھیجا تھا جہاں کئی سال تک رہے

تانگیر و داریل میں اسلام: اسکے عہد میں تانگیر و داریل کے کوہستانی علاقوں میں اسلام پھیل گیا۔ پہلے یہ لوگ کافر تھے۔

وفات شاہ کرم رئیس سنہ ۱۴۵۸ء مطابق سنہ ۸۶۲ ہجری میں فوت ہوا۔ اور اپنے آبائی قبرستان ڈوک دور واقع کنارہ شمالی نالہ چترال میں دفن کیا گیا اسکا عہد مغلوں کے حملوں کی وجہ سے مشہور ہے اہل ملک بے چینی و بے امنی سے رہتے تھے خود شاہ کرم کئی بار پہاڑیوں و دروں میں جا کر رہا کرتا تاکہ مغلوں کے تاراج سے بچ سکے۔

شاہ نظام رئیس سنہ ۱۴۵۸ء ۸۶۲ھ سے سنہ ۱۴۹۱ء ۸۹۶ھ تک

شاہ کرم رئیس کی وفات پر اس کا ایک قریبی رشتہ دار شاہ نظام تخت پر بیٹھا اسکے عہد میں بھی مغلوں کے حملے جاری رہے اور ملک پریشانی کی حالت میں رہا۔ شاہ نظام کے دور میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا پینتیس سال تک حکمرانی کرنے کے بعد سنہ ۱۴۹۱ء میں اس کا انتقال ہو گیا۔

شاہ اکبر رئیس سنہ ۱۴۹۱ء ۸۹۶ھ سے سنہ ۱۵۲۰ء ۹۲۶ھ تک

شاہ اکبر بن شاہ نظام جب تخت پر بیٹھا۔ اسکے عہد میں مغلوں کے حملے کمزور پڑ گئے اور اہالیان چترال اطمینان کا سانس لے

سکے اس حکمران کا دورامن وخوشحالی کا تھا۔ بیرونی حملوں سے نجات پاکر شاہ اکبر نے اندرونی استحکام کی جانب توجہ دی اس نے مستوج و دراسن میں مضبوط قلعے بنائے۔ سارا ملک پنیال تک اس کے قبضے میں رہا۔

والیٔ گلگت سے جنگ شاہ اکبر کے زمانہ میں چلیس خان والیٔ گلگت نے پنیال پر جو خان رئیس کے عہد میں بطور جہیز چترال کے حکمران کو ملا تھا حملہ کیا شاہ اکبر نے اس کا مقابلہ کر کے گلگتی فوج کو پسپا کردیا اور پنیال بدستور اس کے قبضہ میں رہا۔

بابا ایوب تیموری کا ورود چترال ۱۴۹۱ء سے ۱۵۲۰ء تک کے اندر شاہ اکبر رئیس کے عہد میں "بابا ایوب تیموری" بحیثیت درویش چترال میں وارد ہوئے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہرات کی تیموری حکومت ترکمانوں کے ہاتھوں تباہ ہوچکی تھی۔ اور سلطان حسین والئے ہرات کی اولاد حکومت سے ہاتھ دھو کر آوارہ دشت نکبت داد بار ہوگئے تھے۔ انھیں میں سے ایک شہزادہ بابا ایوب تھا۔ شاہ اکبر رئیس نے ان کے قدوم کو غنیمت جانکر اپنی لڑکی ان کے نکاح میں دیدی اور انہیں چرن وکوشٹ ولونگیکمر میں کافی جاگیر بخشدی۔

شاہ اکبر رئیس کا قتل انتیس سال حکمرانی کرنے کے بعد شاہ اکبر ۱۵۲۰ء میں اپنے سرداروں کی سازش سے قتل کر دیا گیا۔ شاہ اکبر رئیس کا لڑکا شاہ ناصر صرف چار سال کا تھا اس لئے اس کے بھائی کا بیٹا شاہ طاہر تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ شاہ اکبر ایک مضبوط اور تجربہ کار وسیاستدان حکمران تھے۔ اس لئے ملک کے دفاعی انتظامات پر خاص توجہ دی اور قلعوں کی تعمیر کی۔ انکا زمانہ امن وخوشحالی سے گذرا۔

شاہ طاہر رئیس ۱۵۲۰ء / ۹۲۶ھ سے ۱۵۳۱ء / ۹۳۸ھ تک

شاہ طاہر کے دور حکومت میں مغلوں کے حملے بالکل بند ہوگئے۔ اور عام رعایا آرام واطمینان سے زندگی بسر کرنے لگی۔

راجہ وائے کلاش حکمران سے جنگ شاہ طاہر رئیس کے عہد میں جنوبی چترال میں مشہور کلاش کافر حکمران راجہ وائے فرمان روائی کر رہا تھا۔ اس کا دارالحکومت بمبرت میں پتریک کے مقام پر تھا۔ اس نے اپنی حکومت بڑھا کر ایون۔ و سارے کلش گوم پر قبضہ جما لیا تھا اور باشگل پر بھی حملہ کر کے ایک بعض حصوں پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ دروش۔ جنجرت۔ سویر۔ کلکٹک وشیشی کوہ میں اس کے مضبوط قلعے تھے۔ اور اس کی جانب سے سرداران کلاش وہاں حکمران مقرر تھے۔ راجہ وائے جو اپنی طاقت و وسعت حکومت پر مغرور تھا۔ چترال میں پھر کلاش حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ شاہ طاہر کے مقابلہ کو تیار ہوا اور لشکر جمع کر کے چترال پر حملہ آور ہوا۔ مگر شاہ طاہر نے اسے سخت نقصان دے کر پسپا کر دیا۔ اس کے بعد کلاشوں کو پھر کبھی چترال پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

وفات شاہ طاہر رئیس گیارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۱۵۳۱ء / ۹۳۸ء میں اس جہان ناپائدار سے داعی اجل کو لبیک

کیا۔ اس کا زمانہ ملک میں خوشحالی اور امن و فارغ البالی سے گذرا۔ رعایا اس سے خوش تھی۔

شاہ ناصر رئیس ۹۳۸ھ ۱۵۳۱ء سے ۹۸۲ھ ۱۵۷۴ء تک

شاہ طاہر کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا شاہ ناصر ابن شاہ اکبر تخت حکومت پر بیٹھا۔ وہ ایک جری و باہمت حکمران تھا اس نے اپنی ریاست کی وسعت کیجانب توجہ دی۔

کلاش کفار پر حملہ اور فتح

شاہ ناصر کی تخت نشینی کے بعد ہی کلاشوں کے مشہور و طاقتور حکمران راجہ وائیے کا انتقال ہو گیا اور اس کے جانشین آپس میں لڑنے لگے جس کی وجہ سے کلاش کفار کی طاقت کم ہو گئی اس موقع سے فائدہ اٹھا کر شاہ ناصر رئیس نے لشکر تیار کر کے کالاش گوم پر حملہ کر دیا۔ کفار نے بھی سخت مقابلہ کیا۔ مگر اسلامی لشکر کے منظم حملہ کی تاب نہ لا سکے اور ان کو شکست فاش ہوئی چنانچہ شاہ ناصر نے ایون، کلاش گوم۔ اور جنوب میں دروش۔ جنجرت سویر۔ کلکٹک۔ شیشی کوہ وغیرہ پر اور زرست تک قبضہ کر لیا۔ سینکڑوں کلاش کافر مشرف بہ اسلام ہوئے جو کافر رہے ان پر بیگار اور دیگر ٹیکس یعنی تلنگ باقسام بطور جزیہ لگا دیئے گئے۔ (یہ تلنگ ۱۹۵۴ء تک بدستور جاری تھے) اس طرح چترال میں آخری کافر حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سارا ملک زرست سے شندور و پونیال تک رئیسوں کے قبضہ میں آگیا۔

فتح گلگت کی ناکامی

انہیں دنوں گلگت کے حکمران مرزا خان نے پھر پونیال پر حملہ کر دیا۔ شاہ ناصر جو مہم کلاش گوم سے فتح یاب لوٹا تھا سنگین علی کی سرکردگی میں ایک کثیر لشکر بھیجکر دوبارہ پونیال پر قبضہ کر لیا اور پیشقدمی کر کے گلگت پر بھی قبضہ کر لیا۔ مرزا خان والئی گلگت فرار ہو کر بلتستان کے حکمران علی شیر خان کے پاس پہنچا اور جلد ہی وہاں سے ایک بڑا لشکر بطور کمک ساتھ لے آیا۔ اور گلگت پر حملہ کر دیا۔ چترالی لشکر جو تعداد میں کم تھا۔ مقابلہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گیا۔ اور گلگت پر دوبارہ مرزا خان کا قبضہ ہو گیا۔ چترال کی یہ فوج جو سنگین علی کی سرکردگی میں گلگت بھیجی گئی تھی واپس چترال آئی۔

سنگین علی اور فتح یاشگل اور اس کے واقعات

سنگین علی بابا ایوب تیموری کا پوتا تھا۔ جو شاہ اکبر رئیس کے دور میں ہرات کی تیموری سلطنت کی بربادی کے بعد چترال آکر یہاں بس گیا تھا۔ شاہ ناصر رئیس سنگین علی کو بلا کر اسے خود تربیت دی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی بہادری اور عقلمندی کو دیکھ کر اس کو اپنا سپہ سالار بنا لیا اور ملک کا انتظام بھی اس کے سپرد کر دیا۔ اور اپنی لڑکی بھی اسکے عقد میں دیدی۔ سنگین علی نے معرکہ گلگت وغیرہ میں نمایاں بہادری دکھائی۔ وہ شاہ ناصر کا دست راست تھا جب ۹۹۳ھ مطابق ۱۵۸۵ء میں سنگین علی کا انتقال ہو گیا تو شاہ ناصر نے اس کے بڑے لڑکے شاہ محمد رضا کو اس کے والد کی جگہ حکومت کا انتظام سپرد کر دیا اور اس کے دوسرے لڑکے شاہ محمد بیگ کو جنگی امور کا ذمہ دار بنایا۔ چنانچہ شاہ ناصر نے محمد بیگ کی سرکردگی میں ایک بھاری لشکر تیار کر کے یاشگل پر حملہ کیا۔ اور یاشگل کے کفار کو مطیع کر کے وہاں سے حکمران چترال کو خراج دینے لگا۔ جو کئی عہد تک جاری تھا۔

فتح زرست

شاہ ناصر رئیس جنوبی اضلاع میں زرست علاقہ گبر پر بھی قبضہ کر لیا اور سلطنت وسیع کر کے اسمار تک پہنچائی۔

شاہ بوریائے ولی رحمۃ اللہ علیہ اس عہد میں ایک باکمال درویش شاہ بوریائے ولی باہر سے آکر چترال میں رہتے تھے۔ اُن کے بارے میں بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ جنمیں ایک یہ ہے کہ ان کی وفات و تدفین کے ایک ہفتہ بعد دوراہ کے درے پر چترال آنے والے ایک مسافر کو درویش مذکور دکھائی دیئے اور انہوں نے اس مسافر کو دو سیب دیئے اور ہدایت کی کہ ایک سیب شاہ ناصر کو دیدو اور ایک سیب سنگین علی کو۔ جب یہ شخص چترال پہنچا تو اسے ولی موصوف کی وفات کا حال معلوم ہوا تو نہایت حیران ہوا۔ فرمائش کے مطابق ایک سیب شاہ ناصر کو اور دوسرا سنگین علی کے حوالہ کیا۔ اور راستے کا قصہ ان کو سنایا۔ شاہ ناصر نے اپنا سیب بھی سنگین علی کو دے دیا۔ اور اس شخص کے بیان پر متعجب ہو کر قبر کو کھلوا کر دیکھا تو انہیں سوائے کفن کے کچھ نہ تھا۔ شاہ صاحب کا جنازہ غائب تھا۔ سنگین علی نے ایک سیب تو کھالیا۔ اور دوسرا سیب اُن کی قبر کے نزدیک بو دیا۔ اور اس سے ایک درخت نکل آیا۔ جو ابتک موجود ہے اگرچہ عام طور پر سیب کے درخت کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ مگر یہ درخت اتنی طویل مدت گذرنے کے بعد ابتک تازہ ہے اور ہر سال پھول پھل دیتا ہے۔ شاہ بوریائے ولی علیہ الرحمۃ کا مزار ژانگ بازار کی جامع مسجد کے جنوب میں واقع اور زیارتگاہ ہے (اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم نے مزید اہتمام کر کے اس پر نیا شاندار گنبد بنایا اور مقبرہ کی تعمیر از سرنو کی گئی)

ملّا دانشمند رستاقی شاہ ناصر کے عہد میں ملا دانشمند رستاق نے بدخشان سے یہاں آکر سکونت اختیار کی اور منصب قضائے چترال پر مامور ہوا۔ اور اس کا بیٹا ملا محمد رفیق بھی عالم تھا۔ باپ کے بعد قضاء پر فائز ہوا۔ ان کا خاندان یہاں معزز گذرا ہے۔ ملا دانشمند مدعی سیادت بھی تھا۔ علمائے قدیم کے باب میں ان کے خاندان کا ذکر کیا گیا ہے۔

وفات شاہ ناصر رئیس تنتالیس سال حکومت کرنے کے بعد ۱۵۷۴ء میں انتقال کر گیا وہ رئیس حکمرانوں میں سب سے زیادہ نامور اور مشہور گذرے ہیں۔ اور ان کے عہد میں رئیسہ حکومت انتہائی عروج پر تھی۔ اور حدود سلطنت اسمار سے گلگت تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور ملک میں امن وامان تھا۔

شاہ محمود رئیس ۱۵۷۴ء سے ۱۵۹۵ء تک
۹۸۲ھ ۱۰۰۳ھ

شاہ ناصر کی وفات کے بعد رئیسہ سرداروں نے اس کے کمسن لڑکے شاہ محمود کو برائے نام تخت پر بٹھا کر خود حکومت شروع کر دی۔ سنگین علی کے لڑکے شاہ محمد رضا اور شاہ محمد بیگ جو شاہ ناصر کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ رئیسہ سرداروں کے اس اقتدار کو اپنے لئے خطرہ سمجھا مگر مقابلہ بے سود تصور کر کے امور حکومت سے کنارہ کش ہو گئے اور موڑکھو میں مقام زانی اور سنگلاندہ میں جا کر رہنے لگے۔ رئیسہ سرداروں میں بے اتفاقی کی وجہ سے ملک کا انتظام حکومت بھی بگڑنے لگا۔ اور طوائف الملوکی کا آغاز ہوا۔ بیرونی اضلاع میں ان کا اثر واقتدار بہت کم ہو چکا تھا۔ لہٰذا ملک میں بدامنی پھیل گئی تھی۔

اکبر بادشاہ ہند کے ایک دستہ فوج کی عہد رئیسہ میں آمد

اس عہد کا مشہور واقعہ ہے کہ شہنشاہ اکبر کی افواج جو تاریکیوں اور یوسف زئیوں کی سرکوبی پر مامور تھی۔ ان کا ایک دستہ فوج دروش تک پیشقدمی کرتا ہوا آیا۔ اور موضع لاوی واقع دروش میں راستہ کی دشوار گذار پہاڑی کو عبور نہ کر سکا۔ اور وہاں سے واپس روانہ ہوا۔ اس دستے کے کافی افراد یہاں مارے بھی گئے لہ

محترم شاہ اور خوشوقت کا حملہ اور رئیسہ حکومت کا خاتمہ

سنہ ۱۵۹۵ء مطابق سنہ ۱۰۰۳ھ سنگین علی کے پوتوں محترم شاہ اور خوشوقت بن شاہ محمد بیگ نے جو سنہ ۱۵۷۴ء سے اپنے علاقہ مولکھو میں خفیہ طور پر اپنی طاقت مستحکم کر رہے تھے۔ رئیس حکمرانوں کی کمزوری اور ملک کے پریشان کن حالات سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے چترال پر ہلہ بول دیا۔ چنانچہ شدید لڑائی کے بعد رئیسہ خاندان کے افراد اور ان کے خیر خواہوں کو بڑی تعداد میں تہ تیغ کیا گیا۔

محترم شاہ اور اس کے بھائی فتح کا نقارہ بجاتے ہوئے چترال پہنچے۔ رئیسوں نے مقابلہ کی سکت نہ پا کر پسپائی اختیار کی۔ شاہ محمود رئیس اپنے سرداروں کے ساتھ فرار ہو کر بدخشان چلا گیا اور چترال سنگین علی کے پوتوں کے قبضہ میں آ گیا اس طرح قریباً تین سو سال کی حکمرانی کے بعد چترال میں رئیسہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد سنہ ۱۶۳۵ء میں شاہ محمود رئیس نے دوبارہ چترال پر قبضہ کر لیا۔ اور سنہ ۱۶۶۰ء تک وہ اور اس کے وارث یہاں حکمران رہے چنانچہ ایک بار پھر سنہ ۱۷۱۷ء میں شاہ عبدالقادر رئیس ایک سال کے مختصر عرصہ کے لئے تخت چترال پر قابض ہو گیا تھا۔ مگر جہاں تک سلطنت کے استحکام کا تعلق ہے رئیسہ دور حکومت اس شکست کے بعد عملی طور پر ختم ہو گیا۔ اور کٹھوری دور شروع ہو گیا۔

رئیسوں کے زوال کے اسباب

اس میں شک نہیں کہ رئیسہ خاندان کے حکمران حقیقی معنوں میں اسلامی بادشاہ تھے اور انہوں نے ملک کی وسعت و انتظام میں بہت حد

لہ اکبری افواج کا حملہ تاریکیوں اور یوسف زئیوں پر سنہ ۱۵۸۲ء سے سنہ ۱۵۸۹ء تک برابر جاری تھا اور شاہی افواج ان سے برسر پیکار تھیں۔ اکبر نامہ میں اسکی تفصیل موجود ہے چنانچہ تاریخ چترال فارسی میں مصنف نے برخی از حالات کوہستان کاشغر کے عنوان سے یہ حقیقت اکبر نامہ سے نقل کر کے اوس کلکیانی و محمد زئی کو بھی تاریکیوں اور یوسف زئیوں کے ساتھ شاہی افواج کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے جو زین خان کوکلتاش ان کے تعاقب میں پیشقدمی کرتا ہوا آیا تھا۔ اور پھر اکبر نامہ کے حوالہ سے کوہستان کاشغر اور دیگر کو زیر قبضہ فرمانروائیان کاشغر بتایا گیا ہے جس کا نام کوہ بزرگ سے موسوم ہوا ہے اور لکھا ہے کہ کوہ بزرگ دار و غذ نشین مرزبان کاشغر است کاشغر سے مراد کاشغر کلان ترکستان نہیں ہے کاشغر خود چترال ہے تاریکیوں سے مراد پیر تاریک کے مرید و معتقدین ہیں جو تاریخی حلقوں میں انکا اصلی نام بایزید روشن انصاری ہے حضرت پیر بابا علیہ الرحمۃ و آخوند درویزہ علیہ الرحمۃ کے ایماء سے وہ پیر تاریک مشہور ہوا تھا۔ (مرتب)

تک کامیابی حاصل کی مگر آخری دور میں رئیس حکمرانوں نے عوام کے ساتھ رابطہ کم کر دیا تھا۔ اور ذاتی اقتدار و عیش و عشرت میں اور ہوس ملک گیری میں منہمک ہو گئے تھے تو عوام کے ساتھ تعلقات منقطع ہو گئے۔ ان کی غیر مقبولیت کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہ غیر ملک سے آئے تھے اور یہاں کے باشندے ان کو باہر کے آدمی سمجھ کر ان کے ساتھ وہ عقیدت و خلوص نہیں رکھتے تھے جو اپنے ملک کے حکمران کے ساتھ رکھا جاتا ہے۔ ایک اور سبب یہ تھا کہ انہوں نے ملک کے معزز خاندانوں یا عوام میں رشتہ داریاں نہیں کیں۔ اور چونکہ ان کا اپنا خاندان مختصر سا تھا۔ ملک میں ان کے خاندان اور رشتہ داروں کی تعداد نہایت قلیل رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاص چترال ہی میں رہے اور باہر کے اضلاع میں مقامی لوگوں پر اثر و اقتدار نہ ڈال سکے اور تیموری شہزادگان کو ان لوگوں کے ساتھ رابطہ و تعلقات قائم کرنے میں آسانی ہو گئی۔ رئیس حکمرانوں نے صرف دارالحکومت میں بیٹھ کر حکومت کی اور بیرونی اضلاع میں اپنے لڑکوں کو حکمران نہیں بنایا۔ اس لئے مرکزی اقتدار دور دور کے اضلاع میں کمزور تھا اور وہاں مقامی سرداروں کا اقتدار تھا۔ اور وہ رئیس حکمران سے جب بگڑ گئے اور تیموری شہزادوں سے مل گئے۔ تو رئیسوں کے لئے مقابلہ مشکل ہو گیا۔ چترال میں رئیس خاندان کے خاتمہ کے بعد انکی قوم کچھ قتل ہو گئی اور کچھ جان بچا کر فرار ہو گئی۔

رئیس دور کی خصوصیات

حکمران رئیسیہ کا دور نہایت اہم ہے اسی دور سے چترال کی جدید تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور میں چترال میں گلگت سے نورستان تک ایک مضبوط مرکزی حکومت کی بنیاد قائم ہوئی اور حکومت کا جو ڈھانچہ انھوں نے قائم کیا۔ اسی پر اب تک عمل ہو رہا ہے۔ انھوں نے سماجی و معاشرتی رسوم کی بنیاد ڈالی۔ اور رعایا کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کے ذمہ مختلف خدمات مثلاً دفاع وطن۔ بار برداری۔ زراعت وغیرہ سپرد کیں۔ کالاش قوم جب محکوم بن گئی۔ بیگار اور دوسرے معمولی کاموں کے لئے مخصوص ہو کر رہ گئی۔

اشاعت اسلام

رئیسیہ خاندان کے بادشاہوں نے اس ملک میں پہلی اسلامی سلطنت قائم کی۔ وہ خود مسلمان اہل سنت والجماعت تھے اور اس ملک میں اسلام پھیلانے میں نمایاں حصہ لیا۔ انھوں نے یہاں اسلامی قوانین کا اجرا کیا اور جا بجا قاضی مقرر کئے چنانچہ شاہ ناصر کے عہد میں ملا دانشمند رستاقی اور اس کا بیٹا ملا محمد رفیق چترال کے بڑے قاضی تھے اور زیبستان کو فتح کرنے کے بعد ملا بابا آدم کو وہاں کا قاضی مقرر کیا تھا۔ رئیس حکمرانوں نے نہ صرف چترال ہی میں بلکہ ہمسایہ علاقوں مثلاً نانگیر۔ داریل وغیرہ کوہستانی علاقوں میں بھی اسلام پھیلایا اور چترال کے کلاش کافران کے عہد میں مشرف باسلام ہوئے

ملک کی حالت

رئیسیہ دور میں ملک خوشحال اور فارغ البال تھا۔ یارکند اور بدخشان سے تجارتی مال کی آمد و رفت ہوتی رہتی تھی۔ غلاموں کی فروخت بھی عام تھی فروغ اسلام کے ساتھ یہاں تعلیم بھی شروع ہو گئی تھی اور باہر کے علماء نے جو باہر سے یہاں وارد ہوئے مکاتب شروع کئے اور علم و تدریس کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ اور خود اس ملک کے علماء جو باہر سے علم حاصل کر کے واپس وطن لوٹے۔ تحریر اور سندات لکھنے کا رواج شروع ہوا۔ رئیسہ حکمرانوں کے سندات اب بھی لوگوں کے پاس موجود ہیں مشہور بزرگ شاہ بوریائے ولی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی زمانہ کے کسی غیر علاقہ سے چترال میں سکونت اختیار کر کے یہاں کے عوام کو اپنے فیض سے شرفیاب کیا۔ اور بعد وفات بھی اس سیب کا درخت جو اس کے مزار کے اوپر موجود ہے اب تک انکی زندہ کرامت کا ثبوت دیتا ہوا سرسبز اور پھلدار ہے۔

عہد رئیسہ میں مختلف بڑی بڑی اقوام ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تھیں جو حسب ذیل ہیں:-
تورکھو کے خوشتہ موڑکھو کے حاتم بیگے۔ ماژدے۔ خواجہ خیل۔ دشمنہ۔ اویر کے خوشحال بیگے اور مقصودوہ۔ علاقہ مستوج کے بنگالہ۔ زوندرے یرنس کے خسروہ۔ کوہ کے شغنیہ و دردش کے بڈیرہ رئیسہ عہد کے اعزاز یافتہ ہیں بڈیرہ قوم ان کے زوال پر ان کے ساتھ ہی جلاوطن ہو گئی۔ اور شاہ سنگین علی ثانی کو انہوں نے اور کاری میں قتل کیا تھا۔

طرزِ حکومت

رئیس خاندان کے بادشاہ شخصی حکمران تھے مگر اپنے خاندان کے لوگوں اور دوسرے عام معتبروں کے مشورہ باہمی اتفاق سے حکومت کرتے تھے اور دور کے علاقوں پر اکثر مقامی سرداروں کو حاکم مقرر کرتے تھے ان کی کوئی منظم فوج نہیں تھی جنگ کے موقع پر قبیلوں کے سردار اپنی قوم سمیت آکر جنگی خدمات انجام دیتے تھے۔ دفاع کے لئے بعض اقوام مخصوص طور پر ذمہ دار ہوتی تھیں۔ ان کی حکومت گلگت سے سرحد افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ کفار بشگل کو بھی مطیع کر کے وہاں سے قلنگ وصول کرتے تھے۔ انہوں نے کلاش کا فر حکومت کا خاتمہ کر کے کلاش قوم کو محکوم بنایا۔ اور ان سے متعدد قسم کے خراج اور بیگار لیتے تھے۔

رئیس حکمران شہنشاہ چین کو اپنا اعلیٰ حکمران مانتے تھے اور تاشقند کے چینی گورنر کو خراج بھیجا کرتے تھے۔ اور گاہ گاہ اہم معاملات فیصلے کے لئے یارقند کاشغر بھی بھیجا کرتے تھے۔ چنانچہ سابق مذکور ہو چکا ہے کہ قدیم چینی اقتدار کے دور میں فاق لشٹ کی چراگاہ اور موڑکھو میں پانی کی تقسیم کے تنازعے میں یارقند کے چینی حکمران کے فیصلوں پر آج تک عملدرآمد ہوتا ہے۔

رئیسہ قبرستان

اگرچہ اس خاندان کے حکمران سنی المذہب مسلمان تھے مگر ان کے دفنانے کا طریقہ عام مسلمانوں سے جداگانہ تھا۔ رئیسہ قبرستان جو یہاں گولدور میں موجود تھا۔ وہ دخمہ تھا۔ یعنی مردوں کو زمین کے اندر دفنانے کی بجائے ایک تہہ خانہ میں رکھتے تھے جو پکی اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔ اور دروازوں میں طاق یعنی دروازے بنا کر مردے اس میں رکھتے تھے۔ جب مردوں کے جسم گل کر ہڈیاں رہ جاتے حدوث مرگ پر دیگر ہڈیاں نیچے تہہ خانہ میں ڈال کر اس طاق کو خالی کر کے نیا جنازہ انہیں داخل کرتے تھے۔ البتہ بچوں کے جنازے چھوٹے چھوٹے طاقوں میں باقی رہتے تھے اس تہہ خانہ کے اوپر ایک گنبد بنا ہوا تھا جو پکی اینٹوں کا تھا۔ تہہ خانہ کے ایک طاق میں قرآن مجید بھی رکھا ہوا تھا۔ تہہ خانہ میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ تھا۔ جو سطح زمین سے چار زینوں پر مشتمل تھا۔ اور زینوں سے اسکے اندر داخل ہوتے تھے۔ قبرستان کے گرداگرد جو زمین تھی وہ محافظوں کیلئے وقف تھی جو مجاور کہلاتے تھے اور کثرت سے قبرستان کے گرداگرد سنجد اور سیب کے باغ تھے جو پھل اور پھول دیتے تھے۔ امتداد زمانہ کے بعد اب وہاں تودہ خاک کے سوا کچھ نہیں رہا۔ نہ گنبد ہے نہ تہہ خانہ۔ اس قبرستان کی پکی اینٹیں اب بھی موجود ہیں جو زمین کے اندر سے برآمد ہوتی ہیں ان کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چار سو سال قبل بھی یہاں کاریگر تھے اور یہ ملک ترقی یافتہ ممالک سے تھا۔

ا۔ گردشات زمانہ سے جب اس قبرستان کی کچھ ہڈیاں باقی رہ گئی تھیں۔ عصر موجودہ کے ایک غیور نوجوان فرامرز خان نے ان کو جوڑ کر دہاں سے اٹھا کر گولدور کے اوپر دو قبریں بنائی ہیں۔ تاکہ ان کے احترام کیلئے یہ یادگار رہے۔ فرامرز خان رئیسہ خاندان سے نسبت رکھتے ہوئے

گیارہ واسطوں سے شاہ ناصر تک اپنا نسب حسب ذیل بتاتا ہے۔

فرامرز خان بن زبیر ولی شاہ بن نعمت شاہ بن غٹ بن دیتار شاہ بن تیغون شاہ بن شاہ نادر بن شاہ قرغن بن شاہ عبدالقادر بن شاہ قزل بن شاہ ناصر رئیس ۔۔۔ رئیبہ قوم سے کچھ افراد اور بھی چترال میں موجود ہیں۔ مگر عوام میں کچھ امتیاز کے مالک نہیں فرامرز خان کے باپ زبیر ولی شاہ نے ریاستی باڈی گارڈ میں صوبیدار کا منصب حاصل کیا۔ اور مجاہدین اسکردو میں شامل رہ کر بڑی خدمات کیں فرامرز خان علیگڈھ کالج میں تعلیم کے لئے داخل ہوا تھا۔ مگر مڈل تک تعلیم حاصل کر کے واپس آگیا اور یہاں ڈرائیور بنگیا۔ مگر کچھ عرصہ سرحد پر غبیل میں انٹی خبش کا کام بھی انجام دیا اور محصولات کا میر کاتب رہا۔ پھر اپنی ڈرائیوری پر واپس آیا۔ شاہی موٹر ولاری اور پٹرول پر بھی انچارج ہوا۔ ٹرک خرید کیا اور چلاتے رہے۔ ریاستی لیگ میں بحیثیت صدر مامور تھا۔ پھر جب چترال میں بنیادی جمہوریت کی بنا پڑی اپنے علاقے کے ممبر اور ممبر سے چیئر میں منتخب ہوئے۔ (مولف تاریخ ۱۹۶۱ء)

چوتھا باب

خاندان تیموریہ کا عروج اور ابتدائی دور

بابا ایوب سنہ ۱۵۲۰ء

جن دنوں شاہ اکبر رئیس چترال میں حکمران تھا۔ ہرات میں تیموری حکومت ترکمانوں کے ہاتھ سے تباہ ہو گئی اور سلطان حسین والی ہرات کی اولاد اپنی مملکت سے جلا وطن ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئی تو انہیں ایام میں سلطان حسین کا پوتا مرزا ایوب بن شہزادہ فریدون حسین زمانہ کی گردشوں کا شکار ہو کر ایک درویش کی حیثیت سے سنہ ۱۵۲۰ء مطابق سنہ ۹۲۶ھ میں چترال آیا۔

مثل مشہور ہے کہ مرزا ایوب اور ان کے کچھ اور ہمراہی ایک ولی کامل شاہ شمس الدین کے بعیت وارد چترال ہوئے ولی مذکور انکو ایک مقام میں چھوڑ کر کہیں چلے گئے۔ اور ساتھیوں کو ہدایت کردی کہ وہیں انکا انتظار کریں۔ جب مدت معینہ میں ولی مذکور واپس نہ آئے تو دیگر رفقاء وہاں سے چلے گئے۔ لیکن مرزا ایوب اپنے وعدہ پر وہیں قائم رہا۔ جب شاہ صاحب وہاں واپس آئے تو ان کے وفادارانہ استقلال دیکھ کر خوش ہوئے اور دعا دی کہ اس ملک کی بادشاہت تم کو اور تیری اولاد کو بخشندی گئی۔

الغرض حکمران وقت شاہ اکبر رئیس نے اس غریب الوطن شاہزادے کی شایان شان تواضع کی۔ اور اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر کے لونگہکیر کوشٹ وچرن کے مقامات اسے بطور جاگیر عنایت کئے مرزا ایوب جسے درویشی کی وجہ سے بابا ایوب کہتے تھے نے اس ملک میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اور اپنی باقی ماندہ عمر یاد الہٰی میں گذار کر اس جہان فانی سے رخصت ہوئے لونگہکیر مقام میں ان کی زیارت مرجع خاص و عام ہے۔

سنگین علی اوّل

بابا ایوب کے شاہ اکبر رئیس کی لڑکی سے دو لڑکے تولد ہوئے ایک ماہ طاق دوسرا شاہ نو۔ اور ماہ طاق کا لڑکا خوشحال تھا۔ خوشحال کے ہاں جو لڑکا پیدا ہوا اس کا نام سنگین علی تھا۔ شاہ نو عوام میں عزت و وقار حاصل کئے بغیر چل بسا۔ سنگین علی بن خوشحال جب جوانی کو پہنچا۔ بڑا نام پیدا کیا۔ اور اس ملک میں تیموری خاندان کا اقتدار اس قدر بڑھا دیا کہ آخر الامر اس خاندان کی حکومت یہاں قائم ہوئی۔ شاہ ناصر رئیس جو اس وقت حکمران تھا اس کو اپنا داماد بنایا اس کا باپ بھی اس کا بھانجا تھا۔ اس طرح سنہ ۱۵۵۰ء میں سنگین علی لوجہ اپنی خداداد قابلیت و شجاعت کے شاہ ناصر کے منظور نظر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں امور ملکی و فوجی کا ذمہ دار اور سیاہ و سفید کا مالک ہوا۔ چنانچہ عہد رئیسیہ کے واقعات میں اسکی فتوحات کا بیان گذر چکا ہے۔ ۱۵۸۵ء میں سنگین علی کا انتقال ہوا اور حدود درسن علاقہ موڑکھو میں مدفون ہوئے۔

سنگین علی کی اولاد

شاہ ناصر کی لڑکی سے شاہ محمد رضا اور شاہ محمد بیگ اور دوسری بیوی سے دلام اور یوسف محمد تھے محمد رضا اور محمد بیگ باپ کی طرح لائق اور ان کی زندگی ہی میں امور سلطنت میں ان کے ہاتھ بٹاتے رہے

چنانچہ جب ایکدفعہ محمد بیگ کو لشکر کی سرکردگی میں باشنگل کی مہم پر بھیجا گیا اسے فتح کر لیا۔ مولانا محمد سیر فرماتے ہیں ؎

زضرب تاختن جدِ ما محمد بیگ ہنوز از ہمہ باشنگل قلنگ مے آید

سنگین علی نے امور سلطنت کے فرائض اپنی حیات ہی میں عام امور ملکی کا انتظام محمد رضا کو اور جنگی مہمات کا کام محمد بیگ کو سپرد کیا تھا۔

شاہ ناصر رئیس کا جب انتقال ہوا۔ رئیس سرداروں نے اسکے کمسن لڑکے شاہ محمود کو تخت پر بٹھایا اور ساتھ ہی محمد رضا و محمد بیگ کو کاروبار سلطنت کے فرائض سے برطرف کر دیا کیونکہ ان کی طاقت سے خائف تھے۔ ملک میں طوائف الملوکی کا آغاز ہوا داعیہ حکومت کا معاملہ پیش آیا مگر چونکہ رئیسہ کے طرفدار زیادہ تھے محمد رضا و محمد بیگ چترال سے موڑکہو چلے گئے جہاں زانی مقام میں محمد بیگ نے قیام کیا۔ اور محمد رضا سنگلاندور میں رہنے لگا۔ زانی قلعہ محمد بیگ کی بیوی کو ماجر قوم سے بطور جہیز ملا تھا۔

اولاد محمد بیگ نے محمد رضا کی اولاد کا خاتمہ کیا

محمد بیگ کے چھ لڑکے تھے۔ شاہ محترم شاہ۔ خوشوقت و خوش احمد ولد ولہ جو ایک ماں سے تھے۔ طریق اللہ و نعمت اللہ دوسری والدہ سے تھے۔ جب محمد بیگ کے لڑکوں نے دیکھا کہ محمد رضا کی اولاد ان کے خاتمہ کے لئے خفیہ سازش کر رہے ہیں تو انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے ان کو ہلاک کرنے کی ٹھانی۔ چنانچہ کچھ دن بعد انہوں نے اپنے چچا محمد رضا کو اس کے دو لڑکوں سمیت سنگلاندور میں قتل کر دیا اور اس کے دو اور لڑکوں کو ریشن دریا رخون میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باقی ایک کمسن لڑکا جو دریژیپ علاقہ لٹکوہ میں تھا ان حالات سے باخبر ہو کر بدخشاں کی طرف بھاگ نکلا اور موت سے نجات پائی۔ محمد بیگ خود بھی اس کشمکش میں مارا گیا۔ محمد رضا کا سب خاندان ختم ہوا۔

اقتدار محترم شاہ و مہم ملک گیری

محمد بیگ کے لڑکوں نے جب چچا اور چچازاد بھائیوں کا استیصال کیا تو اپنے بڑے بھائی محترم شاہ کو متفقہ طور پر خاندان کا بزرگ تسلیم کیا اور ملک گیری کے لئے رئیسہ خاندان کے خیر خواہوں کا استیصال شروع کیا۔ چنانچہ سب سے اول اتالیق گرگ علی کو اراریغ مقام میں قتل کیا۔ اور اس کے لڑکے حاتم بیگ کو دوسا لاوے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ محترم شاہ نے اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ یہاں سے فارغ ہو کر موضع کشم کے متمرد سردار برواز کو پائمال کر دیا۔ تریچ کے خواجہ قوم کے سرداروں کو مغلوب کیا۔ پھر تورکہو میں خوشہ قوم کے سردار لاچین بیگ کو ختم کر دیا۔ لاچین فرہاد کی تلواہ سے مارا گیا تھا۔ جو داشمنہ قوم کا سردار تھا۔ عہد کٹوڑیہ میں اسکی بڑی عزت ہوئی۔ اسی طرح ریشن اور برنس میں بیگالہ اور خسروہ سرداروں کو ختم کرتے ہوئے چترال پہنچا۔

چترال میں شاہ ناصر کے لڑکے شاہ محمود نے جب حالات کا جائزہ لیا تو ان کے سرداروں کو مقاومت کی طاقت نہ تھی اپنے خاندان اور خیر خواہوں کے سمیت راہِ فرار اختیار کر کے بدخشاں چلا گیا۔ چترال کے مقامی باشندوں سے خیر خواہ ان کے ساتھ صرف شاہ بونہ قوم کے افراد تھے جو ان کے ساتھ جلا وطن ہو گئے۔

محمد بیگ کے لڑکے اس طرح فتح و نصرت کے نقارے بجاتے ہوئے چترال میں داخل ہو گئے۔ مولانا سیر فرماتے ہیں ؎

ریئسان شد ندا ز جہان ناپدید   بسنگین علی خیل نوبت رسید

آغاز حکومت خاندان محترم شاہ الملقب بہ شاہ کٹور و ذکر فرمانروائے او ۱۵۹۰ء

چترال میں رئیس خاندان اور اس کے حامیوں کو پامال کرنے کے بعد شاہ محترم شاہ اپنے بھائیوں کے اتفاق سے تخت چترال پر جلوہ افروز ہوئے۔ قدیم زمانے میں کابل اور چترال کے درمیانی علاقوں میں ایک مشہور طاقتور قوم آباد تھی جس کا نام کٹور تھا۔ یہاں کے لوگ ان کی شان و شوکت اور طاقت کو یاد کرتے تھے۔ جب محترم شاہ اور اس کے بھائیوں کی طوفانی اور برق رفتار کامیابی دیکھی تو مرعوب ہو کر ان کو کٹور کا لقب دیا گیا اور اس کا خاندان کٹوریہ سے مشہور ہو گیا۔

اگرچہ مہتر محترم شاہ اس خاندان کے پہلے شخص ہیں جو تخت شاہی پر متمکن ہوئے۔ مگر یہاں تیموریہ اقتدار قائم کرنے والے اس کے دادا شاہ سنگین علی اول تھے۔ جو شاہ ناصر رئیس کے عہد سے زمام اختیار کے مالک تھے۔ مرزا ایوب تیموری کے حالات میں چترال آنے کے واقعات پہلے ہی سپرد قلم کئے جا چکے ہیں۔ اب ان کا سلسلہ نسب بھی پیش کیا جاتا ہے شاعر نے لکھا ہے ؎ زنسل فریدوں شہ شاہ نشاں   پدر بر پدر تا بہ صاحبقران

محترم شاہ اول ابن محمد بیگ، ابن سنگین علی اول ابن خوشحال، ابن ماہ طاق، ابن مرزا ایوب، ابن شہزادہ فریدوں حسین، ابن سلطان حسین والئی ہرات، ابن غیاث الدین، ابن امیرزادہ بایقرا، ابن عمر شیخ بہادر۔ ابن سلطان ابو سعید مرزا۔ ابن امیر تیمور صاحبقران۔ علامہ ابو الفضل نے اکبر نامہ میں امیر تیمور سے قبل کا بھی شجرہ لکھا ہے جو بخوف طوالت درج نہیں ہوا۔

محترم شاہ کٹور کی تخت نشینی پر سارے مملکت رئیسیہ جو شمال میں گلگت اور جنوب میں چغانسرائے تک پھیلی ہوئی تھی اس کے قبضہ میں آ گئی۔ اور اس نے یہ وسیع علاقے اپنے بھائیوں میں تقسیم کئے ہر ایک کو علاقہ اور جاگیر بخشدی۔ چنانچہ خوش وقت کو جو تمام بھائیوں میں لائق تھا۔ علاقہ ورشگوم کی حکومت اور جاگیر کے طور پر دمیل اور جمہ کہن ابون و چترال میں زمینیں دیں۔

خوش احمد کو علاقہ مستوج کی حکومت دی تھی جب بے وقت وہ فوت ہوا تو اس کی اولاد کی پرورش کا متکفل خود خوش وقت ہوا۔ نعمت اللہ کو غذر کی حکومت اور کوشٹ و لون گہکیر میں زمین دی۔ بودلہ کو آویرو کوشٹ میں زمینیں دیں طریق اللہ کو موردیر کی جاگیر اور کوشٹ میں زمینیں دے کر سب کو راضی کر دیا۔

قزل بیگ ابن محمد رضا بدخشاں میں تھا۔ وہاں سے دو دفعہ کمک لیکر چترال پر حملہ آور ہوا۔ مگر ناکام رہا۔ تیسری دفعہ پھر حملہ آور ہو کر سنوغر کے قلعہ میں چند ماہ محصور رہا۔ بالآخر صلح پر راضی ہو گیا اور اپنے والد اور بھائیوں کے حقوق خواہی سے دست بردار ہو گیا۔ محترم شاہ نے وہ تمام زمینیں جو اس کے باپ اور بھائیوں کے قبضہ میں ہوا کرتی تھیں مزید اضافہ کے ساتھ اس کے حوالہ کر دیں اور اس کے ساتھ برادرانہ سلوک و نیک رویہ کا اظہار کیا۔ موجودہ رضا خیل قوم قزل بیگ کی اولاد ہے جو ملک کے طول و عرض میں وسیع جائیدادوں اور زمینوں کے مالک ہیں۔ اسی طرح سب بھائیوں کو خوشی و راضی

کرکے شاہ محترم شاہ نے چالیس سال حکومت کی چنانچہ مولانا سیر فرماتے ہیں ؎

بکرہ وند شاہی کہ میخواستند — ہمہ رسم شاہی بپا داشتند
زبیلم زمین تا بہ پویال بر — بکرہ وند شاہی بہ زیب و بہ فر

حملۂ شاہ محمود رئیس اور چترال پر تسلط ۱۶۳۰ء

شاہ محترم شاہ کٹور نے چالیس سال حکومت کی تھی کہ شاہ محمود بن شاہ ناصر نے یارکند و کاشغر سے ایک کثیر لشکر کے ساتھ چترال پر حملہ آور ہوا۔ شاہ خوشوقت جو مستوج میں تھا مقابلہ کی تاب نہ لاکر چترال واپس آگیا۔ اور محترم شاہ کا لڑکا سنگین علی ثانی قلعہ مستوج میں محصور رہا۔ یارکند کا لشکر ملک کو پامال کرتا ہوا کوشٹ میں پہنچا جہاں قلعہ عالم گیر کا محاصرہ کرلیا۔ اور سر کرنے کے بعد چترال روانہ ہوئے۔ یہاں ذہین مقام میں ان کے مقابل ایک خونریز جنگ ہوئی۔ جسمیں شاہ خوشوقت کمان کرتے ہوئے مارا گیا۔ جب چترال پہنچے محترم شاہ کٹور مقابلہ کی تاب نہ لاکر اہل و عیال کے ساتھ باشگل چلا گیا اور وہاں سے نرست آیا۔ نرست سے براول پہنچکر قیام پذیر ہوگیا۔ اور اہل و عیال کو اپنے دو لڑکوں شاہ افضل و شاہ فاضل کے ساتھ کافر علاقہ باشگل میں رہنے دیا۔

سنگین علی ثانی جو مستوج میں محصور تھا۔ وہاں سے جان بچاکر باشقر اور وہاں سے براول میں باپ کے پاس پہنچکر دم لیا۔ شاہ خوشوقت مقتول کے لڑکے اور نعمت اللہ مع اہل و عیال داریل گئے اور خوش احمد کا لڑکا شاہ جہان قزل بیگ اور دیگر معززین کے ساتھ یارکند چلا گیا۔ قصہ مشہور ہے کہ قیام یارکند کے دوران شاہ جہان نے ایک اژدھا کو ہلاک کردیا تھا۔ جسکی وجہ سے یارکند کے لوگوں نے اس کو ڈوڈول کا خطاب دیا۔ ترکی زبان میں اس لفظ کے معنی بہادر ہے۔ اس کے بعد شاہ جہان ڈوڈول کے نام سے مشہور ہوا۔

شاہ محترم شاہ کٹور کا قتل

شاہ محترم شاہ نے ایام جلاوطنی کے دوران چند بار چترال پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے حملہ کیا مگر کامیاب نہ ہوسکا تھا۔ جب پھر حملہ کیا۔ رئیسہ سرداروں کے اشارہ پر کلکٹک علاقہ دروش میں وہاں کے کفاروں کے ہاتھ قتل ہوا۔ شاہ محمود رئیس کو جب معلوم ہوا تو ان کا جنازہ چترال منگوایا اور بروز مقام میں بڑے احترام سے دفن کرایا گیا۔

شاہ محترم شاہ کی اولاد

سنگین علی ثانی۔ محمد غلام۔ عبدالغنی۔ شاہ افضل۔ شاہ فاضل۔ مرزا شوکت۔ شاہ عبرت اور گل چیس خان۔

شاہ کٹور کے خصوصی اوصاف

محترم شاہ کٹور موجودہ کٹوریہ خاندان کا بانی اور پہلا حکمران تھا جس نے چالیس سال تک چترال پر حکومت کی۔ اور اپنی طاقت سے رئیسہ خاندان کو زیر و زبر کرنے پر کامیاب ہوگیا اس دفعہ کی شکست اس کی اپنی کمزوری نہ تھی بلکہ یارکند و بدخشاں کا وہ زبردست متحدہ مسلح لشکر تھا۔ جو شاہ محمود رئیس کی مدد کو آیا تھا اس کا مقابلہ کرنا یہاں کی مختصر جماعت اور نوزائیدہ حکومت کی طاقت سے بعید تھا۔

شاہ کٹوڑ کے خصوصیات کا یہ پہلا کارنامہ ہے کہ جب یہاں حکومت قائم کی۔ یارکند کی اطاعت و باجگذاری سے بے نیاز ہؤا اور خود آزاد حکومت کا خود مختار حکمران ہؤا۔ اس سے پہلے رئیسہ خاندان اور اُس سے پہلے کافر حکمران یارکند کے تابع فرمان باجگذار حکمران تھے۔

شاہ کٹوڑ کے نام سے انکی اولاد کٹوریہ نام سے منسوب ہوئی اور خوشوقت کی اولاد خوشوقتیہ نام سے اور خوش احمد کی اولاد خوش احمدہ۔ بولہ و طریق اللہ اور نعمت اللہ کی اولاد محمد بیگ کے نام پر محمد بیگہ کہلاتے ہیں اور محمد رضا کی اولاد رضا خیل قوم سے یاد ہوتا ہے۔ سنگین علی اوّل کے دو لڑکوں محمد بیگ و محمد رضا کی اولاد پانچ شاخوں میں تقسیم ہو کر علیحدہ قوم مشہور ہوئے۔

شاہ محمود اپنی تسلط کے بعد جب چترال پر قابض ہوگیا۔ تو ملک میں پھر رئیسیہ حکومت قائم ہوئی اس نے ہر علاقہ میں حاکم اور قاضی مقرر کئے اور تیموریہ خاندان کے شرفا کے ساتھ نیک رویہ اور سلوک جاری رکھا۔ چنانچہ قزل بیگ اور طریق اللہ یہاں موجود تھے۔ اور ان کے اہل خاندان شاہ کٹوڑ کے ساتھ جلاوطن تھے۔ مگر ان کے ساتھ دشمنی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ ان کو امن کے ساتھ یہاں رہنے دیا۔ اور شاہ کٹوڑ کی نعش کو بڑے احترام سے بمبورہ لاکر دفن کرایا۔

شاہ محمود چترال پر دوبارہ قبضہ کرنے میں حکمران یارقند کا احسانمند تھا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے امور حکومت میں ان سے مشورہ اور ہدایت لیتا تھا اور بعض اوقات یہاں سے اہل عرائض کو یارقند بھی بھیجتا تھا۔ چنانچہ قاق لشٹ کی چراگاہ کی تقسیم آدیرا اور لون میں پانی کی تقسیم کے معاملات یارکند میں فیصلہ ہوئے تھے۔ جو آج تک ان پر عملدرآمد ہوتا ہے شاہ محمود رئیس کے عہد میں چترال میں رعیت طبقہ کا گروہ موجود تھا جو اس کی ایک سند سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے حکم سے ایک شخص کی بیگار معاف کی تھی جس کی نقل یہاں لکھی جاتی ہے۔ رعیت سے مراد مروجہ دیت کا طبقہ ہے جو مختلف واجبات حکومت کا متحمل تھا۔

ہو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ

دریں ولا حکم ہمایوں صادر شد کہ جمیع صاحب خلان دربار گردون وقار واقف گردیدہ بدانند کہ حضرت پادشاہ عالم پناہ مراحم خسروانہ شامل حال قرین آمال بندہ مولی ولی گردانیدہ حکم فرمود کہ جمیع صاحب خلان بندۂ مذکور را از وجہ رعیتی سوا و مستثنی دانستہ مداخلت ننمایند بریں موجب مقرر شمردہ خلاف نورزند فی شہر رمضان ۱۰۵۳ھ

مہر شاہ محمود ابن شاہ ناصر

شاہ سنگین علی کا ہندوستان جانا

۱۶۳۵ء میں شاہ کٹوڑ محترم شاہ جب کلکٹک میں قتل ہؤا اور چترال میں رئیسہ خاندان کے حکمران شاہ محمود نے حکومت قائم کی۔ تو شاہ سنگین علی ثانی اپنے خیرخواہوں کی صلاح سے ہندوستان روانہ ہؤا۔ تاکہ وہاں مغل شاہنشاہ سے میراث پدری حاصل کرنے کے لئے امداد حاصل کر سکے۔ جو اشخاص نامور ان کے ہمرکاب ہندوستان گئے وہ محمد صفا بن محمد رضا۔ اتالیق محمد شکور بن حاتم بیگ اور مرزا شوکت بن

شاہ کٹور تھا جنہیں سے ہر ایک علم کے ساتھ قلم کا مالک اور یکتائے زمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس عہد کا بادشاہ شاہ جہان صاحبقران ثانی تھا سنگین علی نے لاہور کے ایک امیر شاہ نواز خان کی وساطت سے بادشاہ کے حضور میں باریابی حاصل کی۔ اور پہلی ہی نظر میں بادشاہ کے منظورِ نظرِ عاطفت ہوئے اور ہندوستان کے ایک مشہور اولیا کے مزار پر بھی گئے۔ اور بہت باطنی کے خواستگار ہوئے کہتے ہیں کہ ایکدفعہ بادشاہ کے ہمرکاب کشمیر گیا۔ جہاں بادشاہ نے فرمایا کہ یہاں جاگیر لے کر رہو گے یا وطن جانا چاہتے ہو سنگین علی نے اس کے جواب میں یہ شعر پیش کیا ؎

گلشنِ کشمیر پیش انجگان داغ است داغ   لالہ ہا در کوہ و صحرا جملگی باغ است باغ

انجگاں درۂ خذر کا وہ علاقہ ہے جہاں سنگین علی اکثر اوقات رہا کرتا تھا۔ سنگین علی نے اپنے وفورِ فراست و تیزیٔ ذہن کے باعث بادشاہ کے حضور میں مقبولیت پائی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ بادشاہ کی مجلس میں ایک امیر نے حاضرین کی فراست حاصل کرنے کے لئے کہا کہ میں نے ایک مچھلی درخت پر چڑھی ہوئی دیکھی ہے سنگین علی نے فوراً کہا کہ غربال یعنی چھلنی میں پانی بھر کر اس کے نیچے رکھتا تا کہ وہ نیچے اُتر آتی۔ حاضرین نے اس حاضر جوابی پر تحسین کہی۔

اسی طرح جب کئی سال بادشاہ ہند کے دربار میں گذار کر اپنے مقصد میں کامیابی نہ حاصل کر سکا اور شاہ جہان قید ہو کر ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب عالمگیر تخت ہند پہ جلوہ افروز ہوئے۔ تو سنگین علی نے اپنا مقصد ان کی خدمت میں پیش کیا اور میراث پدری پر قبضہ جمانے کے لئے امداد کا خواستگار ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اے شاہزادہ کوہستان خود جانتے ہو کہ یہاں سے لشکر بھیجنا بعد مسافت اور صعوبت راہ کے سبب بہت مشکل ہے اگر مالی امداد سے مطلب حاصل کرنا ممکن ہو مضائقہ نہ ہو گا سنگین علی نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ بادشاہ کے حکم سے سونے اور چاندی کے کئی بار قاطران کی تحویل میں دیئے گئے۔ اور وہاں سے انصراف رخصت پا کر روانہ ہوئے۔ شاہزادہ جب سوات میں پہنچا تو یہ تدبیر کی چنانچہ دولت کے زور سے ایک طاقتور لشکر ترتیب دیا اور ان کو ساتھ لیکر روانہ ہوا اور درہ کل کچی کھنی کے راستہ سے لاسپور میں داخل ہوا اور افغان لشکر کے بعض حصہ کو محمد صفا کے ساتھ عذر اور درشکوم کے شونجی گول کے راستہ سے بھیجا کہ اگر اس طرف دشمن مزاحمت کرے صفایا کرے۔ اہل سوات نے سوگند کیا تھا کہ جب تک ملک و وطن مالوف تک نہ پہنچائیں گے۔ واپس نہ جائیں گے۔ مگر قدرت الٰہی کا فیصلہ کچھ اور تھا۔ جب وہ لاسپور میں داخل ہوئے درہ کچی کھنی میں اتنی شدید برفباری ہوئی کہ سارا درہ برف سے مالا مال ہوا اور واپس جانے کا راستہ مسدود ہو گیا تو لاچار جنگ و پیکار سے دوچار ہونا پڑا۔

شاہ سنگین علی کا چترال پر قبضہ۔ سنہ ۱۶۶۰ء

لاسپور سے روانہ ہو کر قلعہ مستوج پر حملہ آور ہوئے اور بڑی خونریز جنگ کے بعد قلعہ فتح کر لیا۔ اور اس علاقہ کے لوگوں نے اطاعت قبول کی۔ جنگ مستوج کا نقشہ مولانا سیر نے اپنے اشعار میں یوں کھینچا ہے

بہ بانگ جنگی دران جائے گاہ   کہ شد تیرہ رخسار خورشید و ماہ

یلان سواتی بجوشش آمدند
بہ غیمہ دو دے پر خروش آمدند
بہ قلعہ نشینان نمودند زور
کہ گردید قلعہ بر ایشاں چہ گور
بناچار باہم در آمیختند
نشان قیامت بر انگیختند
شہ شیر پیکر جوان دلیر
فتادے بہر صف بمانند شیر
چو ہر سو کشادی فرس را عنان
شدے پارہ ہر جا صف دشمناں
بگردید پر خون چو دشت نبرد
دل دشمنانش در آمد بدرد
بر آخر بہ بدخواہ شد چیرہ دست
بہ فوج مخالف در آمد شکست
در فتح بروے بگردید باز
در آمد بمستوج گردن فراز
حسودان خود را بکشت و بہ بست
ہمہ مال و دولت در آمد بدست

جب مستوج فتح ہونے کے بعد وہاں سے چترال کی طرف روانہ ہوئے تو درمیان کے علاقوں میں بھی رئیسہ لشکر نے بڑا شدید مقابلہ کیا مگر سنگین علی کامیابی کے ساتھ پانچ ماہ متواتر محاربوں سے دوچار رہ کر چترال پہنچے اور یہاں بھی گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر شاہ نادر شکست کھائی اور راہ فرار اختیار کرکے بدخشاں و کاشغر کی طرف چلا گیا۔ سواتی لشکر کو انعام و اکرام سے خوشنود کرکے وطن کی طرف روانہ کردیا گیا۔ اور شاہ سنگین علی تخت چترال پر متمکن ہوگیا شاہ خوش وقت کے لڑکے دارئل سے چترال واپس آئے جسطرح شاہ کٹور اپنے بھائی خوشوقت پر مہربان تھا اسی طرح شاہ سنگین علی اپنے چچیرے بھائیوں شاہ عالم و شاہ فرامرد و عصمتہ اللہ پر مہربان ہوئے اور ورشگوم کی حکومت بدستور انکی تحویل میں دیدیئے۔ خوش احمد کا لڑکا شاہجہان جو اسوقت تک یارکند میں مقیم رہا تھا۔ واپس آیا انکو مستوج کی حکومت تفویض کی جب وہ فوت ہوا مستوج پر فرامرد نے قبضہ کیا۔ وہاں کے نوعمر لڑکوں کو چون ورشین میں زمین دے کر ان کی پرورش کا سامان کیا اور پھر کبھی حکومت کے دعویدار نہیں ہوئے علاقہ مستوج میں بھی خوشوقت کے لڑکے بحیثیت نیابت حکومت کرنے لگے۔ اسیطرح شاہ افضل و شاہ فاضل کو باشگل سے واپس بلالائے۔ اور تمام ملک میں قبضہ کرکے حکومت شاہ سنگین علی کو مسلم ہوا۔ شاعر نے کہا ہے

مرداں باشد کہ شخصش ہمچو خورشید فلک
فیض ہا ریزد بفرق بس گروہ خاص و عام
ہر کہ از وے بہرہ حاصل نباشد ہر کس
حیف باشد گر بخوانی غیر دود خشک نام

قتل عام اہالی کلکٹک

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مہتر سنگین علی ثانی بارادت معہود شکار کے لئے دروش گئے وہاں سے جب کلکٹک گاؤں میں پہنچے تو وہاں اپنے والد شاہ محترم شاہ کٹور کے قتل کا واقعہ ان کو یاد آگیا جو رئیس حکام کی فریب دہی پر وہاں کے لوگوں نے ان کو قتل کردیا تھا۔ تمام گاؤں کے قتل عام کا حکم دیدیا ایک

حکم سے سارے اہل قریہ قتل کر دیئے گئے۔ وہاں کے لوگ عہد کفار سے تھے۔ اور یہ گاؤں بڑا گنجان آبادی تھا۔

شاہ سنگین علی کا قتل

چھتیس سال حکمرانی کرنے کے بعد مہتر سنگین علی ثانیہ حکمرانوں کے غریب خدمتگاروں کے ہاتھ ارکاری میں قتل ہوا کہتے ہیں کہ وہ بعادت معہود شکار کے لئے ارکاری گیا ہوا تھا۔ اور مڈیرہ خیل کے لوگ جو چترال سے شاہ محمود رئیس کے ساتھ جلاوطن ہو کر علاقہ بدخشاں میں سکونت رکھتے تھے ان کے آنے کی اطلاع پا کر بدخشاں سے یہاں آکر خفیہ طور پر موقع کے منتظر تھے۔ جب اس کے تمام ہمراہی شکار کے کام میں ادھر ادھر منتشر ہوگئے اور بادشاہ تنہا رہ گیا۔ تو انھوں نے اس پر حملہ کر کے اسے شہید کر دیا اور خود بھاگ گئے۔ بادشاہ کی نعش کو وہاں سے اندہرتی کے مقام میں لاکر دفن کیا گیا

شاہ سنگین علی کے اوصاف

یہ بادشاہ صاحب علم و شجاعت و فراست تھا۔ نیک سیرت تھا۔ اور اپنے خاندان میں وہ پہلا حکمران تھا جو ہندوستان گیا۔ اور آخرکار کامیابی حاصل کی اور چترال کر کے اپنی لاج قائم کی اسکی والدہ مخدوم منونزا لاچین بن خوشش کی صاحبزادی تھی۔ لاچین کا خاندان عہد رئیسہ سے تورکھو میں معزز چلا آتا ہے اس نامور خاتون کی ایک یادگار مقام مخدوم آباد کے نام سے یہاں آباد ہے جو شاہی افراد کے قبضہ میں ہے۔

شاہ سنگین علی کی اولاد

شاہ مردان قلی بیگ، شاہ محمد شفیع۔ ناصر علی، جہانگیر۔ غنیمت۔ خدر بیگ۔ شال جوان۔ سلطان ہیبت۔

محمد غلام بن محترم شاہ اول

سنگین علی کی کے انتقال کے بعد اس کا بڑا بھائی محمد غلام تخت پر بیٹھا۔ مگر اس نے شاہ خوشوقت کی بیوہ سے شادی کی تھی اور خوشوقت کا لڑکا اس سبب سے اس سے کینہ رکھتا تھا۔ برداشت نہ کر سکا۔ تین سال بعد اسے قتل کرا دیا اور اس کے بھائیوں کا اندیشہ نہ کرتے ہوئے خود تخت پر بیٹھ گیا

شاہ عالم بن خوشوقت

محمد غلام کو قتل کرنے کے بعد تخت پر متصرف ہو کر اپنی طاقت کو منظم نہ کرنے پایا تھا کہ شاہ افضل و شاہ فاضل کے اشارے پر ڈوگری و شٹروک باشندگان ارغوچ کے ہاتھ دو سال کے بعد قتل ہوا۔

شاہ محمد شفیع ابن سنگین علی ثانی

شاہ عالم کے قتل کے بعد اتفاق رائے سے محمد شفیع کو تخت پر بٹھایا گیا۔ اس نے اپنے بڑے بھائی مردان قلی بیگ کو بالائی علاقوں کی حکومت تفویض کی اور خود چترال میں حکومت کرنے لگا۔ چونکہ وہ خوشوقت کی اولاد سے محمد غلام کو قتل کرانے کی وجہ سے خفا تھا ان کو مستوج کی حکومت سے دور کر کے شندور سے پار علاقوں کا ذمہ دار کیا کہ ادھر قانع رہیں۔

چند سال کے بعد میر سلطان شاہ والئے بدخشاں شاہ عبدالقادر بن شاہ محمود رئیس کی مدد پر ایک عظیم لشکر کے ساتھ چترال پر حملہ آور ہوا۔ شاہ مردان قلی بیگ قلعہ مستوج میں محصور ہو گیا۔ حملہ آور لشکر چترال پہنچا۔ شاہ محمد شفیع نے ان کا مقابلہ کیا اور بڑی جنگ واقع ہوئی۔ مگر اہل بدخشاں کی کثرت تھی محمد شفیع کو شکست دی۔ وہ بھاگ کر یرسن چلا گیا اور چترال پر میر سلطان شاہ کا قبضہ ہوا۔ اس نے شاہ عبدالقادر کو تخت پر بٹھا کر خود واپس بدخشاں چلا گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ واپس جاتے کے وقت اس ملک سے لاتعداد قیدی اپنے ساتھ لے گیا۔ اور سارے ملک کو لوٹ مار سے تباہ کر دیا۔

شاہ عبدالقادر رئیس نے ایک سال تک چترال پر حکومت کی مگر وہ اپنی حکومت کو مستحکم نہ کر سکا مستوج اور دیگر بالائی علاقوں میں شاہ مردان قلی بیگ بدستور حکومت کرتا رہا۔ ایک سال کے بعد شاہ محمد شفیع نے افغان قبائل سے کمک حاصل کر کے چترال پر حملہ کیا۔ اگرچہ رئیسہ لشکر چترال سے دراس کی جنگ میں ایک بڑا معتبر سردار بدخشانیوں کا مارا گیا۔ اور پہلے ہی حملہ میں رئیسہ لشکر نے شکست کھائی اور تتر بتر ہو گئے۔ اور شاہ عبدالقادر بمشکل تمام جان بچا کر بدخشی سرداروں کے ساتھ بدخشاں کی طرف فرار ہو گیا۔ اور ملک پر پھر بدستور شاہ محمد شفیع کا قبضہ ہو گیا۔

وفات محمد شفیع اور اس کی اولاد اکیس سال حکمرانی کے بعد انکا انتقال ہوا۔ وہ اپنے والد کی طرح ایک غیور و بہادر حکمران تھا اور ان کی نیک عملی اور شرافت بھی ملک میں مشہور تھی۔ اس کے بیٹے خان بہادر۔ خان دوران۔ دندیا خان۔ سنگین علی ثالث تھے۔

شاہ محمد شفیع و شاہ مردان قلی بیگ نے جب یہاں حکومت قائم کی۔ ان کے عہد میں ایک بڑا کارنامہ یہ ہوا کہ انھوں نے حکومت سنبھالتے ہی اپنے علاقوں میں ترویج دین اسلام کے لئے قاضی مقرر کیا اور نزست کی زکوٰۃ بھی قاضی کو دی۔ اور اوامر و نواہی کی تبلیغ پر احکام جاری فرمائے۔ ان کی اسناد اب تک قاضی ملا بابا آدم کی اولاد کے پاس موجود ہیں جو کہ لدور واقع خاص چترال کے امام ہیں اور یہ سندات انگریزی حکام نے پشاور میں منگا کر ملاحظہ کی تھیں۔ پھر ۱۹۵۰ء میں سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور نے افسران چترال آ کر یہ دستاویزات اپنے ساتھ پشاور لے گئے۔ اور وہاں ملاحظہ کرنے کے بعد ہر ایک دستاویز کی تصویری نقل شامل کر کے پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ کی معرفت ۱۹۵۴ء میں واپس بھیجدیں۔ اور خواہش ظاہر کی کہ اگر مالک سندات انہیں فروخت کرنا چاہیں تو قیمت سے مطلع کریں۔ مگر مالک دستاویزات فروخت کے لئے تیار نہ ہوئے ان دستاویزات کی نقول تاریخ میں بغرض یادگار درج کی جاتی ہیں۔

پہلی سند خاص منصب قضائے چترار کے لئے ملا بابا آدم کو

۱۔ حکم والی عالی در نیولا صادر شد فرزندان و برادران امیران و وزیران اکابر و اصاغر جمیع ممالک دار السلطنت چترار ہمگی و جملگی واقف گردیدہ بدانند کہ شریعت شعاری گرامی قدری نمدہ خدام الکرام بابا آدم کہ از وقت کلانان ما تقدم تا بہ ایندم خواجہ رئیس بودند۔ ہام موافق شاہان مرحوم۔ مشار الیہ را حکم کردیم کہ بعد الیوم نیز بموافق اوامر و نواہی شریعت غرا بجہت تقویت اسلام تنبیہ بے نمازان را بکنند کہ فائدہ و نیکنامی دنیا و آخرت است۔ ہر کہ ما بین رئیس مذکور از راہ گمراہی گردن کشی و مزاحمت نماید بہ تعصبت پادشاہی کہ موجب غضب الٰہی است گرفتار خواہد گردید۔ باید کہ ہیچ احدی بریں حکم خلاف و انحراف نورزند فقط سنہ ۱۱۴۲ھ

مہر شاہ محمد شفیع

سند دوئم برائے قضائے نزست و عطائے زکوٰۃ ملا بابا آدم کو

۲۔ در نیولا حکم عالی صادر شد فرزندان کامگار و برادران نامدار حکومت مدار و کیلان و وزیران پایہ سریر خلافت و حکام و عمال و جمیع خصار دربار فیض آثار منفعت مدار و اشقلان و اکابران و تمام

متوطنان تکابہ نرساط از صغیر و تا کبیر جملگی واقف گردیدہ بدانند کہ مراحم خسروانہ و مکارم پادشاہانہ شامل حال و قرین احوال منشی حضورم و کاتب منظورم داعی دعا دوم ملا بابا آدم گردانیدہ زکوٰۃ جمیع قرابائی تکابہ نرساط را بشان الیہ دادم باید کہ مومی الیہ جمیع زکوٰۃ خود ہا دانستہ ساکنان آں زمین و کارندگان و دہاقین آں ممالک زکوٰۃ خود ہا را بہ دیوان مذکور بدہند و از فرمودہ درنگذرند۔

فقط سنہ ۱۱۴۹ھ مہر محمد شفیع ابن سنگ علی

تیسرا سند قضا آدیر کے لئے ملا بابا آدم کو

۳۔ حکم عالی صادر شد کہ در ینولا برادران صاحب نگیں عدالت آئین فرزندان و حاکمان بادین شریعت تمکین اکابر و اصاغر امین و حضار دربار شاہ نشین خصوصاً ساکنان و متوطنان تکابہ آبرو (حال آدیر) ہمگی واقف گردیدہ بدانند کہ مراحم خسروانہ و مکارم پادشاہانہ شامل احوال ملا بابا آدم گردانیدہ قاضی گری جمیع ممالک آبرو را عطا نمودیم باید کہ تمام مردم آبرو بموجب حکم ما ملا بابا آدم را قاضی بالاستقلال خود ہا دانستہ از اوامر و نواہی کہ موافق شریعت باشد تجاوز ننمایند و در امور شرعیہ باید کہ رجوع بہ قاضی مذکور نمایند و ہر کہ نائب و گماشتہ او کہ از جانب خود نماید نیز فرمان برداری بہ نائب لیبانہ زند از فرمودۂ او نگذرند خلاف و انحراف نورزند۔

گواہ شد۔ اتالیق ابراہیم و یعقوب خان۔ و قاضی خان۔ و میر عبدالرحیم۔ دالمان۔ و ملا توکل۔ و ملا میر علی۔ و میر محمد غفار۔ و میر محمد شکور۔ و میر عبدالغنی۔ و جمیع حضار دربار لعید الیوم بیوم حاجت حجت باشد۔ فقط سنہ ۱۱۷۱ھ مہر شاہ محمد شفیع ابن سنگ علی۔

چوتھا سند شاہ مردان قلی بیگ کے متعلق قضائے ادیر ملا بابا آدم کو

(۴) در ینولا حکم عالی صادر شد کہ تخت نشین عدالت آئین و فرزندان کامگاران صاحب نام و نگین حکام و اعمال ارباباں و اصحاب احتساب و حضار دربار دار السلطنت چترال اتالیق میر محمد شکور و میر حنیفہ و نظام سرکار خصوصاً ساکنان و متوطنان ولایت آبرو (حال آدیر) ہمگی و جملگی واقف گردیدہ بدانند و آگاہ باشند کہ عنایت پادشاہی را شامل حال و قرین آمال ملا بابا آدم گردانیدہ ملائے مذکور را بہمہ مردمان ساکنان ولایت آبرو قاضی بالاستقلال گردانیدیم باید کہ مردم آبرو شان الیہ را قاضی خود ہا دانستہ باحکام شریعت بنزد قاضی دیگر نروند کہ تنبیہ و تعذیر سیاست پادشاہی گرفتار و سزاوار خواہند شد

فقط سنہ ۱۱۲۸ھ مہر شاہ مردان قلی بیگ ابن شاہ سنگ علی

۵۔ پانچواں سند شاہ عبدالقادر رئیس کا جنے ایک سال چترال میں حکومت کی تھی اس نے اپنے عہد میں پھر ملا بابا آدم کو قضائے آدیر و لونکہیر و کوشٹ و موردیر و موڑ کہول تک مامور کیا

در ینولا حکم عالی صادر شد کہ فرزندان کامگار فرحت مدار امراء و وزرائی ملک آرائی اکابر و اصاغر

دربار حکام و عمال دار السلطنت چترار ساکنان و متوطنان تکابہ ابرو۔ ولان کا رکیر۔ و کاشت و مردرو مژگل (یعنی حالیہ آویر و آبرو لونگہکیر و کوشٹ و موردیر و موژگول) ہگی وجملگی واقف گردیدہ بدانند کہ برائے ترویج و احکام شریعت احمدی و طریق سنت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغرایائے مذکور ملا بابا آدم را قاضی بالاستقلال والاجلال کردیم باید کہ مردم ساکنان ایں جملہ دیار مشار الیہ را قاضی خودہ انستہ از او امر و نواہی او کہ موافق شریعت باشد تجاوز نکنند و ہر حکم کہ از احکام شرع فرماید اطاعت کنند و انقیاد نمایند از فرمودہ نگذرند خلاف و انحراف نورزند گواہ ایں حکم محمد اشرف و ناصر علی و امان بیگ و جعفر علی و عبد الرحیم و عبد الحسن۔ و آخوند ملا عبد الرحمٰن و قاضی وخان و یوسف بیگ را گردانیدہ شد۔ ۱۱۲۹ھ

مہر عبد القادر ابن شاہ محمود

ڈھائی سو سال پہلے یہاں گاؤں کے ناموں میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے حالانکہ سند لکھنے والا شخص یہاں کا مقامی باشندہ تھا۔ اس نے حالیہ مروجہ ناموں کے بجائے آویر کو آبرو، لونگہکیر کو لان کا رکیر، کوشٹ کو کاشت، موردیر کو مُردرو، موژگول کو مژگل لکھا ہے۔

نیز ان اسناد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں اور قاضی بھی تھے جس کے لئے تاکید کرتا ہے کہ دوسرے قاضیوں کے پاس لوگ نہ جایا کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملا بابا آدم تریست سے موژگول تک قاضی القضاۃ تھا (مؤلف)

تسلط شاہ فرامرد ابن شاہ خوشوقت ۱۷۱۷ء

شاہ محمد شفیع کے انتقال کے بعد شاہ فرامرد تعزیت پرسی کے بہانے چترال آیا شاہ افضل و شاہ فاضل اپنے والد شاہ محترم شاہ کے قتل کے بعد حکومت سے کنارہ کش تھے اور خاندان میں بے انتظامی بھی تھی۔ اور ان کی حقیقی ہمشیرہ شاہ فرامرد کے عقد میں تھی۔ جب دیکھا کہ چترال میں میدان خالی ہے شاہ فرامرد نے تخت پر قبضہ کر لیا۔

فرامرد شندور کے پاس گلگت کے علاقوں میں لونجی تک حکمران تھا تخت چترال پر قبضہ جمانے کے بعد ملک گیری اور وسعت سلطنت پر توجہ دے کر بڑا اقتدار حاصل کیا چنانچہ گلگت کے علاقہ میں دریائے بلونز کے کنارے بونجی تک قبضہ کر لیا۔ دوسرے سال بدخشان پر حملہ کر کے جرم تک سلطنت کو وسعت دی۔ جب کفار بانشگل کی سرکشی دیکھی کہ ان کے تابع فرمان نہیں ہیں چترال کے درہ بگوشٹ کی راہ سے کافرستان پر یلغار کی۔ شمالی علاقوں کے اضلاع جیمیں لوٹ دہ۔ کام۔ ویرن۔ وائی واقع ہیں پامال اور مسخر کر کے آگے بڑھتا ہوا درہ بیج کی راہ کنڑ کی سرحد چغا نسرائے پہنچا اور وہاں حد بندی کا پتھر نصب کر کے اسمار و تریست کی راہ سے چترال واپس آگیا۔ اس مہم میں اس نے ایک سال تک سفر کیا کہتے ہیں کہ جب شغور میں نو دالو پکا تھا اس نے سفر شروع کیا۔ جب دوسرے سال واپس آیا پھر وہی موسم تھا۔ اکثر اوقات شاہ فرامرد شغور میں رہا کرتا تھا وہاں کا قیام اس کو بہت پسند تھا۔

اس کی فتوحات میں اہالی کوہستانات دایل و تانگیر کا بڑا لشکر شامل تھا۔ اور حدود سلطنت بونجی علاقہ بلتستان

اور جرم علاقہ بدخشان تک پھیلے ہوئے تھے۔ اور جنوب میں چغانسرائے تک شامل کافرستان قبضہ میں لایا تھا۔

شاہ فرامرد نے محترم شاہ کٹور کے اولاد و احفاد کے ساتھ انتہائی احترام و تواضع برادرانہ کا سلوک روا رکھا اور ان کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ مگر پھر بھی ان کے دلی جذبات کا اظہار وقت پر موقوف تھا۔

قتل شاہ فرامرد اور انکی اولاد محترم شاہ کے لڑکے شاہ افضل و شاہ فاضل جو اب تک خاموش تھے اور فرامرد خود اپنے بخت پر خوشنود تھا۔ مگر ان کی کامیابیوں سے یہ لوگ آزردہ دل تھے پھر ملک کے لوگ جو فرامرد کی متواتر جنگوں سے تنگ آ گئے تھے۔ ان کے خلاف سازش کرنے لگے شاہ افضل و شاہ فاضل اگرچہ شاہ محمد شفیع کے عہد میں اپنے بھائی شاہ سنگین علی کی خاطر ان کے خاندان میں خلل اندازی ڈالنا جائز نہیں جانتے تھے مگر اس وقت تحمل دشوار تھا۔ اس لئے فرامرد کے قتل کی تجویز کی۔ شاہ فاضل معیت محمد یونس خان بن محمد نور رضا خیل اور غلام خسرو قوم کا معتبر اس سازش کو سرانجام دینے کیلئے شغور گئے۔ جہاں مہتر فرامرد بے خبر رہتا تھا۔ رات کو سوتے میں اسے قتل کر دیا مہتر فرامرد کی بیوی جو شاہ فاضل کی بہن تھیں نے اس موقع پر بھائی کو گالیاں دیں۔ جس پر قہرناک ہو کر اسے بھی تلوار سے مجروح کیا گیا اور اپنا کام ختم کر کے قاتل چترال واپس آئے۔ شاہ فرامرد نے سات سال حکومت کی۔ اس کا ایک ہی لڑکا عالمگیر تھا۔ جو اس وقت خورد سال تھا۔ والدہ کے ساتھ شاہ افضل کے خاندان میں رہا۔

شاہ فرامرد کے اوصاف:۔ شاہ فرامرد تاریخ چترال میں ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے بیرونی فتوحات اور وسعت سلطنت میں جو مثال قائم کی ہے اور شہرت پائی ہے تاریخ چترال میں اور کسی حکمران کے زمانہ میں نہیں ملتی ہے بلتستان میں پونجی سے لیکر بدخشاں کے جرم تک اور افغانستان میں چغانسرائے اور کافرستان حال نورستان تک کے علاقے اس کے زیر نگیں تھے۔ نگیر کے قلعہ پر کچھ مدت تک قبضہ پایا تھا۔ کوہستان باشقار سے تانگیر۔ وایل تک اس کی حکومت میں شامل تھے اپنے قلیل دور حکومت میں جو عروج اس نے پایا تھا اس کی نظیر اس خاندان کے اور حکمرانوں کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اندرونی معاملات میں وہ نرم دل اور انصاف پسند حکمران تھا۔ مگر محاربات کے پے درپے سلاسل کی افزونی نے رعایا کے لئے مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ اور ساتھ ہی اپنے خاندان میں اسکی فتوحات اس لئے پسند نہیں ہوئیں کہ اپنے اقتدار کے غرور میں اس نے دخل اندازی کی اور ملک پر تسلط پایا۔

قزل بیگ بن محمد رضا اس کے عہد حکومت میں کوغزی مقام میں کلابہ شغنیہ قوم کے معتبر شخص کے ہاتھ قتل ہوا کہتے ہیں کہ اس کا قتل فرامرد کے اشارے پر ہوا تھا۔ جب یہ راز نشر ہو گیا تو فرامرد نے نافی الضمیر سے عاجز ہو کر اور سیاستاً کلابہ کو شغور میں طلب کیا اور قصاص لیا۔ کلابہ کی بہن قزل بیگ کی منکوحہ تھی۔ فقط

پانچواں باب

خاندان کٹوریہ خوشوقتیہ کی باہمی خانہ جنگی اور اولاد محترم شاہ کٹور اوّل کا اقتدار اعلیٰ

شاہ افضل اوّل ۱۷۲۴ء (۱۱۳۷ھ) سے تا ۱۷۵۴ء (۱۱۶۸ھ) تک

۱۷۲۴ء میں شاہ فرامرد ابن شاہ خوشوقت کے قتل کے بعد افضل ابن محترم شاہ اول کو تخت حکومت پر بٹھایا گیا۔ یہ ایک مضبوط حکمران تھا شاہ فرامرد کی فتوحات کے نتیجہ کے طور پر جو مملکت اسے ورثہ میں ملی۔ اسے اس نے مضبوطی اور حکمت عملی سے محفوظ رکھا اور رعایا پر شفقت اور نیک سیرتی سے قابو کر لیا۔ مرزا محمد غفران کے تین اشعار اس کے ہمہ گیر اوصاف کے شاہد ہیں۔

زمیں را بداد و رونق آمد پدید	در خرمی را عیاں شد کلید
ز دادش بخفتند مردم بناز	در راحت و امن گردید باز
ہمہ خلق از و شاد خاطر مدام	چو جور و جفا را بفیشرد کام

بغاوت باشگل اور اس کا تدارک شاہ افضل کی تخت نشینی کے کچھ عرصہ بعد درہ بیچ کے کفار نے ادائیگی مالیہ سے انکار کر دیا تو شاہ افضل نے حکیم بیگ بن سیاہ گوش کو دو سو سپاہ کے ساتھ وہاں بھیجدیا۔ حکیم بیگ خود چغانسرائے میں رہا اور اپنے ایک سردار محب بیگ کو درہ بیچ کی طرف روانہ کیا۔ مگر کفار باشگل نے اسے محاصرہ میں لیکر ہلاک کر دیا۔ پھر حکیم بیگ خود باقی فوج لیکر گیا۔ مگر وہ بھی ان کے ہاتھوں شہید ہوا اس کی قبر بھی وہیں درہ بیچ میں موجود ہے۔ یہ حالات سنکر شاہ افضل خود ایک لشکر لیکر کفار پر حملہ آور ہوا اور اُن کی خاطر خواہ گوشمالی کی۔

اولاد شاہ خوشوقت اور شاہ محمد شفیع کے ساتھ فیاضی شاہ افضل اپنے بھائی سنگین علی کی اولاد کے ساتھ بہت محبت اور اخلاق کریمانہ رکھتا تھا اسی بنا پر اس نے ان کے پوتوں خان بہادر اور خان دوران کو جو شاہ محمد شفیع مہتر کے بیٹے تھے۔ "درہ خذر" "آویر" اور "دراسن" کی حکومت

دیدی۔ اسی طرح شاہ خوشوقت کی اولاد کے ساتھ بھی نیکی و ہمدردی کا سلوک روا رکھا اور سندور کے پار علاقوں ورشگوم پونیال، شاہ عالم بن خوشوقت کے لڑکوں یعنی بادشاہ و شاہ برش کے قبضے میں رہنے دیا۔ اور شاہ فرامرد کے خورد سال عالمگیر کو جو اس کا خواہرزادہ تھا اپنے پاس ہی رکھ کر اس کی پرورش کرنے لگا۔ علاقہ مستوج میں ان دنوں محمد صفا بن قزل بیگ حکمران تھا مگر اس نے جلد ہی استعفیٰ دیدیا۔ اور یہاں کی حکومت شاہ افضل نے خوش احمد ثانی بن عصمۃ اللہ بن خوشوقت کے حوالے کردی۔

والئ بدخشاں کا حملہ مستوج پر اس کے کچھ دن بعد میر سلطان شاہ اژدہا والئ بدخشاں نے علاقہ چترال پر حملہ کیا اور مستوج تک پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ مگر خوش احمد ثانی نے کافی عرصہ تک محصور رہ کر قلعہ دشمن کے ہاتھ میں نہ جانے دیا۔ اندریں اثنا جب محاصرہ نے طول پکڑا۔ اپنا ایک ایلچی یارکند کے نائب الحکومت چین کے پاس روانہ کیا۔ اور نائب الحکومت یارکند نے میر سلطان شاہ والئ بدخشان کو مجبور کرکے اس سے محاصرہ اٹھوا کر واپس بلایا۔ تین سال کے بعد جب خوش احمد ثانی بن عصمۃ اللہ فوت ہوا تو یہ علاقہ اس کے بھائی خیر اللہ کے ہاتھ رہ گیا۔

شاہ افضل کی وفات اور انکی اولاد تیس سال حکومت کرنے کے بعد آخر کار مہتر شاہ افضل نے اس جہان فانی سے کوچ کیا۔ اور بروز مقام کے شاہی قبرستان میں مدفون ہوا۔ ان کی والدہ کفر در۔ اخونزا بائیکہ قوم کے شاہ افضل کے تین بیٹے تھے جو ایک ماں کے بطن سے تھے۔ ۱۔ شاہ نواز خاں ۲۔ محترم شاہ ثانی ملقب بہ شاہ کٹور ثانی ۳۔ سربلند خان۔

شاہ فاضل ابن محترم شاہ اوّل ۱۱۶۸ھ ۱۷۵۴ء سے ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۰ء

بھائی کی وفات کے بعد شاہ فاضل تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس نے شاہ افضل کے بیٹوں یعنی شاہ نواز خان و محترم شاہ اور سربلند کو علاقہ دروش و گبر ونگ اور ایون کے علاقے دیئے شاہ محمد شفیع کے لڑکوں کے پاس علاقہ خذرہ۔ دراسن اور کوشٹ حسب سابق رہنے دیئے ادھر علاقہ خوشوقتیہ کے سارے حصے پر شاہ خیر اللہ بن عصمت اللہ بن شاہ خوشوقت کا اقتدار ہو چکا تھا۔ کچھ عرصہ تک اسی طرح امن و امان سے وقت گذر رہا۔

شاہ خوشوقت کی اولاد یہاں بہ تسہیل تذکرہ یاد کیا جاتا ہے جو اگلے صفحوں میں تاریخ کے اکثر واقعات ان کے حالات سے پڑھا ہیں۔

شاہ خوشوقت کے تین لڑکے تھے۔ ۱۔ شاہ عالم ۲۔ شاہ فرامرد۔ ۳۔ عصمت اللہ

شاہ عالم کے لڑکے۔ ۱۔ بادشاہ ۲۔ امیر الملک شاہ برش

عصمت اللہ کے لڑکے۔ ۱۔ خوش احمد ثانی ۲۔ خیر اللہ۔

بادشاہ اور امیر الملک شاہ برش کی اولاد دو شاخوں میں تقسیم ہوئی یعنی خوشوقتیہ[1] اور برورشہ[2]۔ تاریخ میں دونوں

خاندانوں کی اولاد کا علیحدہ ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔

شہزادگان شاہ افضل کی مخالفت جب شاہ افضل مرحوم کے بیٹے یعنی شاہ نواز خان و محترم شاہ و سربلند خان جوان ہو گئے تو انھوں نے اپنے تخت کا مطالبہ کیا خصوصاً محترم شاہ جو زیادہ تیز مزاج تھا ان خیالات میں پیش پیش ہوا۔ شاہ فاضل جب ان حالات سے آگاہ ہوا تو اس نے ان کو علاقہ دروش سے بدر کرنے کی ٹھانی۔ اور اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر شاہ فاضل نے شاہ خیر اللہ خوسوقتیہ سے سلسلہ جنبانی کی بات شروع کی۔ اور اپنی لڑکی کو خیر اللہ کے لڑکے قرۃ کے نکاح میں دیکر اس کے ساتھ رابطہ و اتحاد مستحکم کر لیا۔ اور دراسن قلعہ میں دونوں نے ملاقات کر کے شہزادگان شاہ افضل کو دروش سے نکالنے کیلئے یہ تجویز کی کہ اب داراب شاہ بن خیر اللہ فوج لیکر شاہ فاضل کی امداد کو چترال آئے۔

شاہ خیر اللہ و شاہ فاضل کا دروش پر حملہ اور شکست اس باہمی تجویز کے مطابق داراب شاہ بن خیر اللہ فوج لیکر چترال پہنچا۔ شاہ محمد شفیع کے لڑکے خان بہادر و خان دوران بھی علاقہ غذر سے فوج لیکر ان کے ساتھ ملے اور یہ متحدہ لشکر دروش پر حملہ آور ہوا۔ اُدھر شہزادگان شاہ افضل نے بھی اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ اور شاہ نواز خان کو قلعہ دروش کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر محترم شاہ و سربلند خان دشمنوں کا مقابلہ کرنے کیلئے کیسو پہنچے۔ وہاں دشوارگذار پہاڑی رستوں پر برج بنایا۔ اور فوج سمیت وہاں ڈٹ گئے۔ شاہ فاضل کے لشکر نے اس برج پر حملہ کیا مگر بہت کوشش کے باوجود اسے سر نہ کر سکے۔ یہاں سے مطمئن ہو کر محترم شاہ و سربلند خان نے لشکر لیکر کیسو کے اُوپر پہاڑیوں پر حملہ کر دیا۔ جہاں خان دوران غذر کے لشکر کے ساتھ مورچے سنبھالے ہوئے تھا اور خان دوران کے آدمی جو اس ناگہانی حملہ کے لئے تیار نہ تھے ہراساں و پریشان ہو گئے اور بہت سے ہلاک ہو گئے محترم شاہ نے خود اپنے ہاتھوں سے کئی لشکریوں کو تہ تیغ کیا اور خان دوران کے سر پر جا پہنچا۔ مگر قرابت مادری کی وجہ سے اس پر رحم کھا کر اسے نہ صرف قتل کرنے سے باز رہا بلکہ آزاد بھی کر دیا۔ شاہ فاضل اور داراب شاہ نہایت بری طرح شکست کھا کر وہاں سے پسپا ہو گئے۔ مولانا تیر نے اس جنگ کے متعلق بہت سے اشعار لکھے تھے جنمیں سے چند اشعار بطور یادگار یہاں درج کرتا ہوں۔

شہ محترم رستم روز جنگ	کشید از میان تیغ الماس رنگ
شہ سربلند خان عالی نژاد	دران رزمگہ داد مردی بداد
کہ آخر شہ محترم شیر نر	بگردید و مسانہ فتح و ظفر
بدست آمدش خان دوران اسیر	چو روباہ کاید بچنگال شیر
چو داراب شاہ دید آں دار و گیر	گرفتش رہ خویش مانند تیر
شہ فاضل و لشکرش بید رنگ	رسیدند افتان و خیزان بہ گنگ[1]

[1] یہ مقام گہیرت اور کیسو کے درمیان واقع ہے۔

عالمگیر کا قتل

عالمگیر بن شاہ فرامرد کی والدہ شاہ فاضل و شاہ افضل کی حقیقی ہمشیرہ تھی۔ شاہ فرامرد کے قتل کے بعد وہ اپنی والدہ کے ساتھ چترال میں شاہ افضل مابعد شاہ فاضل کے زیر پرورش رہا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جبکہ شاہ خیر اللہ بن عصمت اللہ نے اپنے چچا شاہ عالم کی اولاد کو ملک بدر کر کے بدخشاں کی جانب بھگا دیا۔ اور خود سارے علاقہ خوشوقتیہ پر حکمران ہو گیا تھا۔ جب عالمگیر جوان ہوا تو خیر اللہ کے دل میں یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں یہ کٹورہ حکمرانوں کی مدد سے میری حکومت پر دعویٰ کر کے خطرہ نہ بن جائے۔ ادھر شاہ فاضل اپنے بھتیجوں محترم شاہ و شاہ نواز خان اور سربلند خان کے تدارک کیلئے خیر اللہ کا محتاج تھا۔ اور اس کو خوش کرنے کی فکر میں تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر خیر اللہ نے شاہ فاضل کو کہلا بھیجا کہ جب تک عالمگیر زندہ آپ کے پاس موجود ہے وہ کبھی بھی مکمل اعتماد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ میرا سخت دشمن ہے اگر شہزادگان شاہ افضل کے خلاف میری امداد چاہتے ہو تو اسے راستہ سے ہٹا دیا جائے۔ شاہ فاضل اس کی دھمکی میں آ گیا اور اس بہانے سے کہ عالمگیر اپنے باپ کے قتل کے بدلہ میں میری جان کے درپے تھا اس مظلوم کو بیدردی سے ہلاک کرا دیا اور اپنی بے چاری بہن کو بیٹے کے غم کا داغ دے دیا۔

خیر اللہ اور شاہ فاضل کی مخالفت

خیر اللہ علاقہ خوشوقتیہ پر اپنا تسلط پوری مستحکم کر چکا تھا اور حکومت کے دوسرے دعویداروں یعنی شاہ عالم کی اولاد کو بدخشان اور کوہستان ڈارل وغیرہ کی جانب بھگا چکا تھا۔ عالمگیر کے قتل کے بعد اس کے سامنے سے یہ آخری کانٹا بھی صاف ہو گیا۔ علاقہ خوشوقتیہ سے مطمئن ہو کر اب اس نے علاقہ کٹورہ کی جانب توجہ کی۔ ادھر شاہ فاضل اور اس کے بھتیجوں کے درمیان مخالفت کی وجہ سے چترال کی حکومت بہت کمزور ہو چکی تھی اور موقع ساز گار تھا۔ عالمگیر کا قتل جو در اصل اسی کے ایماء پر ہوا تھا۔ خیر اللہ نے بر سر دربار اعلان کیا کہ اگر شاہ فاضل نے شاہ فرامرد کو قتل کیا تھا تو اس کی کچھ وجہ بھی تھی مگر بیچارے عالمگیر کو بلا وجہ قتل کیا گیا ہے لہذا میں اس کا انتقام لیکر ہی دم لونگا۔

مہتر خیر اللہ اور شہزادگان شاہ افضل کا اتحاد اور چترال پر حملہ

خیر اللہ نے دروش میں شہزادگان شاہ افضل کو پیغام بھیجا کہ تم دروش سے حملہ کرو اور میں اوپر سے شاہ فاضل پر حملہ آور ہونگا۔ چنانچہ شاہ خیر اللہ کے لشکر نے دراسن پر حملہ کر کے وہاں شاہ فاضل کے لڑکے شیر جنگ کو محصور کیا۔ دروش کی جانب سے شاہ نواز خان اور محترم شاہ مختصر سی فوج لیکر چترال پر حملہ آور ہوئے نالہ چترال کے کنارے سخت جنگ ہوئی جسمیں طرفین کے بہت سے آدمی کام آئے۔ مقتولین میں مشہور نامور اتالیق محمد شکور بن حاتم بیگ بھی تھا۔ جو چترال کے نامور رؤساء و بہادروں میں شمار ہوتا ہے اور شاہ نگین علی ثانی کے ساتھ ہندوستان بھی گیا تھا۔ وہ شہزادگان کے لشکر میں شامل تھا۔ اور بندوق کی گولی سے مارا گیا۔ اور نالہ کے جنوبی کنارہ پر پیوند خاک ہوا۔

شاہ فاضل کی شکست اور وفات

شہزادگان نے نالہ عبور کر کے قلعہ پر دھاوا بول دیا

شاہ فاضل نے میدان جنگ میں بذات خود کود کر مردانگی و شجاعت کے جوہر دکھائے اور حملہ آوروں کا مقابلہ کیا مگر محترم شاہ کی بندوق کی گولی سے زخمی ہو کر گر پڑا۔ رحیم بیگ بن سیاہ گوش نے اسے گھوڑے پر ڈال کر قلعہ کے اندر پہنچا دیا اور دوسرے دن شاہ فاضل معہ اہل و عیال قلعہ سے نکل کر زرست زمین کی طرف فرار ہوا اور رائین کے سامنے راستہ ہی میں اس کا انتقال ہو گیا اور وہاں میدان اسپاغلشٹ ہی میں دفن کیا گیا اسکی قبر موجود ہے۔

شاہ فاضل کا دور حکومت اپنے بھتیجوں اور خوشوقتیہ خاندان کے ساتھ خانہ جنگیوں میں ہی گذرا اور انہی لڑائیوں میں اس کی جان بھی جاتی رہی اور مہتر خیر اللہ کی سازش اور فریب سے جو انجام دیکھنا تھا وہ بھی دیکھ لیا۔ شاہ فاضل کا لڑکا شیر جنگ تھا۔

مہتر شاہ نواز خان ۱۱۷۴ھ ۱۷۶۰ء تا ۱۱۷۵ھ ۱۷۶۱ء

شاہ فاضل کے فرار کے بعد تینوں بھائیوں کے اتفاق رائے سے بڑا بھائی شاہ نواز خان تخت چترال پر بیٹھا۔ اس نے سربلند خان کو علاقہ دروش کی حکومت حوالہ کی۔ محترم شاہ ایون میں رہنے لگا جہاں قلعہ بھی موجود تھا۔

مہتر خیر اللہ کی سازشیں

شاہ فاضل کے دور میں خیر اللہ نے شہزادگان شاہ افضل سے جو دوستانہ تعلق قائم کیا تھا۔ وہ محض ان کے خاندان میں نفاق و پھوٹ ڈال کر شاہ فاضل کو کمزور کرنے اور بالآخر چترال پر قبضہ کرنے کی خاطر تعلق تھا۔ لیکن جب شاہ نواز خان تخت پر بیٹھا اور تینوں بھائی اتفاق سے ملک پر اپنا قبضہ و اقتدار مستحکم کرنے لگے تو خیر اللہ کو خطرہ کا احساس ہوا کہ ان کے استحکام کی صورت میں ان کی مرادیں پوری نہ ہو سکیں گی۔ لہٰذا اس نے ان کے خلاف سازش کرنا شروع کی۔ اور سب سے پہلے یہ قدم اٹھایا کہ فاضل شاہ کے لڑکے شیر جنگ کو جو قلعہ دراسن واقع کوشٹ میں خیر اللہ کی فوج کے محاصرہ میں تھا رہا کر دیا اور اسے یونی کی حکومت عطا کی اور اپنی لڑکی اورس بیگم کو اسکے عقد میں دیدیا۔ دوسری طرف مہتر محمد شفیع کے لڑکے خان بہادر کو جو علاقہ غذر پر حکمران تھا اپنی دوسری لڑکی "جمیلہ بیگم" نکاح میں دے کر دونوں شہزادوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ چنانچہ مرزا سیر کہتے ہیں۔

دو دخت پری چہرہ در خانہ داشت … کزاں دام در دست بیگانہ داشت
یکی را بخان بہادر بداد … پدر مردہ را زان دگر کرد شاد
چو آں ہر دو را کرد وابستِ خویش … سر رشتہ راد بد در دست خویش
کمر بر پیکار بہ شہزادگان … ببست آں شہ کہنہ کاردان

خان بہادر کا حملہ اور شکست

خیر اللہ نے خان بہادر کو ہدایت کی کہ وہ اپنا لشکر لیکر مقام راغ تک پہنچے اور

اس کے لشکر کا انتظار کرے تاکہ دونوں مِلکر چترال پر حملہ کر سکیں۔ اس ہدایت کے مطابق خان بہادر نو سو پیادہ اور سوار دن پر ایک لشکر لیکر راغ پہنچا۔ اور ابھی خیر اللہ کے انتظار میں ہی تھا کہ مہتر شاہ نواز خان اور محترم شاہ نے ناگہاں راغ پہنچکر اس پر شبا شب حملہ کر دیا اور اسوقت جبکہ وہ خواب غفلت میں تھے۔ ان کو تتر بتر کر دیا۔ بہت سے ہلاک ہوئے اور بہتوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور جو باقی بچے انھوں نے ادھر اُدھر بھاگ کر جان بچائی اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا مرزا سیرؔ نے فرمایا ہے۔

شہ محترم آں یل نامور — ہماں لحظہ برخاست بستہ کمر
یل نامور صف شکن شہ نواز — پئی جنگ خود را ہمی کرد ساز
دلیران شمشیر زن چند کس — گرفتند با خویش گفتند بس
شبا شب رسیدند نزدیک راغ — فتیلہ بیفروختہ چوں چراغ

خیر اللہ کا چترال پر حملہ اور پسپا ہونا

یہ خبر جب راستہ میں خیر اللہ کو ملی تو غم و غصہ سے سرخ ہو گیا اور فوراً ایک لشکر کے ساتھ چترال کی جانب پیشقدمی شروع کی اس کے لشکر میں پیادہ وسوار تھے اور وہ نہایت غرور میں تھا چنانچہ مولانا مرزا سیر فرماتے ہیں

بیا کہ غبارے بیامد پدید — کہ گردی زپاپوش ورشک ارسید
باں لشکر و حشمت و با حشم — زدہ طعنہ ہا بر فریدون و جم

مستوج سے چترال خاص تک کے علاقوں کو زیر و زبر کرتا ہوا خیر اللہ اپنا لشکر لے کر چترال پہنچا اور فوج کو چیو پل کے سر پر پہاڑیوں میں ریشیان گنبد تک پھیلا دیا۔ اور ارد گرد کے دیہات پر غارت اور لوٹ کا بازار گرم کر دیا مگر قلعہ پر حملہ کی ہمت نہ کر سکے۔ تین مہینہ تک یہی حالت رہی اور اس عرصہ میں چلاس، تانگیر اور دوسرے علاقوں سے خیر اللہ کو برابر کمک پہنچتی رہی۔ مولانا سیر کہتے ہیں کہ تیس ہزار فوج جمع ہو گئی تھی۔ خان بہادر بن محمد شفیع جو در اصل علاقہ ہولکیو اور علاقہ خذر کا حکمران تھا اپنے لشکر کے ساتھ اس کے ساتھ مل گیا تھا۔ اور ادھر مہتر شہنواز خان کے بھائی سر بلند خان جو دردش میں حکمران تھا کمک کے لئے محمد علی خان والی بداول کی طرف قاصد دوڑائے اور وہاں سے چار سو افغان لشکری محمد علی خان کی زیر قیادت دردش پہنچے سر بلند خان یہ کمک لیکر معہ اپنے لشکر کے چترال پر حملہ کے لئے شاہ نواز خان کے ساتھ مل گیا۔ محترم شاہ کو قلعہ کی حفاظت کیلئے چھوڑ کر دونوں شہزادوں نے خیر اللہ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ایک خونریز جنگ ہوئی اول اول تو بندوق استعمال کئے گئے

مگر جب خیر اللہ نے حکم دیا کہ اس کی فوج نیچے اتر کر مقابلہ کرے تو دفعتہً بندوقیں چھوڑ کر تلواریں کھینچی گئیں - اور دونوں طرف سے لوگ کٹ کٹ کر مرنے لگے اور مقتولوں کی لاشوں کا ہر طرف انبار لگا ہوا دکھائی دیا۔ بالآخر خیر اللہ کی فوج نے شکست کھا کر پیٹھ دکھائی یہ واقعہ ۱۷۶۱ء (۱۱۷۵ھ) کا ہے۔

اس جنگ میں مہتر شاہ نواز خان، سر بلند خان اور محمد علی خان والی براول نے نمایاں بہادری دکھائی علاوہ اس کے قزل بیگ ثانی بن شہ رضا - صدقی - دولت علی - نور محمد مصدر شجاعت ہوئے - اور دشمنوں کے بیشمار آدمی اپنی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیئے۔ خیر اللہ کا لشکر قلعہ فتح نہ کر سکا اور اپنے مورچوں پر پسپا ہو گیا محمد علی خان والیئے براول اپنے لشکر کے ساتھ واپس وطن چلا گیا۔

مہتر شاہ نواز خان کا فرار دیر کیجانب

پہلے حملہ میں شکست کھانیکے بعد خیر اللہ اپنے لشکر کو منظم اور مزید طاقتور بناتا رہا اور دوسرے حملے کی تیاری بڑے زور شور سے شروع کی۔ ان حالات کو دیکھ کر مہتر شاہ نواز خان اور اس کے بھائی جو قلعہ میں تھے اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ مزید مدافعت نہیں کر سکتے۔ اور کسی مناسب وقت تک فرار ہونا چاہیئے۔ محترم شاہ کو ایون بھیجا گیا کہ وہ وہاں قلعہ کو اپنے قبضہ میں رکھے اور شاہ نواز خان قلعہ سے نکل کر دیر و باجوڑ کی جانب چلا گیا تاکہ وہاں سے کمک حاصل کرے

جنگ ایون

جب خیر اللہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ ایک کثیر لشکر ہمراہ لیکر محترم شاہ کے تعاقب میں ایون پہنچا مگر وہاں قلعہ کو مضبوط پا کر حملہ کرنے کی ہمت نہ کی اور محصورین کے پانی و خوراک کے ذرائع کاٹ دیئے قلعہ کے ایک برج پر محترم شاہ کے دو نامی اور بہادر سردار "عمر مہہ" اور بہرام مارے گئے۔ اور ایون کے بہت سے آدمی بھی محترم شاہ کی امداد کرتے ہوئے ہلاک ہوئے خیر اللہ کے ساتھ یہاں لاسپور کا لشکر تھا۔ چنانچہ بعد میں محترم شاہ اور اسکی اولاد اہل ایون کی اور خیر اللہ کی اولاد اہل لاسپور کی احسانمند رہی اور حکومت کے واجبی مالیات سے دونوں فریق معاف تھے۔

چند روز محترم شاہ اور اس کے ہمراہی قلعہ میں محصور رہے مگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے مجبور ہو گئے خیر اللہ نے محترم شاہ کو پیغام بھیجا کہ اگر مدافعت تسلیم کر کے میرے پاس آتے ہو تو مناسب عزت و احترام سے میرے پاس رہ سکتے ہو۔ اگر یہ منظور نہیں تو جس طرف جانا چاہتے ہو اجازت ہے۔ محترم شاہ نے دوسری شرط منظور کر لی اور قلعہ سے نکل کر درووش کی راہ لی۔ اور وہاں سے دیر جا کر وہاں قاسم خان والیئے دیر کے ہاں قیام کیا۔

سر بلند خان کا فرار چترال سے بیلم کی جانب

محترم شاہ کی ایون سے دیر کی جانب جانے کی اطلاع پا کر سر بلند خان نے چترال سے چپکے سے نکل کر بیلم کی راہ لی۔ اور وہاں مہتر شاہ نواز خان کے پاس پہنچ کر دونوں اپنے اوقات زندگی جلاوطنی میں گذارنے لگے۔

شاہ خیر اللہ بن عصمت اللہ بن خوشوقت

سنہ ۱۷٦۱ء ۱۱۷۵ھ تا سنہ ۱۷۸۲ء ۱۲۰۰ھ

شاہ خیر اللہ نے شہزادگان کٹوریہ کو ملک سے نکال کر علاقہ کٹوریہ پر قبضہ کر لیا مگر اپنا پایہ تخت مستوج ہی میں رکھا۔ دروش میں شاہ فاضل کی بیوہ سے شادی کر لی اور اس کے والد شاہ رضا بن محمد صفا کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ دروش سے چترال تک کے علاقے کی حکومت شاہ فاضل کے لڑکے شیر جنگ کے حوالہ کی اور مہتر محمد شفیع کے لڑکے خان بہادر کو چترال اور خذرہ میں حکمران مقرر کر کے خود مستوج چلا گیا۔ یہ اس کے نائب کی حیثیت سے اس علاقہ پر حکومت کرنے لگے۔ شاہ خیر اللہ کی زیادہ ہمدردی شاہ سنگین علی شاہ ثانی کی اولاد کے ساتھ تھی اور محترم شاہ کی اولاد کا مخالف تھا۔

شہزادگان شاہ افضل کا حملہ اور عارضی کامیابی

جب جلاوطنی میں تین ماہ گذر رہے تو محترم شاہ دیر سے اپنے بھائیوں کے پاس بیلم پہنچا اور ان کو صلاح دی کہ اس طرح گوشہ گمنامی میں بیٹھنا مردوں کا کام نہیں۔ حق پدری کے حصول کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔ چنانچہ افغانوں کی ایک کمک لیکر شام ہوتے ہوئے کلکٹک پہنچے اور آدھی رات کو دروش قلعہ پر شبخون مار کر اسے فتح کر لیا۔ اور محمد صفا بن قزل بیگ کو گرفتار کر لیا۔ وہاں تاخیر کئے بغیر فوراً آیون پہنچے اور شیر جنگ پر عالم غفلت میں حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔ آیون کو فتح کرنے کے بعد بجلی کی سی سرعت سے چترال پہنچے اور قلعہ چترال میں خان بہادر پر حملہ کر کے اسے محصور کر لیا۔ مگر محصورین کو طاقتور پا کر قاسم خان والیئے دیر و محمد علی خان والیئے براول کو امدادی کمک کے لئے قاصد دوڑائے۔ مولانا سیر کے بیان کے مطابق دونوں افغان سردار نو ہزار آدمیوں کا لشکر لیکر چترال پہنچے اور گھمسان کی جنگ شروع ہوئی۔ محترم شاہ افغان لشکر کا ایک دستہ لیکر قلعہ شغور پر حملہ آور ہوا جہاں سنگین علی ثالث برادر خان بہادر حکمران تھا اسے قید کر لیا اور افغان لشکر نے تمام علاقہ خذر کو غارت کر دیا۔

قلعہ چترال میں خان بہادر تین ماہ تک محصور رہا۔ مگر خیر اللہ کی طرف سے متوقع امداد نہ پہنچی۔ آخر خوراک ختم ہو جانے کی وجہ سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈالدیئے اور خان بہادر خان براول کی سفارش سے جو اس کا پہلے سے دوست تھا۔ جان کی امان پا کر قلعہ سے نکل کر اس کی پناہ میں آگیا۔ شہزادگان نے قلعۂ چترال پر قبضہ کر لیا اور اس طرح علاقۂ کٹوریہ پھر ان کے ہاتھ آگیا۔ خان بہادر اور اس کا بھائی سنگین علی اور شیر جنگ بن شاہ فاضل ان کے ہاتھ قید ہو گئے۔ اور خان بہادر کو خان براول اپنے ساتھ براول لے گیا۔

خیر اللہ کا جوابی حملہ اور چترال پر دوبارہ قبضہ

ابھی شہزادگان شاہ افضل کے قدم مضبوط ہونے بھی نہ پائے تھے اور ان کے قبضۂ چترال کے چند ماہ بعد ہی شیر جنگ نے جو

شہزادوں کی قید میں تھا مہتر خیر اللہ کو کہلا بھیجا کہ ابھی شہزادوں کی حالت کمزور ہے اور مستحکم ہونے سے پیشتر ان پر حملہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مہتر خیر اللہ ایک بڑی فوج لیکر چترال کی جانب چل پڑا۔ اس حملہ کی اطلاع پر علاقہ خنذر کے لوگ جو مہتر محمد شفیع کی اولاد سے محبت اور وفاداری رکھتے تھے۔ بغاوت پر آمادہ ہوگئے۔ اس نازک حالت کو دیکھ کر شاہ نواز خان اور اس کے بھائیوں نے مقابلہ بے سود سمجھا۔ اور جنگ کے بغیر ہی چترال چھوڑ کر پھر بیلم کی راہ لی۔ مہتر خیر اللہ اپنے لشکر کے ساتھ چترال پہنچا اور رمبور و عزور سے چترال کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور اسی طرح قلعہ شغور کو بھی برباد کر دیا گیا۔ یہاں سے دروش پہنچ کر وہاں کا قلعہ بھی برباد کر دیا۔ اور دروش کے ابوالخیر بن محمد صفا کی لڑکی سے شادی کرلی۔ وہاں سے مراجعت کرکے بروز اور رجیر کہون کے درمیان ڈوبی لشٹ کے میدان میں ایک نیا قلعہ تعمیر کرکے اپنے داماد شیر جنگ کو اسمیں رکھا اس وقت خان بہادر بھی محمد علی خان والی براول سے اجازت لے کر مہتر خیر اللہ کے پاس پہنچا تھا۔ اور مہتر خیر اللہ اسے چترال میں مقرر کرکے خود مستوج واپس چلا گیا۔

سلیمان شاہ بن شاہ نواز خان

مہتر شاہ فاضل نے اپنی زندگی میں اپنی لڑکی مہتر شاہ نواز خان کے لڑکے سلیمان شاہ کے ساتھ منسوب کردی تھی مگر خانہ جنگی واقعات کی وجہ سے یہ لڑکی اپنے بھائی شیر جنگ کے پاس رہتی تھی۔ سلیمان شاہ طویل مفارقت کو برداشت نہ کرسکا بیلم سے خفیہ طور پر شیر جنگ کے پاس پہنچا۔ شیر جنگ نے اس کو اپنے پاس رہنے دیا۔ مگر جب یہ سوچا کہ دشمن کا بیٹا کیسے دوست ہو سکتا ہے اسے گرفتار کرکے اپنے خسر خیر اللہ کے پاس مستوج بھیجدیا جس نے اسکو موضع یونیال میں قید رکھا۔

شیر جنگ کا محترم شاہ کو زہر بھیجنا

محترم شاہ اور اس کے بھائیوں کا دیر و بیلم میں موجود رہنا شیر جنگ کے لئے ایک بڑا خطرہ کا معاملہ تھا اور وہ ان کے ختم کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ علاوہ اس کے شیر جنگ کا باپ شاہ فاضل بھی اُن کے ہاتھ قتل ہوچکا تھا۔ ذاتی عناد تھا اس لئے شیر جنگ محترم شاہ کو ختم کرنے کیلئے اپنے ایک ملازم مہمور بیگ باشندہ کلاس شیشی کوہ کو بڑے انعام و اکرام سے وعدہ دے کر اس کے ہاتھ زہر دے کر دیر روانہ کردیا کہ وہاں محترم شاہ کی ملازمت میں داخل ہو کر جب موقع ملے اس کو زہر کھلا دے مہمور بیگ دیر پہنچکر محترم شاہ کے ہاں نوکر ہوگیا مگر کافی عرصہ گذرنے کے باوجود زہر دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ بالآخر ضمیر کی آواز کا انکشاف کیا اور زہر نکال کر محترم شاہ کو پیش کر دیا اور سارے راز کو فاش کر دیا۔ محترم شاہ یہ حال سُنکر غصہ میں بھر گیا کہ شیر جنگ اس حالت غربت میں بھی نہیں دیکھنا چاہتے۔

محترم شاہ کا شیر جنگ پر شبخون مار کر ہلاک کرنا

محترم شاہ نے مہمور بیگ کو آئندہ مہربانیوں کا امیدوار کرکے وطن رخصت کردیا اور اسے ہدایت کی کہ میرا ایک پرانا نوکر محبت نام شالی مقام میں موجود ہے۔ اور اس وقت وہ شیر جنگ کے ہاں ملازم ہے میرا سلام اسکو پہنچا دو۔ اور کہو کہ شیر جنگ یہاں بھی ہمکو زندہ نہیں دیکھنا چاہتا ہے میں اس کی برائی کا انتقام لینا چاہتا ہوں مگر تمہاری مدد کے بغیر ممکن نہیں مہمور بیگ وطن پہنچکر انکا سلام و پیغام محبت کو پہنچایا جسے محبت نے بسر و چشم قبول کیا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد محترم شاہ

دیر سے بغرض آہو شکار خفیہ طور پر بروز پہنچا اور ایک پہاڑی جو شیر جنگ کے قلعہ کے اوپر واقع ہے کمین لیا محبت نے وہاں پہنچکر واقعہ بیان کیا کہ شیر جنگ ایون گیا ہوا ہے جب واپس پہنچے گا۔ حاضر خدمت ہو کر عرض کرونگا۔ تیسرے دن جب شیر جنگ واپس آیا۔ محبت حاضر ہو کر خدمت کے لئے تیار ہوا اور قلعہ میں پہنچکر لکڑیوں کی امداد سے محلسرائے میں داخل ہوا اور شیر جنگ کی خوابگاہ کے دروازے کو توڑ دیا۔ محترم شاہ خود چھت پر کھڑا رہا۔ اور ان کے حامی جنھیں محبت کے ساتھ وزیر بیگ باشندہ بوکلپھو اور امیر باشندۂ شغور تھے شیر جنگ پر تلواروں سے ٹوٹ پڑے۔ اور اس کا کام تمام کر دیا۔ واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ محبت نے شیر جنگ کی ایک نوکرانی سے پہلے ہی سے ساز باز کر رکھی تھی۔ اور اس عورت نے شیر جنگ کی خوابگاہ سے ہتھیار نکال لئے تھے۔ جب شیر جنگ نے اٹھ کر جلدی سے اپنی تلوار سنبھالنی چاہی تو اُسے نہ ملی اور جب ملی تو دشمنوں نے اس کا کام تمام کر دیا اس موقعہ پر شیر جنگ کی بیگم نے جو خیر اللہ کی بیٹی تھی بڑی پامردی اپنے شوہر کی مدافعت میں دشمنوں کا مقابلہ کیا اور خفیف مجروح بھی ہوئی اور سرخروئی حاصل کر لی۔ محترم شاہ نے اس طرح شیر جنگ کا کام تمام کر کے اسکی بیگم کو بڑے احترام سے بروز گاؤں میں بھیجدیا اور خود اس کے قلعہ میں قیام فرمایا اور اپنے بھائیوں شاہ نواز خان و سر بلند خان کے پاس قاصد بھیجے پھر خان دیر و خان براول کو امداد کے لئے پیغام بھیجا۔ محترم شاہ کا خیال تھا کہ اہل ملک سے اس کے طرفدار ان کے پاس جمع ہونگے مگر خان بہادر بن محمد شفیع کو خیر اللہ جیسی زبردست حمایت حاصل تھی۔ اور افغان کمک آنے کی صحیح امید نہ تھی۔ اس کے ہواخواہ اس کمزور حالت میں اظہار مافی الضمیر سے قاصر رہے۔

مہتر خیر اللہ کی آگاہی اور چترال پر فوجکشی

خان بہادر نے واقعات سے مہتر خیر اللہ کو آگاہ کر دیا تھا۔ اور فوری امداد کا خواہاں ہوا۔ مہتر خیر اللہ نے یہ خبر ملتے ہی اپنے بیٹے قرہ کو فوج دیکر چترال بھیجا۔ اور ہدایت کی کہ محترم شاہ کو محصور کر لو۔ میں بھی مزید فوج لیکر پہنچوں گا۔ قرہ نے چترال میں خان بہادر سے ملکر بروز پہنچکر محترم شاہ کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اول ہی حملہ میں قرہ کی فوج سے قاسم نوندرہ کا لڑکا محمد امین قلعہ والوں کی گولی سے مارا گیا۔ جب یہ خبر خیر اللہ کو پہنچی زار زار رویا کہ وہ بڑا بہادر شخص تھا

قلعہ پر خیر اللہ کا حملہ و قبضہ اور محترم شاہ کا دیر واپس چلا جانا

تھوڑے ہی دنوں میں خیر اللہ کثیر فوج لیکر بروز پہنچا۔ اور قلعہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ محترم شاہ کو کوئی کمک نہ افغانوں سے پہنچی اور نہ بھائیوں نے کوئی مدد کی۔ انھوں نے یہاں سے واپس فرار ہونے کی تدبیر کی کیونکہ قلعہ میں خوراک بھی ختم ہو گئی تھی۔ ایک دن اپنی جماعت کے ساتھ بڑے استقلال اور مردانہ وارہمت سے باہر نکل کر دشمن پر جو چاروں طرف گھیرا ڈالے ہوئے تھا پر جھپٹا اور ان کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا بغیر نقصان کے نکل گیا اور ایک پہاڑی پر جا پہنچا۔ اور وہاں سے دیر چلا گیا جہاں چکیاتن سابقہ مقام میں قیام کیا اس کے بھائی بلیم میں قلعہ بنا کر وہاں رہتے تھے اور ان کا گذر اوقات کافرستان باشگل کے لوگوں کی امداد پر منحصر تھا مہتر خیر اللہ کامیاب ہو کر واپس مستوج چلا گیا۔ اور اپنے داماد خان بہادر کو بدستور سابق نائب مقرر کیا۔

محترم شاہ کے حامیوں کا انجام اور خیر اللہ کی انتقامیہ تعزیریں

جب محترم شاہ بروز کی پہاڑیوں میں اپنے منصوبہ کو انجام دینے کے لئے چھپا ہُوا تھا تو ابو الخیر بن محمد صفا کو یہ راز معلوم ہو گیا مگر اس نے فاش نہ کیا بلکہ خفیہ طور پر محترم شاہ کے پاس ابو البشر نامی ایک شخص کے ہاتھ جو بروز کا باشندہ تھا روٹی اور پانی پہنچایا کرتا تھا۔ خیر اللہ جب مستوج واپس جانے لگا تو ابو الخیر اور اس کے بھائی شاہ رضا کو اُن کے چھ لڑکوں سمیت گرفتار کر کے مستوج لے گیا۔ جہاں ان سب کو قتل کر دیا۔ باوجودیکہ ابو الرضا اور شہ رضا کی لڑکیاں خیر اللہ کی بیگمات تھیں۔

محبت کے بھائی راہِ فرار اختیار کر کے یاسین پہنچے اور ان کی ماں جو باقی رہ گئی تھی خیر اللہ کے حکم سے زندہ بہ دریا غرق کرائی گئی۔ امیر شغور کا باپ عنٹ گرفتار ہو کر سنگسار کرایا گیا۔ مگر ابو البشر بچ گیا اور محترم شاہ کے ساتھ جلاوطن ہُوا۔ محترم شاہ نے اس کی خدمات کے اعتراف کے طور پر ایک بڑا سند اس کو عطا کیا اور حکومتی کاروبار سے معاف کیا۔ چنانچہ اس کی نقل محترم شاہ کی تخت نشینی کے بعد ان کے خادموں کی قدر دانیوں کے سلسلہ میں درج ہے۔ شیر جنگ مقتول کی نوکرانی جو اس سازش میں محبت کی مددگار تھی۔ وہ بھی محبت کے ساتھ جلاوطن ہوئی اور محبت نے اس کے ساتھ شادی کر لی۔

مہمور بیگ باشندۂ کلاس نے محترم شاہ کی خدمت میں اپنی وفاداری کی جو یادگار قائم کی تھی وہ بھی جلاوطن اور جب محترم شاہ دوبارہ تخت نشین ہُوا تو اس کی مناسبِ احوال پرورش کی۔

مہتر خیر اللہ کا حملہ کافرستان پر

شیر جنگ کی ہلاکت کے کئی سال بعد تک علاقہ خوشوقتیہ پر مہتر خیر اللہ حکمرانی کرتا رہا۔ اور مملکتِ کٹوریہ پر خان بہادر، خیر اللہ کے زیر سایہ حکمران رہا۔ اسی اثنا میں یاسین کے ایک کافر نے جس کا نام دنمبو تھا اور جو مہتر خیر اللہ کا ملازم تھا اس کو بتایا کہ کافرستان کے سب لوگ مہتر شاہ نواز خان اور اس کے بھائیوں کے اطاعت گزار ہیں اور اپنا مالیہ چترال میں لے جا کر ان کو دیتے ہیں اور ان کی خدمت و امداد پر ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔ یہ حال سنکر مہتر خیر اللہ غصہ میں بھر گیا اور تشویش ظاہر کی کہ دشمنوں کا اس طرح طاقت پکڑنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ دربار عام میں ان خیالات کا اظہار کیا جن کو مولانا سیر نے مندرجۂ ذیل اشعار میں بیان فرمایا ہے۔

زباں را چو آتش برآورد تیز — شد از قہر ہمچوں فلک گرم خیز
بگفتا منم شاہ فیروز بخت — بجز من کہ باشد سزاوار تخت
نہ شاید ز طفلان بے پا و سر — کہ بندند بر کین شاہاں کمر
ندانند قہر جہاں سوز من — سر نیزۂ تیز دلدوز من
کہ از بیم شمشیر من پادشاہ — کجا گشتہ پنہاں و نامش کجا

خوش احمد کجا رفت و خوشوقت کو — که باشد که با من شود کینه جو

نو[1] آئے گذارم نه دریانیاں — قیامت بہر دو نمایم عیاں

چہ کام[2] و فراغ و چہ دیہ کلاں — ز دستم شود جملگی بے نشاں

زنم آتشی بر زمینِ کفار — ز کوہ و ز بیشہ بر آرم شرار

الغرض مہتر خیر اللہ بڑی شان و شوکت اور غرور کے ساتھ ایک لشکر عظیم کے ساتھ جانب چترال روانہ ہوا لشکر میں داریل، تانگیر، گلگت، درشگوم، مستوج، تورکھو، مولیکھو کے ہزاروں جوان تھے۔ ادھر خان بہادر نے علاقہ غذر سے کثیر فوج جمع کی تھی۔ مولانا سیر فرماتے ہیں کہ جب یہ لشکر دروش کی حدود میں پہنچا تو اس کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مہتر خیر اللہ یہ عظیم الشان فوج لیکر ادسون کی راہ سے باشگل کا فرستان میں داخل ہوا تاکہ اہلِ باشگل کو قرار واقعی سزا دے۔

برف باری کی شدت قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ جونہی یہ لشکر پہاڑی دروں کو عبور کرکے حدود باشگل میں داخل ہوا۔ شدید برفباری شروع ہوگئی جو کئی دن تک متواتر جاری رہی اور تمام علاقہ برف سے ڈھک گیا۔ جس گاؤں میں یہ لشکر قیام کئے ہوئے تھا۔ وہاں کثرت برفباری سے کئی مکان گر گئے اور قریباً چالیس لشکری اس کے نیچے دب کر مر گئے۔ مہتر خیر اللہ کے خاص خاص مشیروں جیسے قاسم بن سیاہ گوش میرجیا۔ کمال۔ مرزا الف بیگ بن حکیم بیگ، عبدالعزیز بن رحیم بیگ۔ قاضی محمد نظام نے آثار خراب دیکھ کر صلاح دی کہ سفر نامبارک ہوگیا ہے قبل اس کے کہ مزید برفباری سے درے بالکل مسدود ہو جائیں۔ واپس چلنا چاہیئے اور بلا وجہ لوگوں کا خون بہانا درست نہیں ہے۔ چنانچہ مولانا سیر فرماتے ہیں ؎

بدو گفت ہشیار عبدالعزیز — تہا بگینہ خون مردم مہ ریز

مگر مہتر خیر اللہ پران مشوروں کا کوئی اثر نہ ہوا اور پیشقدمی کرکے موضع کام میں پہنچا۔ باشگل کے سردار مع لشکروں کے قلعہ میں محصور ہوگئے۔ اور باقی لوگ مویشیان وغیرہ ہانک کر پہاڑوں میں روپوش ہوگئے۔

محترم شاہ کا حملہ اور خیر اللہ کے خلاف فوج کشی ان دنوں شہزادہ محترم شاہ سلم میں تھا باشگل سے کچھ لوگ اس کے پاس پہنچے اور کیفیت سے اسے مطلع کیا۔ شہزادے یہ حال سنکر بہت خوش ہوئے اور ادھر خیر اللہ ایک طرف قدرتی مصیبتوں میں مبتلا تھا دوسری طرف محترم شاہ نے اس پر حملے کا انتظام کیا اور محمد علی خان والیئے براول اور قاسم خان یوسف زئی والی دیر کو محترم شاہ نے ایک معتمد محمد زمان کے ذریعے پیغام بھیجا کہ دشمن پنجرے میں خود آ گیا ہے۔ اب اس کو ختم کرنے کے لئے مدد کی اشد ضرورت ہے

[1] وائے لور و ائیہ بگل باشگل کے دیہہ ہیں [2] کام فراغ بھی باشگل کے علاقے ہیں۔

دونوں خوانین نے لشکر فراہم کئے اور درہ لاوری کو عبور کرکے مدد کو پہنچے۔ شہزادگان شاہ افضل نے اہل زرنسٹ کی ایک جماعت کے ساتھ ارندو کے سامنے نالۂ باشگل کے تنگ مورچوں پر قبضہ کرکے انہیں سنبھال لیا۔ مہتر خیر اللہ کو جب یہ اطلاع ملی تو پریشان ہوا۔ مشیروں نے صلاح دی کہ ارندو کے تنگ نالہ کا مورچہ دشمن کے ہاتھ میں ہے اسے عبور کرنا خطرناک ہوگا خصوصاً اس صورت میں جبکہ پیچھے سے کفار بھی حملہ کریں لہٰذا یہی بہتر ہوگا کہ جس راستے سے آئے ہیں یعنی ارسون کے راستے سے واپس چلے جائیں۔ چنانچہ اس تجویز پر اتفاق کیا گیا اور واپسی شروع ہوگئی۔ شہزادگان کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے نالۂ باشگل کو چھوڑ کر ارسون کا رُخ کیا۔ اس اثنا میں افغانوں کی کمک بھی پہنچکر ان کے ساتھ شامل ہوگئی۔ اور یہ متحدہ لشکر ارسون کے درہ پر مہتر خیر اللہ کا انتظار کرنے لگا ارسون میں جو قلعہ تھا۔ وہ بھی ان کے قبضے میں آگیا۔

جنگ ارسون و مہتر خیر اللہ و خان بہادر کی شکست

جب مہتر خیر اللہ مع لشکر تنگ راستے سے نمودار ہوا تو افغانوں نے حملہ کردیا دونوں طرف سے بندوقوں اور تلواروں سے ایک زبردست اور گھسان کی جنگ شروع ہوئی جس کا نقشہ مرزا محمد غفران مرحوم نے اپنے طبعزاد مندرجہ اشعار میں پیش کیا ہے۔

صدائے تفنگ اندران کوہ تنگ	درآورد لرزش بہ شیر و پلنگ
بغرید شرنائے افغانیاں	نقارہ بہ شورش شد اندر میاں
نشان قیامت شد آنجا پدید	تو گوئے سرافیل صوری دمید
سر کوہ یکسر بہ جنبش فتاد	قیامت بہر کس درآمد بیاد
ہماں شیر مردان افغانیاں	بہ قہر و غضب بستہ محکم میان
تفنگہا بہ دوش و بکف تیغ تیز	بوقت دغا پردل و پرستیز
تو گوئے کہ ہر یک بود شیر نر	بہ تیغ و کمان چست و چالاک تر
ز غرش درافتاد لرزش بکوہ	ز بس رعد گوش فلک شد ستوہ
ز بس دود ظلمت بیامد پدید	یکے دیگرے را ز حیرت ندید

الغرض ایک مختصر مگر ہولناک اور خون ریز جنگ کے بعد خیر اللہ و خان بہادر کی فوج کو شکست ہوئی نو سو سوار جو خان بہادر کے ساتھ تھے محترم شاہ کے ہاتھ اسیر ہوئے خان بہادر جان بچانے کی خاطر شہزادگان کی پناہ میں آگیا۔ اور معذرت و انکساری اور شرمندگی کا اظہار کیا اور اپنے قرابت و رشتہ کی بنیاد پر شہزادگان کوڑیہ سے تھا۔ خیر اللہ سے تبرّا کیا اور جان کی امان پائی۔ جب شہزادوں نے دیکھا کہ چترالی لشکری کثیر تعداد میں افغانوں کے ہاتھوں

تباہ ہو رہے ہیں۔ انہوں نے منادی کرادی کہ کٹوڑیہ کے لوگ اور اس کے بعد دوسرے علاقوں کے لوگ ہمارے پاس آجائیں اور جان بخشی پائیں۔ منادی سنتے ہی سب سے پہلے علاقہ تورکھو کے لوگ اور ان کے بعد دوسرے علاقوں کے لوگ یکے بعد دیگرے شہزادوں کی خدمت میں قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے اور جان کی امان پائی۔

مہتر خیراللہ کی گرفتاری و ہلاکت و انجام

محترم شاہ اور سر بلند خان جو خیراللہ کے خون کے پیاسے تھے اس کی تلاش میں پہاڑوں کی جانب روانہ ہوئے مگر جلد ہی دیکھا کہ بچارے اجل رسیدہ خیراللہ بادشاہ چند افغانوں کے ہاتھوں گرفتار ہیں جو اسے گھسیٹتے لا رہے ہیں جونہی محترم شاہ کی نظر اس پر پڑی فوراً شمشیر نیام سے کھینچ کر اس پر وار کیا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے چنانچہ مولانا زبیر کہتے ہیں

شہنشاہ تیغ از میاں برکشید	تنش را دو نیمہ برابر کشید
دگر تیغ زد بر عرش سر بلند	کہ در زیر پاشد سر ارجمند
بشد نعش را خاک اندر دہن	نہ غسل و جنازہ نہ گور و کفن
چنیں است آئین چرخ سپہر	ندارد بجز از جفا ہیچ مہر
کہ ہر چند پرورد کس را بناز	بُرد عاقبت در نشیب از فراز

کہتے ہیں کہ جب محترم شاہ خیراللہ پر تلوار لیکر حملہ آور ہوا خیراللہ نے کہا تھا کہ ایک لمحہ صبر کرو مجھے تم سے ایک بات کہنی ہے مگر محترم شاہ صبر نہ کر سکا اور اسے اس بات کا موقع نہ دیا اور سر تن سے جدا کر دیا۔ مابعد اس پشیمانی کا اظہار کیا کرتا تھا کہ نہ جانے وہ کیا کہنا چاہتا تھا۔

خیراللہ کے بیٹے بہادر شاہ، قرہ، اور دارا شاہ جو باپ کے ساتھ لشکر میں موجود تھے۔ پہاڑوں کی تنگ وادیوں میں بھاگ گئے اور جان بچا کر نکل گئے۔ خیراللہ کے لشکر کا بڑا حصہ افغانوں کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوا اور ان کے گھوڑے اور اسلحہ حتیٰ کہ ان کے کپڑے بھی لوٹ لئے گئے۔ کئی ہزار گھوڑے افغانوں کے ہاتھ آگئے اور شہزادوں کی خواہش سے مال غنیمت پر وہ قابض ہو گئے۔ اس کے بعد قاسم خان یوسف زئی اور محمد علی خان ترکلا اپنے لشکر کے ساتھ عازم وطن ہوئے محترم شاہ بیس سوار لیکر سیدھا یلغار کرتا ہوا مستوج پہنچا اور وہاں اور وہاں مہتر خیراللہ کے تمام مال و خزانہ پر قبضہ کر لیا اور علاقہ مستوج پر بھی قابض ہو گیا۔

مہتر خیراللہ کی ذاتی صفات

مہتر خیراللہ ایک نامور تجربہ کار و بہادر سردار تھا اور اپنے زمانہ کے حکمرانوں میں ایک امتیازی حیثیت کا مالک تھا۔ علاقہ مستوج سے درشگوم اور گلگت، تانگیر داریل تک اس کے زیر نگیں تھے۔ جب وہ اپنی بڑھتی ہوئی طاقت سے مغرور ہو گیا

علاقہ کٹور یہ پر بھی قابض ہونے کیلئے خاندان کٹوریہ میں رخنہ اندازی شروع کی۔ اور شہزادگان شاہ افضل کو حقیر سمجھنے لگا اور بالآخر مہم بانشگل پر روانہ ہوُا جس کے خلاف اس کے مشیروں نے بھی احتجاج کیا مگر وہ نہ مانا اور اسی غلط اقدام سے خود بھی مع لشکر کے برباد ہوگیا۔ اپنے خاندان میں بھی اپنی اقتدار پسندی اور خود نمائی سے مشہور تھا۔ پادشاہ بن شاہ عالم کو ملک سے بدر کر دیا۔ اور وہ کوہستان سوات میں زندگی بسر کرنے لگا اور اس کی مقبوضہ حکومت پر قابض تھا مذہبی لحاظ سے وہ اسماعیلی مذہب کا اور نہایت متعصب شخص تھا کہتے ہیں اہلسنتہ علماء پر ظلم کئے اور بہتوں کو ہلاک بھی کرا دیا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کیا کہ تیجۂ نماز کو سرملئے پر بجوا کر خوش ہوا کرتا تھا۔ مہتر محمد شفیع کے لڑکے نے جب اس کے خاندان میں رشتہ داری کی اور اسکی خوشنودی خاطر کیلئے اسماعیلی مذہب بھی قبول کر لیا۔ خانبہادر اس کا داماد تھا۔ ورنہ شاہ سنگین علی کے خاندان میں یہ مذہب کہاں تھا۔ شاہ افضل اوّل کے عہد میں مستوج شاہ احمد ثانی کے حوالہ کیا گیا تھا جب وہ فوت ہوُا اس کے حصوں پر اس کے بھائی شاہ خیر اللہ نے قبضہ کیا اور اس کا اقتدار بڑھتا گیا حتیٰ کہ سارے علاقہ خوشوقت پر اپنا تسلط پوری طرح مستحکم کر کے علاقہ کٹوریہ پر بھی رخنہ اندازی شروع کی۔ سیاسیات میں وہ بڑا مدبر تھا۔ شجاع تھا مگر سخت بیرحم اور اپنے اقتدار اور ترقیوں پر مغرور اس کا انجام بخیر نہ ہوُا اور آخر کار دشمنوں کے ہاتھوں برباد ہوگیا۔

مہتر خیر اللہ کی اولاد: دراب شاہ۔ بہادر شاہ اور قرہ۔

مہتر شاہ نواز خان کی دوسری بار تخت نشینی

سنہ ۱۷۸۲ئہ ۱۱۹۲ھ سے سنہ ۱۷۸۸ئہ ۱۲۰۲ھ

مہتر خیر اللہ اور اس کے خیر خواہوں کا قلع قمع کرنے کے بعد شہزادگان شاہ افضل نے پھر تخت گاہ چترال پر قبضہ کیا تو مہتر شاہ نواز خان نے اپنے چھوٹے بھائی محترم شاہ کو پیشکش کی کہ چونکہ ان مہمات میں کامیابی کا سہرا تمہارے سر ہے۔ لہٰذا تخت کے حقدار بھی تم ہی ہو۔ مگر محترم شاہ نے یہ کہہ کر قبول نہیں کیا کہ آپ بڑے ہیں اور اس لحاظ سے آپ ہی کا زیادہ حق ہے ہم دونوں بھائی آپ کی خدمت کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہیں گے۔

چنانچہ شاہ نواز خان دوسری بار تخت چترال پر جلوہ افروز ہوُا۔ محترم شاہ کو مستوج اور نور بیگ سربلند خان کو پرگنات دروش۔ خان بہادر بن محمد شفیع کو علاقہ جات خدزار اور دراسن مولکہو تفویض کئے۔ چونکہ خان بہادر کی والدہ اور تینوں شہزادوں کی والدہ حقیقی بہنیں تھیں اس وجہ سے بدستور شفقت و مہربانی کرتے رہے۔

جس طرح سنگین علی ثانی نے ہندوستان سے واپسی پر اپنے دیگر بھائیوں یعنی شاہ خوشوقت کی اولاد سے شفقت برادری کا اظہار کیا تھا۔ شہزادگان شاہ افضل نے بھی میراث پدری پر دوبارہ قبضہ پانے کے بعد شاہ سنگین علی کی اولاد سے وہی برادرانہ سلوک روا رکھا۔

پادشاہ بن شاہ عالم

بہت عرصہ سے پادشاہ بن شاہ عالم بن خوشوقت مہتر خیر اللہ کے ڈر سے جلاوطن ہو کر کوہستان سوات میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ محترم شاہ جن دنوں دیر میں ایام جلاوطنی گذار رہا تھا اس زمانہ میں پادشاہ کی لڑکی سے عقد کر لیا تھا اب جب مستوج اس کے قبضے میں آ گیا۔ پادشاہ کو پیغام بھیجا کہ میں نے علاقہ خوشوقتیہ تمہارے لیئے اپنے قبضہ میں کر رکھا ہے۔ اپنے بال بچوں سمیت آ جائیں اور یہ حکومت سنبھالیں۔

چنانچہ پادشاہ نے روانہ ہو کر پنیال اور وہاں سے ورشگوم اپنے قبضہ میں کر لیا اور ایک سال تک وہاں اپنی طاقت کو مستحکم کرتا رہا۔ کیونکہ دونوں علاقے مہتر خیر اللہ کی بربادی کے بعد نہایت ابتر حالت میں تھے۔ جب وہاں سے فارغ ہو چکا تو محترم شاہ نے اپنے ایک معتمد غنڈ نامی کو پادشاہ کے پاس روانہ کیا کہ مستوج تشریف لائیں۔ پادشاہ جب مستوج پہنچا تو محترم شاہ نے آگے بڑھ کر اس کا شاہانہ استقبال کیا اور علاقہ مستوج کی حکومت اسے سپرد کر کے خود تورکہو میں جا کر رہنے لگا۔ پادشاہ نے اپنے بھائی بُرشُس کو پنیال کا حکمران مقرر کیا اور خود مستوج میں اقامت اختیار کی۔ پنیال اس عہد سے شاہ برش کی اولاد کے قبضے میں رہا۔ بُرش بن شاہ عالم کا اصلی نام امیر الملک تھا مگر وہ بُرشُس کے نام سے مشہور ہوا۔

داراب شاہ بن مہتر خیر اللہ کا محترم شاہ پر حملہ اور خان بہادر بن محمد شفیع کی غداری

داراب شاہ اپنے والد خیر اللہ کے قتل کے بعد بدخشان میں کئی سال آوارہ پھرتا رہا۔ اس کی بہن خان بہادر بن محمد شفیع کے عقد میں تھی۔ خیر اللہ کے ساتھ اس کے سابقہ اتحاد کو نظر انداز کر کے مہتر شاہ نواز خان نے علاقہ خذر کی حکومت اس کے حوالہ کی تھی۔ داراب شاہ بدخشان سے خان بہادر کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا۔ اور دونوں نے یہ سازش کی کہ محترم شاہ تورکہو میں غافل بیٹھا ہے اس پر حملہ کیا جائے تو کامیابی کی امید ہے تاکہ بدلہ لیا جائے چنانچہ داراب شاہ سرحدات بدخشان سے کچھ لشکر مہیا کر کے شغور پہنچا۔ خان بہادر نے علاقہ خذر اور موڑکہو کا لشکر اپنے بھائی دِندِبا خان و سنگین علی سوئم کے ساتھ اس کے لشکر میں شامل کیا۔ بہادر شاہ بن خیر اللہ بھی اس لشکر میں موجود تھا۔ سب نے مل کر تورکہو پر حملہ کر دیا۔ محترم شاہ حملہ کی اطلاع پا کر پہاڑوں کی طرف نکل گیا۔ حملہ آور وہاں رہنے کے لیئے کوئی مضبوط قلعہ موجود نہ پا کر دراسن موڑکہو کو واپس ہوئے اور دندبا خان و بہادر شاہ کو قلعہ دراسن میں چھوڑ کر داراب شاہ اور سنگین علی ثالث شغور چلے گئے

محترم شاہ کا دراسن پر حملہ اور قبضہ

ابھی یہ لوگ دراسن میں ٹکنے نہ پائے تھے کہ محترم شاہ تورکہو سے لشکر لیکر یلغار کی اور بجلی کی طرح ان پر حملہ آور ہوا۔ اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ مستوج سے پادشاہ کا لڑکا ملک امان اور چترال سے خود مہتر شاہ نواز خان محترم شاہ کی کمک کو پہنچ گئے شدید جنگ کے بعد قلعہ کے دروازے توڑ دیئے گئے۔ اور دندبا خان ندامت سے محترم شاہ کے آگے سر تسلیم خم کر کے معافی کا خواستگار ہوا۔ محترم شاہ نے اسے معاف کر دیا۔ بہادر شاہ بن خیر اللہ جو ایک برج میں چھپا ہوا تھا گرفتار کر کے ملک امان بن پادشاہ

کے حوالہ کیا گیا جس نے فوراً اسے تہ تیغ کرادیا۔ دراب شاہ جو پہلے ہی شغور گیا ہُوا تھا بہ حال سنکر وہاں سے زیباک کی طرف فرار ہو گیا۔

قلعہ دراسن اور اولادِ محمد شفیع کا وہاں سے قطع تعلق

علاقہ مولکھو اس وقت کے بعد مہتر محمد شفیع کی اولاد کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا اور اس علاقہ سے ان کا تعلق اٹھایا گیا اور شاہ محترم کٹور کی اولاد کے قبضہ میں آگیا۔ اس علاقہ کا مشہور ترین قلعہ دار الحکومت دراسن میں واقع ہے۔ قدیم سے یہاں دو مشہور قلعے تھے۔ مولکھو کے جنوبی حصہ میں قلعہ بلیمی اور دوسرا قلعہ دراسن واقع کوشٹ جسے قلعہ عالم کہن بھی کہا جاتا تھا یہ نہایت مضبوط قلعوں میں سے ایک تھا۔ چنانچہ مغلوں کے پے در پے حملوں کا بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ قلعہ عالم کہن واقع کوشٹ کو خیراللہ نے اپنے اقتدار کے دوران برباد کر دیا تھا جب محترم شاہ نے مولکھو پر قبضہ کر لیا قلعہ بلمتی کو بھی گرا کر برباد شدہ قلعوں کی لکڑیاں ایک مناسب مقام میں لاکر نیا قلعہ تعمیر کیا جو اب بھی قلعہ دراسن کے نام سے موجود ہے اندرونی تبدیلیوں کے ساتھ وہی قلعہ دراسن کہلاتا ہے۔

شغور پر حملہ اور خان بہادر کی شکست

دراسن اور علاقہ مولکھو سے فراغت پاکر شاہ نواز خان اور محترم شاہ نے شغور کا رُخ کیا جہاں خان بہادر رہتا تھا۔ خان بہادر نے اس سے خبر دار ہو کر اہل خُذرہ کے جوانوں کو قلعہ شغور میں جمع کیا۔ اور اُن کو حفاظت قلعہ کیلئے چھوڑ کر خود کمک لاتے براہ ارکاری بدخشان چلا گیا۔ محترم شاہ اور اس کے ہمراہیوں نے شغور پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور دررہ لٹکوہ کی طرف پیشقدمی شروع کی۔ موغ کے مقام پر یدل بیگ نامی درۂ خذرہ کے ایک سردار نے اس کا مقابلہ کیا مگر تاب مقاومت نہ لاکر بھاگ کھڑا ہوا۔ محترم شاہ درۂ لٹکوہ کے سارے علاقہ کو تاخت و تاراج کر کے واپس شغور آگیا ادھر خان بہادر کی بیگم جمیلہ خاتون جو مہتر خیر اللہ کی لڑکی اور ایک بہادر خاتون تھی حملہ آوروں کو قلعہ کے باہر روک رکھا تھا۔ محترم شاہ نے اسے کہلا بھیجا کہ جنگ کرنا عورتوں کا کام نہیں بہتری اسی میں ہے کہ ہتھیار ڈال دو اور قلعہ خالی کر دو۔ ورنہ بہت سی جانیں ضائع ہوں گی۔ خان بہادر خان کا بڑا بھائی خان دوران بھی قلعہ میں محصور تھا۔ مگر وہ مرد میدان نہ تھا اور قلعہ کی نگرانی خان بہادر کی بیگم کے ہاتھ میں ہی تھی۔ جمیلہ بیگم نے محترم شاہ کی شرائط کو تسلیم کر کے قلعہ خالی کر دیا اور گاؤں میں چلی گئی۔ خان دوران کی لڑکی چونکہ مہتر شاہ نواز خان کے عقد میں تھی۔ لہذا اس نے اپنے بھائی محترم شاہ سے سفارش کی کہ یہ علاقہ پھر خان دوران کے حوالے کر دے۔ حالانکہ محترم شاہ کو یہ بات بالکل ناپسند تھی اور نا قابل قبول تھی۔ تاہم بڑے بھائی کی خاطر اس نے مان لی۔ مگر یہ شرط رکھی کہ خان بہادر جس طرح بدخشان بھاگ گیا تھا اگر اسی قسم کی کوئی اور غلطی سرزد ہوئی تو اس وقت پھر معافی ناممکن ہوگی اس طرح درۂ خذرہ خان دوران کی تحویل میں رہے کہ تینوں شہزادے واپس اپنے علاقوں کو چلے گئے۔

محترم شاہ اور پادشاہ بن شاہ عالم کے درمیان مخالفت اور جنگِ یونی

پادشاہ بن شاہ عالم جسے محترم شاہ نے کوہستان

سوات کی صحرا نوردی سے نجات دلا کر علاقۂ خوشوقتیہ کی حکومت کا مالک بنا دیا تھا اب اس خیال کا مالک ہو گیا کہ ابتدائی تقسیم میں شاہ خوشوقت کے حصہ میں جو علاقے آئے تھے توریکھو کا پرگنہ بھی انہیں شامل تھا وہ میرا حق ہے واپس دے دے۔ اس خیال کے محرک اس کے لڑکے ملک امان اور سلیمان شاہ تھے کہ بصورت انکاری جنگ کا اقدام کرے۔ اس کے بعض وزراء جنمیں محمد نراب اتالیق جو ایک دانا اور معزز وزیر تھا نے بادشاہ کو اس سے منع کیا اور نیک صلاح دی کہ یہ ارادہ چھوڑ دے۔ مگر وہ نہ مانا۔ اس کے لڑکے ملک آمان نے سنگین علی سوئم جو خان بہادر کا بھائی تھا کی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے مہتر محمد شفیع کے خاندان کے ساتھ تعلقات اور اتحاد قائم کیا۔ اور اُدھر بدخشاں میں خان بہادر کے ساتھ خط و کتابت شروع کی۔ پادشاہ خود ورشگوم سے فوج کثیر لیکر مستوج پہنچا۔ محترم شاہ نے ان حالات سے اپنے بھائی مہتر شاہ نواز خان کو مطلع کیا اور خود توریکھو اور موڑکھو کا لشکر لیکر خنداں جنالی کے میدان پر آکر مورچے لگائے۔ مہتر شاہ نواز خان چترال سے بھی ایک فوج لیکر بونی کے سامنے ایک گاؤں میں پہنچا پادشاہ اور اس کا لڑکا ملک آمان اپنی فوج سمیت جنگ کے لئے تیار ہو کر ان کے مقابل میں صف آرا ہو گئے۔ اور ایک خونریز جنگ ہوئی مولانا زبیر نے اس جنگ کا نقشہ مندرجہ ذیل اشعار میں کیا خوب کھینچا ہے۔

سواران ہر سو کشیدند صف	ہمہ تاج[لہ] در تیغ عریاں بکف
ہمہ تنگ اسپاں کشیدند سخت	زمیں گشت از نیزہ ہا پُر درخت
بگفتا بہ شہ محترم شہنواز	برو تو بملک آمان جنگ ساز
من و پادشہ ہر دو با یکدیگر	بتازیم باہم بہ پیرانہ سر
شہ محترم لشکر پُر شتاب	ہمی بگذرانند از روی آب
کہ ملک آمان با ہجوم سپاہ	ہمی بود استادہ در رزمگاہ
دلیران کشیدند تیغ از میان	ازاں شعلہ شد برق بر آسمان
شہ محترم تاج بخش جہان	بخوبی بلند آفتاب جہاں!
چو ملک امان را بدید و شناخت	بسویش ہمی اسپ خود را بتاخت
گرفتند او را و نگذاشتند	ز ہر سو شدہ در میاں داشتند
بگفتند جان ہا فدائے تو باد	سر و تن ہمہ خاکپائے تو باد!
فشا بد بمیدان رود شہریار	کہ با دشمناں خود کند کارزار
جہاں شد ز دود کمان ناپدید	یکی دیگری را در انجا ندید
ز بانگ دہلہا و آواز کوس	بلرزید ایں گنبد آبنوس
صدا از زمیں شد چناں بر فلک	ز وحشت رمیدند فوج مَلَک

لہ نیزہ

اس لڑائی میں ہر ایک نے داد شجاعت دی۔ محمد شکور اتالیق کا بیٹا حاتم خان ملک امان کے نیزہ سے زخمی ہوا اور ملک امان خود رحیم کی شمشیر کے وار سے زخمی ہو گیا اور حسین علی خان بن حاتم خان منصور کے وار سے مجروح ہوا۔ محبت اور محمد کریم کے آپس میں مقابلے ہوئے اور محمد ضمیر کی مدافعت سے دونو بچ گئے۔ شہزادہ خرم کو الغ بیگ نے بندوق کی گولی سے مجروح کیا۔ محترم شاہ نے گھوڑا دوڑا کر ملک امان پر حملہ کرنا چاہا۔ تو اس کے بہت سے سوار حمائیتوں نے بیچ میں آکر نہ بڑھنے دیا۔ کئی آدمیوں کو محترم شاہ نے موت کے گھاٹ اتار دیا اور بہت سے بہادر دونوں طرف سے ہلاک اور زخمی ہوئے۔ مہتر شاہ نواز خان اور مہتر بادشاہ دونوں ضعیف العمر حکمرانوں نے بھی شمشیر زنی سے بہادری کے جوہر دکھائے خوشوقتیہ لشکر کی طرف سے چار مشہور پہلوان عمر میہ، خان، بیلی۔ گرد، خان بہادر شمشیر برہنہ لیکر دریا عبور کر کے میدان میں کود پڑے۔ ادھر شاہ نواز خان کے لشکر سے صمد خان بنیرۂ محمد بیگ نے میدان میں نکل کر ان کا مقابلہ کیا صمد خان پر دباؤ بڑھتا دیکھ کر مہتر شاہ نواز نے بجلی کی سرعت کے ساتھ ان پر حملہ کر کے عمر میہ پہلوان کے دو ٹکڑے کر دیئے اور بیلی پہلوان اور شخص کے ہاتھ سے مارا گیا۔ غرض اس خونریز جنگ کے بعد بادشاہ خوشوقتیہ کے لشکر کو ہزیمت ہوئی۔

دوسرے دن تازہ دم ہو کر پھر لڑائی ہوئی۔ مگر ان کی ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ جلد ہی شکست کھا کر بھاگنے لگے محترم شاہ نے حکم دیا کہ بادشاہ اور اسکے بیٹوں ملک امان اور پرکش کو گرفتار کر کے پیش کیا جائے اس اثناء میں محترم شاہ کی بیگم جو بادشاہ کی لڑکی تھی دراسن سے وہاں پہنچی۔ اور شوہر سے والدہ کی تقصیر کے لئے معافی کی خواستگار ہوئی۔ محترم شاہ نے اس کی سفارش قبول کر کے اسے کہا کہ اپنے باپ اور بھائیوں کے پاس جا کر ان کو ہوش میں لائے چنانچہ وہ اُن کے پاس مستوج گئی اور ان کو سمجھایا پھر دونوں میں ملاقات کرا کے صلح کرائی جسکے نتیجہ میں علاقہ خوشوقتیہ بادشاہ کے پاس بدستور رہا اور شہزادے اپنے علاقوں کو واپس ہو گئے

پادشاہ بن شاہ عالم کی وفات

جنگ بُونی کے چند سال بعد بادشاہ بن شاہ عالم کا درشگوم میں انتقال ہو گیا۔ اور اس کا لڑکا ملک آمان علاقہ خوشوقتیہ کا حکمران ہوا پنیال میں بادشاہ کا بھائی پرکش حکمران تھا مگر وہ ملک آمان سے جو مستوج میں تھا ڈرتا تھا۔ اور اس کے خلاف اپنی طاقت بڑھانے کے لئے خیر اللہ کے لڑکوں داراب شاہ، فیروز شاہ، ڈہوم و مقراب شاہ کو بلا کر اپنے پاس رکھ لیا تھا لیکن نتیجہ برعکس رہا چنانچہ داراب شاہ نے درشگوم پر قبضہ کر لیا۔ اور مقراب نے پنیال پر قبضہ جما لیا۔ ملک آمان نے یہ سنکر محترم شاہ سے مدد مانگی۔ محترم شاہ اور وہ دونوں لشکر لیکر غذر ہی میں پہنچے تھے کہ چترال سے خبر ملی کہ خان بہادر بن محمد شفیع تین سو سوار بدخشانی لیکر شغور میں اپنے بھائی خان دوران کے پاس جا پہنچا ہے حالانکہ اس نے اپنے بھائی خان بہادر سے قطع تعلق کا وعدہ کیا تھا۔ لہذا محترم خان وہاں سے واپس مراجعت کر کے رات دن سفر جاری رکھتے ہوئے اوژور کی سرحد میں پہنچا۔ ملک آمان کو بھی ناکام واپس مستوج آنا پڑا۔

بدخشانی کمک سے خان بہادر کا حملہ اور شکست

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ خان دوران کو محترم شاہ نے مہتر شاہ نواز خان کی سفارش پر اس شرط پہ خذرہ کا حکمران رہنے دیا تھا کہ وہ اپنے بھائی خان بہادر کے ساتھ قطع تعلق کریگا۔ مگر خلاف وعدہ جب خان بہادر شغور پہنچا۔ خذرہ کے لشکر بھی مقابلہ کے لئے تیار ہوئے۔ ادھر مہتر شاہ نواز خان اور سربلند خان بھی لشکر لیکر وہاں آ پہنچے تھے۔ اتھور کے گری مقام پہ جو ایک تنگ جگہ ہے۔ دونوں افواج میں مقابلہ ہوا اہل خذرہ کا سرگروہ مدل بیگ جو ایک بہادر سردار تھا جنگ کے شروع ہی میں مارا گیا اور اسکے دو بھائی گرفتار ہوئے جس سے لشکر خذرہ میں بدحواسی پھیل گئی۔ بدخشانی سوار لشکر مدل بیگ کے قتل اور لشکر خذرہ کی بدحواسی دیکھ کر ہمت توڑ بیٹھے اور پیٹھ دکھا دی۔ اور سیدھا بدخشاں کا رخ کیا۔ بہت سے بدخشانی گرفتار کرکے تہ تیغ کر دیئے گئے۔ خان بہادر بھی ان کے ساتھ ہی پھر بدخشاں بھاگ گیا۔ خان دوران قلعہ شغور میں واپس آ گیا اور اپنے عیال کو لیکر معافی کے لئے مہتر شاہ نواز خان اور اس کے بھائیوں کے پاس حاضر ہوا اور انھوں نے اسے معاف کر دیا۔ لیکن بڑے بھائی کو ملامت کیا کہ اس سے وفا کی توقع رکھنا آپ کی غلطی ہے جو بدخشانی جنگ میں اسیر ہو کر قلعہ میں قید تھے ان کو باہر نکال کر رہا کر دیا گیا۔ محترم شاہ نے ایک کے کان کا ٹکڑا اس کے ہاتھ پر رکھا اور کہا کہ میری طرف سے یہ بطور تحفہ میر بدخشاں کو پیش کرنا۔

محترم شاہ کی روانگی ملک آمان کی مدد پر دوسری بار

جوں ہی محترم شاہ خان بہادر کی مہم سے فارغ ہوا اس نے پھر مستوج کا رخ کیا اور وہاں سے ملک امان کو ساتھ لیکر غذر پہنچا جہاں برش اور داراب شاہ نے دوبارہ آپس میں اتفاق کرکے غذر میں قلعہ بنا کر اسے مضبوط کر لیا تھا اور خان بہادر بن برش اور فیروز شاہ بن خیر اللہ وہاں موجود تھے۔ محترم شاہ اور ملک امان نے وہاں پہنچکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا محترم شاہ نے وہاں سے شہیمال کے دشت میں جا کر قیام کیا۔ تاکہ شاہ برش جو درشگوم سے لشکر لیکر اپنے بیٹے خان بہادر اور فیروز شاہ کی مدد کیلئے آ رہا تھا اس کی مدافعت کرے۔ جب رات کو برش اس مقام پر پہنچا۔ محترم شاہ اس پر ٹوٹ پڑا اور بے انتہا آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ برش نے وہاں سے بھاگ کر قلعہ دھیمال میں جا کر پناہ لی۔ محترم شاہ نے اس مقام کے اردگرد پھل اور کھیتوں کو آگ لگا دی اور مستوج کی طرف مراجعت کی۔

محترم شاہ و ملک امان کا برش کی امداد پر جانا

کچھ عرصہ بعد برش اور خیر اللہ کے لڑکوں کے درمیان پھر بے اتفاقی پیدا ہوئی تو اہل درشگوم داراب شاہ بن خیر اللہ کے ساتھ مل گئے اور برش کو قلعہ روشن میں اور اس کے لڑکے خان بہادر کو قلعہ دھیمال میں محصور کر لیا۔ اور ہنیال پہ خیر اللہ کے نواسہ مضراب بن شاہ وٹ کا تسلط ہو گیا آخر کار برش نے عجز و زاری کرکے ملک امان کے پاس قاصد بھیجے اور ملک امان نے محترم شاہ کو امداد کی درخواست دی۔ چنانچہ محترم شاہ تورکہو اور موڑکہو کا لشکر اس کی مدد کے لئے ساتھ لیکر مستوج پہنچا۔ اور وہاں کا لشکر ملک امان کے ساتھ ملا اور پھر دونوں ایک ساتھ دشت شہیمال میں باہم مل گئے۔ فیروز شاہ بن خیر اللہ

نے دھیمال کے خطرناک راستہ پر برج بنا کر وہاں مورچہ بنایا ہوا تھا۔ اس کے اوپر دریا کے عبور کرنے کی کوئی جگہ اور نہیں تھی۔ محترم شاہ نے اپنے لشکریوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ کون ہے جو دریا کو عبور کر کے دریا کے دوسرے کنارے کے برج پر قبضہ کر سکتا ہے؟

ملک اژدر کی بہادری

تو ملک اژدر نامی ایک پہلوان جو تورکہو کے خوشہ قوم سے تھا سامنے آیا اور شہزادہ کا ہاتھ چوم کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور اکیلے ہی اس برج پر قبضہ کر لیا۔ اور فیروز شاہ کے مورچہ پر ایسی آتشباری کی کہ وہ اسے چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا اور قلعہ سوما کی جانب فرار ہو گیا۔ مگر دشمنوں نے اس کا تعاقب کر کے راستہ ہی میں اسے جا لیا اور ملک آمان نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ ادھر داراب شاہ۔ مقراب بن شاہ وٹ کو قلعہ سوما میں چھوڑ کر خود مزید کمک مانگنے درہ انیسار کے راہ بدخشان چلا گیا۔ ڈہوم جو ورشگوم سے براہ اینسار فرار ہوا تھا۔ راستہ میں گرفتار ہو کر ملک امان کے ہاتھ پڑ گیا۔ جس نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ خیر اللہ کے لڑکوں کا بھی اسی طرح اختتام ہوا۔

شہزادہ محترم شاہ کا سفر گلگت

اسوقت گلگت میں گوہتم نبیرۂ آیاش بیگ رئیسہ خاندان سے حکومت کرتا تھا۔ اس کی جانب سے ایک سردار ملا بیگ پنیال کے قلعہ میں رہا کرتا تھا محترم شاہ نے حکمران گلگت کو لکھ بھیجا کہ پنیال ہمارا خاندانی علاقہ ہے لہذا اپنے آدمی کو وہاں سے فوراً نکال دو۔ ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ گوہتم رئیسہ نے فوراً ملا بیگ کو گلگت واپس بلا لیا۔ محترم شاہ ملک آمان کو ساتھ لیکر خود گلگت گئے تو گوہتم نے نہایت شان و شوکت اور محبت سے ان کا استقبال کیا۔ اور محترم شاہ کے ساتھ قرابت پادری ظاہر کر کے عنایت و شفقت کا خواستگار ہوا۔ کیونکہ محترم شاہ کی والدہ اس کے دادا آیاش بیگ کی دختر زادی تھی۔ محترم شاہ اس کے عاجزانہ سلوک سے متاثر ہو کر اس کی استدعا پر اس کے گھر میں گیا۔ جہاں اس نے سب خواتین حرم سرا اس کے سامنے پیش کیں گوہتم نے اپنا ملک و حکومت و قلعہ بھی محترم شاہ کو پیش کر دیا۔ مگر محترم شاہ نے سب کچھ اسے واپس بخشدیا۔ اور چند روز گلگت میں سیر و شکار کر کے واپس مستوج روانہ ہو گیا۔ اسی طرح سارے علاقہ خوشوقتیہ کو دشمنوں سے پاک و صاف کر کے ملک آمان کی گود میں رکھ دیا۔ جو نیکی اس کے باپ کے ساتھ کی تھی۔ وہی نیکی بیٹے کے ساتھ دہرادی۔ اس مہم میں مہتر شاہ نواز خان نے چترال سے کوئی کمک نہیں بھیجی کیونکہ وہ محترم شاہ کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے اب کچھ خوف کھانے لگا تھا اور دل میں حسد بھی رکھتا تھا۔

جہان خان میرو خان کا ریچ پر چھاپہ اور محترم شاہ کا جوابی حملہ

موسم خزاں میں محترم شاہ ملک آمان خوشوقتیہ کی دعوت پر شکار اور سیر و تفریح کے لئے مستوج آیا ہوا تھا۔ انہی دنوں جہان خان والئی وخان علاقہ بدخشاں جو وادی یارخون سے ملا ہوا ہے میر بدخشاں کے لئے بردہ یعنی قیدی غلام مہیا کرنے کیلئے درہ بروغیل کی راہ سے یارخون اور وہاں سے شاہ جنالی کے راستے موضع ریچ پر حملہ آور ہوا اور وہاں سے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔ محترم شاہ یہ اطلاع سنکر دانت پیس کر رہ گیا۔

مگر اب موسم سرما شروع ہو چکا تھا۔ اور درے برف سے بند ہونے والے تھے وقت کو ناموزوں سمجھکر خاموش رہا۔ مگر جوں ہی موسم بہار شروع ہوا اور درے پھر کھل گئے۔ محترم شاہ اپنی رعایا قید سے چھڑانے اور دشمن سے بدلہ لینے کے لئے لشکر لیکر بروغیل کے راستے جہان خان میرو خان پر ٹوٹ پڑا۔ جب یہ لشکر مقام پیرخمہ پہنچا تو جہان خان کے پہرہ داروں نے اسے یہ خبر پہنچائی تو وہ بدحواس ہوکر گاؤں سے جہاں اسوقت سیر کو گیا ہوا تھا بھاگ کر وہاں سے قلعہ پہنچا مگر محترم شاہ بھی اسکے تعاقب میں سرعت کے ساتھ قلعہ تک جا پہنچا۔ اور میر کو قلعہ میں محصور کر کے آگ بلند کی تاکہ اس کا لشکر جو رات کی تاریکی سے اردگرد کے دیہات میں منتشر ہوگئے تھے وہاں جمع ہو جائے۔ دوسرے دن چترالی لشکر نے قلعہ اور دیہات وخان میں تاخت و تاراج کا بازار گرم کر دیا اور بہت سے قیدی، گھوڑے، اونٹ۔ بیل۔ گائیں دُنبے۔ مال و اسباب لوٹ کر اپنا بدلہ لے لیا۔ جہان خان قلعہ میں محصور رہا۔ محترم شاہ اپنا مقصد (جو انتقام لینا تھا) حاصل کر کے وہاں سے کامیاب واپس آگیا۔ سینکڑوں غلام اور کنیزیں ہمراہ لائے جو لشکریوں میں تقسیم کئے گئے کہتے ہیں کہ محترم شاہ کی دو بیگمات یعنی والدہ نصراب شاہ و مہتر آباد ان کنیزوں میں سے تھیں جو اس مہم سے محترم شاہ کی حرم سرا میں داخل ہوئی تھیں۔ مولانا سیر فرماتے ہیں۔

بغارت چناں رفت ملک وخان	کہ سرتا بپاشد ہمہ خاکدان
اسیران و بندی فزوں از شمار	ز اسپان و گاؤ و شتر صد قطار
سیہ چشم ترکان سیمیں ذقن	شکر لب کنیزان و شیریں دہن
اسیران و رخت بُنہ بیحساب	چو ریگ بیابان و دریائے آب
بکردند درپیش وگشتند و باز	بہ اقبال شاہ یل ترکتاز

آغاز مخالفت شاہ نواز خان و محترم شاہ

مہتر خیر اللہ کے قتل کے بعد پندرہ سال تک مہتر شاہ نواز خان نے چترال میں اور محترم شاہ نے تورکہو و موڑکہو میں حکمرانی کی اور آپسمیں ظاہری اتفاق سے رہے۔ مگر آخر کار ان دونوں میں رنجش پیدا ہو گئی مخالفت کی جڑ خان دوران اور خان بہادر محمد شفیع کے لڑکے تھے مہتر شاہ نواز خان کی بیگم خان دوران کی بیٹی تھی اس وجہ سے مہتر مذکور نے کئی بار ان کی شدید و سنگین تقصیرات کو اس رشتہ کے مدنظر معاف کر دیا۔ اور بار بار ان کو علاقہ خذرہ کی حکومت تفویض کی۔ حالانکہ محترم شاہ ان کی بیوفائی سے بہت تنگ اور شکستہ خاطر تھا اور انکے خلاف مگر جب مہتر شاہ نواز خان کی بیگم یعنی خان دوران کی لڑکی کا انتقال ہو گیا تو اس نے خان دوران کے چھوٹے بھائی دندیا خان کی چھوٹی لڑکی مثقال بیگم کے ساتھ جو بدخشاں میں اپنے باپ کے ساتھ تھی شادی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ محترم شاہ نے یہ سن کر بھائی کو کہلا بھیجا کہ ان لوگوں کے ساتھ روابط مزید جدید استوار نہ کرے مگر شاہ نواز خان مہتر نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اور بدخشان سے مثقال بیگم کو بلوا کر حرم میں داخل کیا

اور محترم شاہ کو بقول مولانا سیر یہ جواب دیا۔

چوں مرد این سخن برو بر شاہ نواز	بغرید و گفت آں یل ترکتا ز
ترا سود باشد ز خوش وقتیاں	ز خویشان من چیست مارا زیاں
نترسم من از تندی و خشم کس	کہ باشد کہ با من برآرد نفس
منم شہسوار یل صف شکن	بلرزند شیران ز شمشیر من
چو گیرم بکف تیغ ہنگام جنگ	بدریا ز بیمم گریزد نہنگ

محترم شاہ نے شادی کا حال سنکر اعلانیہ اظہار خفگی کیا اور کہا کہ بھائی نے میرا مشورہ قبول نہ کیا اور اب آخری بار کہتا ہوں کہ خان بہادر کو پھر اس ملک میں نہ لائیگا۔ اگر ایسا کیا تو میرا اور ان کا قطع تعلق بلکہ تیر و تلوار تک معاملہ پہنچ جائیگا۔ ابھی تھوڑا عرصہ بھی نہ گذرنے پایا تھا کہ مہتر شاہ نواز خان نے خان بہادر کو سرحد بدخشاں سے طلب کر کے شغور کی حکومت اس کے حوالہ کردی اور یہاں سے دونوں کے درمیان کھلی مخالفت شروع ہوگئی۔

محترم شاہ کا شغور پر حملہ اور قبضہ محترم شاہ شغور سے خان بہادر کو خارج کرنے کے ارادہ سے لشکر لے کر توریکھو سے روانہ ہوکر غزی پہنچا اور وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ وہاں کچھ فوج چھوڑ کر خود درہ آویر پہنچا جہاں ملک امان خوشوقتیہ بھی فوجی امداد لیکر اس کے ساتھ ملگیا اور یہ دونوں دشوار گذار اور برف سے ڈھکا ہوا راستہ طے کر کے مقام اژدر پہنچے خان بہادر نے شغور اور اژدر کے درمیان بابر کے دشوار و تنگ راستہ پر مضبوط چوکیاں بناکر وہاں وہاں فوج رکھی ہوئی تھی اور ادھر شغور قلعہ کے گرداگرد خندق بناکر اسے پانی سے بھر دیا تھا۔ محترم شاہ کے لڑکے فرخ سیر نے دلیرانہ حملہ کر کے یہ مورچہ فتح کرلیا۔ ملک امان اور محترم شاہ نے یہاں سے گذر کر شغور کے قلعہ کو محصور کرلیا۔ چند دن کے بعد شہزادہ محترم کو خان بہادر کے پاس بھیجا کہ اگر وہ قلعہ خالی کردے یعنی حوالہ کردے تو اس کے ساتھ مزید تعرض نہ کیا جائیگا۔ خان بہادر نے یہ رعایت کافی سمجھکر قلعہ خالی کردیا اور مع اہل و عیال بدخشاں کی جانب فرار ہوگیا اور قلعہ شغور پر محترم شاہ کا قبضہ ہوگیا۔ اس طرح علاقہ خذرہ میں سنگین علی کی اولاد کی حکومت ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی۔

سر بلند خان کا حملہ دروش سے اور جنگ گھیرت محترم شاہ اور سر بلند خان کے درمیان یہ فیصلہ ہوا تھا کہ جب محترم شاہ کی فوجیں اوپر سے حملہ آور ہوں تو سر بلند خان دروش سے پیشقدمی کرے۔ چنانچہ جب محترم شاہ مقام کو غزی میں پہنچا تو سر بلند خان دروش سے ایک بھاری لشکر لیکر روانہ ہوا۔ مہتر شاہ نواز خان نے چترال سے اپنی فوج لیکر گھیرت جاکر اس کا مقابلہ کیا۔ مگر چونکہ

سر بلند خان کے ساتھ لشکر بہت زیادہ تھا۔ تاب مقابلہ نہ لا کر شاہ نواز خان پسپا ہوا اور چترال واپس ہو گیا

فرخ سیر کی مخالفت باپ سے

محترم شاہ نے خان بہادر کے فرار کے بعد اپنے بیٹے فرخ سیر کو انجگان یعنی علاقہ لٹکوہ کی حکومت سپرد کی۔ مگر فرخ سیر نے بعض مصاحبین کوتاہ اندیش کے اغوا سے تمام علاقہ خذرہ اور قلعہ شغور کا مطالبہ کیا۔ جسے والد نے منظور نہ کیا۔ اسپر وہ باپ سے باغی ہو کر خان بہادر سے بدخشاں میں خط و کتابت کرنے لگا۔ اور اپنے چھوٹے لڑکے کو کمک مانگنے شاہ بدخشاں کے پاس روانہ کر دیا۔ محترم شاہ نے یہ سنکر اس کے لڑکے کو راستے میں گرفتار کرا لیا۔ اور شہزادہ غضب شاہ اور محمد علی خان بن سر بلند خان کو اس کی گوشمالی کیلئے لٹکوہ روانہ کیا۔ یہ اِدھر پہنچکر جنگ کر رہے تھے کہ فرخ سیر جو اپنے لڑکے کی حفاظت کیلئے درہ ارکاری میں آ گیا تھا وہاں سے فرار ہو کر بدخشاں چلا گیا اور اس کا قلعہ جو لٹکوہ میں تھا جڑسے گر کر برباد ہو گیا۔

محترم شاہ کا چترال پر حملہ اور مہتر شاہ نواز خان کی معزولی

علاقہ خذرہ کی مہم سے فارغ ہو کر محترم شاہ نے چترال کی جانب توجہ کی۔ ادھر سر بلند خان کو پہلے ہی اطلاع بھیجدی گئی تھی۔ چنانچہ دونوں اپنے لشکروں کے ساتھ ایک مقررہ تاریخ پر چترال پہنچے۔ شاہ نواز خان کا لڑکا مستم شاہ جنگ کا بیحد شوقین تھا۔ مگر بوڑھے باپ مہتر شاہ نواز خان نے زمانہ کا رنگ دیکھ کر بیٹے کو جنگ سے باز رکھا اور کہا کہ سارے لوگ محترم شاہ سے ملے ہوئے ہیں ہم چند ملازموں کی امداد سے کیا کر سکتے ہیں اور دوسرے دن مع اہل و عیال قلعہ سے باہر نکل کر نرست و بیلم کی راہ لی اور محترم شاہ قلعہ پر قبضہ کر کے تخت چترال پر بیٹھ گیا۔

مہتر شاہ نواز خان کی وفات

بیلم نرست میں پہنچے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مہتر شاہ نواز خان اس جہان ناپائیدار سے رخصت ہوا اسکی نعش بروز لا کر شاہی قبرستان میں دفن کیگئی مرزا محمد غفرانؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

بلی ایں چنیں است رسم جہاں	ز راحت ہمیشہ ندارد نشان
چو اول کند شاد آخر غم است	ہماں شادی و عیش ہم ماتم است
ندا داست لقمہ ز شہد و شکر	کہ از زہر در وے نباشد اثر
بجسم فراست اگر بنگری	ز شادی و غم ہا ہمہ بگذری
نباشی گرفتار ناموس و جاہ	کہ ناموس کاہ است و جاہ ہست چاہ

مہتر شاہ نواز خان کے زوال کے اسباب

مہتر شاہ نواز خان کے چار لڑکے تھے جو شجاعت و ہنر

ہیں یکتائے روزگار تھے۔ خصوصاً مسلم شاہ جو ایک مغرور اور پرجوش دلیر نوجوان تھا اپنی شجاعت اور جوانی پر فخر کرتا تھا۔ جب محترم شاہ اور سر بلند خان بڑے بھائی سے ملنے چترال آتے تو مسلم شاہ ان کا مناسب ادب و احترام نہیں کرتا تھا۔ جو محترم شاہ کے لئے ناقابل برداشت سلوک تھا۔ مولانا سیر نے مہتر شاہ نواز خان کے زوال کے مزید اسباب یہی بتائے ہیں کہ اس نے رعایا پر ظلم و ستم زیادہ رکھا تھا۔ بردہ فروشی کا عام رواج تھا بلکہ حد سے گذر چکا تھا۔ مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کے جتنے ہوا خواہ ملک میں تھے انکو بدخشاں اور ترکستان میں لیجا کر فروخت کرا دیا۔ اپنے مصاحبین میں ایسے لوگوں کو آگے کیا جو نااہل تھے۔ بہادر اور شجاع مشیروں کی بیقدری کی نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران ملک اور سربراہان قوم اس سے الگ ہو گئے۔ اور محترم شاہ کی جانب مائل ہو گئے حتیٰ کہ اس کا بھائی سر بلند خان بھی اس سے خفا ہو کر محترم شاہ سے جا ملا چنانچہ مولانا سیر فرماتے ہیں۔

شاہ نواز آں یل ارجمند — چو شد پیر از زمانہ گزند
ہماں خوی خویش ہمہ زشت شد — فرو زندہ شمع چو انگشت شد
امیراں نماندند در پیش او — شدہ ناقصاں مرہم ریش او
زحد بیش بفروخت خلق خدائے — کہ پر شد ز اسلام ملک ختائی
ہمہ خلق از و رو بر و تافتند — سوئے محترم شاہ بشتافتند
ہماں سر بلند خان از و باز گشت — ہماں با شہنشاہ دمساز گشت
ہماں خان قاسم برفت از جہان — کہ مے بود بادے لسبی مہربان

ہ والی دیر

مہتر شاہ نواز خان کے ذاتی اوصاف اور اسکے دور کی خصوصیات

مہتر شاہ نواز خان کا عہد کٹوریہ اور خوشوقتیہ خاندان کی باہمی خانہ جنگیوں کی مہمات کے لئے ایک مشہور تاریخ ہے اور اسی کشمکش میں اسے اور اس کے بھائیوں کو بیشتر زمانہ جلاوطنی میں گذارنا پڑا۔ خوشوقت خاندان کے مہتر خیر اللہ کے ساتھ ان شہزادوں کی سترہ سالہ جنگ جو آخر کار خیر اللہ کے قتل کے بعد ۱۷۸۲ء میں ختم ہوئی طویل ترین جنگ تھی جو ان خاندانوں کے درمیان واقع ہو کر آخر کار علاقہ کٹوریہ سے خوشوقتیہ اقتدار ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا اور توریکھو کا علاقہ جو خوشوقتیہ حلقہ میں تھا کٹوریہ مملکت میں شامل ہو گیا۔ ادھر علاقہ خوشوقتیہ میں بھی کٹوریہ اقتدار اور بالادستی بڑھ گئی۔ اور خیر اللہ کی اولاد کو برطرف کر کے شاہ عالم بن شاہ خوشوقت کے لڑکوں نے شاہ کٹور محترم شاہ کی امداد سے عنان حکومت ہاتھ میں لی اور اپنی حکومت مستحکم کر لی۔

مہتر شاہ نواز خان کے عہد کا ایک اور اہم واقعہ یہ ہے کہ اولاد سنگین علی اور محمد شفیع کو علاقہ خندرو موڑکھو سے قطع تعلق کرنا پڑا کیونکہ محترم شاہ کی مہمات کی کامیابی اسکے بغیر ممکن نہ تھی۔

مہتر شاہ نواز خان اور اسکے بھائیوں نے دیر، براول اور باجوڑ کے افغان سرداروں سے روابط اور دوستانہ تعلقات پیدا کئے جس کے نتیجہ میں ان کو مہتر خیر اللہ کے خلاف مہمات میں افغانوں کی زبردست امداد حاصل تھی جس کے بغیر مہتر خیر اللہ کے عظیم لشکر کو شکست دینا ناممکن تھا۔

شاہ نواز بہادری اور شجاعت میں بے مثال تھا اور ایک شریف النسان تھا۔ البتہ آخری عمر میں بُرے اور کوتاہ اندیش مصاحبوں کی وجہ سے امور جہانداری اور سیاست میں ناکام ہوگیا تھا اور دنیا کی لالچ پر خلق خدا کو فروخت کرنے لگا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا بگڑ گئی اور سرداران قوم نے جدائی اختیار کی اور آخر بھائیوں کے ہاتھوں سے شکست نصیب ہوئی۔ مرزا محمد غفران فرماتے ہیں۔

چنیں است رسم و رہ روزگار	کہ بر یک نمطے نماند قرار
نہ در دوستاں دوستی را بقا است	نہ مہر و وفائی برادر بجا است
نہ دختر بمادر پدر را پسر	بہ مہر و محبت رساند بسر

مہتر شاہ نواز خان کی اولاد

اُن کے پانچ بیٹے تھے۔ اول سلیمان شاہ۔ دوسرا مستم شاہ۔ تیسرا شاہ پروین۔ چوتھا جہاندار شاہ۔ پانچواں محترم شاہ

چھٹا باب

شاہ محترم شاہ ثانی المعروف بہ شاہ کٹور ثانی

سنہ ۱۷۸۸ء تا سنہ ۱۸۳۸ء
۱۲۰۲ھ تا ۱۲۵۴ھ

محترم شاہ نواز خان کی معزولی کے بعد محترم شاہ ثانی تخت چترال پر رونق افروز ہوا اور اسکو شاہ کٹور ثانی یا چھوٹا کٹور بھی کہا جاتا ہے شاہ محترم شاہ اول کو "کٹور اول" یا بڑا کٹور کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

محترم شاہ ثانی اپنے دونوں بھائیوں مہتر شاہ نواز خان اور سربلند خان سے عمر میں کم تھا مگر لیاقت اور ہمت و دانش میں ان سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ ان تینوں بھائیوں کی والدہ "دل خونزا" قزل بیگ بن محمد رضا کی صاحبزادی تھی۔ محترم شاہ کی تخت نشینی کے بعد سربلند خان بدستور علاقہ درویش کا حکمران رہا۔

مہتر ملک آمان خوشوقتیہ کی وفات کے بعد واقعات اور ماتحت علاقہ کی تقسیم

شاہ کٹور ثانی کی تخت نشینی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مہتر ملک امان بن بادشاہ بن شاہ عالم کا انتقال ہوگیا۔ چونکہ اس کے لڑکے کم عمر تھے لہذا اس علاقہ پر بھی شاہ کٹور ثانی کا اختیار و تصرف ہوگیا۔ مہتر ملک آمان کے بھائیوں میں قوت خان اور سلیمان شاہ لائق و تجربہ کار تھے۔ گو مہتر ملک آمان کے لڑکے چالیس سے زیادہ تھے مگر ان میں درامان، گوہرامان، اور میرامان جن کی والدہ محمد یونس خان بن محمد نور بن قزل بیگ کی لڑکی تھی حکومت کے زیادہ مستحق تصور کئے جاتے تھے۔ درامان جو ان میں بڑا تھا دیوانہ وضع اور نالائق تھا۔ گوہر آمان اور میر آمان کمسن تھے لہذا شاہ کٹور نے مہتر ملک امان کے ماتحت علاقہ کو تین حصوں میں تقسیم کرا دیا۔

مستوج کا علاقہ درامان کو دیا۔ پرگنہ غذر ملک امان کے بھائی سلیمان شاہ کو اور علاقہ ورشگوم اس کے دوسرے بھائی قوت خان کے سپرد کیا گیا۔ یٰسین کا علاقہ پہلے ہی سے خوش کے لڑکے آزاد خان کے قبضے میں تھا۔

درامان کی معزولی

تقریباً ایک سال کے بعد اہالیان مستوج نے درآمان کو پسند نہ کر کے سلیمان شاہ کو مستوج بلا یا اور اسے لیکر شاہ کٹور کے پاس چترال آئے مگر شاہ کٹور ان کی اس جرائت سے اُلٹا خفا ہوگیا اور سلیمان شاہ سے یہ علاقہ واپس لیکر اسے ورشگوم کے ساتھ ملا کر قوت خان بن بادشاہ کے تصرف میں دے دیا۔

حکمرانِ گلگت کا پنیال پر حملہ اور قوت خان کی ہلاکت

اس ایک سال کے اندر ہی گلگت کے حکمران گریتم کے لڑکوں "خان"۔ اور عباس نے پنیال پر حملہ کر کے ادھر آزاد خان بن شاہ برش کا محاصرہ کیا یہ اطلاع سنکر قوت خان حکمران ورشگوم جلدی میں جو لشکر تیار ہوسکا اسے لیکر پنیال کی مدد کیلئے روانہ ہوا اور چھوار کے قلعہ میں دشمن سے جنگ کی۔ مگر پنیال والوں کی نمک حرامی سے جو حکمران گلگت سے مل گئے تھے۔ دشمن کے گھیرے میں آگیا اور اپنے دو بھائیوں شبیر شاہ اور فایض کے ساتھ مارا گیا اور اس کے لشکر کے زیادہ آدمی بھی مارے گئے۔

سلیمان شاہ کا گلگت پر حملہ اور قبضہ ۱۷۹۰ء سنہ ۱۲۰۴ھ

سلیمان شاہ بن بادشاہ پنیال پر دشمن کے حملہ کی خبر سن کر بھائی کی مدد کے لئے روانہ ہو چکا تھا کہ راستہ میں بھائی کے مارے جانے کی خبر ملی تو اعلانیہ حلف اُٹھایا کہ دشمنوں کو تہ و بالا کر کے دم لوں گا یا زندہ واپس نہیں آونگا۔ چنانچہ پنیال کی حدود میں پہنچکر جنگ کے میدان میں کود پڑا اور اس قدر گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ لاشوں کے انبار لگ گئے اور خون کا دریا بہنے لگا۔ گلگت کے حکمران خان اور عباس مع اپنے بے انتہا لشکر کے مارے گئے۔ سلیمان شاہ یہاں سے فارغ ہو کر یلغار کرتا ہوا گلگت پہنچا اور وہاں خاندان رئیسہ یعنی حکمران گلگت کے تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور گلگت کو تمام برباد کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ خان رئیس حکمران گلگت کی بیوی سے خود شادی کر لی اور عباس کی بیوی کو دستہ گل شاہ بن محمد اعظم رضا خیل کے حوالہ کر دیا۔ اسطرح گلگت کے حکمران رئیسہ خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

مہتر سلیمان شاہ کا عروج اور مملکت خوشوقتیہ پر قبضہ

جب بھائیوں کا بدلہ لیکر سلیمان شاہ گلگت پر قبضہ کر کے گلگت والوں کو سزا دے چکا تو وہیں قیام کیا۔ شاہ کٹوڑ نے اس کی بہادری اور ہمت سے جو اپنے بھائیوں کی خون خواہی میں سرانجام دی تھی خوش ہو کر مستوج اور ورشگوم کے علاقے بھی جو اس کے بھائی قوت خان کے قبضے میں تھے اس کے حوالے کر دیئے اس طرح مہتر سلیمان شاہ تمام علاقہ خوشوقتیہ کا واحد حکمران ہو گیا۔ اس نے حکمران "نگیر" کو بھی اپنا تابع فرمان بنا لیا تھا سلیمان شاہ اس وقت تمام ملک کٹوریہ اور خوشوقتیہ میں قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھا جانے لگا۔

مہتر سلیمان شاہ و شاہ کٹوڑ کی مخالفت ۱۸۲۵ء سنہ

چند سال تک تو یہ دونو حکمران آپسمیں اتفاق و خوشی سے رہے مگر سلیمان شاہ اپنی بڑھتی ہوئی طاقت و اقتدار کی وجہ سے غرور کرنے اور شاہ کٹوڑ کی جانب حقارت اور بیبا کی کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ تاہم شاہ کٹوڑ نے اپنی خاتون کی خاطر جو سلیمان شاہ کی ہمشیرہ تھیں۔ بہت عرصہ تک اغماض کیا۔ مگر آخر کار مہتر سلیمان شاہ کی جانب سے یہ لاپرواہی حد سے بڑھ گئی تو اس نے شاہ کٹوڑ کے مخالفین یعنی بدخشاں میں خان بہادر بن محمد شفیع اور بیلم میں مسلم شاہ بن مہتر شاہ نواز خان سے تعلقات شروع کر دیئے اور اُن کو اپنے پاس بلایا خان بہادر جو نوے سال کا بوڑھا تھا بدخشاں سے اس کے پاس پہنچا اور مسلم شاہ بھی بیلم سے دور دراز سفر طے کر کے وہاں آگیا۔ وہ ان دونوں کے ذریعہ مملکت کٹوریہ میں دست اندازی

کا ارادہ کر رہا تھا مگر مسلّم شاہ جلد ہی حالات کو ناموافق دیکھ کر واپس چلا گیا اور خان بہادر نے اس کے پاس ہی قیام کیا۔ اور وہیں فوت ہوا جس کی قبر ورشگوم میں ہے۔ شاہ کٹور ثانی نے یہ حالات دیکھ کر علاقہ مستوج میں ایک قلعہ بنوایا اور اپنے لڑکے مقرب شاہ کو وہاں مقرر کیا۔

مہتر سلیمان شاہ کا دراسن پر حملہ اور قبضہ

مہتر سلیمان شاہ اپنا لشکر تیار کرکے جلد ہی مستوج آیا اور وہاں سے بجائے شہزادہ مقرب شاہ مقیم قلعہ آوی پر حملہ کرنے کے اتاودان کی پہاڑی کو عبور کرکے ناق وشت کی راہ سے دراسن پہنچا جہاں شہزادہ ریحان شاہ بن امیر غضب شاہ نے اسکا مقابلہ کیا لیکن خوشوقتیہ لشکر کی اکثریت کی وجہ سے شکست کھائی اور قلعہ سلیمان شاہ کے ہاتھ آگیا۔ سلیمان شاہ نے شہزادے کی بہادری کی تعریف کی کہ اس نے اتنے قلیل لشکر سے بے خبری میں ہمارا سخت مقابلہ کیا۔

جنگ تورکہو خاص بمقام آرموا ور جانبین سے دو شہزادوں کا قتل ۱۸۲۵ء میں

مہتر سلیمان شاہ نے آزاد خان بن برش اور انسقال فتح علی خان کو قلعہ دراسن میں مقرر کرکے خود تورکہو پر حملہ آور ہوا اور شیر جوئیلی کے قلعہ میں شاہ کٹور کے لڑکے شہزادہ شاہ افضل کو محصور کر لیا۔ محترم شاہ کٹور جو دیر سے کمک کے انتظار میں تھا چترال سے روانہ ہو کر دراسن پہنچا اور وہاں آزاد خان بن برش سے خفیہ ملاقات کرکے اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور سلیمان شاہ سے برگشتہ کرادیا اور وہاں سے تورکہو پہنچا جہاں سلیمان شاہ قلعہ شیر جوئیلی سے محاصرہ اٹھا کر شگرام کے گاؤں میں مقیم تھا شاہ کٹور قلعہ میں داخل ہو گیا اتنے میں یہ اطلاع ملی کہ سلیمان شاہ نے حکم دیا ہے کہ کہت کے تمام باشندوں کو کوتل کی راہ سے مستوج لے جایا جائے لہذا اپنے لڑکے شہزادہ مقرب شاہ کو ان کے پیچھے روانہ کیا۔ کہ کہت کے باشندوں کو بچا کر واپس لائے مگر شہزادہ اُن تک نہ پہنچا تھا کہ وہ لوگ پہاڑی درہ کو عبور کر چکے تھے۔ چنانچہ ناکام واپس آگیا۔ شہزادہ واپس آرہا تھا کہ راستے میں آرمو مقام پر دشمن سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اور شدید خونریز جنگ ہوئی۔ اس دوران میں شہزادہ مقرب شاہ شرافت شاہ قوم حاتم بگیہ کی گولی سے زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور مرتے وقت کہا کہ کیا کوئی نہیں ہے جو میرا قصاص لے۔ یہ سنکر روشن علی خان بن متولی خان رضا خیل شیر نر کی طرح دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور کئی آدمیوں کو تہ تیغ کرنے کے بعد اس کا مقابلہ شہزادہ آفت آمان بن ملک آمان سے ہوا۔ اور شمشیر کے ایک ہی وار میں اسکے دو ٹکڑے کرکے رکھ دیئے۔ میر عالی جاب خوشوقتیہ کو تلوار سے زخمی کیا اور اسکے بعد نور حیات بن مرزا حیات زوندرہ خیل پر حملہ کیا۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ جسمیں نور حیات کے کاندھے پر تلوار سے زخم لگا اور روشن علی خان کی دو انگلیاں کٹ گئیں۔ مرزا محمد غفران نے روشن علی خان کے بہادرانہ مقابلہ کو ذیل کے اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ ے

خروشید و غرید چوں شیر مست	سوئے دشمناں تیغ ہندی بدست
تو گوئے مگر اژدھائے رسید	بدم ہر یکے را بخود میکشید

بسی را بیفگند خوار و زبون — ز تیغش مردان گشت جوی ز خون
ز تیغ دلیران با نام و ننگ — نفس بند شد در گلوی پلنگ !

اس موقعہ پر خوشو قتیہ لشکر کے بیشمار لوگ اُن پر حملہ آور ہوئے اور اس کا کام تمام کیا ہی چاہتے تھے کہ روشن علیخان کے بھائی عبدالمسیب نے وہاں پہنچکر بھائی کو دشمنوں کے ہاتھوں سے نجات دلائی۔ الغرض ادہو میں ایسی شدید اور گھمسان کی لڑائی ہوئی جس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ مرزا محمد غفران نے تاریخ میں اس جنگ کی اہمیت کا اپنے اشعار میں یوں نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

دلیران جنگی صف آراستند — ہمہ تیغ دُشنت برخاستند
دُہل زن درآمد بسختی و جوش — برآورد سرنائے غرّان خروش
نخستین بپاگشت جنگ تفنگ — کہ شد پارہ پارہ دل خارہ سنگ
بغرید کوہ و بلرزید خاک — زمیں را دل از صدمہ شد زخمناک
درآمد بسرسس دلیران بہ سنگ — درانجائے شورش ز تیر و تفنگ
بآخر سپردانہ تفنگ درگذشت — دلیران بہ شمشیر بردند دست
کشیدند شمشیر خشم از نیام — درخشید آن کوہ و صحرا تمام
بسا سر بیفتاد بر روئے خاک — بسا پہلو و سینہ گردید چاک
ز شمشیر گردان رستم ہنر — پُراز خون بگردید آں بوم و بر

طرفین جنگ سے تھک کر شام کو اپنی اپنی قیام گاہوں میں چلے گئے۔ شہزادہ مقرب شاہ کا جنازہ شاہ کٹور کے سامنے پیش ہوا تو اس نے کہا کہ جنگ میں ایسے واقعات کا ہونا لابدی امر ہے۔ رباعی

حکومت را چنیں گردید بنیاد — گہی شربت بنوشاند گہی خون
ہرآنکس را کہ شاہی شد بہ تفویض — ز امن و عافیت گردید بیرون

شاہ کٹور محترم شاہ اور مہتر سلیمان شاہ کے درمیان صلح اور تو دیکھو یہ سلیمان شاہ کا عارضی فتح ۱۸۲۶ء

ابھی سلیمان شاہ کے ساتھ جنگ کا سلسلہ جاری تھا کہ آزمودہ کار سیاستدان شاہ کٹور حالات کا اندازہ لگا کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس کی اپنی

صفوں میں انتشار رہے اور مقابلہ کی طوالت میں اسکو نقصان پہنچنے کا احتمال ہے سلیمان شاہ کے ساتھ "خان بہادر بن محمد شفیع بھی مل چکا ہے اگرچہ وہ خود ورشگوم میں تھا مگر اس کا لڑکا سلیمان شاہ کے لشکر میں موجود تھا اس لئے ممالک کٹوریہ میں وہ رؤسا جو شاہ محمد شفیع کی اولاد کے ساتھ زیادہ خیر خواہی رکھتے تھے وہ درپردہ سلیمان شاہ کے بھی بہی خواہ اور اس کی اس جرأت کے مؤید تھے۔ چنانچہ سرمست خان بن غلام محمد نبیرہ محمد صفا اور سعد اللہ خان بن کریش بن طرق اللہ اور تور کہو کے معتبرات مثل اقبال و شاہ زریرہ وغیرہ قوم خوشہ سے شاہ کٹوریہ کے حلقہ سے نکل کر سلیمان شاہ کے پاس گئے تھے۔ ان حالات کو دیکھ کر شاہ کٹور نے مصلحت اسمیں دیکھی کہ سلیمان شاہ سے صلح کر کے جنگ کو ختم کرے چنانچہ اس نے اپنی ملکہ کو اس کے بھائی سلیمان شاہ کے پاس بھیجکر صلح کیلئے سلسلہ جنبانی کیا۔ خاتون محترمہ کی کوششوں سے دونوں حکمرانوں میں ملاقات ہوئی اور شاہ سلیمان نے شاہ کٹور کو اپنے سے اونچی اور باعزت جگہ پر بٹھایا۔ دوران گفتگو میں سلیمان شاہ نے شاہ کٹور کو اپنے سے اونچی اور باعزت جگہ پر بٹھایا۔ دوران گفتگو میں سلیمان شاہ نے کہا کہ چونکہ شاہ محترم شاہ اوّل نے تقسیم ملک کے وقت تور کہو کا علاقہ اپنے چھوٹے بھائی شاہ خوشوقت کو دیا تھا۔ لہذا یہ علاقہ جو ہمارا موروثی حق ہے میرے حوالہ کر دیا جائے شاہ کٹور نے ان حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے یہ شرط منظور کر لی اور اس طرح تور کہو سلیمان شاہ کے حوالے کر کے خود چترال واپس آگیا اور سلیمان شاہ مستوج چلا گیا۔

یوں تو شاہ کٹور بظاہر خوش خوش چترال آیا مگر لڑکے کی ہلاکت اور تور کہو سے دست برداری ایسے واقعات نہیں تھے جو وہ آسانی سے بھول سکتا۔ تاہم دونوں حکمرانوں کا طرز عمل قابل تعریف ہے چنانچہ محترم شاہ کا حالات کی نزاکت کو سمجھ کر آگ پر پانی ڈالنا اور سلیمان شاہ کا اپنی فتح کے باوجود شاہ کٹور کی مناسب عزت و احترام کرنا کہتے ہیں کہ سلیمان شاہ کے لڑکے سخاوت شاہ نے اس موقع پر اپنے والد سے کہا تھا کہ شاہ کٹور قسمت سے ہاتھ آیا ہے اس کا کام تمام کر دینا چاہیئے ورنہ بعد میں پشیمانی ہوگی وہ اپنے لڑکے کی ہلاکت کا داغ کبھی نہ بھولیگا اور ہمیشہ ہمارے ساتھ کینہ رکھے گا۔ مگر سلیمان شاہ نے قبول نہ کیا اور کہا کہ چونکہ شاہ کٹور جیسا بادشاہ اور میری بڑی بہن میرے پاس اطمینان سے آئے ہیں۔ میں ان کے ساتھ غداری کر کے یہ نہ مٹنے والا داغ ہمیشہ کے لئے اپنے نام پر لگانا نہیں چاہتا ہوں۔

آزاد خان بن کریش کی بغاوت سلیمان شاہ کے خلاف شاہ کٹور کی سیاست سے

اس سے پیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ مہتر شاہ کٹور نے محاصرہ دراسن کے موقع پر آزاد خان بن کریش حاکم پنیال سے خفیہ مصلحت کر کے اسے اپنے ساتھ ملا لیا تھا اور اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب سلیمان شاہ کے خلاف مہم سر ہوگی۔ تور بخش علی خان کی ہمشیرہ کی یعنی مہتر شیر جنگ مقتول کی دختر زادی کی شادی اس کے ساتھ کریگا۔ چنانچہ پنیال واپس پہنچنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد آزاد خان نے مہتر سلیمان شاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اور گلگت و پنیال پر مستقل حکومت کا اعلان صادر کر لیا۔ یہ سنکر سلیمان شاہ اپنے لڑکے سخاوت شاہ کو مستوج میں چھوڑ کر خود آزاد خان کی گوشمالی کے لئے ورشگوم روانہ ہوا اور شاہ کٹور جو موقع

کی تاک میں ہی تھا تو ریکھو پر دوبارہ قابض ہو گیا۔

شاہ کٹور کا مستوج پر تسلط

مگر اب سلیمان شاہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں آ چکا تھا لہذا کچھ ہی دن بعد ایک شدید زلزلہ کی وجہ سے قلعہ مستوج گر کر جڑ سے برباد ہو گیا سخاوت شاہ اپنی بیگم کو لیکر جو شاہ کٹور کی لڑکی تھی اس کے پاس آ گیا۔ چنانچہ شاہ کٹور خود مستوج گیا اور قلعہ کو از سر نو تعمیر کرایا اور اپنے داماد اور لڑکی کو وہاں چھوڑ کر واپس چترال روانہ ہو گیا۔ مگر اسی موقع پر اسے معلوم ہوا کہ سخاوت شاہ اس کے مار ڈالنے کے درپے ہے یہ سنکر نہایت خفا اور قہرناک ہوا اور اسکے سابقہ کردار جو باپ کے ساتھ شاہ کٹور کے خلاف اظہار کیا تھا یاد کر کے یقین کیا کہ یہ میرے خلاف غدار ہے۔ لہذا اپنے مشیروں سے صلاح لینے کے بعد سخاوت شاہ اور اسکی بیگم کو وہاں سے ورشگوم کی جانب نکال دیا اور مہتر ملک آمان کے لڑکے میر آمان کو برائے نام مستوج کا حکمران مقرر کر کے اپنے لڑکے شہزادہ غضب شاہ کو اس کے ساتھ وہاں مقرر کیا اور خود واپس چترال چلا آیا۔

سخاوت شاہ کا کٹور پر حملہ اور جنگ لاسپور

شہزادہ سخاوت شاہ مستوج سے نکل کر باپ کے پاس ورشگوم میں پہنچا۔ اور آزاد خان بن پرش پنیال میں بدستور مستقل مقیم رہ کر اس کی مخالفت کرتا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد سخاوت شاہ ایک لشکر تیار کر کے دفعتہً لاسپور میں داخل ہو گیا اتفاق سے شہزادہ شاہ افضل ابن شاہ کٹور اس علاقہ میں اپنے ہمراہیوں سمیت موجود تھا۔ چنانچہ گشٹ کے مقام میں دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا مرزا محمد غفران فرماتے ہیں۔

ز ہر دو طرف تیغ از کین و آز	برآورد سر با سپر گشتہ ساز
یکی را سرا فتاد در سنگلاخ	دگر را بر دوش شد شاخ شاخ
یکی را شش آمد ز پہلو برون	یکی را رخ و ریش سر غرق خون
یکی راجگر شد ز شمشیر چاک	دگر را تن افتاد بر روی خاک

سخاوت شاہ اور مغل خان کا مقابلہ اور دونوں کی ہلاکت

گھمسان کی لڑائی جاری تھی کہ شہزادہ سخاوت شاہ کی نظر خواجہ خیل سردار "مغل خان" پر پڑی مغل خان شاہ کٹور کے لشکر کا ایک بہادر و نامور سردار تھا اور سخاوت شاہ کی بیگم شاہ کٹور کی لڑکی کا رضاعی باپ بھی تھا۔ چترال میں ایک ملاقات کے دوران میں سخاوت شاہ نے مغل خان پر طنز کیا تھا کہ آپ مرد میدان نہیں ہیں اور مغل خان نے جواب دیا تھا کہ اے جان پدر خدا نکرے لیکن اگر کبھی مقابلہ ہوا تو دیکھ لوگے۔ شہزادہ سخاوت شاہ نے اب مغل خان کو آواز دی کہ گزشتہ زمانہ کی بات یاد کرو اور تیار ہو جاؤ۔ مغل خان جو اسپ مادیان

پر سوار تھا۔ شمشیر برہنہ لیکر شہزادہ سخاوت شاہ پر ٹوٹ پڑا۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا اور سخاوت شاہ نے تلوار سے مغل خان کے سر پر وار کر کے اسے زخمی کر دیا۔ مگر مغل خان نے بھی گھوڑے سمیت ایک ایسا زخم کاری تلوار کا لگایا جس سے سخاوت شاہ کا بازو اڑ گیا اور آہ کہ اسی موقع پر ایک خوشو قتہ سردار صفت خان نے پنچکیمغل خان کا کام تمام کر دیا۔ سخاوت شاہ بھی شدید طور پر زخمی تھا لہٰذا اسے لیکر لشکر پسپا ہو گیا۔ مگر ابھی غذر نہیں پہنچے تھے کہ وہ بھی اس جہاں ناپائیدار سے رخصت ہو گیا اور اس کی نعش درشگوم میں مہتر سلیمان شاہ کے پاس پہنچا دی گئی۔ جو اپنے لخت جگر کی ہلاکت پر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ جیسے شاہ کٹور نے اپنے لڑکے مقرب شاہ کی موت پر یہ زہر پیا تھا۔ مہتر سلیمان شاہ کے اور بھی کئی لڑکے تھے مگر سخاوت شاہ بہادری، شجاعت میں بے مثال اور باپ کے لئے قوت بازو تھا۔ اس کی تعریف ابتک لوگوں میں مشہور ہے اس کی والدہ محمد اعظم بن محمد صفا کی لڑکی تھی۔

سلیمان شاہ کی مستوج پر دوبارہ فوج کشی اور شکست کھانا

مہتر سلیمان شاہ جب اپنے بیٹے کے ماتم سے فارغ ہو گیا۔ مستوج پر حملہ کے لئے تیاریاں شروع کیں، اور اپنے سرداروں کو سوات کوہستان کی جانب روانہ کیا کہ وہاں سے بھی کمک لائیں۔ چنانچہ سواتی لشکر تیار ہو کر غذر پہنچا اور مہتر سلیمان شاہ بھی درشگوم سے فوج لیکر مستوج پر حملہ آور ہوا۔ مستوج میں شہزادہ شاہ افضل موجود تھا جس نے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور سخت لڑائی ہوئی۔ چنانچہ ذیل کے اشعار میں مرزا محمد غفران بیان فرماتے ہیں ؎

بعزم دیسر نائے افغانیان	علم سر برآورد بالائے آن
بدعیم و وھے شور و فریاد خاست	جہر دشنام و غوغا جہر بیدار خاست
سپہ پوش و سیلی بپا از گیاه	ز نیش رونے ہر یک چو ابر سیاه
تفنگی بدوش و بکف تیغ تیز	ز قہر و غضب ہر یکی تند خیز
بپا گشت جنگی بسی پر شکوه	ز بس لرزه روئی زمین شد ستوه
ز رعد تفنگ و ز دود سیاه	بہر دم ز ہر سو غلط گشت راه
برو سینۂ نامداران صف	ز بس گولہ پر گشت ہمچو صدف
ز یک سو تفنگ گشت آتش فشاں	ز دیگر طرف تیغ بر زد زبان
تہی گاه مردان نامی ز تیغ	کشاده دہن شد چو گل بیدریغ
بسا مرد نامی در آمد بخاک	بسا پہلو و سینہ گردید چاک

آخر کار مہتر سلیمان شاہ کے لشکر کو شکست فاش نصیب ہوئی اور اس کے بہت سے لشکری جنمیں متعدد افغان سردار بھی تھے میدان جنگ میں کام آئے اور وہ ناکام و بے نیل مرام درشگوم کیجانب پسپا ہو گیا۔ قطعہ

باقبال شاہی کہ آمد زوال	بزور سپہ فتح و نصرت محال
چو در طالع آمد زبونی پدید	زسعی و بکوشش نگیرد کمال
بجز داد حق نیست فتح و ظفر	بداد خدا فتح آید نہ زال

شاہ کٹور کا والیٔ بدخشاں سے کمک طلب کرنا اور فتح ورشگوم

مہتر سلیمان شاہ ایک لائق اور طاقتور حکمران تھا۔ اور اپنے فرزند سخاوت شاہ کی ہلاکت کے بعد شاہ کٹور کے خاتمہ کا عزم کر چکا تھا۔ شاہ کٹور جانتا تھا کہ ایسے طاقتور دشمن کی موجودگی میں وہ چین سے نہ رہ سکے گا۔ دوسری طرف مستوج کے لوگ بھی سلیمان شاہ کے طرفدار تھے اور اس کے استحکام کا امکان ان حالات میں غیر ممکن تھا۔ چنانچہ شاہ کٹور نے اپنے لڑکے شہزادہ غضب شاہ کو کوہ کن بیگ والی بدخشاں کے پاس کمک کی درخواست کیلئے روانہ کر دیا کوہ کن بیگ قانع اوزبکیہ کے قبیلہ کے مشہور سردار "اسقال بہادر" کا لڑکا تھا اور اپنے زور بازو سے میر سلطان شاہ اژدہا کی اولاد کو مغلوب کر کے بدخشان۔ "قطغن"۔ اور "قندز" پر قبضہ کر کے اپنے تین بھائیوں محمد علی بیگ۔ یادگار بیگ۔ اور بہادر خان کے ساتھ ان علاقوں پر حکمرانی کر رہا تھا۔

شاہ کٹور کی درخواست پر کوہ کن بیگ والیٔ بدخشاں اور اس کا بھائی محمد علی بیگ تین ہزار اوزبک سواروں کے ساتھ مستوج پہنچے۔ شاہ کٹور خود مستوج میں رہا اور اپنے شہزادوں کو والیٔ بدخشاں کے لشکر کے ساتھ ورشگوم روانہ کیا۔ لشکر کا سپہ سالار شہزادہ شاہ افضل تھا۔ جب یہ عظیم الشان لشکر حدود ورشگوم میں داخل ہوا مہتر سلیمان شاہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعۂ یسین میں محصور ہو گیا اور بدخشانی لشکر نے سارے ورشگوم میں لوٹ مار کا بازار گرم کیا۔

والیٔ بدخشاں کی بدعہدی

مہتر سلیمان شاہ جو ایک تجربہ کار آدمی تھا۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر خود جا کر والیٔ بدخشاں کے حضور میں پیش ہوا اور ایک قیمتی پیش قبض طلائی مرصع بجواہر جو اسے فتح گلگت کے موقع پر رئیس حکمرانوں کے قلعہ سے حاصل ہوئی تھی۔ بطور تحفہ پیش کی۔ اس پر بھی اکتفا نہ کر کے ان بدخشی پناہ گزینوں کو جو میر کوہ کن بیگ کے بھائی کو قتل کر کے سلیمان شاہ کے پاس پناہ لئے ہوئے تھے گرفتار کر کے والیٔ بدخشاں کے سپرد کیا میر کوہ کن بیگ نے ان پناہ گزین بدخشیوں کو قتل کرا دیا اور خود اس مہم سے جس سے وہ طلب ہوا تھا دستبردار ہو کر واپس مستوج آ گیا۔

والیٔ بدخشاں کی ہلاکت بپاداش بدعہدی

میر کوہ کن بیگ کی اس وعدہ خلافی پر شاہ کٹور دانت پیس کر رہ گیا۔ اور مصمم ارادہ کیا کہ اسے اس بدعہدی کی سزا دے کر رہیگا چنانچہ اسے دعوت دی کہ وہ واپسی سے پہلے چترال آئے اور چند دن وہاں شاہ کٹور کا مہمان رہ کر اس کی عزت افزائی کرے میر بدخشاں جو ویسے ہی اپنے دل میں یہ ارادہ کر چکا تھا کہ چترال جا کر اسے پامال کر دے اس دعوت کو سنکر بہت خوش ہوا اور چترال کی طرف روانہ ہو گیا۔ شاہ کٹور نے اسے رخصت کر کے اپنے وزراء اور خواص کے ساتھ خلوت کی اور

کہا کہ اے جوانانِ چترال تم میں سے کوئی ہے جو اس بدعہدی کی سزا اسکو چکھائے۔ یہ سنتے ہی قدیر باشندۂ دنین اور رحمت علی باشندہ کشم جو شاہ کٹور کے مقربوں میں سے تھے اس کام پر کمربستہ ہوگئے۔

چنانچہ قدیر، میر کوہ کن بیگ کی رکاب پکڑنے کے بہانے اس کے ساتھ رہا۔ جب یہ لوگ ریشن سے نیچے پرپش کے سامنے نوٹر رشٹ کے مقام پر پہنچے تو راستہ کی تنگی کی وجہ سے گھوڑے سے اُترے۔ قدیر بظاہر چاپلوسی کرتا ہوا میر کے آگے آگے راستے سے پتھروں کو ہٹاتا ہوا چل رہا تھا۔ ایک جگہ راستہ نہایت تنگ اور خطرناک تھا۔ قدیر وہاں پہاڑ کے ساتھ تکیہ لگا کر کھڑا ہوگیا اور میر کو مدد دینے کے بہانے ہاتھ میر کی جانب بڑھائے۔ میر جب اپنے ہاتھ قدیر کے ہاتھ میں دینے لگا قدیر نے اسے زور سے دھکا دے کر پہاڑ سے نیچے گرا دیا۔ رحمت علی نے وہاں پہنچکر اسے پہاڑ کے دامن سے نیچے گرا کر دریا میں پھینک دیا۔ اور یہ دونوں خود پہاڑی کے اوپر چڑھکر فرار ہوگئے۔ لشکر بدخشاں اپنی کثیر جماعت کے باوجود بحس وحرکت حیران رہ گئے۔ حالانکہ میر کا بھائی محمد علی بیگ ان کی قیادت کے لئے موجود تھا محمد علی بیگ خود افتاں وخیزاں شہزادہ تجمل شاہ بن شاہ کٹور کے پاس پہنچا اور جان کی امان پائی۔

بدخشی لشکر پر چترالیوں نے حملہ کر کے ان کا اسلحہ گھوڑے اور کپڑے وغیرہ لوٹ لئے مگر شہزادہ تجمل شاہ کے حکم سے کسی کا جانی نقصان نہ ہونے دیا۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک سوار پرپش کے سامنے دریا عبور کر کے کوہ بکوہ منازل طے کر کے بدخشان پہنچا تھا۔ باقی لشکری محمد علی بیگ کے ساتھ خستہ حالت میں اپنے وطن پہنچے۔ وہ قیمتی پیش قبض جس کے لئے میر بدخشان نے اپنے وعدہ کو توڑا تھا شاہ کٹور کی خدمت میں پیش ہوئی جو اس نے شہزادہ تجمل شاہ کو عنایت کی۔

گوہر آمان بن ملک آمان

ملک آمان کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد اس کا بھائی سلیمان شاہ جب علاقہ خوشوقتیہ کا مالک ہوگیا۔ تو گوہر آمان اور اس کے بھائی وہاں سے فرار ہوکر بدخشاں چلے گئے۔ اور وہاں یہ کام کیا کہ میر بدخشاں کے بھائی بہادر خان کو موت کے گھاٹ اتار دیا اس لئے وہاں اپنے قیام کی صورت نہ دیکھ کر سلیمان شاہ کے زوال کے بعد آزاد خان بن برش حاکم پنیال کے پاس چلا آیا۔ اور اس کی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے اس کے پاس رہنے لگا۔

مہتر سلیمان شاہ کی گرفتاری اور قتل برش کے ہاتھ ۱۸۳۲ء

مہتر شاہ کٹور نے آزاد خان کو پیغام بھیجا کہ علاقہ ورشگوم کو سلیمان شاہ سے چھڑا کر اپنے داماد گوہر آمان کو دیدے چنانچہ آزاد خان نے ورشگوم پر حملہ کر کے مہتر شاہ سلیمان کو گرفتار کر لیا اور پنیال میں لاکر قید رکھا اور ورشگوم کو گوہر آمان کے حوالے کر دیا۔ مہتر شاہ کٹور نے دراصل میں کئے ہوئے وعدے کے مطابق روشن علی خان کی بہن آزاد خان کے نکاح میں دیدی اور اس کو اپنے خاندان کے رشتہ داروں میں داخل کیا۔

تھوڑے ہی عرصہ بعد آزاد خان بن برش نے بیرحمی سے بوڑھے ضعیف الحال مہتر سلیمان شاہ کو قتل کر دیا اور اسکی لاش نامناسب طور پر اور بیحرمتی کے ساتھ گوہر آمان کے پاس ورشگوم بھیجدی۔

مہتر سلیمان شاہ کی اولاد نمبر (۱) سخاوت شاہ (۲) بادشاہ ثانی اور (۳) عظمت شاہ

مہتر سلیمان شاہ کی تاریخی عظمت

ورشگوم کے خوشوقتیہ حکمرانوں میں مہتر سلیمان شاہ ایک ممتاز درجہ رکھتا تھا بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ خاندان تیموریہ کے ان حکمرانوں میں جنہوں نے چترال وگلگت پر حکومت کی۔ سلیمان شاہ اس سلسلہ کے نامور بادشاہوں میں شمار ہوتا ہے یہ باہمت سردار بیالیس ۴۲ سال تک چترال و ورشگوم کی سیاسیات پر چھایا رہا۔ اور نہ صرف اس علاقہ میں بلکہ شمالی ہند میں بھی اپنے لئے نام پیدا کیا۔ پرگنہ غذر کے ایک معمولی گورنر کے عہدہ سے ترقی کر کے اس نے اپنے زورِ بازو اور ہمت وشجاعت سے سارے علاقہ ورشگوم پر جس میں مستوج بھی شامل تھا قبضہ کر لیا لیکن اس کی اہم ترین مہم فتح گلگت ہے جہاں اس نے ٹرہ میتم کے خاندان کے حکمرانوں کا خاتمہ کر کے گلگت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس طرح اس نے اس کمزور محاذ کو مضبوط بنا کر گلگت پر کشمیر کے سکھ راجوں کی یلغار کو ایک طویل عرصہ کیلئے ناممکن بنا دیا۔ اس کی ہمت وجرأت کا اندازہ اس سے کیا جاتا ہے کہ مجاہد اعظم حضرت سید احمد شہید بریلوی رحؒ سے جو سکھوں سے برسرپیکار جہاد تھے تعلقات استوار کر کے گلگت کی راہ سے کشمیر پر حملہ کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ لہ (چنانچہ حاشیہ پر اس کی تفصیل ملاحظہ ہو) لیکن بدقسمتی سے

لہ مہتر سلیمان شاہ وسید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان تعلقات وسفارت کی آمد ورفت کا تفصیلی بیان کتاب تاریخ مجاہدین میں پایا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان کے گلگت پر قبضہ اور سکھوں کی اس جانب پیشقدمی کو روکنے کی وجہ سے وہ شمالی ہند میں کافی شہرت کا مالک ہو گیا تھا۔ چونکہ انہی دنوں رئیس المجاہدین سید احمد بریلوی رحؒ سکھوں سے برسرپیکار جہاد تھے انہوں نے مہتر سلیمان شاہ کے پاس اخوند فیض محمد غزنوی کو بطور سفارت روانہ کیا۔ اور تحائف بھی ارسال فرمائے اور اپنے نامۂ مبارک میں ان کو سکھوں کے خلاف جہاد میں شرکت کی دعوت دی تاریخ مذکور میں لکھا ہے کہ مہتر سلیمان شاہ نے دعوتِ جہاد کو لبیک کہا اور اپنے جواب میں لکھا ہے کہ علاقہ گلگت کی طرف سے کشمیر پر یلغار کے لئے وہ تیار رہے اگرچہ تاریخ مجاہدین میں قاصدوں کی کئی بار آمد ورفت کا ذکر ہے لیکن اس پر روشنی نہیں ڈالی گئی ہے کہ مہتر سلیمان شاہ نے کشمیر پر حملہ کیوں نہیں کیا۔ مہتر سلیمان شاہ نے جس خط میں سید صاحب کو یاسین کی جانب سے براستہ گلگت کشمیر پر یلغار کا یقین دلایا تھا اس کے اصل الفاظ یہ ہیں ـــ "انشاء اللہ تعالیٰ ایں خادم سادات وعلماء وفقراء ہر وقتے کہ اعلام فرمایند در مقدمہ ملک مذکور (کشمیر) شریک میشوم کہ یہ مایان قریب است راہ اسپ بحدود کشمیر بمایان ہمیراست ہر خدمتی کہ ہر طرف کشمیر بودہ باشد آمادہ ایم (سلیمان) ـــ سلیمان شاہ نے چند چیزیں بطور تحفہ بھی بھیجی تھیں مثلاً ایک قرآن مجید قلمی خوشخط ومطلا اور ایک پیش قبض فولادی شیر ماہی کے دستے کی جسکی تہنال اور میہال نقرئی تھی چنانچہ اس گہری عقیدت وتعلقات کے سلسلہ میں مابعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ مہتر سلیمان شاہ نے حضرت سید احمدؒ کی خدمت میں جبکہ امیر المجاہدین سوات میں تھے ایک خادمہ (خاتون) جو سادات علاقہ ریچ کے خاندان سے تھی انکے پاس بھیجی۔ سید صاحب نے ان سے نکاح کیا اور آپ کی شہادت کے بعد یہ خاتون ریاست ٹونگ میں چلی گئیں تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ یہ سیدہ سید نواب شاہ کی لڑکی تھی جس کے خاندان میں سید منقیم شاہ معزز شخص گذرا ہے اور سکی لڑکی شاہ امان الملک والی چترال کے سلک ازدواج میں سیدہ خونزہ کے نام سے معروف تھی۔ اور شہزادہ شاہ ملک۔ وزیر ملک اور بہرام ملک وغیرہ کی والدہ تھی

مہتر سلیمان شاہ اور چترال کے شاہ کٹوڑ محترم شاہ ثانی کے درمیان مخالفت پیدا ہوئی۔ اگرچہ شاہان کٹوریہ میں شاہ کٹوڑ ایک ممتاز وبلند حیثیت کے عالی دماغ حکمران تھا مگر اسمیں شک نہیں کہ مہتر سلیمان شاہ اپنی طاقت وہمت وجرأت کے لحاظ سے بھی اس کا ہمسر تھا بلکہ میدانِ جنگ میں اس کا پلہ ہمیشہ بھاری رہا۔ چنانچہ ۱۸۲۵ء میں اس نے تورکہو پر حملہ کرکے یہ علاقہ اپنی مملکت میں بزورِ شمشیر شامل کرلیا۔ لیکن چونکہ شاہ کٹوڑ استقلال سے حکمت پر کاربند تھا۔ اپنی حکمت عملی سے ورشگوم کے حکمران خاندان کے ارکان سے سازش کرکے اپنے ساتھ ملالیا۔ چنانچہ سلیمان شاہ کے چچازاد بھائی آزاد خان بن بریش والئی پنیال نے شاہ کٹوڑ کے ایما پر مہتر سلیمان شاہ کے خلاف بغاوت کرکے اس کی طاقت کو شدید زک پہنچائی۔ اور آخرکار اسے گرفتار کرکے قتل کردیا۔ اس طرح شاہ کٹوڑ طاقت کے بل پر اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا لیکن حکمت عملی وسازش کے ذریعہ خود اس کے رشتہ داروں کے ہاتھوں اس کا خاتمہ کرادیا۔ بہرحال مہتر سلیمان شاہ کی ہستی خاندان تیموریہ کے لئے قابل فخر ہے اور اس کا نام ایک باہمت مجاہد کی حیثیت سے تاابد زندہ رہیگا۔

گوہر آمان بن ملک آمان کی بغاوت ومعزولی

بوڑھے چچے مہتر سلیمان شاہ کی اس عبرتناک موت وبےحرمتی کو دیکھ کر گوہر آمان بہت خفا ہوا اور آزاد خان سے منحرف ہوگیا اس پر آزاد خان نے لشکر بھیجکر گوہر آمان کو ورشگوم سے بدر کردیا اور عبدالحمید نامی خوشوقتیہ کو ورشگوم کا حکمران مقرر کیا۔

گوہر آمان کا ورشگوم پر قبضہ اور دوبارہ معزولی

گوہر آمان آزاد خان کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر شاہ کٹوڑ کے حضور میں پہنچا اور مدد کا خواستگار ہوا۔ شاہ کٹوڑ چونکہ مہتر سلیمان شاہ کے اسطرح بےحرمتی سے مارے جانے پر آزاد خان سے خفا ہوگیا تھا لہذا ایک لشکر اس کے ساتھ روانہ کیا اور مزید شفقت کی خاطر اپنی لڑکی کو جو سخاوت شاہ کی بیوہ تھی اسکے نکاح میں دیدی۔ اور گوہر آمان نے آسانی سے عبدالحمید کا خاتمہ کرکے ورشگوم پر قبضہ کرلیا۔ مگر ابھی تین چار سال نہ گذرنے پائے تھے کہ گوہر آمان غرورِ جوانی کی تاب نہ لاکر مستوج پر قبضے کا خواب دیکھنے لگا۔ جہاں اس کا چھوٹا بھائی مہتر میر آمان "شاہ کٹوڑ" کے زیر سایہ حکومت کررہا تھا اور وہ شاہ کٹوڑ کا داماد بھی تھا۔ بنابراں شاہ کٹوڑ نے میر آمان کو لشکر دے کر ورشگوم بھیجا اور گوہر آمان مجبور ہوکر وخان کی جانب فرار ہوگیا اور وہاں محمد رحیم خان رئیس حکمران وخان کے پاس رہنے لگا۔ اس طرح ورشگوم بھی بشمول مستوج مہتر میر آمان کے قبضے میں آگیا۔

گوہر آمان کا حاکم وخان کی مدد سے حملہ کرنا اور جنگ دارکہت

کچھ عرصہ بعد گوہر آمان محمد رحیم خان حاکم وخان سے کمک لیکر ورشگوم پر حملہ آور ہوا مہتر شاہ کٹوڑ نے اپنے لڑکے شہزادہ تجمل شاہ اور نوابے ریحان شاہ کو لشکر دے کر میر آمان کی مدد کیلئے روانہ کیا انہیں زیادہ طاقتور پاکر گوہر آمان اور محمد رحیم خان بغیر جنگ کے پسپا ہوگئے۔ مگر شہزادہ تجمل حسین نے انکا تعاقب کرکے دارکہت کے پہاڑی درے میں جو بینی اور بارخون کے درمیان واقع ہے ان کو جالیا۔ دونوں طرف سے سخت مقابلہ ہوا۔ شہزادہ تجمل شاہ اور گوہر آمان میں دست بدست مقابلہ ہوا جسمیں دونوں کو نیزہ کے خفیف زخم لگے۔ محمد رحیم خان حاکم وخان صوبہ اور منصور پہلوانوں کی تلوار سے

زخمی ہوا۔ وزیر منفعت خان بن محبت نے شمشیر آبدار سے مشہور وخی پہلوان خیر اللہ کو ختم کر دیا۔ نور حیات بن سیاہ گوش نے دوسرے وخی سردار محمد یوسف کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تیسرا سردار سلطان شاہ اور اس کا لڑکا بہادر خان بھی اس معرکہ میں کام آئے۔ چترالی سرداروں میں شہزادہ ریحان شاہ دشمن کے ہاتھوں زخمی ہوا۔ ملا کمال شاہ ہندوستانی کے لڑکے نے، جو محمد طفیل اخوندزادہ نے جو شہزادہ تجمل شاہ کا مقرب تھا۔ اس لڑائی میں نمایاں بہادری دکھائی چنانچہ گوہر آمان اور محمد رحیم خان نے بری طرح شکست کھا کر راہ فرار اختیار کی اور وخان میں جا کر دم لیا۔

گوہر آمان کا چترال آنا اور پھر کوہستان تانگیر میں جلاوطنی

گوہر آمان کو وخان میں کافی مدت گذارنے کے بعد بھی جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو پھر شاہ کٹور کے حضور میں پیش ہو کر معذرت کا خواستگار ہوا اور تین چار سال چترال میں رہا۔ اس دوران میں شاہ کٹور کی بیٹی کے بطن سے اس کا لڑکا ملک امان ملک امان ثانی تولد ہوا اور موضع دنین میں پرورش پائی لیکن شاہ کٹور کو اس کا چھوٹا بھائی میر آمان زیادہ عزیز تھا۔ اور علاوہ دامادی کے وہ اسے اپنے فرزندوں کی طرح پالتا تھا مستوج اور ورشگوم کی حکومت اسکے سپرد کر چکا تھا۔ گوہر آمان تیز اور مغرور طبیعت کا تھا۔ اس لئے شاہ کٹور کو ناپسند تھا لہذا اسکو مع اہل و عیال دیر کی راہ سے کوہستان تانگیر کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اور ہدایت کی کہ وہاں آرام سے رہو۔ گوہر آمان نے یہ فیصلہ منظور کر لیا۔ اور شاہ کٹور کی وفات تک کوہستان تانگیر میں جلاوطنی کے ایام گذارتا رہا۔

شاہ کٹور کی دیر پر لشکر کشی اور غزن خان کو تخت پر بٹھانا

قاسم خان والئی دیر کی ایک خاتون مہتر شاہ فاضل بن شاہ کٹور اول کی لڑکی تھی جسکے بطن سے ایک لڑکا غزن خان تولد ہوا تھا یہ ابھی چار سال کا تھا کہ اسکے بڑے بھائی محمد سعید خان نے جو اس ملک کی ایک کلش قوم کی عورت کے بطن سے تھا اپنے بوڑھے باپ قاسم خان کو بیدردی سے ہلاک کر دیا۔ اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ اور غزن خان کو اپنی راہ میں کانٹا تصور کر کے اس کو بھی قتل کیا چاہتا تھا کہ اس کے رضاعی باپ نے اسے بچا کر چترال پہنچا دیا۔ جن دنوں مہتر شاہ نواز خان کو معزول کر کے شاہ محترم شاہ کٹور ثانی حکمران ہوا تو اس نے غزن خان کی پرورش اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور بعد میں اپنی ایک لڑکی بھی اسکے نکاح میں دے دی۔ اب غزن خان جوان ہو چکا تھا اور شاہ غزن نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس کے باپ کا حق محمد سعید خان سے چھڑا کر اس کے حوالے کر دے۔ چنانچہ شاہ کٹور ایک لشکر لیکر دیر کی طرف روانہ ہوا۔ اور قلعہ دیر کا محاصرہ کر کے کئی بار اس پر حملہ کیا۔ مگر سخت نقصان اٹھانے کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ شاہ کٹور نے اس طرح کام بنتا نہ دیکھ کر چیڑ دیودار درختوں سے تیل نکالکر کئی سو من تیل کشت زار زمینوں کے لئے نہروں میں ڈلوا دیا تاکہ آئندہ سال شالی کی فصل تباہ ہو جائے اور دیر کے عوام قحط میں مبتلا ہو جائیں یہ کام انجام دیکر خود مع لشکر واپس چترال آیا۔

دوسرے سال پھر ایک کثیر لشکر لیکر عازم دیر ہوا۔ تو لندی میں خان دیر کے قلعہ کو فتح کر کے قلعہ دیر کا پھر محاصرہ کیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اہل قلعہ فاقہ کی وجہ سے مجبور ہو گئے اور قلعہ حوالے کر دیا۔ محمد سعید خان کو قتل کر دیا گیا۔

اور غزن خان کو تخت پر بٹھا کر شاہ کٹور نے پائندہ خیل و سلطان خیل کو جو نہایت طاقتور اقوام تھیں مال و دولت سے نوازا تاکہ وہ غزن خان کی حمایت میں رہیں اور خود چترال چلا آیا۔ اس وقت سے اب تک دیر میں غزن خان کی اولاد کی حکومت قائم ہے۔ غزن خان کا بیٹا رحمت اللہ خان اور اس کا بیٹا نواب محمد شریف خان پھر نواب بادشاہ خان پھر نواب شاہ جہان خان یکے بعد دیگرے سریر آرائے حکومت ہوتے آئے ہیں۔ محمد سعید خان کی اولاد سے خانزادگان کوٹکی دیر کے جنوب میں آباد ہیں۔

شہزادہ فرخ سیر

شاہ کٹور کا بیٹا شہزادہ فرخ سیر جو فتح علاقہ غذر کے موقع پر باپ سے بگڑ کر بدخشان چلا گیا تھا کئی سال وہاں آوارہ پھرتا رہا پھر چترال واپس آیا مگر دماغ سے غرور و نخوت و نافرمانی کا نشہ نہیں اترا تھا۔ مجبوراً شاہ کٹور نے اسے دوبارہ دیر و بجاوڑ کی طرف بدر کر دیا۔ یہاں سے اس نے ایک لشکر تیار کر کے ناگہاں دروس پر حملہ کر کے سربلند خان کا جو شاہ کٹور کا بھائی اور دروس کا حکمران تھا محاصرہ کر لیا۔ شاہ کٹور نے اس سے مطلع ہو کر لشکر بھیجکر فرخ سیر اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا گیا۔ مگر شہزادہ کو پھر چھوڑ دیا گیا۔ لیکن اس نے جلد ہی یہ مشہور کر دیا کہ میں نے اپنے والد کے حکم سے سربلند خان پر حملہ کر دیا تھا۔ اس سے فرخ سیر کا مقصد دونوں بھائیوں میں نا اتفاقی پیدا کرنا تھا۔ شاہ کٹور یہ سنکر غصہ و قہر سے برانگیختہ ہو گیا اور اسکی آنکھیں نکالنے کا حکم دیا مگر ملازموں نے نشتر سے معمولی زخمی کر کے کچھ عرصہ بعد اسے بجاوڑ کی جانب بدر کر دیا۔ وہاں اس کی آنکھیں پھر ٹھیک ہو گئیں۔ اور اب وہ اس ارادہ سے بیلم گیا کہ وہاں جا کر مہتر شاہ نواز خان کے لڑکے مسلم شاہ کو جو اکثر دروس کے علاقے پر حملے کرتا رہتا تھا قتل کرے تاکہ اس کا والد شاید خوش ہو جائے چنانچہ اس نے دوستی و محبت کے پردے میں مسلم شاہ سے قربت کی کوشش کی۔ مگر مسلم شاہ کو اس کے ارادے کا علم ہو چکا تھا لہذا کچھ ہی دنوں کے اندر جبکہ فرخ سیر نماز میں مشغول تھا مسلم شاہ نے اسے قتل کر دیا۔ اور اسکی نعش تابوت میں رکھکر چترال بھیجدی۔

شاہ کٹور کا بیلم میں مسلم شاہ پر حملہ

اگرچہ محترم شاہ کٹور اپنے لڑکے فرخ سیر سے خفا تھا مگر بیٹے کے قتل پر پدرانہ شفقت سے مجبور ہو کر مسلم شاہ بن شاہ نواز خان سے بدلہ لینے کی خاطر ایک لشکر تیار کر کے بیلم پر حملہ آور ہوا۔ مسلم شاہ قلعہ کے اندر محصور ہو گیا۔ سرداران لشکر نے قلعہ پر ہلہ بولنے کا مشورہ دیا مگر شاہ کٹور نے شام تک تاخیر کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس عرصہ میں اسمار سے مسلم شاہ کو کمک پہنچ گئی اور جب چترالی لشکر نے اس پر حملہ کیا تو سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہوئے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور فتح سے ناامید ہو کر جب شاہ کٹور واپس روانہ ہوا تو کہتے ہیں کہ مسلم شاہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا تھا کہ کوئی شخص شاہ کٹور کی طرف بندوق نہ چلائے کیونکہ بادشاہ کی ذات کو اگر نقصان پہنچا۔ تو ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچیگا کہ اسکی تلافی ہمارے امثال کے لوگوں سے متصور نہیں۔

حضرت سید احمد بریلوی رح اور شاہ محترم شاہ کٹور کے درمیان بالواسطہ تعلق اور انکا مکتوب

شاہ کٹور ثانی کے عہد کے تذکرہ میں سید احمد شہید بریلوی رح کے متعلق کوئی واقعہ مقامی طور پر نہیں ملتا۔ لیکن کتاب تاریخ مجاہدین میں اسبارے میں بیان کیا گیا ہے وہ بغرض دلچسپی ناظرین یہاں نقل کیا جاتا ہے (جماعت

مجاہدین صفحہ ۱۸۸ از مولانا غلام رسول مہر بی اے سابق ایڈیٹر انقلاب لاہور سے نقل کیا گیا ہے)

۱۸۲۷ء میں یعنی شاہ کٹور کے انتقال کے گیارہ سال قبل حضرت امیر المجاہدین سید احمد بریلوی کی جانب سے ایک وفد شاہ بخارا کے پاس جاتے ہوئے براہ بجاوڑ چترال آیا اس وفد میں جسکی قیادت میاں جی محی الدین چشتی کر رہے تھے تو حضرات اور شامل تھے یہ سفارت براہ بجاوڑ چترال آیا اور بادشاہ سے ملاقات کی اور حضرت سید احمد کا ایک مکتوب بھی انہیں دیا۔ اس وفد کے ارکان قیام چترال کے دوران میں شاہ چترال کے مہمان رہے اور جب چترال سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے تو سرحد بدخشاں تک ان کو رہبروں کے ذریعہ بحفاظت پہنچا دیا گیا۔

مجاہدین کے وفد کے ارکان کے اپنے بیانات سے جو تاریخ مجاہدین میں ذکر ہوا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چترال کے لوگ ان دنوں بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے اور مشعلیں ناپید تھیں اور لوگ چیڑ کی لکڑیاں جلا کر مشعلوں کا کام لیتے تھے۔ خرید و فروخت کے لئے سکوں کا رواج نہ تھا بلکہ اجناس کا تبادلہ ہوتا تھا وفد کے ارکان نے اپنے ساتھ کافی مقدار میں ہلدی۔ سونٹھ۔ نمک۔ سوئیاں۔ سوتی کپڑا وغیرہ لے لیا تھا۔ جو انھوں نے دیہات کے لوگوں میں فروخت کیں ان کے بیان کے مطابق ایک سوئی کے بدلے پچیس سے تیس تک سیب و ناشپاتی مل جاتے تھے سونٹھ و ہلدی کی ایک گرہ کے بدلے انگور کے پانچ چھ خوشے خرید ے جاتے تھے سوتی کپڑے کے ایک تھان کے بدلے پشمینے کا ایک عمدہ چغہ مل جاتا تھا۔ وفد کے ارکان کا خیال ہے کہ چترال ان دنوں کافی خوشحال تھا۔

یہ اس بادشاہ کی خوش قسمتی تھی کہ حضرت سید احمد بریلوی کے کاردبار جہاد اور انکے احوال و سوانح سے بے خبری کے باوصف عام انسانی اور اخلاقی حسن سلوک سے کام لیکر وفد مجاہدین کے احترام میں ایک اہم فرض انجام دیا اور کسی نہ کسی درجہ میں حضرت سید احمد شہید بریلوی سے بالواسطہ طور پر تعلق قائم کیا اور امیر المجاہدین کے مکتوب سے افتخار حاصل کی۔ (کاظمی مصحح میر پور)

شاہ کٹور ثانی کی وفات

تیس سال حکمرانی کے بعد ۱۸۳۸ء مطابق ۱۲۵۴ھ میں شاہ کٹور ثانی اس عالم فانی سے رخصت ہوا اسکی عمر قریباً ایک سو سال کی تھی شاہی قبرستان بروز میں دفن کیا گیا۔

اس کی وفات سے تمام ملک میں ماتم منایا گیا۔ مرزا محمد غفران نے یہ شعر لکھے ہیں۔

گرامی نقش پاک شستند ز آب
کفن جامہ گر دید و تابوت جائے
درد خنہ کردند بر وے فراز
چنیں است انجام فانی سرائے

معطر بہ کافور و مشک و گلاب
سپردند جسش بہ عفو خدائی
بجا کش سپردند و گشتند باز
کہ دائم کس اینجا نماند بجائے

شاہ کٹور کی اولاد: فرخ سیر۔ میر غضب شاہ۔ عضب شاہ۔ مقرب شاہ۔ شاہ افضل ثانی ان پانچوں کی والدہ پادشاہ

بن شاہ عالم کی صاحبزادی تھی۔ تحمل شاہ۔ اسکی والدہ بھی بادشاہ کی دوسری بیٹی تھی۔ تجول شاہ۔ مقدم شاہ۔ بخور شاہ۔ ان تینوں کی والدہ بادشاہ بن شاہ عالم کی تیسری بیٹی تھی۔ ذوالفقار شیر۔ لہراسب شاہ۔ مہتر آباد۔ ان تینوں کی والدہ بدخشی تھی۔

شاہ کٹور کی پانچ بیٹیاں تھیں جنمیں سے دو یکے بعد دیگرے مہتر میر امان سے بیاہی گئیں۔ تیسری گوہر آمان کی زوجہ تھی۔ چوتھی کی شادی خان غزن خان والئی دیر سے اور پانچویں کی شادی پیردوست خان ابراہیم خیل والی بجاوڑ سے ہوئی تھی۔

شاہ کٹور ثانی کے کارنامے

شجاعت، سیاست دانی۔ بلند ہمتی۔ انصاف پسندی میں یکتائے روزگار تھے ایام شاہزادگی سے تخت نشینی تک ان کے بہادرانہ کارنامے اور سیاسی تدبر نے ملک میں دھاک بٹھا دی تھی۔ اگرچہ جوانی گذار کر تخت پر بیٹھے مگر ان کا جوش ہمت ایام حکمرانی میں بھی بلند رہا۔ وہ ایک پاک عقیدہ کے سنی مسلمان اور خدا ترس بادشاہ تھے۔ نماز روزہ کے پابند تھے۔ ان کی اوصاف لوگوں کی زبان پر آجتک اپنی مثال نہیں رکھتیں اور ان کی سپہ گری کا لوہا سارا ملک مان گیا تھا۔ ان کے عہد کے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں جنمیں میر کوہکن بیگ والئی بدخشاں کو ان کی بدعہدی کی پاداش میں تباہ کرنا اور خان محمد سعید خان والئی دیر کو شکست دیکر خان غزن خان اصلی وارث دیر کو تخت پر بٹھانا اور جہان خان والئی وخان کو زیبح علاقہ نور ریکھو پر چھاپہ مارنے کی پاداش میں مناسب سزا دینا اہم واقعات ہیں۔ انہوں نے افغان و بدخشان کے حکمرانوں کے ساتھ اتحاد قائم کیا۔ محمد مراد بیگ اوزبکیہ نے جب کوہ کن بیگ پر غرور کی تباہی کے بعد بدخشاں اور قندوز پر حکومت حاصل کی تو شاہ کٹور کے ممنون احسان ہوئے۔ اور نہایت تعظیم و تکریم سے دوستانہ تعلقات اور وسائل رسل ورسائل کے مراسم جاری کئے۔ گوہر امان سے جب ایک بار گستاخی دیکھی تو کوہستان ماتگیر اسکی جائے رہائش مقرر کی اور تاوقتیکہ شاہ کٹور زندہ رہے۔ وہاں سے قدم باہر نہ نکال سکا۔ خیر اللہ کی مہمات میں شاہ کٹور پیش پیش تھا۔ مگر جب خیر اللہ کا زور ختم ہوا تخت حکومت اپنے بڑے بھائی شاہ نواز کے حوالے کر کے مستوج میں جا کر رہنے لگا۔ خان بہادر بن محمد شفیع بار بار ان کی مخالف کاروائیوں میں شریک رہا۔ مگر اسکی پرواہ نہ کی اور اس کو علاقہ خذر کی حکومت پر بحال رکھا۔

شاہ کٹور کے عہد کے معززین و مقربین

یہ بادشاہ اپنے دوستوں اور خیر خواہوں کے حق میں بہت مہربان اور دشمنوں کے لئے شیر غراں تھے۔ چنانچہ جن لوگوں نے ایام جلاوطنی میں ان کی خدمات میں اخلاص اور وفاداری کا برتاؤ کیا تھا۔ اپنی تخت نشینی کے بعد ان کو عزت واکرام اور جائیداد سے نوازا۔ ان کی جلاوطنی کے دنوں بہت سے عمائدین ملک ان کے ساتھ غریب الوطن تھے۔ چنانچہ رضا خیل خاندان سے محمد پناہ اور خوشتہ خاندان سے میر جہان خان اور خوشحال بیگیہ خاندان سے خوشحال بیگ ثانی قابل ذکر ہیں جو کہ ان کے شریک صحبت وزراء تھے۔ ان کے علاوہ میراثیہ قوم سے عنٹ باشندہ بروز اور مہمور بیگ سکنہ کلاس شیتی کوہ اور امیر باشندہ

شغور۔ وزیر بیگ باشندہ تولکہو۔ مراد بیگ باشندہ کشم نے جلا وطنی کے ایام شریک خدمت رہ کر بڑی خدمات انجام دیں اور جب شیر جنگ کو ختم کرنیکا منصوبہ باندھا گیا۔ تو محبت باشندہ شالی جو پہلے سے شاہ کٹور کے جان نثار خادموں میں سے تھا نے اپنے بادشاہ کی خاطر وہ کام کیا اور تخت نشینی کے بعد انہی خدمات کے صلہ میں ان سے وزیر کا خطاب پایا۔ اور بڑی جاگیروں سے نوازا گیا۔ محبت بڑا بہادر شخص تھا۔ اسی طرح ان کے اور ساتھیوں نے جو اس خدمت میں شریک مہم تھے۔ وزیر بیگ اور امیر نے بڑے انعام اور جاگیر پائی۔ اور بادشاہ نے ہر ایک کو مناسب احوال مرتبہ اور اعزاز سے ہمکنار کیا۔ چنانچہ محبت کے خاندان میں منفعت خان مظفر خان اور معظم خان تک معزز وزراء گذرے اور امیر کے خاندان میں محمد بیگ محمد شاہ اور اس کا لڑکا سخاوت شاہ تک چار ولی کے عہدوں پر سرفراز رہے اور عنث کے خاندان میں نبات علی خان۔ دیوان بیگی وفادار خان۔ وزیر عنایت خان اور اس کے لڑکے یعقوب خان و یوسف خان تک معزز گذرے ہمور بیگ اور وزیر بیگ و مراد بیگ بڑی بڑی زمینوں کے مالک ہوئے۔ شاہ کٹور محترم شاہ جوہر اخلاص و خدمات کے قدردان تھے۔ مہتر شاہ نواز خان کے عہد حکمرانی میں جب داراب شاہ بن خیر اللہ نے باپ کے قتل کے بعد دراسن میں جنگ برپا کی تو خان بہادر بن محمد شفیع نے اس کی حمایت میں شاہ کٹور کے خلاف جو تورکہو سے معہ لشکر وہاں آمادہ پیکار تھا مقابلہ کیا۔ اس جنگ میں روشتہ قوم کے ایک فرد بابی نام نے شاہ کٹور کی طرف سے خان بہادر کے خلاف بڑا کام سرانجام دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں خان بہادر نے اس کی اولاد کو چن چن کر قتل کیا تھا۔ شاہ کٹور جب دوبارہ تخت نشین ہوا تو بابی مذکور کی باقی اولاد کو چترال بلا کر عزت و جائیداد سے سرفراز کیا۔

تاریخ میں مذکور ہے کہ جب شاہ کٹور محترم شاہ شیر جنگ کو ختم کرنے کی مہم میں بروز کی پہاڑیوں میں چھپا ہوا تھا۔ تو ابو البشر نام کا ایک شخص ان کو روٹی و پانی خفیہ طور پر وہاں پہنچایا کرتا تھا۔ نتیجہ اس خدمت کا یہ ہوا کہ جب شاہ کٹور تخت نشین ہوا ابو البشر مذکور کو سند خوشنودی اور معافی مالیہ و واجبات حکومتی عطا ہوئی جس کی نقل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

"فرزندان کامگار و اولاد بخت بیدار کہ بعد الیوم بر مسند پادشاہی چترال قائم و استوار باشند واقف بودہ بدانند کہ چون ابو البشر نام در عین ہنگام سختی کہ در جبال بروز در مکین دشمن مخفی بودیم در خدمت ما حق جانسپاری بجا آورد کہ آب و طعام بر قلعۂ کوہ بما رسانید و جان خود را برکف نہادہ خدمت کرد و بعد ازان کہ حق سبحانہ ما را ازان مہلکہ سلامت برآوردہ بر افغان زمین رفتیم دست از رکاب ما برنداشتہ ہموار خدمت شائستہ و جان سپاریہا با ما بانجام می رسانید تا کہ او سبحانہ ما را بر مسند پادشاہی سرفراز گردانید لہذا نظر مرحمت ما بحال او بیش از بیش است و باید کہ از اولاد کامگار ما ہر کہ بر مسند پادشاہی نشیند برعایت مہر ما بر اولاد ابو البشر ہموارہ در مرحمت و عاطفت دارد و بہ قلنگ و مالیہ و واجبات مہتری و غیر آن بہ ہیچ چیز طلبگار نشوند یک طبق نان و کاسۂ آب ہم از ایشان نخواہند والا نہ فردائے قیامت با ما از خواست سخت دوچار خواہند شد

بگواہی محمد پناہ و سبحان قلی خان و محبت سنہ ۱۲۳۶ھ مہر محترم شاہ مہر شاہ افضل ولد محترم شاہ

اس سند سے معلوم ہُوا کہ ابوالبشر اس خدمت کے بعد شاہ کٹور کی خدمت میں جلا وطنی میں رہ کر ہموارہ خدمات شائستہ سے بادشاہ کی رضامندی حاصل کی تھی جو خود تسلیم کرتے ہیں۔ یہ سند بڑی خوشخط اور جلی قلم سے ہے۔

شاہ کٹور کی علم نوازی

شاہ محترم شاہ ایک شجاع حکمران اور تجربہ کار سیاست دانی کے باوصف علم و ہنر کے بھی دلدادہ اور قدردان تھے۔ چنانچہ انہوں نے علمائے کرام کی عزت افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ان کے عہد میں ملک کے گوشہ گوشہ میں اسلامی درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ چنانچہ علماء میں قاضی شہاب الدین شاہ کٹور کے دربار میں بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جس کا باپ قاضی شرف الدین اور اس کا باپ قاضی توکل ملا محمد رفیق کا صاحبزادہ تھا جو رستاق بدخشان سے یہاں آکر عہد رئیسہ سے آباد ہوا تھا۔ اور راین کے قاضی محمد نظام اس بادشاہ کے ہم عمر اور بے تکلف دوست اور بڑے خوش طبع ظریف تھے۔ ملا غلام رسول ژانگ کا نامور عالم تھا اس نے ایک سو سال عمر پائی تھی۔ ملا حبیب اخوند چمرکمن کے انواع میں کمال اور شاہ کٹور کے دربار میں محترم تھا۔ ملا عباس و ملا کمال شاہ پنجاب سے یہاں آئے اور بادشاہ کے دربار میں رسوخ پایا۔ شہزادہ تجمل شاہ ان کے شاگرد تھے۔ ملا مولوی باشندہ نجو اور ملا غوثی باشندہ موردی ملا محمد کبیر باشندہ ایوان۔ مولوی جامی باشندہ ارغونچ اور ملا عبد الغنی باشندہ بروز اس بادشاہ کے عہد کے نامی علماء ہیں۔ جو تذکرہ مشاہیر میں مفصل یاد کیے گئے ہیں۔

ملا سعد الدین باشندہ کجو شاہ کٹور کے پیش امام تھے۔ بادشاہ نے کجو میں اسے زمین بخشکہ جو سند عطا فرمائی تھی وہ یہاں بجنسہٖ نقل کی جاتی ہے تاکہ اس بادشاہ کی علم نوازی معلوم ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

منکہ محترم شاہ ابن شاہ افضلم در تاریخ ۱۲۵۲ھ ہجری چہار قلبہ زمین بر سبیل صدقہ بمقتضائے شریعت الغرا محمدی علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتحیات بہ فضیلت پناہ شرافت دستگاہ صداقت آئین ملا سعد الدین آخوند کہ مدۃ چند سال در صحبت ما با مامت منسوب بود بخشیدیم بہ شہادت اثقال محمد پناہ و اثقال بیطی و اثقال بیگل پس باید کہ ہر کہ رضائے حق سبحانہ وتعالٰی بعد ازیں ایام بشرافت حکمرانی ایں ممالک سرافرازی ارزانی فرماید تعظیم حضرت الٰہی جل شانہٗ منظور داشتہ وحرمت روح پر فتوح حضرت رسالت پناہی را علیہ السلام ملاحظہ نمودہ زمین مذکور را از اولاد ملائے موصوف باز نستانند کہ در قریہ کوژدی پایاں واقع است والسلام علٰی من اتبع الہدٰی والتزم متابعۃ المصطفٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام

مہر مرید غوث الاعظم	مہر غلام جیلانی تجمل
شاہ کتور راست	۱۲۴۹ھ

شاہ کتور کے عہد میں نامی گرامی شعرا بھی چترال میں موجود تھے چنانچہ مرزا محمد سیر اور محمد صفا اور شاہزادہ تجمل شاہ یارخون کے ملا ہیچ اور مستوج کے سعل دجیہ جن کے تذکرے تذکرہ مشاہیر میں مفصل درج کیے گئے

ہیں وزیر بہ منفعت خان بن محبت ملا حبیب اخوند کی شاگردی سے علم تفسیر اور اخلاقیات میں پوری طرح فیض حاصل کیا اور کلیلہ و دمنہ کی کتاب تمام حفظ کی تھی۔

شاہ کٹور ثانی کے تعمیری کام

شاہ کٹور نے ملک میں بنجر زمینوں کو آباد کرنے پر زیادہ توجہ دی چنانچہ سنجور آن۔ اسپاغ لشٹ۔ بلچ ان کی آباد کردہ ہیں۔ نہریں نکال کر ان کو آباد کیا۔ اسپاغ لشٹ میں بڑے باغ لگوائے تھے جو مرورِ زمانہ کے بعد دریا کی نذر ہوئے انہوں نے بہت سی سڑکیں جو پہاڑوں کی اونچائی پر ہونے کی وجہ سے دشوار گذار تھیں دریاؤں کے کنارے بنا کر آسان کر دیا گھیرت گول اور چترال گول میں شکار کے لئے جو راستے انھوں نے بنوائے تھے اب بھی موجود ہیں اور وہ ان راستوں پر خچروں کے ذریعہ سلسلہ آمد و رفت کیا کرتے تھے۔

قلعہ چترال میں ان کی یادگار دو برج اور ایک بنگلہ سنہ ۱۹۱۵ تک موجود تھا۔ ژانگ نخ ان کا تعمیر کردہ ہے ژانگ بازار کی جامع مسجد ان کی تعمیری یادگار ہے جس کی تعمیر کے لئے ہندوستان سے معمار اور ترکھان وغیرہ یہاں بلوائے گئے۔ چنانچہ یہ مسجد اپنی مثال آپ تھی۔ اب اس مسجد کی دوبارہ بجدید موجودہ دور کی تعمیر کی شکل و صورت کی مرہون منت ہے۔

ساتواں باب

مہتر شاہ افضل ثانی ۱۸۳۸ء ۱۲۵۴ھ سے ۱۸۵۴ء ۱۲۷۰ھ تک

شاہ محترم شاہ کٹور ثانی کے انتقال کے بعد ان کا لڑکا "شاہ افضل ثانی" اپنے دوسرے بھائیوں کے اتفاق سے تخت پر بیٹھا۔ اس نے علاقہ دروش کی حکومت جو ارغوچ سے بیلم تک پھیلی ہوئی تھی شہزادہ تجمل شاہ کو اور علاقہ موڑکھو، دراسن ریحان شاہ بن شہزادہ غضنب شاہ کے حوالے کر دیا۔ اگرچہ اسکے اپنے بیٹے جوان تھے۔ مگر شاہ افضل نے اپنے بھائی اور بھتیجے کو ان پر ترجیح دی۔

شہزادہ تجمل شاہ کا چترال پر حملہ

ابھی اس کی تخت نشینی کو تین مہینے بھی نہیں گذرے تھے کہ شہزادہ تجمل شاہ بعض کوتاہ اندیش مصاحبوں کے ایماء پر چترال پر حملہ آور ہوا اور تجمل شاہ کی والدہ کی معاونت سے جو حرم سرا میں موجود تھی قلعہ کے ایک برج پر بھی قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا شاہ افضل نے جو پہلے ہی اس اچانک حملہ سے ہراساں باختہ ہو گیا تھا سات دن تک سخت مقابلہ کیا۔ آخر کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر جان بچانے کی خاطر قلعہ سے نکل کر عازم شغور ہوا۔ جہاں اس کا بڑا بیٹا محترم شاہ ثالث حاکم تھا۔ دراسن میں ریحان شاہ شہزادہ تجمل شاہ کے حملہ کی خبر سن کر شاہ افضل کی مدد کو روانہ ہوا۔ وہ کوغزی کے مقام پر ہی پہنچا تھا کہ اسے بادشاہ کے قلعہ سے نکلنے کی اطلاع ملی۔ اور تجمل شاہ کے قاصدوں نے وہاں پہنچکر اسے اپنے ساتھ ملا لیا۔ مگر جلد ہی تورکھو سے دوسرے شہزادے یعنی امان الملک اور میر افضل خان بھی وہاں آپہنچے اور ریحان شاہ جو ان کی بہن سے شادی کر چکا تھا مارے شرم کے تجمل شاہ سے پھر گیا۔ چنانچہ تینوں شہزادے کشٹ ہریان کی راہ سے روانہ ہوئے اور شغور سے مہتر شاہ افضل نے لشکر کی پیشقدمی شروع کی۔ یہ لوگ سین کے مقام پر ایک دوسرے سے ملے اور آگے بڑھ کر سنگور کے گاؤں کی حدود میں مورچے ڈال دیئے۔ شہزادہ تجمل شاہ نے اپنا لشکر دریائے چترال کے کنارے گورڈی باغ تک پھیلایا ہوا تھا اور یہ ساری پہاڑی اس کی سپاہ سے بھری ہوئی تھی اور وہ خود ہی ان کی قیادت کر رہا تھا۔ دونوں فوجوں میں سخت جنگ ہوئی اور طرفین کے سورما کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ آخر کار شہزادہ تجمل شاہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے شہزادہ مذکور نے راہ فرار اختیار کی اور ایون چلا گیا۔ شاہ افضل فتح کا نقارہ بجاتا ہوا قلعہ میں داخل ہو گیا۔ تجمل شاہ ابھی ایون پہنچا ہی تھا کہ اسے اطلاع ملی کہ مسلم شاہ بن شاہ نواز خان نے بیلم سے آکر دروش پر حملہ کر کے

بہت سے لوگوں کو مار ڈالا ہے اور مال و اسباب غارت کر رہا ہے لہٰذا تجمل شاہ فوراً اس کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوا۔ اور اس طرح قلعہ ایون پر بھی شاہ افضل کا قبضہ ہوگیا۔ مسلم شاہ دروش سے بھاگ کر بیلم چلا گیا اور شہزادہ تجمل شاہ دروش میں رہنے لگا۔

تجمل شاہ کا دوسرا حملہ اور جنگِ دلوموژ

جب شہزادہ تجمل شاہ اپنے زور بازو سے فتح یابی سے مایوس ہو گیا تو غزن خان والیٔ دیر سے مدد مانگنے دیر گیا چونکہ شہزادہ مذکور اور غزن خان کے مابین گہرے تعلقات تھے۔ غزن خان نے تین ہزار فوج بطور کمک اس کے ساتھ روانہ کی شہزادہ تجمل شاہ نے محمد علی خان بن سربلند خان کو بھی اپنے ساتھ ملا کر لشکر دیر کی مدد سے چترال پر حملہ کر دیا۔ مہتر شاہ افضل قلعہ کو مسلح لشکر کی حفاظت میں چھوڑ کر خود شنگور چلا گیا۔ اور وہاں سے ایک بھاری فوج علاقہ خندر کے سرداروں کی قیادت میں تیار کر کے دلوموژ کے مقام پر مورچے بنا کر جنگ کے لئے تیار ہوگیا۔ تجمل شاہ نے افغان لشکر کو ژانگ بازار میں چھوڑ کر مقامی لشکر کو چترال سے سنگور کے درمیان مورچوں پر متعین کیا۔ اور دلوموژ کے نزدیک سنگور کے گاؤں میں گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ مرزا محمد غفران کے اشعار سے صرف ایک بیت پر اکتفا کیا جاتا ہے ؎

زلس غرّش و رعدہائے تفنگ ٭ غاری فرد رفت خرس و پلنگ

لڑائی زور شور سے جاری تھی کہ محمد علی خان بن سربلند خان کے بھائی کی بندوق سے مہتر شاہ افضل کی گردن پر گولی لگی اور وہ خفیف سا زخمی ہوگیا۔ شہزادہ تجمل شاہ کی فتح یابی یقینی اور قریب تھی کہ کسی نے اس کو بتلایا کہ سربلند خان کے لڑکوں نے تمہارے بھائی شاہ افضل کو مجروح کر دیا ہے اور اب تمہاری جان کے درپے ہیں تاکہ تخت ان کیلئے خالی ہو جائے ــــ شہزادہ تجمل شاہ ایک رحمدل اور نیک سیرت آدمی تھا یہ سنکر زار زار رونے لگا اور کہا کہ کیوں دنیا کے چند روزہ اقتدار کے لئے اپنے عزیز بھائی کی ہلاکت کا باعث بنا۔ چنانچہ اس لغزش کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے لشکر میں بد دلی پھیل گئی۔ اور جلد ہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور شہزادہ تجمل شاہ نے چترال گول میں سے ہو کر پہاڑوں کے راستے دروش کی طرف راہ فرار اختیار کی۔ مہتر شاہ افضل چترال کے قلعہ پر قابض ہوگیا۔ افغان لشکر جو ان حالات سے بے خبر تھا۔ شاہ افضل کے لشکر کی ناگہانی آمد سے گھبرا کر چترال نالہ کے اندر چلا گیا مگر راستہ سے ناواقفیت اور دشوار گذار پہاڑوں کی وجہ سے وہیں محصور ہو گئے۔ تین روز فاقہ کرنے کے بعد مجبوراً واپس آئے لہٰذا سارا اسلحہ و سامان ان سے چھین کر ان کو خالی ہاتھ دیر واپس بھیجدیا گیا۔

شفقت برادری کی مثال

کہا جاتا ہے کہ جب شہزادہ تجمل شاہ اس جنگ سے شکست کھا کر نالۂ چترال کے اندر ایک مقام پر پہنچکر ٹھیرا ہوا تھا۔ بڑے بھائی کے پاس مزاج پرسی کے لئے آدمی اور برف بھیجتا رہا۔ بھائیوں کی یہ باہمی محبت ایک عجیب مثال ہے کہ ایک طرف تو ایک دوسرے کے خلاف دنیا کیلئے برسر پیکار تھے۔ اور دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ مشارکت خون کی وجہ سے شفقت برادری کے راہ و رسم جاری تھی۔

اس جنگ میں خذرہ کے سرداروں نے چونکہ نمایاں بہادری دکھائی تھی اسلئے مہتر شاہ افضل نے بہ صلہ خدمات سلطان خان بن ناصر علی بن سنگین علی دوئم اور محمد بیگ بن امیر کو ہر تول اور آدی میں جاگیریں عنایت فرمائیں جو اب تک اُن کی اولاد کے پاس موجود ہیں۔

مہتر میر آمان کی معزولی اور گوہر آمان کے حالات

پیشتر ذکر ہو چکا ہے کہ مہتر شاہ کٹور ثانی نے مہتر گوہر آمان کو کوہستان تانگیر میں جلا وطن کر کے بھیجدیا تھا چنانچہ شاہ کٹور کے انتقال کے ایک سال بعد تک وہ تانگیر ہی میں مقیم رہا۔ شاہ کٹور کی وفات کے موقع پر مہتر میر آمان تعزیت کے لئے چترال آیا تھا۔ اور واپسی پر اس نے نقارہ بجانے کا حکم دیا جس کی وجہ سے مہتر شاہ افضل سخت خفا ہوگیا اس کے علاوہ وہ شہزادہ تحمل شاہ کے ساتھ خفیہ تعلقات بڑھا رہا تھا۔ چنانچہ مہتر شاہ افضل نے میر خلیل بن منشور خان کو یہ پیغام دے کہ گوہر آمان کے پاس بھیجا جن سے ان کے فیما بین بھی دوستانہ تعلقات قائم تھے۔ مہتر گوہر آمان اس اجازت کے بعد خفیہ طور پر درشگوم آیا اور وہاں مناسب انتظام کرنے کے بعد مستوج پر حملہ آور ہوا تو مقابلہ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر بغیر مقابلہ کئے راہ فرار اختیار کی اور دیر۔ سوات اور میدان کی حدود میں جا کر رہنے لگا۔ مہتر گوہر آمان علاقہ خوشوقتیہ کا مالک ہوگیا۔

گوہر آمان کا گلگت پر قبضہ

جن دنوں مہتر گوہر آمان مہتر شاہ افضل کی مدد سے ممالک خوشوقتیہ درشگوم و مستوج پر حکمران ہوا آزاد خان بن بُرش پنیال اور گلگت پر حکومت کر رہا تھا۔ مگر کچھ مدت کے بعد حاکم نگیر نے گلگت پر حملہ کر کے آزاد خان کو قتل کر دیا اور محمد خان بن کریم خان بن گرپتیم رئیسہ کو وہاں کا حکمران بنایا۔ پنیال پر خان بہادر خان بن بُرش کے بیٹے نجوم خان نے قبضہ کر لیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد خان دوران بن برش کے لڑکے مشقولی اور مقصد خان نے نجوم خان کو قتل کر کے پنیال کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ خان بہادر کے لڑکے عیسٰی بہادر اور آزاد خان کے لڑکے مدد خان بھاگ کر مہتر گوہر آمان کے پاس آئے اور مدد کے خواستگار ہوئے۔ چنانچہ وہ لشکر لیکر ان کی مدد کو گیا اور پنیال پر حملہ آور ہوا لڑائی میں مشقولی عیسٰی بہادر کے ہاتھ سے مارا گیا اور مقصد خان گرفتار ہوگیا۔ آزاد خان کے لڑکے مدد خان کو حکومت پنیال پر بٹھا کر مہتر گوہر آمان واپس آگیا۔ یہ مہم سر کرنے کے بعد مہتر گوہر آمان عیسٰی بہادر کو ہمراہ لیکر گلگت پر حملہ آور ہوا۔ حاکم گلگت کریم خان رئیسہ بغیر مقابلہ کئے ہی بھاگ گیا۔ اور گلگت پر گوہر آمان کا قبضہ ہوگیا۔

پنیال پر قبضہ

مہتر گوہر آمان کے چچا مہتر قوت خان کو چونکہ آزاد خان بن برش نے قتل کیا تھا لہٰذا گوہر آمان نے برش کی اولاد سے بدلہ لینے کی خاطر مقصد خان بن خان دوران کو جو قید تھا اور آزاد خان کے دو نابالغ لڑکوں یعنی مدد خان و ولایت خان کو اور عیسٰی بہادر کی والدہ کو قتل کرا دیا اور ان کی عورتوں کو دوسروں میں تقسیم کرا دیا۔ عیسٰی بہادر گلگت سے بھاگ کر داریل چلا گیا اور مشکور علی خان کا بیٹا عافیت خان جان بچا کر تانگیر چلا گیا۔ آزاد خان کا چھوٹا لڑکا شجاعت خان اپنی والدہ کے ساتھ جو دوشن علی خان کی بہن

تھی بلکہ چترال آگیا۔ اس طرح پنیال میں خاندان برشس کا صفایا کرنے کے بعد مہتر گوہر آمان مستوج سے گلگت تک سارے علاقے پر بلا مشارکت غیرے مکمل قابض ہوگیا۔

ریحان شاہ کا قتل

مہتر شاہ افضل نے شہزادہ غضب شاہ کے بیٹے ریحان شاہ کو دراسن کی حکومت سپرد کی تھی۔ اور اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کرکے بیٹوں کی طرح اسے پرورش کررہا تھا مگر ریحان شاہ نے اس مہربانی کی قدر نہ کی اور شہزادہ تجمل شاہ سے رابطہ قائم کیا۔ اور علاقہ دراسن میں اسے جو اقتدار اور برتری حاصل تھی وہ اس پر مغرور ہوگیا تھا اور باغیانہ خیالات پیدا ہوگئے تھے چنانچہ شاہ افضل کو اس سے وفا کی امید نہ رہی۔ اس وجہ سے اسے چترال بلاکر گرفتار کرلیا۔ اور شغور بھیجدیا۔ ابھی وہاں پہنچا ہی تھا کہ بادشاہ کے ایک کابلی ملازم دورانی نے اسے قتل کردیا۔

شہزادہ تجمل شاہ کا تیسرا حملہ

حالانکہ مہتر شاہ افضل کا شہزادہ تجمل شاہ کے دروش میں اقامت اختیار کرنے پر راضی تھا۔ مگر شہزادہ ابھی تک چترال پر قبضہ کرنے کا خواب برابر دیکھ رہا تھا۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد دنین کے راستہ کو غزی پہنچا اور اپنے بھائیوں تخول شاہ، مقدم شاہ اور اتالیق پٹی شغنیہ کو اپنے ساتھ ملاکر وہاں ایک قلعہ بنایا۔ مہتر شاہ افضل جو اس وقت دراسن میں تھا اور شہزادہ محترم شاہ ثالث جو چترال میں تھا۔ دونوں اطراف سے لشکر لیکر ان پر حملہ آور ہوئے۔ شہزادہ تجمل شاہ مقابلہ سے مجبور ہوکر بھائیوں اور اتالیق پٹی کے ساتھ گوبین کی راہ سے دیر چلا گیا اور وہاں سے جلد ہی ایک لشکر لیکر دروش پر حملہ آور ہوا اس لشکر کے ساتھ غزن خان والئی دیر خود بھی موجود تھا شہزادہ میر افضل جو وہاں حکومت کرتا تھا۔ قلعہ میں محصور ہوگیا۔ اور افغان لشکر آگے بڑھ کر گہیرت تک پھیل گیا مہتر شاہ افضل اپنی فوج لیکر ان کے مقابلہ کے لئے گہیرت پہنچا۔ لیکن افغان لشکر کی کثرت کو دیکھ کر لڑائی بے سود سمجھی اور مصلحت اسی میں دیکھی کہ صلح و آشتی سے اپنا مطلب نکالے۔

شہزادہ تجمل شاہ اور اسکے بھائیوں اور اتالیق پٹی کا قتل

چنانچہ مہتر شاہ افضل نے شہزادہ تجمل شاہ کو پیغام بھیجا کہ آپسمیں قتل و مقاتلہ کی کیا ضرورت ہے بیگانہ لشکر کو واپس بھیجدو اور دروش یا چترال میں سے جو حکومت تمہیں پسند ہے حسب خواہش لو شہزادہ تجمل شاہ اگرچہ ایک تعلیمیافتہ شخص تھا۔ مگر اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس دھوکہ میں آگیا اور غزن خان والئی دیر کو مع لشکر رخصت دے کر خود بھائی سے ملکر اس کے ساتھ چترال آیا یہاں آکر چند روز کے بعد آنکھیں کھلیں تو موقع گذر چکا تھا۔ بھائی کے بیٹوں کی آنکھیں بیگانہ پائیں اور جان خطرے میں دیکھ کر اس بہانہ سے اجازت چاہی کہ دیر جاکر اپنے بال بچوں کو لاتا ہوں۔ شاہ افضل نے جو اپنے بیٹوں کے خیالات کو سمجھ چکا تھا اصرار کیا کہ آپ نہ جائیں ہم خود ہی اسے منگائیں گے۔ مگر شہزادہ نہ مانا اور دیر روانہ ہوگیا۔ شہزادہ امان الملک جو چچا کے لئے خطرہ سے واقف تھا کوہ لاوادی تک اس کے ساتھ جانے کے قصد سے ہمراہ ہوا۔ مگر شہزادہ تجمل شاہ نے اصرار سے اسے واپس بھیجدیا۔ شہزادہ محترم شاہ ثالث اور میر افضل خان نے ان کے قتل کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔

چنانچہ میر افضل جو دروکش میں تھانے کیسو سے دروش تک راستہ میں اپنے آدمی دونوں طرف بٹھائے ہوئے تھے جونہی شہزادہ تجمل شاہ اپنے چند ہمراہیوں سمیت وہاں پہنچا سامنے سے اسپر بندوق سے فائر شروع ہوا۔ وہ گھوڑے سے اتر کر پہاڑی پر چلنے لگا تو اوپر سے گولہ باری ہونے لگی۔ پریشانی سے واپس آکر دریا کے کنارے پہنچا تھا کہ اسے عبور کر کے خیر آباد کی طرف نکل جائے۔ اس طرف سے بھی گولہ باری شروع ہوگئی۔ لاچار دریا کے کنارے کھڑا رہا۔ اتنے میں میر افضل خان کے ملازم شکور علی نے اسے بندوق کا نشانہ بنایا۔ اور اس کے زخمی ہو کر گرتے ہی شکور علی وہاں پہنچا اور تلوار سے اسے قتل کر دیا۔ اس کی نعش بروز لیجا کر شاہی قبرستان میں دفن کر دی گئی۔

شہزادہ تجمل شاہ کے اوصاف

شہزادہ تجمل شاہ ایک عالم، متقی اور صوفی مشرب تھا اس نے شیخ ضیاء الحق حسام الدین قوقندی سے طریقہ نقشبندیہ میں اس وقت بیعت کی تھی جبکہ شیخ موصوف حج کرنیکے بعد چترال سے گذرے تھے۔ شہزادہ بیعت کے بعد ایک دفعہ اپنے مرشد کی زیارت کیلئے قوقند بھی گیا تھا۔ ہندوستان سے آئے ہوئے ملا کمال شاہ جالندھری شہزادہ موصوف کے استاد تھے شہزادہ تجمل شاہ حقیقت میں دنیوی کاموں اور حکومت کا خواہشمند نہیں تھا۔ مگر چونکہ وہ اپنے والد شاہ کٹور کے نہایت محبوب فرزند تھے اور اس بات کے خواہشمند تھے کہ اسکو حکمرانی ملے ملک کے بہت سے لوگ اس شہزادہ سے وابستہ ہو گئے تھے اور اس کو گوشۂ عزلت میں سکون سے رہنے نہیں دیتے تھے لہٰذا وہ مجبوراً ملکی و سیاسی امور میں الجھتا رہا۔ مگر بموجب، الاصح ادلا یجتمعان حکومت اس سے دور بھاگتی رہی۔ اور دغا باز دنیا نے اس کے ساتھ دھوکہ فریب کیا۔

شہزادہ موصوف ایک باکمال عالم اور شاعر تھا انہوں نے قصیدہ امالی کی شرح فارسی نظم میں تالیف کی تھی جو علوم متعلقہ کے دقائق و لطائف کا خزانہ اور اس کے علمی کمالات کی شاہد ہے یہ کتاب پشاور میں چھاپی گئی تھی۔ مگر افسوس کہ ناشرین نے مولف کا نام بجائے شہزادہ کے مولوی تجمل شاہ لکھا ہے اور علاوہ اس کے اصل نسخہ سے بہت کچھ غلطیاں اسمیں واقع ہوئی ہیں۔ اس کتاب کی ابتدا اس بیت سے شروع ہوتی ہے ؎

بنام آنکہ رحمٰن و رحیم است — قدیم است و علیم است و کریم است

انھوں نے فارسی و چترالی اشعار کا ایک دیوان بھی لکھا تھا۔ مگر اب وہ ناپید ہے۔

مہتر شاہ افضل اور بیٹوں کے درمیان مخالفت

جب مہتر شاہ افضل تخت نشین ہوا تو اس کے بیٹے محترم شاہ ثالث، آمان الملک اور میر افضل خان جوان تھے اور ہر ایک اپنے لئے جداگانہ حکومت کا طالب تھا خصوصاً محترم شاہ جو شجاعت میں بے مثال نہایت مغرور تھا اور ہمیشہ اپنے والد کے لئے تکلیف و پریشانی کا باعث ہوا کرتا تھا چنانچہ اس نے میر شاہ والئی بدخشان کے ساتھ تعلقات پیدا کئے آمان الملک پہلے ہی سے گوہر آمان کے ساتھ دوستی رکھتا تھا۔ میر افضل خان کے تعلقات دیر بنیہ غزن خان والئی دیر سے وابستہ تھے اس طرح اپنے لئے دوست و مددگار مہیا کر کے تینوں شہزادے والد کے لئے سردردی و پریشانی کا سامان کرنے لگے۔

چنانچہ پہلی بار یہ دو شہزادے محترم شاہ ثالث اور آمان الملک توریکہو اور موڑکہو سے فوج لیکر بادشاہ کے خلاف صف آرا ہوئے اور اتھور میں مقابلہ ہوا مگر شہزادہ امان الملک جلد ہی اپنے کئے پر نادم ہو کر پھر باپ سے جا ملا۔ فتنہ فرو ہوا اور محترم شاہ ثالث جنگ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر واپس چلا گیا۔

دوسری بار یہ دونوں شہزادے والئی بدخشاں کے پاس گئے اور وہاں سے شاہ بدخشاں کے بیٹے میر شجاعت کے ساتھ ایک بدخشی لشکر لیکر شغور پر حملہ کیا۔ جہاں مختصر لڑائی کے بعد لشکر بدخشاں واپس چلا گیا۔ اور دونوں شہزادے پھر والد کی خدمت میں نادم ہو کر حاضر ہوئے۔

تیسری بار تینوں بیٹوں نے پھر بادشاہ کو اس قدر تنگ کیا کہ وہ چترال سے دراسن چلا گیا مگر وہاں بھی محترم شاہ اس کو تکلیف دینے سے باز نہ آیا۔ چنانچہ مہتر شاہ افضل وہاں سے مستوج میں مہتر گوہر آمان کے پاس چلا گیا۔ یہاں مہتر گوہر آمان نے ان کا وہ قدر و احترام نہ کیا جیسا کہ اپنے محسن کا کرنا چاہیئے۔ حالانکہ مہتر شاہ افضل نے ہی اسے گوشہ گمنامی سے نکال کر تخت خوشوقتیہ پر بٹھایا تھا چنانچہ بادشاہ خفا ہو کر وہاں سے چلا آیا۔ شہزادہ امان الملک جب اس حقیقت سے آگاہ ہوا تو توریکہو سے باپ کے حضور میں پہنچکر اس سے معافی مانگی اور دونوں چترال روانہ ہوئے محترم شاہ چترال سے نکل کر شغور چلا گیا اور پھر وہاں سے میر شاہ والئی بدخشان کے حضور میں پہنچا۔ مہتر شاہ افضل نے اپنے بیٹے شہزادہ کوہ کن بیگ کو مع دیوان بیگی ہزارہ بیگ والئی بدخشاں کے پاس بھیجا۔ اور شاہ افضل کی درخواست پر میر بدخشان نے محترم شاہ کو وہاں سے نکال دیا۔ جو کوہستان باشگل کی راہ سے دیر پہنچا اور غزن خان والئی دیر کی سفارش سے پھر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا مگر یہاں اپنا مطلب بنتا نہ دیکھ کر دروش میں میر افضل خان کے پاس چلا گیا۔ اور دونوں اپنے والد کے خلاف تدبیر سوچنے لگے۔ چنانچہ محترم شاہ پھر دیر گیا اور غزن خان والئی دیر کو یہ کہکر غصہ دلایا کہ بادشاہ نے تمہاری سفارش کو رد کر دیا ہے اس پر غزن خان نے ایک لشکر تیار کر کے اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔ دروش میں میر افضل خان ان کی امداد کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ مگر شاہ افضل نے دفع فساد کی خاطر میر افضل کو پہلے ہی چترال بلا کر قید کر لیا۔ اور شہزادہ امان الملک کو لشکر دیکر افغان لشکر کے مقابلہ کے لئے دروش روانہ کیا۔

جنگ دروش

دروش میں فریقین کے درمیان سخت جنگ ہوئی جسمیں لشکر چترال کے مشہور سورما تائی بیپ بن سبحان قلی خان رضا خیل کام آئے زوندرہ قوم کے بھا درگھان اور توریکہو کے مشہور شخص عالی قوم خوشتہ نے اتفاق گذرے خلاف نمایاں بہادری دکھلائی۔ توران شاہ ایک نامی پہلوان محترم شاہ کے ہاتھ سے ہلاک ہوا بالآخر شدید نقصان اٹھانے کے بعد افغان لشکر کو شکست فاش ہوئی اور وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے محترم شاہ ثالث نے بھی راہ فرار اختیار کی اور کچھ عرصہ بعد پھر واپس آکر بادشاہ سے معافی مانگ لی اور امن سے رہنے لگا

انتقال میر افضل خان

اس مہم سے فارغ ہو کر بادشاہ نے شہزادہ میر افضل خان کو حراست میں لیکر قلعہ دراسن میں بھجوا دیا جہاں کچھ دن بعد قید ہی میں اس نے جہان فانی کو الوداع کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ بادشاہ کے اشارہ سے اسے قتل کردیا گیا تھا۔ اپنے بزرگوار سادہ لوح چچا شہزادہ تجمل شاہ کے ساتھ جو بیرحمی اس نے کی تھی اسکی پاداش میں خود بھی اس طرح دنیا سے بے مقصد ختم ہوگیا۔

شہزادہ امان الملک جو شروع میں والد کے خلاف کارروائیوں میں بھائیوں کے ساتھ تھا جلد ہی اس سے توبہ کرکے بادشاہ کی دلجوئی کرنے لگا اور آخر عمر تک ان کے ساتھ ہی دست راست بن کر خوشنودی حاصل کرتا رہا۔ تا آنکہ والد کے بعد وہی اسکے ملک کا وارث بن گیا اور اپنی تخت نشینی کے بعد امان الملک ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں نے اپنے والد بزرگوار کے حق میں جو غلطیاں کی ہیں ان کے لئے شرمسار ہوں اور ہمیشہ معافی کا طلبگار ہوں

مہتر شاہ افضل اور مہتر گوہر آمان کی مخالفت

جب بیٹوں کے ساتھ شورش کے ایام میں مہتر شاہ افضل مستوج سے مہتر گوہر آمان کے سلوک سے خفا ہو کر واپس آگیا تھا۔ اس خفگی کو شاہ افضل کی ملکہ نے جو پادشاہ خونزا کے نام سے مشہور اور گوہر آمان کی بہن تھی اور نہایت ہوشیار اور لائق خاتون تھی شوہر اور بھائی کے درمیان پھر سے صلح صفائی کرادی تھی۔ لیکن جنگ دروس کے چند دن بعد یہ ملکہ (پادشاہ خونزا) انتقال کر گئی اور مہتر شاہ افضل اس کی مفارقت سے بہت غمگین رہنے لگا۔ کیونکہ اس سے حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا۔ وزیر منفعت خان اور دوسرے مشیروں نے صلاح دی کہ بادشاہ دوسری شادی خوشنو قلیہ خاندان کی کسی شہزادی سے کرلے تا اس کا غم دور ہو۔ آخر کار ان کی نظر انتخاب مہتر سلیمان شاہ کے لڑکے پادشاہ ثانی کی لڑکی پر پڑی۔ جو بہت دنوں سے کوہستان سوات میں جلاوطنی کے دن گذار رہا تھا۔ چنانچہ بادشاہ ثانی کو کوہستان سوات سے چترال بلا کر مہتر شاہ افضل نے ان کی لڑکی کو اپنے عقد میں لے لیا۔ اس موقع پر غزن خان والئی دیر کی لڑکی کی شادی شہزادہ آمان الملک کے ساتھ ہوئی اور اس کے ساتھ چترال لائی گئی۔

گوہر آمان یہ حال سنکر آپے سے باہر ہوگیا اور پادشاہ بن سلیمان شاہ کے چترال آنے اور اسکی بیٹی کے ساتھ مہتر شاہ افضل کی شادی کو اپنے اقتدار و حکومت کے لئے سخت خطرہ سمجھا۔ شاہ افضل نے اگرچہ اسے تسلی آمیز پیغامات بھیجے مگر گوہر آمان اپنی بات پر اڑا رہا اور شاہ افضل کو مغرورانہ جواب دیا۔ اسپر مہتر شاہ افضل نے اپنے بڑے لڑکے محترم شاہ ثالث کو بھیجکر مستوج پر قبضہ کرلیا۔

گوہر آمان کا والئی بدخشاں سے کمک لانا اور مستوج پر دوبارہ قبضہ

مہتر گوہر آمان نے بذات خود شاہ افضل کے مقابلہ کی ہمت نہ پاکر اپنے بیٹے میر ولی کو میر شاہ والئی بدخشاں کے پاس مدد کی درخواست کے لئے روانہ کیا چنانچہ میر بدخشاں نے اپنے بیٹے میر شجاعت کو ایک بدخشانی لشکر کے ساتھ گوہر آمان کی امداد کیلئے مستوج کی طرف بھیجا۔ جوں ہی یہ لشکر درہ بروغیل کو پار کر چکا۔ مہتر گوہر آمان بھی درشگوم سے آگے بڑھا اور دونوں لشکروں نے ملکر قلعہ مستوج میں شہزادہ محترم شاہ ثالث اور ہمایوں شاہ بن فرخ سیر کو محصور کرلیا۔ اور کچھ بدخشی لشکر از راہ یخ گول تور کہو پر حملہ آور ہو۔

مہتر شاہ افضل نے غزن خان والئی دیر کو مدد کیلئے طلب کیا تھا۔ جب وہ پہنچا لشکر دیر کو موڑ گول کے مقام پر

جو حدود دراسن کے نزدیک ہے مقرر کر کے خود شہزادہ آمان الملک کے ساتھ لشکومدک پہنچا جو علاقہ تورکہو کے سامنے مغربی کنارے پر ہے بدخشی لشکر جو تورکہو میں ورکوپ کے علاقہ میں پہنچے ہوئے تھا۔ ان کے بچ نکلنے کیلئے جنوب کا راستہ نہایت پُر خطر بلکہ ناقابل عبور و مرور تھا۔ مہتر شاہ افضل ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا مگر شہزادہ آمان الملک جو مہتر گوہر آمان کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ بدخشی لشکر کی اس مکمل تباہی کا خواہشمند نہیں ہوا۔ بادشاہ کو اس ارادہ سے روک دیا۔ اور اس طرح بدخشی لشکر کو دراسن کے سامنے قاق دشت کے وسیع میدان تک پہنچنے کا موقع دیا گیا مہتر گوہر آمان اور میر شجاعت والیٔ بدخشان باقی لشکر کے ساتھ قاق دشت پہنچ گئے اور دونوں طرف سے لشکر لڑائی کے لئے صف آرا ہوئے ایک طرف مہتر شاہ افضل حکمران کٹور یہ اور اسکا مددگار غزن خان والی دیر اور دوسری طرف مہتر گوہر آمان خوشوقتیہ جو گلگت تک کے علاقہ کا حکمران تھا اور اسکے ساتھ میر شجاعت والیٔ بدخشان۔ اگر دونوں لشکروں میں جنگ واقع ہوتی تو سخت خونریزی یقینی تھی۔ چنانچہ غزن خان والیٔ دیر اور میر شجاعت والی بدخشاں نے ثالث بن کر طرفین میں صلح کرانے کی تجویز کی۔ صلح کی گفتگو کے لئے شاہ چترال کی جانب سے خان دیر اور وزیر منفعت خان، شجاعل رضاخیل، سرور خان محمد بیگے اور نادر جنگ اتالیق حاتم بیگے۔ اور حکمران خوشوقتیہ کی طرف سے میر شجاعت والیٔ بدخشان اور میر یوسف بیگ بدخشی اور چند خوشوقتیہ سردار مقرر ہوئے اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ مہتر شاہ افضل مستوج کا علاقہ گوہر آمان کو واپس حوالہ کرے لہٰذا شاہ افضل نے قلعہ مستوج سے اپنے شہزادوں کو واپس بلالیا۔ اور اسے گوہر آمان کے حوالے کر دیا۔ میر شجاعت والیٔ بدخشاں اور غزن خان والیٔ دیر اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے۔

مہتر شاہ افضل کا مستوج پر دوبارہ قبضہ

اس کے ایک سال بعد ہی مہتر شاہ افضل نے مستوج پر دوبارہ حملہ کر کے گوہر آمان کو محصور کر دیا کیونکہ شاہ افضل نے گوہر آمان سے اس وجہ سے ناراض تھا کہ اتنا بھاری لشکر بدخشاں سے کیوں منگوایا تھا محاصرہ کرنے کے بعد شہزادہ محترم شاہ ثالث وغیرہ کو وہاں چھوڑ کر خود دراسن میں جا کر رہنے لگا۔ تھوڑے دن بعد مہتر گوہر آمان فاقہ کشی سے تنگ آکر امان مانگنے پر مجبور ہوا۔ اور وہاں سے باہر نکل کر اپنے بال بچوں کو ساتھ لیکر ورشگوم چلا گیا۔ مہتر شاہ افضل نے پادشاہ ثانی بن سلیمان شاہ کو مستوج کا حکمران مقرر کیا۔ مقدس آمان بن الملک آمان ثانی کا بیان ہے کہ اس مہم میں بھی غزن خان والیٔ دیر شامل تھا۔ اور اس کی جانب سے امان کی ضمانت کا اعتبار تھا۔ لہٰذا گوہر امان تین ماہ کے محاصرہ کے بعد قلعہ خالی کر کے ورشگوم چلا گیا مگر اس کا کوئی مستند ثبوت مہیا نہ ہو سکا۔ مہتر شاہ افضل کی وفات تک گوہر آمان پھر مستوج کی طرف حملہ نہ کر سکا۔ اور شندور کے دوسری طرف ہی رہا۔

مہتر گوہر آمان اور مہاراجہ کشمیر کی لڑائیاں

مہتر گوہر آمان مستوج سے نکل کر سیدھا گلگت گیا جس پر مہاراجہ کشمیر کی نظریں لگی ہوئی تھیں اس سے پیشتر مہاراجہ رنجیت سنگھ والیٔ پنجاب کے عہد میں شیخ امام الدین اور سید نتھو شاہ نے فوج لیکر اس علاقہ پر حملہ کیا تھا مگر کامیاب

نہ ہو کر پسپا ہو گئے تھے۔ بعد میں مہاراجہ گلاب سنگھ والیٔ کشمیر کی فوجوں نے چیلاس پر حملہ کیا اس موقع پر داریل سے عیسیٰ بہادر اور چترال سے آزاد خان کا بیٹا شجاعت خان جو اپنی والدہ کے ساتھ یہاں موجود تھا روانہ ہو کر مہاراجہ کشمیر کی فوج سے مل گئے۔ اور جنگ چیلاس میں ان کی مدد کی اور پھر ان کے ہمراہ ہی کشمیر چلے گئے۔

مہتر گوہر آمان کو چونکہ گلگت کی آب و ہوا موافق نہ آئی۔ اس نے یہاں کے سابق حکمران محمد کریم زینیہ کے بیٹے محمد خان کو نگیر سے بلا کر اپنی لڑکی کی شادی اس کے ساتھ کر دی اور گلگت کا حاکم مقرر کر کے خود ورشگوم واپس آگیا۔ اپنے بڑے لڑکے ملک آمان ثانی کو پنیال کا حاکم بنایا۔ دو سال کا عرصہ نہ گذرنے پایا تھا کہ محمد خان حاکم گلگت حکمران نگیر کے بہانے پر گوہر آمان سے بگڑ گیا اور آزاد ہو گیا۔ چنانچہ مہتر گوہر آمان نے گلگت پر حملہ کر کے اسے دوبارہ قبضہ کر لیا۔ محمد خان وہاں سے بھاگ کر قلعہ سنگر آیا اور پھر بونجی کی راہ سے کشمیر چلا گیا۔ مہتر گوہر آمان نے گلگت کا پرانا قلعہ مسمار کر کے نیا مضبوط قلعہ تعمیر کیا اور خود بھی وہاں رہنے لگا۔

جنگ نیلی دار ۱۸۵۲ء واقع گلگت

مہاراجہ کشمیر کی فوجوں کے ساتھ مہتر گوہر آمان کے متعدد مقابلے ہوئے جس میں وہ ہمیشہ فتحیاب ہوا اور گلگت پر کشمیر کی فوجیں قبضہ نہ کر سکیں۔ مشہور ترین لڑائی نیلی دار کے مقام پر ہوئی یہ مقام گلگت سے بارہ تیرہ میل دور ہے۔ دو ہزار ڈوگرہ فوج جنرل بھوپ سنگھ و سنتھو سنگھ کی زیر کمان دریا کو پار کر کے نیلی دار کے مقام پر مورچہ زن ہوئی۔ مہتر گوہر آمان اپنا جنگجو لشکر لیکر جس میں علاقہ کنڈوریہ کی کمک بھی شامل تھی۔ ان کے مقابلے کو نکلا اور تین اطراف سے انہیں گھیرے میں لیکر حملہ کر دیا۔ کئی دن سخت جنگ ہوئی جس میں بے شمار ڈوگرہ فوج ہلاک ہوئی۔ اور باقی اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کو تیار ہوئے کہ امن کے ساتھ رہا کیا جائے اور عہد قسم پر ہو۔ چونکہ گوہر آمان کی فوج اُن کے بار بار کے حملوں سے تنگ آ گئی تھی۔ اور چاہتی تھی کہ سب کو تہ تیغ کیا جائے۔ گوہر آمان کے بھائی اکبر آمان نے بجائے قرآن شریف کے اسی سائز کے ایک لکڑی کے ٹکڑے کو غلاف میں لپیٹ کر ان سے عہد کیا۔ جب ان سے ہتھیار وغیرہ سب لے لئے تو ان پر یکایک حملہ کر کے سب کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ دو تین آدمیوں کے جو دریا میں کود کر پار نکل گئے یہ دو ہزار ڈوگرہ فوج معہ جنرل بھوپ سنگھ اور تمام بڑے بڑے افسران فوج وہاں مارے گئے۔ یہ مقام اس جنگ کی یادگار کے نتیجہ میں "پڑی بھوپ سنگھ" کے نام سے مشہور ہے اس واقعہ کے بعد مہتر گوہر آمان کے انتقال تک پھر ڈوگرہ فوج کو گلگت پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

مہتر شاہ افضل ثانی کی وفات ۱۸۵۴ء ۱۲۷۰ھ میں

سولہ سال حکومت کرنے کے بعد مہتر شاہ افضل درد سینہ و جگر کے عارضہ میں دو تین دن بیمار رہ کر اس جہان فانی سے وداع ہوا۔ اور ثانگ بازار کے نئے شاہی قبرستان میں جامع مسجد کے پہلو میں دفن کیا گیا انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ وفات سے قبل وہ لشکر تیار کر کے مہتر گوہر آمان کے خلاف مہم پر روانہ ہونے والا تھا کیونکہ مہتر گوہر آمان کے مستوج کے معاملہ میں بدخشان سے کمک منگوا کر تورکیہو کی حدود میں داخل کرنے کے سبب سے

سخت ناراض تھا مگر اجل نے مہلت نہ دی۔

مہتر شاہ افضل قد و قامت، شکل و شمائل، شجاعت و تحمل کے لحاظ سے بے نظیر تھا۔ چونکہ بچپن میں خان بہادر کے خاندان والوں نے اس کی پرورش کی تھی اور ان کے والد شاہ کٹور اس خاندان کی پیہم تقصیرات کے سبب سے رنجیدہ خاطر تھا۔ اس لئے شاہ افضل کو بھی ناپسند کرتا تھا۔ اور شہزادہ تجمل شاہ اس کا محبوب ترین فرزند تھا۔

مہتر شاہ افضل کو بھائیوں کے ساتھ جنگ و جدل تو اس ملک کے بلکہ تمام دوسرے ایشیائی حکمرانوں کا عام مشغلہ ہے جو دستور رہا ہے لیکن ان کو سب سے زیادہ تکلیف اس کے بیٹوں کی طرف سے ہی ہوئی جو جوانی و اقتدار کے غرور میں اپنے والد کے اختیار سے بالکل باہر نکل چکے تھے۔ شہزادہ تجمل شاہ کا بیدردانہ قتل بغیر اسکی مرضی کے انہی کے بیٹوں نے کیا تھا۔ ہاں البتہ ریحان شاہ کو مجبوراً قتل کرنا پڑا کیونکہ بغیر اس کے فتنہ فرو ہونا مشکل تھا۔

مشاہیر دور شاہ افضل اس عہد کے مشاہیر میں ذوالفقار شیر بن شاہ کٹور۔ محبوب بن سبحان قلی خان وزیر منفعت خان۔ سلطان خان بن ناصر علی۔ سرور خان بن محمد خان شجاعل بن محمد دوست۔ اتالیق نادر جنگ۔ تیغون اتالیق تور یکھو۔ ہزارہ بیگ دیوان بیگی۔ پنین شاہ پدر بشیر شہزادہ امان الملک۔ تیات علی خان میر اثیہ۔ محمد بیگ بن امیر شغور۔ جنیک شاہ غوتبہ پدر شیر شادمان بیگ۔ عالی موجود خوشہ۔ دودار قوم شغنیہ۔ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

علما و فضلا اس عہد میں ملا صاحب برگر کا نام مشہور ہے۔ جو پٹ در تور ڈیرے میں تعلیم کے بعد حضرت محمد شعیب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت حاصل کر کے گھر آئے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول ہوئے۔ دنیا و مافیہا سے فارغ رہے چونکہ فقیہہ و عالم بھی تھے دو تین شاگردوں کو درس بھی دیتے تھے۔ شہرت اختیار نہ کی ان کے انفاس پاک سے مخلوق خدا مستفید ہوتی رہی وفات کے بعد بھی ان کی زیارت تاثیر عجیب کے ساتھ مرجع خلائق بنی جو ابتک جاری ہے۔

(۲) علماء میں ملا مراد علی جو رئیسہ خاندان سے تھا معتبر عالم تھا اگرچہ علاقہ موڑکھو کا باشندہ تھا۔ اسماعیلیہ فرقہ میں اسلامی تعلیم پھیلانے کے لئے اس کی کوشش بہت مشہور ہے اور انہی کی تبلیغ سے اسماعیلی مذہب فروغ نہ پاسکا۔

۳۔ فضلا میں وزیر زادہ مظفر خان بن وزیر منفعت خان اس عہد کے ممتاز مورخ۔ شاعر و ادیب تھے۔ جنہوں نے مہتر شاہ افضل کے عہد کے واقعات کو فارسی نظم میں تالیف کیا تھا عربی و فارسی کے فاضل تھے

مہتر شاہ افضل ثانی کی اولاد مہتر شاہ افضل کے نو بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں (۱) محترم شاہ ثالث مشہور بہ آدم خور (۲) امان الملک (۳) میر افضل خان (ان تینوں

کی والدہ قدسیہ بیگم بنت محمد حسین خان رضا خیل تھیں) (۴) شیر افضل خان (جنکی والدہ محمد علی خان بن سربلند خان کی لڑکی تھی) (۵) کوہ کوہ بیگ (۶) محمد علی بیگ (۷) یادگار بیگ (۸) شادمان بیگ (۹) بہادر خان۔

اسکی پانچ بیٹیاں تھیں جنمیں سے ایک مہتر گوہر آمان کی منکوحہ تھی اور دوسری رحمۃ اللہ خان والئی دیر کی منکوحہ تھی۔

محترم شاہ ثالث ۱۸۵۴ء تا ۱۸۵۶ء
۱۲۷۰ھ ۱۲۷۲ھ

والد کی وفات کے بعد شہزادہ آمان الملک دراسن سے روانہ ہوکر چترال پہنچا اور بڑے بھائی محترم شاہ ثالث کو تخت پر بٹھایا۔ اس کا لقب آدم خور مشہور ہوگیا تھا۔ کیونکہ ایام شہزادگی میں ہی وہ خونریزی کو پسند کرتا تھا۔ اور ایک دفعہ کسی کے قتل کرنے کے بعد تلوار پر لگے ہوئے خون کو زبان سے چاٹتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ تو وزیر منفعت خان نے یہ نام استعمال کیا تھا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ چنانچہ اس نے خود اپنی انگوٹھی کے نگینہ پر یہ نام شعر میں کندہ کرایا تھا۔

ابن شاہ افضل است آدم خور　　　　می زند بر سر عدو کھو نگور

کھونگور چترالی زبان میں تلوار کو کہتے ہیں۔ مہتر آدم خور شجاعت و سخاوت میں کمال تھا۔ جمال صورت میں بے نظیر۔ پہلوانی میں بھی لاثانی۔ جسامت و پہلوانی کے سبب اس کا سواری کا گھوڑا اور ذاتی استعمال کی تلوار اور عام لوگوں سے مخصوص اسلحہ علیحدہ تھے۔ جنگ کے موقعہ پر اس کے چہرہ پر رونق اور تازگی آتی تھی۔ مگر باوجود اس کے باوجود اپنے زور بازو سے مغرور اور خونریزی میں بے صبر پیش بینی اور عاقبت اندیشی سے محروم تھا۔

مہتر محترم شاہ کی معزولی

ابھی تخت پر بیٹھے ایکسال کا عرصہ گذرا تھا کہ مہتر آدم خور کی حکومت کو اعیان ملک نے پسند نہیں کیا تھا۔ اور بعض معززین ملک مثل شہزادہ ذوالفقار شیر۔ وزیر منفعت خان اور محبوب بن سبحان قلی خان وغیرہ نے شہزادہ آمان الملک کو جو دراسن میں تھا پیغام بھیجا کہ چترال آجائے اور بھائی کو علیحدہ کرکے تخت پر قبضہ کرے۔ چنانچہ شہزادہ موصوف یہ پیغام پاکر تورکھو اور موڑکھو سے لشکر تیار کرکے دراسن سے روانہ ہوا۔ مہتر آدم خور یہ سنکر وزیر منفعت خان کو قلعہ میں نگران مقرر کرکے خود شغور چلا گیا تاکہ وہاں سے لشکر جمع کرکے بھائی کا مقابلہ کرے۔ ادھر شہزادہ آمان الملک جب چترال پہنچا تو وزیر منفعت خان تین دن تک نمائشی طور پر قلعہ بند رہا۔ مگر چوتھے دن قلعہ کے دروازے کھولدیئے اور شہزادہ کو خوش آمدید کہا۔ مہتر آدم خور کو جب یہ معلوم ہوا تو معاملہ کی نزاکت کو سمجھ کر شغور سے نکل کر دروش روانہ ہوا تاکہ وہاں جاکر قیام کرے۔ شہزادہ آمان الملک نے یہ منظور کرکے اسے دروش کی حکومت عطا کی اور خود تخت چترال پر رونق افروز ہوا

آٹھواں باب

مہتر آمان الملک بن شاہ افضل ثانی

از ۱۸۵۶ء / ۱۲۷۲ھ تا ۱۸۹۲ء / ۱۳۰۹ھ

محترم شاہ ثالث کی معزولی اور مراجعت دردس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی شہزادہ آمان الملک تخت پر رونق افروز ہوا۔ تخت نشینی کے وقت اسکی عمر چونتیس سال تھی۔

محترم شاہ ثالث کی جلاوطنی

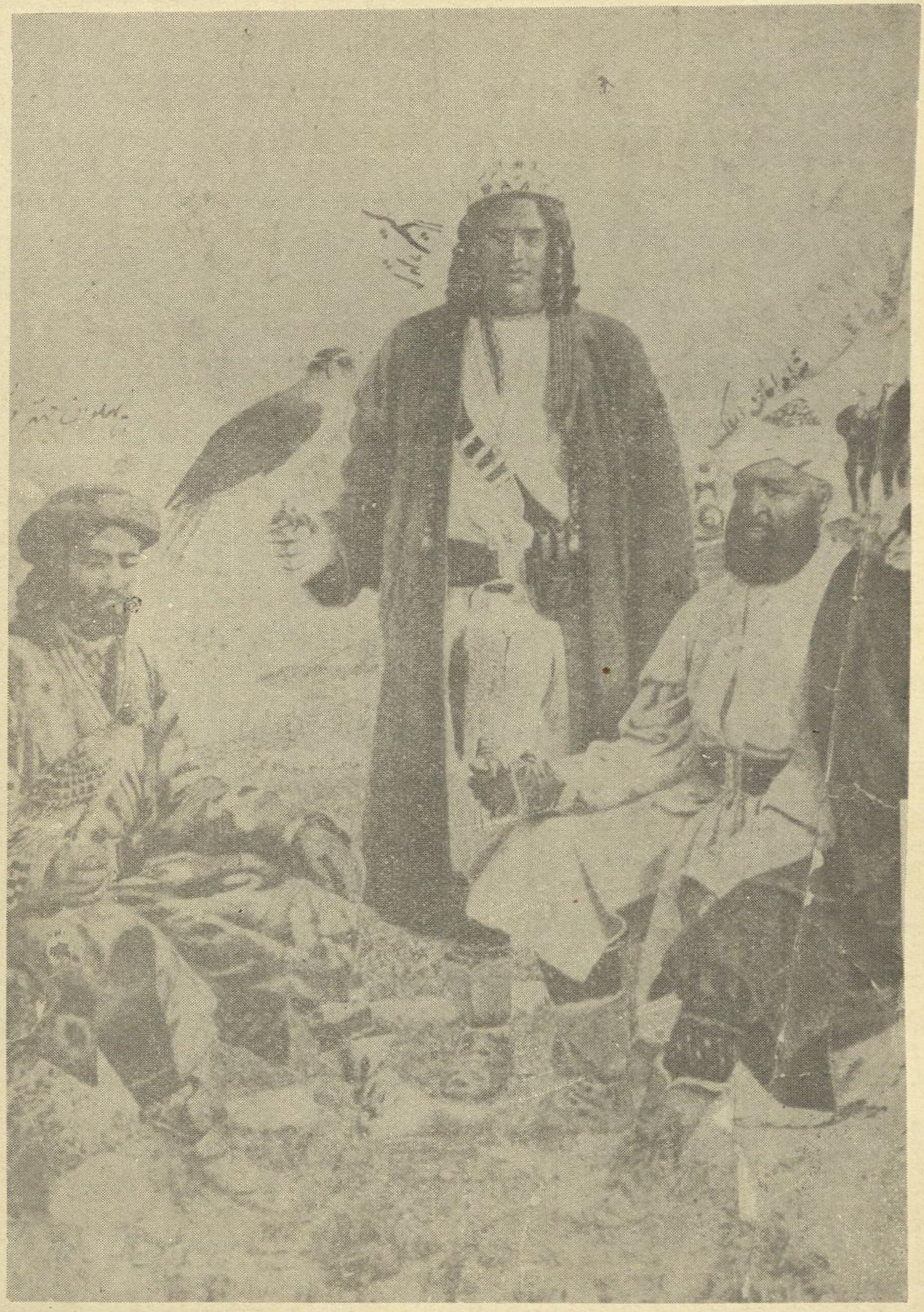
مہتر آمان الملک کے جلوس کے تین ماہ بعد تک محترم شاہ دردس کے علاقہ پر خاموشی سے حکمرانی کرتا رہا۔ مگر جلد ہی اسے حکومت پر دوبارہ قبضہ کرنے کے خواب نظر آنے لگے۔ آمان الملک نے یہ حال دیکھ کر اسے دردس سے خارج کر دیا اور وہ ایام جلاوطنی دیرجاب کر گذارنے لگا۔

مہتر گوہر آمان کا مستوج پر قبضہ

مہتر گوہر آمان حکمران خوشوقتیہ اور مہتر آمان الملک بادشاہ چترال کے مابین پرانے تعلقات تھے۔ نیز ان دونوں کی بہنیں بھی ایک دوسرے کے نکاح میں تھیں جب آمان الملک نے دراسن سے چترال کی جانب کوچ شروع کیا مہتر گوہر آمان نے ان سے مستوج پر قبضہ کرنے کی اجازت حاصل کی تھی۔ چنانچہ مہتر آمان الملک کے جلوس کے فوراً بعد مہتر گوہر آمان نے اپنے لڑکے ملک امان ثانی کو بھیجکر مستوج پر قبضہ کر لیا۔ مہتر سلیمان شاہ کا بیٹا پادشاہ ثانی اور ماما رضا خیل کا بیٹا سلطنت خان مستوج قلعہ کی حفاظت کرتے ہوئے کام آئے۔ اور گوہر امان کی منکوحہ نے جو شاہ امان الملک کی ہمشیرہ تھی اپنے چھوٹے لڑکے غلام محی الدین کے ساتھ ہی مستوج میں رہائش کی۔ مہتر گوہر آمان بادشاہ سے ملنے گلگت سے چیخ علاقہ مستوج کے مقام پر آیا جہاں دونوں کی ملاقات ہوئی مگر چونکہ مہاراجہ کشمیر کی طرف سے حملوں کا اندیشہ ہر وقت موجود تھا اور اس کے طاقتور دشمن اور مخالفین عظمت شاہ بن مہتر سلیمان شاہ۔ شجاعت خان بن آزاد خان اور عیسیٰ بہادر بن خان بہادر کشمیر سے امداد حاصل کر کے گلگت پر حملے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ وہ جلد واپس چلا گیا۔

مہتر گوہر آمان کی وفات

۱۸۶۰ء / ۱۲۷۶ھ میں مہتر گوہر آمان جو طویل عرصہ سے فالج کی مرض میں مبتلا تھا گلگت میں زیادہ بیمار ہو کر وہاں سے واپس درنگوم روانہ ہوا۔ گلگت کی حفاظت کے لئے اس نے اپنے



مہتر امان الملک سامنے مہتر غلام محی الدین پہلوان خوشوقیتہ سیاین
کھڑے ہوئے مہتر جو مرید دستگیر لٹکوہ

بھائی اکبر آمان اور دو گلگتی سرداروں عبدالوہاب اور دولت شاہ کو مقرر کیا۔ اس کاٹر کا ملک آمان بھی جس سے بادشاہ ثانی کی بیوہ سے شادی کرنے پر وہ سخت ناراض تھا۔ اور اسے قید میں رکھا تھا۔ اسکے ہمراہ بحیثیت قیدی روانہ کیا گیا مہتر گوہر آمان کو یاسین میں ڈالکر گاہکوچ پہنچا دیا گیا۔ جہاں اس کا انتقال ہوگیا۔ اسکا جنازہ ورشگوم لیجا کر دفن کیا گیا اور میرولی نے بھائی کی زنجیریں کھلوا کر اسی وقت آزاد کیا۔ اور ان کی تدفین کے بعد ورشگوم کی حکومت پر ملک امان ثانی فائز رہا جو ان کا بڑا لڑکا تھا۔ میر غازی اور میرولی چترال آگئے۔ مہتر گوہر آمان کثور یہ اور خوشوقتیہ خاندان میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا۔ اس بہادر حکمران نے نہ صرف اپنے آبائی مملکت خوشوقتیہ پر قبضہ کر کے طویل عرصہ تک اسپر حکومت کی بلکہ گلگت پر بھی حملہ کر کے اسے اپنے قبضہ میں کر لیا۔ گلگت پر مہاراجہ کشمیر کی منظم وطاقتور فوجوں نے کئی بار حملے کئے۔ مگر مہتر گوہر آمان نے ہر بار ان کو شکست دی اور ان لڑائیوں میں ڈوگروں کو اسقدر نقصان پہنچایا کہ انہوں نے اسکی زندگی میں پھر گلگت کی طرف رخ بھی نہیں کیا۔ اس کا رعب کشمیری افواج پر اتنا زیادہ تھا کہ اسکی وفات کے کئی سال بعد تک ڈوگرہ عورتیں اپنے روتے ہوئے بچوں کو اس کا نام لیکر چپ کراتی تھیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ رنجیت سنگھ کے عہد سے لیکر گوہر آمان کی وفات تک گلگت۔ نگیر۔ چلاس کی جنگوں میں قریباً بارہ ہزار نفوس افواج کشمیر تلف ہوگئی تھیں۔ لہذا گوہر آمان کا رعب اتنا زیادہ اور اس کا نام اتنا بلند تھا کہ عورتوں اور بچوں تک سرایت کر گیا تھا۔ وہ علاقہ خوشوقتیہ کے لوگوں کا محبوب ترین حکمران تھا۔ اور شاہان چترال بھی اسکی قدر دانی کرتے رہے۔ خصوصاً شاہ امان الملک کے ساتھ اس کے خاص قرابت اور گہرے دوستانہ تعلقات تھے اور اس کو مستوج پر قبضہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ کیونکہ وہ کشمیر کے محاربات میں ہمیشہ غالب رہا تھا۔

گوہر آمان کی اولاد: اس کے پانچ بیٹے تھے۔ (۱) ملک آمان ثانی (۲) میرولی (۳) میر غازی۔ (۴) میر نبی (۵) غلام محی الدین یا بعد پہلوان کے نام سے مشہور ہوا۔

گلگت پر ڈوگروں کا قبضہ ۱۸۶۰ء میں مہاراجہ کشمیر کی فوجیں جو اس موقع کی منتظر تھیں مہتر گوہر آمان کے انتقال کے بعد خبر سنتے ہی گلگت پر حملہ آور ہوئیں اور شدید جنگ کے بعد جبکہ توپوں کے ذریعہ قلعہ پر گولہ باری بھی کیگئی۔ اسپر قابض ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ وزیر عبدالوہاب گلگتی بہادری سے لڑتا ہوا توپ کے گولہ سے شہید ہوا۔ مہتر گوہر آمان کا بھائی اکبر آمان وہاں سے فرار ہو کر ورشگوم چلا گیا۔ اس طرح ڈوگرہ فوجیں گلگت پر قبضہ کر کے پنیال میں بھی داخل ہوگئیں۔ مہتر سلیمان شاہ کا بیٹا عظمت شاہ۔ خان بہادر کا لڑکا عیسیٰ بہادر اور شجاعت خان بن آزاد خان بھی ڈوگرہ فوج کی حمایت میں ان کے ساتھ شامل تھے۔

شہزادہ فیروز شاہ تیموری ان دنوں غدر دہلی کے بعد آخری مغل شہنشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر جب بحالت نظربندی رنگون میں فوت ہوا اور ان کی اولاد بھی قتل ہوئی اور کچھ جان بچا کر ادھر ادھر منتشر ہوگئی تو ان کا چچیرا بھائی شہزادہ فیروز شاہ بن شہزادہ ناظم بخت دہلی سے بھاگ کر گلگت کی راہ سے چترال پہنچا۔ بادشاہ نے اس کے شایان شان احترام کیا اور کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد شہزادہ موصوف بدخشاں و بخارا کی جانب روانہ ہوگیا اور وہاں سے روس چلا گیا۔ اس نے بادشاہ چترال کو ایک بندوق تحفۃً پیش کی جسے فیروز شاہی کہا جاتا تھا کہتے ہیں کہ روس

میں اپنے مقاصد کی تکمیل کی کوئی امید نہ پا کر وہ سلطان ترکی کے دربار میں پہنچا جہاں چند سال رہنے کے بعد حج کے موقع پر عرفات میں وفات پا گیا۔ اور یہ خبر بادشاہ امان الملک کی زندگی میں چترال پہنچی۔

ورشگوم پر ڈوگروں کا حملہ اور شکست

ملک آمان ثانی مہتر گوہر آمان کے انتقال کے بعد ورشگوم میں حکمران تھا اور مہاراجہ کشمیر کی فوجوں کے خطرہ سے قلعہ دھیمال میں رہتا تھا۔ کشمیری لشکر نے جس کے ساتھ عظمت شاہ بن سلیمان شاہ بھی تھا ورشگوم پر حملہ کر دیا۔ ملک آمان وہاں سے بھاگ کر غذر پہنچا اور بادشاہ چترال سے امداد کا خواستگار ہوا۔ چنانچہ مہتر امان الملک نے اپنے بھائی شیر افضل خان کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ شیر افضل نے جلد ہی ڈوگرہ فوجوں کو شکست فاش دے کر ورشگوم سے پسپا کر دیا۔ عظمت شاہ بھاگ کر نانگیر چلا گیا۔ شہزادہ شیر افضل خان ملک آمان کو ورشگوم پر دوبارہ قبضہ دلا کر واپس چترال آ گیا۔

واقعہ قتل عام موضع مڈوری

چند سال ڈوگروں نے اپنی طاقت کو مستحکم کرنے میں صرف کئے اور اس کے بعد بڑے تزک واحتشام کے ساتھ ۱۸۶۲ء میں ورشگوم پر حملہ کر دیا۔ عیسیٰ بہادر اور دوسرے بروشہ سردار بھی ان کے ساتھ تھے۔ خاص یاسین میں مدافعت کے ذرائع غیر محفوظ پا کر مہتر ملک آمان معہ بال بچوں کے قلعہ دھیمال چلا آیا۔ اس نے ورشگوم کے لوگوں کو مع اہل وعیال و مال مویشی وغیرہ موضع مڈوری میں جمع کیا۔ جہاں ایک پرانا قلعہ بھی موجود تھا۔ اپنے چچا میر آمان اور ارسلا خان بن تولہ خان خوشوقتیہ کو وہاں مقرر کیا۔ مڈوری تین اطراف سے محفوظ تھا اور صرف ایک راستہ سے یہاں پہنچا جا سکتا تھا۔ ڈوگرہ اور سکھ فوجوں نے اس کی جانب پیشقدمی کی تو مقابلہ شدید پایا مگر رشوت سے ارسلا خان کو غداری پر اکسا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور اس کی سازش اور لوگوں کے امان وصلح کے جھوٹے وعدوں کی وجہ سے اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دیئے مگر جوں ہی قلعہ ڈوگروں کے ہاتھ آیا انہوں نے قتل عام شروع کر دیا اور تقریباً دو ہزار اشخاص جنہیں عورتیں۔ بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ میر آمان بھی مع اپنے دو بیٹوں کے یہاں شہید ہوا۔ تین ہزار مرد عورت و بچے ورشگوم سے پکڑ کر ڈوگرہ فوج اپنے ساتھ قیدی کر کے گلگت لے گئی۔ اس طرح انہوں نے اپنی بربریت وسفاکی اور انسانیت سوز اخلاق کا ثبوت دیا۔ جنگ نیلی دار ۱۸۵۲ء میں گوہر آمان کے ہاتھ سے ڈوگرہ فوج کو جو شدید نقصان پہنچا تھا اس کی وفات سے تھوڑا عرصہ بعد ڈوگروں نے مڈوری کے قتل عام کی صورت میں اس کا انتقام پورا کیا۔ یہاں سے واپسی کے وقت مہتر ملک آمان نے لشکر لے کر ان پر حملہ کر دیا اور بہت سے ڈوگروں کو تہ تیغ کیا۔ مگر اس کا لشکر دشمن کے مقابلہ میں بہت معمولی تھا۔ ڈوگرہ فوج راہ کنل سے غذر میں داخل ہوئی۔ اور وہاں ملک آمان کے بچوں کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنے ساتھ پونیال لے گئی۔ چونکہ ڈوگرہ فوج کو چترال کی جانب سے خطرہ تھا اس لئے وہ ورشگوم میں زیادہ نہ ٹھہر سکے اور گلگت واپس چلا گیا۔ ملک آمان پھر ورشگوم چلا آیا مگر وہ ڈوگرہ حملہ کے نتیجہ سے ویران و تباہ ہو چکا تھا۔

مہتر ملک آمان کی معزولی

شاہ آمان الملک کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو نہایت خفا ہوا اور اس بدانتظامی کے مد نظر ملک آمان کو ورشگوم سے معزول کر کے اسے نانگیر کی جانب خارج کر دیا۔

اور اس کے بھائی میر ولی کو ورشگوم کا حکمران بنا کر اسے ہدایت کی کہ آئندہ مہاراجہ کشمیر کیطرف ذرا بھی مخالفانہ و غاصبانہ حرکت واقع ہو تو فوراً ہمکو اطلاع پہنچا دو۔

مہتر آدم خور کا حملہ

سابقہ مہتر آدم خور نے جو دیر و اسمار میں ایام جلا وطنی گذار رہا تھا۔ کچھ دنوں بعد اپنے چند حمائیتیوں کے ساتھ درۂ دمیل کی راہ سے دروش پر حملہ آور ہونا چاہا۔ بادشاہ نے اس سے مطلع ہو کر اہل دروس کو اسے روکنے کا حکم دیا۔ دروس کے لشکر نے گھوڑ ایسی مقام کے تنگ راستے پر مورچہ بنا کر آدم خور کے وہاں پہنچتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ مقابلہ میں اس کے دو ملازم وہیں مارے گئے۔ اور خود بندوق کی گولی سے زخمی ہو کر پسپا ہو گیا۔ بادشاہ کو اپنے بھائی کے اس طرح زخمی ہونے کی اطلاع ملی تو اہالی دروس کی اس جرأت پر بہت خفا ہوا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ہمایوں شاہ بن فرخ سیر کے بیٹے قدامت شاہ اور قناعت شاہ اور محمد علیخان بن سربلند خان کے بیٹوں نے باہمی مشورہ سے مہتر آدم خور کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ تاکہ اسے راستہ سے ہٹانے کے بعد پھر بادشاہ کے خاتمہ کی تدبیر کریں۔ چنانچہ بادشاہ نے اپنے رضاعی بھائی میمون بیگ کو بجگہ مہتر آدم خور کو اسمار سے واپس بلا لیا۔ اور ہمایوں شاہ کو جو علاقہ خدرہ کا حاکم تھا وہاں سے معزول کر کے آدم خور کو قلعہ شغور میں مقرر کیا۔ آدم خور ہمایوں شاہ کے بیٹوں کو قتل کرنے کا خواہشمند تھا مگر بادشاہ نے یہ منظور نہیں کیا۔ اور ان دونوں کو ملک سے خارج کر دیا۔ یہ کابل چلے گئے اور وہاں سے پھرتے پھراتے "میر شاہ" والئی بدخشاں کے دربار میں پہنچے تجمل شاہ شہید کا بیٹا ملک شاہ بھی جو اپنے باپ کے قتل کے بعد دیر میں رہتا تھا۔ انکے پاس بدخشاں جا پہنچا۔ دو سال تو مہتر آدم خور آرام سے شغور میں رہا۔ مگر اسکی خصلت میں فتنہ جوئی و فساد کا مادہ بھرا ہوا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے دفع فتنہ کی خاطر مجبور ہو کر اسے پھر دیر کی طرف بھگا دیا۔ اس کے کئی معتبر حمائیتیوں کو جنمیں متولی خان "رضا خیل کے بیٹے" روشن علی خان۔ عبد المسیب۔ دادک اور تبل بھی تھے وطن سے خارج کر دیا۔ عبد المسیب اور تبل پونیال میں شجاعت خان کے پاس چلے گئے۔ جو ان کا بھانجا تھا۔ روشن علی خان اور دادک وخان کے حکمران کے پاس پہنچے۔ ہمایوں شاہ بن فرخ سیر مع اپنے لڑکوں کے واپس چترال آیا اور یہ مذکورہ اشخاص چترال کے عمائد اراکین میں سے تھے۔

مہتر آدم خور کا قتل اور اس کے نتیجہ پر ہمایوں شاہ بھی مع بیٹوں کے قتل ہوئے۔

اس کے ایک سال بعد تجمل شاہ کے بیٹے سید علی شاہ نے جو اپنے والد کے قتل کے بعد دیر و سوات میں ٹھہرا ہوا تھا مہتر آدم خور کو گولی کا نشانہ بنایا۔ غزن خان والی دیر نے مہتر مرحوم کی نعش چترال بھجوا دی۔ اور بادشاہ کو خبردار کیا کہ ہمایوں شاہ اور اسکے لڑکوں کے اشارہ سے آپ کے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اور دشمن اب خود تمہاری جان کے درپے ہیں۔ بادشاہ نے بھائی کو عزت و اکرام سے دفن کیا۔ اور دشمنوں کے دفعیہ کی تدبیر سوچنے لگا۔ انہی دنوں امیر دوست محمد خان والی کابل کا بیٹا سردار محمد اعظم خان .... جو اپنے چھوٹے بھائی امیر شیر علی خان سے شکست کھا کر چترال آیا ہوا تھا جب یہ معزز مہمان بدخشان روانہ ہوا تو بادشاہ بھی برسم مشایعت شغور تک ساتھ گیا۔ اور وہاں مہمان کو رخصت کرنیکے بعد جب

فارغ ہوا تو ہمایوں شاہ اور اسکے دو بیٹوں ہدایت شاہ و قناعت شاہ کو گرفتار کر کے انکا سر قلم کرا دیا اور اس کے دوسرے بیٹوں کو جو بادشاہ کی بہن کے لڑکے تھے اور اپنی والدہ کے ساتھ چترال میں مقیم تھے زندہ رہنے دیا۔

والئی بدخشاں سے تجدید روابط اتحاد

میر شاہ والئی بدخشان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا میر جہاندار شاہ جب تخت پر بیٹھا اس نے بادشاہ چترال سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی چنانچہ وہ فیض آباد سے اور والئی چترال یہاں سے روانہ ہو کر سرحد زیباک پر پہنچے اور وہاں دونوں حکمرانوں نے باہم ملاقات کی اور فیما بین متحدہ دوستی و روابط جدید کا معاہدہ طے پایا۔

چترالی سرداروں کی گرفتاری کشمیر میں عیسٰی بہادر کی سازش سے واپس طلبی

مہتر آدم خور کے قتل کے کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے روشن علی خان کو جو پونیال میں شجاعت خان بن آزاد خان کے پاس تھا واپس بلایا اور پھر اس کے لڑکے مردان شاہ کو اسکے دوسرے بھائیوں عبد المسیب بل اور داد ک کو بلانے کے لئے پونیال بھیجا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی طرف سے پونیال بھیجا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی طرف سے پونیال پہنچا تو عیسٰی بہادر نے موقع پا کر مہاراجہ کشمیر کو رپورٹ کی۔ کہ شجاعت خان بادشاہ چترال سے خفیہ تعلقات قائم کر چکا ہے تاکہ والئی چترال گلگت پر حملہ کرے۔ اس پر حکومت کشمیر نے شجاعت خان کو معہ رضا خیل سرداروں کے گرفتار کر کے گلگت بھیج دیا جہاں عبد المسیب۔ بل۔ داد ک۔ مردان شاہ اور محمد عظیم خان کو قید کر لیا گیا۔ اور شجاعت خان کو مع عیال و اطفال کشمیر لے جا کر علی پوردت یا ہری پربت کے قلعہ میں نظر بند کر دیا گیا۔ جہاں حالت قید میں ہی انکا انتقال ہوا اور پنیال کی حکومت عیسٰی بہادر اور عافیت خان کے ہاتھ میں آ گئی۔

غزن خان والی دیر کی وفات

انہیں دنوں دیر کے حکمران غزن خان کا انتقال ہو گیا۔ اور اسکا لڑکا جاماد خان اس کا جانشین ہوا۔ مگر تھوڑی مدت کے بعد اس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بھائی رحمۃ اللہ خان دیر کا حکمران قرار پایا۔

مہتر امان الملک کا گلگت پر حملہ

گلگت پر قبضہ کرنے کے بعد مہاراجہ کشمیر یہاں اپنی فوجی طاقت بڑھا رہا تھا لہٰذا مہتر امان الملک کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مہاراجہ علاقہ درشگوم پر قبضہ نہ کرے۔ نیز اسی موقع پر شہزادہ تحمل شاہ کا بیٹا ملک شاہ جو کئی سال تک دیر اور سوات کے علاقوں میں جلا وطن تھا مہاراجہ کے دربار میں پہنچا۔ اور اس کے ایما پر گلگت آیا۔ یہ لڑکا والئی بادشاہ کے خلاف غیر دوستانہ شغل تھا۔ چنانچہ مہتر امان الملک نے گلگت پر لشکر کشی کا ارادہ کر کے ڈوگروں کے خلاف اعلان جہاد کیا۔ اور ایک لشکر تیار کر کے چترال سے روانہ ہو کر درشگوم پہنچا جہاں مہتر ولی خان خوشوقتیہ بھی مع لشکر کے اسکے ساتھ مل گیا۔ دونوں نے پنیال پر چڑھائی کی اور وہاں سکھ فوجوں کو شکست دے کر کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا۔ تقریباً ساٹھ سکھ یہاں مارے گئے اور بہت سے پنیالی بھی کام آئے عافیت خان حکمران پنیال گرفتار ہو گیا۔ بھوار کے قلعہ میں عیسٰی بہادر اور اسکے پنیالی دستے محصور ہو گئے۔ مگر مہتر امان الملک نے ان لوگوں کو اسی حال میں چھوڑ کر گلگت کی جانب پیشقدمی جاری رکھی۔ ڈوگرہ فوجوں نے گلگت کے قلعہ سے باہر آ کر

حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ سخت خونریز جنگ ہوئی جسکا نقشہ مرزا محمد غفران نے ان اشعار میں پیش کیا ہے۔

دلیران جنگی صف آراستند — چو شیران پر خشم کین خواستند
ہمہ نیزہ درکف کشادہ عنان — نمودند حملہ چو شیر ژیان
درخشیدن تیغ از آفتاب — بکوہ و بہ صحرا بیفگند تاب
ہوا را ز آہن چو دریا بموج — درخشیدن تیغ بر شد باوج
دلیران میدان و خنجر گذار — نمودند یکبارہ اسفند یار
ز ضرب سنان و ز آواز تیغ — گریزندہ گردید سوئے بیغ

آخر کار ڈوگرہ فوج شکست کھا کر قلعہ میں محصور ہو گئی۔ اس لڑائی میں لشکر چترال کے پانچ اور ڈوگرہ فوج کے بیس آدمی کام آئے۔ چترالی بہادروں میں رستم علی خان رضا خیل اور اسکا بیٹا بیگی جان۔ بینیں بیگ بادشاہ کا رضاعی بھائی مبارک شگین علی خیل۔ سلطان علی رضا خیل۔ فتح علی شاہ روشتہ خیل۔ بلی بیگ۔ قباد شاہ، گوہر حیات۔ زندہ جبل۔ محمد رفیع۔ مہتر میر ولی کا دودھ بھائی۔ جناب خان اور بدل بیگ علاقہ خذرہ کے سورما ان سب نے بڑے بڑے کارنامے دکھائے۔ علاقہ خذرہ کا جناب نامی یہاں داد مردانگی اور شمشیر زنی کے جوہر دکھاتے ہوئے کام آیا۔

بادشاہ کے چترالی لشکر نے قلعہ گلگت کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ڈوگرہ فوج قلعہ کے اندر سے توپوں کے گولے برساتی رہی جسکی وجہ سے ایک مشہور چترالی سردار شجاع رضا خیل اور اسکے دو لڑکے شہید ہوئے اکیس دن کے بعد اطلاع ملی کہ ملک شاہ بن شہزادہ تحمل شاہ لڑائی کے پہلے ہی دن خوفزدہ ہو کر داریل بھاگ گیا تھا۔ بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ ڈوگرہ فوج کے پاس قلعہ میں ایک سال کے لئے خوراک وآلحہ کا ذخیرہ موجود ہے اور حملہ آور لشکر کے پاس رسد وغیرہ کی کمی تھی اور قلعہ پر حملہ کی صورت میں سخت نقصان اٹھانے کا احتمال تھا۔ لہذا بادشاہ نے محاصرہ اٹھانا ہی مناسب سمجھا اور گلگت سے سوائے قلعہ بھوار کے جسمیں عیسیٰ بہادر محصور تھا باقی تمام قلعوں کو مسمار کرتا ہوا واپس چترال کی طرف روانہ ہو گیا۔ عافیت خان بروشہ کو بھی قید کر کے چترال لایا گیا۔

رضا خیل قیدیوں کی رہائی کشمیر سے عبدالمسیب۔ بل۔ مردان شاہ۔ محمد عظیم خان رضا خیل جو چند سال سے قلعہ گلگت میں مہاراجہ کشمیر کے پاس قید تھے رحمۃ اللہ خان والی دیر کی سفارش سے جو انکے والد غزن خان کی طرف سے مادری قرابت دار تھے رہا کر دیئے گئے۔ اور بمع عیال و اطفال چترال واپس آ گئے۔

ملک امان خوشوقتیہ کی مراجعت تانگیر سے قتل عام مڈوری کے بعد شاہ امان الملک نے ملک امان خوشوقتیہ کو بدانتظامی کی پاداش میں ورشگوم کی حکومت سے معزول کر کے

تانگیر کی طرف خارج کر دیا تھا۔ ملک آمان وہاں سے اشقمون اور پامیر کی راہ سے بدخشان پہنچا اور وہاں سے چترال آیا۔ شاہ امان الملک کی رضاجوئی کی خاطر وہ کوہستان باشقار میں مہتر آدم خور کے قاتل سید علی شاہ کے قتل کے ارادے سے بھی گیا۔ مگر اسمیں ناکامیاب ہو کر دوبارہ تانگیر پہنچا۔ اس موقع پر شاہ امان الملک ورشگوم پر مہاراجہ کشمیر کے متوقع حملے کے دفاع کی تدابیر سوچ رہا تھا۔ اس نے ملک آمان کو حکم دیا کہ وہ ورشگوم میں اپنے بھائی میر ولی کے پاس چلا جائے۔ اور دونوں ملکر ڈوگروں کو پنیال سے خارج کرنے کی متحدہ کوشش کریں۔ بادشاہ نے ان کی مدد کے لئے چترال سے شہزادہ کوہکن بیگ کی سرکردگی میں فوج کا ایک دستہ بھی روانہ کیا۔ چنانچہ ان کا کوماڑ اور ہوبڑ کے مقام پر دشمن سے مقابلہ ہوا۔ جسمیں پٹی اتالیق کالڑ کا دودار شہید ہوا۔ ملک آمان نے کچھ ہی دنوں بعد ورشگوم کے بعض لوگوں سے سازش کر کے اپنے بھائی میر ولی کو گرفتار کر کے ارسلا خان کے حوالہ کیا تاکہ وہ اسے تانگیر کی طرف خارج کر دے۔ مگر میر ولی راہ میں ہی ان کی قید سے نکل کر فرار ہو گیا اور چترال جا پہنچا مہتر امان الملک نے ایک دستہ فوج اس کے ساتھ ورشگوم بھیجکر ملک آمان کو وہاں سے خارج کرا دیا۔ اور میر ولی دوبارہ اس علاقہ پر قابض ہو گیا۔

میر جہاندار شاہ والئی بدخشان کی معزولی اور چترال آنا

اپنے والد میر شاہ کی وفات کے بعد میر جہاندار شاہ بدخشان کا حکمران ہوا تھا مگر اس کا ایک چچازاد بھائی میر محمود شاہ امیر شیر علی خان والی کابل کی مدد سے اسپر حملہ آور ہوا۔ اور تخت پر قبضہ کر لیا۔ میر جہاندار شاہ فرار ہو کر براہ ارکاری چترال پہنچا۔ شاہ آمان الملک کے اور اسکے مابین پہلے سے دوستانہ تعلقات تھے اور انھوں نے میر بدخشاں کے شایان شان خاطر و مدارات کی۔ ایک سال وہ چترال میں رہا۔ اس کے بعد جب امیر شیر علی خان کو اس کے بھائی محمد افضل خان نے شکست دے کر تخت کابل پر قبضہ کر لیا تو شاہ چترال نے میر جہاندار شاہ کو براہ اسمار امیر محمد افضل خان کے دربار میں بھیجدیا اور یہاں سے نبات علی خان کو جو معتبر اور ہوشیار شخص تھا اسکے ساتھ مقرر کیا۔ چونکہ میر جہاندار شاہ نے سردار محمد اعظم خان کے جو موجودہ امیر کابل کا بھائی تھا۔ جلاوطن ہونے اور بدخشاں و چترال آنے کے موقع پر اس کے ساتھ نیک سلوک کر کے اس کو خوشنود کیا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے بھائی کی خدمت میں اس کی سفارش کی۔ چنانچہ امیر موصوف نے اس کو کمک دیکر بدخشان بھیجا جہاں امیر موصوف نے اس کو کمک دے کر بدخشان بھیجا جہاں میر محمود شاہ کو بھگا کر اس نے تخت پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ نبات علی خان معتمد چترال کا کابل میں انتقال ہو گیا۔

شاہ آمان الملک اور مہاراجہ رنبیر سنگھ والئے کشمیر کے مابین دوستی کا آغاز

حکمرانان چترال و والیان کشمیر میں دوستانہ مراسلات بہت پہلے سے جاری تھے۔ چنانچہ شاہ کٹور ثانی اور مہاراجہ رنجیت سنگھ والئے لاہور مہتر شاہ افضل ثانی اور مہاراجہ گلاب سنگھ والئی جموں کے مابین دوستی کے مراسلات و پیغامات اور سفراء کا تبادلہ ہوتا رہا۔ مگر مہتر گوہر آمان کے دورِ حکومت

ہیں جبکہ کشمیر کی افواج نے گلگت کے علاقہ پر پہلی بار حملے شروع کئے تو یہ تعلقات منقطع ہوگئے تھے۔ اس کے بعد جب مہاراجہ (رنبیر سنگھ بن راجہ گلاب سنگھ) گلگت پر اپنا قبضہ جما چکا۔ تو اس خیال سے کہ چترال کی جانب سے پھر دوبارہ حملے نہ ہوں گے۔ اس نے رحمتہ اللہ خان والئ دیر کے ذریعہ شاہ امان الملک کو صلح و دوستی کا پیغام بھیجا اور ایک خط اپنے ایک معتمد میاں سفنصر شاہ کاکاخیل کے ہاتھ معہ اپنے ملازم دلدار مالاکنڈ کے راستے چترال روانہ کیا۔ بادشاہ نے مہاراجہ کے خط کا جواب دوستانہ طور پر دے کر میاں سفنصر شاہ کاکاخیل اور دلدار کو رخصت کیا اور ان کے ساتھ اپنے ایک ملازم اخوندخان کو بھی روانہ کیا۔ اس طرح دونوں حکمرانوں کے درمیان دوستانہ تعلقات پھر قائم ہوگئے اور مہاراجہ کو گلگت کے بارے میں جو خطرہ تھا وہ رفع ہوگیا۔

میر جہاندار شاہ کی دوبارہ معزولی

میر جہاندار شاہ امیر محمد افضل خان والئے کابل کی مدد سے تخت بدخشاں پر دوبارہ قبضہ کئے ہوئے تھا مگر قلیل عرصہ کے بعد امیر شیر علی خان نے لشکر کشی کر کے امیر محمد افضل خان کو شکست دی اور خود امیر بن گیا۔ میر جہاندار شاہ کے عمزاد بھائی میر محمود شاہ نے نئے امیر کی حمایت پر اس پر حملہ کر دیا۔ میر جہاندار شاہ کی عیاشی کی وجہ سے اکثر اہالیان بدخشاں اسکے خلاف تھے لہذا ایک طاقتور سردار مرزا صادق کی سرکردگی میں یہ لوگ میر محمود شاہ سے مل گئے چنانچہ میر جہاندار شاہ مقابلہ کی تاب نہ لاکر شغنان و پامیر کی جانب بھاگ گیا۔ اور میر محمود شاہ بدخشاں کا فرمانروا ہوگیا۔ چونکہ چترال و بدخشاں ہمسایہ ممالک تھے نیز ان کے دونوں حکمران خاندانوں میں قرابت بھی تھی۔ میر محمود شاہ کا باپ اور میر جہاندار شاہ کی نانی دونوں اس خاندان کے مہتر محمد شفیع کے بیٹوں سے تھے لہذا اس قرابت پر ہمیشہ نیک سلوک و موافقت مابین جاری رہی۔ چنانچہ میر محمود شاہ نے جلوس کے بعد سرحد زیباک پر آکر شاہ امان الملک سے ملاقات کی۔

میر جہاندار شاہ کا دوبارہ چترال آنا

میر جہاندار شاہ شغنان و پامیر میں کچھ عرصہ سرگردانی سے گذارنے کے بعد ورشگوم پہنچا مگر شرم وندامت کی وجہ سے چترال نہ آ سکا۔ کیونکہ پہلی بار جبکہ وہ چترال آیا تھا بادشاہ نے اسکی غفلت و عیش پسندی کو ناپسند کر کے اس کو امور جہانداری پر توجہ دلائی تھی۔ اور اس نے اس نصیحت پر عمل کرنے کا عہد کیا تھا۔ اسکے ہمراہ اسی سوار اور دو سو پیادہ لشکریوں کے علاوہ اہل و عیال بھی موجود تھے۔ ورشگوم میں مہتر میر ولی کے لئے اتنے کثیر مہمانوں کی نگہداشت اور خاطر خواہ تواضع مشکل تھی۔ لہذا بادشاہ نے اس پر رحم کھا کر میر جہاندار شاہ کو چترال طلب فرمایا اور وہ اور اسکے ہمراہی ایک سال تک بادشاہ کے پاس چترال میں قیام پذیر رہے۔

میر جہاندار شاہ کے بدخشاں پر حملہ اور ناکامی کے بعد ایک ہزار نفوس کے ساتھ چترال میں قیام

اس عرصہ میں اس نے بدخشاں کے بہت سے سرداروں کے ساتھ خفیہ طور پر بدخشاں پر حملہ کرنے کے پیغام پہنچائے اور ان کی حمایت پر اعتماد کر کے بدخشاں روانہ ہوگیا۔ شاہ امان الملک نے مہتر پہلوان اور شہزادہ کو کمن بیگ کو لشکر دے کر اسی کے ساتھ سرحد زیباک تک بھیجا

اگرچہ بدخشاں کے لوگ اس کے طرفدار تھے۔ مگر میر محمود شاہ نے اپنی طاقت مستحکم کر لی تھی میر جہاندار شاہ اپنی مہم میں ناکام واپس ہوا۔ زیباک کے حاکم میر حق نظر بیگ جو میر جہاندار شاہ کی حمایت میں ایک ہزار بدخشانی لشکر لیکر اس کے پاس جمع ہوئے تھے اس کے ہمراہ پھر چترال آ گئے اور یہ لوگ چار سال تک یہاں مقیم رہے۔

میر محمود شاہ والی بدخشاں کا حملہ چترال پر ۱۸۶۸ء میں

والی بدخشان نے میر جہاندار شاہ اور اس کے ہمراہیوں کے چترال میں قیام کو اپنے لئے باعث خطرہ محسوس کیا اور شاہ امان الملک کی اس پردکش پر نہایت برافروختہ ہوا۔ چنانچہ اس نے شاہ چترال کو غم و غصہ سے بھرا ہوا ایک منظوم خط روانہ کیا جس کا آخری خلاصہ حسب ذیل ہے۔

برآوردہ ام لشکرے ہمچو کوہ	سوئے ملک چترال از ہر گروہ
بدخشی و شغنی و اوزبک فریق	بہ عزمے کہ چترال گردد غریق
خود آوردہ ام پائے در رکاب	کہ تا خاک چترال گردد خراب
مہان و کہان را ہمہ جملہ پاک	سپارم بہ شمشیر سازم ہلاک
زخون من بہ چترال دریا کنم	قیامت بملک تو برپا کنم
کنوں شو تو تیار از بہر جنگ	خبر کردم ایندم ترا بے درنگ

شاہ چترال نے میر بدخشاں کے خط کا جواب بعد از دعا و سلام ذیل اشعار میں ارسال کیا۔ آخری ابیات حسب ذیل ہیں۔

تو گر لشکر آری سوئے ملک من	نہ من بے خصومت سپارم وطن
چہ داری تو با خود سپہ بیشمار	مرا فضل ایزد مددگار و یار
بیا آنچہ خواہد خدائے جہاں	ہویدا شود در میانہ ہماں
نہ ہر کثرتِ فوج غرہ شوی	کہ از کم بسی شد شکستہ قوی
تو بر من مخواں قصۂ زور خویش	بخواں قصہ بر خود ز اخبار پیش
مترساں مرا من نترسم ز تو	مناسب نباشد چنیں گفتگو

یہ خط ارسال کرنے کے بعد شاہ امان الملک نے بدخشانی لشکر کے حملے کے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں وہ خود ایک قوی لشکر لے کر دوراہ اور نقصان کے دروں کی حفاظت کے لئے شغور پہنچا۔ لنکوہ اور کاری کے دروں پر شہزادہ شیر افضل خان اور شہزادہ کوہکن بیگ کو مامور کیا۔ وزیر مظفر خان اور میر خلیل حاکم بھی ان کے ساتھ لشکر خذرہ کی

سردگی میں موجود تھے۔

دربند یارخون کی حفاظت کے لئے مہتر پہلوان ستوزج کے لشکر کے ساتھ مامور کیا گیا اس کے علاوہ رحمۃ اللہ خان والیٔ دیر کا بیٹا محمد شریف خان بھی کمک لیکر وارد چترال ہوا تھا۔ بادشاہ نے انہیں سے دراسن اور تورکہو اور نصر گول میں تقسیم کرایا۔ اس اثناء میں خبر ملی کہ بدخشانی لشکر واخان کی راہ سے بروغیل و یارخون کی طرف بڑھ رہا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیر منفعت خان کو قلعہ شغور میں مقرر کرکے خود تورکہو پہنچا۔ میر جہاندار شاہ مع اپنے بھائی شہزادہ حسن اور لشکریوں کے بادشاہ کے ہمرکاب تھا۔ اس کے علاوہ بادشاہ نے روشن علی خان رضا خیل سردار کو جو شجاع اور بہادر تھا۔ نادر جنگ اتالیق اور چند دیگر موڑکہو کے دستوں کے ساتھ دربند یارخون میں مہتر پہلوان کی امداد کے لئے بھیجدیا۔ اور بادشاہ نے تورکہو کے مقام گہت میں اپنے بدخشی مہمانوں اور دیگر دستوں کے ساتھ قیام فرمایا۔ احتمال تھا کہ دشمن شاہ جنالی کی راہ سے عبور کرے۔

لشکر بدخشاں کا درہ بروغیل سے یارخون میں داخل ہونا

شاہ چترال اپنی دفاعی تیاریاں مکمل کر چکا تھا کہ میر محمود شاہ والیٔ بدخشاں بارہ ہزار لشکر جرار کے ساتھ جسمیں ترک ذاحب قوم کے سوار اور پیادہ شامل تھے درہ بروغیل کو عبور کرکے یارخون میں داخل ہوا۔ عجب یہ کہ شہزادہ تجمل شاہ کا لڑکا ملک شاہ بھی جو دیر و سوات اور باشقار میں پھر رہا تھا۔ کسی طرح سے بدخشاں پہنچکر میر کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا اور اس کے ہمرکاب تھا۔

مہتر پہلوان، روشن علی خان، نادر جنگ اتالیق مع چترالی لشکر کے ان کے مقابلہ کیلئے وہاں تیار موجود تھے۔ انھوں نے دریا کے مغربی کنارے کی طرف دربند کے سامنے ایک میدان میں کثیر تعداد میں لکڑیاں گاڑ کر اسے گھوڑوں کے لئے ناقابل عبور جنگل بنا دیا تھا۔ عبداللہ خان حاکم یارخون نے درہ کے اوپر مورچہ سنبھالا ہوا تھا اور اوپر سے بدخشی لشکر پر پتھر برسانے کے لئے تیار تھا۔ یارخون کے باشندوں کو درہ سے نکال کر ستوزج کی طرف بھیجا گیا تھا۔

بدخشی لشکر نے اپنے خرگاہوں اور خیموں سے نکل کر فلک شگاف نعرے بلند کرکے میر کے حکم سے یکبارگی حملہ کر دیا۔ مگر جوں ہی بدخشی سواروں نے اس میدان میں قدم رکھا جسمیں لکڑیاں گاڑھی گئی تھیں۔ ان کے بہت سے سوار اسمیں پھنسکر اور سرنگوں ہوکر گر گئے اور دونوں طرف سے بندوقوں کی بے انتہا گولیاں برسائی گئیں اور جنگ کا میدان گرم ہو کر بدخشی لشکر سراسیمہ ہوا اور پسپا ہونے لگا تو سامنے سے میر محمود شاہ تیغ برہنہ لیکر راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور لشکروں کو پھر لڑائی میں جھونکتا رہا۔ بدخشیوں نے میر کے حکم سے دوبارہ ہلہ بول دیا مگر پہلے سے بھی زیادہ نقصان اٹھا کر پھر پسپا ہو گئے اور کچھ بھاگ کر پہاڑوں کی طرف جانے لگے۔ تو اوپر سے پہاڑی لشکر نے ان پر پتھر برسائے جس سے ان کے بہت سے آدمی ضائع ہو گئے۔ آخر شام ہونے پر دونوں لشکر اپنی قیامگاہوں پر واپس آ گئے۔ بدخشیوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا۔

دوسرے دن لشکر بدخشاں نے تازہ دم ہوکر پہلے سے بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا اور خونریز جنگ ہوئی چترالی لشکر نے پہاڑی مورچہ سنبھالا ہوا تھا۔ اور بدخشی میدان میں تھے۔ ان کے بہت زیادہ آدمی مارے گئے۔ مہتر پہلوان

اور اس کے لشکریوں نے ہمت و مردانگی کے جوہر دکھلائے اور بندوقوں، نیزوں، تلواروں، حتیٰ کہ پتھروں سے بھی دشمن کا مقابلہ کرکے اُن کے چھکے چھڑا دیئے۔ میر محمود شاہ بھی اس لڑائی میں خفیف سا زخمی ہوا۔ اتنی شدید جنگ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ چترالی لشکر جو مہتر پہلوان کے ساتھ تھا۔ آج کچھ خوف و ہراس سے پریشان ہوا تھا مگر یہ حالت جب روشن علی خان کو معلوم ہوئی۔ مہتر پہلوان اور روشن علی خان جیسے دونوں بہادروں نے اپنے لشکروں کو ہمت و جوش دلا کر اور حوصلہ افزائی کرکے خود دشمن کی صفوں میں گھس گھس کر لڑائی کا رُخ بدل دیا۔ اور یقین دلایا کہ دشمن عنقریب راہِ فرار اختیار کرنے والا ہے۔

میر محمود شاہ کی شکست

تیسرے دن میر محمود شاہ نے پھر اپنے لشکر کو جوش دلا کر انعام و اکرام کے لالچ دے کر ایک اور زور دار حملہ کے لئے تیار کیا۔ مگر لشکر بدخشاں کی ہمت ٹوٹ چکی تھی۔ میدان جنگ لاشوں سے بھر چکا تھا اور خاص کر گذشتہ رات کی شبخون سے جب کہ چترالیوں نے ان کی قیامگاہ پر حملہ کرکے نقصان پہنچایا تھا آج کا حملہ مزید نقصان کے ساتھ ناکام ہوا اور چترالی لشکر نے ان پر ایسا سخت جوابی حملہ کیا کہ میر بدخشاں کی باقی ماندہ فوج سراسیمگی کی حالت میں میدان جنگ سے بھاگ گئی۔ جب لشکریوں نے دیکھا کہ میر بھاگتا جاتا ہے تو انھوں نے بگریز۔ بگریز۔ یعنی بھاگو بھاگو کا نعرہ بلند کیا۔ روشن علی خان نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو لیکر ان کا تعاقب کیا اور ان کو درہ بروغیل کے پار کرکے دم لیا۔ سینکڑوں بدخشی سپاہی بھاگتے ہوئے دریا میں گر کر غرق ہوگئے۔

مالِ غنایم

آٹھ سو گھوڑے" دو بدخشی توپیں" بیشمار بندوقیں۔ تلواریں۔ خیمے وغیرہ لشکر چترال کے ہاتھ آئے۔ ساٹھ قیدی گرفتار کئے گئے۔ مقتولین کی تعداد کئی سو تھی۔ یہ بدخشی دو توپیں میر محمود شاہی کے نام سے قلعہ چترال میں یادگار کے طور پر اب تک محفوظ ہیں۔

مہتر پہلوان، روشن علی خان اور دیگر سردارانِ لشکر نے جو اس جنگ میں شامل تھے۔ قلعہ دراسن میں آکر بادشاہ کے حضور پیش ہوئے اور آفرین و تحسین اور انعام و اکرام سے نوازے گئے۔

میر جہاندار شاہ مزید چار سال چترال میں رہا بعد ازاں وہ میر افضل خان کے بیٹے امیر عبدالرحمٰن خان کے پاس چلا گیا جس نے اس کی لڑکی کو اپنے عقد میں اس کو عزت و اکرام کے ساتھ اپنے پاس رکھا مگر چند دن کے بعد اس کے اپنے لڑکے نے میر جہاندار شاہ کو قتل کر دیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان مرحوم نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سردار حبیب اللہ خان (امیر کابل) کی والدہ میر جہاندار شاہ کی بیٹی تھی۔ اگرچہ دوسرے ذرائع سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی تاہم بقول بقول اس مصرعہ ؎ سخن شاہ شاہِ ہر سخن است غلط نہیں کہا جا سکتا۔

کفار برگہ مٹال۔ بانگل پر حملہ

شہزادہ تجمل شاہ کے بیٹے ملک شاہ کو برگہ مٹال میں کفار رئیسوں میں سے ایک مشہور شخص شیٹ نے بچپن میں اپنے گھر دودھ پلایا تھا۔ اور رضاعی باپ بنا تھا۔ اس تعلق کی وجہ سے شیٹ اور اسکے بھائی ملک شاہ کے طرفدار اور حمائتی تھے۔ ملک شاہ ان کی امداد سے دیر اور بدخشاں کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا۔ چنانچہ میر محمود شاہ والیٔ بدخشان کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ شیٹ کا

ایک چچازاد بھائی مسمی مرہ اور اس کے دوسرے بھائی وغیرہ شاہ امان الملک کے ساتھ خلوص وفاداری رکھتے تھے ان دونوں چچازاد بھائیوں میں ایک زمین کے متعلق سخت تنازعہ چلا آرہا تھا۔ اسی سلسلہ میں مرہ نے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر انصاف کے لئے استغاثہ پیش کیا بادشاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ مرید دستگیر کو لٹدہ باشگل بھیجا کہ وہاں جاکر دونوں کے مابین فیصلہ کرے۔ شہزادہ جب وہاں پہنچا تو شیٹ نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ مالیہ وغیرہ وہ پہلے سے ہی نہیں دیتا تھا۔ مگر اس نے یہ اقرار کیا کہ وہ خود چترال آکر بادشاہ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کریگا۔ چنانچہ شہزادہ واپس آیا۔ شیٹ اپنے وعدے کے مطابق چترال روانہ ہوا اس کے ساتھ ایک اور کافر معتبر شخص مسمی باستی بھی آیا اس کا دشمن مرہ پہلے ہی چترال پہنچ چکا تھا جس رات شیٹ اور باستی ایون پہنچکر شب باش تھے۔ مرہ اور اس کے بھائی ایون آئے اور دونوں کو قتل کر دیا۔ اور خود باشگل چلے گئے۔ شیٹ کے بیٹے شٹالوک کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے قلعہ کو مستحکم کرکے اکیس تین ہزار کافر تیر اندازوں کا لشکر جمع کیا۔ اور بادشاہ کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان کر دیا۔

بادشاہ نے اس واقعہ سے مطلع ہو کر اسے ہدائت بھیجی کہ اس غرور سے باز آئے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا اس پر بادشاہ نے اس کی سرکوبی کیلئے شہزادہ نظام الملک اور مہتر پہلوان کو ایک لشکر کے ساتھ لٹدہ باشگل روانہ کیا۔ شٹالک کا قلعہ پہاڑی پر واقع تھا اور تیر اندازوں کے تیروں کی بارش کی وجہ سے اس پر حملہ ناممکن تھا۔ کئی دن اسی طرح گذر گئے۔ آخر ایک رات چند بہادر جوانوں نے شبخون مار کر قلعہ کے آنے والے پانی کی نہر کو توڑ دیا۔ پانی سے محروم ہو کر قلعہ والوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ اور چند دن بعد ہی ہتھیار ڈال دئیے۔ لشکر اسلام نے قلعہ میں داخل ہو کر کفار کے بتوں کو توڑ دیا اور قلعہ کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ شٹالوک اور اس کے بھائیوں کو گرفتار کرکے بدخشاں کی طرف بدر کر دیا گیا۔ اور ایک سو پچاس کافر مرد اور عورتیں قیدی بنا کر چترال لائے گئے۔ مرزا محمد غفران نے اس واقعہ کو فارسی اشعار میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

ز کرسی بتان را بسند اختند — بہر جا بتے سرنگوں ساختند
بہ بتخانہ ہا آتش افروختند — بتان را سراسر چو خس سوختند
ہر آں بت کہ مے بود با آب و تاب — ز اسلامیان گشت یکسر خراب
ہماں قلعہ اشٹلوک شد تباہ — ز طوفان آتش بماند کاہ
ز دیوار ہایش نشانی نماند — ز آتش رہا استانے نماند
تو گوئے کہ دوزخ شد آنجا پدید — دگر بانگ دارد کہ ہل من مزید
ازاں قلعہ کہنہ کافران — نماند اندراں جائے نام ونشان

یہ برگہ مٹال کافروں کا وہی مشہور قلعہ تھا جس پر امیر تیمور صاحبقران کا لشکر اس کے بنیرہ مرزا رستم کے زیر دگی

حملہ آور ہوا تھا۔ مگر کفار کے ہاتھ شکست کھا کر پسپا ہو گیا تھا۔ شرف الدین علی یزدی نے تاریخ تیمور میں اسکا ذکر کیا ہے۔ برگہ شال تاریخی شہرت کے باوجود ایک وہ بتخانہ تھا کہ جسکے اندر سینکڑوں بُت تھے چترالی لشکر نے ان سب کو توڑ دیا اور قلعہ کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔

شہزادہ مرید دستگیر حسبِ کہنے اور اعتبار پر شیث چترال آیا تھا اور قتل ہو گیا تھا اس واقعہ کو اپنے لئے شرم و ندامت سمجھتے ہوئے خفا ہو کر بدخشاں چلا گیا تھا۔ بادشاہ نے وزیر مظفر خان کو بھیجکر اسے نرمی و ملائمت سے واپس چترال بلا لیا۔ شیٹا لوک چند سال بعد بدخشاں سے چترال واپس آیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ مقام گبور ہی کفالت معاش اور سکونت کے لئے اسے زمین دی گئی۔ اس کا لڑکا شیخ جانا گبور کا معتبر شخص تھا

مہتر میر ولی کی معزولی اور قتل

مہتر میر ولی خان ورشگوم پر شاہ آمان الملک کی حمایت و پرورش کی وجہ سے حکومت کر رہا تھا۔ اور مستوج کا حاکم اس کا چھوٹا بھائی مہتر پہلوان تھا اور مہتر پہلوان چونکہ شاہ آمان الملک کا بھانجا تھا اس لحاظ سے بادشاہ اسکی طرف زیادہ توجہ رکھتا تھا پہلوان نے شاہ چترال کی اس توجہ سے دلیر ہو کر مہتر میر ولی پر حملہ کیا تو وہ اسے شاہ چترال کا اشارہ سمجھ کر بغیر مقابلہ کئے بدخشاں چلا گیا۔ وہاں سے کچھ دن بعد چترال آیا مگر بادشاہ کی توجہ اپنی طرف نہ پاکر دیر چلا گیا تاکہ وہاں آدم خور کے قاتلوں سے بدلہ لیکر شاید بادشاہ کی رضامندی حاصل کر سکے۔ وہ دیر میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا اور شہزادہ تجمل شاہ کے بیٹے سید علی خان کو تلاش کر کے اسے قتل کر ڈالا۔ جب چترال واپس آیا۔ تو بادشاہ نے خوش ہو کر اس صلہ میں اسے ورشگوم کا علاقہ پہلوان سے لیکر دے دیا۔ مہتر پہلوان جو بادشاہ کی شفقت اور مہربانی کا عادی تھا اس بات سے بہت دل شکستہ ہوا اور لاسپور و باشقار کی راہ سے رحمۃ اللہ خان والی دیر کے دربار میں پہنچا اور اس سے سفارش نامہ لیکر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ آمان الملک، مہتر گوہر آمان کے دونوں لڑکوں کی پرورش کا خواہاں تھا۔ مگر والی دیر کی خوشنودی و سفارش کے احترام میں اس نے اپنے معتمد دیوان بیگی ہزارہ بیگ کو میر ولی کے پاس بھیجا کہ وہ صرف غذر کا علاقہ پہلوان کے حق میں چھوڑ دے تا کہ اس علاقہ کو جو پہلے بھی مستوج کا حصہ تھا حکومت مستوج کے ساتھ شامل کر لیا جائے۔ مہتر میر ولی اس امر سے بدگمان ہو گیا اور دیوان بیگی ہزارہ بیگ کی تسکین دہی کے باوجود ملک بدر ہو کر مع بال بچوں کے وخان چلا گیا۔ اور وہاں سے تاشقرغان میں امیر شیر علی خان والی کابل کے نائب محمد عالم خان کے پاس پہنچا۔ مگر وہاں سے امداد کی کوئی صورت نہ پاکر واپس وخان آگیا۔ کچھ دن کے بعد وہاں سے تانگیر یا چترال جانے کے ارادہ سے درہ یارخون میں داخل ہو کر کارگین مقام کے جنگل میں چھپا ہوا تھا کہ کسی نے مہتر پہلوان کو اطلاع دے دی۔ جس نے اپنے رضاعی باپ نورحیات سیاہ گوشہ زوندرہ خیل کے مشورہ پر اسے قتل کرا ڈالا پہلوان کا اپنا ارادہ نہیں تھا۔ مہتر میر ولی خان ایک نیک خصلت۔ شریف اللسان تھا اور خواندہ، نویسندہ بھی تھا۔ اسے شعر و شاعری سے بہت دلچسپی تھی۔ اور خوش نویس بھی تھا۔ اس نے ورشگوم پر آٹھ سال حکومت کی میر ولی کے تین بیٹے تھے محمد ولی خان۔ گوہر آمان ثانی۔ اور بختون ولی خان۔ مہتر میر ولی خان کی والدہ شاہ

کٹور ثانی کی بیٹی تھی۔

شہزادہ شیر افضل خان کی جلاوطنی

شاہ امان الملک کی تخت نشینی کے بعد اس کا چھوٹا بھائی شہزادہ شیر افضل خان تورکہو میں حکمران تھا اور وہاں کا مالیہ اسکو ملتا تھا۔ بادشاہ کا خورد سال لڑکا شہزادہ نظام الملک بھی تورکہو میں اپنے رضاعی والدین کے گھر میں پرورش پا رہا تھا جو خوشہ قوم سے تھے جب یہ شہزادہ دس سال کا ہوا تو شہزادہ شیر افضل خان نے اسکی موجودگی تورکہو میں اپنے لئے خطرناک تصور کی اور ارادہ کیا کہ فرار ہوکر وخان چلا جائے۔ مگر بادشاہ کو جب اس ارادہ کا پتہ لگا تو شیر افضل خان کو چترال بلاکر ایون دوروش کے علاقوں میں جاگیر عطا کرنا چاہی مگر شہزادہ موصوف نے ملک سے جانے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا۔ ایام جلاوطنی میں اپنی مدد کے لئے اپنے ماموں محمد علی خان کے لڑکے بیک لال کو بھی اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ اس مقصد کی برآری کی خاطر اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ بیک لال کو ان کے بیٹوں کے ساتھ اس ملک سے بدر کرکے ایون کیسو میں ان کی جائیداد مجھے دیدی جائے۔ بادشاہ بیک لال سے پہلے ہی اس وجہ سے ناراض تھا کہ مہتر آدم خور کے قتل میں شہزادہ تجمل حسین شاہ کے بیٹوں کے ساتھ اس کے تعلق کا علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اسے مع متعلقین کے دیر و براول کی جانب بدر کرکے ایون وکیسو میں اس کی جائیداد شہزادہ شیر افضل خان کے حوالہ کردی گئی۔ مگر تھوڑے ہی دن بعد شہزادہ شیر افضل خان خود ایون سے فرار ہوکر کوہستان باشقار چلا گیا اور بال بچوں کو وہاں چھوڑ کر خود کابل میں امیر شیر علی خان کی خدمت میں جا پہنچا اور وہاں رہنے لگا۔

شہزادہ سردار نظام الملک کا سفر کابل

امیر شیر علی خان بادشاہ کابل اور شاہ امان الملک والئے چترال کے مابین دوستانہ خط وکتابت کافی عرصہ سے جاری تھی۔ چنانچہ امیر صاحب نے مہتر صاحب چترال کو خط لکھا کہ شہزادہ نظام الملک کو سیر وسیاحت کے لئے کابل بھیجئے بادشاہ نے یہ دعوت نامہ قبول کرکے شہزادہ کو بعض معززین ملک مثلاً بہادر شاہ بن مرجان شاہ۔ زرین شاہ۔ بدق، دہقال نایاب وغیرہ کے ہمراہ کابل روانہ ہوا۔ بدخشاں میں امیر صاحب کے نائب الحکومت محمد عالم خان قزلباش نے جسے میر محمود شاہ کو خارج کرنیکے بعد وہاں مقرر کیا تھا۔ سرحد زیباک پر شہزادہ کا استقبال کیا اور ہمرکاب ہوکر کابل پہنچایا امیر شیر علیخان نے احترام وشفقت سے شایان شان استقبال کیا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھا کر دست شفقت اس کے سر پر پھیرا اور پدرانہ محبت کی۔ چند دن وہاں گذارنے کے بعد شہزادہ نے وہاں معاودت کی۔ اور امیر صاحب نے شاہانہ تحائف دے کر اسکو رخصت کیا۔ شہزادہ ممدوح مع اپنے ہمراہیوں کے وخان کی راہ سے یارخون اور وہاں سے چترال آیا

شہزادہ کوکن بیگ یادگار بیگ کی جلاوطنی

یہ دونوں شہزادے دروش میں رہتے تھے اور اس علاقہ کے حکمران تھے بدخشاں میں امیر کابل کے نئے نائب الحکومت محمد عالم خان قزلباش نے وہاں فرمانروا ہوکر میمنہ کو بھی فتح کرلیا۔ اور جاہ وجلال کا مالک بنا تو بادشاہ چترال سے خواستگار ہوا کہ اپنے خاندان کی ایک شہزادی اس کے عقد میں دیدے۔ مگر دونوں شہزادوں نے محمد عالم خان نائب الحکومت بدخشاں کو خاندانی طور پر

کم درجہ کا خیال کر کے اس رشتہ داری سے انکار کر دیا۔ اور بادشاہ کی خفگی سے ڈر کر مع بال بچوں کے دروش سے فرار ہو کر کوہستان بشقار میں شہزادہ شیر فضل خان سے ملگئے جو ان کے آنے پر بہت خوش ہوا اور ان کو بہترین مددگار تصور کیا۔

مہاراجہ کشمیر سے معاہدہ ۱۸۷۶ء

بادشاہ چترال اور مہاراجہ کشمیر کے مابین نواب رحمت اللہ خان والئی دیر کی وساطت سے دوستانہ تعلقات قائم ہو چکے تھے اور خط وکتابت جاری تھی لہذا مہاراجہ رنبیر سنگھ والئی کشمیر شاہ امان الملک کے ساتھ ایک مستقل معاہدۂ دوستی کا خواہشمند ہوا۔ شہزادہ شیر افضل خان کے دارالحکومت کابل میں چلے جانے کے بعد امیر شیر علی والئی کابل کے رویہ کی نسبت شاہ چترال غیر مطمئن ہو گیا تھا اس لئے اس نے مہاراجہ کشمیر کی دوستانہ پیش کش کو مصلحت اندیشی کی بنا پر قبول کر لیا اور وزیر عنایت خان کو سفیر بنا کر جموں روانہ کیا ادھر سے مہاراجہ نے اپنے ایک معزز معتمد سردار محمد اکبر خان[1] کو شاہ چترال کی خدمت میں قیمتی تحائف کے ساتھ بھیجا اور دونوں جانب سے معاہدۂ دوستی کے لئے رضامندی کا اظہار ہونے کے بعد مہاراجہ کی جانب سے سردار گنگا سنگھ اور شاہ چترال کی جانب سے شہزادہ سردار نظام الملک اور مہتر پہلوان کے درمیان ورشگوم میں بمقام طمشک ملاقات ہوئی اور دونوں حکومتوں کے مابین ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے جسمیں مہتر چترال نے آئندہ گلگت پر حملہ نہ کرنے اور مہاراجہ کشمیر نے ورشگوم میں مداخلت نہ کرنے کا عہد کیا اس کے بعد دونوں حکومتوں میں مستقل دوستانہ تعلقات قائم رہے اور ہر سال دونوں حکمران ایک دوسرے کو تحائف وغیرہ بھیجتے رہے۔ مہاراجہ کشمیر نقدی۔ پارچات اور دیگر اشیاء بھیجتے تھے اور مہتر چترال ان کو باز شکاری، جانور اور گھوڑے وغیرہ ارسال کرتے تھے۔

اسکے ساتھ ساتھ شاہ چترال کے دوستانہ تعلقات اور خط وکتابت امیر صاحب کابل اور والئی بدخشاں سے بھی بدستور جاری تھی۔

انگریز سیاح بڈلف کی آمد ۱۸۷۶ء

اس اثناء میں مہاراجہ کشمیر نے شاہ آمان الملک کو خط لکھا جسمیں کہا تھا کہ ایک انگریز سیاح بڈلف صاحب چترال تک آنا چاہتا ہے۔ نیز جموں میں رزیڈنٹ کشمیر کی طرف سے وزیر عنایت خان سفیر چترال کو ہدایت کی گئی تھی۔ کہ مہتر چترال سیاح موصوف کی امداد دہی کیلئے توجہ فرمائیں گے۔ لہذا مہتر صاحب چترال نے خوشی سے منظور کیا اور اپنے رضاعی بھائی پنین بیگ کو ان کے استقبال کیلئے گلگت بھیجکر ان کو چترال بلایا اور ان کے اعزاز و دلجوئی میں حد سے زیادہ کوشش

---

[1] سردار محمد اکبر خان جو سفارت چترال پر آئے سردار عبداللہ خان نورزائی باشندہ کابل کے فرزند تھے جو سیاسی وجوہ کی بنا پر کابل سے آکر مہاراجہ کشمیر کے پاس قیام پذیر تھے۔ اور بصلہ خدمات سی۔ آئی۔ اے تھے ۱۹۱۲ء میں وفات پائی ان کے فرزند سردار محمد اکرم خان ریاست کشمیر میں وزیر وزارت کے عہدے پر رہ چکے ہیں اب ان کے تین لڑکے پاکستان میں ذیل کے عہدوں پر مامور ہیں۔
سردار عبدالرحیم خان درانی ایم اے ایل ایل بی ری سٹلمنٹ آفیسر منگلا ڈیم آفیسرز میرپور آزاد کشمیر۔ سردار محمد سعید خان۔ کرنل آرمی پاکستان اور سردار محمد آصف خان بی۔ اے سیکنڈ ماسٹر ہائی سکول پٹ درہ ۱۷/۵۹ کاظمی مصحح

کی۔ کیونکہ شاہ چترال کے دل میں دولت برطانیہ کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کی خواہش مرکوز تھی۔ اور جاتے وقت اپنے ایک معزز معتمد شہزادہ خان رضا خیل کو انکے ہمراہ گلگت تک بھیجا۔

شاہ امان الملک ایک تجربہ کار سیاستدان تھے اپنے ہمسایہ ممالک کی کمزور حکومتوں کے غاصبانہ ارادوں کے مدنظر انہوں نے برطانیہ کی طاقتور حکومت سے دوستانہ تعلقات قائم کرنا اپنے ملک و حکومت کے استحکام کے لئے ضروری امر تصور کیا اور بڈلف صاحب کے ساتھ غیر معمولی دوستانہ سلوک کر کے اس کے ذریعہ حکومت ہند و حکومت برطانیہ سے تعلقات استوار کئے چنانچہ اس کے بعد ان کی کمشنر پشاور اور وائسرائے ہند کے ساتھ دوستانہ خط و کتابت شروع ہو گئی۔

والیٔ اسمار سے جنگ

نرست کا علاقہ شاہان کٹور یہ کے ابتدائی دور سے چترال کا ایک لاحق و ملحق حصہ تھا۔ اور یہاں کے باشندے مہتر چترال کی رعایا تھے۔ اسمار کا نیا حکمران حضرت علی خان بن کامران خان جو ایک مغرور طبع جوان تھا۔ اور جس کو باجوڑ کے قبائل کی حمایت بھی حاصل تھی۔ اس علاقہ کو چترال سے دور غیر محفوظ سمجھ کر اس پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھنے لگا۔ اور سرحدات پر مار دھاڑ شروع کی۔

شاہ چترال نے حکمران آسمار و چترال کے پرانے تعلقات اور رشتہ داری کے مدنظر حضرت علی خان کو دوستانہ طور پر پیغام بھیجا کہ وہ ان کارروائیوں سے اجتناب کرے مگر حضرت علی خان نے اس پیغام کو کمزوری سے تعبیر کر کے درشتی سے جواب دیا اور نرست کلاں کو جسے افغان لوگ ناڑے کہتے ہیں اپنے قبضے میں لیا اور وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا اور ایک سو بیس مسلح سپاہی اس کی حفاظت کے لئے تعین کئے۔

بادشاہ نے اس سے مطلع ہو کر اپنے بھائی شہزادہ بہادر خان کو دو سو جوانوں کے ساتھ امداد روانہ کیا۔ خان اسمار نے قبائل باجوڑ سے کمک حاصل کر کے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور نرست آ کر شہزادہ بہادر خان کی قلیل جماعت پر حملہ کر دیا شام تک لشکر چترال نے افغانوں کا مقابلہ کیا اور ڈٹے رہے۔ رات کو خدا کی قدرت سے لشکر افغانی میں یہ خبر پھیل گئی۔ کہ چترال سے ایک عظیم الشان لشکر پہنچ گیا ہے وہ ہمارا محاصرہ کریں گے۔ تب ہماری خلاصی ناممکن ہو گی۔ لہذا وہ سراسیمہ ہو کر اپنے مورچے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

کچھ دن بعد شاہ چترال نے ایک اور لشکر اپنے شہزادوں سردار نظام الملک، مرید دستگیر، شاہ ملک اور غلام دستگیر کے ہمراہ روانہ کیا مشہور جنگجو سردار روشن علی خان بھی جو اب کافی عمر رسیدہ ہو چکا تھا اس لشکر کے ساتھ موجود تھا۔ دریائے نرست کے دونوں کناروں پر مخالف لشکر صف آرا ہوئے۔ افغان لشکر کی قیادت مشہور اور بہادر آغا جان خان اور ملک سندان کر رہے تھے۔ اور مزید قبائلی کمک بڑی تعداد میں برابر پہنچ رہی تھی۔ اور افغان نعرے لگاتے تھے کہ اے چترالیو مفت میں اپنی جانیں مت گنواؤ۔ اپنے اسلحے اور سنوٹے حوالہ کر کے واپس چلے جاؤ۔ شہزادہ مرید دستگیر ایک دستہ لیکر رات کی سیاہی میں اس پہاڑ کے اوپر جا پہنچا جس کے دامن میں افغان لشکر مورچہ زن تھا۔ اور نور کے تڑکے ان پر حملہ کر دیا۔ مرزا محمد غفران" فرماتے ہیں ؎

دُھُل در زمین فتنہ را گرم ساخت — نقارہ دلِ سنگ را نرم ساخت!
زجوشِ جگرہا بپاگشتہ میغ — ببارید آتش درخشید تیغ
یکے گفت گیر و دگر گفت زن — دگر گفت سر را جدا کن ز تن
ز افغانیاں کشتہ شد بس جواں — تو گوئے ز خون گشت جوئے رواں
درآمد باسمار پایانِ رستخیز — نہ پائے گریزو نہ زورِ ستیز
بسا پیر زن را جگر شد کباب — بسا چشم بارید از اشک آب

القصہ دونوں حرفے سے شدید حملوں کی تاب نہ لاکر افغان لشکر کی ہمت ٹوٹ گئی اور انہیں شکست فاش ہوئی بہت سے انہیں مارے گئے۔ ملک سنداق جو بہت معتبر اور مشہور سردار تھا۔ روشن علی خان بہادر کے بھتیجے بہادر بن عبد المسیب کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور دوسرا بہادر سردار آغاجان خان جو والی اسمار کا خالہ زاد بھائی تھا۔ موضع تریچ علاقہ مولکہو کے ایک دلاور سور ماسمردین نامی کے ہاتھ سے مارا گیا اس کے علاوہ بے شمار افغان ہلاک ہوئے اور ایک سو ستر قیدی لشکر چترال کے ہاتھ آئے جنکو چترال لایا گیا اور بادشاہ نے ان افغان قیدیوں کو آزاد کر کے درہ لاوری کی راہ سے واپس بھیجدیا اور علاقہ تریت پر دوبارہ قبضہ کر لیا گیا۔ لشکر چترال میں باشگل کے کفار قبیلوں سے بھی بہت سے آدمی جنگ میں شامل تھے۔ یہ واقعہ ۱۸۷۷ء کا ہے۔

مہتر پہلوان کا گلگت پر حملہ اور معزولی

شاہ آمان الملک مہتر چترال اور مہاراجہ کشمیر کے مابین معاہدہ ہوا۔ ابھی دو سال بھی نہ گذرے تھے کہ مہتر پہلوان والی مستوج و ورشگوم نے جو بادشاہ کا داماد اور تربیت یافتہ خاندان تھا۔ گلگت پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس نے بادشاہ کو خط لکھا کہ پونیال اور گلگت کے بہت سے لوگ میرے حامی اور موافق ہیں اور گلگت پر حملہ کی اجازت چاہی۔ شاہ چترال نے مہاراجہ کشمیر سے کئے ہوئے معاہدہ کے مدنظر اسے سختی سے کہا کہ وہ اس ارادہ سے باز آئے۔ ورنہ وہ لشکر بھیجکر اس کو گرفتار کرنے اور سزا دینے پر مجبور ہونگے۔ لیکن مہتر پہلوان کے نصیب کا ستارہ گردش میں آچکا تھا۔ اسپر بادشاہ کی اس تنبیہ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ اپنی بیگم کو جو بادشاہ چترال کی بیٹی تھی۔ اس کے والد بزرگوار کے پاس روانہ کر کے تاکہ وہ اسکی سفارش کرے خود پونیال پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے اس سے باخبر ہوکر شہزادہ سردار نظام الملک اور شہزادہ افضل الملک کو لشکر دے کر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ مہتر پہلوان پونیال کے دیگر تمام قلعوں کو یکے بعد دیگرے فتح کر چکا تھا اور قلعہ جیوار کا محاصرہ کئے ہوئے تھا کہ شہزادگان چترال کے لشکر نے ورشگوم پہنچکر قلعہ دیھمال پر قبضہ کر لیا۔ مہتر پہلوان یہ سنکر حیران رہ گیا اور محاصرہ اٹھا کر واپس قلعہ بلکھتی پہنچا اور یہاں سے شہزادگان کے ساتھ بات چیت شروع کی۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ مہتر پہلوان اپنے تمام لشکر جسمیں علاقہ خوشوقتیہ کے سب حصوں کے آدمی تھے ساتھ لیکر چترال چلا جائے اور شہزادگان مع اپنے لشکر ورشگوم میں رہینگے۔

چنانچہ مہتر پہلوان اپنے لشکر کو لیکر شندور پار کرکے چترال روانہ ہوا۔ مگر ابھی بونی پہنچا تھا کہ وزیر عنایت خان بادشاہ کے حکم سے وہاں پہنچا اور سارے لشکر کو واپس بھیجدیا اور مہتر پہلوان کو صرف پانچ ملازموں کے ساتھ جنمیں اس کا رضاعی بھائی مظہر حیات بن نور حیات بھی تھا اپنے ہمراہ چترال بادشاہ کے حضور میں لے گیا۔ شاہ چترال نے مہتر پہلوان کو حکومت سے معزول کرکے اسکے چچا مہتر گوہر آمان کے بھائی میر آمان کو جو کئی سال سے کوہستان باشقار و سوات میں جلا وطن تھا بلا کر ورشگوم کا حاکم مقرر کرکے وہاں روانہ کیا۔ اور شہزادوں کو واپس بلالیا۔ بعد میں شہزادہ افضل الملک کو مستوج کا حکمران مقرر کیا۔ یہ واقعہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء کا ہے۔

بادشاہ نے اپنے بھائی شہزادہ بہادر خان کو جموں میں مہاراجہ کشمیر کے پاس بھیجا مہاراجہ موصوف نے جو بادشاہ چترال کے پابندی عہد سے بہت خوش ہوا تھا۔ شاہ امان الملک کو ایک خط میں شکر گذاری کا اظہار کیا۔

مہتر پہلوان ڈیڑھ سال تک چترال میں رہا۔ اور بادشاہ سے اپنے جرم کی معافی حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ بادشاہ نے علاقہ خوشوقتیہ کے معتبروں کو چترال بلاکر ان سے رائے دریافت کی تو عبداللہ خان حاکم یارخون نے اپنی تمام قوم کی طرف سے نہ صرف پہلوان بلکہ خوشوقت خاندان کے کسی فرد کی بھی حکومت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ سیاہ گوشیہ کی قوم سے سلام، سلطان، شاہ سلطان نے بھی پہلوان کی مخالفت کی۔ البتہ شہید الامان خوشوقتیہ اور رحمت وزیر، مظہر حیات، گوہر حیات، امیر حیات، مومن حیات نے جو مہتر پہلوان کے رضاعی بھائی تھے اس کی حمایت میں ثابت قدم رہے۔ بادشاہ نے جو مہاراجہ کشمیر کے ساتھ ایفائے معاہدہ کا احترام کرنا چاہتا تھا۔ معتبروں کی اس مخالفانہ رائے کو حجت بناکر مہتر پہلوان کو مع عیال اور بعض مخصوص وفاداروں کے ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں دیر کی طرف بدر کردیا۔

جنرل رابرٹس کے دوستانہ تعلقات

۱۸۸۰ء میں برطانوی افواج نے جنرل رابرٹس کے زیر کمان امیر شیر علی خان کو شکست دے کر کابل پر قبضہ کرلیا تھا۔ شاہ آمان الملک نے بڑھتے ہوئے برطانوی اقتدار کے مدنظر کابل میں جنرل موصوف کو دوستی اور تعاون کا پیغام بذریعہ خط بھیجا جس کے جواب میں جنرل رابرٹس نے ایک خط کے ذریعہ شاہ چترال کو دوستانہ سلوک اور تعاون کا یقین دلایا۔ اور کچھ تحائف بھی روانہ کئے۔ اور انہوں نے خبر رسانی کیلئے بادشاہ کی خواہش پر میاں راحت شاہ کاکاخیل خلف میاں مقدر شاہ کو چترال میں بھیجدیا اور یہ لکھا کہ آپ اس کو اخبار نویس تصور کرینگے اور اس کے ساتھ ضروری امداد دینے سے ہمکو ممنون فرمائینگے ۱۳ مارچ ۱۸۸۰ء

امیر عبدالرحمن خان کی تخت نشینی اور بدخشاں پر قبضہ۔ شرفاء پر تشدد

کچھ عرصہ بعد انگریزوں نے سمرقند سے امیر عبدالرحمن خان کو جو وہاں روسیوں کا وظیفہ خوار تھا طلب کرکے اسے کابل کے تخت پر بٹھایا اور انگریزی فوج واپس ہندوستان چلی گئی۔ امیر عبدالرحمن خان نے کابل میں اپنی حکومت مستحکم کرنے کے بعد بلخ اور بدخشاں پر مکمل قبضے کے ارادہ سے ضروری کاروائی شروع کی یعنی بغیر کسی قصور اور وجہ کے بدخشاں کے امراء اور معززین قید کرکے کابل لیجائے گئے۔ کچھ قتل بھی کردیئے گئے اور باقی زندان میں ڈالدیئے

گئے۔ شغنان کے حکمران یوسف علی خان کو معہ خاندان کے تباہ و برباد کر دیا گیا۔ وخان کا حکمران میر علی مردان جان بچا کر چترال پہنچا۔ زیباک کے حاکم سید صادق کو افغانوں نے کابل لے جا کر چاہ میں ڈالدیا۔ بدخشاں کے شرفاء میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہیں بچا۔ کابلی سپاہ نے لوگوں کے گھروں پر شب و روز حملے عزت و ناموس، مال و اسباب غرض کسی چیز کو محفوظ نہ رہنے دیا۔ میر جہاندار شاہ سابق والی بدخشاں کے لڑکوں کو امیر عبدالرحمٰن خان نے تخت نشینی کے بعد قندہار بھیجدیا تاکہ بدخشاں کی بو بھی اُن کے دماغ تک نہ پہنچ سکے میر جہاندار شاہ پہلے ہی کمر قند جا کر امیر عبدالرحمٰن خان کے پاس رہتا تھا۔ جسکی بیٹی بھی امیر موصوف کے عقد میں تھی۔

امیر کابل کا چترال پر لشکر کشی کا ارادہ

بادشاہ چترال کا بھائی شیر افضل خان پہلے ہی امیر عبدالرحمٰن خان کے پاس موجود تھا اب مہتر پہلوان نے بھی اپنے بال بچوں کو کوہستان باشقار ہی چھوڑ کر کابل کی راہ لی۔ دونوں کے ایماء پر امیر عبدالرحمٰن خان نے چترال پر فوجکشی کا ارادہ کیا۔ بادشاہ چترال اور امیر موصوف کے مابین اگرچہ دوستانہ خط و کتابت جاری تھی مگر امیر کی نیت کو بھانپ کر شاہ آمان الملک نے وزیر عنایت خان کو جموں میں مہاراجہ کشمیر کے پاس بھیجا اور اس کے بھائی وفادار خان کو کلکتہ میں برطانوی نائب السلطنۃ کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ افغان حملہ کبصورت میں ان کی مدد حاصل کرے۔ دونوں حکومتوں نے شاہ چترال کو امداد کا یقین دلایا بلکہ نائب السلطنت ہندوستان نے کابل میں برطانوی سفیر کی معرفت امیر افغانستان کو مطلع کیا کہ وہ چترال پر حملہ نہ کرے۔ اسطرح امیر موصوف چترال پر لشکر کشی کے ارادہ سے باز رہا۔ اسی سال ۱۸۸۱ئ میں نائب السلطنت ہند نے شاہ آمان الملک کو دو عرابہ توپیں بطور تحفہ بھیجیں۔ یہ توپیں قلعہ میں موجود ہیں۔

مہتر پہلوان کا یاسین پر حملہ

مہتر پہلوان جب ناامید ہو کر کابل سے واپس آگیا تو تانگیر میں اپنے بھائی ملک آمان کے ساتھ مل کر دونوں نے ایک لشکر فراہم کیا اور یاسین ورشگوم پر حملہ کر دیا ملک آمان قلعہ دھیمال پر قبضہ کر کے وہاں بیٹھ گیا۔ اور پہلوان نے یاسین پہنچکر ضعیف العمر میر آمان کو جو اس کا چچا تھا ٹنگار کھیتے ہوئے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد دونوں بھائی غذر کی جانب بڑھے۔ غذر میں شہزادہ بہادر خان شاہ چترال کی جانب سے حکمران تھا۔ اس نے حملہ آوروں کا سخت مقابلہ کیا۔ پہلوان اور ملک آمان شکست کھا گئے۔ اور قلعہ یاسین کو آگ لگا کر واپس تانگیر کی طرف پسپا ہو گئے۔ چونکہ اس مہم میں مہتر میر آمان اور اسکے بھتیجوں کے درمیان سازش تھی اور بادشاہ کو اس کا علم ہو چکا ہے۔ اس لئے میر آمان کو تانگیر کی طرف بدر کر دیا گیا اور شہزادہ نظام الملک کو ورشگوم میں حاکم مقرر کیا۔ شہزادہ افضل الملک مہتر پہلوان کی معزولی کے بعد مستوج میں حکمران تھا۔

ملک آمان ثانی کے واقعات

جن دنوں مہتر میر ولی خان ورشگوم میں حکمران تھا ملک آمان کو تانگیر کی جانب بدر کیا گیا تھا۔ بعد میں مہاراجہ کشمیر نے اسے مع اہل و عیال گلگت بلا کر وہاں وظیفہ دیکر رکھا تھا اس موقع پر ایک انگریز سیاح ہیوٹ نامی گلگت کی راہ سے ورشگوم آیا۔ وہ بارکند جانا چاہتا تھا۔ پہلے سال پہاڑوں پر برف کی زیادتی کی وجہ سے وہ درہ عبور نہ کر سکا۔ اور واپس گلگت چلا گیا۔ مگر دوسرے سال وہ مزید

سامان لیکر آیا اہل ورشگوم اس کی بار برداری کو برداشت نہ کر سکے اور سازش کر کے اسے درۂ طوئی میں قتل کر دیا۔ اور اس کے سامان پر قبضہ کر لیا۔ اس قتل میں چونکہ ملک آمان کا بھی ہاتھ ثابت ہو گیا تھا۔ مہاراجہ کشمیر نے حاکم گلگت کو حکم دیا کہ ملک آمان کو گرفتار کر کے کشمیر بھیجدیا جائے۔ جب مہاراجہ کے سپاہی اس کی گرفتاری کے لئے اس کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ ملک آمان خود تلوار لیکر باہر نکلا اور ان پر حملہ کر کے محاصرین کو منتشر کر دیا اور خود بھاگ کر دائیل پہنچا مہاراجہ کے آدمیوں نے اسکی بیوی اور بچوں کو گرفتار کر کے کشمیر بھیجدیا۔ جہاں وہ چھ سال ہری پربت کے مقام پر قید رہے بعد ازاں ملک آمان کا لڑکا مقدس آمان رہائی پا کر مع اہل و عیال باپ کے پاس دائیل پہنچا۔ اس موقع پر مہتر پہلوان بھی حکومت سے معزول ہو کر آوارہ گردی کے بعد وہاں پہنچا اور وہاں رہنے لگے۔

مہتر پہلوان کا ورشگوم پر دوسرا حملہ

شہزادہ بہادر خان کے ہاتھ سے شکست کھانے کے بعد مہتر پہلوان اور ملک آمان واپس تانگیر کوہستان پہنچے اور حملہ کیلئے دوسرے سال پھر نئے سر سے تیاریاں کرنے لگے۔ اور ایک بھاری لشکر کوہستان سے فراہم کر کے دفعتہً موضع دہیمال پر حملہ کر دیا اور رات کے اندھیرے ہی میں قلعہ یاسین تک پہنچ گئے۔ جسمیں سردار نظام الملک بے خبری کی نیند سو رہا تھا۔ لیکن اس ڈر سے کہ شاید قلعہ میں فوج موجود ہو انہیں حملہ کی ہمت نہ کی۔ جب آفتاب طلوع ہوا سردار نظام الملک قلعہ کو حملہ کے مقابلہ کے لئے مستحکم کر چکا تھا مہتر پہلوان اور شہزادہ نظام الملک کے مابین سابقہ دوستانہ تعلقات اور محبت تھی اور دونوں جنگ سے گریز کرتے تھے چنانچہ مہتر پہلوان شہزادے کی دعوت پر قلعہ میں چلا گیا۔ اور دونوں میں ملاقات ہوئی۔ مہتر پہلوان نے درخواست کر دی کہ شہزادہ اسے اپنے ساتھ چترال لے جا کر بادشاہ کے حضور میں معذرت کرے تاکہ بادشاہ اس کے قصور کو معاف کر کے اسے دوبارہ حکومت پر فائز کر دے۔ مگر شہزادہ نظام الملک جرأت نہ کر سکا کہ خود جائے اس نے اپنے باپ کے رضاعی بھائی میمون بیگ کو سفارش نامہ لکھ کر مہتر پہلوان کے ساتھ چترال بھیجا۔ مگر پہلوان کی اس سے تسلی نہ ہوئی اور راستہ میں نالہ بلہتی کے نزدیک میمون بیگ سے رخصت لیکر اپنے ملازموں کے ساتھ تانگیر چلا گیا۔

مہتر پہلوان کا قتل ملک آمان کے حکم سے مقدس آمان کے ہاتھ

ملک آمان ثانی بن گوہر آمان اور مہتر پہلوان سوتیلے بھائی تھے اور پہلوان شاہ آمان الملک کا داماد ہونیکے وجہ سے اسکو زیادہ عزیز تھا اور شہزادگان یعنی نظام الملک اور افضل الملک سے گہرے تعلقات اور وابستگی رکھتا تھا۔ ملک آمان کے دل میں یہ خیالات پیدا ہوئے کہ اول تو ورشگوم پر دوبارہ قبضہ کی امید ہی نہیں۔ لیکن اگر اسمیں کامیابی ہوئی بھی تو پہلوان شاہ چترال کا ہمشیرہ زادہ اور داماد ہونے اور ملک کے باشندوں کے ساتھ اچھے تعلقات کیوجہ سے ورشگوم کی حکومت کا زیادہ حقدار ہو گا۔ باوجود اسکے وہ کینہ بھی باقی تھا جو مہتر پہلوان نے اس کے سگے بھائی میر ولی کو قتل کیا تھا۔ وہ اسکا بھی بدلہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ ملک آمان بھائی کو راستہ سے ہٹانے کی تدبیر سوچنے لگا۔ مہتر پہلوان کے خیر خواہوں نے اسے بھائی کی بری نیت سے خبردار بھی کیا مگر اسپر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ اپنے ملازموں کو اسلحہ باندھنے سے بھی منع کر دیا۔ ایکدن دونوں بھائی شکار میں مصروف تھے کہ ملک آمان کے اشارے

سے اسکے بیٹے مقدس آمان نے بندوق کی گولی سے چچا کا کام تمام کر دیا۔ ملازمین جب پہنچے تو وہ اس جہان فانی سے رخصت ہو چکا تھا۔ جنازے کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔

مہتر پہلوان کی اولاد

اس کے تین خوردسال بیٹے تھے (۱) عبدالرحمن خان (۲) عبدالکریم خان اور (۳) عبدالرحیم خان۔ بادشاہ کو جب یہ اطلاع ملی۔ تو نہایت مغموم ہوا اور بہت رویا۔ کیونکہ وہ اسے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔ اس کی اولاد و متعلقین کو تانگیر سے بلا کر اپنے زیر عاطفت پرورش کرنے لگا۔

خان آسمار کی دوبارہ بے اعتدالی

حضرت علی خان والئی آسمار سابقہ جنگ میں لشکر چترال سے زبردست شکست کھانے کے بعد چند سال تو آرام سے رہا۔ مگر حسب عادت جبلی رفتہ رفتہ علاقہ نرست میں پھر دست درازی شروع کی۔ بادشاہ نے پہلے کی طرح اسے خط کے ذریعہ تنبیہ کی مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا تو اپنے لڑکوں شاہ ملک، مرید دستگیر اور غلام دستگیر کو لشکر دے کر آسمار روانہ کیا۔ خان آسمار بھی افغان لشکر تیار کر کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ مگر چترالی فوج کی کثرت کو دیکھ کر مقابلہ بے سود سمجھا اور صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی۔ فیصلہ کے مطابق وہ شہزادوں کے ہمراہ بادشاہ سے معافی مانگنے چترال روانہ ہوا۔ شہزادوں میں سے مرید دستگیر اور غلام دستگیر جنگ کرنا چاہتے تھے مگر شہزادہ شاہ ملک جنگ نہ کرنے اور خان آسمار کو معافی دلانے کا خواہشمند تھا۔ جب یہ چترال پہنچے تو چند دن بادشاہ نے خان آسمار اور شہزادہ شاہ ملک کو اظہار خفگی سے اپنے حضور میں پیش نہ ہونے دیا۔ آخر کار دیگر وزرا اور مشیروں کی سفارش پر خان آسمار کو معاف کر دیا گیا۔ ابھی خان آسمار حضرت علی خان چترال میں ہی تھا کہ اسکو اطلاع ملی کہ باجوڑ کے سالارزئی قبائل نے آسمار پر قبضہ کر دیا ہے۔ خان موصوف یہ سنکر سراسیمہ ہوا۔ اور افغانوں کی رسم کے مطابق سر پر قرآن شریف رکھ کر (جبکہ بادشاہ عشا کے وقت مجلس عام میں تشریف فرما تھے) بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور نہایت عجز و انکساری سے امداد کی التماس کی۔ بادشاہ نے اس حرکت سے متاثر ہو کر اور قرآن شریف ان سے لیکر مدعا دریافت کیا۔ اور خان موصوف صورت حالات بتا کر بیٹھ گیا۔ بادشاہ نے شہزادہ شاہ ملک، مرید دستگیر اور غلام دستگیر کو لشکر لیکر اسکی مدد پر جانے کا حکم دیا۔ خان نے دوبارہ التماس کی۔ کہ شہزادہ افضل الملک کے بغیر یہ مہم سر نہیں ہو سکتی ہے چنانچہ بادشاہ نے شہزادہ موصوف کو حکم صادر فرمایا کہ مستوج سے لشکر لیکر خان آسمار کے ساتھ چلا جائے۔ چنانچہ شہزادہ افضل الملک مستوج سے لشکر جمع کر کے جبکہ دوسرے شہزادے بھی ان کی معیت میں تھے ایک عظیم فوج کے ساتھ آسمار پہنچا۔ مقابلے پر چونکہ قبائل باجوڑ کے اکثر بڑے بڑے سردار بادشاہ کے وظیفہ خوار تھے اس لئے انہوں نے شہزادوں سے جنگ کرنا غیر مناسب خیال کیا۔ انہیں سے ایک معتبر سردار سید محمد سعید جان نے شہزادوں اور سرداران قبائل میں صلح کرادی۔ قبائلی لشکر آسمار سے واپس چلا گیا۔ اور خان آسمار آرام سے اپنے ملک پر قابض رہا۔

نواں باب

کرنیل لاکہارٹ کا چترال آنا اور شاہ امان الملک اور حکومت برطانیہ کے مابین معاہدہ

جن دنوں امیر افغانستان کی فوجوں نے بدخشاں پر مکمل قبضہ کر کے وہاں ظلم و ستم کا بازار گرم کیا ہوا تھا شاہ امان الملک نے امیر کابل کے غاصبانہ ارادوں سے چترال کو بچانے کی خاطر مہاراجہ جموں اور نائب السلطنت ہند کے پاس نمائندے بھیجے اور ان کی امداد کے وعدوں سے مطمئن ہو گیا تھا۔ مگر اس زمانہ شناس اور تجربہ کار بادشاہ کا منشاء یہ تھا کہ افغانوں کے ساتھ جنگ جدل جس کا نتیجہ اس مختصر ملک کی تباہی ہی ہو سکتا تھا۔ کا موقع ہی نہ آئے۔ اس مقصد کے مدنظر اس کے نائب السلطنت ہند سے درخواست کی کہ دولت برطانیہ کا ایک نمائندہ چترال بھیجا جائے تاکہ وہ دونوں ملکوں کے درمیان مستقل دوستانہ معاہدہ تکمیل کرا سکے۔ چنانچہ ۱۳۰۲ھ مطابق نومبر ۱۸۸۵ء میں جب امیر عبدالرحمٰن خان بادشاہ کابل نائب السلطنت ہند سے ملاقات کے لئے راولپنڈی آیا۔ نائب السلطنت نے وزارت خارجہ کے سیکرٹری کرنیل لاکہارٹ۔ کرنیل وڈ ہنڈ۔ ڈاکٹر رابرٹسن اور کپتان ڈیوڈسن کو سفارت پر چترال روانہ کیا۔ اور ان کے ذریعہ بادشاہ چترال کو چھ سو سنائڈر بندوقیں مع سامان متعلقہ اور کچھ اور تحائف روانہ کئے۔ یہ وفد گلگت کی راہ سے درشگوم پہنچا جہاں شہزادہ نظام الملک اور غذر میں شہزادہ افضل الملک نے شاہانہ استقبال کیا۔ اور ان کو چترال پہنچایا۔ مہاراجہ کشمیر کی طرف سے میجر حسین شاہ اس وفد کے ساتھ موجود تھا۔ جس نے دونوں کے درمیان ثالث کا کام کیا اور اسی کے قلم سے لکھے ہوئے مندرجہ ذیل معاہدہ پر شاہ امان الملک اور کرنیل لاکہارٹ نے دستخط کئے۔ جس کی ایک نقل شاہ چترال کو تفویض ہوئی۔ نقل مطابق اصل یہ ہے۔

اقرار نامہ منجانب مہتر صاحب امان الملک صاحب بہادر والی چترال

بخدمت صاحبان والا شان سرکار انگریز بالمشافہ کرنیل لاکہارٹ صاحب بہادر بدینگونہ تحریر مے شود که من خیر خواه سرکار انگریز شده بدل و جان خدمات سرکار انگریز بجا آوردن میخواہم روزیکه از طرف کدام دشمن سرکار ممدوح اراده آمدن ابنصوب خواهد نمود فوراً راه ها کوتل ها در قبضه خود بحفاظت داشته بخوبی کمر بسته میباشم تاکه مدد از صاحبان والاشان نمی خواهد رسید درستی راه اشکومن جابجا پل ها یعنی کدل ها که مطلوب باشند درست خواهم ساخت و رسد لوازمات در حدود خود هر چه که ممکن باشد خواهم داد بشرط آنکه ملک علاقه ریاست که الحال تحت خود دارم بدستور به فرزندان من

نسلاً بعد نسلٍ منجانب سرکار انگریز عطا شدہ بدستخط خاص مرحمت گردد تحریر ۵ ذوالحجہ ۱۳۰۲ھ

کرنیل لاکہارٹ اور شاہ آمان الملک نے چند دن کے مذاکرات کے بعد معاہدۂ بالا پر دستخط کئے جس کے مطابق شاہ چترال نے حکومت برطانیہ کے ساتھ وفاداری اور اسکے دشمنوں کے خلاف چترال کی سرحدات کی حفاظت کا عہد کیا۔ اور حکومت برطانیہ کی جانب سے یہ وعدہ کیا گیا کہ حکومت ہذا ریاست چترال پر بیرونی حملوں کی صورت میں اپنی پوری طاقت سے اسکی حفاظت کرے گی۔ آخر میں مہتر صاحب آمان الملک نے اس شرط پر اپنی ذمہ داری کا عہد کیا کہ میری موجودہ مقبوضہ ریاست میرے وارثین کو نسلاً بعد نسلٍ سرکار انگریز کی طرف سے عطا ہوا کرے۔

معاہدہ کے بعد کرنل لاکہارٹ پندرہ دن چترال میں گذارنے کے بعد گلگت واپس چلے گئے اور ڈاکٹر رابرٹسن سیر و سیاحت کے لئے شہزادہ مرید دستگیر کو لیکر کافرستان روانہ ہوگئے۔ کرنیل لاکہارٹ گلگت سے ہنزہ گئے اور وہاں سے بدخشاں جانا چاہتے تھے مگر امیر کابل نے اجازت نہ دی۔ اور واپس ہوکر کافرستان کی سیاحت کی اور پھر براہ گلگت عازم ہندوستان ہوئے۔ انہوں نے بادشاہ کی خواہش پر خبر رسانی کے لئے دفعدار محمد نواز خان کو چترال میں مقرر کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد ان کی جگہ جمعدار رب نواز خان ملتانی اخبار نویس مقرر ہوکر چترال آیا۔ بعد میں محاصرہ کے بعد اس موقع کی حسن خدمات کے صلہ میں اسے خان بہادری کا خطاب ملا۔ حکومت جموں کی طرف سے ایک وکیل پہلے ہی سے شاہ چترال کے دربار میں موجود تھا۔ اور حکومت کابل و بدخشاں کی طرف سے میر عالم خان کابلی چترال میں مقیم تھا۔ یہ سات سال چترال میں رہا۔

کرنیل لاکہارٹ کی واپسی کے بعد نائب السلطنت ہند کی جانب سے سیکرٹری وزارت خارجہ حکومت ہند نے شاہ امان الملک کے نام ایک خط میں دوستانہ سلوک و حکومت برطانیہ کے ساتھ وفادارانہ جذبات کے لئے شکریہ ادا کیا اور دولت برطانیہ کیطرف سے انہیں صاف الفاظ میں یقین دلایا۔ کہ حکومت برطانیہ ان کے ملک کے کسی حصہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتی بلکہ آپکے ملک کی حفاظت ترقی اور خوشحالی کی خواہاں ہے لیکن اس معاہدہ کی سیاہی خشک ہونے بھی نہ پائی تھی کہ ۱۸۹۵ء میں دولت برطانیہ نے شاہ آمان الملک کے اس علاقے کے جو چغانسرائے سے گلگت تک پھیلا ہوا تھا ٹکڑے ٹکڑے کردیئے نرست و باسکل افغانوں کے حوالے کر دیا گیا اور مستوج و شندور سے اس پار کا علاقہ مہاراجہ کشمیر کو دے دیا گیا۔

شہزادہ نظام الملک کی سیاحت ہند

اسی سال یعنی ۱۸۸۵ء میں نائب السلطنت ہند کی دعوت پر شہزادہ نظام الملک چترال کے بعض معززین کے ساتھ نائب السلطنت سے ملاقات کی خاطر کوہستان بلونز (دلبستان) کی راہ سے کشمیر پہنچے۔ اور وہاں جموں میں مہاراجہ کشمیر سے ملنے کے بعد کلکتہ تشریف لے گئے۔ جہاں نائب السلطنت ہند نے ان کی شایان شان خاطر و مدارات کی۔ پندرہ دن وہاں گذارنے کے بعد شہزادہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیر کرتا ہوا واپس وطن پہنچ گیا۔ معززین ملک سے میون بیگ وفادار خان قابل ذکر ہیں جو اس سفر میں شامل تھے۔

ملک امان ثانی کا آخری حملہ

شہزادہ نظام الملک کی سیاحت ہند کے دوران میں ملک امان ثانی نے تانگیر اور دابیل سے لشکر فراہم کرکے دریشگوم میں (دروش) پر حملہ کیا مگر شہزادہ افضل الملک نے جو مستوج میں تھا۔ اسپر حملہ کرکے وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ یہ ملک امان کا آخری حملہ تھا

محمد شریف خان والئی دیر سے لاوری میں جنگ

رحمتہ اللہ خان والئی دیر کے انتقال کے بعد اس کے جانشین خان محمد شریف خان اور عمرا خان والی جندول کے مابین سخت مخالفت پیدا ہو گئی تھی عمرا خان بادشاہ چترال کے ساتھ خاص دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتا تھا تاکہ اس تنازعہ میں اسکی حمایت حاصل کرسکے مگر شاہ امان الملک نے خاندان دیر کے ساتھ پرانی رشتہ داری اور دوستانہ تعلقات کی بنا پر عمرا خان کی ان کوششوں میں کوئی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ لیکن والئی دیر محمد شریف خان بجائے شکرگزاری کے شاہ چترال کی اس وفاداری کی قدر نہ کرتے ہوئے بادشاہ کے بھائی شیر افضل خان کو اپنے پاس بلاکر پرورش کرنے لگا۔ بلکہ اس کو یہ اجازت بھی دی کہ جو اہل چترال دیر یا دیر کی راہ سے پشاور آمد ورفت کرتے تھے ان کو تنگ کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوداگروں کی آمد ورفت مسدود ہو گئی بادشاہ نے کئی بار والئی دیر کو لکھا کہ شہزادہ شیر افضل خان کو دیر سے بدر کردے۔ مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر کار بادشاہ نے مجبور ہو کر عمرا خان والئے جندول سے دوستی کی درخواست کو منظور کرکے وہاں سے چند معتبروں کو چترال بلاکر والی جندول سے دوستی کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد عمرا خان نے محمد شریف خان پر حملہ کرکے جندول و براول کے درمیان علاقہ میں اس کو شکست فاش دی۔ اور چترال سے بادشاہ نے شہزادہ شاہ ملک۔ غلام دستگیر۔ مرید دستگیر۔ بہرام ملک کو لشکر کے ساتھ دیر پر چڑھائی کے لئے روانہ کیا۔ خان دیر لشکر فراہم کرکے درہ لاوری پر حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے مورچے بنا کر انتظار کرنے لگا۔ خان محمد شریف خان کی حقیقی بہن شہزادہ شاہ ملک کی منکوحہ تھیں۔ اس رشتہ کی وجہ سے شہزادہ موصوف نے جو جنگ و خونریزی کو کسی نہ کسی طرح بند کرنا چاہتا تھا خان دیر کو پیغام بھیجا کہ اب بھی وہ بادشاہ کی ہدایات پر عمل کرکے شہزادہ شیر افضل خان کو دیر سے نکال دے اور گذشتہ غلطیوں کے لئے معافی مانگے محمد شریف خان نے اس کی یہ پیشکش قبول کرکے پادشاہ اخوندزادہ خیل کے ہاتھ بادشاہ کے پاس ایک معذرت نامہ ارسال کیا۔ جسمیں گذشتہ کوتاہیوں پر اظہار ندامت کرتے ہوئے آئندہ کے لئے وفاداری و تابعداری کا یقین دلایا۔ بادشاہ نے یہ پیغام ملنے پر رؤسائے ملک اور حضرت علی خان والئے اسمار اور ملک خالد خان سالارزئے باجوڑ کو جوان دنوں باجوڑ میں موجود تھے نیز محمد نواز خان نمائندہ سرکار برطانیہ کو بلاکر ان سے رائے دریافت کی۔ سب نے بالاتفاق بادشاہ کو مشورہ دیا کہ عمرا خان ایک چاپلوس اور خودغرض آدمی ہے۔ اس پر اعتبار کرنا درست نہیں بلکہ خاندان دیر کے ساتھ پرانی رشتہ داری اور اچھے تعلقات کے مد نظر خان محمد شریف خان کے ساتھ دوستانہ روابط قائم رکھنا درست اور مناسب ہوگا چنانچہ بادشاہ نے منظور فرماکر واپس جواب دیا۔ کہ وہ شہزادوں کے ساتھ چترال آئے۔ مگر چونکہ قسمت میں خونریزی لکھی تھی۔ شہزادوں نے چند دن انتظار کرنے کے بعد جب قاصد دیر کے متعلق کوئی اطلاع نہ پائی اور چترال سے اطلاع بھیجنے میں سہو واقع ہوا۔ تو مزید تاخیر کو بادشاہ کی ناراضگی کا باعث سمجھ کر اشرت گاؤں سے جہاں وہ مورچہ زن تھے لڑائی کے لئے

کو زخ کر دیا۔ اور شہزادہ شاہ ملک نے سامنے سے شہزادہ مرید دستگیر نے بائیں بازو پر اور شہزادہ غلام دستگیر و محمد افضل بیگ نے دائیں بازو پر حملہ کر دیا۔ خان دیر جس نے مضبوط اور مستحکم مورچے تیار کئے ہوئے تھے۔ سلطان خیل اور پائندہ خیل قبائل کی مدد سے سخت مقابلہ کیا۔ اور شدید جنگ واقع ہوئی۔ مرزا محمد غفرانؔ فرماتے ہیں۔

بزد شعلہ آتش زہر سوئے کوہ	زبس شور گوش فلک شد ستوہ
سرکوہ جملہ بہ لرزش فتاد	زمانہ بہ شور و شغب رہ کشاد
جہاں را سراسر سیاہی گرفت	زمہتاب تا پشت ماہی گرفت
چو شد آتش کینہ افروختہ	درخت و گیاہ جملہ شد سوختہ
ز رعد تفنگ و صدائے کوہ	بلرزید آں مرز و بوم تا دہ گروہ

اس لڑائی میں افغانوں کے چالیس آدمی اور لشکر چترال سے تین آدمی کام آئے اور خان محمد شریف خان شکست کھا کر شہزادوں کے پاس آیا۔ اور ان کے ہمراہ چترال پہنچکر بادشاہ کے حضور میں پیش ہوا اور اپنی غلطیوں کے لئے عذر خواہ ہوا۔ بادشاہ نے اسکو معاف کر دیا اور کچھ دن بعد واپس دیر چلا گیا۔

عمرا خان والئی جندول کا دیر پر حملہ اور قبضہ

شاہ امان الملک نے تہیہ کیا تھا کہ آیندہ خان دیر کے خلاف اگر عمرا خان کی طرف سے جارحانہ کاروائی ہوئی تو وہ خان دیر حملہ کریں گے مگر عمرا خان ایک عیار و زمانہ شناس شخص تھا۔ اس نے کمشنر پشاور کو خط لکھ کر دولت برطانیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور خان دیر پر الزام لگایا کہ وہ امیر کابل کا خیر خواہ ہے۔ اس دھوکہ میں آکر نائب السلطنت ہند نے شاہ امان الملک کو خط لکھا کہ وہ والیان جندول و دیر کے تنازعات میں بالکل غیر جانبدار رہے۔ اس طرح شاہ چترال کی جانب سے مطمئن ہو کر عمرا خان نے جلد ہی خان دیر پر حملہ کر کے پہلی بار براول پر قبضہ کر لیا۔ اور دوسری بار حملہ کر کے دیر کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ خان محمد شریف وہاں سے فرار ہو کر بال بچوں سمیت کابل میں امیر افغانستان کے پاس چلا گیا۔ عمرا خان نے اپنے بھائی محمد شاہ خان کو دیر کی حکومت عطا کی۔ اور وہاں سلطان خیل و پائندہ خیل قبائل کو بھی مسخر و مطیع کر کے مزید طاقت حاصل کی۔

شہزادہ افضل الملک کا دورہ ہندوستان

۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۷ء میں شہزادہ افضل الملک جو مستوج میں حکمران تھا بادشاہ کے حکم سے نائب السلطنت سے ملنے گلگت اور جموں کی راہ سے کلکتہ گیا۔ اس کے ساتھ وزیر عنایت خان اور دوسرے معتبران ملک بھی تھے۔ چند دن وہاں گذارنے کے بعد احترام سے رخصت پائی۔ واپسی پر جموں میں اسکے چند ملازمین ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے مرزا محمد غفرانؔ نے اس کی روانگی کی تاریخ عبارات مسجع سے یوں استخراج کی ہے ؎

چوں شاہ افضل سوئے ہند گردید راہی آں زماں — تاریخ آمد ہمراں افضل بسوئے ہند رواں
۱۳۰۵ھ

عمرا خان والی جندول کا نرست پر حملہ

آسمار کے خان حضرت علی خان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا شاہ طہماس خان وہاں حکمران ہوا۔ مگر چند ماہ ہی گزرے تھے کہ باشگل کے ایک باشندے کے ہاتھوں وہ مارا گیا اس وجہ سے اسکے خاندان میں بدانتظامی پیدا ہوگئی۔ اور اس سے فائدہ اٹھا کر غلام حیدر چرخی سپہ سالار افغانستان نے اسمار پر حملہ کیا۔ اور فوج کے ساتھ چغانسرائے پہنچا۔ ان خطرات کے مدنظر شاہ آمان الملک نے نرست میں نیا قلعہ تعمیر کیا۔ اور وہاں کے دفاع کے لئے ایک لشکر شہزادہ بہادر خان اور میمون بیگ کی سرکردگی میں وہاں مقرر کیا۔ اس موقع پر عمرا خان خان جندول فوج لیکر کفار باشگل کے خلاف جہاد کے بہانے نرست کی حدود میں داخل ہوگیا۔ کفار باشگل میں سے مشہور سردار میرک ابھی تک بھی لشکر چترال کے ساتھ قلعہ میں موجود تھے۔ عمرا خان نے شہزادہ بہادر خان سے مطالبہ کیا کہ میرک کو اسکے حوالہ کیا جائے۔ چونکہ لشکر چترال حملہ آوروں کے مقابلہ میں کم تھا اور مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا تھا شہزادہ موصوف نے قیام امن کی خاطر مجبوراً میرک کو مع چند کفار کے جو قلعہ میں موجود تھے، عمرا خان کے حوالہ کر دیا۔ عمرا خان نے اندر تک پیشقدمی کرکے ایک کافر سردار دیوان ملک کو وہاں قتل کر دیا۔ اور میرک کو پابہ زنجیر اپنے ساتھ جندول لیجا کر قید کر دیا۔

عمرا خان کے خلاف بادشاہ کی جنگی تیاریاں ۱۸۹۲ء

بادشاہ غیور نے یہ سنا تو آگ بگولا ہو گیا اور شہزادہ بہادر خان اور میمون بیگ سے خفا ہو کر ان کو لشکر کی قیادت سے معزول کر کے واپس بلا لیا۔ اور دیر کی راہ سے چڑھائی کے لئے ایک بڑے لشکر کا انتظام شروع کیا۔ لیکن عمرا خان کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ اس نے پھر کمشنر پشاور اور نائب السلطنت ہند کو اپنی وفاداری کی یقین دہانی کرکے شاہ چترال کی جانب سے جارحانہ کارروائیوں کے خلاف حمایت کی درخواست کی نائب السلطنت ہند نے بادشاہ کو بذریعہ مکتوب ہدائیت نامہ بھیجا کہ وہ خان جندول پر حملہ کرنے کے ارادہ سے باز آئے ورنہ دولت برطانیہ اسے غیر دوستانہ فعل تصور کریگی اور عمرا خان حدود چترال پر دست درازی کر سکتا ہے۔ بادشاہ یہ پیغام پا کر نہائیت رنجیدہ خاطر ہوا۔ مگر مجبوراً فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور نائب السلطنت ہند کو موثر الفاظ میں خط لکھا کہ عمرا خان میرے قلعہ سے میری رعیت کے لوگ پکڑ کر لے گیا ہے۔ یہ استخفاف اور بے عزتی میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ اور اس کے ساتھ ہی حکومت برطانیہ کو آگاہ کرتا ہوں کہ عمرا خان کی دولت مشترکہ سے وفاداری صرف میرے ڈر کی وجہ سے ہے اگر وہ مجھ سے ایمن ہو جائے تو حکومت برطانیہ سے بھی وہی غداری کرے گا جو اس نے میرے ساتھ کی ہے اور اس پر اعتبار کر کے حکومت اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہی ہے۔ میری لکھی ہوئی بات گورنمنٹ اپنے پاس محفوظ رکھے تا کہ میرے بعد اسے میری تجربہ کاری اور حقیقت شناسی کا اندازہ معلوم ہو جائے۔ چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ بادشاہ نے عمرا خان والی جندول کے متعلق جس تشویش کا اظہار کیا تھا وہ حرف بحرف درست تھی اور حضرت علی خان والئے آسمار و ملک عبداللہ خان سالارزائی

کی وہ باتیں جو عمراخان کے متعلق اظہار کی تھیں حقیقت پر مبنی تھیں۔
عمراخان نے اسکے بعد میرک، باشگلی کو قید سے رہا کر کے واپس بھیجدیا اور بادشاہ کے ساتھ خط وکتابت کے ذریعہ اپنی عقیدت مندی پھر جاری رکھی۔ مگر دلوں کی کدورت صاف نہ ہوئی اور سات ماہ کے بعد بادشاہ اس عالم فانی سے رہ گرائے عالم جاودانی ہوئے۔

شاہ آمان الملک کی وفات

اٹھتیس سال شان وشوکت سے حکومت کرنے کے بعد یہ والاصفات بادشاہ نے ۷ر ماہ صفر ۱۳۱۰ھ مطابق ۲۰ر اگست ۱۸۹۲ء مطابق ۳۰ر اگست ۱۸۹۲ء کو روز سہ شنبہ اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ وفات کے وقت انکی عمر بہتر سال تھی۔ بادشاہ مرحوم کو اپنے والد شاہ افضل ثانی کی طرح دل کے درد کی شکایت تھی۔ وفات سے چند روز قبل ڈاکٹر غلام محی الدین ہندوستانی کے زیر علاج مسہل لیکر صحت یاب ہوگئے تھے اور غسل صحت فرماکر دربار خاص میں کھانا تناول فرمارہے تھے کہ ناگاہ ایک مہیب آواز سنائی دی۔ معلوم ہوا کہ قلعہ کی دیوار کا ایک حصہ گر گیا ہے۔ یہ سنکر ان کے چہرے پر تغیر کے آثار پیدا ہوئے کیونکہ ان کے والد بزرگوار کی وفات پر بھی اسی طرح کا واقعہ رونما ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد عارضہ دل کا ایک اور حملہ ہوا اور ناگاہ آہ کر کے شہزادہ افضل الملک کے سینہ پر سر رکھ دیا اور اللہ اللہ کہتا ہوا کچھ لمحوں میں ہی جان بحق تسلیم ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط
شہزادہ شاہ ملک نے بادشاہ کا جنازہ حرمسرائے میں پہنچا دیا جہاں چاروں طرف آہ وبکا کی صدائیں گونجنے لگیں القصہ ساری رات آہ وفغاں میں گذری۔ دوسرے دن ظہر کے وقت جامع مسجد کہنہ بازار کے متصل شاہی قبرستان میں بادشاہ مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔
شہزادہ افضل الملک نے والد محترم کی وفات پر ذیل کے اشعار کہے تھے۔

آمان الملک شاہ نامور بود	زفیض او ہمہ کس بہرہ ور بود
بطالع بود چوں شاہ سکندر	بسی فرخندہ روئے ونیک منظر بود
چو افلاطون بودش عقل وتدبیر	ز بس از کار عالم باخبر بود
سنین عمر او ہفتاد ودو سال	دو کم چہل سال شاہ باظفر بود
ز درد سینہ در عصر سہ شنبہ	بسوئے آخرت او را سفر بود
بتاریخ ہزار وسہ صد وده	کہ ہفتم روز از ماہ صفر بود
ز قالب مرغ روحش کرد پرواز	بدنیا زیں مصیبت شور وشر بود

بادشاہ کی وفات پر مرزا محمد غفران نے بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ جنمیں سے چند اشعار یہ ہیں :-

شہ نامور خسرو باشکوہ	چو باران نوازندۂ ہر گروہ
ستودہ بہ اخلاق نامی بجود	کہ گوئے سخا را ز حاتم ربود
خداوند اقبال بخت قوی	فروزندۂ مسند خسروی
سی وہشت سالش چو شاہی براند	باقبال حشمت پناہی براند
برہفتاد و دو سال عمرش رسید	قدم جانب ملک عقبیٰ کشید
بتاریخ ہفتم ز ماہ صفر	بروز سہ شنبہ بوقت دگر
شد از عالم الغیب سویش ندا	بشد روح پاکش ز قالب جدا
بتاریخ فوتش ز افسوس و آہ	سرِ عیش را نقطہ آمد سیاہ[۱]
	۱۳۱۰ھ

شاہ امان الملک کی اولاد بادشاہ مرحوم کی وفات کے وقت ان کے بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) سردار نظام الملک (۲) افضل الملک۔ ان کی والدہ عزن خان یوسف زئے والئ دیر کی بیٹی تھی۔
(۳) امیر الملک (۴) شجاع الملک۔ ان کی والدہ کامران خان ابراہیم خیل والئ بحار کی بیٹی تھی۔
(۵) مرید دستگیر (۶) غلام دستگیر (۷) شاہ ملک (۸) بہرام ملک (۹) عبدالرحمٰن خان (۱۰) وزیر ملک۔
(۱۱) عبدالکریم خان (۱۲) ولی محمد خان (۱۳) محمد سرور خان (۱۴) جمعہ خان (۱۵) اسفندیار خان (۱۶) افراسیاب خان
(۱۷) فرامرز خان (۱۸) سعادت سیر (۱۹) غازی الملک (۲۰) دلارام خان۔

اول الذکر چار شہزادوں کے سوائے باقی تمام فرزندوں کی مائیں اس ملک کے شرفاء میں سے تھیں۔

بادشاہ مرحوم کے ذاتی اوصاف اور عادات شاہ امان الملک نہایت متقی اور دیندار حکمران تھے نماز پنجگانہ اکثر با جماعت ادا کرتے تہجد و نوافل بھی پڑھتے تھے طرز بود و باش نہایت سادہ اور بے تکلف تھی۔ رعایا کے ساتھ پدرانہ شفقت رکھتے تھے اور ان کی خوشی و غم میں شریک ہوتے تھے۔ کھانا ہمیشہ دربار عام میں اہل مجلس کے ساتھ تناول کرتے ملک کی رسوم و دستور سے واقف اور ان کے پابند تھے۔ جسکی وجہ سے عوام میں ہر دلعزیز تھے۔ مزاج میں تندی رکھتے تھے۔ غصہ کے بعد پھر جلدی معاف کر دیتے تھے۔ دل کینہ سے صاف تھا۔ ملک میں سیاحت کا خاص شوق تھا۔ اور لوگوں کے حالات و عرضیاں سنتے تھے۔ شکار باز و بندوق کے بہت شوقین تھے۔ باوجود پیرانہ سالی کے تا قریب وفات شکار و دور سے

[۱] یعنی جب لفظ عیش کے اوپر نقطہ دیکر عین معجمہ میں بدل دیا جائے۔ تاریخ وفات بدید آتی ہے فن تاریخ گوئے میں یہ ایک ایسا کمال ہے جسکی قدر دانی اہل فن اور اہل شعر ہی کر سکتے ہیں۔ چترال میں اس فن سے کوئی واقف نہیں

ناغہ نہیں کرتے تھے۔ سالانہ دروس و شکوہ تشریف لے جاتے تھے۔ اور جوانوں کی طرح صحت و ہمت رکھتے تھے غرور اور تکبر کا شائبہ تک ان کے وجود میں نہیں تھا۔ ایک دفعہ باجوڑ کے ایک خان نے ان کو خط میں بڑے بادشاہوں کے القاب لکھے تھے۔ بادشاہ نے اپنے میر منشی مرزا محمد غفران کو حکم دیا کہ خان موصوف کو لکھے کہ میں ایک کوہستانی بوڑھا سردار ہوں۔ مجھے شاہنشاہوں کے القاب نہ لکھا کرے۔ وہ اپنے والد بزرگوار کو نہایت تعظیم سے یاد کرتے تھے۔ اور اپنی اولاد کے ساتھ نہایت محبت رکھتے تھے۔ اور انمیں سے ہر ایک کو عہد طفولیت سے خانہ آبادی اور ساز و سامان کا مالک بنا دیا۔ اور اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی حتی الامکان محبت و شفقت کا سلوک کیا۔ لیکن انھوں نے اس کی قدر نہ کی اور فتنہ و فساد میں کمربستہ رہے جس کے دفعیہ کے لئے مجبوراً بادشاہ کو قدم اٹھانے پڑتے تھے۔

شاہ امان الملک کی حکومت کی خصوصیات

شاہ امان الملک حکمران خاندان کٹوریہ میں سب سے زیادہ نامور بادشاہ تھے ان کے زمانے میں چترال کی حکومت کٹوریہ اپنی طاقت، وسعت، اقتدار اور اہمیت کے لحاظ سے انتہائی عروج پر تھی۔ ان کی سلطنت گلگت سے چغانسرائے تک پھیلی ہوئی تھی۔ کوہستان داریل۔ تانگیر۔ باشقار۔ کافرستان ان کو خراج دیتے تھے براول، اسمار اور باغستان کے بڑے بڑے خوانین انکے خوانین ان کے وظیفہ خوار اور تابع تھے۔ ورشگوم سے زست تک رعایا وفاداری اور آرام سے ان کے تابع تھی اور کسی بھی دشمن کو سر اٹھانے کی ہمت نہ ہوتی تھی ملک میں امن و امان تھا۔ علاقہ ورشگوم میں خوشوقتیہ حکمرانوں کو ان کی نااہلی یا حکم عدولی کی بنا پر معزول کر کے اپنے بیٹوں نظام الملک، افضل الملک کو وہاں حکمران مقرر کر دیا تھا۔

ان کے عہد کی لڑائیوں میں میر بدخشان کا چترال پر حملہ کرنا اور سخت شکست کھانا قابل ذکر ہے شاہ امان الملک نے جس ہمت و دلیری سے میر بدخشاں کی دھمکیوں کا جواب دیا اور اپنی قلیل اور مختصر طاقت سے والی بدخشاں کی بارہ ہزار کثیر اور منظم افواج کا جس ہوشیاری اور تدبر سے مقابلہ کر کے اسے شکست فاش دی یہ ان کی اعلیٰ تجربہ کاری اور اہل ملک کی فنون جنگ کی پختہ کاری کا نتیجہ تھی کہ دشمن کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

۲۔ انہوں نے اسمار و دیر کے افغان حکمرانوں کو اعتدال سے تجاوز کرنے سے روک کر اپنے قابو میں رکھا۔ اور جب بھی انہوں نے ان کے مفاد اور مزاج کے خلاف کوئی اقدام کیا اس کا عبرتناک انجام ان کو میسر ہوا۔

۳۔ شاہ امان الملک نے گلگت پر حملہ کر کے وہاں مہاراجہ کشمیر کی افواج کو جو سخت شکست دی اس نے مہاراجہ کو بہت سراسیمہ اور پریشان کر دیا۔ اور اسے اسوقت تک چین نہ آیا جبتک کہ اس نے والی دیر کی معرفت سلسلہ جنبانی کر کے بادشاہ چترال سے رابطہ اتحاد قائم نہیں کیا۔

۴۔ انہوں نے کفار باشگل کا مشہور قلعہ برگہ مٹال جسمیں تین ہزار تیر انداز کافر بغاوت کا اعلان کر کے مقابلہ کو تیار تھے اور اسپر حملہ نا ملکی ہزار لشکر بھیج کر فتح کرایا۔ بیشمار بتوں کو توڑ دیا۔ اور قلعہ کو آگ لگا کر خاکستر کرا دیا۔ قبائل دیر و نیپال

کی بھی ان کے باغیانہ خیالات وعزائم کی بنا پر گوشمالی کی اور دماغ ٹھکانے لگا دیا۔

کشمیر اور برطانیہ سے اتحاد کے موجبات

شاہ امان الملک کے زمانہ کا اہم ترین واقعہ حکومت کشمیر اور دولت برطانیہ سے اتحاد اور دفاعی معاہدہ تھا۔ جو ان کی سیاست دانی اور زمانہ شناسی کا اعلیٰ ترین ثبوت ہے اس زمانہ میں کابل کے امیر عبدالرحمن خان نے بدخشاں وشغنان پر قبضہ کر کے وہاں کے نہ صرف حکمران خاندانوں کا بلکہ ہر خاص وعام کے خلاف ظلم وستم اور انسانیت سوز استبداد کا خاتمہ کیا اگر شاہ امان الملک چترال جیسی کمزور ریاست کو دولت برطانیہ کے ساتھ دوستی واتحاد کا معاہدہ کر کے محفوظ نہ کرتے تو کابلی سفاک یہاں بھی وہی قیامت برپا کرتے۔ دوسری طرف مہاراجۂ کشمیر کے ساتھ معاہدہ کر کے بادشاہ نے درشگوم کے علاقہ کو ڈوگرہ پیشقدمی سے محفوظ رکھا۔ ان معاہدات کی وجہ سے ایک طرف چترال کابل جیسے جابر کے خطرہ سے محفوظ ہوگیا اور دوسری طرف اسے برطانیہ اور کشمیر سے مالی امداد بھی ملنے لگی۔ جس سے ملک کی اقتصادی حالت اور دفاعی پوزیشن تسلی بخش اور مضبوط ہوگئی۔

اگرچہ ملک کے بعض حلقے اس اتحاد کو ملک کی مکمل آزادی میں رکاوٹ سمجھتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کہ اس معاہدہ کی وجہ سے شاہ امان الملک مرحوم اپنی حیات میں عمرا خان جندول کے خلاف کاروائی نہ کر سکے یا بعد وفات ان کے اس علاقہ کو افغان اور کشمیر میں بانٹ دیا گیا۔ مگر آزادی میں تھوڑی سی کمی اپنی طاقت کی کمزوری تھی اور کابلی استبداد سے ختم ہونے کی دور اندیشی۔ چنانچہ مستقبل کے حالات اس کے شاہد ہیں اس لئے اس دوراندیشی کو مبنی بر نتائج امن وامان تسلیم کر کے شاہ امان الملک کی سیاستدانی کو احترام سے یاد کرنے لگے۔ الغرض شاہ امان الملک کا دور چترال کی آزادی سلطنت کے عروج کا آخری دور تھا۔ کیونکہ ان کی وفات کے بعد یہ ریاست ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی اور جب اعلیحضرت سر شجاع الملک کا دور ہوا تو نہایت کوشش کے بعد کچھ موروثی حصے اور مستوج کا علاقہ واپس مل گئے۔ اور اندرونی نظم ونسق بہتر حالت میں سدھر گئے۔ مگر پھر بھی اس کی آزاد حیثیت ختم ہو چکی تھی۔

ملک کی معاشی حالت

شاہ امان الملک کے طویل دور حکومت میں رعایا زندگی کے معاشی حالات میں آسودہ حال تھی۔ فصلوں میں قدرتی برکت تھی۔ اسلئے سلطنت اور خوشحال تھے ریاست کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگیا تھا۔ چترال۔ ترکستان۔ بجاور۔ پشاور اور گلگت کے درمیان تجارتی راستوں کا مرکز تھا اور دونوں اطراف سے سوداگروں کے قافلے اس راہ سے گذرتے تھے حکومت کو باج دیتے تھے۔ اور عوام ان کو خوراک مہیا کرنے سے معقول فوائد سے بہرہ ور ہوتے تھے۔ علاقہ موڑکھو کے تریچ مقام میں ہڑتال کی کان کنی بھی پھر سے شروع ہوگئی تھی ملک کی آمدنی میں معقول اضافہ ہوگیا تھا۔ ریاستی جنگلات کی لکڑی دریائے کابل کے ذریعہ کاکاخیل کے سوداگر برآمد کیا کرتے تھے۔ اور حکومت کو ان کی قیمت سے کافی رقم وصول ہوتی تھی۔ مہاراجہ کشمیر اور حکومت برطانیہ سے معاہدات کے بعد وفارغ ملک کے لئے امدادی رقوم ریاست کو ملتی تھیں اور ریاست کی آمدنی کے ذرائع

وسیع ہو گئے تھے اس لئے معتدبہ ترقی اور فراوانی کے امکانات حاصل تھے۔ اس کے علاوہ ملک کی اُونی صنعت بھی ترقی کرنے لگی تھی اونی کپڑا اور خشک میوے پشاور اور قبائلی علاقوں کو بھیجے جاتے تھے۔ باہر سے افغان قوم کے سوداگر اس ملک میں آکر بسنے لگے۔ اور تجارت کو فروغ ہوا تھا۔

علما و فضلا و شعرا

شاہ امان الملک خود پڑھے لکھے نہ تھے مگر علماء و فضلا کی بیحد قدر و منزلت کرتے تھے ان کے دور میں ملک کے اکثر حصوں میں درس و تدریس جاری تھی۔ ان کے عہد میں خاص چترال خواجہ احرارؒ عہدہ قضا پر مامور تھے۔ جو قاضی عبدالجبار کی اولاد سے بڑے عالم و صاحب فضل تھے۔ ایون کے قدیم قاضی خاندان سے ملا نصرالدین معتبر فقیہ اور قاضی عبدالوہاب معزز عالم و ذکی الطبع اشخاص تھے خیرآباد کے صاحبزادگان خاندان سے مصطفیٰ صاحبزادہ اور محمد ملک صاحبزادہ اور اس کا لڑکا محمد مجتبیٰ صاحبزادہ شاہی خاندان میں بڑے قدر و احترام سے دیکھے جاتے تھے۔ اور بادشاہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ریری آدیر کے اخوندزادہ خاندان سے ملا محمد کبیر اس عہد کے نامور عالم تھے۔

جغور کے ملا سلطان الدین اور انکا بھائی صوفی نظام الدین آخوند صاحب صوات علیہ الرحمۃ سے فیض یاب علم قرأت کے ماہر قاری اور خوش الحانی کے مقبول امام تھے ذہانت و قابلیت کے لحاظ سے بے نظیر علما تھے اخوند صاحب صوات کے حضور میں حرمت و عزت رکھتے تھے۔

اس عہد کے فضلا میں مرزا محمد غفران قابل ذکر ہیں جو ایک باکمال ادیب اور فاضل علوم متداولہ تھے فصاحت و بلاغت و شعر و شاعری کے علاوہ تفسیر اور فقہ میں بے نظیر دستگاہ کے حامل تھے جو اپنی علمی مباحث کے ذریعہ متعدد علوم کے مصنف تھے اور اس عہد کے فضلا میں وزیر مظفر خان اور شہزادہ کوہ کن بیگ و مہتر میر امان بن ملک آمان شعر و سخن کے ممتاز شاعر تھے۔ ظرافت و لطیفہ گوئی میں کمال رکھتے تھے اور ان کے آپس میں مشاعرے بھی ہوتے تھے۔ اور بادشاہ سے اس صلہ میں انعام پاتے تھے۔

سادات اسماعیلی آغاخانی

شاہ آمان الملک ریاست کے اسماعیلی آغاخانی فرقہ کی رعایا سے مساویانہ اور منصفانہ سلوک کرتے تھے ان کے عہد میں اسمائیلی فرقہ کے کئی نامور پیر و سادات ہمسایہ علاقوں سے اس ملک میں وارد ہوتے جنکا مناسب احترام کیا اور جاگیروں سے نوازا۔ چنانچہ سید عبدالرحیم ولد شاہ پرتوی اور ان کے دونوں بھائی شہزادہ حمیداللہ اور سید سعادت شاہ امیر عبدالرحمٰن خان والی کابل کی یلغار کے بعد بدخشان سے فرار ہو کر بادشاہ کے دربار میں پناہ گزین ہوئے۔ بادشاہ نے سید عبدالرحیم کو موضع ارکاری میں اور اس کے بھائیوں کو علاقہ ستوج میں جائیدادیں عطا کیں اور عزت سے نوازا۔ ان کی اولاد اب تک علاقہ خذرہ نیز گلگت ہنزہ کے علاقوں میں اسماعیلیوں کے روحانی پیشوا اور رہنما ہیز ہائینس سر سلطان محمد شاہ امام اسماعیلیہ کی طرف سے چیف مکھی ہیں۔

علاقہ ستوج کے سید بلندی اور ریچ کے سید شاہ مستقیم بادشاہ کے دربار میں معزز تھے۔ اور سید شاہ مستقیم کی صاحبزادی شاہ امان الملک کے سلک ازدواج میں تھیں۔ وہ شہزادہ شاہ ملک اور اس کے بھائیوں کی والدہ اور نامور خاتون

تھیں۔ یہ اس بادشاہ کی مذہبی فراخدلی اور رعایا پروری تھی۔

مشاہیر عہد

شاہ امان الملک کے وزیروں مشیروں اور درباریوں میں ملک کے معتبر اور نامور اشخاص شامل تھے جو اپنی لیاقت و شجاعت و دیانت کے لئے مشہور ہیں۔ بادشاہ عقلمند وزراء کے نہایت قدردان تھے چنانچہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنی زندگی میں تین اشخاص دیکھے ہیں جو عقل و تدبر اور فصاحت و تقریر میں بے نظیر تھے انمیں پہلا شخص وزیر منفعت خان تھا۔ دوسرا ملک خالد خان سالار زئے باجوڑ، تیسرا عیسیٰ بہادر بن خان بہادر بروشہ۔ لہٰذا یہ تین اشخاص علی الترتیب بادشاہ کے اعتراف پر اس ملک کے داناؤں میں اور بادشاہ کے درباریوں میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ بادشاہ کے خاندانی شرفاء میں ذوالفقار شیر اور افراسیاب شاہ۔ شاہ کٹور ثانی کے لڑکے اور شہزادہ بہادر خان اور شہزادہ کوبکوں بیگ مہتر شاہ افضل ثانی کے لڑکے اور محمد افضل بیگ بن کوبکوں بیگ جو بادشاہ کا داماد تھا اور شہزادہ غلام دستگیر بادشاہ کے دربار میں قرب و منزلت کے مالک تھے۔ مہتر پہلوان بادشاہ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز تھا۔ معزولی سے پہلے وہ بھی وزراء میں شامل تھے۔ اور منظور نظر تھے۔ علاقہ مستوج کے اعیان شہرت خوش بن خدا امان "شہید الامان بن مرتضیٰ امان" سلام اور محمد علیم۔ نصرت علی خان بن علی مردان خان، عبداللہ خان بن قلندر خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ روشن علی خان۔ داوک۔ عبدالمساپایاب و تیفور شاہ، شجاعل اپنے بہادرانہ کارناموں سے شہرت کے مالک تھے۔ علاقہ تورکہو و موڑکہو کے ممتاز اشخاص میں زرین شاہ، مبرق، شکور بک، علی موجود، مبارک قدم، میمون بیگ۔ گوبل۔ حرمت شاہ۔ تبغون وغیرہ تورکہو سے اور تیفور شاہ، منصور شاہ، برزنگی، تبت، مضمون شاہ، کمال شاہ علاقہ موڑکہو سے بادشاہ کے دربار میں معتبر اشخاص تھے۔ سرور خان بن صمد خان اور اسد اللہ خان اور اس کا بیٹا صاحب خان محمد بیگہ قوم سے منا ربن سلطان خان سنگین علیہ قوم سے، میر خلیل بن منشور خان۔ بہرام شاہ بن محمد شاہ۔ محبوب بن سبحان قلی خان، داد خان بن سرمست خان محمد لطیف خان بن سخی وغیرہ رضاخیل قوم سے۔ شیخ و سکندر خوشال بیگہ قوم سے دو دار شغنیہ قوم سے خداداد خان و نسب علیخان حسروہ قوم سے۔ گشرہ۔ شاغوٹیہ قوم سے وزیر عنایت خان۔ دنادار خان۔ مبات خان۔ میراثیہ قوم سے یہ دونوں بھائی بادشاہ کی طرف سے مہاراجہ کشمیر اور وائسرائے ہند کے پاس سفارت کے طور پر جایا کرتے تھے۔ نسب علی خان جو اوپر مذکور ہوا۔ بادشاہ کی طرف کابل۔ اسمار، جندول سفیر ہو کر جایا کرتا تھا۔ چوتھا سفیر استغال نایاب باشندہ شغور تھا۔ جو فصاحت زباندانی میں شہرت رکھتا تھا۔ بادشاہ کی طرف والیان بدخشاں کے پاس سفارت پر مامور ہوا کرتا تھا۔ یہ سب اشخاص بادشاہ کے دربار کے معتمد۔ معتبر اور معزز تھے۔

طرز حکومت اور خصوصی اہلکار

شاہ امان الملک کے زمانہ میں اور اس سے ماقبل بھی یہاں شخصی حکومت رائج تھی اور بادشاہ اس مملکت کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ ریاست کا نظام ایک مرکزی مضبوط طاقت یعنی "مہتر چترال" پر منحصر ہوتا تھا۔ جو اپنے وزراء اور اکابرین ملک و قوم کے مشورے سے حکومت کرتے تھے۔ ریاست کا انتظام چلانے کے لئے چند اشخاص اہلکار ہوتے تھے۔ شاہ امان الملک جو ایک بیدار مغز اور مدبر حکمران تھے انہوں نے ترقی ملک کے ذرائع ثروت پر کوشش کر کے تجارت۔ جنگلات۔ مزال

عشر وغیرہ کی بنیاد رکھی تھی۔ جس سے ملک کی آمدنی میں محیر العقول اضافہ ہوا۔ مگر چترال اس وقت اہل قلم سے خالی تھا۔ دبیر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کیلئے بادشاہ نے مرزا محمد غفران کو جو مقامی باشندہ تھا۔ اور علوم متداولہ کا فاضل تھا پشاور سے چترال بلاکر اس خدمت پر مامور فرمایا۔ اس نے دفتر قائم کیا اور ہمسایہ حکمرانوں کے ساتھ خط وکتابت اور ملک میں احکام تحریری بھیجنے اور ریاست کے مالیہ اور عشر اور تجارت کی تمام آمدنیوں کا حساب کتاب جاری رکھنے کا انتظام کیا۔ اور بادشاہ کا دبیر اور مشیر مقرر ہوا۔ قدیم سے یہاں انتظام چلانے کے لئے تین چار عہدے تھے جنہیں بادشاہ کے مخصوص اہلکار ہوتے تھے۔ اور انکے اراکین اپنی لیاقت و دیانت کے لحاظ سے بادشاہ کے اعتماد سے منتخب ہوتے تھے۔ چنانچہ اس عہد میں حسب ذیل عہدے تھے۔

(۱) **اتالیق**: یعنی وزیر دفاع یہ عہدہ قدیم سے یہاں رائج تھا اسوقت اس عہدہ پر نادر جنگ مابعد اس کا بیٹا تغرہ جنگ مامور تھے۔

(۲) **دیوان بیگی**۔ یعنی وزیر خزانہ۔ اس عہدہ پر ہزارہ بیگ مقرر تھا۔ جو شاہ افضل مہتر کا بھی معتمد تھا۔

(۳) **افتسقال**۔ یعنی وزیر مالیہ وخوراک۔ اس عہدہ پر فتح علی شاہ مقرر تھا اور اب تک اس خاندان میں یہ عہدہ قائم ہے۔

(۴) **براموش**، یعنی وزیر تعمیرات۔ اس عہدہ پر میمون بیگ بادشاہ کا رضاعی بھائی مقرر تھا۔

(۵) **بیساول** یعنی منتظم مہمانوں کے خوراک و رہائش کا مختلف اشخاص میں یہ عہدہ منتقل ہوتا تھا۔

ان مستقل اہلکاروں کے علاوہ دوسرے وزراء بھی ہوتے تھے جو اہم امور میں بادشاہ کو مشورہ دیتے تھے۔ بعض خاص خاص معاملات مثلاً جنگ کے "معاہدات" وغیرہ کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے بادشاہ ملک کے تمام حصوں سے بڑے بڑے قبیلوں کے سرداروں اور اکابرین کو بلا کر ان کی رائے حاصل کرتے تھے۔

ملک کی تقسیم اور عہدے

ریاست کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے اسے چند صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا جن پر بادشاہ کے بیٹے یا بھائی بطور گورنر یا نائب حکمران تھے۔ ان کے ماتحت علاقوں کے انتظام کے لئے "حاکم" مقرر تھے جن کی حیثیت ڈپٹی کمشنر جیسی ہوتی تھی وہ اپنے علاقے میں امن وامان اور حفاظت کے ذمہ دار ہوتے تھے۔ حاکم کے ماتحت ہر بڑے موضع یا چند مواضع پر چند عہدے دار ہوتے تھے جنکو چرویلو کہا جاتا تھا۔ چرویلو کی ذمہ داری تحصیلدار کی طرح اپنے علاقہ میں امن وامان قائم رکھنے اور مالیہ کی فراہمی وغیرہ ہوتی تھی۔ چرویلو کے ماتحت ہر گاؤں میں چھربو یعنی نمبردار ہوتے تھے جو ان کے فرائض کی انجام دہی میں انکی مدد کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مہترم ہوتے تھے جو مرکزی اور علاقائی حاکموں کی جانب سے احکام کی بجاآوری کے ذمہ دار ہوتے تھے اور موجودہ زمانہ کی پولیس کی طرح کام کرتے تھے۔ ان سارے عہدیداروں کو ملک کی آمدنی میں سے جو عام طور پر غلہ اور بھیڑ بکریوں کی شکل میں ہوتی تھی ایک مخصوص حصہ بطور تنخواہ کے ملتا تھا حاکم اور چرویلو کا تقرر بادشاہ اس علاقہ کے عوام میں سے یا اکثریت والے قبیلوں سے اسکی لیاقت اور خدمات و وفاداری کو مدنظر رکھ کر کرتے تھے

ریاست کے وسیع علاقہ کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا!

۱- علاقہ دیدوشش :- یہ صوبہ چپانسرائے سے شروع ہو کر گہیرت تک پھیلا ہوا تھا اسمیں نرست "باشگل یعنی کافرستان اوندرو- ڈمیل- جنجرت- ارسون- دروش- شیشی کوہ- بیرآباد- گبیوادر گہیرت تک کے علاقے شامل تھے۔ یہاں بادشاہ کا بیٹا شاہ ملک ، بعد شہزادہ کوہ کن بیگ ابن شاہ افضل ثانی حکمران تھے۔

۲- علاقہ چترال :- اس صوبہ میں ایون- کلش گوم- سنگور بیون شالی، علاقہ کوہ، علاقہ آدیر- علاقہ کو نٹ موڑ گول تک شامل تھے۔ یہاں حاکم مقرر تھے۔ اور کوئی گورنر نہیں تھا۔

۳- علاقہ خذرہ :- اس صوبہ میں اوژور- ارکاری اور لٹکوہ کی وادیاں شامل تھیں شغور دار الحکومت تھا- بادشاہ کے بڑے بھائی مہتر آدم خور اور ان کی جلاوطنی کے بعد شہزادہ امیر الملک یہاں حکمران تھے۔ شہزادہ مرید دستگیر خاص علاقہ لٹکوہ پر حاکم تھا۔

۴- علاقہ تور یکہو :- اس صوبہ میں اسنار سے ریچ تک کے علاقے شامل تھے یہاں بادشاہ کے بھائی شہزادہ شیر افضل خان حکمران تھے۔ ان کی جلاوطنی کے بعد شہزادہ سردار نظام الملک یہاں حکمران ہوئے۔

۵- علاقہ مولیکہو :- اسمیں نوگرام سے تریچ تک کے علاقے شامل تھے۔ دراسن یہاں کا پایہ تخت تھا بادشاہ کے لڑکے شہزادہ افضل الملک یہاں حکمران یعنی گورنر تھے۔

۶- علاقہ مستوج :- یہ صوبہ برنس سے شندور اور بروغیل تک پھیلا ہوا تھا۔ پہلے یہ علاقہ ورشگوم کے ساتھ خوشوقتیہ حکمرانوں کے زیر نگیں تھا- جو شاہان کٹور یہ کی نیابت کے طور پر وہاں حکمران تھے۔ ۱۸۷۸ء میں مہتر پہلوان کی معزولی کے بعد بادشاہ نے یہ علاقہ مملکت کٹوریہ میں شامل کر دیا اور شہزادہ افضل الملک کو وہاں کا حکمران بنایا- مولیکہو اور مستوج دونوں اس کے ماتحت تھے اس کے علاوہ کالام- اوشو- باشقار کا مالیہ بھی یہاں آتا تھا۔

۷- علاقہ ورشگوم :- اس علاقہ میں غذر "یسین" اور اشقمون کے علاقے شامل تھے کوہستان- دارئیل، تانگیر بھی اس کے ماتحت تھے۔ مہتر پہلوان کی معزولی کے بعد مہتر امان کو بھی وہاں سے معزول کر کے بادشاہ نے یہ علاقہ بھی مملکت کٹوریہ میں شامل کر لیا۔ اور اپنے بڑے بیٹے سردار نظام الملک کو یہاں کا حکمران مقرر فرمایا تور یکہو اور ورشگوم دونوں علاقے اس کے ماتحت تھے۔

دفاع ملک کے انتظامات

ریاست کی کوئی باقاعدہ منظم فوج نہیں تھی۔ مگر ملک کے اکثر لوگ مسلح تھے اور جنگ کے موقعوں پر ملک کی حفاظت کے لئے اپنے صوبائی حکمرانوں یا قبیلوں کے سرداروں کی قیادت میں حاضر ہو جاتے تھے۔ جنگی امور کے سربراہ کو اتالیق کہا جاتا تھا۔ ملک کے بعض خاص طبقے دفاعی امور کے لئے مخصوص تھے جو اکثر بڑے بڑے خاندان اور بادشاہ کی قریبی قوموں سے تعلق رکھتے تھے

دوسرے طبقے بعض سامان رسد و اسلحہ وغیرہ پہنچانے۔ بعض اپنے گھروں سے فوجوں کو سامان خورد و نوش مہیا کرنے پر مامور ہوتے تھے۔ فوج کی کوئی تنخواہ نہیں ہوتی تھی۔ البتہ جنگ میں فتح کی صورت میں مال غنیمت، کنیزیں اور غلام وغیرہ سب کو درجہ بدرجہ تقسیم کر دیتے جاتے تھے اور نمایاں بہادری دکھلانے والوں کو بادشاہ انعام و اکرام اور جاگیر سے بھی نوازتے تھے۔

ذرائع آمدنی اور قلنگ وغیرہ

شاہ آمان الملک کے زمانہ میں عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ سارے ملک میں حکومت کی طرف سے جمع کرنے کا رواج شروع نہیں ہوا تھا صرف چند مخصوص دیہات جیسے خاص چترال ایون، بروز ارغوچ۔ لونگھیر، بدک۔ نشگو وغیرہ میں عشر وصول کیا جاتا تھا ملک میں رعایا کو کوئی خاص ٹیکس ادا کرنے نہیں ہوتے تھے۔ صرف تھنگی اور قلنگ ان طبقوں سے لیا جاتا تھا۔ جو دفاعی کاموں میں حصہ نہیں لیتے تھے۔ تھنگی اور قلنگ غلہ اور بھیڑ بکریوں پر مشتمل تھا۔ ہر گھر سے اسکی جائیداد کی وسعت کے مطابق مقرر کیا جاتا تھا۔ اس طبقے کو سال میں ایکماہ کے لئے بیگار کے طور پر حکومت کا کام بھی کرنا پڑتا تھا اس طرح حکومت رفاہ عام کے واسطے سڑکیں اور دفاعی قلعے وغیرہ ان کے ذریعہ تعمیر کراتی تھی۔

ریاست کے تمام باشندوں پر ریاست کی طرف سے کچھ ذمہ داریاں عائد تھیں۔ ان قوموں کے لوگ جو بادشاہ کے قریبی خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے جنگ کے لئے ہمیشہ کمربستہ تیار رہتے اور دفاعی امور کے ذمہ دار ہوتے باقی طبقے تھنگی قلنگ ادا کرتے اور بیگار کرتے تھے۔ کچھ لوگوں کے سپرد فوجوں۔ سرکاری حکام اور دورہ کے وقت بادشاہ کے ہمراہیوں کے واسطے خوراک مہیا کرنے کا کام ہوتا تھا۔ بعض طبقے شکاری باز بہانہ سے پکڑ لاتے اور ان کے سکھلانے کے لئے مخصوص تھے۔ بادشاہ کو اختیار تھا کہ کسی بیگاری آدمی کو اس کی بیگار و قلنگ معاف کر کے فوج میں شمولیت کی اجازت دیدے۔

لوگوں کے طبقات اور ریاستی ٹیکس وغیرہ

زمانۂ قدیم سے اس ملک کے باشندے دو طبقوں میں تقسیم تھے یعنی آدمزادہ اور فقیر مسکین یعنی شریف و وضیع یا معزز یا غیر معزز حکمران خاندان اور دیگر شاخوں سے تعلق رکھنے والے اور وہ اقوام جو موجودہ حکمران خاندان یا اس سے پیشتر چند پشت سے صاحب اقتدار ہوں آدمزادہ طبقہ کہلاتے تھے یہ عزت کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہیں تھی۔ بلکہ بادشاہ وقت جسکو چاہے عزت و منصب سے نوازے تو وہ خود بخود طبقۂ اول میں داخل ہو جاتا تھا۔ بعض حلقوں نے اور خصوصاً غیر ملکی مورخین نے اس تقسیم پر طنز اور اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ سارے انسان آدم کی ذات سے ہیں یہ بے معنی ہے مگر حقیقت کی نظروں سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ آدمزادے کے لفظی معنے اس شخص کے ہیں جو محلی یعنی آراستہ انسانیت سے ہو یعنی شریف الاخلاق و مہذب ہو۔ پرانے زمانے کے دستور کے مطابق تہذیب و شائستگی سے واقف وہی لوگ ہوا کرتے تھے جو شاہی خاندان سے متعلق ہوں یا بادشاہوں کے دربار میں رہکر آداب مجلس سے شناسا اور واقف ہوں۔ جو لوگ تہذیب و شرافت سے بے بہرہ ہوں ان کو غلامش یعنی بے تہذیب اور ناشائستہ کہا جاتا ہے دراصل



شاهزاده شیر افضل خان بحالت نظر بندی مدراس میں بمعه خدمتگارونکے
جنمیں مرزا عافیت خان اسکی بیوی اور لڑکا بابا خان هیں

یہ لفظ غلط آموز ہوگا یعنی غلط سکھایا گیا۔ ادب سے بے تعلیم۔ ابتداءً انفرادی طور پر لوگوں میں ان کی شخصی شائستگی اور شرافت کے مدِنظر یہ تشخیص کی گئی تھی۔ رفتہ رفتہ ان لوگوں کے وارثوں کو بھی اس طبقہ سے سمجھا جانے لگا۔ چاہے وہ اخلاقی طور پر غیر شریف ہی کیوں نہ ہوں۔

دور کٹور یہ میں اس ملک میں بھی یہ طبقاتی تقسیم اسلئے رائج تھی کہ ان مختلف طبقوں پر حکومت کی طرف سے مختلف قسم کی ذمہ داریاں عائد تھیں۔ یہ امر قابل توجہ ہے کہ اس زمانہ میں ریاست کی آمدنی کے کوئی مستقل ذرائع نہیں تھے اور اتنی آمدنی نہیں تھی کہ فوج کے لئے تنخواہ اور رفاہ عام کے کاموں کے لئے مزدوری اور دیگر اخراجات کے لئے رقومات مہیا ہوسکیں اس وجہ سے حکومت بجائے ٹیکس کے رعایا سے فوجی خدمت "بیگار" خوراک وغیرہ کی ذمہ داریاں حاصل کرتی تھی۔ البتہ رعایا کے طبقوں میں غیر یکسانیت موجود تھی۔ جس کی وجوہ کچھ اوپر بیان ہو چکی ہیں اور ایک اہم وجہ یہ ہے کہ جس طبقہ پر مالیہ اور بیگار وغیرہ کے زیادہ بوجھ رکھے گئے تھے وہ وہی لوگ تھے جو وسیع زمینوں پر قابض تھے۔ اور ایک گمان یہ بھی ہے کہ وہ اس ملک کے قدیمی باشندے تھے اور حکمران طبقہ اور ان کے مقربین باہر سے آئی ہوئی قوموں سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے مقامی باشندوں کو مغلوب کر کے ان کی کچھ قوموں سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہوں نے مقامی باشندوں کو مغلوب کر کے انکی کچھ زمینوں کے بدلے میں ان سے خدمت اور مالیہ وغیرہ لیتے تھے کلاش لوگ جو بیگار کرنے کے علاوہ مختلف اقسام کے ٹیکس بھی ادا کرتے تھے۔ اس طبقہ میں شامل تھے۔

(۲) اول الذکر طبقہ یعنی آدم زادے۔ خاص طور پر جنگی خدمات کے لئے مامور ہوتے تھے سوائے لڑائی کے اور بادشاہ وقت کی معززانہ خدمت کے ان کے ذمہ کوئی کام وغیرہ نہیں تھا۔ البتہ بادشاہ یا شہزادوں کے دورہ کے موقع پر وہ ان کی ضیافت کرتے تھے اور نذرانہ پیش کرتے تھے۔ جسے اوسیل کہا جاتا ہے اگر یہ لوگ اپنے فرائض سے خصوصاً جنگ کے موقعوں پر غفلت اور کوتاہی کرتے تو ان کا منصب اور جائیداد وغیرہ ضبط کر لی جاتی تھی۔ علما اور سادات بھی اس طبقہ میں شامل تھے۔ مگر جنگ میں شمولیت پر مجبور نہیں کئے جاتے تھے۔ بلکہ ان کا کام دعا کرنا اور دینی رسوم کی بجا آوری ہوتا تھا۔

آخر الذکر طبقہ یعنی فقیر مسکین یا یفت چار قسم کے ہوتے تھے۔ اول یثانی یعنی نوکر پیشہ یہ لوگ ادائیگی مالیہ سے معاف تھے۔ مگر حکمران کی خدمت پر ہمیشہ حاضر ہوتے تھے۔ اور جنگی لشکروں میں بھی شامل ہوتے تھے۔ (۲) دوسرے بولدو یعنی اہل بیگار۔ یہ لوگ مالیہ ادا کرتے جسے تفنگی یا قلنگ کہا جاتا تھا اس کے علاوہ حکومت کے لئے سڑکیں بنانے نہریں کھودنے۔ قلعے اور دیگر حکومتی عمارات تعمیر کرنے کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ اور جنگ کے موقع پر بھی فوج میں شامل ہوتے تھے۔ (۳) تیسری قسم رَیَت یعنی بارکش تھی جو علاوہ ادائیگی مالیہ کے حکومتی غلہ۔ سامان۔ ہرتال۔ شورہ۔ نمک وغیرہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے تھے۔ حکومتی زمینوں کی کاشتکاری اور قلعوں میں جلانے کی لکڑی مہیا کرنیکا کام انکے ذمہ تھا حکومتی ملازمین جب اپنے فرائض کی انجام دہی

کے سلسلے میں گاؤں جاتے تو اس طبقہ کے لوگوں کے گھروں سے خوراک حاصل کرتے تھے۔ شہزادوں اور ممتاز عہدیداران ریاست کو بھی دورہ پر خوراک مہیا کرنا اس طبقہ کے ذمہ تھا۔ اس طبقہ پر یہ گراں ذمہ داریاں رکھنے کی ایک وجہ یہ تھی۔ کہ ان کے پاس زیادہ زمینیں ہوتی تھیں۔ اور یہ زمینیں ابتدا سے حکمرانان ریاست اپنے قبضہ میں رکھ کر جو کوئی عوام سے ان ذمہ داریوں کو قبول کرتے تھے یہ زمینیں حاصل کرتے تھے۔ کفار کلش بھی اسی قسم کے فرائض انجام دیتے تھے

(۴) چوتھی قسم خانہ زاد طبقہ تھا جو غلام ہوتے تھے۔ یہ لوگ گھروں میں خدمت کرنے باربرداری وغیرہ کے کام کرتے تھے۔ اس زمانہ ابھی انکی خرید و فروخت کا رواج دوسرے ہمسایہ ممالک کیطرح چترال میں بھی عام تھا اس طبقہ میں اکثر وہی لوگ تھے۔ جو جنگوں میں اسیر ہو کر بدخشاں یا فشگی تانگیر۔ داریل۔ بلوزنہ وغیرہ ملکوں سے یہاں کے معزز طبقوں کے گھروں میں خدمتگاروں ہوتے تھے۔ اور یہیں آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ ابتک اس قسم کے لوگ یا انکی اولاد یا انکی اولاد اپنی اصلی وطن بتانے کے لئے موجود ہیں۔

بردہ فروشی اس زمانہ کے حکمرانوں کا ایک ذریعۂ آمدنی تھا۔ البتہ حکمران سوائے آدمزادہ طبقہ کے کسی شخص کو بھی فروخت کر سکتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ رسم ختم ہوتی گئی اور ۱۸۹۵ء میں اس کو کلیتہً بند کر دیا گیا۔

انصاف اور فیصلہ مقدمات

شاہ امان الملک کے عہد میں مقدمات کے فیصلے اکثر زبانی ہوتے تھے اور سارے اختیارات خصوصاً زمینوں کے متعلق امور بادشاہ کے ہاتھ میں تھے۔ بادشاہ دربار عام میں بیٹھ کر عدالت کرتے اور لوگ اپنے عرائض ان کی خدمت میں پیش کرتے۔ جنہیں بادشاہ خود موقع پر ہی فیصلہ کرتے بعض تنازعے خصوصاً قتل یا میراث کے متعلق "امور شرعی فیصلہ کے لئے قاضی کے حوالہ فرماتے تھے۔ زمینوں کے فیصلے عموماً بادشاہ وقت کی مرضی پر ہوتے تھے۔ کیونکہ حکمرانوں کے تغیر و تبدل اور ملک کے غیر مستقل حالات کی وجہ سے زمینیں زیادہ عرصہ تک کسی خاص شخص کے ہاتھ میں نہیں رہتی تھیں۔ اور ان کی ملکیت بدلتی رہتی تھی جس کی وجہ سے کسی مخصوص شخص کا حق اسپر ثابت ہونا مشکل ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ دستور تھا کہ دو تین پشت تک جو زمین جس شخص کے قبضہ میں رہی ہو وہ اسکی ملکیت تصور ہوتی تھی۔ یہ دستور عموماً آدمزادہ طبقہ کے متعلق تھا دوسرے طبقوں کی زمینیں خصوصاً رعیت طبقہ کی زمینیں اگرچہ نسلاً بعد نسل ان کے وارثوں کے ہاتھ میں ہوتی تھیں مگر اصولی طور پر یہ حکومتی زمینیں تصور ہوتی تھیں اور جب چاہتے حکمران طبقہ ان کو بیدخل کر کے زمین کسی اور شخص کو دے سکتا تھا چنانچہ سابق ہی ذکر ہوا ان زمینوں پر حکومت اپنا حق ثابت کرتی تھی۔ اور حق تصرف بہرحال قائم رکھتی تھی فقط

دسواں باب

شاہ افضل الملک سنہ ۱۸۹۲ء (سنہ ۱۳۰۹ھ)

شہزادہ افضل الملک شاہ آمان الملک مرحوم کا دوسرا لڑکا تھا اور ان کی وفات کے موقع پر چترال میں موجود تھا۔ بڑا لڑکا سردار نظام الملک ورشگوم میں تھا۔ چنانچہ بادشاہ کے انتقال پر افضل الملک نے فوراً تخت پر قبضہ کرلیا۔ عمائدین ملک میں سے بعض نے رضامندی سے اور بعض نے بکراہت اور ڈر سے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور حکمران تسلیم کیا اور سردار نظام الملک کو پیغام بھیجا کہ وہ ورشگوم میں آرام سے رہے جب ملک میں امن وسکون ہوجائے گا تب باہمی مشورے سے جانشینی کے متعلق فیصلہ کرینگے۔

شاہ ملک، بہرام ملک، وزیر ملک کا قتل

شاہ افضل الملک اور شہزادہ شاہ ملک کے مابین والد کی زندگی کے زمانے سے ہی سخت رنجش تھی اگرچہ شاہ افضل الملک کی تخت نشینی کے بعد شہزادہ شاہ ملک نے قرآن کریم کی قسم کھا کر اپنی جانب سے وفاداری کا یقین دلایا مگر شاہ افضل الملک کے دل سے کینہ دور نہ ہوا اور جب بعض لوگوں نے یہ اطلاع پہنچائی کہ وہ سردار نظام الملک کے حق میں ہے اور اسکے یعنی شاہ افضل الملک کے خلاف کر رہا ہے تو یہ اسے خاطر خواہ بہانہ ملا۔ والد کی وفات کے چوتھے دن شاہ افضل الملک نے شاہ ملک اور اسکے دو بھائیوں وزیر ملک اور بہرام ملک کو اپنے محل میں رات کے کھانے پر بلایا۔ شہزادہ بہرام ملک نے بھائیوں کو اس بلاوے کے خطرات سے خبردار کیا۔ مگر وقت آگیا تھا۔ اور تینوں شاہ افضل الملک کے محل میں پہنچے رات کو پرتکلف کھانا ہوا۔ جسمیں وزراء اور معتبرین بھی شامل تھے۔ مگر کسی کو اس سازش کا علم نہیں تھا۔ آدھی رات کو مجلس برخاست ہوئی۔ جب تینوں شہزادے بالاخانہ سے نیچے اترنے لگے تو شاہ افضل الملک کے دو خاص ملازم شادوان اور دلاور شاہ چند ہمراہیوں کے ساتھ شمشیر برہنہ ہو کر شہزادوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور کافی کشمکش کے بعد تینوں شہزادوں کو قتل کر دیا۔ ان کے اپنے ملازمین قلعہ سے باہر تھے اور کوئی مدد کو نہ پہنچ سکا۔ کہتے ہیں کہ ان کے قتل کے موقع پر شاہ افضل الملک کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ جب ان کے میر منشی مرزا محمد غفران نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ میں نے اپنے بھائیوں کے قتل کا حکم دیا ہے اور شہزادہ شاہ ملک کی بدسلوکی اور دشمنی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے قسم کھا رکھی تھی۔ کہ جب میرا بس چلے گا تو اسے زندہ نہ چھوڑونگا۔ میر منشی نے دریافت کیا تو پھر اشکباری کا کیا مطلب؟ شاہ افضل الملک نے جواب دیا کہ یہ آنسو شہزادہ بہرام ملک کے لئے ہیں جس کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی۔ مگر

اسے زندہ چھوڑنا بھی ناممکن تھا۔ شہید شہزادوں کی والدہ سیدہ بی بی جو حرم سرا میں تھی یہ خبر سنکر باہر نکلی اور اپنے ایک چھوٹے لڑکے شہزادہ دلی محمد خان کو لیکر روتے اور چیختے بادشاہ مرحوم کے مزار پر گئی۔ صبح طلوع ہونے کے بعد شہزادوں کو چھوڈوک کے مقام پر لیجاکر سپرد خاک کیا گیا۔ یہ واقعہ شنبہ کی رات کو ۱۰ ماہ صفر ۱۳۱۰ھ کو رونما ہوا۔ مرزا محمد غفران صاحب نے اس کی تاریخ ایک فقرہ شادوان کو مُہ یکشُمت سے نکالی ہے جو بحساب جمل تیرہ سو دس بنتا ہے۔ شادوان اصل میں اس قتل کا منتظم تھا اور اس کی آنکھیں چھوٹی تھیں۔ اس لئے اسے اندھا کہا جاتا تھا۔ خود شہزادہ شاہ ملک نزلاورشاہ سکنہ دنین کی تلوار سے شہید ہوا۔ مرزا محمد غفران نے ان شہیدوں کے مرثیہ میں یہ مثنوی لکھی ہے۔

چہ گویم برمن افگار و دلریش — چہ سان آمد غم جانکاہ درپیش
ز قتل شاہ ملک ناز پرورد — نگفتم خاطرم شد پارہ اندرد
دو چشمم ہمچو رود نیل مے بود — رسید ے بر فلک از خاطرم دود
ز آہ گرم خاطر دامن لب — چہ برگ خشک گشتہ اندران شب

شہزادہ شاہ ملک زیور علم سے آراستہ تھے اور فارسی تقریر و تحریر میں مہارت رکھتے تھے اور اپنی مکارم اخلاق سے خاص و عام میں مقبولیت کا مالک تھا لائق شخص تھے۔

تخت نشینی

الغرض بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کے شاہ افضل الملک بتاریخ ۱۶ ماہ صفر ۱۳۱۰ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۸۹۲ء تخت چترال پر رونق افروز ہوا۔ اور خاص و عام کو خلعت اور انعام تقسیم کئے۔ مرزا محمد غفران فرماتے ہیں۔

بعزق مرد و زن از خاص تا عام — فرو بارید زر از بحر انعام
زصیت بخشش و ایثار بے جا — سمک را ہم بر آمد سر ز دریا
تو گفتی ابر نیساں باردش زد — کہ حاتم را ز حیرت خیرہ شد سر
بر آمد حاجت محتاج و درویش — نفیر و بینوا بالید بر خویش

درشگوم سے شہزادہ نظام الملک کا بدر ہونا

چونکہ مہتر افضل الملک کو بڑے بھائی کی جانب سے حملے کا کھٹکا تھا اور اہالیان مستوج اور موڑکھو و تورکھو کی وفاداری بھی مشکوک تھی۔ چنانچہ ان علاقوں کے لوگوں کو سردار نظام الملک کے ساتھ ہوا خواہی سے روکنے کے لئے خود روانہ ہوا پہلے دراسن اور تورکھو پہنچکر وہاں لوگوں کو خلعت اور انعام سے اور بعض کو

ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ وہاں سے مستوج آیا۔ اور یہاں بھی مشتبہ لوگوں کو انعام کے لالچ اور دھمکیوں سے مرعوب کیا۔ غذر کا حاکم رحمۃ اللہ جو مرحوم مہتر میر ولی کے لڑکے محمد ولی خان کی اپنے گھر پرورش کر رہا تھا۔ شاہ افضل الملک سے مل گیا اور دونوں سردار نظام الملک کو ورشگوم سے نکال کر محمد ولی خان کو یہاں حکمران بنانے کی کوشش کرنے لگے۔ شاہ افضل الملک نے شہزادہ مرید دستگیر کو لشکر کے ساتھ بھائی پر حملے کے لئے ورشگوم روانہ کیا۔ شہزادہ نظام الملک کے بہت سے ہمراہی ان کا ساتھ چھوڑ کر شاہ افضل الملک سے جا ملے اور جب شہزادہ موصوف کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ شاہ افضل الملک بذات خود ایک بھاری لشکر لے کر علاقہ طوئی کی راہ سے ورشگوم میں داخل ہو گیا ہے تو سردار نظام الملک نے مقابلہ کی ہمت نہ کی۔ لہٰذا اہل و عیال اور کچھ وفادار ہمراہیوں کے ساتھ گلگت پہنچا اور وہاں انگریزی حکام نے انکا مناسب احترام و عزت کی۔ اسطرح ورشگوم شاہ افضل الملک کے ہاتھ آیا۔ جس نے مہتر میر ولی کے لڑکے محمد ولیخان کو وہاں گورنر مقرر کیا۔ اور وائسرائے ہند کو خط بھیجا کہ میرے بھائی شہزادہ نظام الملک کا گلگت میں رہنا ملک میں بدامنی کا باعث ہوگا۔ بہتر ہوگا کہ اسے کشمیر یا ہندوستان میں جگہ دیجائے۔ القصہ اس طرح نظام الملک کے عارضی خاتمہ کے بعد شاہ افضل الملک مستوج سے چترال واپس روانہ ہوا۔

شیر افضل خان کی یورش اور مہتر شاہ افضل الملک کا قتل

شاہ افضل الملک جب ملک کے اندرونی انتظامات کو مکمل کر کے بھائی کی جانب سے بیفکر ہوا تو یہ خبر ملی کہ عمرا خان والئی جندول نے پادشاہ مرحوم کی وفات کے بعد ہی سرعت کے ساتھ دوبارہ علاقہ نرست پر قبضہ کیا ہوا ہے لہٰذا اسکی مدافعت پر کمر ہمت باندھا اور ایک لشکر براہ دیر و نرست بھیجکر اسپر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف تھے۔ کہ یہ علاقے اس کے قبضے سے باہر نکالے ناگاہ یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ اس کے چچا شہزادہ شیر افضل نے بدخشاں کی جانب سے چترال پر حملہ کر دیا۔ اور اس کشمکش میں اجل نے مہلت نہ دی کہ وہ اپنے منصوبہ کو پورا کر سکے۔ چنانچہ شاہ افضل الملک خود بھی کام آیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

شیر افضل خان شاہ آمان الملک کا علاتی بھائی تھا۔ اور بیس سال سے افغانستان میں امیر کابل کی نظربندی میں رہتا تھا۔ اور بدخشاں میں امیر کا نائب تھا اس کو جب بھائی کی وفات اور بھتیجوں کے مابین خانہ جنگی کی اطلاع ملی تو موقع کو غنیمت جان کر دس افغانی لشکر کے ساتھ چترال کی جانب روانہ ہوا۔ اس کے ارادوں کی خبر شاہ افضل الملک کو پہنچ چکی تھی۔ مگر مہتر صاحب موصوف نے اس غلط فہمی میں پڑ کر کہ شیر افضل امیر کابل کے زیر حکومت ہے - - - - - - - - - - - ۔ اور امیر کابل حکومت برطانیہ سے معاہدہ کر چکا ہے۔ وہ ہرگز شیر افضل کو چترال پر حملہ کی اجازت نہ دیگا۔ اسکی جانب سے بیفکر ہو گیا تھا۔ شیر افضل نے بجلی کی سرعت سے درہ گبور عبور کیا۔ اور وہاں کے پہرہ داروں کو گرفتار کر کے آدھی رات کو دروش پہنچکر وہاں شہزادہ مرید دستگیر کو سوتے میں قتل کیا۔ اور راتوں رات چل کر شغور پہنچا اور وہاں شہزادہ

امیر الملک کو بھی دیکر اپنے ساتھ ملا لیا۔ شکوہ ارکاری کے علاقوں میں مشہور کیا۔ کہ امیر افغانستان کا لشکر میرے پیچھے آرہا ہے۔ جو میرے ساتھ نہ چلیں گے وہ بعد میں تباہ کئے جائیں گے۔ اور جو میرے ساتھ مل گئے۔ وہ انعام واکرام سے نوازے جائیں گے۔ چنانچہ علاقہ خذرہ کے باشندے بڑی تعداد میں شاہ سنگلم کی زیر سرکردگی اسکے لشکر میں مل گئے جو اس علاقہ کا معتبر رئیس تھا۔ اور درہ اشہ دردار کاری کے لوگوں کو بھی لوٹ مار میں حصہ لینے کا لالچ دے کر اپنے لشکر میں شامل کر لیا۔ چنانچہ اس وعدہ پر خوشی سے یہ لوگ لشکر میں شامل ہو گئے۔ اقسقال نایاب باشندۂ شغور بھی جو شاہ افضل الملک کے پسندیدہ اور معتبر اہلکاروں میں سے تھا طوع ورضا و خواہ جان کے خوف سے شیر افضل کے ہمرکاب روانہ ہوا۔ علاقۂ خذرہ کے لوگ شاہ افضل الملک سے اس لئے خفا تھے کہ تخت نشینی کے موقع پر بوجہ عدم الفرصتی انعامات میں سے ان کو کچھ حصہ نہیں ملا تھا وہ شکایت رکھتے تھے کہ ہم کو انعام سے محروم رکھا لہذا لوٹ مار میں حصہ لینے کے لئے شیر افضل کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ رات کے اندھیرے میں شیر افضل نے معہ لشکر روانہ ہو کر صبح ہونے سے پہلے ہی جبکہ شاہ افضل الملک اور اہالیان قلعہ خواب غفلت میں سو رہے تھے ناگہانی طور پر قلعہ چترال پر حملہ بول دیا۔ قلعہ کے نگہبانوں نے آنکھیں کھولیں تو ہر ایک کے سر پر چار افغان جنگجو شمشیر بکف کھڑے تھے۔ مجبوراً ہتھیار ڈالنے پڑے۔ شیر افضل کے رضاعی بھائی محمد عیسیٰ بن حرمت شاہ اور دانیال بیگ بن لاچین بیگ نے لشکر درہ خذرہ کے ساتھ باغ کے دروازے سے اور شاہ نادر خان بن شیر افضل لشکر اوژیر کے ہمراہ بڑے دروازہ کی راہ سے قلعہ میں داخل ہو کر ہلچل مچا دی۔ فضل رحیم بن دیوان بیگی ہزارہ بیگ بڑے دروازہ کے نگہبانی میں مارا گیا۔ مگر اقسقال فتح علی شاہ بھی جو وہاں موجود تھا بچ گیا۔ بادشاہ یہ شور سنکر حرم سرائے سے باہر نکلا اور بالا خانہ کے اوپر برج میں داخل ہوا۔ اور وہاں سے باہر کی طرف جب سر نکالا۔ تو ایک ساتھ چھ گولیاں ان پر چلائی گئیں۔ ایک نشانہ پیشانی پر لگا وہ نیچے آپڑا اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ القصہ بادشاہ کی شہادت کے بعد اقسقال نایاب کے لڑکے گلزار نامی نے تلوار سے انکے ہونٹ اور انگلیاں زخمی کر دیں۔ جسکی پاداش میں سردار نظام الملک کے عہد میں اس نمکحرام کو دریا میں غرق کر دیا گیا۔ بیٹے کی شہادت کی خبر سنکر ان کی والدۂ محترمہ خانزادیئے دیر حرم سرا سے نکل کر میاں حکمت شاہ کے مکان پر جا کر پناہ گیر ہوئیں۔

صبح پو پھٹتے ہی جنگ بند ہوئی۔ اور اہل درہ خذرہ نے شیر افضل کے وعدہ کے مطابق لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ اور جو جسکے ہاتھ آیا قبضہ کر لیا۔ شاہ سنگیم علی خان اور اقسقال نایاب جو مقتول بادشاہ کے مقربین خاص میں سے تھے شیر افضل کے اور بھی زیادہ مقرب بن گئے۔ ان کی بیوفائی اور اہل درۂ خذرہ کی نمکحرامی اور بیوفائی یادگار رہ گئی۔ یہ واقعہ ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۸ نومبر ۱۸۹۲ء بروز سہ شنبہ کی رات کو ظہور میں آیا۔ شاہ افضل الملک کی حکومت صرف دو ماہ نو دن رہی۔ دن چڑھتے ہی شاہ شہید کو قبرستان

شاہی میں لیجا کر دفن کیا گیا۔

ذاتی صفات

شاہ افضل الملک کا کوئی لڑکا نہیں تھا۔ صرف چار لڑکیاں یادگار رہ گیئں ۔ وہ سانولے رنگ کے میانہ قد اور تیز طبیعت تھے تیز خشمی کا یہ عالم تھا کہ شیر نر بھی لرز جائے سخاوت اور جود و نثار ان کا شیوہ تھا جو بس نہیں کرتے تھے۔ شہادت کی رات کو جبکہ وہ ہر جانب سے مطمئن تھا اپنے خیر خواہوں کے لیئے انعام و اکرام اور جاگیر و زمین تجویز کر کے قلمبند کرایا تھا تاکہ ان سب کو تقسیم کرے ۔ وہ سادہ زندگی کو پسند کرتے تھے اور ناچ و رنگ لہو و لعب سے نفرت کرتے ۔ کاہلی اور عیش و عشرت سے کوسوں دُور رہتے تھے۔ زیور علم سے آراستہ تھے۔ شعر بھی کہتے تھے موجودہ تاریخ چترال ان کا ابتدائی کارنامہ تھا جوان کے عہد میں اس کی تالیف کا مواد تسوید ہوا مگر ریاست میں انقلابات رونما ہونے کے باعث پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی ۔ اور ان کے حکم سے مولانا حسین کاشفی ؒ کی مشہور تصنیف کلیلہ و دمنہ کو مرزا محمد غفران صاحب نے نصف حصہ انتخاب کیا تھا جو اب تک شاہی کتب خانہ میں موجود ہے۔ شاہ مرحوم ابتدائے جوانی میں دراسن حکومت پر فائز تھے ۔ اور مہتر پہلوان کی معزولی کے بعد علاقہ مستوج بھی ان کے زیر نگین آ گیا تھا۔ اس طرح ان کی عمر کا زیادہ حصہ حکمرانی میں ہی گذرا۔ وہ بڑے حوصلے کے مالک اور اپنے والد بزرگوار کی طرح سنجیدہ سیاستدان تھے۔ اور انکے عزائم بڑے بلند تھے اگر اجل مہلت دیتی تو علاقہ دیر و جندول سے عمرا خان کی حکومت کے خاتمہ کا عزم کیا ہوا تھا۔ ان کے اس بیوقت زوال کا ظاہری سبب خاندانی بے اتفاقی ہی تھا۔ بھائیوں کا خون ناحق کرایا اور بڑے بھائی کو آوارہ بنایا اور دشمن کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا۔

کہتے ہیں کہ سردار نظام الملک گلگت میں انگریزی حکام سے ہمیشہ یہ درخواست کرتے رہتے تھے کہ میرے اور بھائی کے درمیان طریقہ صلح استوار کر کے ہمکو وطن کی طرف رخصت دیدیں۔ ورنہ دیر ہونے کی صورت میں میرا بھائی دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک ہو جائیگا۔ نظم

چو در خاندانی بیفتد خلاف ز ہر سو برآیند تیغ از غلاف
بگویم ز شیری کہ روباہ دون چو شورش بہ بیند در آید بہ لاف

۱ مرزا محمد غفران مرحوم نے اس بادشاہ کے انتقال پر بہت سے اشعار لکھے ہیں بخوف طوالت ان میں سے چند اشعار یہاں درج کرتا ہوں تاکہ یادگار رہے۔

افسوس کہ شاہ نوجواں رفت چوں گل ز چمن بناگہاں رفت
شاہ افضل کامگار نامی زین دار فنا فسردہ جان رفت

بود است گلی ز باغِ شاہی	از صدمۂ بادِ جورِ خزان رفت	
آن چشم چراغ و دیدۂ دل	اے دیدہ چہ شد کجا نہاں رفت	
از باغ حیات و کامرانی	آن سرو چمن چہ بیگمان رفت	
آن حشمت و جاہ حکم نادر	یک لحظہ چہ شد کجا چہ سان رفت	
آن ماہ سپہر بادشاہی	زیر تتق فنا نہان رفت	
آن صدر نشین جاہ و اقبال	بی دیدن کس لبان جان رفت	
در ماتم آن شہ جوان سال	فریاد نہ جان نا توان رفت	
آن گلبن باغ تاجداری	هیهات ز دست باغبان رفت	
در ہجرت آن گلاب سیراب	از بلبل دل عجب فغان رفت	
افسوس کہ نام شاہ افضل	از دفتر دہر بے نشان رفت	
بی لفظ ابد بگو بتاریخ	افسوس چہ شاہ نوجوان رفت	سنہ ۱۳۱۰ھ

یعنی لفظ ابد کو جو ابجد کے حساب سے سات بنتا ہے آخری مصرع سے نکالا جائے تو تاریخ وفات شہادت سنہ ۱۳۱۰ ہجری نکلتی ہے۔

مرحوم بادشاہ کے بارہ آدمی مسلح حفاظت کے لئے بالاخانہ میں موجود تھے اگر دشمن پر گولہ باری کرتے ممکن تھا کہ بادشاہ بچ جاتا۔ مگر ایک بھی انہیں سے اس ہمت و جرأت پر قادر نہ ہوا۔ اور ہمیشہ لور وطعن وملامت رہے۔ شاہ دوان مولکہوان کا سرکردہ تھا۔

شہزادہ شیر افضل خان ابن شاہ افضل ثانی،

۸ر نومبر سنہ ۱۸۹۲ تا ۲ر دسمبر سنہ ۱۸۹۲ء

مہتر شاہ افضل الملک کی شہادت کے بعد شیر افضل خان تخت پر قابض ہوگیا۔ اہالیان ملک میں سے بعض نے مجبوراً آکران کے ہاتھ پر بیعت کی۔

مخالفین کی فراری اور قتل

مہتر شیر افضل خان نے تخت نشینی کے بعد شاہ امان الملک اور انکے فرزندوں کے طرفداروں کا صفایا شروع کیا۔ مرحوم مہتر امان الملک کے رضاعی بھائی میموں بیگ کو نور یکہو میں اور دستان شاہ۔ و میر تنت شاہ رضاخیلوں کو بوری لشٹ میں قتل کرادیا۔ شہزادہ غلام دستگیر



شاہزادہ شیر افضل خان بحالت نظر بندی مدراس میں بمعہ خدمتگارونکے
جنمیں مرزا عافیت خان اسکی بیوی اور لڑکا بابا خ ن ہیں

اور شہزادہ کو ہکن بیگ جان بچا کر دیر بھاگ گئے ۔ اور یار خون کا حاکم عبداللہ خان و افسقال مرزا خان مستوج سے بھاگ کر گلگت میں شہزادہ سردار نظام الملک کے پاس پہونچے ۔ مہتر موصوف نے وزیر عنایت خان اور میر منشی مرزا محمد غفران کے قتل کے احکامات بھی صادر کر دیئے تھے مگر ایک مقرب کی سفارش پر وہ بچ گئے ۔

شہزادہ سردار نظام الملک کا حملہ

جب عبداللہ خان حاکم اور میرزا خان افسقال نے گلگت پہنچکر سردار نظام الملک کو تمام حالات سے آگاہ کیا ۔ تو سردار موصوف نے گلگت میں انگریزی حکام سے اجازت لیکر چترال کی جانب پیشقدمی کی ۔ انگریزی حکام نے کنجوت اور پونیال کے علاقہ سے کچھ دستے بھی سردار نظام الملک کے ساتھ روانہ کر دیئے تھے ۔ جب سردار موصوف غذر پہنچا تو وہاں تورکہو و موڑکہو کے لشکر کا ایک حصہ جو محمد عیسیٰ خان کی سرکردگی کی ماتحت وہاں موجود تھا ۔ ان سے علیحدہ ہو کر سردار محمد وزیر سے ملگیا اور یہاں محمد عیسیٰ کے ساتھ سخت لڑائی ہوئی اور محمد عیسیٰ مقابلہ کی تاب نہ لا کر پسپا ہو گیا ۔ اور وہاں سے شاہ نادر خان شیر افضل کے لڑکے پاس دراسن پہنچا ۔ اور اسکی اپنی بندوق بھی افسقال مرزا خان کے ہاتھ آئی ۔ سردار موصوف نے آگے بڑھکر مستوج پر قبضہ کر لیا ۔

شیر افضل نے ایک طرف دانیال بیگ کو لشکر کے ساتھ اپنے بیٹے شاہ نادر خان کی کمک پر دراسن بھیجدیا ۔ اور دوسری طرف اخوندزادہ محمد عاقل ایون اور سید محمد سعید خان باجوڑی کو جو دونوں معتبر اور عمر رسیدہ معززین تھے مصالحت کی خاطر سردار نظام الملک کے پاس روانہ کیئے اور تجویز کی کہ ملک دونوں میں تقسیم کر لیا جائے ۔ سردار موصوف جو مہتر شیر افضل خان کا بھتیجا ہونے کے علاوہ اسکا داماد بھی تھا ۔ تقسیم ملک پر راضی ہو گیا ۔ بشرطیکہ دراسن اور تورکہو بھی اسکے حصہ میں آئیں اور اپنی فوج کو آگے بڑھا کر دراسن کے سامنے مورچہ زن ہو گیا ۔

جنگ دراسن

سردار نظام الملک کے لشکر کی اطلاع پا کر محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ تورکہو اور موڑکہو کے لشکر کو لیکر قلعہ سے باہر نکلے اور ان کے مقابلہ پر صف آرا ہو گئے ۔ مگر چونکہ صلح کے مذاکرات بھی جاری تھے ۔ اس لئے طرفین جنگ سے اجتناب کرتے رہے لیکن شومئی قسمت مہتر شیر افضل کے ایک معتمد کابلی نوکر سید احمد خان نے سردار نظام الملک کے لشکر پر بندوق سے فائر کیا جسکے نتیجہ پر دونوں جانب سے گولہ باری شروع ہوئی اور جنگ رفتہ رفتہ شدت اختیار کرتی گئی ۔ جلد ہی سردار نظام الملک کے لشکر نے دریا کو عبور کیا اور شام تک دست بدست لڑائی ہوتی رہی ۔ دونوں جانب سے بہادروں نے داد شجاعت دی دانیال بیگ اور محمد عیسیٰ نے مردانہ وار پے در پے حملے کر کے شجاعت کے مظاہرے کیئے مگر سردار نظام الملک کی فوجوں کو پیچھے نہ ہٹا سکے شام ہونے پر مہتر شیر افضل کا لشکر قلعہ میں واپس چلا گیا ۔ اور سردار نظام الملک نے محترم رضا خیل کے گھر جا کر قیام کیا ۔ دوسرے دن سردار موصوف نے قلعہ دراسن کو چاروں طرف سے گھیر لیا شاہ نادر خان اور اسکے سردار محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ وغیرہ نے مقابلہ کو بے سود سمجھ کر آدھی رات کو باہر نکل کر راہ فرار اختیار کی اور براہ آوبرد اشدر وانکاری بدخشان چلے گئے ۔ سردار نظام الملک نے انکا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی ۔

اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ مہتر شیر افضل خان کے بیس ملازم جو وہاں موجود تھے گرفتار کر لئے گئے۔ دس دن یہاں قیام کرنے کے بعد سردار نظام الملک نے مع لشکر چترال کی طرف کوچ کیا۔

مہتر شیر افضل خان کی فراری

جس وقت سردار نظام الملک کا لشکر دراسن کی جانب روانہ ہو رہا تھا۔ مہتر شیر افضل خان نے اندازہ لگایا کہ اب چترال میں اسکی حکومت کے استحکام کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ اسکی ساری امیدیں قلعہ دراسن کے دفاع پر مرکوز تھیں جہاں اس کا لڑکا شاہ نادر خان اور دو بہادر سردار محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ لشکر کے بڑے حصے کے ساتھ مامور تھے چونکہ اہل چترال کی جانب سے سب اپنے ساتھ لیکر شغور پہونچا اور وہاں سے جنگ دراسن کے نتیجہ کا انتظار کرنے لگا۔

اس اثنا میں اسے سردار نظام الملک کا پیغام ملا جسمیں اس نے تقسیم ملک کی بنیاد پر صلح پر رضامندی کا اظہار کیا تھا یہ دیکھ کر اسکی کچھ ہمت بندھی اور وہ پھر شغور سے چترال چلا آیا۔ اور لشکر لیکر دراسن کی جانب روانہ ہوا تاکہ وہاں سردار نظام الملک سے صلح کی کوشش کرے۔ اور اپنے بیٹے شاہ نادر شاہ کو بھی بوقت ضرورت مدد پہنچا سکے لیکن دو میل ہی چلا تھا کہ اسے جنگ دراسن میں شاہ نادر خان۔ محمد عیسیٰ اور دانیال بیگ کے شکست کھا کر بھاگ جانے کی اطلاع ملی۔ لاچار واپس چترال آیا۔ اور اسی شام کو بتاریخ ۲ دسمبر ۱۸۹۲ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۱۰ھ براہ تورسٹ و اسمار کابل روانہ ہو گیا۔ اس نے کل ۲۷ دن چترال پر حکومت کی۔ شیر افضل خان متواضع اور نرم زبان شخص تھے چترال کے بہت سے لوگ ان سے وابستگی رکھتے تھے۔

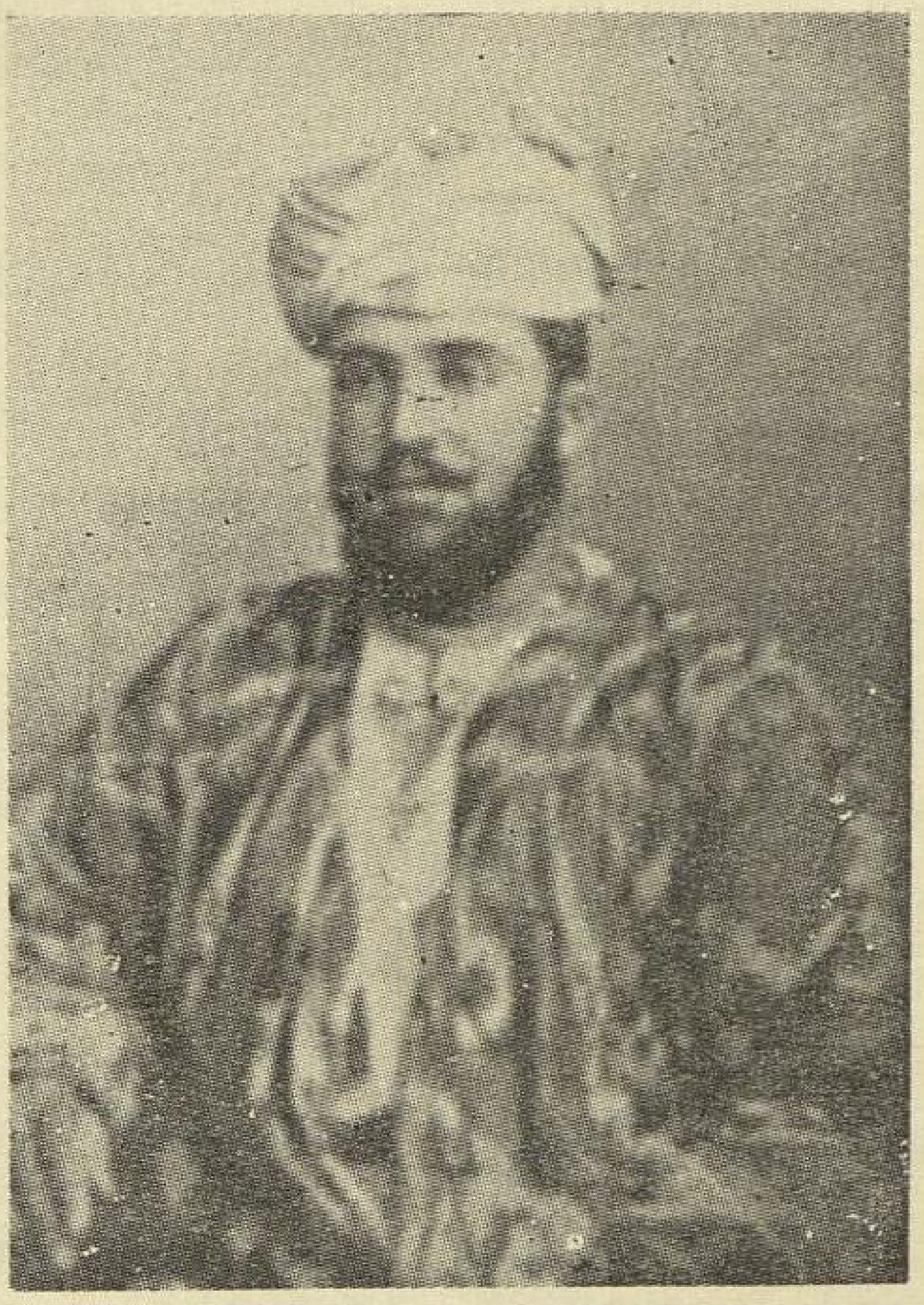
سردار نظام الملکؒ بن شاہ امان الملکؒ

(۱۶ دسمبر ۱۸۹۲ء / ۱۳۱۰ھ تا یکم جنوری ۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ھ)

تخت نشینی

ابھی سردار نظام الملک قلعہ دراسن میں ہی تھا کہ اسے شیر افضل خان کے فرار ہونے کی اطلاع ملی۔ چنانچہ وہ دراسن میں دس دن قیام کرنے کے بعد ایک عظیم لشکر کے ساتھ چترال کی جانب روانہ ہوا اور ۱۶ دسمبر ۱۸۹۲ء کو یہاں پہنچ کر تخت شاہی پر جلوس فرمایا۔

اگرچہ اہالیان ملک نے اس کے بھائی شاہ افضل الملک اور عم نامہربان شیر افضل خان کے دور حکومت میں اس کے ساتھ کافی بے وفائی کی تھی۔ اور اب انجام سے ڈرتے تھے مگر اس نیک دل حکمران نے سب کو معاف کر کے مطمئن کر دیا اگرچہ بعض اہالی ملک کو شیر افضل خان کے ساتھ سابقہ دل بستگی کے سبب وہی گمان تھا۔ جو ان کے دوبارہ مراجعت کے متوقع تھے۔ اس لئے کچھ لوگ یہاں سے کابل کی طرف بھاگ بھی جاتے تھے۔ ان کے عمدہ کردار اوصاف نہایت بلند تھے۔ چنانچہ مرزا محمد غفران اپنے اشعار میں یوں بیان فرماتے ہیں جو اختصار کر کے درج کرتا ہوں۔



مہتر سردار نظام الملک والئ چترال

گرامی نسب شاہ عالی تبار	زہے گوہر کان حلم و وقار
خداوند طالع خداوند بخت	سزاوار شاہی سزاوار تخت
حمیدہ شمایل پسندیدہ خوئی	بخوبی نکو از ہمہ بردہ گوئی
بصورت چو مہر و بصیرت چو ماہ	کمال جمالش بمعنی گواہ
خطابخش شاہی بہمت بلند	زاحسان بر دم نہادست بند
مہ اوج شاہی گل باغ داد	بسی خستہ خاطر از وگشت شاد
ز بویش معطر دماغ زمان	ز رویش منور دل مردمان
شہی نامور خسرو کامگار	ز دریائے شاہی دُرِ شاہوار
پدر بر پدر شاہ والا شکوہ	خوش مسند شاہ والش پژوہ
ہمہ وقت چوں گل شگفتہ جبین	بہ پیشانیش کس ندید است چین
گلِ باغ دولت بسی تازہ روئے	مہ اوج حشمت پسندیدہ خوئے

برطانوی سفارت سردار نظام الملک نے گلگت سے روانگی کے وقت وہاں انگریزی حکام سے وعدہ کیا تھا کہ اسکی کامیابی کی صورت میں دو انگریز افسر مستوج میں اور ایک برٹش پولیٹیکل افسر چترال میں تعینات کئے جائیں گے۔ چنانچہ تخت حکومت پر فائز ہونیکے بعد گلگت کے برطانوی حکام کو لکھا ازبسکہ ملک میں دشمنوں کی تعداد کافی ہے۔ اور بیرونی حملے کا خطرہ دور نہیں ہوا ہے ایک انگریز افسر مع ایک مسلح دستہ کے چترال میں مقرر کیا جائے تاکہ ملک میں امن و اطمینان قائم رہے گورنمنٹ برطانیہ نے منظور کر کے مسٹر رابرٹسن کو مع تین متصبداران انگریز اور پچاس سپاہ کے گلگت سے بھیجا گیا۔ اور وہ ۲۵ جنوری ۱۸۹۲ء کو چترال پہنچے کچھ عرصہ بعد جب حالات سدھر گئے۔ اور ملک محفوظ ہو گیا۔ تو یہ سفارتی مشن واپس گلگت چلا گیا۔

محمد ولی خان بن مہتر میر ولی شاہ افضل الملک مرحوم نے محمد ولی خان کو سردار نظام الملک کے گلگت جانے کے بعد ورشگوم کا حکمران مقرر کیا تھا۔ جب سردار نظام الملک تخت حکومت پر فائز ہوئے تو محمد ولی خان نے اطاعت سے انحراف کیا۔ اور وہاں سے کچھ عرصہ بعد گلگت چلا گیا۔ پھر وہاں سے یاغستان تانگیر میں جاکر رہنے لگا۔

چترال میں پولیٹیکل افسر مسٹر رابرٹسن کی مراجعت گلگت کے بعد سردار نظام الملک کی درخواست پر ایک برطانوی پولیٹیکل آفیسر کپتان ینگ ہسبنڈ چترال میں تعینات ہوا کچھ عرصہ بعد یہ افسر چترال سے مستوج جاکر وہاں مستقل طور پر رہنے لگا۔ البتہ کبھی کبھی یہ افسر مہتر نظام الملک کے ساتھ چترال

یا مستوج میں ملاقات کیا کرتے تھے۔ سردار نظام الملک اپنی موروثی حکومت پر قبضہ کرنے میں برطانوی حکومت کا احسانمند تھا اور اسکے تعلقات گلگت میں حکومت برطانیہ کے منصب داروں کے ساتھ نہایت دوستانہ اور خوشگوار تھے اور وہ ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ حکومت برطانیہ کی خوشنودی حاصل کر کے ان کے احسان کا بدلہ اتار دے۔

شہزادہ امیر الملک کا مخالفانہ رویہ

مہتر شاہ افضل الملک اور سردار نظام الملک والئی دیر کی لڑکی کے بطن سے تھے۔ اور خان اسمار کی لڑکی سے شہزادہ امیر الملک اور شہزادہ شجاع الملک دو حقیقی بھائی تھے۔ جنمیں آخر الذکر کمسن اپنے رضاعی باپ کے گھر میں پرورش پاتا تھا شہزادہ امیر الملک مہتر شیر افضل خان کے حملہ کے وقت شغور میں حکومت کرتا تھا۔ جب شیر افضل خان چترال سے فرار ہوا تو یہ بھی اسکے ساتھ ترک وطن کر کے عمرا خان والی جندول کے پاس چلا گیا۔ اور حکومت دروش کا طلبگار ہوا لیکن چونکہ سردار ممدوح علاقہ درشگوم محتشم شاہ بن تجمل شاہ کو علاقہ شغور شاہ افضل بن ہمایوں شاہ کو اور علاقہ دروش شہزادہ کوہ کت بیگ بن شاہ افضل ثانی کو تقسیم کر چکا تھا۔ اور خصوصاً دروش شہزادہ امیر الملک کی حکومت کی وجہ سے اور اسکی اور خان جندول کی باہمی سازش کرنے اور شرارت کا احتمال تھا۔ اس نے امیر الملک کی یہ درخواست منظور نہیں کی اس وجہ سے شہزادہ امیر الملک بھائی سے آزردہ خاطر تھا۔ اس کے علاوہ بعض شاہی اہلکاروں کی بے توجہی اور حسن سلوک میں کوتاہیوں سے وہ مہتر نظام الملک سے خفا ہو گیا تھا۔

سردار نظام الملک کے شہزادہ شجاعت الملک کی نسبت نیک خیالات

سردار ممدوح اپنے نو عمر بھائی شہزادہ شجاع الملک کو بے حد عزیز رکھتا تھا۔ اور جہاں وہ شہزادہ امیر الملک کی غلط روش سے آزردہ خاطر تھا۔ شہزادہ موصوف کے متعلق نہایت اچھی امیدیں اور نیک خیالات رکھتا تھا۔ مرزا محمد زعفران صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ایکدفعہ سردار موصوف نے مجھ سے کہا کہ شہزادہ امیر الملک کی روش روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے۔ اور وہ امور سیاست سے بالکل بے بہرہ نظر آتا ہے۔ میرا چھوٹا بھائی شہزادہ شجاع الملک ہر طرح سے لایق اور عاقل ہے مگر افسوس ہے کہ ابھی بہت کمسن ہے ورنہ میری دلی آرزو ہے کہ اس دنیوی جھنجٹ سے سبکدوش ہو کر اور حکومت اسکے حوالہ کر کے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں جا کر اپنی باقی ماندہ زندگی بسر کروں مگر ڈرتا ہوں کہ شہزادہ شجاع الملک کی کمسنی کیوجہ سے ملک میں کوئی فتنہ اور شورش پیدا نہ ہو جائے۔

مہتر نظام الملک سردار کی شہادت

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ شہزادہ امیر الملک سردار ممدوح سے آزردہ خاطر تھا۔ رفتہ رفتہ اسی خفگی نے دشمنی کی شکل اختیار کر لی اور وہ خفیہ طور سردار نظام الملک کے قتل کی سازش کرنے لگا۔ ملک کے بعض رؤسا خصوصاً عبدالرحمن خان بن میر معظم خان قوم رضا خیل، حاتم بیگ بن نادر جنگ حاتم بیگیہ۔ شمس پناہ وصورت قوم بیگیہ بھی اس سازش میں اسکے ساتھ شریک تھے۔ اگرچہ سردار موصوف کو بھائی کے ان فاسد خیالات کا علم ہو چکا تھا۔ مگر چونکہ وقت آ گیا تھا



شاہزادہ امیرالملک (مرحوم)
بحالت نظر بندی مدراس میں

احتیاط نہ کر سکا۔ آخر کار یکم جنوری ۱۸۹۵ء کو جبکہ وہ مقام بروز میں کورڈ کے مقام پر بازوں کا شکار کر کے واپس روانہ ہونے کی غرض سے گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ شہزادہ امیر الملک کے ایک کلاش ملازم احمد جان سکنہ لاڑی نے بندوق سے بادشاہ پر فائر کیا۔ سردار ممدوح گھوڑے سے گر پڑے اور جان جان آفرین کے سپرد کی۔
انا للہ و انا الیہ راجعون ؕ

شہزادہ امیر الملک نے جو خود وہاں موجود تھا۔ بآواز بلند کہا کہ یہ میرے حکم سے ہوا ہے۔ اور گھوڑا دوڑا کر قلعہ چترال میں پہنچا اور تخت حکومت پر قبضہ کر لیا۔ سردار شہید کی والدہ خونزا صاحبہ دیرہ روتی پیٹتی قلعہ سے باہر نکل کر گاؤں روانہ ہو گئیں اور شاہ نظام الملک شہید کا جنازہ بروز سے لاکر دوسرے دن قبرستان شاہی میں انکے والد بزرگوار کے مقبرہ کے ساتھ دفن کیا گیا۔ علامہ مرزا محمد غفران نے انکا مرثیہ یوں لکھا ہے اور آخری مصرع حیف را باد ریغ سے تاریخ شہادت نکالی ہے جو قابل داد ہے۔

شہ پر خرد خسرو نامدار
ستودہ باخلاق روشن رائے
ازیں دار فانی چو بربست رخت
بتاریخ فوتش صدا شد ز بیغ

ز شاہاں نامی خوشا یادگار
ہدانش بزرگ و بسایہ ہمائے
سوئے تختہ آمد ز بالائے تخت
بیا ہم بگیں حیف را باد ریغ
۱۳۱۲ھ

سردار نظام الملک حسن صورت، شائستگی اور سیرت میں باکمال تھے کم گو، نرم گفتار، حلیم و بردبار۔ نماز پنجگانہ کے پابند اور وعدہ کے پکے تھے ایام شہزادگی میں شکار کے شوقین اور عیش پسند تھے۔ کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ وفات سے دس دن پہلے دنیا کی محبت ان کے دل سے زائل ہو چکی تھی اور عزم کیا ہوا تھا کہ سفر حج اختیار کرے۔ دنیا کی بے اعتباری سے برکنار زندگی کو حکومت پر ترجیح دیتے تھے۔

شاہزادہ امیر الملک بن شاہ امان الملک

۲ جنوری ۱۸۹۵ء تا ۳ مارچ ۱۸۹۵ء

شہزادہ امیر الملک بھائی کو قتل کر کے فوراً قلعہ میں پہنچا اور اپنی فرمانروائی کا اعلان کر دیا لوگوں میں سے چند نے خوشی سے اور اکثر نے محض خوف و مجبوری سے اسکی فرمانروائی کو تسلیم کیا۔

برٹش ایجنٹ کا رویہ | لفٹنٹ گرڈن پولیٹیکل افسران دنوں ایک نیٹو اسسٹنٹ ایک منشی۔ ایک ہاسپٹل اسسٹنٹ

اور آٹھ سپاہیوں کے ساتھ چترال میں موجود تھا۔ وہ سردار نظام الملک کے متعلق یہ خبر سنکر نہایت خفا ہوا۔ اور اپنے شاف کے لئے بھی خطرہ محسوس کرنے لگا۔ مگر مہتر امیر الملک نے آدمی بھیجکر اس کو تسلی دی اور دوسرے دن خود جاکر اس سے ملا اور حکومت برطانیہ کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ اسے حکمران تسلیم کیا جائے۔ گرڈن بہادر نے جو شاہ نظام الملک کے قتل پر سخت غمگین تھا۔ جواب دیا کہ میں خود فی الحال کچھ نہیں کر سکتا۔ البتہ گورنمنٹ کو رپورٹ بھیجدونگا اور جواب آنے پر آپ کو مطلع کرونگا۔

عمرا خان والئی جندول کا چترال پر حملہ

مہتر امیر الملک کو عمرا خان والئی جندول کے ساتھ رشتہ داری اور خاص دوستانہ تعلقات کی بنا پر یہ توقع تھی کہ وہ استحکام حکومت میں اس کو مدد دیگا لیکن عمرا خان نے خلاف توقع جونہی سردار نظام الملک کی شہادت اور چترال میں بدانتظامی کی خبر سنی ایک بڑا لشکر لیکر موسم سرما کے مشکل وقت میں درہ لاوری کو عبور کر کے چترال پر حملہ آور ہوا۔ مہتر امیر الملک نے اس سے مطلع ہو کر اپنے چچا شہزادہ کوہکن بیگ کو قلعہ دروش کے استحکام و حفاظت کے لئے مقرر کیا۔ عمرا خان نے مہتر امیر الملک کو پیغام بھیجا کہ آپ اشرت کے مقام پر میرا استقبال کریں تاکہ دونوں ملکر باشگل پر حملہ کریں۔ اگر نہیں آئے تو پھر دروش کے علاقہ پر میں حملہ کرونگا۔ مہتر امیر الملک نے سوچا کہ اس نے مجھے اپنے قبضہ میں کرنے کیلئے کوئی تجویز سوچ رکھی ہے چنانچہ اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ گفتگو جاری رکھی۔ اور ملک کے دوسرے حصوں سے لشکر جمع کرنے لگا۔ تین سو آدمی شہزادہ یادگار بیگ و محمد افضل بیگ کے ساتھ دروش روانہ کئے انہوں نے لاوری مقام پر جاکر مورچہ لگایا۔

مسٹر رابرٹسن کی آمد

اسی اثنا میں خبر ملی کہ گلگت سے سٹر مابعد سر جارج رابرٹسن چترال آرہے ہیں مہتر امیر الملک نے اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو ان کے استقبال کے لئے مستوج بھیجا۔ اور خود گہیرت چلا گیا تاکہ حملہ آوروں کے خلاف دفاعی مورچے مضبوط کرے۔ شہزادہ نے سنوغر پہنچکر رابرٹسن سے ملاقات کی اور وہاں سے دونوں چترال کی طرف روانہ ہوئے بونی مقام پہنچے۔ تو ان کو جنگ دروش میں عمرا خان کی فتح کی اطلاع ملی۔ صاحب موصوف جلد تر چترال پہنچنے کے لئے راتوں رات سفر جاری رکھتے ہوئے سڑک کے دونوں طرف مشعلیں جلا کر روشنی کرتے ہوئے یکم فروری ۱۸۹۵ء کو چترال پہونچے۔ اور شہزادہ شجاع الملک کے انتظام سے خوش ہوئے۔

جنگ گرہ میل دروش

عمرا خان خود کالکٹک میں رہا۔ اور اپنے لشکر کو جو پانچ ہزار سے زیادہ تھا اپنے چچازاد بھائیوں عبد المجید خان اور عبد الغنی خان کے ماتحت ۲۵ جنوری ۱۸۹۵ء کو دروش کی جانب روانہ کیا۔ شہزادہ کوہکن بیگ مع دو سو مسلح سپاہ کے قلعہ دروش میں موجود تھا۔ شہزادہ یادگار بیگ و محمد افضل بیگ تین سو آدمیوں کو لیکر قلعہ سے باہر گرہ میل کے پشتہ پر (جواب سرکاری چھاؤنی ہے) مقابلہ کیلئے تیار تھے مگر عمرا خان کے لشکر نے قلعہ کو اپنے حال پر چھوڑ کر نالہ دروش کو عبور کیا۔ اور ان تین سو آدمیوں پر گولہ باری شروع

کی۔ اس موقع پر اگر قلعہ کے اندر سے عمرا خان کے لشکر پر گولہ باری کی جاتی تو ان کا نالہ درویش عبور کرنا نہایت مشکل ہوتا۔ لیکن شہزادہ کوہ کن بیگ اور شیر اعظم حاکم درویش نے قلعہ والوں کو گولہ باری سے منع کیا۔ انکی غداری یا پست ہمتی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل قلعہ کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ باہر نکل کر فرار ہونے لگے۔

پشتہ گرد بیل پر شہزادہ یادگار بیگ کے ماتحت لشکر نے نہایت ہمت و جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا لیکن تین سو کا پانچہزار سے کیا مقابلہ ہوتا۔ آخر کار پسپا ہوئے اور راہ فرار اختیار کی۔ اس لڑائی میں چالیس آدمی ہلاک ہوئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ ہلاک ہونیوالوں میں نصرت علی خان قوم بردشہ سکنہ ریشن۔ گوہر حیات زوندرہ سنوغر۔ غلام حضرت رضا خیل بونی۔ قابل ذکر ہیں۔ کرشاسپ لال رضا خیل بولکہو، محمد شفیق محمد بیگے کوشٹ، تمین خان مدروزی اویون زخمی ہوئے۔ آخرالذکر تمین خان جو بعد میں اویون کا حاکم ہوا۔ شمشیر زنی سے افغانوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ اور آخر کار زخمی ہوگیا۔ افغانوں نے اس لشکر پر فتح حاصل کر کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اسکے مقابلہ پر دو برج تعمیر کئے۔

دفاع گہیرت و چترال

اس اثنا میں مسٹر رابرٹسن بھی مع چار سو سکھ سپاہیوں کے ساتھ چترال پہنچ چکے تھے۔ مہتر امیر الملک گہیرت سے چترال آیا اور صاحب موصوف سے امداد کی درخواست کی مگر اس کے ساتھ سپاہی بھیجنے سے انکار کرنے پر مایوس ہو کر واپس گہیرت چلا آیا۔ ادھر رابرٹسن نے دو سو سپاہی شہزادہ شجاع الملک کے ساتھ قلعہ چترال میں تعینات کئے تو مہتر امیر الملک کو خدشہ محسوس ہوا اور جلد چترال واپس آکر بھائی کو بھی اپنے ہمراہ لیکر کیبو چلا گیا۔ وہاں شہزادہ موصوف کو ایک لشکر کا قائد بنا کر لاوی کے مورچہ پر بھیجدیا۔ مگر جب اسے خبر ملی کہ لشکر شہزادہ کے ساتھ غداری کا ارادہ کر رہا ہے اسے واپس کیبو بلا لیا۔

قلعہ درویش پر افغان قبضہ

اگرچہ قلعہ درویش کے اندر اتنے لوگ موجود تھے۔ جو قلعہ کی کافی مدت تک حفاظت کر سکتے تھے مگر شہزادہ کوہ کن بیگ اور حاکم شیر اعظم کی غفلت کی وجہ سے افغانوں نے قلعہ کے پانی کا راستہ جو دریا کی جانب اترتا تھا۔ اپنے قبضے میں کر لیا۔ اہل قلعہ پیاس کی وجہ سے مقابلہ سے عاجز آگئے اور ۲۰ شعبان ۱۳۱۲ھ کو مع اسلحہ و مال وغیرہ مجید خان سالار افغانی لشکر کے حوالے کر کے اپنی جان بچانے کو غنیمت سمجھا اور بدنامی و کم ہمتی کا ٹیکہ ہمیشہ کے لئے اپنے نام پر لگا یا کل ایک سو ساٹھ سنائیڈر بندوقیں مع بے شمار کارتوس وغیرہ اسلحہ دشمن کے ہاتھ آیا۔ مہتر امیر الملک مع شہزادہ شجاع الملک یہ اطلاع سنکر کیبو سے پسپا ہو کر گہیرت کے تنگ مورچہ پر دشمن کے حملے کے خلاف تیاریوں میں مشغول ہو گیا لاوی مقام پر جو فوج تھی وہ بھی گہیرت آگئی۔ لیکن دشمن کی بڑھتی ہوئی طاقت کے مدنظر مدافعت مشکل دیکھ کر مع بھائی کے چترال میں رابرٹسن کے پاس آکر مدد کی درخواست کی۔ کرنل رابرٹسن نے مہتر امیر الملک کو تو چترال میں ہی رکھا اور اسکے چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو دو برطانوی افسروں کپتان بیرڈ اور کپتان ٹونشنڈ اور شہزادہ بہادر خان کے ساتھ گہیرت روانہ کیا۔

شہزادہ شیر افضل خان کی دوبارہ آمد اور عمرا خان سے الحاق

جن دنوں شہزادہ شیر افضل خان کابل میں تھا اس کا معتمد دانیال بیگ کئی ماہ سے جندول میں خان عمرا خان والی جندول کے پاس موجود تھا۔ مہتر نظام الملک کی شہادت کی اطلاع ملتے ہی خان جندول شیر افضل خان کو خبر بھیجکر خود چترال روانہ ہوا۔ اور جلد ہی شہزادہ شیر افضل خان بھی باجوڑ و دیر کے راستہ دروش پہنچا۔ عمرا خان جو ایک مکار سیاستدان تھا جانتا تھا کہ چترال کے شاہی خاندان میں تفرقہ ڈالنے اور اسلحہ چترالی مدافعت کو کمزور کرنے کیلئے شہزادہ موصوف بہترین ذریعہ ہے۔ وہ بہت خوش ہوئے چنانچہ اس نے شیر افضل کی خاطر تواضع کی اور اسکی اہم پوزیشن سے فائدہ اٹھانے لگا۔

چترال میں سیاسی ہلچل

چنانچہ شہزادہ شیر افضل کے میدان میں اترتے ہی چترال کی سیاسی حالت بھی دگرگوں ہوگئی۔ اور فضا بدل گئی حتیٰ کہ کرنیل رابرٹسن نمائندہ حکومت برطانیہ نے بھی اعلانیہ اس امر کا اظہار کیا۔ کہ چونکہ شہزادہ شیر افضل خان جلے خلاف حکومت برطانیہ کو ذاتی عناد نہیں اگر اسے اکثریت تسلیم کرے تو وہ بھی اُسے تسلیم کرے گی اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے لوگوں کی اکثریت جو سردار نظام الملک کے قتل کی وجہ سے مہتر امیر الملک سے خفا تھی۔ اور شہزادہ شجاع الملک کی کمسنی مدنظر رکھتے تھے۔ شہزادہ شیر افضل خان کی جانب متوجہ ہوئے اسی اثنا میں وزیر عنایت خان خیر آباد جا کر شہزادہ موصوف کے معتمد دانیال بیگ سے مل کر واپس گہیرت آیا۔ جسکا مطلب یہ لیا گیا کہ وہ برطانوی افسروں کے حکم سے گیا تھا۔ اور عنقریب حکومت شیر افضل خان کی تحویل میں دے دی جائیگی۔ اس طرح لوگوں کے خیالات منتشر ہونے لگے اور شیر افضل کی طرف خاص و عام کا رجوع ہوا۔ ان حالات سے باخبر ہوکر کرنیل رابرٹسن خود گہیرت گیا اور وزیر عنایت خان کے دانیال بیگ سے ملنے پر سخت خفگی کا اظہار کیا۔

کرنیل رابرٹسن کا رویہ

کرنیل موصوف نے شہزادہ شیر افضل خان کو خط لکھ کر بھیجا کہ آپ عمرا خان والی جندول سے علیحدہ ہوکر ہمارے پاس آجائیں۔ اگر اہل ملک کا میلان آپ کی جانب ہوا تو اکثریت کی خواہش سے سرکار برطانیہ کو آگاہ کرینگے۔ مگر شہزادہ کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا۔ اس نے بجائے خط کا تحریری جواب دینے کے اپنے ایک کابلی ملازم سید احمد خان کو ایک درشت جواب دے کر کرنیل رابرٹسن کے پاس بھیجا اور اس ملازم نے گستاخانہ انداز میں کرنیل رابرٹسن سے مطالبہ کیا کہ برٹش افواج اور افسر چترال اور مستوج کو خالی کر کے واپس چلے جائیں۔ صرف ایک اخبار نویس چترال میں مقرر ہو اور جو سالانہ دفاعی امداد والیان چترال کے لئے گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے مقرر ہے وہ شہزادہ شیر افضل کو ملے اگر یہ شرائط منظور نہ ہوں تو بروز شمشیر تمکو اس ملک سے نکال دیا جائیگا۔

کرنیل رابرٹسن یہ جواب سنکر غصہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور شہزادہ شجاع الملک کو ہمراہ لیکر گہیرت سے واپس چترال چلا آیا۔ شہزادہ شیر افضل خان نے مستوج و چترال کے درمیان راستے اور ڈاک کا سلسلہ مسدود کرا دیا اور جانبین کے درمیان مفاہمت منقطع ہوکر مخالفت شروع ہوگئی۔

مہتر امیر الملک کی گرفتاری

بتاریخ ۳ مارچ ۱۸۹۵ء کو قلعہ چترال میں کرنل رابرٹسن نے معتبرین ملک کا جلسہ کیا اور ان کے سامنے مہتر امیر الملک کو طلب کر کے کہا کہ چونکہ تم سے چند ایسی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ جو حکومت برطانیہ کی ناراضگی کا سبب ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ تم نے اپنے بھائی سردار نظام الملک کو بھی قتل کرا دیا۔ دوم یہ کہ تم نے عمرا خان جندول کو چترال آنے کی دعوت دی اور اس کے مقابلہ میں کوئی قابلیت نہ دکھا سکے ملک کی اکثریت بھی تمکو چھوڑ کر اس کے ساتھ مل گئی ہے۔ تمہارے مشیر جو مشورہ تم کو دے رہے ہیں۔ وہ بھی ہمکو معلوم ہو گیا ہے۔

لہٰذا ان امور کے مدنظر تم کو تخت حکومت سے معزول کر کے تمہارے چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو حکمران بناتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ ان کے زیر حکومت چترال امن و خوشحالی کے دن گذاریگا۔ اس اعلان کے بعد مہتر امیر الملک کو نظر بند کر دیا گیا اور شہزادہ شجاع الملک تخت نشین ہوا حکمران کی حیثیت سے انھوں نے سب سے پہلا حکم یہ دیا۔ کہ مہتر نظام الملک کے قاتل کو سزا دیجائے۔ چنانچہ امیر الملک کے اس ملازم کو گرفتار کر کے قصاصاً اسکی گردن اڑا دیگئی۔

گیارھواں باب

اعلیحضرت ہز ہائینس سر شجاع الملک مہتر والئی چترال کے سی آئی ای

۳ مارچ ۱۸۹۵ء ۱۳۱۲ھ تا ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء ۱۳۵۵ھ

تخت نشینی

۴ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ مطابق ۳ مارچ ۱۸۹۵ء کو قلعہ چترال کے دربار میں مسٹر جارج رابرٹسن (مابعد سر جارج رابرٹسن کے سی آئی ای) برٹش ایجنٹ گلگت نے جو ان دنوں چترال میں مقیم تھے۔ مہتر امیر الملک کی معزولی کے بعد اس کے حقیقی چھوٹے بھائی شہزادہ شجاع الملک کو تخت پر بٹھا دیا اور حکومت برطانیہ کی جانب سے ان کو ریاست کا حکمران تسلیم کر لیا۔ حاضرین دربار نے کھڑے ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی انمیں شہزادہ کوکمن بیگ، شہزادہ بہادر خان شہزادہ محمد علی بیگ۔ بہادر شاہ۔ وزیر عنایت خان۔ افسقال فتح علی شاہ شہزادہ خان رضا خیل۔ نسب علی خان خسردہ۔ مرزا محمد غفران، بہادر اتالیق۔ دیوان بیگی وفادار خان قابل ذکر ہیں۔ کئی برطانوی افسر بھی موجود تھے۔ شہزادہ شجاع الملک اس وقت چودہ سال کی عمر کے تھے۔ وہ شاہ امان الملک مرحوم کے چوتھے فرزند تھے۔ اس جوان بخت تاجدار کی تخت نشینی کا اعلان سارے ملک میں کیا گیا ان کی تاریخ جلوس کو ان کے میر منشی علامہ مرزا محمد غفران نے ذیل ابیات میں اس موقع پر پیش کیا۔

شجاع الملک، شاہ ثاقب اختر — کہ چوں بر مسند شاہی نہد گام
صدا شد از فلک کائے خاک چترال — مبارک مر ترا ایں امن و آرام
ازیں پس عیش و شادی باد کارت — باقبال شہ با حشمت و نام
دعا گو شد ملائک از بر چرخ — تہی باد از تنش از رنج ایام
مدام از ساغر راحت نوشند — مئے شادی ہمیشہ باد با کام
ہمیشہ دوستانش باد خرم — عدویش باد دائم خوار و گمنام
بتاریخش چو پرسیدم ز ہاتف — بگفت از لفظ بخشش یافت انجام

زماہ صوم چہارم روز شنبہ
بشد بر تخت شاہی شاہ با نام

ملک کی حالت

شاہ شجاع الملک کی تخت نشینی کے وقت چترال ایک خطرناک دور سے گذر رہا تھا۔ عمرا خان والئی جندول اور شہزادہ شیر افضل خان کے کثیر التعداد لشکر لاوری کی راہ سے آگے بڑھ کر دروش پر قبضہ کر چکے تھے۔ گلگت کے مورچہ سے مہتر میر الملک کی واپسی اور معزولی کے بعد چترال تک کا راستہ ان کے لئے صاف ہو چکا تھا اور شہزادہ شیر افضل خود دالیون پہنچکر چترال پر حملہ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ ملک کے لوگوں کی اکثریت ان کے حق میں تھی۔ چترال سے اوپر مستوج تک کے اضلاع شیر افضل خان کے حق میں اعلان کر چکے تھے اور اس کے لشکر کے کچھ حصے ادھر پہنچکر مستوج و چترال کے راستوں کو کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ برطانوی نمائندہ سر جارج رابرٹسن حالات کی نزاکت کا بر وقت اندازہ لگا کر اپنی مختصر مسلح جمعیت اور برٹش افسروں کے ساتھ قلعہ چترال میں منتقل ہو چکا تھا۔ اور گنتی کے چند معززین قلعہ میں موجود تھے۔ جو کمسن حکمران شاہ شجاع الملک کی وفاداریوں کا دم بھرتے تھے۔ چنانچہ بادشاہ وقت کی تخت نشینی کا اعلان ملک کے سب حصوں میں کرایا گیا۔ تو کسی نے اس پر توجہ نہ دی تھی۔

جنگ خرکشاندہ چترال

شہزادہ شیر افضل خان نے جو ملک میں اپنی مقبولیت پر نازاں تھا شہزادہ یادگار بیگ کو آیون سے برطانوی ایجنٹ سر جارج رابرٹسن کے پاس روانہ کیا تاکہ صلح کی بات چیت کرے۔ اور خود بھی روانہ ہو کر اس کے پیچھے چترال کے خرکشاندہ۔ گاؤں پہنچکر وہاں کیمپ لگایا۔ سر جارج رابرٹسن نے یہ سنکر نصف سپاہ کو قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر اور باقیماندہ کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ خرکشاندہ گاؤں کے مضافات میں طرفین میں شدید جنگ ہوئی۔ شروع میں شہزادہ شیر افضل کا لشکر اس خلاف توقع حملہ سے کچھ سراسیمہ ہو گیا تھا۔ لیکن کچھ دیر بعد اپنی صفیں درست کر لیں۔ اور سرکاری فوج پر سخت جوابی حملے شروع کئے۔ اور گھمسان کی لڑائی ہوئی چنانچہ مرزا محمد غفران کہتے ہیں۔

تو گفتی مگر ژالہ بارید تند	زشرخش قلم را زبان است کند
بلرزید دشت و بلغزید کوہ	زمین شد زبس رعد و غرش ستوہ
سراسر فرو ریخت شاخ از درخت	دل سنگ دیوار شد لخت لخت

سرکاری فوج میں سر جارج رابرٹسن کے زیر قیادت پانچ برٹش افیسر کپتان کیمبل، ٹونشنڈ۔ بیرڈ۔ لفٹنٹ گرڈن اور ڈاکٹر جرج اور دو ڈوگرہ افسر باج سنگھ۔ میجر بھیم سنگھ تھے۔ مقامی سرداروں میں سے دیوان بیگی وفادار خان۔ بہادر اتالیق۔ صفت بہادر بروشہ بن عیلی بہادر سرکاری فوج میں شامل تھے۔ شہزادہ شیر افضل خان کے لشکر کی قیادت منار سنگاڑ لنگوہ کر رہا تھا۔ جسکے ہمراہ علاقہ خذرہ کا لشکر بھی تھا انہوں نے خرکشاندہ کے اوپر پہاڑی پر مورچے سنبھالے ہوئے تھے۔ دو انگریز افسر اور جنرل باج سنگھ نے فوج کا ایک دستہ لیکر ان پر سامنے سے

حملہ کر دیا۔ مگر سخت گولہ باری کی وجہ سے پسپا ہوئے اس حملہ میں جنرل بانج سنگھ مقتول ہوا اور دو افسر زخمی ہوئے۔
جب شام ہونے لگی تو سرکاری فوج پسپا ہو کر قلعہ کی جانب بڑھی اور شیر افضل خان کے لشکر نے ان پر چاروں طرف سے سخت حملے شروع کر دیئے۔ آخر بڑی مشکلوں کے بعد انکو فوج کے باقیماندہ لوگ قلعہ پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔ علاوہ جنرل بانج سنگھ کے ایک برٹش افسر اور چالیس سپاہی اس جنگ میں کام آئے۔ اور بہت سے مجروح
شہزادہ شیر افضل کے لشکر میں روشن علیخان رضا خیل کا بیٹا اور پوتا خان بہادر ربنواز خان ملتانی دیسی پولٹیکل افسر مقیم چترال کی گولی سے ہلاک ہوئے خود خان بہادر ربنواز خان بھی انکی تلوار سے زخمی ہو کر قریب تھا کہ ہلاک کر دیا جاتا مگر شہزادہ اسفندیار خان اور ملا عبرت خان موقع پر پہنچے اور اسے ایک مکان کے اندر لے گئے اور وہاں سے قلعہ میں پہنچا دیا۔ جہاں وہ علاج کے بعد تندرست ہو گیا۔ شیر افضل خان کے بس لشکری جنمیں اس کے ماموں زاد بھائی سربلند خان اور اسکے کابلی ملازم سید احمد خان بھی تھے مارے گئے۔ سید احمد خان کابلی وہی شخص ہے جو گہیرت میں سر جارج رابرٹسن کے پاس پیغام لایا تھا۔ وہ بڑے قد کا بہادر نوجوان تھا۔

آغاز محاصرہ قلعۂ چترال

سرکاری فوج ہزیمت اٹھا کر قلعہ میں پہنچگئی۔ اور شہزادہ شیر افضل خان کے لشکر نے قلعہ کا محاصرہ شروع کر لیا اور اسپر گولہ باری کرنے لگے جو معتبر اشخاص اپنے بادشاہ شاہ شجاع الملک کے ہمراہ قلعہ میں محصور تھے۔ وہ حسب ذیل تھے۔

(۱) شہزادہ بہادر خان (۲) شہزادہ افراسیاب خان۔ (۳) وزیر عنایت خان (۴) اقسقال فتح علی شاہ (۵) دیوان بیگی وفادار خان (۶) بہادر اتالیق (۷) غلام پسر بدیق خوشہ (۸) چترادی پسر شکور باک خوشہ (۹) نیب علیخان خسرو (۱۰) شیر برادر نور احمد خان (۱۱) کامران خان زوندرہ (۱۲) عبادت خان سنگلہ معلم بادشاہ (۱۳) سلطان شاہ پسر اقسقال فتح علی شاہ (۱۴) محمد نجوم خان پسر وزیر عنایت خان (۱۵) میاں راحت شاہ کاکا خیل (۱۶) غلام صدیق پسر میاں راحت شاہ (۱۷) پیکٹ لیادل مع چالیس نفر ملازمان عام (۱۸) آزادہ خان (۱۹) جلالی خان

بہادر شاہ بن شہزادہ ریحان شاہ پہلے قلعہ میں داخل ہو گیا تھا۔ لیکن چند دن بعد شہزادہ شیر افضل خان کے پاس پیغام دے کر بھیجا گیا تو واپس نہ آیا۔ اور اسکے ہمراہ رہنے لگا۔
شیر افضل خان نے پہلے دن جنگ میں کامیابی کے بعد میمون بیگ کی حویلی میں کیمپ لگایا۔ یہ جگہ بعد میں پولٹیکل ایجنٹ برٹش کا دفتر بنا دیا گیا۔

لشکر عمرا خان جندول

چترال کی پہلی لڑائی میں شہزادہ شیر افضل خان کے لشکر کی فتح کی خبر سنکر عمرا خان والی جندول نے جو خود دروش میں تھا۔ اپنا سارا لشکر اپنے دو چچازاد بھائیوں مجید خان اور عبدالغنی خان کے زیر کمان چترال روانہ کر دیا۔ چنانچہ بیشمار افغان لشکری شیر افضل خان کی فوج کے ساتھ آکر شامل ہو گئے۔ شہزادہ موصوف نے انکے مشترکہ لشکر کا ایک حصہ محمد عیسیٰ خان۔ محمد افضل بیگ، پخشندہ ولی خان بن میردلی خوشوقتیہ کے ہمراہ مستوج بھیجدیا۔ تاکہ اس طرف سے آنیوالی سرکاری افواج کو روک دیں

اور مقابلہ کریں۔ اور خود قلعہ چترال کے سر کرنے کی تجویز سوچنے لگا۔

مذاکرات صلح

اگرچہ وہ فوری طور طاقت کا استعمال کرکے قلعہ پر قبضہ کر سکتا تھا۔ مگر اس نے مصلحت اس میں سمجھی کہ صلح و دوستی سے قلعہ ہاتھ آجائے تو بہتر ہے چنانچہ سر جارج رابرٹسن کو مراسلہ بھیجا جسمیں اسے یہ پیشکش کی کہ سر جارج اور ان کے ہمراہیوں کو حفاظت سے گلگت پہنچا دیا جائے گا بشرطیکہ قلعہ اسکے حوالہ کر دیں۔ اس نے یہ یقین دہانی بھی کی کہ برٹش گورنمنٹ کے ساتھ اسی قسم کے دوستانہ تعلقات اور وفاداری قائم رکھونگا۔ جو شاہ امان الملک مرحوم نے کئے تھے۔ یہ مراسلہ ایک بوڑھی عورت مسماۃ کالو کے ہاتھ بھیجا۔ سر جارج رابرٹسن دراصل کسی صورت میں قلعہ چھوڑ کر گلگت واپس جانے پر آمادہ نہ تھا۔ لیکن اسے یہ خطرہ بھی درپیش تھا کہ گلگت سے کمک ملنے سے پیشتر شیر افضل خان جو زیادہ طاقتور ہو رہا تھا اس پر حملہ کرکے قلعہ پر قبضہ نہ کر لے۔ چنانچہ صاحب موصوف نے زیادہ سے زیادہ وقت حاصل کرنے کے خیال سے شہزادہ شیر افضل خان کو اس قسم کا جواب بھیجا۔ جس سے شیر افضل خان کو یہ امید ہوئی کہ سر جارج رابرٹسن صلح پر آمادہ ہے اور بغیر لڑائی کے قلعہ اور حکومت چترال اسکے ہاتھ آجائیگی۔ نیز اسے قوی امید تھی کہ اہل قلعہ خوراک کی قلت کی وجہ سے جلد ہتھیار ڈال دینگے۔

ممکن ہے کہ سر جارج رابرٹسن گلگت جانے پر آمادہ بھی ہو جاتا۔ مگر اس کے اور شیر افضل خان کے درمیان مصالحت کی راہ میں شدید رکاوٹ "عمرا خان والئی جندول" تھا۔ جسے شیر افضل خان کی برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مفاہمت و دوستی بالکل گوارا نہ تھی۔ چنانچہ جب رابرٹسن نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا کہ یرغمال کے ہمراہ وہ گلگت روانہ ہونگے تو عمرا خان نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ مع اپنی فوج کے بجائے گلگت جانے کے جندول کی راہ سے پشاور چلے جائیں۔ یہ بات سر جارج رابرٹسن کے لئے بالکل ناقابل قبول تھی۔ اسطرح مصالحت کی اور براہ راست طور پر شیر افضل خان کی کامیابی کی کوئی امید نہ رہی۔ لیکن مستوج سے آنے والی اطلاعات سے معلوم ہوتا تھا کہ وہاں بمقام ریشن سرکاری افواج کو سخت شکست ہوئی ہے اور دو برطانوی افسر محمد عیسیٰ کے ہاتھ گرفتار ہوئے ہیں سر جارج رابرٹسن نے شیر افضل خان سے دوبارہ مذاکرات صلح شروع کئے۔ مگر اس کا مقصد صرف شیر افضل خان کو پُر امید رکھ کر محصورین ریشن اور قلعہ چترال کو کمک پہنچنے تک معاملہ کو طوالت دینا تھا۔ ظاہر ہے کہ حصول مقصد کے لئے کرنل رابرٹسن کی یہ بہتر حکمت عملی تھی۔

جنگ کلک واقع مابین ریشن و کوراغ

قلعہ چترال کے محاصرہ کے بعد شیر افضل خان کے دو معتمد سردار محمد عیسیٰ اور محمد افضل بیگ چترالی اور افغانی لشکر کا ایک گروہ لیکر مستوج کیجانب بڑھے جہاں سے ایک سرکاری فوج کے چترال روانہ ہونے کی اطلاع ملی تھی سرکاری فوج جسمیں ساٹھ سپاہی تھے لفٹننٹ فولر و لفٹننٹ ایڈورڈ کے ماتحت نوڑشت پہنچے تھے کہ محمد عیسیٰ کے دستوں نے ان پر حملہ کرکے انہیں ریشن کی جانب پسپائی پر مجبور کر دیا۔ جہاں وہ بنگلا اندور کے گاؤں میں محصور رہ گئے

اس اثنا میں خبر ملی کہ دو انگریز افسر مزید ساٹھ مسلح سکھ سپاہیوں کے ساتھ مستوج سے روانہ ہو کر کلگ پہنچے ہیں۔ جو زمیت اور کوراغ کے درمیان واقع ہے شیر افضل خان کے لشکر نے دونوں طرف سے گھیرے میں لے کر ان پر شدید گولہ باری کی جس کے نتیجہ میں ایک انگریز افسر کیپٹن راکس اور بہت سے سپاہی ہلاک ہوئے باقیماندہ چودہ سپاہی مع انگریز افسر کیپٹن جونش نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے گھیرے سے نکل گئے۔ اور بونی مقام پہنچے کوئی بیس سکھ سپاہی ان سے تنگ وادیوں میں چھپ کر چند دن لڑتے رہے۔ مگر آخر کار یہ بھی ہلاک کر دئیے گئے

واقعہ ریشن میں سرکاری فوج کے محصورین

سرکاری فوج جو ریشن میں محصور تھی ایک ہفتہ تک لڑتی رہی لیکن انکا راشن ختم ہو گیا اور پانی کی سپلائی بھی مسدود کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ محمد عیسیٰ خان نے انگریز افسروں یعنی لفٹنٹ فولر اور لفٹنٹ ایڈورڈز کو پولو دیکھنے کے لئے مدعو کیا۔ اور کھیل کے ختم ہونے پر دفعتہً انہیں گرفتار کر لیا اسکے بعد افغان لشکریوں نے محصور سکھ سپاہیوں پر ہلہ بولدیا۔ اور سب کو تہ تیغ کر دیا۔ دونوں برٹش افسروں کو چترال میں شیر افضل خان کے پاس بھیجدیا گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر محمد عیسیٰ نے کلگ میں چھپے ہوئے سکھ سپاہیوں کو تلاش کر کے انکا بھی خاتمہ کر دیا۔ اور بہت سا اسلحہ و بارود وغیرہ اس کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد اس کی فوج نے آگے بڑھ کر مستوج کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ جسمیں کیپٹن موبرے تقریباً چار سو سکھ و ہنزہ و نیپالی سپاہ کے ساتھ موجود تھا۔ باقیماندہ چترالی دستوں نے چکول و ہرت مقام کے تنگ مورچہ پر قبضہ کر کے مستوج کو غذر سے کمک آنے کا راستہ بند کر دیا۔

محاصرۂ چترال کے حالات

شاہ شجاع الملک اور انکے خیر خواہ، برٹش ایجنٹ سر جارج رابرٹسن اور انگریز افسر مع سرکاری سپاہ جو قلعہ چترال میں محصور تھے محاصرہ سے پیشتر کافی اشیاء خوراک وغیرہ قلعہ میں جمع کر چکے تھے۔ کمسن مگر باہمت و بلند اقبال شاہ شجاع الملک اپنے شاہی گودام کا سارا ذخیرہ برٹش ایجنٹ کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ سرکاری سپاہ کے کام آئے۔ چنانچہ کرنل سر جارج رابرٹسن خود لکھتا ہے۔ کہ پولیٹیکل افسر مسٹر گرڈن اور افسقال فتح علی شاہ نے بہت سی کوشش و جانفشانی سے کافی سامان رسد قلعہ میں جمع کیا تھا۔ جو ایام محاصرہ میں بہت سودمند ثابت ہوا کل قریباً چھ سو آدمی قلعہ میں محصور تھے شیر افضل خان اور عمرا خان کے ماموں زاد بھائی مجید خان وغیرہ کی جانب سے مورخہ ۵ مارچ ۱۸۹۵ء کو صلح کے مذاکرات کے لئے نمائندے آتے۔ اتبک انکے لشکر کیطرف سے قلعہ پر رات دن متواتر گولہ باری ہوتی تھی۔ دوسرے دن عمرا خان کا ہندو دیوان سر رابرٹسن سے ملنے آیا۔ ان سب کے لائے ہوئے پیغامات کا مطلب یہ تھا کہ سر رابرٹسن سرکاری سپاہ کے ہمراہ قلعہ کو خالی کر کے یا جندول کی راہ پشاور چلا جائے یا شیر افضل خان کو مہتر چترال تسلیم کر لیا جائے۔ سر رابرٹسن چونکہ قلعہ کے محصورین کی نازک حالت کو جانتا تھا وہ حتی الامکان صلح کی گفتگو کے ذریعہ حملہ آوروں کو یہ یقین دلاتا رہا کہ انکا مقصد پرامن طور پر حاصل ہو گا نیز قلعہ کے اندر خوراک

کی شدید کمی کے متعلق مصنوعی پروپیگنڈہ کر کے وہ حملہ آوروں کو اس دھوکہ میں رکھنا چاہتا تھا کہ اہل قلعہ کے پاس خوراک قریب الاختتام ہے اور وہ جلد ہتھیار ڈال دینگے۔

قلعہ کی شمالی دیوار کے نیچے سے ایک تہ خانے کی راہ سے دریا تک پہنچنے کا راستہ بنا تھا جہاں سے پانی لایا جاسکتا تھا۔ پانی لانے والوں پر محاصرین تاک تاک کر فائر کرتے تھے اور دو آدمیوں کو گولی کا نشانہ بنا چکے تھے لہذا ان کی حفاظت کے لئے حفاظتی دیوار بنائی گئی۔ اور اس طرح پانی لانے کی مشکلات دور ہوگئیں اس کے علاوہ قلعہ کی دیواروں میں لکڑی کافی مقدار میں موجود ہونے کی وجہ سے انہیں آگ لگنے کا ہمیشہ خطرہ تھا۔ اس لئے محصورین راتدن قلعہ کی دیواروں کی حفاظت کرتے رہتے تھے۔ قلعہ کے سامنے دریا کے دوسرے کنارے پر دنین کے گاؤں کی جانب سے دشمن نے چھوٹے چھوٹے مورچے بنائے ہوئے تھے اور وہاں سے قلعہ پر راتدن گولہ باری جاری تھی۔ اسی طرح حملہ آور قلعہ کے گرد اپنے مورچے نزدیک تر لاتے رہے اور وہاں سے قلعہ کے سوراخوں کو تاک کر ان کے اندر سے محصورین پر فائر کرتے رہے۔

۱۷ مارچ کو شیر افضل خان کی طرف سے ایک اور قاصد اسکا خط لیکر رابرٹسن بہادر کے پاس آیا ساتھ ہی ریشن سے لفٹنٹ ایڈورڈز کا خط بھی لایا جسمیں واقعہ ریشن کے حالات درج تھے لہذا از اں چند روز عارضی صلح کے دوران میں گولہ باری بند رہی۔

برٹش قیدی افسران

۲۰ مارچ کو ریشن میں گرفتار شدہ دو برٹش افسر لفٹنٹ فولر، اور لفٹنٹ ایڈورڈز مع نو سپاہیوں کے چترال پہنچائے گئے۔ عبدالمجید خان نے انہیں خاص طور پر اپنی حراست میں رکھا اور انکے ذریعہ خط لکھوا کر سر جارج رابرٹسن کو بھیجا کہ ریشن وکوراغ میں سرکاری فوجوں کی شکست و تباہی کی خبر سنکر اہل قلعہ کی ہمت پست ہو جائے اور وہ ہتھیار ڈال دیں۔ سر رابرٹسن نے اپنے ہیڈ کلرک منشی امیر علی کو دوائیاں، سامان خوراک اور کچھ کپڑے دیکر قیدی افسروں کے پاس بھیجا۔ شیر افضل خان اور عبدالمجید خان نے سرجان رابرٹسن کو دوبارہ درشتی سے لکھا کہ وہ ہتھیار ڈالدے تو اسے حفاظت کے ساتھ براہ چندول پشاور پہنچا دیا جائیگا۔ لیکن صاحب موصوف اس کیلئے تیار نہ تھا بلکہ وہ گلگت کی راہ سے بھی جانے کے لئے اپنے ساتھ یرغمال کا مطالبہ کرتا تھا۔ چنانچہ جب کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تو باہمی مراسلات بند کر دیئے گئے۔ اور دونوں قیدی برٹش افسروں کو عمرا خان کے پاس دروش بھیجدیا گیا۔ جہاں سے ان لوگوں کو براہ بجاوڑ پشاور روانہ کر دیا گیا۔

قلعہ کو آگ لگانا

مذاکرات صلح کی ناکامی کے بعد قلعہ کے گرد محاصرین کا احاطہ مزید تنگ ہوتا گیا۔ اور وہ راتدن چاروں اطراف سے قلعہ کے اندر گولے اور پتھر وغیرہ پھینکتے رہے۔ محصورین خوراک کی قلت کی وجہ سے نہایت مصیبت سے دن گذار رہے تھے یہاں تک کہ ۲۲ مارچ سے گھوڑے ذبح کرنے شروع کر دیئے۔ جس کا گوشت صرف بیماروں کو دیا جاتا تھا۔

گلگت وپشاور کی جانب سے برٹش فوجوں کی نقل و حرکت کی اطلاع سنکر شیر افضل خان اور عبدالمجید خان

وغیرہ نے فیصلہ کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے جلد از جلد قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے چنانچہ گولہ باری مزید تیز کردی گئی اور ۶ راپریل کی رات کو دشمن نے دفعتہً قلعہ کے شمال مشرقی برج کو آگ لگا دی۔ اور محصورین نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اسکو بجھایا اس کشمکش میں سر جارج رابرٹسن خود دشمن کی گولی سے زخمی ہو گیا اور کئی سپاہی بھی ہلاک و زخمی ہوئے۔

سرنگ لگانے کی ناکام کوشش

قلعہ کو آگ لگانے کی کوشش میں ناکامی کے بعد شہزادہ شیر افضل خان کے آدمیوں نے باغ کی طرف والی دیوار کے نیچے سے سرنگ نکال کر اسے بارود کے ذریعہ اڑانے کی اسکیم بنائی اور انتہائی احتیاط سے کئی دن تک وہ خفیہ طور پر سرنگ کو دیوار کے نزدیک لاتے رہے سب سے پہلے رب نواز خان نے جو ۳ مارچ کی جنگ میں سخت زخمی ہوا تھا اور ہسپتال میں میں تھا اس کی آواز سنی اور سر جارج رابرٹسن کو بتایا بعد ازاں مزید تحقیق کے بعد یہ شک درست ثابت ہوا۔ برٹش افسروں نے اسکی مدافعت کے لئے ایک دستہ باہر چھاپہ مارنے کے لئے بھیجنے کی تجویز کی تاکہ سرنگ میں بارود لگا کر اسے گرا دیا جائے۔ چنانچہ لفٹنٹ ہارے کے زیر کمان اکیس سکھ سپاہی سہ پہر کے چار بجے قلعہ کے باغ والے دروازہ سے یکلخت باہر نکلے اور سرنگ کے دہانے پر افغان لشکریوں پر جو سرنگ کے اندر کام کرنے والے چترالیوں کی حفاظت کر رہے تھے حملہ کر دیا۔ افغان لشکری جو اس ناگہاں حملے سے بالکل غافل تھے بہادری سے لڑے۔ مگر آخر کار شکست کھا کر بھاگ گئے۔ انمیں سے ایک آدمی ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔ بعد ازاں سرنگ کے اندر سے جو چترالی باہر نکلتے رہے انکو ایک ایک کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس طرح پینتیس لشکری تہ تیغ ہوئے اور دو کو زندہ گرفتار کر کے قلعہ کے اندر بھیجا گیا لفٹنٹ ہارے کے آدمیوں نے سرنگ کو بارود سے اڑا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند اور آدمی جو اس کے اندر موجود تھے وہ بھی ہلاک ہو گئے اور وہ چھ افغان لشکری جو نقب کے دہانہ پر محافظ تھے۔ انمیں سے چار نفر دیوار کے پیچھے چھپکر کمال شجاعت سے لڑے اور آٹھ کو قتل اور نیرہ کو سرکاری سپاہیوں سے زخمی کرا دیا۔ لیفٹنٹ ہارے اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد مع اپنی باقیماندہ سپاہیوں کے پھر قلعہ کے اندر چلا گیا۔ اس بہادرانہ کارروائی میں بائیس سرکاری سپاہی ہلاک اور چند زخمی ہوئے۔

کرنیل کیلی کی گلگت سے روانگی

چترال پر عمرا خان اور شیر افضل خان کے مشترکہ حملہ کی خبر ملنے پر برٹش گورنمنٹ نے گلگت میں کرنیل کیلی کو فوج لیکر قلعہ چترال میں برٹش دستوں کی امداد پر جانے کا حکم دیا۔ نوشہرہ سے ایک بڑی فوج میجر جنرل سر رابرٹ لو کی ماتحتی میں جندول مالاکنڈ، اور لاواری کے راستہ سے چترال روانہ کی۔ چنانچہ ایک سرکاری فوج کرنیل موصوف کی ماتحتی میں گوپس مقام میں جمع ہوئی۔ اور ۲۷ مارچ ۱۸۹۵ء کو وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس فوج میں تقریباً چھ سو اعلیٰ پیمانہ کے مسلح سپاہی تھے۔ اور کچھ توپیں بھی تھیں ۴ راپریل کو اس فوج کے پہلے دستوں نے کپتان بورڈیل کے زیر کمان

شندور کے شدید درے کو سخت مشکل حالات میں عبور کر لیا اور لاسپور پہنچے۔ وہاں شیر افضل خان کی طرف سے کوئی مدافعت نہیں کی گئی۔ دوسرے دن باقیماندہ فوج بھی مع توپوں کے درہ شندور عبور کر گئی۔ اس اقدام نے شیر افضل کی فوجوں اور خصوصاً دیہات کے باشندوں پر بہت بڑا اثر کیا۔ اور انکی ہمت پست ہو گئی۔

جنگ چکول وہرت و فتح مستوج

محمد عیسیٰ خان اور محمد ولی خان خوشوقتیہ جن کو شیر افضل خان نے سرحد لاسپور پر سرکاری افواج کی مزاحمت کا حکم دیا تھا۔ مگر وقت پر بمقام لنگر نہ پہنچ سکے۔ اور سرکاری دستوں نے لاسپور کے بالائی حصہ پر بلا مقابلہ قبضہ کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انکے لشکر میں لاسپور کے بالائی حصہ کے لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اور جنکے اہل و عیال برٹش فوج کے قبضہ میں آ گئے تھے۔ چترالی لشکر سے علیحدہ ہو کر برٹش افواج کے پاس گئے۔ اور انکے ساتھ ملگئے۔ محمد عیسیٰ خان مجبوراً پسپا ہو کر لاسپور وادی کے جنوبی سرے پر چکول وہرت کے تنگ مقام پر مورچے سنبھال لئے۔ کرنیل کیلی کی فوجوں نے لاسپور میں لوگوں کے گھوڑے وغیرہ باربرداری کے لئے حاصل کر لئے۔ اور ۸ اپریل کو پیش قدمی کرتے ہوئے گشٹ مقام پر پہنچے۔ محمد عیسیٰ خان نے گشٹ کے جنوب میں پل کو برباد کر دیا۔ اور چکول وہرت کی تنگی میں دریائے لاسپور کے دونوں اطراف پر مضبوط سنگر بنائے اور حملہ آوروں کے مقابلہ کے لئے تیاری کرنے لگا۔ یہ مقام مستوج کے دفاع کے لئے نہایت اہم اور فائدہ تھا۔ لیکن محمد عیسیٰ کے پیچھے قلعہ مستوج میں کپتان موبرلے کے زیر کمان تقریباً پچھو سنگھ ڈوگرہ سرکاری سپاہی اور گلگت پنیال کے لیوی وغیرہ موجود تھے اگرچہ وہ محاصرہ میں تھے تاہم کسی وقت بھی وہ محاصرہ سے باہر نکل کر کرنیل کیلی کی فوجوں سے مل سکتے تھے۔ اس لئے محمد عیسیٰ اس خطرہ کے مدنظر احتیاط سے تیاریوں میں مشغول تھا۔ پہاڑوں کے اوپر نیچے مورچوں پر محمد عیسیٰ کے آدمی رکھے گئے تھے۔ تاکہ پیشقدمی کرنے والے سرکاری دستوں پر بڑے بڑے پتھر گرائیں۔

۹ اپریل ۱۸۹۵ء کو کرنیل کیلی نے ہونزہ اور نگر کی لیوی کے دستوں کو محمد عیسیٰ کے پہاڑی مورچوں پر حملہ کرنے کیلئے روانہ کیا۔ اور خود ساری فوج کو لیکر سامنے سے حملہ کرنے کی خاطر گشٹ سے روانہ ہوا۔ سب سے پیچھے کپتان سٹوارٹ کے زیر کمان سات پونڈ وزن کے گولے پھینکنے والی توپیں تھیں۔ محمد عیسیٰ کے آدمیوں نے سرکاری فوج پر اپنے مورچوں اور سنگروں سے شدید گولہ باری کی۔ "ہونزہ نگر" کے لیوی دستوں اور پہاڑی مورچوں کے مدافعین میں سخت مقابلہ ہوا۔ اتنے میں برٹش توپخانہ نے مدافعین پر گولے برسانے شروع کئے۔ اور جلد ہی لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ چترالی اور افغانی لشکری توپ خانے کی پیہم و متواتر گولہ باری کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ اور مورچوں کو چھوڑ کر جنوب کی طرف پسپا ہونے لگے۔ محمد عیسیٰ نے نازک حالات دیکھ کر پسپا ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ مستوج کے قلعہ میں محصورین پر اور سرکاری فوج پر متواتر گولہ باری جاری رکھتے ہوئے وہ اپنے لشکر کو صحیح وسلامت یہاں سے نکال کر مستوج کے جنوب کی طرف تیزی سے پسپا ہو گیا۔ اور کرنیل کیلی آگے بڑھ کر مستوج

پہنچا اور موبرلے اور اسکے ہمراہیوں کو محاصرہ سے آزاد کر لیا۔ اس لڑائی میں طرفین کا معمولی نقصان ہوا۔

جنگ لنسر گول

چونکہ قلعہ مستوج پہلے ہی سرکاری دستوں کے ہاتھ میں تھا اور میدانی جگہ ہونے کی وجہ سے مدافعت مشکل تھی۔ محمد عیسیٰ خان مستوج سے پانچ میل جنوب میں لنسر گول کے تنگ مقام پر پہنچکر مورچہ زن ہوا۔ اور حملہ آوروں کی مدافعت پر آمد کا انتظار کرنے لگا۔ یہاں بھی دریا کے دونوں طرف پہاڑوں پر مضبوط مورچے اور سنگر بنائے گئے تھے۔ کرنیل کیلی تین دن مستوج میں قیام کے بعد ۱۳ اپریل ۱۸۹۵ء کو مستوج سے روانہ ہوکر لنسر گول کے سامنے پہنچا مستوج سے موبرلے کے ماتحت پانچسو سپاہیوں کی فوج جو محاصرہ سے آزاد ہوگئی تھی۔ وہ بھی کرنیل کیلی کی فوج میں شامل ہوگئی۔ شروع میں سرکاری ہراول دستے اور محمد عیسیٰ کے آدمیوں نے ایک دوسرے پر بندوقوں سے فائر کئے سرکاری دستے نے بڑھتے ہوئے مدافعین کے سنگریزوں پر توپ خانہ سے گولہ باری شروع کر دی گئی۔ اور سرکاری توپوں کو مزید آگے بڑھایا جاتا رہا۔ اور توپوں کی گولہ باری کے سایہ میں سرکاری دستہ نے ندی کو عبور کر لیا۔ اور ایک مضبوط مورچہ پر حملہ کرکے اسپر قبضہ کر لیا۔ محمد عیسیٰ کے آدمیوں کا یہاں بہت نقصان ہوا۔ آخر کار سرکاری فوج نے اپنی زیادہ تعداد کے باعث خصوصاً توپوں کی ہلاکت خیز گولہ باری سے محمد عیسیٰ خان اور اس کے لشکر کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔ چترالی و افغان لشکریوں نے بہادرانہ مدافعت کی اور سرکاری فوج کے افسروں و سپاہیوں نے پہاڑی مورچوں پر حملہ میں بہت ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا۔ کئی سرکاری سپاہی زخمی ہوئے۔ اور کافی تعداد میں زخمی بھی ہوئے۔ محمد عیسیٰ کے لشکر کو بھی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ یہاں ہزیمت اٹھانے کے بعد چترالی لشکر کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور لوگ لشکر کو چھوڑ کر منتشر ہونے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو ریشن کے باشندے علیحدہ ہوکر اپنے علاقہ کی طرف چلے گئے۔ محمد عیسیٰ خان، محمد ولی خان، محمد افضل بیگ باقیماندہ چترالی و افغان لشکر کو لیکر دراسن پہنچے۔ مگر یہاں بھی قیام و مدافعت کی کوئی صورت نہ دیکھ کر پاورش کے مقام پر پہنچکر وہاں مورچے سنبھال لئے اور چترال میں شیر افضل خان کو مزید کمک کے لئے پیغام بھیجا۔ جنگ لنسر گول کی اہمیت جانبین کی مزید سرگرمی سے مرزا محمد غفران مرحوم کے اشعار میں یوں بیان ہوئی ہے

خروشید بندوق و توپ دلیر — شدہ گرم ہنگامہ دار و گیر
ہوا شد ز دود توپ و تفنگ — چو غرید توپ سیہ چون نہنگ
بلرزید کوہ و بنز تید خاک — ز جان ہر کسی دست را شست خاک
تو گفتی کہ فردائے محشر رسید — سراسیمگی شد بہر دم پدید
جوانان افغان شیران جنگ — ستادہ بمیدان ناموس و ننگ

کرنیل کیلی کی پیشقدمی

فتح نسرگول کے بعد کرنیل کیلی چترال کی جانب بڑھنے لگا۔ راستہ پہلے بھی خراب تھا اور محمد عیسیٰ کی پسپا ہونیوالی فوجوں نے اسے مزید برباد کر دیا تھا اور سارے پل توڑ دیئے تھے۔ چنانچہ سڑک کو از سر نو بنانے اور عارضی پل تعمیر کرتے ہوئے سرکاری فوج مع توپخانہ کے آگے بڑھتی رہی۔ اور دراسن پر قبضہ کر لیا۔ ۱۷ اپریل کو یہ فوج بونس سے آگے گولین کوہ کے مشیلک پل پر پہنچی۔ یہاں کا پل بھی چترالی لشکر نے توڑ دیا تھا۔ سرکاری سفر مینا نے کچھ آدمیوں نے تیر کر دریا کو عبور کیا۔ اور ایک مختصر عارضی پل تعمیر کیا۔ اس اثنا میں محمد عیسیٰ جو مشیلک کے مورچہ پر مدافعت کے لئے آمادہ تھا شیر افضل خان کے بلاوے پر یہ مورچہ چھوڑ کر چترال پسپا ہو گیا۔ اور سرکاری فوج بغیر مقابلہ کے چترال پہنچ گئی۔

جندول پر حملہ اور عمرا خان کا فرار

اسی اثنا میں میجر جنرل سر رابرٹ لو کی معیت میں ایک برطانوی فوج نوشہرہ سے روانہ ہوئی اور ۳ اپریل کو مالاکنڈ کو فتح کر کے چکدرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۷ اپریل ۱۸۹۵ء کو جنرل گاٹاگر کے زیر کمان برطانوی افواج جندول میں داخل ہو گئیں۔ عمرا خان والی جندول یہ اطلاع ملنے پر مع اہل و عیال نورستان سے اسمار کی جانب بھاگ گیا۔ اور محمد شریف خان نے دوبارہ دیر پر قبضہ کر لیا۔ یہاں فتح حاصل کرنے کے بعد جنرل گاٹاگر نے لاوری کی راہ سے پانچسو سپاہیوں پر مشتمل فوج لیکر چترال کی جانب بڑھا۔

شیر افضل خان کا فرار اور محاصرہ کا خاتمہ

شمال اور جنوب کی طرف سے برٹش افواج کی پیشقدمی افغان لشکر کی مسلوخ سے پسپائی اور اہل ملک کی روز بروز بڑھتی ہوئی کم ہمتی کے مدنظر شیر افضل خان کو بھی اپنی کامیابی کی کوئی امید نہ رہی۔ چنانچہ اس نے محمد عیسیٰ کو مشیلک کے مورچہ سے واپس بلایا اور ۱۸ اپریل ۱۸۹۵ء کو محصورین قلعہ کو اطلاع دیئے بغیر راہ فرار اختیار کی۔ اور عبدالمجید خان و عبدالغنی خان باقیماندہ افغان لشکر کو ساتھ لیکر براہ نرست اسمار کی طرف اور شیر افضل خان شیشی کوہ کے درہ گورہنگول سے کوہستان باشقار کی راہ چلے گئے۔ محمد شریف خان والی دیر کا بھائی یوسف زئی لشکر کے ساتھ دروش میں پہنچ چکا تھا۔ مگر اسنے مفرورین کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا۔ چترال سے بہت سے معتبر اور معزز لوگ مع اہل و عیال شیر افضل خان کے ساتھ فرار ہو گئے۔ اور باقیماندہ اہالی ملک قتل عام اور لوٹ مار کے خوف سے اپنے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں پر جا کر چھپ گئے۔ اسی رات کو اقسقال فتح علی شاہ کے ایک لڑکے رستم نام نے قلعہ کے دروازہ پر جا کر محصورین قلعہ کو شیر افضل خان کی فراری کی اطلاع دی۔ لیکن اہل قلعہ نے صبح تک احتیاطاً دروازہ بند رکھا۔ اور کل دوسری صبح ۲۰ اپریل ۱۸۹۵ء مطابق ۱۶ شوال ۱۳۱۲ھ قلعہ کا دروازہ کھولا گیا اور کل چھیالیس دن کے بعد محاصرہ ختم ہو گیا۔
دوسرے دن کرنیل کیلی کی فوج بھی مستوج سے چترال جا پہنچی اور اسکے پانچ دن بعد جرنیل گاٹاگر کے زیر کمان

برٹش فوج بھی لواری عبور کر کے چترال پہونچ گئی۔

محصورین قلعہ

محاصرہ کے دوران میں محصورین قلعہ کی ہمت و جرأت بےمثال تھی۔ چنانچہ بادشاہ بلند اقبال شاہ شجاع الملک اور ان کے خیرخواہ معتبرین و سر جارج رابرٹسن و دیگر برٹش افسران اور سرکاری فوج ہر ایک نے حد درجہ جرأت ہمت و مردانگی کا اظہار کیا۔ سب نے انتہائی صبر و استقلال کے ساتھ مشکل سے مشکل حالات کا مقابلہ کیا۔ ۳ مارچ کو سرکاری فوج کو جو سخت ہزیمت واقع ہوئی اور اس کے بعد ریشن و کوراغ میں برٹش فوجوں کی بربادی۔ پھر مستوج کے محاصرہ کے بعد محصورین کی ہمت کا زوال سب سے بڑھ کر عمرا خان کے ہراول مسلح لشکری اور شیر افضل کی فوج کا غلبہ جسمیں سارا ملک اور معززین قوم شامل تھے اور قلعہ کو رات دن گھیرے میں رکھے ہوئے تھے۔ اور اسپر گولوں پتھروں اور آگ کی بارش برسا رہے تھے۔ پھر چند دل کے علاوہ سارا قبائلی علاقہ برٹش گورنمنٹ کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ باوجود ان سب حالات کے اہل قلعہ نے اپنے بادشاہ کے ساتھ نہایت استقلال اور بہادری سے ثابت قدم رہے۔ ان جان نثاروں کی وفاداری و اخلاص کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے خاندان اور اہل و عیال سب باہر دشمنوں کے ہاتھ میں تھے۔ اور دشمن ان کو ہر طرح سے رشوت وغیرہ سے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ وفاداری سے اپنے بادشاہ کے ساتھ ڈٹے رہے۔ جسکا نتیجہ ان کے اہل و عیال و خاندان کو بھگتنا پڑا۔ محاصرہ کے بعد ان لوگوں کی وفاداری کے صلہ میں بادشاہ نے اپنی شاہانہ قدردانی اور خدمت شناسی کا ثبوت دیا اور سبکو جاگیریں دیں اور عزم و اکرام سے نوازا قلعہ کی دیوار میں سرنگ لگانے وقت اسپر حملہ کر کے دشمنوں کو ملیامیٹ کرنے میں لفٹنٹ مار لیے کی بہادری قابل تحسین ہے۔ راجہ صفت بہادر بروشہ خاندان کا فرزند جو سر رابرٹسن کے ساتھ قلعہ میں موجود تھا ہر موقع پر بہادری کا مظاہرہ کیا۔ بادشاہ بلند اقبال کی اپنی ہمت و استقلال باوجود کم سنی کے بےمثال تھا کہ انہوں نے اہم ذمہ داریوں کو سنبھال کر برٹش افسروں و افواج کے دوش بدوش جنگی امور میں پورا حصہ لیا۔ اور اپنی ہمت، جوش اور جرأت کا ثبوت دیا۔ سر جارج رابرٹسن نے اپنی کتاب محاصرۂ چترال میں خود شاہ شجاع الملک کی شجاعت و بلند ہمتی کی تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ڈیڑھ ماہ کی طویل میعاد محاصرہ میں جبکہ دن رات گولیاں پتھر اور آگ قلعہ پر برس رہی تھی کسی وقت بھی کمسن بادشاہ کی ہمت و جرأت میں فرق نہ آیا اور انہوں نے ثابت کر دیا کہ اپنے نام کے مصداق وہ حقیقی معنوں میں شجاع اور شیر دل تھے۔

شاہ شجاع کی رحمدلی رعایا کے ساتھ

کرنیل کیلی بہادر جب اپنی فوجیں لے کر چترال پہنچے تو انکا مصمم ارادہ تھا کہ چترال کے باشندوں کو جو عموماً سب شیر افضل خان کے ساتھ ملے تھے۔ اور اپنے بادشاہ اور برٹش گورنمنٹ کے خلاف جنگ میں شریک تھے عبرتناک سزا دیجائے اور انکا قتل عام کر کے انکے گھروں کو غارت کیا جائے۔ لیکن بادشاہ نے اپنی رعایا پروری رحمدلی اور فیاضی کا شاندار ثبوت دیتے ہوئے ان سب لوگوں کو معاف کر دیا اور کرنیل کیلی اور دیگر برٹش فوجی افسروں کی اس تجویز سے اختلاف کیا

سر جارج رابرٹسن اور اسکے پولیٹیکل نائب گرڈن بہادر نے بھی انکے خیال کی حمایت کی اور عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ جو لوگ قتل و غارت سے ڈر کر اپنے گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں پناہ گزین تھے واپس چترال آئے اور بادشاہ کی معافی سے آرام سے اپنے گھروں میں رہنے لگے۔ اس موقع پر علاوہ برٹش افسروں کے میاں راحت شاہ کاکاخیل نے بھی اہل ملک کو سزا دلانے کی کوشش کی مگر بادشاہ کی بروقت مداخلت اور رحمدلی سے رعایا کو نجات حاصل ہوئی۔

جنرل سر رابرٹ لو کا ورود

٢٥ اپریل ١٨٩٥ء کو بیس ہزار سے زائد افراد پر مشتمل ایک برطانوی فوج جنرل سر رابرٹ لو اور جنرل گاٹاگر کے ماتحت براہ لاوری چترال پہنچی اور زبردست فوجی مظاہرہ کیا توپیں شلک کیں۔ چار دن قیام کرنے کے بعد واپس روانہ ہوگئے اور ایک ہزار فوج چترال دروش میں چھوڑ گئے۔

مہتر امیر الملک کی روانگی

٣ مارچ ١٨٩٥ء کو مہتر امیر الملک کو معزول کرنے کے فوراً بعد سے ہی قلعہ چترال میں نظر بند تھا۔ جب پشاور سے آمدہ فوج واپس روانہ ہوئی تو مہتر موصوف کو بھی اپنے ساتھ پشاور لے گئی۔ نیز میاں راحت شاہ کاکاخیل بھی جو دوران محاصرہ قلعہ چترال میں ہی تھا بعض سیاسی وجوہات کے باعث ان کے ساتھ پشاور بھیجدیا گیا۔ تاکہ دوبارہ چترال میں قیام نہ کرے۔

شیر افضل خان کا انجام

مہتر شیر افضل خان چترال سے فرار ہو کر ایک بڑی جماعت کے ساتھ کوہستان باشقار پہنچا تھا۔ اسوقت جنرل سر رابرٹ لو و میجر ڈین اور متعدد اعلیٰ افسر دیر میں ٹھہرے تھے۔ انھوں نے تجویز کی کہ نرم گفتاری اور تسلی آمیز پالیسی سے شیر افضل خان کو اپنے پاس بلا کر ہاتھ میں لانا چاہیئے۔ چنانچہ محمد شریف خان والئے دیر اور میاں رحیم شاہ کاکاخیل پشاور نے مہتر شیر افضل خان کے پاس جا کر اسے میجر ڈین پولیٹیکل افسر مالاکنڈ کی طرف سے ضمانت پیش کر کے مطمئن کیا کہ اگر وہ برٹش افسروں کے پاس چلا آئے تو اسے اپنے ملک کی حکومت ملجائیگی۔ محمد شریف خان نے اسکی ملاقات میجر ڈین سے کرانے اور تنازعہ پرامن طریقہ سے حل کرانے کا وعدہ کیا۔ اور اسی قسم کا ایک خط سر جارج رابرٹسن نے بھی شیر افضل خان کو لکھا تھا۔ چنانچہ ان وعدوں سے مطمئن ہو کر شیر افضل خان دیر میں برٹش افسروں کے پاس آیا۔ دیر میں سر رابرٹ لو اور مسٹر ڈین نے اس سے ملاقات کی لیکن ملاقات کے بعد وہ اپنی جگہ پر پہنچا ہی تھا کہ اسے گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے ہمراہیوں میں سے مہتر زادہ کوکن بیگ۔ یادگار بیگ، محمد افضل بیگ اور دانیال بیگ۔ نیت شاہ رضاخیل۔ عافیت خان تورکیہو، دلاور شاہ ذمین بھی گرفتار کر لیئے گئے۔ ان سب کو ہندوستان بھیجدیا گیا۔ محمد عیسیٰ خان اور محمد ولی خان بن میر ولی خوشوقتیہ نے جو باشقار میں مقیم تھے۔ محمد شریف خان والئی دیر کے بلاوے کو دھوکہ تصور کر کے دیر آنے سے انکار کر دیا۔ اور اس طرح گرفتاری سے بچ گئے۔ اور وہاں سے بھی بھاگ کر کوہستان داریل چلے گئے۔ باقی جو معززین چترال شیر افضل کے ساتھ تھے ان سب کو اپنے وطن آنے کی اجازت دیگئی۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ کوہستان تانگیر وغیرہ میں رہ کر چترال پر موقع دیکھ حملہ کیا جائے۔ مگر شیر افضل خان برٹش افسروں کے وعدہ پر اعتبار کر کے دیر آیا اور گرفتار ہو گیا۔ القصہ نتیجہ یہ ہوا کہ مہتر شیر افضل خان و

مہتر امیر الملک کو پنجاب میں بمقام دھرمسالہ پہنچا کر وہاں نظر بند رکھا گیا۔ پھر مدراس لیجایا گیا جہاں ان دونوں کو تا زیست قید ہی میں رکھا گیا اور وہیں فوت ہو گئے۔

دربار تخت نشینی شاہ شجاع الملک

چونکہ بادشاہ بلند اقبال کا جلوس قلعہ کے اندر ایام محاصرہ کے دوران واقع ہوا تھا اور رسم تخت نشینی حسب معمول ادا کی گئی مگر باضابطہ دربار نہ ہوا تھا لہذا بعد از آں سر جارج رابرٹسن ہندوستان جا کر واپس آ گئے تھے۔ بتاریخ ۲ ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء قلعہ کے سامنے میدان میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا جس میں اہالی ملک حاضر تھے اور تمام برٹش افسر اور فوج بھی موجود تھی۔ سر جارج رابرٹسن نے حسب ذیل تقریر کی۔

اے عمائدین چترال آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جناب والا القاب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے مہتر شجاع الملک کی فرمانروائی کو منظور فرمایا ہے۔ اور میں حسب فرمان سرکار ہند ہندوستان ان کو مسند مہتری پر بٹھاتا ہوں۔

(۲) سال رواں کے شروع میں جو حادثات و صدمات بہ باعث بد لیاقتیوں کے ساتھ پیش آئے تھے۔ الحمد للہ کہ اب ان کے ذکر کی حاجت نہیں ہے اور جو شخص بھی یہاں حاضر ہے اوائل سال کے مفسدات میں شمولیت و شرکت کی وجہ سے کوئی خوف و ہراس اپنے دل میں نہ لائے۔ کیونکہ سرکار عالیہ ہندوستان نے ان کی خطا کاری کو معاف فرمایا ہے اور ان کی نادانی پر رحم فرمایا ہے۔

(۳) سرکار عالیہ ہند کے حکم کے موجب شجاع الملک کا تمام مملکت کٹور پر مہتر ہونے کا اعلان کرتا ہوں اور تم سے فرداً و مجموعاً یہ خواہش رکھتا ہوں کہ مہتر صاحب ممدوح اور اسکی حکومت کی باخلاص تمام متابعت کرو گے اور چونکہ فراوانی نعمت کے اس موسم میں اسکی حکومت کا آغاز ہوتا ہے۔ امید رکھتا ہوں اور فال لیتا ہوں کہ اسکی حکومت میں خود اس کے لئے اور عام اہالی ملک کے لئے کمال فرخندگی و آسودگی اور راحت حاصل و میسر ہونگے

(۴) اسکی صغیر سنی کو مدنظر رکھ کر علاقہ خوشوقتیہ یعنی مستوج و یاسین کو عارضی طور پر اسکی حکومت سے علیحدہ کیا جاتا ہے اور وہ سرکار عالیہ ہندوستان کے ہاتھ میں رہیگا۔

(۵) ملک کے اندرونی عام معاملات کا انتظام مہتر صاحب اور اسکے مشیروں کے ہاتھ میں رہے گا۔ سرکار ہند انتظام معاملات داخلۂ ملک کو اپنی ذمہ داری میں لینا نہیں چاہتی ہے کیونکہ سرکار والا کا تعلق حکومت کے خارجہ معاملات اور عوام کی بہبود کے ساتھ ہے لیکن اس لحاظ پر کہ مہتر صاحب ابھی صغیر السن ہے اور سرکار والا نے ضروری سمجھا ہے۔ کہ اسکی خوردسالی کے دوران میں اس کے ساتھ کسی طرح مدد کرے لہذا یہ قرار پایا ہے کہ ایک تجربہ کار انگلش افسر کو اسکے ساتھ مشورہ کے لئے چترال میں مقیم رکھا جائے۔ تاکہ مہتر صاحب اسکی صلاح و مشورہ و مدد لیا کرے۔ نیز اس ملک کے باشندوں میں سے تین اشخاص مہتر جو بہادر خان۔ وزیر عنایت خان اور اتالیق فتح علی شاہ کو اسکے مشیر مقرر کرتا ہوں کہ اسکو صلاح دیا کریں۔ اور مہتر صاحب کے بالغ ہونے

تک مشیروں کی رائے پر عملدرآمد ہوگا۔

(۶) مہتر صاحب کی مدد و حفاظت کے لئے ایک دستہ فوج عارضی طور پر اس ملک میں رکھی جائیگی تاکہ خارج کی طرف سے زبردستی کی مدافعت و حفاظت کے لئے متکفل ہو اور مہتر صاحب کے خردسالی کے ایام میں سرکاری پہرہ دار اس کے ساتھ مقرر رہینگے۔ امید ہے کہ قیام فوج برطانیہ کا انتظام حکومت و اصلاحات میں باعث حصول امن ہوگا۔ اور ملک کے اندرونی انتظام میں جس طرح کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائیگی۔

کرنل سر جانج رابرٹسن کی تقریر کے بعد عبدالحکیم خان، ہیڈ اسسٹنٹ چترال نے اسکا فارسی میں ترجمہ پڑھ کر سنایا۔ ہر جانب سے بادشاہ کو مبارکباد پیش کی گئی۔ اس موقع پر مرزا محمد غفران کی مندرجہ ذیل دعائیہ نظم ناظرین کی دلچسپی کے لئے پیش کی جاتی ہے۔

خدایا تو این شاہ را تا ابد	بداری بہ آرام دل بر سریر
ز تشویش و غم خاطرش دور دار	بدو ملک چترار معمور دار
شہی کآفتاب سپہر برین	ز فیضان عامش بود خوشہ چین
مہ برج حشمت گرامی خصال	شہ تخت رفعت بہ فرخندہ فال
گل باغ شاہی بصد زیب رنگ	کہ شد وصف او تا بملک فرنگ
خوشا یادگاری ز شاہان پیش	مروت شناس و پاکیزہ کیش
ستودہ شمایل گرامی نسب	شناسای قانون و علم و ادب
بدانش بزرگ و بہمت جوان	بہ اقلیم دانش شہ کامران
چو آب روان فیض او ہست عام	ہمہ وصف خوبی بذاتش تمام
خدایا ہمیشہ دلش شاد دار	بدو ملک چترار آباد دار
بداری ہمہ سال گردن فراز	بدہ طالع و بخت عمر دراز
بہ تخت شہی باد فیروز مند	مبادا ز آسیب او را گزند

بارھواں باب

عہد حکومت سر شجاع الملک کے تاریخی حالات

علیحدگی مستوج و یاسین پر اظہار خفگی دربار کے اختتام پر جارج رابرٹسن کے اعلان علیحدگی مستوج و یاسین پر بادشاہ والا جاہ نے ناراضگی و تشویش کا اظہار کیا اور سر جارج رابرٹسن کو خط لکھا لیکن صاحب موصوف نے ان کو یقین دلایا کہ یہ محض عارضی طور پر فیصلہ ہے جو ان کی کم عمری کے مدنظر کیا گیا ہے۔ اور ان کے بڑے ہونے پر علاقہ جات مذکور واپس دے دیئے جائیں گے اس کے بعد مستوج کے علاقہ میں بادشاہ کے چچا مہتر جو بہادر خان کو گورنر مقرر کیا گیا۔

بادشاہ کی تربیت و تعلیم چونکہ ایام شہزادگی میں بادشاہ کی تعلیمی تربیت ملک کے اندر بدامنی اور خانہ جنگیوں کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکی تھی۔ لہٰذا تخت نشینی کے بعد بادشاہ کمال شوق سے حصول علم میں کوشاں ہوئے آپ نے کلام مجید اور دو تین کتابیں مبتدیانہ فارسی پہلے ملا خوشوار معلم محلسرائے شاہی کے پاس پڑھیں اور بعدازاں مرزا عبادت خان قوم سنگین علیہ سے درس قرآن پاک لیا اور فارسی کی تعلیم پائی۔ بعد میں جب سریر آرائے حکومت ہوئے تو مرزا محمد غفران نے جو اعلیحضرت شاہ امان الملک مرحوم کے میر منشی تھے اور فارسی و عربی کے شہرہ آفاق ادیب و شاعر تھے۔ ان کی تعلیم کی تدبیر و تشویق شروع کی۔ اور ان کی مجلس میں رہ کر ہمیشہ کتب تاریخ و اخلاق و دیوانات شعر پر مضامین دلچسپ فصاحت و شیریں کلامی سے اُن کو سنائے۔ اور ان کے مطالعہ کی طرف بادشاہ کو رغبت دلائی۔ چند سال کی کاوشوں سے نتیجہ یہ ہوا کہ جواں سال بادشاہ جو خود بھی ذکاوت ذہنی اور فہم و فراست میں قدرتی طور پر کامل تھا ایک ہوشیار و باکمال استاد کے زیر اثر رموز عبارات اور اشارات مشکلہ پر عبور حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور فارسی ادب، جغرافیہ۔ تاریخ اور علم دین میں کافی مہارت حاصل کر لی۔ اسکے بعد شاہ عباس برادر سید شہزادہ لیث ارکاری سے انگریزی کی تعلیم بھی حاصل کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں انگریزی خطوط و اخبارات روانی سے پڑھنے لگے۔ البتہ بولنے میں زیادہ مہارت نہیں تھی۔ اگرچہ سمجھ سکتے تھے۔ چنانچہ بلند اقبال بادشاہ آخر عمر تک علم دوستی میں یکتائے روزگار رہے اور ایک بڑا کتبخانہ قائم کیا جسمیں علوم فقہ و تفاسیر، حدیث، صرف و نحو، ادب ہیئت۔ تواریخ۔ جغرافیہ کلام و قصص و دیوانات وغیرہ بیش بہا اور نادر نسخے جمع کئے۔



اعلیحضرت ہز ہائی نس سر شجاع الملک فرمان روا چترال کے سی۔ائی۔ای

کونسل سے اختلاف

چونکہ مشیران ثلاثہ یعنی مہتر جو بہادر خان و وزیر عنایت خان و افسقال فتح علی شاہ جو کونسل مقرر ہو گئے تھے۔ وہ اور اہل چترال دونوں اپنے متعلقہ طریق کاروائی سے ناواقف تھے۔ لہذا کونسل مذکور اپنے آپ کو امور حکومت کے لئے خود مختار تصور کرتے تھے جس کو قبول کرنے کیلئے مہتر صاحب اور اہالیٔ ملک تیار نہیں تھے لہذا بادشاہ اور مشیران مذکور کے مابین شکررنجی واقع ہوگئی۔ اور جانبین کی اس غلط فہمی سے کونسل کا مقصد انجام پذیر نہیں ہوا۔ بادشاہ کے جلوس کے تین سال بعد میجر ڈین پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ بتقریب ریلیف چترال میں وارد ہوا۔ تو میاں رحیم شاہ کاکاخیل اسکا مشیر تھا۔ مشیران کونسل کی ناکامیابی کو اس نے معلوم کر لیا تھا۔ اور غالباً مشیران مذکور نے خود بھی شکایات کی ہوں گی۔ وہ میجر ڈین کی ناراضگی کا موجب بناء بعض غرضمندوں نے اسکو بادشاہ کے بعض خواص و مشیروں کی طرف منسوب کیا تھا۔ کہ انہیں کی کوشش سے بادشاہ اور کونسل کے مابین اختلاف اور شکررنجی واقع ہوگئی ہے۔ لہذا میجر ڈین نے انہیں بطور اظہار ناراضگی چند مدت کے لئے بادشاہ کے حضور سے دور رکھا اور مرزا محمد غفران کو اپنے ہمراہ مالاکنڈ لیجا کر ایکماہ کے بعد واپس رخصت کر دیا اور مزید ایک سال کے لئے اسکو بادشاہ کی ملازمت سے دور رکھا۔ پھر ایک سال کے بعد بدستور ملازمت میں داخل ہوئے مشیران مذکور میں سے مہتر جو بہادر خان تو گورنر مستوج مقرر تھا اور افسقال فتح علی شاہ ۱۸۹۷ء میں انتقال کر گیا تھا البتہ وزیر عنایت خان ابتک اس عہدہ پر موجود تھا میاں راحت شاہ و میاں رحیم شاہ جو عہد سابق سے شاہی خاندان سے بیشمار نوازش یافتہ تھے۔ پاس حقوق نہ کر سکے۔

سیاحت کلکتہ

لارڈ کرزن نائب السلطنت ہند کی دعوت پر شاہ شجاع الملک ماہ نومبر ۱۸۹۹ء میں مع پچاس معتبرین اور خواص کے کلکتہ گئے راستہ میں راولپنڈی میں شاندار فوجی مشق کا معائنہ کیا اور دہلی بھی گئے جہاں انہوں نے متبرک تاریخی مقامات مثلاً درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی و قاضی حمید الدین ناگوری رحمہم اللہ تعالیٰ و مقبرہ ہمایوں وغیرہ کی زیارت کی۔ کلکتہ میں نو دن لارڈ کرزن کے مہمان خصوصی کی حیثیت سے گذارے۔ دہلی سے آگرہ، گوالیار، اور راولپنڈی ہوتے ہوئے ۲ مارچ ۱۹۰۰ء کو واپس چترال پہنچے۔ یہ بادشاہ کا پہلا سفر ہند تھا۔ ان کے ہمراہ جانے والوں میں محمد علی بیگ۔ اسفندیار خان۔ افراسیاب خان۔ شاہ زرین۔ بل خان۔ فیروز خان فریدون خان۔ نور احمد خان۔ مرزا محمد غفران۔ محمد لطیف بدخشی، وفادار خان، شامبیر خان۔ فیروزہ بیگ۔ محمد نجوم خان، قربان خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

دربار پشاور

دوسرے سال ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن کی پشاور میں تشریف آوری کے موقع پر بادشاہ دربار کے سلسلہ میں مدعو کئے گئے تھے۔ مہتر جو بہادر خان، مہتر جو غلام دستگیر اور مہتر جو عبدالرحمٰن خان معہ دیگر معتبرین ملک ان کے ہمرکاب تھے۔ دربار میں تمام روسائے سرحد خصوصاً

نواب محمد شریف خان والی دیر، نواب صفدر خان والی ناوگی۔ نواب سر محمد اکرم خان والی امب۔ نواب اللہ داد خان والی ڈیرہ وغیرہ رؤسا و معززین صوبہ سرحد بڑی تعداد میں موجود تھے۔ مہتر صاحب والی چترال کو وائسرائے ہند کے دائیں طرف پہلی کرسی دیگئی۔

کپتان گرڈن بہادر پہلے پولٹیکل افسر چترال سات سال چترال میں مامور رہنے کے بعد ۱۹۰۲ء میں چترال سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ ان کی جگہ کپتان کینن پولٹیکل افسر مقرر ہوتے کپتان گرڈن محاصرہ سے پہلے ہی سردار نظام الملک کے عہد میں برطانوی پولٹیکل نمائندہ کی حیثیت سے چترال آئے تھے۔ اور محاصرہ کے ایام میں قلعہ میں موجود تھے۔ قیام امن کے ان کو مستقل یہاں رکھا گیا۔ علاوہ پولٹیکل امور کے وہ شاہ شجاع الملک کے ایام نابالغی میں ریاستی انتظام کے ذمہ دار بھی رہتے اور اپنے فرائض منصبی کو احسن طریقہ سے انجام دیتے رہے ابتداء میں بادشاہ اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ان کے ساتھ ناخوش رہے لیکن بعد میں انکی خیر خواہی اور اچھے اخلاق و نیک خیالات پر اعتماد کرنے لگے اور ان کی تبدیلی کے بعد بھی ہمیشہ دوستانہ خط وکتابت قائم رکھی۔

دھلی دربار ۱۹۰۳ء میں ملکہ وکٹوریہ کے انتقال پر انکے ولیعہد ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی کے موقع پر دہلی میں ایک شاہی دربار منعقد ہوا۔ جسمیں شمولیت کے لئے گورنمنٹ ہند کی دعوت پر اعلیحضرت والی چترال ۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء معہ متعدد معتبرین کے دہلی پہنچے اور یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو دربار میں شرکت کی اس موقع پر بادشاہ انگلستان کی جانب سے اعلیحضرت کو سی۔ آئی۔ ای کا خطاب عطا گیا اختتام دربار کے موقع پر تمام والیان ریاست و اصحاب مناصب صوبہ سرحد وائسرائے ہند کی خدمت میں ایک شکریہ نامہ لکھا کہ ہماری طرف سے شہنشاہ انگلستان کی خدمت میں اس دعوت دربار کے لئے شکریہ پیش کریں اور یہ شکریہ نامہ فارسی میں تھا جو بقلم مرزا محمد غفران میر منشی مہتر صاحب والی چترال لکھا گیا تھا۔ کیونکہ اسوقت تمام اہل ہند فارسی میں خطوط لکھتے تھے۔ اور فارسی کا رواج باقی تھا۔

لارڈ کچنر سپہ سالار ہند کی آمد اور قیام ٹیلگراف لائن چترال میں در ۱۹۰۳ء لارڈ کچنر بہادر سپہ سالار ہند دورہ پر گلگت کی راہ سے چترال پہنچے بادشاہ چترال نے انکا شاندار استقبال کیا۔ لارڈ موصوف کی تجویز کے مطابق گلگت و چترال درمیان ٹیلگراف لائن اسی سال قائم کیگئی۔

واپسی علاقہ مستوج کیلئے جدوجہد اعلیحضرت بادشاہ چترال کیلئے علاقہ مستوج کی ان کی حکومت سے علیحدگی ناقابل برداشت مسئلہ تھی تخت نشینی کے بعد وہ ہر موقع پر اسکے متعلق حکومت برطانیہ سے درخواست کرتے رہے ۱۹۰۴ء میں اس بارے میں باضابطہ درخواست پیش کی اور اس معاملہ پر غور شروع ہوا۔

کپتان کینن بہادر

سنہ ۱۹۰۴ء کو چترال کے پولیٹیکل افسر کپتان کینن یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ اور ان کی جگہ چندماہ کے لئے کپتان اے گرہڈی افسر اعلیٰ سکوٹ اور اسکے بعد کپتان نوکس نے آکر یہ عہدہ مستقل سنبھالا۔ کپتان کینن ایک نیک خیال اور تجربہ کار افسر تھے۔ اور انھوں نے چترال کی تجارتی ترقی اور دیگر اصلاحات پر خاص توجہ دی۔ اس کے عہد سے پہلے ملک کے اندرونی معاملات میں بعض لوگوں کی کوشش سے جو مداخلت پیدا ہوئی تھی۔ وہ بند ہو گئی۔ اور مقدمات کے فیصلے مستقل طور پر بادشاہ کو تفویض ہوئے تھے۔

کپتان نوکس

سنہ ۱۹۰۵ء بموقع دربار تشریف آوری شہزادہ انگلستان جبکہ بادشاہ چترال پشاور گئے اور دہلی دربار میں شمولیت فرمائی کپتان نوکس پولیٹیکل افسر چترال انکے ساتھ تھے۔ واپسی پر درہ لاواری عبور کرتے وقت سخت برفباری اور ہمال گرنے کی وجہ سے کپتان نوکس برف کے تودہ کے نیچے دب گئے اور انکے بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ مگر ان کے ایک اردلی حاصل نام باشندہ چترال نے بڑی جرأت وبہادری سے انکی جان بچائی اور استرت و دبیل کے بائیس آدمی اور گیارہ گھوڑے اس حادثہ سے یہاں ہلاک ہوئے بادشاہ مع اپنے تمام ہمراہیوں کے بخیریت سے درہ عبور کر آئے۔

کپتان نوکس سنہ ۱۹۰۶ء میں چترال سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور انکی جگہ کپتان سمتھ بہادر پولیٹیکل افسر چترال مقرر ہوئے کپتان نوکس خود پسند و متلون المزاج افسر تھے اور انہوں نے ایک سال تک خود غرض لوگوں کی تحریک پر کپتان کینن کے طرز عمل کے خلاف ریاست کے داخلی امور میں مداخلت بڑھانی چاہی جسکے نتیجہ میں انکے اور اعلیحضرت بادشاہ کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے تھے لیکن اعلیحضرت کے سفر پشاور اور چیف کمشنر سے ملاقات کے بعد گورنمنٹ ہند کی ہدایات کے مطابق کپتان نوکس نے اندرونی معاملات میں دخل اندازی بند کر دی تھی۔ اور چترال سے تبدیل ہو کر چلے گئے تھے۔ کپتان سمتھ نے اسکی بےقاعدگیوں کو دور کر کے پھر ملک میں خوشحالی پیدا کر دی۔

معدنیات ملک کے لئے سنہ ۱۹۰۷ء میں حکومت ہند سے مذاکرات

اعلیحضرت شجاع الملک صاحب ملک کے اندر معدنی دولت کی تفتیش کے متعلق خاص دلچسپی رکھتے تھے چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ء میں حکومت ہند کو لکھ کر مسٹر بلنگھرسٹ کو چترال میں مختلف معدنیات کے بارے میں تحقیقات کے لئے مدعو کیا۔ مسٹر بلنگھرسٹ، یورپین کان شناس اور مائننگ جیالوجسٹ چند سال قبل وزیرآباد کے ایک معزز شخص شیخ احمد حسین کے ساتھ چترال آئے تھے۔ اور معدنی کانوں کی تحقیق کرنا چاہتے تھے۔ لیکن کپتان نوکس (پولیٹیکل ایجنٹ) نے اس کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور وہ واپس چلے گئے تھے مگر شیخ احمد حسین باشندہ وزیرآباد اعلیحضرت کے حکم سے بدستور معاملہ معدنیات کے حصول اجازت کے سلسلہ میں مصروف رہے۔ چنانچہ اسی سال بادشاہ نے کپتان سمتھ پولیٹیکل افسر چترال کو اپنے ساتھ لیکر براہ ایبٹ آباد و مری شملہ تشریف لے گئے۔

اور لارڈ منٹو وائسرائے ہند سے ملاقات کے دوران میں والیٔ علاقہ مستوج معاملہ معدنیات و جنگلات کے متعلق زبانی و تحریری عرضداشت پیش کیں اور امید دلائی گئی کہ زیر غور ہیں۔ آپ تسلی رکھیں۔ وہاں دو ہفتہ وائسرائے ہند لارڈ منٹو کے مہمان رہے اور لارڈ کچنر سے بھی اس سفر میں دوبارہ ملاقات کی۔

اسی سال ۱۹۰۷ء میں بادشاہ نے کپتان سمتھ پولیٹکل افسر چترال کو اپنے ساتھ لیکر سرحدی اضلاع کا طویل دورہ کیا۔ پولو کھیل تماشے اور لوگوں کے شاندار استقبال قابل دید تھے۔ کپتان سمتھ بہادر پولو اور کھیل تماشے کے نہایت شوقین تھے۔

اسی سال بادشاہ نے بردون شال کے مقام کو اچھی صحت افزا جگہ دیکھ کر پسند فرمایا۔ اور یہاں بنگلہ وغیرہ تعمیر کرایا۔ اور چترال سے براہ زرمداسکے نئے سڑک سواری بنوائی۔

اسی سال افغانوں نے سرحدار ندو کے نزدیک ایک مقام سناگلہ پر قبضہ کرلیا۔ یہ ارندو کی حدود کے اندر سمجھا جاتا ہے بادشاہ نے اس بارے میں حکومت افغانستان کے خلاف کاروائی کا ارادہ ظاہر کیا۔ لیکن حکومت ہند نے اس کی اجازت نہ دی۔

مرض ہیضہ اور زلزلہ ۱۹۰۸ء میں چترال میں سخت مرض ہیضہ پھیلا۔ جو اس سے قبل کبھی اس ملک میں نمودار نہ ہوا تھا۔ جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہوئے۔ اور اگلے سال ۱۹۰۹ء کو ایک شدید زلزلہ بھی آیا جس سے قلعہ چترال اور دیہات میں بیشمار مکانات منہدم ہوئے

مہتر جو عبدالرحمٰن وامین الملک ۱۹۰۹ء میں مہتر جو عبدالرحمٰن خان اعلیحضرت کے علاتی بھائی اور امین الملک بن شاہ ملک جو شیشی و دروش میں کثیر جائیداد کے مالک تھے اور اعلیحضرت کی طرف سے معقول پرورش پا رہے تھے اپنی کوتاہ اندیشی سے بادشاہ کے خلاف سازش کرکے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بادشاہ کے حکم سے گرفتار ہوئیں۔ اور بعدازاں مع اہل و عیال براہ گبور افغانستان کی طرف جلاوطن کردیئے گئے۔ دس سال کے بعد امین الملک واپس آئے۔ اور بادشاہ نے اسکی خطا معاف کرکے اس کی جاگیر وغیرہ واپس مرحمت فرمادے۔ مہتر جو عبدالرحمٰن نے مستقل طور پر کابل میں سکونت اختیار کی۔

کپتان سمتھ چار سال چترال میں عہدۂ پولیٹکل افسر گذارنے کے بعد ۱۹۰۹ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور کپتان الفرنڈ لائل نے ان سے اس عہدہ کا چارج لیا۔ کپتان سمتھ ایک شریف خصلت اور خوش اخلاق افسر تھے خصوصاً بادشاہ کے ساتھ ان کے تعلقات نہایت دوستانہ اور مخلصانہ رہے اور قیام چترال کے زمانے میں اہل ملک ان سے بہت خوش و مطمئن رہے۔

مہتر جو بہادر گورنر مستوج ۱۸۹۵ء سے مہتر جو بہادر علاقہ مستوج پر حکومت ہند کی طرف سے گورنر مقرر تھے۔ اور اعلیحضرت شاہ شجاع الملک والیٔ علاقہ مذکور کے لئے

طویل مدت سے مطالبہ جاری رکھتے ہوئے حکومت ہند سے مذاکرات کر رہے تھے۔ اور حکومت ہند واپسی علاقہ مذکور کے لئے عذر کر رہی تھی۔ اسی سلسلہ میں کپتان لائل پولیٹیکل افسر چترال نے حکومت ہند کے حکم سے مہتر جو بہادر خان سے استعفیٰ حاصل کیا۔ اور اعلیحضرت نے مہتر جو موصوف کو ایون و چترال میں جاگیر اور پنشن دے کر فکرِ معاش سے فراغت بخشی۔

نواب بسر صاحبزادہ عبدالقیوم خان

سنہ ۱۹۰۹ء میں پشاور کے صاحبزادہ عبدالقیوم خان کپتان لائل کی جگہ چترال کے پولیٹیکل افسر مقرر ہو کر آئے۔ اور کپتان لائل یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور وہ بدرجہ اعلیٰ افسر نیک خیال تھے۔ صاحبزادہ عبدالقیوم زمانہ سابق سے اعلیحضرت کے مخلص دوست تھے لہٰذا بادشاہ اور اہل ملک نے ایک مسلمان افسر کی آمد پر انتہائی خوشدلی و نیک خیالات کا اظہار کیا۔ اور ان کی خوب خاطر و مدارات کی۔

نواب دیر کی خویشی

سنہ ۱۹۱۰ء میں نواب اورنگ زیب خان والئ دیر کی اعلیحضرت کی ہمشیرہ سے نسبت قرار پائی اور انھوں نے اپنی منسوبہ کو دیر منگانے کے لئے اپنے معززین کو قریباً تین ہزار لوگوں کے ساتھ چترال میں بھیجا۔ جو یہاں سے ان کی مخطوبہ کو لیکر بخیر و خوبی رخصت ہوئے۔

سفر کلکتہ و دہلی

سنہ ۱۹۱۰ء میں اعلیحضرت سفر ہندوستان پر روانہ ہو کر پشاور، الہ آباد ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے اور وہاں لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔ واپسی پر آگرہ فتح پور سیکری کی سیر بھی فرمائی۔ اور آگرہ میں اپنے پرانے دوست کرنل گرڈن سے بھی ملاقات فرمائی۔ اور ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء میں واپس تشریف لے آئے۔ اسی سال ماہ نومبر سنہ ۱۹۱۱ء میں بادشاہ انگلستان جارج پنجم کی تاجپوشی کے دربار میں شرکت کے لئے پھر دہلی تشریف لے گئے۔ دربار کے اختتام پر واپس تشریف لائے۔

برموغلشٹ کی بنائے آبادی

ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء میں اعلیحضرت نے چترال سے نو میل دور ایک پہاڑی مقام برموغلشٹ پر عمارات و باغات بنانے کا کام شروع کیا۔ یہ ایک صحت افزا مقام ہے۔ موسم گرما کا دارالحکومت اور حکمرانوں کی مقبول جگہ ہے اور چترال سے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور نالہ کے اندر کسا دیر کی آبادی بھی شکار کے لئے اسی سال تیار ہوئی۔

بادشاہ خان نواب دیر کی آمد زیارت میں

کچھ دنوں سے اعلیحضرت اور نواب بادشاہ خان والئ دیر کے تعلقات کشیدہ تھے۔ اسی اثنا میں نواب کے بھائی میاں گل جان اور سید احمد خان والئ جندول نے بادشاہ چترال کی ناراضگی سے فائدہ اٹھا کر نواب بادشاہ خان پر حملہ کر کے دیر پر قبضہ کر لیا۔ نواب دیر فرار ہو کر لاوری عبور کر کے ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۱۳ء کو زیارت پہنچا جو لاوری کے دامن میں واقع ہے اس موقع پر مہتر صاحب اور برٹش ایجنٹ مالاکنڈ کرنیل کینن یہاں ایام گرما گذارنے کے سلسلہ میں موجود تھے۔ اعلیحضرت نے نواب صاحب کی سابقہ بے مروتیوں کو نظر انداز کیا اور اسکی

سراسیمگی پر پریشان خاطر ہوئے اور کچھ بھی زبانی اور قلمی امداد سے دریغ نہیں کیا۔ مگر ایک ہفتہ کے بعد نواب بادشاہ خان۔ اعلیحضرت شاہ چترال کے ساتھ اپنی سابقہ بدسلوکی کے مدنظر اپنی نجات و کامیابی کی کوئی امید نہ رکھتے ہوئے مقام زیارت سے راتوں رات فرار ہو کر قبائل پائندہ خیل کے پاس پہنچ گیا۔

میاں گل جان اور سید احمد خان والی جندول نے جو دیر پر قابض تھے جبکہ نواب صاحب زیارت میں موجود تھے اسی اثناء میں نواب کی ہمشیرہ کو جو بادشاہ چترال سے چار سال قبل منسوب ہو چکی تھیں اور انکی رخصت پردہ تعویق میں پڑی تھی۔ علد از جلد چترال روانہ کیا۔ وہ بھی نواب بادشاہ خان کے لئے موجب ندامت کا معاملہ ہو گیا۔ نواب بادشاہ خان نے کافی تکالیف برداشت کرنے کے بعد ۵ دسمبر ۱۹۱۳ء کو پائندہ خیل قبائل کی مدد سے دوبارہ دیر پر قبضہ کر لیا۔ اور میاں گل جان فرار ہوئے نواب دیر جو گھوڑے اور سامان وغیرہ پہلے فرار کے وقت چترال میں چھوڑ گیا تھا۔ وہ سب اعلیحضرت نے واپس بھجوایا۔

علاقہ مستوج کی واپسی اور استصواب رائے عامہ

اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کے کمسنی کے مدنظر ۱۸۹۵ء کے محاصرہ کے بعد حکومت برطانیہ نے مستوج اور یاسین کے علاقے جنہیں علاقہ خوشوقتیہ کہا جاتا ہے ان کی حکومت سے علیحدہ کر کے براہ راست اپنے ہاتھ میں لیکر مہتر جوبہادر خان کو وہاں کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اعلیحضرت نے ۱۸۹۹ء میں اپنے اولین سفر ہندوستان میں وائسرائے ہند کو اسبارے میں عرلیضہ پیش کیا تھا۔ اور اس کے بعد ہمیشہ ان علاقہ جات کی واپسی کے لئے مطالبہ کرتے رہے۔ ۱۹۰۷ء میں کچھ خوشوقتیہ مہترزادگان نے یہاں کے لوگوں سے روابط پیدا کر کے علاقہ مذکور کی حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اور چونکہ مہتر جوبہادر خان خود اس تحریک کو روکنے میں عاجز تھے۔ ناکام رہے۔ اعلیحضرت نے سر ہیرلڈ دین بہادر چیف کمشنر پشاور سے یہ اجازت حاصل کی کہ اہل مستوج کو آزادانہ چترال آنے جانے کی آزادی ہو۔ تاکہ حکومت برطانیہ کو معلوم ہو سکے کہ آیا مستوج کے لوگ مہتر صاحب چترال کے زیر سایہ آنا چاہتے ہیں یا خوشوقت خاندان والوں کے۔ جب حکومت کی طرف سے پابندی اٹھ گئی تو اہل مستوج جوق در جوق چترال آنے اور مہتر صاحب چترال کے ساتھ وفاداری اور اخلاص کا کھلم کھلا اعلان کرنے لگے۔ مہتر جوبہادر خان گورنر مستوج یہ دیکھ کر سراسیمہ ہوا اور افسران بالائے حکومت برطانیہ کو اس کے خلاف عرضیاں بھیجیں اور لوگوں کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر اسکی یہ سرگرمیاں جب ناکام ہوگئیں۔ تو ناچار بادشاہ بلند اقبال کے حق میں حکومت مستوج سے کلیتہً استعفیٰ دیدیا۔ جب حکومت برطانیہ پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ مستوج کے باشندے دل وجان سے مہتر صاحب چترال کے وفادار ہیں اور ان کے زیر سایہ آنا چاہتے ہیں تو برٹش گورنمنٹ نے مستوج کا علاقہ اعلیحضرت مہتر چترال کو واپس دینے کا فیصلہ کیا۔

دربار تفویض مستوج

چنانچہ مالاکنڈ کے پولیٹیکل ایجنٹ کرنل کینن بہادر چترال پہنچے اور بتاریخ ۱۳ مئی

۱۹۱۴ء کو ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا گیا اس موقع پر کرنل کینین بہادر نے حکومت برطانیہ کی طرف سے علاقہ مستوج کو تا حد شندور اعلیحضرت بادشاہ چترال کو تفویض کیا۔ اور حکومت برطانیہ کی جانب سے ان کی وفاداری، رعایا پروری اور انصاف پسندی کی تعریف کی۔ اہل چترال کی جانب سے مرزا محمد غفران نے ایک شکریہ کا ایڈریس پیش کیا۔ شاندار فوجی پریڈ اور توپوں کی سلامی ہوئی۔ تقریباً آٹھ ہزار لوگوں نے دربار و جلسہ میں شرکت کی۔ اور ایک ہفتہ تک خوب جشن منایا گیا۔

علامہ مرزا محمد غفران نے اس واقعہ کی تاریخ ذیل کے اشعار میں لکھی ہے۔

بحمد اللہ دریں وقت مبارک	برآمد چونکہ شادی ملک چترار
طلوع کوکب اقبال و اجلال	زخاک ما برون انگند زنگار
خشنود ان شہ ما از مدامت	فتادند از خجالت سرنگونسار!
مسلّم شد بشاہم ملک خوشوقت	زخوشوقتی دل ما گشت گلزار
چو ہشتاد از شمار لفظ خوشوقت	کشتی تاریخ آید زاں پدیدار
	۱۳۳۲ھ

علاقہ مستوج کی واپسی سے شاہ شجاع الملک اور تمام باشندگان چترال کی آدھی تمنائیں پوری ہوگئیں کیونکہ ملک کی تقسیم سے سب کو سخت صدمہ تھا۔ مگر علاقہ غذر و یاسین کے علاقے چترال کا حصہ تھے اور جن کے باشندے اسی ملک کے لوگوں کی اولاد ہیں اور زبان، کلچر، ثقافت میں ایک ہی ہیں۔ چترال سے متحد نہیں کئے گئے۔ بلکہ برٹش ایجنٹ گلگت کے ماتحت رکھے گئے اور اب بھی علیحدہ ہیں۔ اسوقت سے اب تک شاہان چترال اور عوام اس علاقے کی واپسی کا مطالبہ کرتے آئے ہیں اور ہر بالغ النظر انسان اس مطالبہ کو مبنی برحقیقت خیال کرتا ہے۔

دورہ مستوج

علاقہ مستوج کے باشندے اپنے بادشاہ والاجاہ کے دیدار کے مشتاق تھے۔ ان کی خواہشات کے مدنظر اعلیٰ حضرت معہ کپتان ولسن بہادر اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ چترال بتاریخ ۶ جولائی ۱۹۱۴ء کو اہل مستوج کی بار بار مخلصانہ دعوت پر دورہ مستوج پر روانہ ہوئے۔ رعایائے مستوج نے ہر گاؤں میں پرجوش استقبال کر کے محبت بھرے جذبات سے ان کو خوش آمدید کہا عورتوں اور بچوں تک تمام اہل ملک نے جس جوش سے اپنے محبوب بادشاہ کا استقبال کیا۔ وہ سارے علاقہ میں مثال تھا۔ بادشاہ نے بھی وفادارانہ جذبات کی پوری قدردانی کی۔ اور تمام خاص و عام کو اپنے فیض و کرم سے مالا مال کیا۔ ۱۵ جولائی کو خاص قلعہ مستوج میں داخل ہوئے۔ اور شاندار دربار منعقد کیا۔ ہزاروں لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ چند روز قیام کے بعد شندور گئے جہاں گلگت کے پولیٹکل افسر اور راجہ مراد خان گورنر غذر نے بادشاہ کا استقبال کیا

یہاں پولو کا تماشا بھی ہوا۔ چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ بادشاہ اور ان کے مصاحبین نے ختم قرآن پاک شندور میں ایک ہفتہ میں پورا کیا اور وادی لاسپور کی سیر مکمل کر کے واپس قلعہ مستوج تشریف لائے۔

۳ اگست ۱۹۱۴ء کو جرمنی کے بلجیم پر حملے اور جنگ عظیم چھڑ جانے کی خبر آئی۔ پولیٹیکل افسر کپتان ڈسن واپس چترال آئے۔ اعلیحضرت اپنا دورہ جاری رکھتے ہوئے بروغیل گئے اور چترال "افغانستان" وخان کی سرحدات کا ملاحظہ فرمایا اور شوا شیر اور ایلاق قلماق اور تالاب قولی سار کے پر فضا مقامات پر ایک ایک رات گذاری اور کوتل چیق گہر کی راہ سے تورکہو میں داخل ہو کر شاہ جنالی پہنچے یہاں سے ریچ اور پھر شگرام آئے جہاں عید الفطر منائی۔ تورکہو سے مولکہو۔ کوشٹ۔ آویر ہوتے ہوئے کیاڈان کے درہ سے عبور کر کے اوڈیر پہنچے اور ۷ ستمبر ۱۹۱۴ء کو بخیریت تمام چترال پہنچ گئے۔

جنگ یورپ

بادشاہ والا جاہ بروغیل میں تھے۔ کہ ۶ اگست ۱۹۱۴ء کو جنگ عظیم چھڑنے کی اطلاع موصول ہوئی۔ اعلیحضرت نے حکومت ہند و گورنمنٹ برطانیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اپنی اور اپنی رعایا کی خدمات پیش کیں۔ ۲۴ ستمبر کو میجر کین پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال تشریف لائے اور ایک بڑے دربار میں حکومت برطانیہ کی طرف سے اعلیحضرت اور ان کی رعایا کے وفادارانہ جذبات و پیشکش کا شکریہ ادا کیا۔ اعلیحضرت اور ان کی رعایا نے تقریباً پچیس ہزار روپے مختلف جنگی فنڈوں میں بطور امداد بھیجے اور سرحدات چترال کی حفاظت کے لئے کمر بستہ رہے۔

سیلاب دروش نالہ

۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء کو دروش نالہ میں ایک ایسا زبردست سیلاب آیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ دروش میں زمینوں کا کافی حصہ سیلاب میں تباہ ہو گیا اور کئی ہزار کا مالی نقصان ہوا۔ بہت سے آدمی بھی اس سیلاب میں غرق ہوئے ایک انہیں سے خان محمد ہارون خان جنگی افسر دروش بھی تھا۔ اعلیحضرت نے بنفس نفیس دروش جا کر حالات کا ملاحظہ کیا۔ مصیبت زدگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کر کے ابتدائی امداد کیلئے ایک ہزار روپے مرحمت فرمائے۔

تعمیر قلعہ چترال

قلعہ چترال کی عمارت مہتر محترم شاہ کٹور ثانی کے وقت بنی تھی۔ اور اس طویل عرصہ میں اسکی حالت قریباً فرسودہ اور از سر نو قابل تجدید تھی۔ ایام محاصرہ میں کچھ اندرونی محاصرین نے خود دفاعی نکتہ نظر سے گرادی تھیں۔ اور کچھ حملہ آوروں کی گولہ باری اور آگ لگانے سے بھی اکثر نقصان ہوا تھا۔ اور اسکی از سر نو بطرز عہد جدید تعمیر کی ضرورت تھی۔ لہذا بادشاہ نے سارے قلعہ کو منہدم کر کے از سر نو مضبوط قلعہ تعمیر کر دیا۔ بتاریخ ۲۱ نومبر ۱۹۱۵ء کو تعمیر جدید کا کام شروع ہوا۔ دو ماہ کے عرصہ میں اس کی تکمیل ہو گئی۔ تین ہزار آدمیوں نے جن میں شہزادے اور معززین ملک بھی بطور رضا کار شامل تھے اسکی تعمیر میں حصہ لیا۔ اعلیحضرت نے خود اس کے تعمیری کام کی نگرانی کی۔ اور شہزادہ اسفندیار خان لوگوں سے کام لینے اور تعمیر کی نگرانی میں مصروف رہے۔ لوگوں کو شاہی لنگر خانہ سے تیار خوراک

دکھائی تھی۔ اور تکمیل کے بعد سب کو انعام واکرام سے سرفراز کیا گیا۔ اس دوران میں اعلیحضرت کا ایک فرزند شہزادہ امین الدین خان قلعہ کی دیوار کے نیچے آکر فوت ہوگیا اس کی بارہ سال عمر تھی اور تعلیم پا رہا تھا۔

شورش اہل مستوج

مستوج کے چند معتبر لوگ جو اس علاقہ میں کٹورہ حکومت کے دوبارہ قیام کے مخالف تھے۔ بادشاہ کے خلاف سازش کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

چنانچہ یکم جنوری ۱۹۱۷ء میں ایک عورت مخالف لوگوں کے خاندان سے یہ دعویٰ کیا کہ وہ مرگئی تھی۔ اور دفن ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر آئی ہے۔ اور اس کے اس دعویٰ پر چند لوگوں نے گواہی بھی دی۔ علاقہ مستوج کے بہت سے لوگ جو اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس دعوے کو تسلیم کر کے عورت مذکورہ کے معتقد ہوگئے اس کی خدمت میں نذرانے پیش کرنے لگے۔ بادشاہ کے مخالفین نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عورت مذکورہ سے یہ وعظ کرایا کہ کٹورہ خاندان کی حکومت کے خلاف بغاوت کرنا اہل مستوج کا فرض ہے۔ چنانچہ اس تحریک نے زور پکڑا۔ سید بلبل شاہ بن سید حمید سکنہ چوینج مستوج جو اس علاقہ کا پیر تھا اس شورش کا سرغنہ بن گیا اعلیحضرت نے اس حقیقت سے باخبر ہو کر پہلے بہادر اتالیق کو جو اس وقت چترال میں منتظم کلی ریاست پر فائز تھا۔ مستوج روانہ کیا۔ کہ فہمائش و نصیحت سے ان کو اس شورش سے باز رکھے مگر مفسد و خود غرض لوگ اس تحریک سے باز نہ آئے۔ اور تحریک کو زیادہ زور دینے لگے۔ پرامن مصالحت کی کوئی صورت نہ دیکھ کر اعلیحضرت نے میجر سرفراز شاہ کو ایک ہزار مسلح فوج علاقہ موڑکھو و تورکھو کے ساتھ مستوج روانہ کیا اس نے مستوج پہنچکر مفسدوں کے سرغنوں کو گرفتار کر کے چترال بھیجدیا۔ اور عوام کو تسلی دے کر علاقہ میں امن وامان قائم کیا۔ پیر سید بلبل شاہ مع خاندان بدخشاں کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ اور باقی سرغنوں کو کچھ عرصہ چترال میں قید رکھنے کے بعد ان کے گھروں کو واپس بھیجدیا گیا۔ اور اس شورش کی بانی مفسدہ عورت کو جو زندرہ قوم سے تھی پاگل ثابت ہونے کے بعد اسکو قوم کے سپرد کرایا گیا۔ جنہوں نے اسکی مجنونانہ حرکات سے تنگ آکر زندہ بدریا غرق کر دیا۔ خس کم جہاں پاک۔

تعمیر قلعہ مستوج

علاقہ میں امن وامان قائم ہونے کے بعد اعلیحضرت نے ماہ جولائی ۱۹۱۷ء میں دوبارہ مستوج کا دورہ کیا۔ اس موقع پر میجر سمتھ بہادر پولیٹیکل ایجنٹ گلگت جو بادشاہ کے مخلص دوست تھے۔ مستوج تشریف لاکر مہمان ہوئے۔ چند دن کے بعد جب واپس روانہ ہوئے تو اعلیحضرت نے شندور تک جاکر ان کو الوداع کیا۔ اور واپسی پر باشقار گول دیکھنے کے لئے سوبارہ اور کچی کھنی تک معائنہ کر کے واپس مستوج پہنچے اور یہاں پرانے قلعہ کو منہدم کر کے نئے اور مضبوط قلعہ کی بنیاد رکھی جو شہزادہ غلام دستگیر گورنر مستوج کی زیر نگرانی تین ماہ کے اندر مکمل تیار ہوگیا۔

اسلحہ کا کارخانہ

اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کو ملک کی جدید ترقی کا ہمیشہ خیال رہتا تھا اور یہاں کی صنعتی اور تعلیمی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے

خود کشی کی ایک مشین کاریگروں کے ساتھ راولپنڈی سے سید عبدالرزاق پاشا کے ذریعہ منگوا کر قلعہ میں نصب کرائی اور چھوٹے اسلحے بندوق تفنگچے وغیرہ یہاں بننے لگے۔ استاد فقیر محمد سکنہ دیر کو جو اسلحہ سازی کا مستری تھا۔ مقامی آہنگروں کے ساتھ اس کام کے لئے نوکر رکھا اور اسکے ذریعہ معاش کا بندوبست کرایا۔

سر جارج روس کیمبل صوبہ سرحد کے چیف کمشنر سر جارج روس کیمپبل بہادر جو اعلیحضرت کے گہرے دوست تھے کافی عرصہ سے سیاحت چترال کے متمنی تھے۔ چنانچہ اعلیحضرت کی دعوت پر بتاریخ ۲۵ مئی ۱۹۱۸ء کو چترال پہنچے اور چند یوم یہاں مقیم رہے ان کے ہمراہ کرنل جی ڈیکس۔ مسٹر کننگھم، مابعد سر جارج کننگھم گورنر سرحد۔ خان منگلیا زخان۔ میجر برائرلی۔ میجر جمیل احمد۔ میجر کبن۔ خان محمد ظریف خان وغیرہ بھی آئے تھے۔ بادشاہ نے معزز مہمانوں کا شایان شان استقبال کر کے شاہانہ خاطر تواضع و مہمانی سے انہیں محظوظ کیا ایک دربار عام میں سر جارج نے اعلیحضرت کو ایک تاج جو مروارید و الماس سے مرصع تھا پہنایا۔ ۲۷ مئی کو بادشاہ کے تین ہزار باڈی گارڈ اور چترال سکوٹس کے ایک ہزار جوانوں نے ایک شاندار پریڈ میں سر جارج کو سلامی دی۔ اور بہترین فوجی مظاہرہ کیا۔ ۲۸ مئی کو سرکاری دربار کیا۔ ایڈریس پیش ہوئے جنمیں باڈی گارڈ کے لئے اسلحہ خدمات جنگ کے لئے اور نقدی امداد ریاست کے لئے پرزور الفاظ میں مطالبات ہوئے۔ ۲۹ مئی کو یہ معزز مہمان پشاور واپس چلے گئے

انفلوئنزا نومبر ۱۹۱۸ء میں مرض انفلوئنزا چترال ریاست میں زوروں سے پھیلا اور سارا ملک ماتم کدہ بن گیا۔ جنگ عظیم میں ہلاک شدہ مردوں کے بغیر تدفین پڑے رہنے سے ان کی عفونت سے یہ مرض پہلے فوجوں میں پھیلا۔ بعد ازاں اس کا اثر اولقہ۔ ہندوستان اور ایران تک پہنچا جہاں اس نے تباہی مچائی۔ یہاں سے یہ مرض چین، تبت، ترکستان کی جانب بڑھتا گیا اور پھر افغانستان باجوڑ۔ سوات میں رونما ہوا۔ اور چترال تک پہنچ گیا۔ بادشاہ بذات خود رعایا کی مصیبت میں ان کی ہر قسم کی امداد کی۔ اور فوت ہونے والوں کی تجہیز و تکفین پر ہزاروں روپے خرچ کئے۔

روسی مہاجرین انقلاب روس میں زار نکالاس اور اس کی ملکہ کے قتل کے بعد ملک میں جو خون خرابہ ہوا۔ اس سے بچنے کے لئے سابق روسی امراء اور افسر ہر طرف بھاگنے لگے اسی سلسلہ میں دسمبر ۱۹۱۸ء کو ایک کرنیل دیگر چار افسر اور پچیس سپاہی معہ اپنے بال بچوں کے شغنان سے بھاگ کر براہ یارخون مستوج پہنچے۔ پولیٹیکل افسر مقیم چترال میجر ریلی نے خود مستوج میں جا کر انہیں اپنے ساتھ لیا اور چترال لایا یہ مہاجرین چترال میں چند روز آرام کرنے کے بعد لاوری کی راہ سے ہندوستان چلے گئے۔ بادشاہ نے ان کی امداد و خاطر تواضع اعلیٰ پیمانہ پر کی۔

خطاب کے سی۔ آئی۔ ای جنوری ۱۹۱۹ء میں سال نو کے خطابات کے موقع پر وائسرائے ہند نے شاہ شجاع الملک کو بذریعہ تار بادشاہ انگلستان کی طرف سے کے۔ سی

آئی۔ ای کا خطاب ملنے پر مبارک باد دی۔ چترال میں اس تقریب پر خوب جشن ہوا اور خوشیاں منائی گئیں۔

امیر امان اللہ خان کی کابل میں تخت نشینی اور برطانیہ سے مخالفت

امیر حبیب اللہ خان بن امیر عبدالرحمن خان بادشاہ افغانستان در ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ لغمان کے علاقہ میں تھا کہ چند نمک حرام امراء کی سازش سے قتل کر دیا گیا شروع میں سردار نصر اللہ خان برادر بادشاہ شہید کو جلال آباد میں تخت پر بٹھایا گیا تھا لیکن بالآخر سلطنت سردار امان اللہ خان بن امیر حبیب اللہ کے قبضہ میں آئی اور سردار نصر اللہ خان گرفتار کر لیا گیا۔ امیر امان اللہ خان نے تخت نشینی کے بعد حکومت برطانیہ سے دوستانہ تعلقات منقطع کر لئے اور برطانیہ کے خلاف اعلان جہاد کر کے اپنی افواج کو سرحد ہندوستان کی طرف بڑھایا۔ ہندوستان کے شمال میں قبائلی علاقوں میں بھی پریشانی پھیل گئی۔ اور سرحدی قبائل افغانوں کی حمایت پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

علاقہ چترال پر یورش

اسمار میں مقیم افواج کے کمانڈر بریگیڈیر محمد عثمان خان نے شاہ شجاع الملک والی چترال کو ایک مراسلہ بھیجا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف اعلان جہاد کریں۔ شاہ شجاع نے اس افغان دعوت کو حکومت برطانیہ کے ساتھ دوستانہ معاہدات اور چترال اور افغانستان کی قدیمی مخالفت کے مدنظر رد کر دیا۔ اسپر افغانوں نے چترال پر حملہ کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں کنڑ کے ایک افغان عہدیدار میر زمان خان نے امیر افغانستان کے پاس جا کر چترال پر قبضہ کرنے کی اجازت چاہی اور افغان عسکری اسے مہیا کئے گئے۔ نیز اس علاقہ کے مذہبی پیشواؤں نے سید نور شاہ کی زیر سرکردگی تمام ملک میں وعظ و تقاریر کے ذریعہ لوگوں کو چترال میں مقیم برطانوی فوجوں کے وہاں سے نکال دینے کے بہانے جہاد پر آمادہ کیا۔ اس طرح ہزاروں قبائل ان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ اور چترال کی سرحدات کی جانب پیشقدمی شروع کی۔

چترال میں دفاعی انتظامات

شاہ شجاع الملک والی ریاست نے یہ اطلاعات سنکر ملک کے دفاع اور دشمنوں کے مقابلہ کے لئے وسیع پیمانے پر انتظامات و تیاریاں شروع کیں چنانچہ بادشاہ نے اپنے بھائی شہزادہ غلام دستگیر کو انتظام کیلئے دروش روانہ کیا اور اپنے دوسرے لڑکے شہزادہ محمد مظفر الملک کو مستوج بھیجا تاکہ بادخون کے سرحدی مورچوں کے استحکام کا انتظام کرے۔ سرحد مستوج و وخان کو بند کر کے بارو غیل کے نزدیک دیدین کیت کے مقام پر ایک مختصر فوج متعین کی گئی اور زمانہ قدیم کی طرح پہاڑوں پر آگ لگانے کے لئے مناسب انتظام کئے گئے تاکہ دشمن کے حملہ کے وقت پہاڑوں کی چوٹیوں پر آگ لگا کر بیدار ایک دوسرے کو خبردار کریں۔ اور جلد ہی چترال میں اس کی اطلاع مل سکے۔ شہزادہ حذیو الملک اور شہزادہ غازی الدین خان۔ میجر سرفراز شاہ حاکم غذرہ۔ سید شاہ ابوالمعالی ارکاری اور سید عبدالحسن اذدر حسن آباد کیساتھ چار سو مسلح پیادہ کے لشکوہ بھیجا گیا۔ اور یہاں بھی دفاعی انتظامات مکمل کر دیئے گئے۔ بادشاہ نے اپنے بڑے بیٹے

شہزادہ محمد ناصر الملک کو کچھ مسلح سپاہ کے ساتھ دروش روانہ فرمایا تاکہ وہاں وہ اور مہتر جو غلام دستگیر برٹش افسروں کے ساتھ ملحق ہو کر سرحدات ندو و بافشگل پر دفاعی امور میں انکا ہاتھ بٹائیں۔ انھوں نے بیر کھینی۔ ارسون۔ ڈویل لنسار۔ وغیرہ کے سرحدی مورچوں پہ فوج متعین کر کے یہاں کی حالت تسلی بخش بنائی اور شہزادہ محمد حسام الملک نے محاذ ارندو میں خواص کی ایک منظم جماعت کے ساتھ والنیٹر کا انتظام کیا۔ اور خود اس میں شامل ہو کر برکوٹ کے حملے کی تیاری کی۔

افغان حملہ اور جنگ گھوڑا لیسی

ابھی چترالی و برطانوی دستوں نے مورچے سنبھالے ہی تھے کہ ۱۲ مئی ۱۹۱۹ء کو تقریباً چھ ہزار افغان عسکری اور قبائلی دستے مرزمان خان اور سید زید رشاہ کی ماتحتی میں کاؤتی اور ارندو کی حدود میں داخل ہوگئے۔ اور کچھ نے کاؤتی سے دمیلنسار کی جانب دریا عبور کر کے گھوڑا لیسی پر گولہ باری شروع کی۔ یہ مقام کاؤتی کے سامنے دریا کے مشرقی کنارے پر واقع ہے کچھ چترالی اور برطانوی فوجی دستے یہاں میجر ربی پولیٹکل افسر چترال اور مہتر جو غلام دستگیر کے زیر کمان موجود تھے تمام دن گولہ باری ہوتی رہی اور افغانوں نے چترالی مورچوں پر کئی بار حملے کئے مگر ناکام رہے رات ہو جانے پر لڑائی بند ہوئی مگر صبح سویرے پھر شدید جنگ شروع ہوئی۔ دو چترالی فوجوں نے صوبیدار امیر اللہ خان اور صوبیدار محمد شریف خان کے زیر کمان دریا کے مغربی کنارے سے اور ایک کمپنی صوبیدار افضل آمان کی ماتحتی میں گھوڑا لیسی کی جانب سے دشمن پر جوابی حملہ کیا۔ میجر ربی بہادر اور مہتر جو غلام دستگیر خود اس حملہ کی قیادت کر رہے تھے۔ کئی گھنٹہ گھمسان کی دست بدست جنگ اور مسلسل گولہ باری کے بعد حملہ آوروں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور وہ پریشان و سراسیمہ ہو کر یہاں سے پسپا ہوگئے۔

جنگ دمیلنسار

گھوڑا لیسی و کاؤتی میں شکست کھانے کے بعد افغانوں نے دمیلنسار کی طرف توجہ کی۔ یہاں انکی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اور یہ لوگ دمیلنسار کے بالائی پشتوں پر مورچہ زن تھے۔ افغانوں نے یہاں بہت زوردار حملے کئے لیکن آخر کار شکست کھا کر پسپا ہوگئے۔ آٹھ افغان ہلاک اور بہت سے مجروح ہوئے چترالی فوج میں سے صرف چند اشخاص کو معمولی زخم آئے۔ اس شاندار فتح پر چترال میں خوشیاں منائی گئیں چیف کمشنر صوبہ سرحد۔ وائسرائے ہند و کمانڈر انچیف ہند نے اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے اور چترالی فوجوں کے بہادرانہ کارنامہ پر خراج تحسین ادا کیا۔

برکوٹ پر حملے کی تیاریاں

جنگ دمیلنسار میں کامیابی کے بعد شاہ شجاع الملک بالقابہ خود بتاریخ ۱۹ مئی ۱۹۱۹ء کو دروش پہنچے اور برٹش فوجوں کے کمانڈر کرنل سامبر اور دوسرے اعلیٰ افسروں کے ساتھ جنگی صورت حالات پر غور کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ مورچوں میں بیٹھ کر افغان حملے کے انتظار سے بہتر ہوگا۔ کہ پیشقدمی کر کے برکوٹ و بافشگل میں مقیم افغان افواج پر حملہ کر کے ان کو وہاں سے پسپا کر دیا جائے۔ اور چترال کی سرحدات کو دشمن کے خطرہ سے محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ برٹش فوج چترال

سکوٹس اور ریاستی باڈی گارڈ کے دستوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ باشگل و برکوٹ پر حملہ کریں۔ ایک فوج شہزادہ محمد ناصر الملک و مہتر جو غلام دستگیر کے زیر کمان ارسون و استورگس کی راہ سے روانہ کی گئی۔ جسمیں بارہ سو پچیس نفری مندرجہ ذیل صوبیداروں کے ماتحت تھے۔

۱۔ صوبیدار دلارام خان چترال سکوٹس۔ صوبیدار شاہ دستگیر۔ صوبیدار رحمت کریم۔ صوبیدار سلطان شاہ۔ صوبیدار شاہ بہیر خان۔ صوبیدار متین بیگ۔ صوبیدار مبارک شاہ۔ صوبیدار محمد شریف خان۔ صوبیدار میر حسین شاہ۔ صوبیدار جی۔ صوبیدار دوش خان۔ صوبیدار شیرک خان۔ جمعدار امیر بیگ۔ سوائے اول الذکر کے یہ سب ریاستی باڈی گارڈ کی کمپنیاں تھیں۔

ایک اور دستہ جسمیں تین سو سپاہی تھے چترال سکوٹس کے صوبیدار امیر اللہ خان و صوبیدار محمد زمان خان و صوبیدار افضل آمان کے زیر کمان لفٹننٹ بادشاہ بہادر کی سرکردگی میں نغر و کاوتی کی راہ سے دریا کے مغربی کنارے بر ارندو کی جانب برٹش کمانڈر کرنیل سامبر۔ میجر ریلی و دیگر برٹش افسران چار سو افراد پر مشتمل راجپوت پلٹن دو توپوں و پانچ مشین گنوں کے ساتھ پیشقدمی کرنے لگے ان کے ہمراہ چترال سکوٹس کی دو کمپنیاں بھی صوبیدار ولی محمد خان و صوبیدار لعل زمان خان کے زیر کمان موجود تھیں۔ پنتاسون اور نیغہ مکاکور کی راہ سے ریاستی باڈی گارڈ کے تین سو سپاہی صوبیدار رستم خان و صوبیدار زبیر خان و صوبیدار یوسف خان کی ماتحتی میں روانہ ہوئے۔

ارندو کے اوپر پہاڑی راستوں و مورچوں پر چترال سکوٹس کے صوبیدار غازی الملک و صوبیدار نور احمد خان اور صوبیدار رحمت زمان خان اپنی کمپنیوں کے ساتھ مامور تھے۔ کپتان گرین کمانڈنٹ سکوٹس اور اسفال تشکور من شاہ اہلکار ارندو ان دستوں کے ہمراہ تھے۔

پیشقدمی

برکوٹ میں ایک افغان نظامی ملیشہ کرنیل خورشید خان کے زیر کمان موجود تھی اور اسکے ساتھ ہزاروں قبائلی مسلح لشکری بھی تھے۔ جن کو جہاد کے بہانے جمع کیا گیا تھا۔ افغانوں نے برکوٹ کے قلعہ سے نالہ باشگل کے کنارے تک اور دریا سے پہاڑ کے وسط تک مضبوط مورچے بنائے اور برکوٹ کے اوپر بلند جگہ پر چار بڑی توپیں نصب کر کے دفاع کے لئے مستعد بیٹھے تھے۔ شہزادہ محمد ناصر الملک اور مہتر جو غلام دستگیر ارسون سے روانہ ہو کر کوہ پنتاسون پہنچے۔ تو وہاں چار سو اہالیان علاقہ کاتم کرنیل خورشید خان کے حکم سے مدافعت کے لئے متعین تھے لیکن چونکہ اہالیان باشگل زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے زیر اثر تھے۔ اور دربار چترال سے بہت زیادہ نوازش و عنایات دیکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بپاس حقوق سابق نعمت و نمک بادشاہان چترال شہزادہ محمد ناصر الملک کو سلام کر کے ان کے ساتھ معہ اپنے اسلحہ کے شامل ہو گئے۔ قریباً اسی نو معتبر لوگ انمیں سے علیحدہ ہو کر دشش کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں وہ اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باقی لوگ شہزادہ موصوف کے لشکر کے ساتھ مل کر واپس روانہ ہو گئے۔

فتح برکوٹ

دوسرے دن چترالی لشکر کا ایک حصہ مہتر جو غلام دستگیر کے زیر کمان اسنورگس سے سنوازیر کہ بانسگل نالہ کے اہم پل پر قبضہ کرنے کے لئے بڑھا تاکہ وہ افغانوں کے ہاتھ نہ پڑ جائے لیکن وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ افغانوں کا ایک مضبوط دستہ اس پر قابض ہو چکا ہے طرفین میں شدید جھڑپ ہوئی اور تمام دن لڑائی جاری رہی۔ رات کو افغان دستے کے لوگ آگ لگا کر خود بھاگ گئے۔ چترالی فوج نے دوسرے دن کمال جانکدستی سے پل کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اور ساری فوج نے دریا عبور کر لیا۔ مہتر جو دلارام خان۔ صوبیدار شار دستگیر۔ افسر میر حیدر علے خان اور صوبیدار محمد شریف خان اپنی کمپنیوں کے ساتھ نالۂ چنارگول کے اندر آگے بڑھے تاکہ پہاڑی پر چڑھ کر اوپر سے دشمن پر حملہ کریں۔ باقی لشکر شہزادہ محمد ناصر الملک اور مہتر جو غلام دستگیر کے زیر کمان دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ پیشقدمی کرنے لگا۔ اور ۲۳ مئی ۱۹۱۹ء کو برکوٹ وار ندہ کے مورچوں پر پہنچکر دشمن پر ہلہ بولدیا۔ دونوں جانب سے بندوقوں اور توپوں سے سخت گولہ باری ہوئی۔ الغرض تین بجے شام تک گھسان کی لڑائی جاری رہی اور آخر کار افغان فوج مزید مقابلہ کی تاب نہ لاکر پیٹھ دکھانے لگی۔ میرزمان خان۔ اور سید زلو شاہ مع اپنے قبائلی لشکریوں کے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور کرنل خورشید خان نے بھی باقیماندہ فوج کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ اس جنگ کو تاریخی اشعار میں مرزا محمد غفران فرماتے ہیں ؎

بغرید توپ و بلرزید خاک — برانگیخت گرد سیہ از مغاک!
تگرگے ببارید تند و مہیب — گہی رو بہ بالا گہی سرنشیب
گرفت آتش قہر روئے زمین — ہوا پر شد از گولۂ آتشین
دہان تفنگ شعلۂ خشم ریخت — پلنگ از سر کوہ لرزاں گریخت
دل ماہیان سوخت در قعر آب — پرندہ بروئے ہوا شد کباب
جگرہا ز کینہ شدہ شعلہ زن — برافروخت آتش بہ ہر انجمن
زبس خون ہا خاک گردید مست — غرور از سر و سینہ ہا گشت پست
پلنگ بن غار لرزید سخت — ز صدمہ دل شیر شد لخت لخت

افغان فوج کی ہزیمت اور فرار پر چترالی افواج نے برکوٹ وارندو کے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں اپنا جھنڈا لگا دیا۔ اس لڑائی میں طرفین کے کافی آدمی مارے گئے۔ افغان مقتولین کی تعداد ڈھائی سو کے قریب تھی اور زخمیوں کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ ان کی چار عدد توپیں۔ ایک سو بندوقیں اور بیشمار دیگر اسلحہ، گولہ بارود، بنوا اور سامان رسد وغیرہ فاتحین کے ہاتھ آیا۔ چترالی فوج میں سے پندرہ آدمی ہلاک اور اکتیس زخمی ہوئے

مقتولین جنگ

۱	صوبیدار دل[illegible]ن	کٹورہ	سکنہ بروز	محاذ ارندو میں مارا گیا۔
۲	صوبیدار گل[illegible]شاہ	رشتہ	〃 چترال	〃 〃 〃
۳	دلاور شاہ	گلیونہ	〃 دبین	بریکوٹ میں مارا گیا
۴	حوالدار [illegible]	سمرقندیہ	〃 ارغوزج	پل بریکوٹ میں مارا گیا
۵	جمعدار محمد لطیف [illegible]ان	شابونہ	〃 درویش	دمیلنسار کی جنگ میں مارا گیا
۶	زردانہ خان	〃	درویش	بریکوٹ کی پل پہ مارا گیا
۷	خنجر خان	سنگلہ	بہرتول	ارندو کی جنگ میں مارا گیا
۸	نائک جمروز خان		توریکہو	〃 〃 〃 〃
۹	نجب [illegible]		〃	〃 〃 〃 〃
۱۰	ابراہیم		〃	〃 〃 〃 〃
۱۱	بلور خان		〃	〃 〃 〃 〃
۱۲	روزبین		〃	〃 〃 〃 〃
۱۳	منتجب خان	رضاخیل	〃 مروی	〃 〃 〃 〃
۱۴	بروم خان	رضاخیل	〃 مروی	〃 〃 〃 〃
۱۵	محمد عارف		〃 مستوج	〃 〃 〃 〃

مجروحین جنگ

(۱)	صوبیدار ممین خان	قوم مدروڈی	سکنہ ایون
(۲)	جمعدار امیر بیگ	〃 قوزیہ	〃 توریکہو
(۳)	حوالدار کریم امان	〃 خوشوقتیہ	〃 مستوج
(۴)	〃 میر حسین شاہ	〃 رضاخیل	〃 ارغوزج
(۵)	〃 علیمراد شاہ	〃 دشمنہ	〃 مولکہو
(۶)	صوبیدار میجر سلطان شاہ	〃 رشتہ	〃 چترال
(۷)	نائک گوہر خان	〃 خوشاندہ	〃 ریشن
(۸)	حمائل شاہ	〃 رضاخیل	〃 ایون
(۹)	حوالدار امیر حیات شاہ	〃 رضاخیل	〃 جغور

(۱۰)		اعظم خان	قوم کٹوڑہ	سکنہ دنین
(۱۱)	حوالدار	مطائب شاہ	" رضاخیل	" آدی مستوج
(۱۲)	"	صفدر حیات	" زوندرہ	" تورکہو
(۱۳)	سپاہی	نور افزین شاہ	"	" سنوغر
(۱۴)	"	نور خان	"	" مستوج
(۱۵)	"	سعادت خان	"	" "
(۱۶)	"	سلام خان	"	" "
(۱۷)	"	برآمد خان	"	" "
(۱۸)	"	محمد فضل	"	" "
(۱۹)	"	مہربان خان	"	" "
(۲۰)	"	عبدالامان		" "
(۲۱)	"	شکور آباد		" "
(۲۲)	"	حسن بیگ	" شاہ غوبیٹہ	" آذیرہ
(۲۳)	"	حاصل نراب	" پینن شاوہ	" تورکہو
(۲۴)	"	شاہ عصمت	" دشمنہ	" موڑکہو
(۲۵)	"	بلبلہ خان	" دشمنہ	" موڑکہو
(۲۶)	"	دولہ خان	" مدروزی	" الیون
(۲۷)	"	قلندر خان	" خواجہ	" موڑکہو
(۲۸)	"	غلام سرور خان	" ابراہیم خیل	" دروش
(۲۹)	"	برات خان	" "	" بروز
(۳۰)	"	ہجوم خان	" پنین شاوہ	" "
(۳۱)	"	غلام حسین	" "	" "

دلاوران جنگ کے کارنامے

اہالیان چترال نے اس جنگ میں کمال جوش و مردانگی سے حصہ لیا جنہوں نے خاص امتیاز حاصل کیا۔ انکا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ مختصر طور پر درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(۱) شہزادہ محمد ناصر الملک سپہ سالار افواج ریاست اپنی کمسنی کے باوجود اہم ذمہ داریاں نہایت خوش اسلوبی اور لیاقت و شجاعت سے سرانجام دیں اور انکی ذہانت اور دور اندیشی اور جنگی تدبر و

مہارت کا کرنیل سامبر یا مر کمانڈر افواج برطانیہ اور دیگر برطانوی افسروں نے علی الاعلان اعتراف کیا۔

(٢) مہتر جو غلام دستگیر نے بھی جو بادشاہ کے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اور ایک معمر اور تجربہ کار افسر تھے۔ شہزادہ کے مشیر اور افواج ریاست کے نائب سالار کی حیثیت سے جنگ دمیلنسا، جنگ بریکوٹ اور میر دلش میں انتہائی تدبر اور شجاعت کا ثبوت دیا ان کے تین لڑکے میر حیدر علی خان۔ رحمت کریم اور نثار دستگیر نے جو علیحدہ علیحدہ کمپنیوں کی کمان کر رہے تھے شجاعت و مردانگی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔

(٣) مہتر جو محمد دلارام خان جو بادشاہ کے چھوٹے بھائی تھے اور اس وقت سکوٹس چترال میں صوبیدار تھے ان دستوں کی کمان کر رہے تھے جو چنار گول کی راہ سے پیشقدمی کر کے بری کوٹ پر حملہ آور ہوئے۔ شہزادہ موصوف نے کمال ہوشیاری جرأت اور تدبر سے دشمن کے مورچوں پر حملہ کر کے چار عدد اعلیٰ قسم کی توپیں افغانوں سے چھین کر نیک نامی حاصل کی۔

(٤) صوبیدار محمد شریف خان حاکم دروش جو نالۂ چنار گول کے حملہ میں اپنی کمپنی کی قیادت کر رہا تھا۔ نہایت بہادری سے حملہ میں کامیابی حاصل کی۔

(٥) صوبیدار امیر اللہ خان۔ صوبیدار افضل امان اور صوبیدار رحمت زمان خان نے بریکوٹ کے پل کے پشتہ پر حملے کے وقت نہایت ہمت کا مظاہرہ کیا اور پل پر قبضہ کر لیا۔

(٦) صوبیدار ولی محمد خان محاذ ارندو پر اپنی کمپنی کی قیادت اس جوش سے کر رہے تھے کہ اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ آخر کار دشمن کی گولیوں سے جام شہادت نوش کیا۔

(٧) صوبیدار گل حسین شاہ اتالیق بہادر شاہ کے ٢٢ سالہ نوجوان لڑکے نے باوجود صغیر سنی کے دشمن کی گولہ باری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دشمن کے مورچوں پر حملے جاری رکھے اور اپنی پرجوش حملوں کے دوران میں دشمن کی گولی سے شہادت حاصل کی۔

(٨) صوبیدار نمین خان نے جو ١٨٩٥ء میں عمرا خان والی جندول کے خلاف جنگ دروش میں اپنی بہادری کا ثبوت دے چکا تھا۔ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود اس جنگ میں ہمت و جرأت کا مظاہرہ کیا اور دشمن کے مورچوں پر شمشیر برہنہ لیکر حملہ کیا اور سخت زخمی ہوا۔

(٩) صوبیدار مبارک شاہ نے دست بدست جنگ میں اپنی شمشیر سے دو افغانوں کو بریکوٹ کے پل کے برج پر حملے کے موقع پر تہ تیغ کیا۔

(١٠) صوبیدار شاہ ببر خان نے دشمن کے مورچوں پر بریکوٹ محاذ میں مردانہ وار حملہ کر کے کثیر تعداد میں دشمن کی فوجوں کو وہاں سے بھگا دیا

(١١) صوبیدار میجر سلطان شاہ بھی دشمن کے ایک مورچہ پر حملہ کر کے دشمن کی گولی سے زخمی ہوا۔

(۱۲) صوبیدار انور احمد خان، صوبیدار لعل زمان خان اور صوبیدار میجر سرفراز شاہ دریا کے مشرقی کنارے کے مورچوں پر دشمن سے برسر پیکار تھے اپنی اپنی ذمہ داری کو ہر ایک نے نہایت بہادری سے انجام دیا۔

(۱۳) جمعدار محمد لطیف خان کلدم دروش و میلنسار میں انتہائی شجاعت سے پیشقدمی کرتا ہوا دشمن کے مورچوں میں گھس گیا۔ اور بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔

(۱۴) حوالدار عظمت شاہ ارغوچ پل کے برج پر مردانہ وار حملہ کیا اور بہادری سے لڑتے ہوئے دشمن کی گولی سے شہید ہوا۔

(۱۵) غلام سرور خان ابن نائب غلام خان آسماری نے دشمن کے سنگر پر دلاوری سے حملہ کر کے ان کو پراگندہ کیا۔ اور خود بھی مجروح ہوگیا۔

(۱۶) دلاور شاہ باشندہ دنین جو ایک معمر شخص تھا نے انتہائی شجاعت و جوش و خروش سے دشمن سے مقابلہ کیا اور آخر دشمن کے ہاتھوں مارا گیا۔ چترال میں یہ شخص بڑے بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔

(۱۷) زردانہ خان باشندہ دروش .... نہایت جوش سے دیوانہ وار بریکوٹ کے پل پر دشمن پر حملہ آور ہوا اور اسی حملے میں کام آیا۔

جشن فتح لشکر چترال کی اس شاندار فتح پر تمام ملک میں جشن منائے گئے لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے ہند، سر جارج روس کیپل چیف کمشنر صوبہ سرحد، نظام دکن، مہاراجہ کشمیر و دیگر والیان ریاست کی طرف سے شاہ شجاع الملک کے نام مبارک باد کے پیغامات موصول ہوئے۔

خطاب ہز ہائی نس و سلامی توپ تھوڑے ہی دن بعد شہنشاہ انگلستان کی جانب سے اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کو ایک تہنیت نامہ ملا اور اس کے ساتھ ہی ہز ہائی نس کا خطاب اور گیارہ توپوں کی سلامی بطور اظہار شکر گذاری و خراج تحسین دی گئی گورنمنٹ برطانیہ نے اس جنگ میں بادشاہ چترال اور اسکی رعایا کے بہادرانہ کارناموں کا شاندار الفاظ میں اعتراف کیا۔

لشکر چترال کی واپسی محاذات جنگ سے فتح بریکوٹ کے بعد چترالی لشکر نے آگے بڑھ کر اسمار، نرست اور باشگل کے سارے علاقے کو افغانوں سے پاک کر دیا۔ نرست کے پل کو آگ لگا کر برباد کر دیا۔ شاہ شجاع الملک کی ذاتی خواہش یہ تھی کہ جلال آباد کی طرف پیشقدمی کی جائے۔ مگر برٹش افسروں نے حکومت ہند کے احکام کے مطابق اس کی اجازت نہیں دی۔ چند دن بعد شہزادہ محمد ناصر الملک جو اپنی فوج کے ساتھ بریکوٹ میں مقیم تھے انہیں سرکاری حکم سے واپس برکھی آنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ حکومت ہند کی ہدایات کے مطابق چترالی لشکر نرست۔ آسمار و بریکوٹ کے

افغان علاقے خالی کر کے واپس بیرکھتی آگیا اور کچھ فوج یہاں اور کچھ ارسون میں چھوڑ کر باقیماندہ فوج شہزادہ محمد ناصر الملک کے ساتھ چترال کی جانب روانہ ہوگئی۔

برکوٹ اور بانشگل پھر افغانوں کے قبضہ

افغانوں نے جب علاقہ نرست، برکوٹ، دارندو، سے لشکر چترال کی واپسی کی وجہ سے میدان کو خالی دیکھا تو جرنیل دکیل خان کنتوری و کرنیل خورشید خان کے زیر کمان جدید الاسلام و اسمار سے قبائلی لشکر لے کر آگے بڑھ کر برکوٹ اور ارندو پہنچے۔ بادشاہ چترال کا ایک بھائی مہتر جو عبدالرحمن خان جو عرصہ دراز سے امیر افغانستان کے دربار میں تھا بحیثیت کرنیل اس لشکر کے ہمراہ تھا۔ افغانوں کے اس اقدام سے بانشگل کا علاقہ بھی پھر ان کے ہاتھ چلا گیا۔ اور ان بانشگلی سرداروں اور معتبروں کے اہل و عیال جو جنگ کے اوائل میں بادشاہ چترال کے پاس آگئے تھے افغانوں کے قبضہ میں آگئے جس سے یہ لوگ پریشانی میں مبتلا ہوگئے

بانشگل پر چترالی لشکر کا حملہ اور پسپائی

چنانچہ ہز ہائی نس شاہ شجاع الملک نے مہتر جو غلام دستگیر کو ایک لشکر دے کر ارسون کی راہ سے بانشگل روانہ کیا۔ تاکہ وہاں استحکام سے پہلے ہی اس علاقہ پر قبضہ کر لے۔ چنانچہ شہزادہ موصوف دو سو سپاہی لیکر علاقہ کام میں میر دلیش کے مقام پر پہنچا اور وہاں کے آدمیوں کو ساتھ لیکر اپنے فرزند رحمت کریم کے ہمراہ کام نور گ مقام روانہ کیا۔ لیکن اس اثناء میں جرنیل دکیل خان اور کرنیل مہتر جو عبدالرحمن خان برکوٹ سے مع ڈیڑھ ہزار فوج مسلح روانہ ہو کر کام کے نزدیک پہنچے۔ چنانچہ رحمت کریم واپس میر دلیش آیا اور میر دلیش و کام کے درمیان پل کو توڑ کر افغان لشکر کے خلاف مدافعت کے لئے مورچے بنائے دوسرے دن جرنیل دکیل خان کام پہنچا اور وہاں سے ایک زبردست لشکر سمیت آگے بڑھ کر کنارہ دریا پر مورچہ زن ہوا۔ اور میر دلیش پر گولہ باری شروع کر دی۔ چترالی لشکر نے جس کی قیادت مہتر جو غلام دستگیر اور اسکے لڑکے میر حیدر علی خان اور رحمت کریم خود کر رہے تھے۔ مقابلہ میں گولے برسائے دونوں طرف سے کچھ جانی نقصان ہوا دشمن کے آٹھ آدمی مارے گئے اور چند مجروح ہوئے۔ لیکن دو سو چترالی سپاہ کے لئے ڈیڑھ ہزار سے زائد افراد پر مشتمل افغان لشکر کا مقابلہ زیادہ دیر تک ممکن نہ تھا۔ چنانچہ دن ڈھلنے سے پہلے ہی شہزادہ غلام دستگیر نے اپنے لشکر کو نالہ میر دلیش کی راہ سے پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ اسطرح علاقہ بانشگل کلیتہً افغانوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ یہاں کے جو لوگ چترال و دروش میں بادشاہ چترال کے پاس تھے انمیں سے بعض واپس اپنے وطن چلے گئے۔ اور کل سترہ آدمی تھے جنمیں مشہور معتبرین یہ تھے۔

استان ملک مع اپنے لڑکوں کے حبیب اللہ، میرک، عبدالملک، ٹانگ۔ لکام۔ زار کھان غلام حیدر۔ جلال الدین، محمد عظیم خان، جان محمد۔ گزمرہ، بڈیل، بہادر وغیرہ مختلف اقوام سے خاص کام کے ۲۳ نفر بڈوگل کے ۳ نفر۔ لوٹ دہ کے ۲۳ نفر۔ شنگل کے ۳ نفر ایسلاسوئے کے ۸ نفر شوئے

کے لم نغرا اور بڈ ناک کے ۷ نفر چترال اور دروش میں سکونت پذیر تھے۔ ان لوگوں کو دربار کابل سے وظیفہ بھی ملتا تھا۔ لیکن انھوں نے اس تعلق کی خاطر جو پادشاہان چترال سے قدیم زمانے سے رکھتے تھے اور انکے نمکخوار تھے حقوق نعمت بجالانے کے لئے بادشاہ چترال کے ساتھ وفاداری و خلوص کی خاطر حکومت افغانستان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور چترال میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ مابعد جب یہاں سے سابقہ تعلق کی دوبارہ تجدید ممکن نظر نہ آئی۔ ناچار اپنے وطن واپس چلے گئے۔

گلگت اسکاوٹس کی کمک

جولائی ۱۹۱۹ء میں صوبیدار میر بازخان پنیال، صوبیدار محمد امان شاہ غذر۔ صوبیدار محمد شریف خان یسین، صوبیدار غزن خان ہونزا اور صوبیدار محمد علی خان نگیر۔ ایک ایک کمپنی گلگت سکاوٹس کے ساتھ چترال پہنچے۔ تاکہ بدخشان اور دیگر اطراف سے افغان حملے کے وقت چترال کے دفاع میں مدد دیں۔ لیکن جنگ بریکوٹ کے بعد افغانوں کی جرأت و ہمت ختم ہوچکی تھی۔ اور ان کے حملے کا کوئی احتمال نہ رہا تھا۔ تھوڑے عرصہ رہ کر یہ دستے واپس گلگت روانہ ہوگئے۔

صلح نامہ راولپنڈی

۲۴ جولائی ۱۹۱۹ء کو افغان حکومت کی طرف سے وفد صلح سردار علی احمد خان کی زیر قیادت خیبر ایجنسی میں ڈھاکہ کے مقام پر پہنچا اور وہاں سے راولپنڈی آیا جہاں ۲۶ جولائی ۱۹۱۹ء کو افغان وفد اور سر ہملٹن گرانٹ کے مابین مذاکرات صلح شروع ہونے اور ۸ اگست ۱۹۱۹ء کو صلحنامہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے حکومت برطانیہ نے افغانستان کی آزادی تسلیم کرلی۔ اور امیر افغانستان کو سالانہ مواجب دینا بند کردیا۔ نیز ہندوستان کی راہ سے افغانستان کو اسلحہ وغیرہ کی درآمد بند کردی گئی۔ علاوہ ازیں افغانستان اور ہندوستان کی وہی سرحد تسلیم کی گئی جو بہت عرصہ پہلے کرنیل ڈیورنڈ کے باونڈری کمیشن (ہندوستان اور افغانستان کا مشترکہ کمیشن) نے قائم کی تھی۔ کرنیل موصوف کی اس حدبندی کو آج بھی ڈیورنڈ لائن کہتے ہیں) بعد کے معاہدات اور واقعات نے افغانستان کی خودمختار حیثیت کو اور نمایاں کردیا۔

ریاستی باڈی گارڈ کے لئے جدید اسلحہ

ہز ہائی نس سر شجاع الملک اور ان کی رعایا کی وفاداری اور افغانوں کے خلاف جنگ میں نمایاں بہادری کے صلے میں حکومت برطانیہ نے ہز ہائی نس کے باڈی گارڈ کے لئے دو ہزار نئی ۳۰۳ بور کی رائفلیں عطا کیں جو گلگت کی راہ سے ستمبر ۱۹۱۹ء میں چترال پہنچائی گئیں اور ان رائفلوں کے ساتھ چودہ لاکھ کارتوس وغیرہ سامان و وردی بھی عطا کئے۔ ہز ہائی نس نے جنگ افغانستان کے بعد باڈی گارڈ کی جدید تنظیم شروع کی اور مزید باقاعدہ کمپنیاں تیار کی گئیں۔ اور از سر نو ان کی تعلیم و تربیت پر توجہ مبذول فرمائی۔

میر سکندر خان بدخشی

اس اثنا میں بدخشاں کے میر سلطان شاہ اژدہا کے ایک نواسے میر سکندر خان

بن میر عالم خان ہجرت کر کے چترال پہنچے۔ بادشاہ نے خاطر و مدارات شاہانہ سے نوازا۔ ان کے جد اعلیٰ سلطان شاہ اژدہا نے جبکہ وہ بدخشاں میں حکمران تھے چترال پر یورش کی تھی اور شاہ عبدالقادر رئیس کو تخت چترال پر بٹھا کر واپس بدخشاں چلا گیا تھا اور سارے ملک کو لوٹ مار سے تباہ کر دیا تھا۔

والدۂ بادشاہ کی وفات

ستمبر ۱۹۱۹ء میں بادشاہ والا جاہ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا مرحومہ کامران خان والئ اسمار کی صاحبزادی اور ایک نیک دل عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ بادشاہ حق شناس نے ایکماہ تک علما کو جمع کر کے صدقات و خیرات جاری رکھے اور وفات کے بعد ان کو جامع مسجد کے صحن میں نئے شاہی قبرستان واقع قلعہ میں دفن کیا گیا۔

خطابات جنگ بریکوٹ

میجر برٹ پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں چترال آئے اور حکومت برطانیہ کی طرف سے ان لوگوں کو خطابات سے سرفراز کیا جنہوں نے جنگ بریکوٹ میں نمایاں طور پر جنگی خدمات انجام دی تھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مہتر جو غلام دستگیر اور اتالیق بہادر کو "خان بہادر" کا خطاب دیا گیا۔

(۲) مہتر جو دلارام خان و بیتر برادر نور احمد خان اور رتبن خان کو "خانصاحب" کا خطاب دیا گیا۔

(۳) صوبیدار میجر شاہ ممبر خان اور صوبیدار محمد شریف خان کو ایم، بی، اے کے خطابات دیئے۔

اختتام دربار پر ہز ہائی نس سر شجاع الملک خود پشاور تشریف لے گئے اور وہاں سر ہملٹن گرانٹ چیف کمشنر پشاور سے ملاقات کر کے ۱۵ نومبر ۱۹۲۰ء کو واپس چترال آئے۔

وزیر عنایت خان کا انتقال

اس اثنا میں وزیر عنایت خان حضور کا اسی سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ آپ شاہ امان الملک بادشاہ کے وقت سے عہدۂ وزارت پر مامور تھے۔ اور حکومت برطانیہ و مہاراجہ کشمیر سے مذاکرات دوستی میں چترال کی طرف سے نمائندگی کرتے رہے تھے۔ ۱۸۹۵ء میں بھی شاہ شجاع الملک کی تخت نشینی کے بعد جو مشیران ثلاثہ کی کونسل بنائی گئی تھی۔ وہ اس کے ممبر تھے۔ مابعد ریاستی کونسل میں بھی شامل تھے۔ بادشاہ کو ان کی وفات پر بہت افسوس ہوا اور اس کے لڑکوں صوبیدار یعقوب خان و صوبیدار یوسف خان کے ساتھ ہمدردی فرمائی۔

روسی مہاجرین

نومبر ۱۹۲۰ء میں دوسرا قافلہ روسیوں کا جس میں دو آفیسر سات عہدے دار اور پچیس سپاہی تھے۔ کرنل بخالیک کی زیر سرکردگی روس سے فرار ہو کر بروغیل کے راستہ چترال پہنچے ان لوگوں نے بالشویک انقلابیوں سے بچ کر راہ فرار اختیار کی تھی اور ان کی عورتیں اور بال بچے بھی ہمراہ تھے چترال میں ایک ہفتہ تک بادشاہ کی مہمانی اور خاطر تواضع میں گذار کر ہندوستان روانہ ہوئے۔

انتقال خان بہادر اتالیق بہادر

اپریل ۱۹۲۱ء میں خان بہادر اتالیق بہادر کا انتقال ہو گیا۔ بادشاہ نے بذات خود ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی مرحوم

سنہ ۱۹۰۵ء سے منصب اتالیق اور وزارت اعلیٰ پر سرفراز تھے اور منتظم کل ریاست چترال کہلاتے تھے ایک حلیم و متواضع شخص تھے اور حکومت برطانیہ نے ان کو خان بہادر کا خطاب دیا تھا۔ ان کی ایک صاحبزادی شاہ شجاع الملک کے سلک ازدواج میں تھی۔ جن کے بطن سے شہزادہ خوشوقت ملک و شہزادہ خوش احمد ملک و شہزادہ محمد محی الدین خان ہیں۔ شہزادہ خوشوقت ملک پاکستان آرمی میں بریگیڈیر رہے۔ اتالیق مرحوم کے انتقال مرحوم کے انتقال پر ان کے لڑکے سرفراز شاہ کو جو باڈی گارڈ میں میجر کے عہدے پر تھے ان جگہ منصب اتالیق پر فائز کیا گیا۔

سفر دہلی شہزادہ انگلستان کے دہلی تشریف لانے کے موقع پر ہز ہائی نس دربار میں شرکت کے لئے ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء دہلی گئے۔ اور اختتام دربار کے بعد اندور، بمبئی۔ اجمیر شریف۔ لاہور جموں کی سیاحت کرنے کے بعد ماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء کو واپس چترال تشریف لائے۔

وفد کالام باشقار ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۳ء میں معززین کالام کا ایک وفد چترال آکر بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ اور والی سوات کے خلاف عرضیہ دائر کیا کہ ہم لوگ زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے باجگذار اور وفادار رعایا ہیں۔ ہم پر میاں گل عبدالودود خان والی سوات نے دست تطاول دراز کیا اور ہم پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لہذا بادشاہ نے اپنے بڑے فرزند شہزادہ محمد ناصر الملک کو معاملہ کی تحقیق کی غرض سے سوات میں والی سوات کے پاس روانہ کیا۔ تاکہ ان کو بے جا مداخلت سے منع کریں۔ کیونکہ کالام باشقار جو کوہستان کے آزاد علاقہ کا حصہ ہے۔ وہاں کے لوگ زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے باجگذار رعایا ہیں اور مزید احتیاط کے مدنظر موجودہ گورنر مستوج جو دلارام خان اور سید عبدالرزاق پاشا کو تورکھو اور موڑکھو کی مسلح کمپنیوں کے ساتھ مستوج روانہ کیا۔ تاکہ اگر والی سوات مداخلت سے باز نہ آئے تو طاقت کے ذریعہ انکی کالامی رعایا کو والی صوات کی مداخلت سے محفوظ کریں۔ لیکن شہزادہ محمد ناصر الملک کی کوششوں سے پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ نے والیٔ سوات کو کالام باشقار میں دست درازی سے منع کیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اہل کالام بدستور آزاد رہیں۔ چنانچہ باڈی گارڈ کے دستوں کو مستوج سے واپس بلایا گیا۔

لارڈ راولنسن کی آمد ۳ اگست سنہ ۱۹۲۳ء کو لارڈ راولنسن سپہ سالار افواج ہند سیاحت کی غرض سے چترال پہنچے۔ اگرچہ بادشاہ اس وقت خود بیمار تھے مگر پھر بھی معزز مہمان کی انتہائی شان سے خاطر مدارات کی۔ ایک ہفتہ قیام کے بعد لارڈ راولنسن مستوج کی راہ سے گلگت چلے گئے

سیلاب چترال گول کی بربادی بتاریخ ۱۹ اگست سنہ ۱۹۲۳ء کو رات کے وقت چترال گول کے نالہ میں ایک زبردست سیلاب آیا۔ تین دن پہلے ۱۶ تاریخ کو بھی آیا تھا۔ مگر اس قسم کا ہیبت ناک اور شور انگیز اور شدید سیلاب موجودہ دور میں اس سے پہلے کبھی نہیں آیا تھا۔ نالہ کے دونوں طرف ایک ایک میل کی دوری تک ساری زمین زلزلہ کی طرح کانپ رہی تھی۔ اور جس جگہ نالہ دریائے چترال

سے ملتا ہے اس مقام پر سیلاب کے لائے ہوئے پتھروں اور لکڑیوں سے ایک بڑی وسیع اور اونچی دیوار سی بن گئی جس نے سارے دریا کو روک دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ دریا شمال کی طرف بڑا تالاب بنتا گیا۔ حتیٰ کہ پل چیو دریا کے اندر غائب ہو گیا۔ قلعہ شاہی بھی شدید خطرہ میں پڑ گیا۔

آدھی رات سے کچھ دیر بعد سیلاب سے بنی ہوئی بند دیوار یکایک ٹوٹ گئی۔ اور بند شدہ دریا کا تالاب پورے زور سے سب کچھ اپنے ساتھ بہاتا ہوا چل پڑا۔ پل چیو اور دریائے چترال کے چھاؤنی پل کا بڑا حصہ جڑ سے ہی اکھڑ کر بہہ گیا۔ قلعہ شاہی کے سامنے سفید پتھر کا ایک خوبصورت بنگلہ بھی زیر آب قلعہ کے سامنے کوچ میں بڑا گودام خانہ اور باغ مشرق میں اسلحہ سازی کا کارخانہ بھی سیلاب کی نذر ہو گئے ملک کے دوسرے حصوں میں بھی شدید بارش اور سیلاب کی وجہ سے بہت سا جانی و مالی نقصان ہوا اور چترال گول کے آس پاس کے رہنے والے انیس آدمی غرق ہوئے اور مال مویشیوں کے نقصان کا کوئی شمار ہی نہ تھا

تیرھواں باب

سفرنامہ حج کا اقتباس

بادشاہ کا عزم حج

اس سال ہز ہائی نس شاہ شجاع الملک نے فریضۂ حج کی ادائیگی یعنی زیارت حرمین شریفین کا عزم کیا اور یہ نغمہ ورد زبان تھا۔ سفر جانب شہر بیت الحرام زکلی سفرہا است عالیمقام چنانچہ بتاریخ ۲۲ر نومبر ۱۹۲۳ء مطابق ۱۴ر ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ کو چترال سے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے روانگی سے پیشتر بادشاہ نے اپنے بڑے فرزند شہزادہ محمد ناصر الملک کو اپنا ولیعہد مقرر فرمایا۔ اور املاک و جائداد کی اپنے بیٹوں میں تقسیم کے متعلق وصیت نامہ بھی تیار کیا۔ بادشاہ نے اپنی غیر موجودگی میں انتظام حکومت کیلئے شہزادہ محمد ناصر الملک اور اپنے بھائی شہزادہ دلارام خان کو مقرر فرمایا۔ اعلیحضرت ۹ر فروری ۱۹۲۴ء کو بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے ان کے ہمراہ مندرجہ ذیل اشخاص تھے۔

مولوی حمد اللہ کمال الدین قادری پی لپشاور۔ سید عبد الرزاق پاشا۔ صوفی حسن احمد۔ میجر مبارک شاہ سیکرٹری غلام مصطفےٰ خان۔ قاضی محمد جہان خان۔ صوبیدار میر گلاب شاہ۔ غلام محمد کشمیری۔ سلامت شاہ۔ اور ایک دھوبی کشمی ۱۳ر فروری کو کراچی پہنچے اور ۱۵ر فروری کو بصرہ اور وہاں سے ۱۸ر فروری کو بغداد شریف میں وارد ہوئے۔ اس کے بعد سیکرٹری کے سفر نامہ سے مختصر حالات و مقامات مبارکہ بھی درج ہوتے ہیں۔

بغداد شریف و درگاہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ: جہاں نقیب الاشراف حضرت سید محمود آفندی اور ان کے چچا سید احمد آفندی اور ان کے دونوں بھائی سید محی الدین و سید عاصم اور ان کے خاندان کے دوسرے اشراف سید محمد صالح و سید ناصر الدین اور پاد شاہ عراق وہاں کی کمشنر برطانیہ کے نمایندے سٹیشن پر بادشاہ چترال کا استقبال کیا۔ بادشاہ اور ان کے ہمراہیوں نے یہاں درگاہ حضرت غوث الاعظم قدس سرہ کی زیارت کی۔ ۲۰ر فروری کو بادشاہ عراق سے ملاقات کی۔ دوسرے دن بغداد شریف کے مشہور مقامات کی سیر کی۔ کاظمین شریف میں حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم و محمد الجواد رضی اللہ عنہم کی زیارت سے مشرف ہوئے مگر زائرین کے اژدحام نہ دعا بفراغت ہوئی اور نہ بغور دیکھنے کا موقع ملا نیز یہاں حضرت سری سقطی و جنید بغدادی رحمہم اللہ و حضرت یوشع علیہ السلام و بہلول دانا مجذوب و شیخ ابراہیم الخواص و حضرت شیخ معروف کرخی، و حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے مزارات مقدسہ کی زیارت بھی کی۔

کربلائے معلی و نجف اشرف: ۲۳ر فروری ۱۹۲۴ء کی صبح کو بادشاہ اور انکے ہمراہی ریل میں بیٹھ کر کربلائے

معلے پہنچے۔ جہاں شاہ فیصل کی طرف سے حکام فوجی اور رؤسائے شہر نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ یہاں بادشاہ معہ ہمراہیوں کے سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقبرہ کی زیارت کی پھر نجف اشرف گئے جہاں مزار سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور ان کے مزار کے پنجرہ کے اندر قبر ہائے آدم و نوح علیہم السلام بھی بتائی گئیں۔ سب کی زیارت کر کے شہر سے باہر حضرت ہود و حضرت صالح علیہم السلام کے مرقد مبارک پر گئے۔ جو ایک گنبد کے اندر واقع ہیں۔ وہاں پر زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پھر نجف اشرف سے بذریعہ موٹر کوفہ گئے۔

کوفہ:۔ جہاں مسجد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دیکھی۔ اس مسجد میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ شہید کر دیئے گئے تھے۔ یہاں حضرت ایوب صابر علیہ السلام اور حضرت ذی الکفل علیہ السلام اور ان کے پانچ اصحاب کے مقبروں کی زیارت کی۔ اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے مزار پر بھی گئے اور مقام الیاس بھی دیکھا۔ جہاں حضرت الیاس علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ دوسرے دن آثار بابل۔ و چاہ بابل اور خانہ بخت نصر کے ویرانوں کے اندر جا کر سیر عبرت کی۔ شہر بابل کا رقبہ موجودہ آثار کے مطابق پندرہ میل طول اور پندرہ میل عرض بتایا گیا۔ تابوت سکندری یہاں سے اٹھا کر استنبول لے گئے تھے۔ یہاں حضرت عمران بن علی المرتضیٰ کی زیارت بھی حاصل کی رضی اللہ عنہم۔

مداین:۔ ۲۷ فروری ۱۹۲۴ء مداین گئے۔ اور وہاں حضرت سلیمان فارسی و حذیفۃ الیمانی و عبداللہ ابن جابر رضی اللہ عنہم کے مزارات پر گئے اور زیارت کی۔ مداین بغداد سے ۲۵ میل دور واقع ہے ایوان کسریٰ و متصل آن طاق کی شکل کا ایک مکان ہے جس کا اکثر حصہ گر گیا ہے۔

دمشق:۔ بغداد سے موٹر کے ذریعہ ۷ مارچ کو شاہ چترال ہمراہیوں کے ساتھ دمشق پہنچے یہاں حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت بلال و ابو عبیدہ بن الجراح و حضرت محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہم کے مزارات پر گئے اور دعا کا شرف حاصل کیا۔ پادشاہ حجاز ملک حسین چند ماہ پیشتر مکہ معظمہ سے آکر عمان گئے نزدیک شونے کے مقام پر اقامت پذیر تھے۔ انھوں نے شاہ چترال کو وہاں مدعو کر کے چند دن شاہانہ خاطر تواضع کی۔ شونے بحیرۂ لوط کے کنارے پر واقع ہے فلسطین کے تمام علما اور عمائد بادشاہ حجاز سے بیعت خلافت کے لئے یہاں جمع تھے۔

بیت المقدس:۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۴ء کو شاہ شجاع الملک بذریعۂ موٹر بیت المقدس پہنچے مسجد اقصیٰ کی زیارت کی۔ اور پھر مسجد حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیکھی جو اسکے جنوب میں واقع ہے اور خود بیت المقدس میں جو صخرہ مبارک ہے وہ وسط صحن میں واقع ہے۔ وہاں سے نیچے اتر کر سنگ معلق بھی دیکھا۔ ان سب کی زیارت کرنے کے بعد مقام الخلیل گئے۔ جہاں حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت اسحاق و حضرت یعقوب و حضرت یوسف علیہم السلام کے مزارات مقدس موجود ہیں۔ وہاں ان مزارات کا شرف حاصل کیا۔ دوسرے دن حضرت

موسیٰ علیہ السلام کی زیارت سے شرف اندوز ہوا اور وادی شعیب کے اندر حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار بھی دور سے دیکھا مگر زیارت نصیب نہ ہوئی۔

مدینہ منورہ: الغرض یہ قافلہ گھومتا ہوا ۲۹ مارچ ۱۹۲۴ء کو مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اور روضہ اقدس کی زیارت سے سعادت یاب ہوا اور ایک قصر شاہانہ میں مقیم رہکر ڈیڑھ مہینہ تک مزار پر انوار کا شرف حاصل کرتا رہا۔ اور جنت البقیع اور احد کے زیارات میں جاکر دعا پڑھی مسجد قبلتین اور مسجد قبا بھی دیکھی یہاں سے ۱۵ مئی کو آخری زیارت حاصل کرنے کے بعد الوداع کہکر شاہ چترال معان۔ عقبہ۔ مداین اور جدہ کے راستے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

مکہ معظمہ: بتاریخ ۲ جون ۱۹۲۴ء کو مکہ معظمہ پہنچکر کعبہ کے دیدار سے شرف یاب ہوئے یہاں قاضی القضاۃ اور کمانڈر اور کمانڈر انچیف افواج عربیہ نے شاہ حجاز کی طرف سے شاہ چترال کا استقبال کیا اور انکی رہائش کے لئے ایک قصر مخصوص کیا۔

وفات میجر سلطان شاہ۔ انہیں دنوں چترال سے حاجیوں کی ایک مختصر جماعت جس میں نیر اعظم حاکم واتالیق سرفراز شاہ دسٹرکٹ قربان محمد میجر سلطان شاہ اور شاد ٹ لال بھی فریضۂ حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچے تھے۔ انمیں سے میجر سلطان شاہ بمقام شہدا انتقال ہوگیا تھا جہاں سے وہ مکہ معظمہ پہنچا کر جنت المعلیٰ میں سپرد خاک کیا گیا۔

وفات سیکرٹری غلام مصطفےٰ خان: قیام مکہ معظمہ کے تین ہفتہ بعد بادشاہ کے سیکرٹری مرزا غلام مصطفےٰ جو چند دن سے بیمار تھے ۲۲ جون ۱۹۲۴ء کو مکہ معظمہ میں وفات پاگئے۔ بادشاہ نے خود ان کے جنازہ میں شرکت فرمائی۔ اور جنت المعلیٰ میں دفن کیا۔ اور چترال میں انکے والد مرزا محمد غفران کو بذریعہ خط ہمدردی اور تعزیتی خط لکھا۔ مرحوم علیگڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ تھے اور اٹھارہ سال سے بادشاہ کے سیکرٹری کے عہدہ پر مامور تھے۔ انکی عمر ۳۸ سال سے کچھ اوپر تھی۔

حج کعبہ: بادشاہ اور ان کے مصاحبین نے فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ۱۴ جولائی ۱۹۲۴ء کو واپس روانہ ہوئے بادشاہ حجاز ملک حسین نے غلاف مبارک بیت اللہ شریف بطور تحفہ اپنے وزیر عبدالوہاب کے ہاتھ شاہ شجاع الملک کے پاس بھیجکر ان کی عزت افزائی کی۔ اعلیحضرت ۲۹ جولائی کو بذریعہ جہاز بمبئی پہنچے جہاں شہزادے اور دیگر معززین چترال اپنے بادشاہ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے وہاں سے روانہ ہوکر براستہ آگرہ۔ لاہور۔ پشاور ۲۱ اگست کو چترال میں تشریف لائے۔ ہزاروں لوگوں نے اپنے محبوب حکمران کو خوش آمدید کہا۔ اس سفر میں آٹھ مہینہ اور پندرہ دن گذار دیئے ایک کثیر رقم خیرات وغیرہ پر صرف کی۔ اُن کی فیاضی کی شہرت کا یہ عالم تھا کہ چند سال تک عربستان کے لوگ ان کی فیاضی کو یاد کرتے ہوئے چترال آتے رہے اور ان کو نیکی سے یاد کرتے رہے۔



اعلیحضرت ہزھائی نس سر شجاع الملک

دائیں سے بائیں کرسیوں پر مہتر جو اسفندیار خان کمانڈر باڈی گارڈ

میجر سید عبدالرزاق پاشا اور انکے گودون میں

سید حسن صلاح الدین و سید عبداللہ معزالدین گیلانی

پیر زادگان بغداد شریف

سامنے بیٹھے ہوئے شاہزادگان اعلیحضرت

کھڑے ہوئے اراکین کونسل و مالیہ و معززین ملک

اعلیحضرت شاہ شجاع الملک کی غیر موجودگی کے حالات سر ولیم برڈ وڈ کی آمد

سابق بیان ہو چکا ہے کہ بادشاہ نے سفر حج پر روانگی سے پیشتر اپنے بڑے فرزند شہزادہ محمد ناصر الملک کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا اور اپنے بھائی مہتر جو دلارام کو ان کے ساتھ امور حکومت چلانے پر مامور فرمایا تھا اس اثنا میں سر ولیم برڈ وڈ سپہ سالار افواج ہندوستان سیاحت پر چترال تشریف لائے۔ یہاں شہزادہ ناصر الملک نے انکا شاندار استقبال کیا اور شایان شان مہمانی کی۔ جس سے صاحب موصوف شہزادہ کے انتظام سے بہت خوش ہوئے اور اُن کی درخواست پر باڈی گارڈ ریاست کے لئے مزید ایک ہزار بندوق ۳۰۳ مرحمت کیں۔ اور شہزادہ ناصر الملک کو انڈین آرمی میں لفٹننٹ کا اعزازی عہدہ بھی دیا

نواب دیر کی آمد

سپہ سالار ہند کی مراجعت کے بعد نواب بادشاہ خان والئی دیر گرم چشمہ کی سیاحت کی غرض سے چترال آئے۔ اُنکے ہمراہ چھ سو سے زائد آدمی تھے۔ شہزادہ محمد ناصر الملک اور مہتر جو دلارام خان نے ان کا بھی شاہانہ استقبال کیا۔ اور اعلیٰ پیمانہ پر مہمانی اور خاطر مدارات کی۔ نواب صاحب بیس دن چترال اور گرم چشمہ میں قیام پذیر ہونے کے بعد واپس دیر مراجعت فرما ہوئے۔ اسی اثنا میں جرنیل کاسل (افواج ہند) بھی سیاحت کے طور پر چترال میں تشریف لائے اور چند دن قلعہ میں مہمان رہ کر واپس مراجعت کی۔ اور تینوں جلیل القدر مہمانوں کے شایان شان مہمانی اور انتظام بوجہ احسن سرانجام ہوئے۔

۱۹۲۴ء میں اسماعیلیہ فرقہ کا اپنے مذہب سے تبرا

اعلیحضرت شاہ شجاع الملک سفر حرمین الشریفین سے واپسی کے بعد اپنی یہ دیرینہ خواہش ظاہر کی۔ کہ ریاست میں اسماعیلی فرقہ کے لوگوں کو جو علاقہ مستوج و علاقہ خذرہ میں اکثریت رکھتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے فرائض اسلامی سے لاعلم ہیں۔ تبلیغ کے ذریعہ شریعت اسلامی کی تعمیل اور سرانجام دینی احکام کی جانب راغب کیا جائے چنانچہ انھوں نے فرقہ اسماعیلیہ کے معتبروں سے اس بارے میں گفتگو کی۔ اور ان صاحبان کی کوششوں سے سارے علاقہ میں اسماعیلی فرقہ کے لوگوں میں اسلامی تعلیمات اور شرعی اصولوں کی تبلیغ شروع کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند مہینوں کے اندر ہی ہزاروں لوگوں نے سابقہ اسماعیلی فرقہ کے اصولوں سے تائب ہو کر شریعت اسلامی کے مطابق زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ اور اہلسنۃ والجماعت میں شامل ہو گئے۔ بادشاہ نے بھی خوش ہو کر ان تمام لوگوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ سارے علاقے میں دینی مدرسے قائم کئے گئے۔ اور معلمین و مدرسین دینیات مقرر ہوئے ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد میں ان میں سے بعض لوگ جو اپنے سابقہ مذہب پر قائم تھے۔ حکام کے ہاں شکایات پیش کیں کہ اس فرقہ اسماعیلیہ کو زبردستی سے اہلسنۃ والجماعت میں داخل کیا گیا ہے لہٰذا بادشاہ نے حکم صادر فرمایا کہ کسی پہ جبر و زور نہ ہوگا۔

اور ہر شخص جس فرقہ میں رہنا چاہے اسے بالکل آزادی ہے اس لئے بہت سے لوگ دوبارہ اپنے آبائی کیش میں داخل ہوئے بقولے موسیٰ بدین خود عیسیٰ بدیں خود۔

۱۹۲۵ء میں عرب مہمانوں کی آمد حجاز پر ابن سعود کے تسلط کے بہت سے شرفائے عرب حرمین الشریفین سے ہجرت کر کے اِدھر اُدھر منتشر ہوئے جنمیں سے ایک قافلہ چترال پہنچا جسمیں شریف علی، عبدالقادر، شریف شہاد، احمد بار سوخ عرب تھے۔ تھوڑے عرصہ بعد ایک اور قافلہ آیا جسمیں سید محمد عقیل خوشنویس سابق منتظم حرم پاک و سید محمد تھے۔ تیسرے قافلے میں حضرت شیخ عبداللہ شیبی کلید بردار مکہ معظمہ معہ اپنے ہمراہیوں کے تشریف لائے۔ بادشاہ نے ان کا بہت عزت و احترام کیا۔ حضرت شیبی نے جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھائی اور شائقین کو اپنے لحن عربی سے مستفیض فرمایا۔ یہ لوگ سوائے شیبی صاحب کے چند دن مہمان رہنے کے بعد یارقند کی جانب روانہ ہوئے۔ اور حضرت شیبی مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔

پیرزادہ سید جمال الدین آفندی اکتوبر ۱۹۲۵ء میں نقیب الاشراف بغداد شریف کے فرزند ارجمند پیرزادہ سید جمال الدین آفندی چترال تشریف لائے۔ بادشاہ نے علماء و اکابرین ملک کے کثیر تعداد ساتھ لیکر قلعہ سے کئی میل دور جاکر انکا استقبال کیا۔ چند دن کے بعد ۱۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو حضرت پیرزادہ ممدوح نئی جامع مسجد قلعہ میں تشریف لاکر رسم افتتاح ادا کیا۔ نماز جمعہ پڑھائی اور خطبہ میں بانی مسجد شاہ شجاع الملک خلداللہ ملکہ کے لئے دعا پڑھی۔ حاضرین نماز پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ آخر میں اس فرمان پر اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ۔ دعا کو ختم فرمایا۔ بعدازاں بادشاہ نے اپنی بڑی صاحبزادی پیرزادہ ممدوح کے عقد میں دینے کا اعلان فرمایا اور عقد مناکحت دوسرے سال انجام پذیر ہوا۔ پیرزادہ صاحب کے دو صاحبزادے ہیں سید حسن صلاح الدین و سید عبداللہ معزالدین جو تحصیل علم کر رہے ہیں۔

سازش کا انکشاف مارچ ۱۹۲۶ء میں ایک سازش کا انکشاف ہوا۔ جسکا مقصد بادشاہ کیخلاف باغیانہ جذبات پیدا کرنے اور حکومت کے موجودہ نظام پر ناراضی کا اظہار کرنا تھا۔ بروقت اس سازش کا پتہ لگ گیا۔ اور اسکے بانیوں کو جنمیں مہتر جو میر حیدر علی خان و حاجی امیر علی خان و صوفی سکندر خان و مصنف خان و محمد سعید خان پیش پیش تھے گرفتار کر کے صوبہ سرحد ضلع ہزارہ کی ایبٹ آباد جیل میں بھیجدیئے گئے۔ اور باقی کو رہا کر دیا گیا۔

وفات صوفی صاحب سنگور چترال ریاست میں صوفی صاحب ایک باخدا رسیدہ بزرگ تھے اور حضرت بادشاہ صاحب کنڑ سے اخذ طریقت رکھتے تھے۔ اس موسم گرما میں وفات پائی تو بادشاہ نے جو گرمائی مقام بر موغ لشٹ میں مقیم تھے خود سنگور آئے اور انکے آخری ایام میں حاضر

ہو کر ان سے دعائیں حاصل کیں۔

دورہ پشاور

وائسرائے ہند کی ملاقات کے لئے جو ان دنوں پشاور آئے ہوئے تھے ہز ہائینس ماہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں چند شہزادوں اور معتبروں کے ساتھ پشاور گئے۔ اور ایک ہفتہ بعد واپس تشریف لائے۔

وفات مرزا صاحب محمد غفران

ہز ہائی نس کے قیام پشاور کے دوران میں مرزا صاحب محمد عفران کا ان کے گھر چترال میں ۳ر نومبر ۱۹۲۶ء میں انتقال ہوگیا مرزا صاحب مرحوم کی عمر ۷۵ سال کی تھی۔ اور اعلیٰ حضرت ان کو حقوق استادی و دیرینہ خدمات کے مدنظر مرزا صاحب کے نام سے یاد فرماتے تھے وہ انیسویں صدی کے چترالی رؤسا و علماء میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ اور اپنی علمی، دینی و ادبی قابلیت اور تاریخی تصنیفات و شعر و شاعری و فہم فراست کے لئے تاریخ چترال میں ممتاز ترین حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ شاہ امان الملک بادشاہ مرحوم کے زمانہ سے والیان ریاست کے میر منشی اور مشیر خاص کے عہدہ پر سرفراز تھے چند سال منتظم امور داخلہ ریاست تھے مابعد کونسل عدلیہ کے پریذیڈنٹ بھی تھے۔ ان کی متعدد تصانیف ہیں جنمیں تاریخ چترال ایک وہ تصنیف ہے جس نے چترال و والیان چترال کو حیات جاودانی سے ہمکنار کر دیا ہے۔

امیر عبداللطیف عرب

عرب کے امرا میں سے امیر عبداللطیف سابق والی حایل اس سال چترال تشریف لائے۔ سید عبدالکریم یمنی بھی چترال میں موجود تھے۔ یہ دونوں اصحاب ایک مہینہ تک بادشاہ کے مہمان رہے آغا خلیل احمد سردار اغوات ایک برگزیدہ ہستی بھی اس اثنا میں چترال میں تشریف لائے جو حرم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے چوتھے نائب و شیخ الحرم ہیں۔ تین اغوات اسکے ہمراہ اور بھی تھے۔ بادشاہ نے انکا بیحد احترام کیا۔ ایک ایک مہینہ گذارنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ اور امیر عبداللطیف نے کاشغر کو مراجعت فرمائی۔

چترال میں پہلی موٹر کار

ستمبر ۱۹۲۷ء میں پہلی بار ایک موٹر کار بادشاہ کے حکم سے خرید کر کے سید عبدالرزاق پاشا چترال لایا تھا۔ لوگ اسے دیکھ کر حیرت کرنے لگے کیونکہ چترال میں اکثر لوگ اس سے ناآشنا تھے اور یہ پہلی موٹر تھی جو چترال میں لائی گئی۔ کابلی شاعر مرزا شیر احمد خان کابل سے ہجرت کر کے یہاں موجود تھا۔ اس نے اس کی تعریف میں چند اشعار بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے جو درج کئے جاتے ہیں۔

بامر شہی شاہ عبدالرزاق	بیاورد از ہند با طمطراق
کہ نام ہیبی تخت نو موٹر است	بہندوستان نام او شہرت است

ولیکن بہ کہسارہا تا کنوں — نکردہ است اوراکسی رہنموں
بگفتند شہ را صغار و کبار — مبارک بود بر تو اے شہریار
پس ایں شہ بر اں تخت زرّیں نشست — زمامش ڈرالوید گرفتہ بدست
بہ رفتار او چوں کردہ امتحان — چو سیلاب در راہ خود شد رواں
بچترال امروز شد ایں رواج — کہ دل ہائے مردم گرفت ابتہاج

باڈی گارڈ کے لئے بندوق

۱۹۲۷ء میں باڈی گارڈ چترال کے لئے حکومت برطانیہ کیطرف سے دہ ایکہزار بندوق جو سر ولیم برڈووڈ سپہ سالار ہند نے ۱۹۲۶ء میں منظور کی تھیں۔ باڈی گارڈ کے اسلحہ خانہ میں تفویض ہوئیں۔

قلعہ لغر اور سڑکوں کی تعمیر

۱۹۲۸ء میں لغر کے مقام پر ایک عالیشان قلعہ تعمیر کیا گیا۔ بادشاہ نے خود جاکر اس کا افتتاح کیا اور اپنے فرزند شہزادہ غازی الدین خان کو یہاں مقرر فرمایا اور اسکو بخش دیا بعد ازاں ملک کے اندر رسل و رسائل کے بارے میں توجہ دیتے ہوئے چترال سے دروش اور چترال سے ایون کے درمیان موٹروں کے لئے سڑک تعمیر کرائی۔ تاکہ تجارتی آمد و رفت میں سہولت ہو۔ چنانچہ ہز ہائی نس ریاست کی ترقی اور بہبودی کے بارے میں ہمیشہ کوشاں تھے۔ اسی سال چترال اور موضع لشٹ کے درمیان نو میل سڑک موٹر کے لئے اتالیق سرفراز شاہ نے نے خذرہ کے لوگوں کے ذریعہ بناکر مکمل کر لی۔

دورہ ہند

۱۹۲۸ء میں ماہ اکتوبر اعلیحضرت شاہ شجاع الملک ہندوستان کے دورہ پر روانہ ہوئے اور سوات، پشاور، لاہور، اور رامپور کی سیر کرتے ہوئے دہلی پہنچے اور وہاں اکماہ قیام کرنیکے بعد ۲۸ نومبر ۱۹۲۸ء کو واپس چترال مراجعت فرما ہوئے۔

دورہ سرحدات چترال

اگلے موسم گرما میں ۲۲ جولائی ۱۹۲۹ء کو بادشاہ نے ریاست کے بالائی علاقوں یعنی مستوج، تورکہو، مولکہو وغیرہ کی سیاحت پر روانہ ہوئے، شندور کے تالاب، پارہ گام گول، وبرشال وغیرہ کی سیر کر کے اشپیرو ڈوک کے راستے سے تورکہو پہنچے وہاں سے ان علاقوں کی سیاحت کرنے کے بعد ۵ ستمبر ۱۹۲۹ء چترال میں وارد ہوئے۔

حکومت برطانیہ کیطرف سے ۲ دو بڑی توپیں

بتاریخ ۹ ماہ نومبر ۱۹۲۹ء حکومت برطانیہ کی جانب سے دو بڑی توپیں دس پونڈر کی جو دروش چھاؤنی میں ۱۸۹۵ء سے موجود تھیں۔ ہز ہائی نس کو مرحمت ہوگئیں۔ اس اعزاز پر سارے ملک میں خوشیاں منائی گئیں۔

وفات مہتر جو غلام دستگیر

مہتر جو صاحب جو بادشاہ کے بڑے بھائی تھے ۳۰ دسمبر ۱۹۲۹ء کو اپنے

گھر مقام کیپو میں اسّی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ وہ مہتر امان الملک مرحوم کے شہزادگان میں سے بہت نامور اور لائق گذرے ہیں۔ انہوں نے ایام شباب میں ذیرہ اسمار کی لڑائیوں میں بہادرانہ کارنامے دکھائے اور شاہ شجاع الملک کی تخت نشینی کے بعد معزز امرا و وزرا شامل تھے۔ چند سال مستوج کی گورنری پر مامور تھے اور بعد ازاں ریاست کے محکمہ مال وغیرہ میں وزارت اعلیٰ کے عہدہ پر سرفراز رہے جنگ افغانستان ۱۹۱۹ء میں انکے جنگی کارنامے اور مہارت و شجاعت تاریخ میں ہمیشہ کے لئے یادگار ہیں۔

وفات قاضی القضاۃ چترال

قاضی الحاج عبدالرحمن صاحب انواع علوم میں استفادہ کرکے دستار فضیلت زیب کرکے پشاور سے جب چترال آئے قاضی احرار کی وفات کے بعد اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم نے ان کو قضائے چترال کے منصب پر فائز کئے تھے آپ ۲۶ ر جولائی ۱۹۳۰ء میں وفات پا گئے۔ بادشاہ انکا بہت احترام کرتے تھے اور ان کی جگہ اخوندزادہ محمد فاعل صاحب محکمہ قضا میں مامور کیا گیا۔

ریڈیو اور بجلی

۱۹۳۱ء کے اوائل میں پہلی بار چترال میں ایک ریڈیو سیٹ لایا گیا۔ اور شاہی محل میں رکھا گیا۔ اور جب عوام کو خبریں سننے کے لئے اجازت ہوئی تو وہ لوگ سخت متعجب اور حیران ہو گئے۔ کیونکہ چترال میں یہ نئی چیز تھی۔ نیز اسی سال چترال میں تیل سے چلنے والی بجلی کی مشین لاکر نصب کی گئی۔ ریاستی محلات اور دفاتر نیز آس پاس کے دیہات میں بجلی کی روشنی پہنچا دی گئی۔ پھر دوسرے سال پانی سے چلنے والی نئی مشین لاکر چترال میں اس بجلی کا عام رواج جاری ہوا۔

سفر دہلی

۱۹۳۱ء میں اعلیحضرت شاہ شجاع الملک دورۂ ہندوستان کی غرض سے روانہ ہو کر پشاور اور وہاں سے دہلی گئے۔ یہاں قریباً چھ مہینے تک قیام کیا۔ اور لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہند سے سرحد افغانستان کے متعلق بعض امور ضروری پہ مذاکرات کئے اور ہندوستان کے بڑے بڑے مشاہیر و اصحاب مناصب و علما و فضلا سے ملاقاتیں کیں۔ اور اس دوران میں کلکتہ، اجمیر شریف اور آگرہ بھی گئے۔ بلاد و امصار کی سیاحت اور آثار و اماکن دیکھے۔ مزارات سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اپریل ۱۹۳۲ء میں پشاور سے بذریعہ طیارہ چترال واپس تشریف لائے۔

ڈوک عالم کی واپسی

افغانستان کے ساتھ جنوبی سرحد کے تعین کے لئے حکومت ہند نے ایک باونڈری کمیشن بنایا تھا جسکے ممبر کپتان ہے، پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ و اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ چترال اور شاہزادہ محمد ناصر الملک تھے جون ۱۹۳۲ء میں یہ کمیشن سرحد ارندو پر جا کر افغان نمائندوں سے ملا۔ اور باہمی فیصلہ کے مطابق "ڈوک عالم" کا قلعہ مسمار کر کے اس علاقہ کو افغانستان کی حدود میں شامل کر دیا۔ "اگرچہ چترالی فوجوں نے نہایت بہادری سے یہ علاقہ فتح کیا تھا۔ اور اس کے افغانوں کو واپس دینے کی وجہ سے اہل چترال بہت خفا ہوئے۔ لیکن حکومت برطانیہ کی مرضی یہی تھی۔ اظہار رنج و ملال کے ساتھ یہ فیصلہ قبول کیا۔

خطاب ہز ہائی نس کا موروثی ہونا

اسی سال جولائی ۱۹۳۲ء میں پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ نے چترال آکر ایک دربار منعقد کیا جسمیں اعلان کیا گیا کہ حکومت برطانیہ نے سر شجاع الملک کو ہز ہائی نس کا خطاب اور گیارہ توپوں کی سلامی کا جو ذاتی اعزاز دیا تھا اب وہ موروثی کر دیئے گئے ہیں اور یہ اعزاز ان کے خاندان میں نسلاً بعد نسل موروثی رہینگے۔

کالام باشقار کے نمایندے

کوہستان باشقار کے باشندے زمانہ قدیم سے شاہان چترال کے باجگذار اور وفادار رعایا رہے ہیں اور سالانہ گھوڑے سلامی کے طور پر لایا کرتے تھے۔ اسی طرح ۱۹۳۱ء میں بائیس گھوڑے ساتھ لیکر چترال لائے تھے۔ اخوندزادہ احمد جی اور دیگر معتبر لوگوں کی جماعت تھی۔ اس سال ۱۹۳۲ء میں پھر وہی معتبر لوگ اپنی مقررہ سلامی ساتھ لیکر چترال آئے اور انعامات و خلعت لیکر رخصت ہوئے۔

مشائخ کرام سلسلہ عالیہ نقشبندیہ پشاور کی تشریف آوری

ستمبر ۱۹۳۲ء میں حقائق و معارف آگاہ الحاج حضرت محمد عبدالرحمٰن صاحب نقشبندی خانقاہ بہادر کلی پشاور بادشاہ کی بار بار دعوت پر اپنے مرشد زادہ حافظ محمد ابراہیم صاحب خانقاہ موسیٰ زئی اور متعدد ہمراہیوں کے چترال تشریف لائے۔ چونکہ اعلیحضرت علماء و مشائخ کے بیحد قدردان اور اخلاص و عقیدت کے رازدان ہیں دونوں مشائخ کا مناسب احترام کیا اور ان کے تعارف و تالیف سے نہایت محظوظ ہوئے۔ ایکماہ یہاں گذارنے کے بعد دونوں حضرات نے واپس بوطن مراجعت فرمائی۔ رخصت کے وقت اعلیحضرت نے برسم مشایعت معغور کے پل تک ان کے ساتھ تشریف لیگئے۔

لارڈ سر جلال الدین

اکتوبر ۱۹۳۲ء میں لارڈ برنٹن سرٹی جلال الدین جو انگلش نژاد اور نو مسلم تھے۔ یعنی آپ انگلستان کے ایک معزز خاندان کے فرد اور حال ہی میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ وارد فرمائے چترال ہوئے اعلیحضرت سر شجاع الملک نے قلعہ سے باہر تشریف لاکر علمائے کرام و عمائدین ملک اور کثیر انبوہ عوام کی معیت میں انکا شاندار استقبال کیا۔ جب لارڈ موصوف موٹر سے باہر تشریف لائے اعلیحضرت اور تمام علماء و عمائدین ملک سے عام مروج اسلامی طریق پر بغل گیر ہوئے پھر حاضرین کے سامنے مختصراً اردو زبان میں تقریر ارشاد فرمائی اور اس تقریر کا مقصد صرف حقانیت اسلام کا اظہار و بیان تھا اسکے بعد انتظام کے مطابق شاہی باغ میں تالاب کے قریب قیام پذیر ہوئے مشائخ کرام میں سلسلہ نقشبندیہ سے حضرت عبدالرحمٰن صاحب بہادر کلی پشاور ان دنوں چترال میں موجود تھے محترم نو مسلم لارڈ سر جلال الدین انکی قیامگاہ پر تشریف لے گئے ملاقات کی پھر ہاتھ آگے بڑھایا اور ان سے بیعت بھی کی چترال میں دو ہفتے کے قیام کے بعد مراجعت فرمائے لاہور ہو گئے۔ اعلیحضرت نے ان کے شایان شان لوازم مہمان نوازی انجام دیئے۔ مالی امداد اور مراعات میں بھی حتی الامکان کوئی کمی روا نہ رکھی۔ چنانچہ حکیم سید امام علی شاہ گیلانی

اچھرہ لاہور نے لاہور کے مشہور اخبارات میں اس واقعہ کو شائع کرایا تھا۔ جسکا ہیڈنگ یہ تھا۔ "اعلیٰحضرت ہز ہائی نس والئے چترال کا جذبہ اسلامی"۔ لارڈ سر جلال الدین کا چترال تشریف لانا اور انکا تعارف اعلیحضرت سے سید امام علی شاہ کی وساطت اور کوشش سے انجام ہوئے تھے۔

وفات میجر شاہ ممبر خان

۲۷ مارچ سنہ ۱۹۳۲ء میں الحاج میجر شاہ ممبر خان حاکم آویر کا انتقال ہو گیا مرحوم اعلیحضرت کی تخت نشینی کے بعد سے ان کے خاص معتمدین میں سے ایک تھے۔ اور انکی وفادارانہ خدمات کے صلہ میں حاکم آویر بنائے گئے تھے۔ صوبداری سے ترقی کر کے میجر کے عہدے پر مامور تھے۔ جنگ برکوٹ میں نمایاں حصہ لیا۔ حکومت ہند نے انکو ایم۔ بی ای کے خطاب سے نوازا تھا۔ چند سال وزیر مالیہ کے عہدہ پر سرفراز تھا۔ آخری عمر میں حج سے بھی شرف اندوز ہوئے اور سفر آخرت اختیار کیا۔

چترالی شہزادوں کے تابوت

شہزادہ امیر الملک اور شہزادہ شیر افضل خان محاصرہ سنہ ۱۸۹۵ء کے بعد بمقام نیلگری واقع مدراس بحالت قید نظر بند کیا گیا تھا جہاں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں دفن کئے گئے تھے۔ سنہ ۱۹۳۲ء میں اعلیحضرت اپنے ایک معتمد فوجی افسر قاضی محمد جہان خان کو مدراس بھیجکر دونوں شہزادوں کی ہڈیوں کو تابوتوں میں ڈلوا کر چترال منگایا۔ اور یہاں شاہی قبرستان میں احترام کے ساتھ دفن کرایا۔ شاہزادہ امیر الملک نے مدراس میں وہاں کی ایک خاتون سے شادی کی تھی اور اس کے بطن سے ایک لڑکا شاہزادہ آب حیات خان اور ایک لڑکی تولد ہوئی تھی۔ اعلیحضرت ان کو بھی چترال بلا کر اپنے زیر سایہ پرورش کرنے لگے۔

مرزا شیر احمد خان کابلی

انقلاب افغانستان کے بعد مرزا شیر احمد خان کابل سے ہجرت کر کے چترال آئے اور کئی سال تک عزت و احترام سے بادشاہ کے دربار میں رہے موصوف کابل کے نامور شعرا میں سے تھے۔ اور یہاں تاریخ چترال فارسی کو نظم میں آراستہ کیا۔ اور بہت سے اشعار بادشاہ اور چترال کے اوصاف میں قلمبند کئے۔ شہزادوں کو فارسی ادب میں بھی تعلیم دیتے رہے آخرکار وطن مالوف کو مراجعت کی۔ اعلیحضرت نے کشادہ دلی سے ان کو رخصت کیا۔

سانحہ وفات اعلیحضرت سر شجاع الملک سنہ ۱۹۳۶ء

اعلیحضرت اوائل ماہ اکتوبر میں حمام گرم چشمہ کیلئے تشریف لے گئے۔ مگر وہاں سے پھر جلد ۱۰ اکتوبر کو چترال واپس آئے ۱۳ اکتوبر کو یکایک انکے سینہ میں شدید درد شروع ہو گیا۔ ظہر کے وقت بمشکل وضو کر کے نماز کے لئے کوشش کی۔ مگر درد شدت اختیار کر گیا تھا لہذا نماز سے قاصر رہا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اللہ اللہ کہتے ہوئے اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ما

سارا ملک ان کی اس ناگہانی وفات کے غم والم سے ماتم کدہ بن گیا۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو مرحوم کا جنازہ کئی ہزار آدمیوں نے پڑھا اور جامع مسجد قلعہ کے مشرقی کونے میں ان کے اپنے بنائے ہوئے مقام میں

سپردِ خاک کر دیئے گئے۔

بادشاہ کی عمر وفات کے وقت پچپن سال تھی اور ان کی حکومت اکتالیس سال رہی۔ ان کی اولاد کی تعداد بقید حیات انیس تھی جس میں پندرہ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ بادشاہ مرحوم کی اولاد حسب ذیل ہے۔

(۱) شاہزادہ محمد ناصر الملک (۲) شہزادہ محمد مظفر الملک (۳) شاہزادہ محمد حسام الملک (۴) شہزادہ محمد خدیو الملک۔ ان کی والدہ مہتر پہلوان خوشوقتیہ کی صاحبزادی تھی۔ ان کی ایک بہن پیرزادہ سید جمال الدین نقیب زادہ بغداد شریف کے عقد میں دی گئی۔

(۵) شاہزادہ غازی الدین خان۔ ان کی والدہ باشگل حال نورستان کے نامور رئیس مرّہ کی لڑکی ہیں۔

(۶) شہزادہ شہاب الدین خان۔ انکی والدہ مہموبہ بیگ کی اولاد سے ہیں جو شاہ کٹورہ ثانی کے معززین سے تھے۔

(۷) شہزادہ امیر الدین خان (۸) شاہزادہ برہان الدین خان۔ ان دونوں کی والدہ منصور شاہ کی اولاد سے ہیں۔ جو دشمنہ قوم کا سربرآوردہ تھا۔

(۹) شاہزادہ خوشوقت ملک۔ ان کی والدہ خان بہادر اتالیق کی صاحبزادی ہیں۔

(۱۰) شاہزادہ محمد مطاع الملک۔ انکی والدہ نواب محمد شریف خان مرحوم والیٔ دیر کی صاحبزادی ہیں۔

(۱۱) شاہزادہ خوش احمد ملک۔ شاہزادہ خوشوقت ملک کے بھائی۔

(۱۲) شاہزادہ خسرو الملک۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک کے بھائی۔

(۱۳) شاہزادہ محی الدین خان۔ شاہزادہ خوشوقت ملک کے بھائی۔

(۱۴) شاہزادہ جلیل الملک (۱۵) شہزادہ مبارک الملک۔ یہ دونوں شاہزادہ مطاع الملک کے بھائی ہیں۔

اعلیحضرت مرحوم کے خصوصی اوصاف

شاہ شجاع الملک صاحبقران امیر تیمور گورگان کو یکتا یادگار تھے اور تیموریت کی ہر شان انہیں موجود تھی۔ نام بھی شجاع اور دل بھی شجاع رکھتا تھا۔ گورا رنگ، میانہ قد، گول چہرہ۔ سیاہ خوبصورت داڑھی۔ دلکش اور بڑی جادو نظر شاہانہ وقار رکھنے والی آنکھیں۔ جو صورت دیکھتا تھا۔ فرشتہ اور ولی کہنے لگتا تھا۔ نماز روزہ اور سب احکام شریعت کے پکے پابند۔ خدا کے دربار میں بھی مقبول۔ حج کر چکے تھے۔ آپ چودہ سال کی عمر میں ۱۸۹۵ء میں تخت نشین ہوئے تھے۔ اس وقت ریاست گلگت سے آسمار تک علاقہ افغانستان اور مشرقی علاقہ کافرستان حال نورستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن انگریزوں نے اپنی خاص مصلحتوں کے مدنظر بعض علاقوں یعنی غذر یاسین۔ اشقمون اور پھر آسمار و کافرستان وغیرہ کو علیحدہ کر کے ریاست کی حدود کو بہت مختصر کر دیا۔ اور مستوج کا علاقہ بھی اولاً علیحدہ کر کے گلگت کے ساتھ ملا دیا گیا تھا۔ مگر ہز ہائی نس کے متواتر مطالبہ کے نتیجہ پر انیس سال کے بعد

یہ علاقہ واپس کر دیا گیا۔

حکومت برطانیہ کے ساتھ باوجود اس امر کے کہ حکومت برطانیہ نے ان کے والد شاہ امان الملک کے ساتھ کئے ہوئے معاہدات کو بالائے طاق رکھ کر ریاست کے وسیع حصوں کو علیحدہ کر کے دوسروں کے حوالہ کیا۔ ہمیشہ وفاداری اور خلوص سے تعلقات قائم رکھے۔ ۱۸۹۷ء میں جبکہ تمام سرحدی قبائل گورنمنٹ کے خلاف شورش کر رہے تھے۔ تو چترال بالکل الگ رہنے کے سبب باامن رہا۔ چنانچہ سر ہیرلڈ ڈین برٹش ایجنٹ مالاکنڈ نے اپنے خط میں مہتر چترال کا شکریہ ادا کیا۔ کہ آپ اور آپ کی رعایا کی وفاداری میں اس بے چینی کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

حکومت برطانیہ نے اس طویل تعلقات وفاداری کے سلسلہ میں انکو ہز ہائی نس کا موروثی خطاب اور گیارہ توپوں کی سلامی اور کے۔سی۔آئی۔ای کا خطاب دیا تھا۔ اور فوج میں اعزازی کرنیل کا رتبہ بھی تھا۔ ان کے ذاتی وقار و اقتدار کا یہ حال تھا کہ ریاست کے مختصر رقبہ اور معمولی مالی پوزیشن کے باوجود سب سے بڑا تھا اور ہندوستان کے بڑے بڑے والیان ریاست کے برابر ان کی عظمت و منزلت کی جاتی تھی۔

اعلیحضرت انکا قومی لقب تھا اور عوام کا مروجہ لقب مہتر۔ انہوں نے اپنے ملک و رعایا کی ترقی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔ چونکہ رقبہ کی کمی اور آبادی کی زیادتی کے سبب ملک کے ذرائع معاش کم تھے۔ لہذا انہوں نے ملک کے ذرائع قدرتی یعنی جنگلات و معدنیات سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اور ۱۹۰۷ء میں اس غرض کے لئے ہندوستان بھی گئے۔ اور یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اندرون ملک میں وہ تمام راستے جو دشوار گذار تھے شاہراہوں کی صورت میں آراستہ کئے۔ سڑکوں کے کنارے جابجا سرائے۔ مسافر خانے اور ڈاک بنگلے بنائے۔ ٹیلیفون۔ بجلی گھر۔ موٹروں کا رواج قائم کیا۔ علاقوں میں تعلیم گاہیں کھول دیں۔ ملک کے دفاع کے لئے ایک فوج باڈی گارڈ کے نام سے ترتیب دی۔ اور اندرونی نظام کے لئے منظم پولیس فورس بھی قائم تاکہ ہر واقعہ و حالات سے حکومت کو خبردار کرے۔ اعلیحضرت مرحوم اپنے دور حکومت میں ریاست کے غریب و پسماندہ عوام کے حقوق کی حفاظت ان کی پرورش اور حوصلہ افزائی کا خاص خیال رکھتے تھے اور جہاں تک ریاست کے مروجہ دستور و قانون کے اندر اس سے ہو سکا اس نے بارسوخ طبقہ کے لوگوں کو غریب و ناتوان رعایا پر دست اندازی سے روکا۔ اس سلسلہ میں اگرچہ اسے تکالیف و اختلاف کا سامنا کرنا پڑا اور آخر کو ایک سازش کی بھی شکل اختیار کر لی۔ لیکن اس نے اپنے اس نیک ارادہ سے ٹلنا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے ایک یادداشت میں بعنوان چترال چہ باید کرد میں اپنی ضمیر کی آواز ظاہر فرمائی ہے۔ اور اس مسئلہ پر دلچسپ پیرایہ میں روشنی ڈالی ہے۔ آپ ہر دلعزیز حکمران تھے۔ قوم نے اسی لئے ان کو اعلیحضرت کا خطاب دیا۔ اور اس نام سے وہ ہر گھر میں محبت و احترام سے یاد کئے جاتے

ہیں۔ آپ اپنے خاندان کے سب بادشاہوں میں جود و سخا میں سبقت لے گئے تھے۔ فیاض اور دریا دل تھے۔ ان کے زمانے میں ریاست کی آمدنی ایک لاکھ کے قریب تھی۔ مگر ان کا خرچ بڑے بڑے بادشاہوں سے کم نہ تھا۔ ان کی فیاضی سے بڑے بڑے علما و مشائخ ہندوستان و صوبہ سرحد میں بہرہ مند تھے۔ عرب کے شرفاء یہاں آتے تھے۔ اور ان کے جود و سخا سے مالا مال ہو کر واپس لوٹتے تھے۔ جب آپ حج سے مشرف ہوئے تو تمام مقامات مقدس کربلائے معلےٰ، نجف اشرف، دمشق، شام وغیرہ کی سیر و سیاحت سے بھی مستفیض ہوئے اماکن و مقامات و مزارات انبیاء و اولیاء سے سعادت اندوز ہوئے۔ قریب ایک ماہ مدینہ منورہ میں روضۂ اقدس کی خدمت کی۔ عاشق رسول بھی تھے۔

آپ علم دوست تعلیم جدید و قدیم و تواریخ سے باخبر تھے۔ ان کے دربار میں علمی مسائل پر ہمیشہ بحث کا سلسلہ جاری رہتا۔ اور علمائے کرام کا اجتماع رہتا تھا۔ رمضان شریف میں تمام مساجد میں ختم قرآن مجید کرایا جاتا تھا اور ان کا خرچ جیب خاص سے ادا کرتے تھے۔ افطاری اور سحری کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ معراج النبیؐ اور شب معراج کی راتوں میں علما بڑی بڑی دور سے اجتماع کرتے اور بادشاہ انہیں موجود رہتے تھے۔

اعلیحضرت مرحوم مہاجرو مسافروں کی جو بلاد غیر سے اس ملک میں وارد ہوتے تھے نہایت قدردانی فرماتے تھے۔ اس لئے ان کے دورِ حکومت میں بہت سے افغان۔ تاجک، ترک و عرب اس ملک میں آ کر بس گئے۔ ان کو زمینیں بھی ملیں اور پرورش ہوئی۔

اعلیحضرت مرحوم جب تخت نشین ہوئے اپنی غریب رعایا کے لئے تخفیف اور معافیاں دینے کا عزم کیا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ عہد قدیم سے مختلف ناموں سے محنت گر طبقہ پر جو تلنگ اہلکاروں کو دیا جاتا تھا وہ معاف فرمایا۔ اور یہ قاعدہ جاری کیا گیا کہ آئندہ اہلکاروں کا وہ حصہ حکومتی مالیہ سے دے دیا جائے۔ رعایا اس سے سبکدوش ہو۔ پھر بعض رعایا سے جو تلنگ از قسم قالین۔ کمبل۔ لوہا، اون، بال حکومت کو ادا ہوتے تھے۔ وہ بھی معاف فرمایا۔ پھر شوتہ اور نرگا ڈ کا مالیہ معاف فرمائے جس سے حکومت کے لئے کافی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اسی طرح بعض دیہات میں عشر لینے کا رواج قدیم سے رائج تھا مگر اس سے علاوہ مالیہ بصورت غلہ بھی وہ ادا کرتے تھے۔ جسے تھنگی کہا جاتا تھا۔ یہ بھی معاف فرمایا۔ عشر ان کے ذمہ باقی رہا۔ جو شرعی مالیہ تھا اس سے انکو بہت سہولیت ہوئی اور اس طبقہ کے لوگوں میں بادشاہ کی غریب پروری سے بہت خوشیاں ہوئیں۔

اصلاحات جدید

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے اکتالیس سالہ دورِ حکومت میں ریاست چترال ایک گمنام سرحدی علاقہ سے ترقی کر کے جدید طرز کی ترقی یافتہ حکومت میں تبدیل ہوگئی۔ ملک کی اقتصادی اور مالی پست حالی۔ رسل و رسائل کی مشکلات اور دوسرے ترقی یافتہ علاقوں

سے دوسری کے باوجود جنرال ریاست میں اعلیحضرت مرحوم نے اپنی محدود ذرائع سے جو کچھ کر دکھایا۔ اُنکے دور حکومت کی اصلاحات درج ہیں۔ جو انہوں نے اس ملک کے نظام حکومت و دیگر امور میں نافذ فرمائیں۔

(۱) دفتر عدالت عہد سابق میں عدالت کا کوئی محکمہ موجود نہیں تھا۔ اور حکمران وقت دربار عام یا دورہ و شکار میں جہاں کہیں ہوں زبانی عرضیاں سنکر بغیر تحقیقات کئے فیصلہ صادر کرتے تھے۔ اور انکی کوئی تحریری مسل نہیں رکھی جاتی تھی۔ یہی حال دوسرے ہمسایہ ممالک مثلاً بدخشاں، دیر، بجاوڑ وغیرہ کا تھا اعلیٰ حضرت مرحوم نے تخت نشینی کے بعد یہ طریقہ ختم کرکے تحریری عرضیاں پیش کرنے کا حکم دیا جو مخصوص اوقات میں پیش ہونے لگیں۔ اور تحقیقات کے بعد فیصلوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جانے لگا۔

چنانچہ ۱۹۰۹ء میں ایک عدلیہ کونسل قائم کی جسمیں ملک کے چیدہ چیدہ تجربہ کار کو مقرر کیا گیا تاکہ لوگوں کی زمینوں اور دیگر فوجداری مقدمات اس عدالت میں پیش ہوکر فریقین کی غیر جانبدارانہ تحقیقات مکمل کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کی جائیں جو فیصلہ صادر ہو تعمیل کے بعد اسکی تحریری مسل قائم رہے اس کونسل میں ہر علاقے سے چیدہ چیدہ اشخاص کو مقررہ میعاد تک رکھا جاتا تھا۔ کونسل کے ماتحت ہر علاقہ میں مقامی معتبر اشخاص پر مشتمل کمیٹیاں بنائی گئیں۔ جو مقامی چھوٹے چھوٹے مقدمات میں تحقیقات کرکے کاغذات کو کونسل میں بھیجتی تھیں۔

۲۔ میزان شریعت قدیم سے یہاں زمینوں وغیرہ کے مخصوص مقدمات شریعت کے مطابق فیصلہ ہوتے تھے۔ اور قاضیات شرعیہ مامور تھے۔ مگر بڑے بڑے مقدمات شرعیہ جو مقامی قاضیوں کے فیصلہ سے باہر ہوتے تھے یہاں فیصلہ کرنے کیلئے یہ محکمہ قائم ہوا جسمیں علمائے معتبر مامور تھے۔ جو فیصلہ شرعی صادر کرتے تھے۔

۳۔ محکمہ پولیس اعلیحضرت مرحوم نے پہلی بار ریاست میں پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ اور ہر بڑے علاقہ میں محرروں کا تقرر کیا۔ جن کا کام دیہات میں امن و امان قائم رکھنا اور ہر واقعہ اور حالات سے حکومت کو خبردار رکھنا تھا۔ اور حکومت کے احکام کو ملک میں نافذ کرنا تھا۔ اس محکمہ کے اجراء سے چوری۔ ڈکیتی اور دیگر جرائم میں کمی ہوگئی۔ اور ملزموں کو سزایاب کرنے میں سہولت ہوگئی۔ اور عوام میں اعتماد کا احساس پیدا ہوگیا۔

(۴) محکمہ مال آپ نے ملک کے غلے اور نقد آمدنی کے حساب کتاب اور انتظام کے لئے ایک محکمہ مال قائم کیا جو رعایا سے وصول شدہ ٹیکس وغیرہ کی پڑتال کرتا۔ اور رعایا سے ایک معین مقدار اور طریقہ سے وصول کرتا تھا۔ اس سے پیشتر مقامی حکام اپنی مرضی سے ٹیکس مالیہ وصول کرکے بڑا حصہ خود ہضم کرتے تھے۔ جس سے ایکطرف رعایا کو تکلیف ہوتی تھی اور دوسری طرف حکومت کو بھی خسارہ رہتا تھا۔ اس محکمہ کے قیام سے عوام کو بہت سہولت ہوئی۔ اور حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگیا۔ یہ محکمہ سب سے اوّل ۱۸۹۶ء میں قائم ہوا اور ایک بڑے رجسٹر میں زمینداروں کے نام اور ہر ایک کا مقررہ مالیہ درج ہوکر اس کے مطابق مالیہ وصول ہونے لگا۔

۵- محکمہ تجارت پہلے محصول تجارت کی وصولی میں بیقاعدگی تھی۔ اور دروش، بروز، چترال، شغور اور دروشپ میں ہر جگہ سوداگروں سے بار بار محصول لیا جاتا تھا۔ جوان کے لئے باعث تکلیف ہوتا تھا۔ لیکن باوجود اسکے ریاست کی آمدنی بھی کم تھی۔ بادشاہ مرحوم نے اس رسم کو بھی ختم کرکے صرف دروش اور چترال میں چونگی خانے بنوائے اور چھاپ شدہ فارموں پر چونگی کی رسیدات کا اجرا کیا۔ اس طرح ۱۹۰۳ء میں تجارت کا نیا محکمہ بناکر یہ انتظام اسکے سپرد کردیا۔ اس انتظام سے سوداگروں پر بوجھ کم ہوگیا اور پورا محصول باقاعدہ ریاست کو ملنے لگا۔ اور جلد ہی ریاست کی آمدنی میں اضافہ ہوکر اس مد میں بجائے چھ ہزار کے چالیس ہزار روپے کی آمدنی ہونے لگی۔

۶- عشر دسواں حصہ پیداوار کا عہد قدیم میں اس ملک کے حکمرانوں نے غلہ پر عشر یعنی دسویں حصہ پیداوار کا رعایا سے وصول کرنے کا اگرچہ خیال رکھتے تھے مگر رائے عامہ کی کمزوری سے یہ رواج نہیں تھا۔ بلکہ رعایا سے تفنگی، قلنگ وغیرہ ٹیکس لئے جاتے تھے۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں صرف چند دیہات مثلاً لشکوردک۔ نوگھیر، ایون، بروز۔ ارغوچ۔ چمرکھون۔ چترال میں غلہ پر عشر وصول ہوتا تھا اور وہ بھی غریب اور عاجز طبقہ پر معزز اور طاقتور اقوام، نوکر پیشہ، علما اور سادات اس سے مستثنیٰ تھے۔ ۱۹۱۰ء میں اعلیحضرت شاہ شجاع الملک مرحوم نے علما و اکابر قوم کو بلاکر ان سے عشر کے بارے میں مشورہ لیا۔ اور ان کی متفقہ رائے سے تمام ملک پر عشر لینا مقرر کیا۔ غلہ عشر کی فراہمی کے لئے انتظام کیا۔ اور بڑے بڑے دیہات اور قصبوں میں گودام خانے بنوائے گئے۔ اسطرح ملک کی ایک مستقل اور بڑی آمدنی کا ذریعہ پیدا ہوگیا۔ اور اسی کے ذریعہ ملک کی آئندہ خوشحالی و ترقی کے کام سرانجام ہونے لگے

۷- جرائم عہد سابق میں جرمانوں کا رواج نہیں تھا اور دو شخصوں کے جھگڑے کی صورت میں ایک فریق سے کچھ لے کر دوسرے فریق کو دیا جاتا تھا۔ بعض دفعہ ایک فریق کی جائیداد حکومت ضبط کرتی تھی۔ چوری اثبات ہونے پر دو چند قیمت مال مسروقہ کی لیکر مالک مال کو دیجاتی تھی اور جرمانہ کچھ بھی نہیں تھا۔ بادشاہ مرحوم نے جرم کے لئے علیحدہ علیحدہ مقدار میں جرمانے تعین کئے۔ جس کا کچھ حصہ فریق مظلوم کو دیا جاتا تھا اور باقی حصہ حکومتی خزانہ میں جمع ہوتا تھا۔ اس سے نہ صرف جرائم میں کمی ہونے لگی بلکہ ریاست کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوگیا۔

۸- جنگلات اعلیحضرت مرحوم نے پہلی بار ریاست کے جنگلات کی طرف توجہ دی ۱۹۰۸ء میں ایک محکمہ جنگلات کی حفاظت اور انتظام کے لئے مقرر کیا اور دروش و چترال کے علاقوں کے لئے علیحدہ علیحدہ جنگل آفیسر مقرر کئے۔ جن کا کام لوگوں کو جنگل کو بے احتیاطی و اسراف سے کاٹنے سے منع کرنا۔ اور عوام کو سوکھے ہوئے درخت علیحدہ کرکے عمارتیں بنانے کے لئے مہیا کرنا تھا جنگلوں میں آگ لگنے کی صورت میں جگہ جگہ چوکیدار مقرر کئے گئے۔ درختوں کی کٹائی پر ایک معمولی ٹیکس بھی لگا دیا گیا جو عوام کے لئے

بہت معمولی اور قابل برداشت تھا۔ مگر ریاست کے لئے خاص آمدنی کا ذریعہ بن گیا۔

۹۔ محکمۂ دفاع زمانۂ قدیم میں اس ملک میں فوج کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ جسطرح بدخشان، دیر، باجوڑ سوات وغیرہ میں دستور تھا۔ یہاں بھی لڑائی کے وقت ہر علاقہ کے لوگ اپنے ذاتی ہتھیار لیکر حاضر ہو جاتے اور جنگ کے اختتام پر اپنے گھروں کو لوٹ جاتے تھے اعلیحضرت شاہ شجاع الملک نے ۱۹۰۹ء میں ریاست کے لئے ایک منظم اور باقاعدہ فوج ترتیب دی جسکا نام باڈی گارڈ رکھا گیا۔ اس کی چالیس کمپنیاں ایک ایک صوبیدار کے ماتحت بنائی گئیں اور دو کمانڈر یعنی فسٹ کمانڈر مہتر جو اسفندیار خان اور سیکنڈ کمانڈر مہتر جو شہزادہ صفدر علی خان مقرر ہوئے۔ ابتدا میں چھ کمپنیاں تھیں۔ رفتہ رفتہ اس کی تعداد چار ہزار تک پہنچ گئی۔ اور حکومت برطانیہ نے نیا اسلحہ "مشین گنز" اور توپ و امیونیشن وغیرہ سامان مہیا کئے۔ اس فوج کی دو کمپنیاں یعنی دو سو آدمی ہر ماہ ڈیوٹی پر تبدیل ہو کر آتے اور فوجی تربیت حاصل کر کے واپس چلے جاتے تھے اس مختصر عرصہ میں ساری فوج نے مکمل تربیت حاصل کر لی۔ اور ایک منظم فوج کی شکل اختیار کی۔ یہی سورما تھے جنہوں نے ۱۹۱۹ء میں افغانستان کے عسکری اور قبائلی لشکر کو سخت شکست دے کر سرحدات چترال سے پسپا کر دیا۔

۲۔ سیپرز اینڈ مائنرز:۔ اس کے علاوہ دو ہزار آدمیوں کی ایک سفر مینا قائم کی۔ جو فوجی اہمیت کی سڑکیں بنانے، پل تعمیر کرنے اور ضرورت کے وقت فوج کے لئے رسد و خوراک ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا کام کرتی تھیں۔

۳۔ سٹیٹ سکاؤٹس چترال:۔ باڈی گارڈ کے علاوہ برطانوی افسروں کے ماتحت چترال سٹیٹ سکاؤٹس بنائی گئی جو جدید اسلحہ سے باقاعدہ مسلح اور اعلیٰ تربیت یافتہ کارآمد فوج ثابت ہوئی۔

تعمیری کارنامے اس بادشاہ نے نہ صرف ریاستی نظام کے ڈھانچے کو از سر نو تنظیم کر کے جدید پیمانوں پر اعلیٰ انتظامات کئے بلکہ انہوں نے ملک کے اندر رفاہ عام کے کاموں پر نہایت دلچسپی سے توجہ دی سڑکیں اور عمارات بنوانا انکا خاص مشغلہ تھا جن کی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ **بلچ** ۔ قلعۂ چترال سے دو میل شمال کی طرف بلچ کا وسیع میدان پانی نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد پڑا تھا۔ اس کو آباد کرنے کیلئے ۱۸۹۶ء میں نالہ سین سے ایک نہر نکال کر دو سال میں مکمل کی گئی تھی جس سے سنگور اور بلچ کے بہت سے حصے سبزہ زار بن گئے چند سال بعد نالہ چترال سے ایک اور نہر جو شاہ کٹور ثانی کے عہد میں شروع ہو کر نامکمل چھوڑ دی گئی تھی۔ بنا دی گئی اور بلچ کا باقیماندہ حصہ بھی آباد ہو گیا اور وسیع زمینیں اس پانی سے سیراب ہونے لگیں۔ اور یہاں اعلیٰ حضرت مرحوم نے بنگلہ بھی تعمیر کرایا تھا اور پولو گراونڈ اور گھوڑ دوڑ کے میدان بھی بنائے تھے اور ایک بڑا باغ بھی لگوایا تھا۔

۲۔ **میر مین** ۔ یہ مقام چترال گول کے اندر چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے بادشاہ نے اسے آباد کرنے کیلئے

بنگلہ تعمیر کیا جو ایک مشہور شکار گاہ ہے یہاں باغات بھی لگائے جہاں ہر قسم کے میوے اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں

۳- برون شال :- چترال سے مغرب کی طرف پہاڑی کی چوٹی پر برون شال کو چشموں کے پانی سے آباد کرکے یہاں بنگلہ تعمیر کیا - اور زمین آباد ہوئی - گرمیوں کے ایام اکثر یہاں گذارتے تھے خوشگوار مقام ہے

۴- بر موغ لشٹ :- یہ مقام چترال سے نو میل دور ایک پہاڑی پر واقع ہے کافی میدانی و ہموار جگہ ہے لیکن پانی نہ ہونے کی وجہ سے غیر آباد اور سبزہ سے بے بہرہ تھا - بادشاہ نے یہ مقام پسند کرکے سنگور نالہ سے ۱۹۱۳ء میں نہر نکال کر اسے آباد کیا اور باغات لگوائے بعد میں یہاں عظیم الشان بنگلے اور مہمان خانے اور مساجد تعمیر کیں - ٹینس کورٹ، فٹ بال، اور پولو گراونڈ بھی بنوائے - گرمیوں میں برون شال کے بعد کئی مہینے یہاں گذارتے رہتے تھے اور ریاست کا گرمائی پایہ تخت قرار پایا تھا یہ مقام چترال سے آٹھ ہزار فٹ بلندی پر واقع ہے۔

۵- کساویر اور گوختشال :- یہ مقامات بھی نالہ چترال کے اندر واقع ہیں اور ایام سرما کی شکار گاہ ہیں - یہاں بھی نہریں نکال کر ۱۹۱۲ء میں زمینیں آباد ہوئیں - باغات لگوائے اور مکانات تعمیر کرائے۔

۶- بکرہ آباد :- یہ جغور اور چمرکہون کے مابین ایک وسیع اور ہموار جگہ ہے - بادشاہ نے جغور نالہ سے نہر نکال کر اسے آباد کرا دیا اور رعایا کے بے زمین خاندانوں کو یہاں مفت زمینیں و بکرہ اور تقسیم کرکے ان کو آباد کرایا اور اس نہر سے موضع چمرکہون بھی جو بے آبی سے دوچار تھا خوب سرسبز و شاداب ہوا۔

۷- گومبش :- یہ بروز مقام کے جنوبی بالائی حصہ میں ایک وسیع ہموار میدان ہے مہترشاہ کٹور اول نے سب سے پہلے ایک نہر بروز نالہ سے نکال کر اسکے کچھ حصہ کو آباد کر دیا تھا - مگر کافی نہ تھا - اعلیحضرت مرحوم نے نالہ بروز سے وسیع نہر پہاڑوں کو کاٹ کر تعمیر کرائی جس سے گومبس کی ساری زمین سیراب اور شاداب ہو گئی - اور یہاں بادشاہ کے حکم سے چرویلو شیرک خان آویر ایک دل کشا بنگلہ اور دیگر عمارات بھی تعمیر کیں اور یہ بھی اسکی کوشش سے تیار ہوئی جہاں شہزادہ شہاب الدین خان کا گھر آباد ہے۔

۸- برہ اوشٹی - ایون میں درخنا نرہ گاؤں کے اوپر نالہ ایون کے بائیں دامن پر ایک صحرا تھا - جو پانی نہ ہونے سے غیر آباد پڑا تھا بادشاہ نے ایون کے نالہ سے تیمحر شاہ مبر خان حاکم آویر کے اہتمام سے پہاڑوں کو بہت محنت سے کٹوا کر ایک وسیع نہر تیار کرائی جس سے برہ اوشٹی کی زمینیں آباد ہو گئیں خوشنما باغات یہاں شاداب ہوئے بنگلے اور محل تعمیر کئے یہاں شہزادہ خوش احمد ملک کا گھر آباد ہے

۹- مسکورہ :- یہ مقام ایون کی جنوب میں بریر نسار کے نزدیک ایک غیر آباد وسیع زمین پڑی تھی - سابق حکمرانوں نے بھی اس کے آباد کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر ابھی تک کسی نے ہمت نہ کی تھی ۱۸۹۷ء میں شاہ شجاع الملک مرحوم نے اس کے لئے نہر نکالنے کا کام شروع کیا اور بڑی محنت اور کثیر اخراجات سے گیارہ سال کے عرصہ میں ۱۹۰۸ء کو یہ نہر پایہ تکمیل تک پہنچ گئی اور ساری غیر آباد زمینیں ایون سے مسکورہ تک

سیراب و آباد ہو گئیں۔ یہ زمین جو شاہی قبضہ میں تھی اسکو بادشاہ نے اپنے دودھ بھائی خانصاحب نور احمد خان کو بخشدیا جہاں اس کا گھر آباد ہے۔

۱۰۔ کلکٹک: دروش سے پانچ میل جنوب میں نالہ بٹوری سے ایک نہر نکال کلکٹک کے گاؤں کے بالائی حصوں میں ایک وسیع زمین آباد کرلی گئی۔ جو غیر آباد پڑی تھی۔ یہاں شہزادہ امیر الدین خان کا گھر ہے

۱۱۔ سویر لشٹ: سویر گاؤں کے جنوب میں ایک بڑا میدان غیر آباد پڑا ہوا تھا۔ نالہ سویر سے نہر نکال کر اس زمین کو بادشاہ کے حکم سے سیراب کیا گیا۔ اور کثیر زمین مزروعہ بن گئی۔ یہاں سید عبدالرزاق پاشا کا گھر ہے

۱۲۔ میر کھنی۔ یہاں کا ایک وسیع خطہ زمین تشنۂ آب و گیاہ تھا۔ بادشاہ مرحوم کے حکم سے اشرت نالہ سے نہر نکال کر اسکو پانی پہنچایا گیا اور شاداب کر دیا۔

۱۳۔ شیچھڑی و نالہ اشرت میں کوہ لاوری کے دامن میں ایک ہموار مقام غیر آباد تھا اس کیلئے نہر نکال کر اس کو آباد کیا گیا۔ اور بہت سے بے خانماں افغانوں کو یہاں بسایا گیا تھا جب سے وہ واپس وطن چلے گئے ہیں اشرت کے لوگ یہاں آباد ہیں اور متمتع ہوتے ہیں۔

۱۴۔ ارندو لشٹ: ارندو گاؤں کے سامنے ایک وسیع زمین پانی سے محروم اور بنجر پڑی تھی بادشاہ مرحوم کے حکم سے سفر میانے ارندو نالہ سے ایک وسیع نہر دو تین سال کی محنت سے نکالی۔ اور سارے ارندو لشٹ کو آباد و شاداب بنایا۔ اور یہ زمین مولیکھو کے لوگوں کو جو بے زمین تھے ان کو اور باقی زمین ارندو کے مستحقین میں تقسیم کی گئی اور کچھ حصہ میں باغ لگا کر نارنج ترنج کے پودے لگائے جہاں سے خاصے میوے حاصل ہوتے ہیں اور عمدہ نارنج کا باغ آباد ہوا ہے۔

۱۵۔ بیر تول: دریائے غذرہ کے بائیں کنارے چترال سے آٹھ میل شمال کی جانب یہ جگہ واقع ہے۔ بیر تول گول سے نہر نکال کر اسے آباد کیا باغ لگایا اور بنگلہ تعمیر کیا۔

۱۶۔ شغور: یہاں کا قدیمی اور تاریخی قلعہ سیلاب کیوجہ سے برباد ہو گیا تھا اور قلعہ کی زمینیں بھی غیر آباد ہو گئی تھیں۔ بادشاہ مرحوم نے یہ ساری زمینیں آباد کرائیں اور قلعہ کو پرانی جگہ سے ہٹا کر دریا کے دائیں کنارے پہاڑی کے مقام پر از سر نو تعمیر اور عالی شان بنگلے اور باغات بنائے یہاں شہزادہ محمد مطاع الملک کا خاندان آباد ہے۔

۱۷۔ شغوم: علاقہ اودر میں تریچ میر پہاڑ کے دامن میں ایک وسیع جنگل میں نہر نکال کر یہاں بنگلہ تعمیر کیا۔ پولو گراؤنڈ اور ٹینس کورٹ یہاں بنوائے اور گرمیوں میں چند سال یہاں مقیم رہے خود رو پھولوں اور گنجان درختوں اور کثیر آبشاروں کے سبب سے یہ مشہور صحت افزا مقام تھا۔

۱۸۔ گرم چشمہ: یہ لٹکوہ میں ایک دل کشا اور صحت افزا مقام ہے جہاں ہزاروں لوگ گرم چشمہ میں غسل صحت کے لئے سالانہ آیا کرتے تھے۔ یہاں بادشاہ مرحوم نے وسیع زمینیں آباد کیں اور ایک

اعلیٰ بنگلہ تعمیر کرایا اسکے ساتھ باغ لگوائے۔

۱۹- آغوتی لشٹ:۔ علاقہ لٹکوہ میں وادی پارہ بیگ کے اندر واقع ہے بادشاہ کے حکم سے یہ جگہ پانی سے سیراب کی گئی ہے جہاں دو ہزار من سے زیادہ رشقہ چارہ حاصل ہوتا ہے۔ اور یہاں مویشی پالنے کے لئے عمدہ ترین جگہ ہے۔

۲۰- بمباغ:۔ کوشٹ اور چرن کے درمیان ایک وسیع صحرا خشک اور بنجر پڑا تھا۔ بادشاہ کے حکم سے نہر نکال کر اس کو آباد کیا گیا۔ یہاں زمینیں اور باغات آباد ہوئے۔

۲۱- شارع عام:۔ اعلیحضرت مرحوم نے اندرونی علاقوں کے راستوں کو وسیع بنوایا اور کئی جگہ نئی سڑکیں تعمیر کروائیں چترال سے دروش و میرکھنی تک موٹر چلنے کے قابل وسیع سڑک بنوائی چترال سے کریم آباد اور چترال سے برموغ لشٹ اور چترال سے ایون تک بھی موٹر کے لئے سڑک بنوائی چترال گول کے اندر کسادیر، برون شال اور گوخشال تک دشوار گذار راہوں کو وسعت دیکر قابل آمد و رفت بنا دیا۔

۲۲- تعمیرات بنگلے:۔ ریاست چترال کے طول و عرض میں جس قدر بنگلے اور دیگر اہم عمارات ہیں وہ سب اعلیحضرت مرحوم کی یادگار ہیں اور انہوں نے ان امور پر خاص توجہ دی۔ چنانچہ ذیل مقامات پر انہوں نے بنگلے تعمیر کئے۔ زیارت، دروش، ایون، برموغلشٹ۔ میرین، کسادیر، برونشال۔ بہرنول، گرم چشمہ۔ سوسوم۔ بیلح۔ کوغزی۔ مروئی، برنس۔ ریشن۔ بونی۔ ستوغز۔ لاسپور وغیرہ میں بنگلے تعمیر کئے جہاں ہر قسم کا فرش اور دیگر ضروریات زندگی موجود رکھے تاکہ ایام دورہ میں شہزادوں اور دیگر معزز مہمانوں کے قیام کے لئے آراستہ رہیں۔

۲۳- قلعے:۔ اعلیحضرت مرحوم نے مختلف مقامات پر پرانے قلعے مسمار کر کے نئے قلعے تعمیر کرائے۔ چنانچہ قلعہ چترال، قلعہ شغور، قلعہ دروشپ، قلعہ ستوغز، قلعہ دراسن وغیرہ ہیں جو اعلیٰ پیمانے پر از سر نو تعمیر کرائے گئے ہیں۔

۲۴- جامع مسجد قلعہ:۔ اسکی تعمیر ۱۹۱۹ء میں ہندوستانی تجربہ کار معماروں سے شروع کرائی اور چھ سال میں چار لاکھ روپے کی لاگت سے اسکی تکمیل ہوگئی۔ یہ مسجد تاشقند سے پشاور تک کے علاقہ میں اپنی نوعیت کی سب سے بڑی اور شاندار مسجد ہے۔ اعلیحضرت نے اپنی زندگی میں ہی اس مسجد کے شرقی کونے میں اپنی قبر کی جگہ ایک شاندار گنبد کے نیچے تیار کرائی تھی۔ جہاں وفات کے بعد انکا مزار واقع ہے اور انکی والدہ ماجدہ و دیگر افراد خاندان کے مزارات بھی یہیں ہیں۔ اعلیحضرت مرحوم نے ترنگ بازار کی مسجد جامع کو بھی جدید طرز پہ تعمیر کرایا۔ اور اس کے جنوب میں مشہور بزرگ شاہ بوریا ولی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر ایک شاندار گنبد بھی تعمیر کرایا۔

۲۵۔ بازار چترال :- پہلے موجودہ بازار کی جگہ صرف چند بے رونق دوکانیں موجود تھیں اور اس کے مغربی حصہ میں چند لوگوں کے مکانات بھی موجود تھے۔ اس لئے وہ تنگ تھا۔ اعلیحضرت نے ان لوگوں کو وہاں سے ہٹاکر ریحان کوٹ میں بسایا اور بازار کیلئے ایک وسیع سڑک بنوا کر اس کے دونوں کناروں پر دکانیں تعمیر کرائیں تاکہ تجار لوگ انہیں سامان تجارت سجائیں۔ بازار کی حفاظت کے لئے چوکیدار مقرر کئے اور انتظام کے لئے ایک مخصوص اہلکار مقرر فرمایا۔ بازار کے سرے پر چترال نالہ کے جنوبی پر ایک وسیع مہمان خانہ اور سرائے تعمیر کرایا۔ بازار کے پیچھے مغربی وسیع ٹیلہ پر جو گنبد ریشیاں واقع تھا۔ افغانوں کو رہائش کے لئے زمین مرحمت کی۔ افغانوں نے جو تجارت کی غرض سے چترال میں مستقل رہتے تھے یہاں اپنی رہائش کے لئے مکانات بنائے۔ یہ جگہ آباد گاؤں بن گیا۔ جو ریحان کوٹ کے نام سے مشہور ہے۔

اسی طرح وروش۔ اشریت۔ زیارت۔ شغور اور گرم چشمہ میں سوداگروں کیلئے منڈیاں بنوائیں جہاں وہ اپنا مال و اسباب حفاظت و آسانی سے رکھ سکتے تھے۔

چودھواں باب

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کے۔ سی۔ آئی۔ ای

۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء تا ۲۹ جولائی ۱۹۴۳ء

تخت نشینی اعلیحضرت سر شجاع الملک صاحب کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے اور ولیعہد شہزادہ محمد ناصر الملک اپنے سب بھائیوں اور اعیان خاندان و اراکین ملک کی اتفاق آراء سے بتاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے چند روز بعد پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ میجر جانسن نے چترال آکر بتاریخ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۶ء ایک دربار عام میں ہز ہائی نس کی رسم تاجپوشی ادا کی اور ان کو چترال کا حکمران تسلیم کیا۔ دربار میں شہزادہ محمد مظفر الملک نے شاہی خاندان کی طرف سے اور دوسرے عمائدین نے اپنے اپنے علاقوں اور اقوام کی جانب سے وفاداری اور تابعت کا اعلان کیا۔ والد بزرگوار کے چہلم ختم ہونے کے بعد ہز ہائی نس سر ناصر الملک نے تمام ریاست کے معتبروں اور قوم کے سربرآوردں اور بعد ازاں خاص و عام کو بلا کر ایک لاکھ روپے کی خلعت اور نقدی انعامات تقسیم کئے۔

انتظامی اصلاحات تخت حکومت پر جلوس فرما ہونے کے بعد انہوں نے ریاست کے نظم و نسق کی جدید طرز پر تنظیم شروع کی۔ اور ایک باقاعدہ وزارت بنائی۔ اپنے چچا خان بہادر معتبر جو محمد دلآرام خان کو وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کیا۔ اور کپتان منصف خان کو وزیر مالیہ اور میر غیاث الدین کو وزیر تجارت۔ مشرف خان کو وزیر صنعت و حرفت لفٹننٹ غلام مرتضیٰ کو انچارج خزانہ۔ ناصر علی شاہ کو افسر مال اراضی شاہی۔ اور حاجی قربان محمد کو حاکم چترال کے عہدوں پر مامور فرمایا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی شہزادہ محمد مطاع الملک کو جو انڈین ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں رہ کر تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ جب چترال آیا اپنے ساتھ شغور لیجا کر علاقہ غذرہ کا گورنر مقرر کیا اور وہاں جدید قلعہ آمدی انکے سپرد کر دیا۔ جو اعلیحضرت مرحوم کی وصیت میں شغور کی جاگیر اور وہاں کی گورنری اُن کی گورنری ان کے حق میں تحویل تھی۔

بعد ازاں ہز ہائی نس ریاست کے جنوبی حصوں کے دورہ پر روانہ ہوئے ان کے ہمراہ شرفائے ملک کے



هزهائی نس سر محمد ناصر الملک کے۔سی۔آئی۔ای والئ چترال

علاوہ راجہ محمد رحیم خان گورنر سابقہ غذر، فرزند راجہ عبدالرحمن خان سابقہ گورنر ورشگوم، وزیر موسترہ، شہزادہ عبدالرحیم بیگ قوقندی حال پشاور جو اعلیحضرت مرحوم کے عہدہ سیکرٹری پر چند سال رہ چکے تھے۔ اور آجکل چترال میں مہمان تھے موجود تھے چترال سے دروش تک کے دیہات کے شرفا اور عوام نے اپنے بادشاہ کا پُرخلوص اور شاندار استقبال کیا۔ یکم جنوری ۱۹۳۷ء کو دروش میں برٹش افواج نے انکو ایک شاندار سلامی پیش کی۔ دروش سے نغر۔ سویر کا دورہ کرنے کے بعد ہز ہائی نس ایون پہنچے جہاں کے لوگوں نے اپنے محبوب حکمران کو شاندار طور پر خوش آمدید کہا اور سارا ایون دلہن کیطرح سجایا گیا دوسرے دن ہز ہائی نس بخیریت چترال واپس پہنچ گئے۔

ولادت فرزند یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو اس بادشاہ کا ایک فرزند بیٹا تولد ہوا چونکہ یہ پہلا شہزادہ تھا سارے ملک میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور جشن عظیم منایا گیا لیکن افسوس کہ یہ نونہال بارہ دن کے بعد فوت ہو گیا۔

افغانستان سے تجارتی مذاکرات ریاست چترال اور افغانستان کے درمیان زمانہ قدیم سے تجارتی تعلقات جاری تھے۔ جس سے اس ملک کو کافی آمدنی ہوتی تھی بدخشاں سے گھوڑے۔ خشک میوے۔ پوست۔ افیون۔ نمدے۔ بز غنج وغیرہ کی درآمد سے چترال کی تجارت پر خوشگوار اثر پڑتا تھا۔ اسکے علاوہ چترال سے عمارتی لکڑیوں کی برآمد کا سستا اور آسان ذریعہ دریائے چترال میں بہانے جانا ہی تھا۔ جو آگے چل کر افغان علاقہ میں سے ہو کر گذرتا ہے لیکن جنگ ۱۹۱۹ء کے بعد ان تجارتی سہولیات پر دونوں جانب سے پابندی لگنے کی وجہ سے دونوں ملکوں کو اقتصادی نقصان پہنچ رہا تھا۔ چنانچہ اس تکلیف کو رفع کرنے کی خاطر سر ناصر الملک نے گورنمنٹ برطانیہ کی منظوری سے ایک وفد اپنے بھائی شہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش کی قیادت میں کابل روانہ کیا وفد میں ہز ہائی نس کے رضاعی بھائی لفٹنٹ عبدالرحمن اور ریاست کے وزیر تجارت میر غیاث الدین اور صوبیدار اقبال شاہ وغیرہ شامل تھے۔ یہ وفد ۱۹ اپریل ۱۹۳۷ء کو براستہ جمرود کابل روانہ ہوا کابل پہنچنے پر امیر صاحب افغانستان نے شہزادہ صاحب اور ان کے ہمراہیوں کا نہایت عزت و احترام سے استقبال کرایا۔ کرنیل عسکری اور وزیر تشریفات باجہ خانہ کے ساتھ استقبال کو آئے اور قصر دارالامان میں ان کو رہائش دے کر ہر قسم کی سہولتیں مہیا کیں۔ وفد کو رنڈ وطیبہ کابل میں قیام پذیر رہا اور اس عرصہ میں افغان وزیر تجارت وغیرہ سے متعلقہ امور پر مذاکرات کئے جن کے نتیجہ پر حکومت افغانستان نے چترال کیساتھ تمام تجارتی پابندیاں اٹھا لیں اور چترال سے عمارتی لکڑیوں کی دریائے کابل کے ذریعہ برآمد کو بھی آزاد کر دیا وفد ندکورہ اپنا مقصد کامیابی سے حاصل کرنے کے بعد ۲ اگست ۱۹۳۷ء کو واپس چترال پہنچا۔

تعلیمی ترقی چترال خاص اور دوسرے بڑے بڑے دیہات میں اعلیحضرت مرحوم کے زمانہ سے مدارس کھول

دیئے گئے تھے جہیں دینوی اور دینوی تعلیم سے ملک کے بچوں کو آراستہ کیا جاتا تھا۔ ہز ہائی نس سر ناصر الملک نے جو خود ایک گریجویٹ تھے اور جدید تعلیم کے دلدادہ تھے چترال کے سکول کو مزید منظم کیا اور ترقی دے کر مڈل سکول کا درجہ دیا۔ اس کے لئے تربیت یافتہ معلم پشاور سے طلب فرمایا۔ سکول کی جدید عمارت تعمیر کی۔ جس کی رسم افتتاح ۱۰ ستمبر ۱۹۴۰ء کو ڈائرکٹر تعلیمات صوبہ سرحد شاہ عالم خان کی موجودگی میں ادا ہوئی۔ اسکے علاوہ علاقائی سکولوں کو باقاعدہ بنا کر پرائمری کا درجہ دیا گیا۔ اور ہر جگہ تربیت یافتہ استادوں کا بھی انتظام کیا گیا۔

ہز ہائی نس کی بیماری

۳۰ جون ۱۹۳۷ء کو جبکہ ہز ہائی نس برموغلشٹ میں موسم گرما گذار رہے تھے۔ یکایک ان پر فالج کا حملہ ہوا۔ ان کو فوراً چترال پہنچایا گیا۔ جہاں سول سرجن اور دیگر اطبا نے انکا علاج شروع کیا۔ بادشاہ انگلستان، شاہ افغانستان و والیان ریاست ہائے ہند نے اور دنیا کے تمام حصوں سے بادشاہ کے ساتھ ہمدردی اور مزاج پرسی کے پیغامات بھیجے اگست ۱۹۳۷ء تک ہز ہائی نس کی صحت کافی حد تک درست ہوگئی اور ریاستی امور سرانجام دینے لگے۔ ہز ہائی نس اس بیماری کی عین شدت تکلیف میں چونکہ وہ شاعر تھے ایک طویل مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات منظوم کیا تھا۔ انمیں چند سطور بطور یادگار یہاں درج کرتا ہوں۔ ناظرین باتمکین قصیدہ گوئی کے معائب سے قطع نظر صرف ملاحظہ فرمائیں۔

خداوندا بذات کبریائیت
خداوند بحق مصطفائیت
بحق وحدت ذات قدیمت
بحق این کلام پر جلالت
بحق جملہ آیات کلامت
بحق کعبہ بیت الحرامت
بحق صدق صدیق معمّر
بحق ناشر قرآن عثمان
بحق اہل بیت پاک اطہر
بحق جملہ خاصان یگانہ
بمن دہ صحت گم کردۂ من
خداوندا عطا کن تندرستی

خداوندا بحق انبیائیت
بحق آں رسول با صفائیت
بحق رتبت عرش عظیمت
بحق این کمال بے زوالت
بحق جملہ احکام عظامت
بحق رتبت ماہ صیامت
بحق رتبت فاروق اکبر
بحق مرتضیٰ محبوب سبحان
بحق جملہ اصحاب پیمبر
ز وفات مصطفیٰ تا این زمانہ
بدہ جانم بجسم مردۂ من
بحالم دہ ز رنج و ضعف سستی

مرا دہ بازہ آں تاب و توانم خداوندا ز الطاف نہانی اگرچہ پُرگناہ و روسیاہم سزائے بغی و عصیاں چہ دادی	مبادر نقص و ر نطق بسانم مکن شل دست و پایم در جوانی بدربار ت خدایا داد خواہم بکن رحمے کہ تو رَبّ العبادی

یہ وہ مناجات تھے جوان کے دل سے اٹھکر زبان وقلم سے ٹپک پڑے ہیں اور مقبول بارگاہ الٰہی ہوئے۔

انکشاف سازش ۱۸؍اگست ۱۹۳۷ء کو قلعہ آدی واقع شغور میں چوری کی واردات ہوئی۔ اس ضمن میں جو تحقیقات کی گئی۔ اس میں یہ انکشاف ہؤا کہ چمرکھون کے صوبیدار میجر یوسف خان بن وزیر عنایت خان بن وزیر عنایت خان نے ہزہائی نس کے جانی نقصان رسانی کی سازش کی تھی۔ چنانچہ ثبوت ہونے پر صوبیدار میجر یوسف خان کو گرفتار کرکے کچھ دن بعد براہ بدخشان کی طرف ملک بدر کردیا۔ اور اس کی جائیداد ضبط کی گئی۔

ہولناک زلزلہ ۱۴؍نومبر ۱۹۳۷ء کو عصر کے وقت چترال اور اس کے اطراف میں ایک ایسا شدید زلزلہ آیا جس کی مثال نہیں ملتی ہے چترال اور دیہات میں سینکڑوں مکانات منہدم ہوئے۔ البتہ جانی نقصان معمولی ہوا۔ پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ حالات سے باخبر ہوکر فوراً چترال پہنچے۔

کالام باشقار کالام کوہستان جو باشقار کہلاتا ہے قدیم زمانہ سے شاہان چترال کے زیر اقتدار رہا ہے چند سال پیشتر اس علاقہ پر والئے سوات کی جانب سے جارحانہ اقدام پر اعلیٰحضرت شاہ شجاع الملک نے فوجی اقدام کیا تھا۔ لیکن پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ نے بروقت مداخلت کرکے والئے سوات نے خفیہ طور پر اس علاقہ میں دوبارہ ریشہ دوانیاں شروع کیں۔ اس کے خلاف کالام کے لوگوں نے پُرزور مظاہرے کئے۔ اور اسی سلسلہ میں ایک سو آدمی لاسپور کے راہ سے چترال پہنچے اور اپنے پرانے وقدیمی آقا یعنی بادشاہ چترال کی خدمت میں والئے سوات کی ناجائز مداخلت اور مظالم کے خلاف استغاثہ دائر کیا۔ ہزہائی نس نے ان لوگوں کے عرلیضہ اور اپنے چترالی رعایا کے جذبات کے مدنظر حکومت ہند سے اس بارے میں پُرزور احتجاج کیا۔ کہ یا والئے سوات کو سختی سے اس جارحانہ اقدام۔ اور معاہدہ آزادی کالام ۱۹۲۳ء کی خلاف ورزی سے منع کیا جائے۔ یا چترال کے لوگوں کو اجازت دیجائے۔ تاکہ وہ اپنے کالامی بھائیوں کی آزادی وعزت وناموس کی حفاظت کے لئے خود براہ راست اقدام کریں۔ اہل کالام نے بھی واضح الفاظ میں حکومت ہند کی خدمتمیں والئے سوات کے مظالم کے خلاف درخواست کی۔ اور اس امر کی خواہش کی کہ انہیں ان کے قدیمی حکمران شاہ چترال کے ماتحت آزاد رہنے دیا جائے۔

یہ لوگ تقریباً دوسال چترال میں مقیم رہے اور کچھ لوٹ گئے۔ جہاں برطانوی گورنر و حکام بالا کو مظالم

کو اس کارروائی سے منع کیا اور اس طرح دونوں ریاستوں کے درمیان تصادم نہیں ہوا اپریل ۱۹۳۵ء میں والئی سوات

والئی سوات کے خلاف اور چترال میں شمولیت کے لئے درخواستیں دیتے رہے آخر کار مئی ۱۹۲۰ء میں حکومت ہند نے فیصلہ کیا کہ کالام پر والئی سوات کا قبضہ ناجائز اور معاہدہ ۱۹۲۳ء کی صریح خلاف ورزی ہے جسکے رو سے دیر۔ سوات اور چترال تینوں نے اس علاقہ کی آزادی تسلیم کرلی ہے۔ چنانچہ والئی سوات نے حکومت ہند کے حکم سے یہاں سے اپنی فوجیں نکال لیں۔ اور کالام آزاد ہوگیا۔

ہز ہائی نس اور اہل چترال نے اس پر خوشی و اطمینان کا اظہار کیا۔ اور حکومت ہند کا شکریہ ادا کیا۔ اور کالام کے جو باشندے چترال آئے ہوئے تھے ان کو انعام و اکرام کے ساتھ واپس کردیا گیا تاکہ وہ آزادی سے اپنے گھروں میں آرام و آسائش سے رہیں۔

پولو ٹورنامنٹ گلگت

۲۴ مئی ۱۹۳۸ء میں گلگت ایجنسی کے پولو ٹورنامنٹ میں غذر۔ یسین۔ پنیال وغیرہ کی ایک پولو ٹیم پنیال اور غذر کے گورنروں کے بھائیوں کی سرکردگی میں چترال آئی اور چترال کے سالانہ دربارہ پولو ٹورنامنٹ میں شرکت کی۔ نہایت دلچسپ میچ ہوئے جس میں پنیال کی ٹیم جیت گئی۔ چترال کی ٹیم میں اتالیق سرفراز شاہ، صوبیدار امیر خان رئیش نے نمایاں کھیل کھیلا مگر آخر میں اُن کے مقابلہ میں ناکام رہے۔

راجہ عبدالرحیم خان یسین کا انتقال

اسی سال غذر کے سابق گورنر راجہ عبدالرحیم خان بن مہتر پہلوان علاقہ یاسین جو ہز ہائی نس کے ماموں ہیں آٹھ ماہ سے چترال میں بیمار تھے۔ انتقال کرگئے۔ اور شاہی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

سفر پشاور

ہز ہائی نس گورنر سرحد سے ملنے کے لئے ۱۹۳۸ء میں بذریعہ طیارہ پشاور تشریف لے گئے اور ۲۷ ستمبر کو وہاں سے واپس چترال آئے۔ اس سفر میں اسلامیہ کالج پشاور کے اراکین نے ہز ہائی نس کے اعزاز میں چائے کی دعوت کی۔ اور خوش آمدید و خیر مقدم کا بڑا شاندار انتظام کیا دو سو سے زائد اصحاب مناسب اور سرکردہ پشاور اس میں مدعو تھے۔ ایڈریس میں ہز ہائی نس کی تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا۔ اور ان کے تعلیمی ایام کی یاد کو تازہ کرکے موجودہ ریاست کی اس بڑی ذمہ داری پر ہدیہ تبریک پیش کیا۔ واپسی پر ہز ہائی نس کھانہ سکول میں تشریف لائے اور سکول کے طلباء کو پانچسو روپیہ نقد انعام دے کران کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

سفر حج

ہز ہائی نس محمد ناصر الملک مدتوں سے فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے بیتاب تھے مگر عارضہ فالج کی وجہ سے اس مقصد میں ناکامیاب تھے۔ آخر کار جب صحت کچھ بہتر ہوئی تو اپنی دیرینہ آرزو کے لئے تیار ہوئے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۳۸ء میں چترال سے روانہ ہوئے اُن کی معیت میں شاہزادہ محمد مظفر الملک اور قریباً چالیس معززین و ملازمین شامل تھے۔ پشاور سے ہوتے ہوئے ۲۶ دسمبر کو بمبئی پہنچے اور یہاں تین ہفتہ قیام فرمایا۔ ہز ہائی نس سر آغاخان اور سیف الدین طاہر و دیگر معززین سے ملاقاتیں کیں۔

۶ر جنوری ۱۹۳۹ء کو بمبئی سے عازم جدہ ہوئے جدہ میں وزیر حکومت سعودیہ اور کونسل برطانیہ کے ایک ممبر استقبال کو آئے۔ اور سلطان ابن سعود نے اپنے وزیر کے ذریعہ ٹیلیفون پر خوش آمدید کا پیغام بھیجا اور میر عثمان علی خان تاجدار دکن نے بذریعہ تار احوال پرسی کر کے واپسی کے ایام میں حیدرآباد آنے کی دعوت بھی پیش کی۔

۲۵ر جنوری کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور باب الصفا میں اقامت پذیر ہو گئے۔ دوسرے دن سلطان ابن سعود عبدالعزیز سے ملاقات کی۔ مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا کے شرفا میں سے عبداللہ شیبی کلید بردار بیت اللہ المکرم، مولانا سعد وقاص بخاری نیز اور بہت سے شرفاء مکہ معظمہ ہز ہائی نس کی ملاقات کو تشریف لائے!

الغرض مکہ معظمہ کے قیام میں مناسک حج کے لوازمات بھی ادا ہوئے روزانہ طواف کی سعادت و تلاوت قرآن مجید و قیام شب کے مواظبات سے شرفیابی حاصل ہوئی۔ اور ۸ر فروری ۱۹۳۹ء کو وہاں سے الوداع حاصل کیا۔ اور مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ ۱۰ر فروری مدینہ منورہ پہنچے اور دربار حبیب میں روضہ اقدس کی زیارت حاصل کی۔ اور اس سعادت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور ناصر الملک نے اپنے جذبۂ خلوص کا اظہار شاعرانہ ذوق میں یوں نغمہ طراز کیا تھا۔ جو بغرض یادگار درج کی جاتی ہے۔

یارسول اللہ امین خالق اکبر توئی — رحمۃ للعالمین و شافع محشر توئی
غالب آمد بر زمین تاریکیٔ جور و جفا — اندرین ظلمتکدہ خورشید جانم توئی
دادۂ پیغام حق را تو بہ اقوام امم — محسن اسود احمر ناصر ملت توئی
فخر موجودات اے نور الہدیٰ بدر الدجیٰ — المزمل المدثر صاحب کوثر توئی
خاک تیرہ برتری بر انجم و اختر کند — باعث صد نازش این کرۂ اغبر توئی
عاشقانت آمدند از ہر طرف پروانہ دار — الغیاث چون سپند و مجمر آگر توئی
راہ گم کردیم در تاریکیٔ جہل و فساد — دامنت بینوا را یا نبی رہبر توئی
بر درت آمد غریبی مستمندی بیکسی — یا محمد بیکساں را ناصر و یاور توئی
رگرد راہ طیبہ اے سرمۂ چشمان ما — خوشتر از مشک گلاب عطر و از عنبر توئی
وادی بطحا خس و خاشاک تو محبوب ما — سکن ہم مدفن آن حضرت سرور توئی

مدینہ منورہ میں جنت البقیع کی زیارتوں اور دیگر متبرک مقامات و مزارات پر گئے اور فاتحہ پڑھا مسجد قبا میں دوگانہ ادا کیا۔ اسیطرح ۱۷ر فروری تک مدینہ پاک کے قیام میں روزانہ روضۂ اقدس کی زیارت سے مستفیض ہوتا رہا۔

۱۸ فروری کو مدینہ منورہ سے رخصت ہوئے اور جمال جہاں آرا سے الوداع ہو کر جدہ واپس آ گئے۔ مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت وہاں کے مستحقین و مطوفین کو کثیر صدقات تقسیم کرائے۔ جدہ سے ۲ مارچ کو کراچی اور ۴ مارچ بمبئی پہنچے۔ وہاں سے نظام حیدر آباد کی دعوت پر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ صدر اعظم سر اکبر حیدری استقبال کو آئے۔ اور توپ کی سلامی پیش کی۔ اراکین حیدر آباد کا بڑا ہجوم تھا۔ ہز ہائی نس سے ان کا تعارف کرایا گیا۔ پھر نظام سے ملاقات ہوئی۔ اور مشہور مقامات پر گئے۔ اور سیر سے فرحت اندوز ہوئے۔ وہاں سے بھوپال اور وہاں سے دہلی میں وارد ہوئے۔ دہلی میں مقامی شرفاء کا بڑا ہجوم اور دلکش نظارہ تھا۔ ہز ہائی نس نے ان سے ملاقات کی۔ بمبئی میں پیر جمال الدین نقیب زادہ بغداد شریف و خان بہادر یوسف خان و خان بہادر مہتر جو دلارام خان و شاہزادہ غازی الدین کا استقبال سب سے پہلے واقع ہوا تھا۔ اور انکا یہ کمال ہوا کہ جذبۂ خلوص میں سبقت لے گئے اور حاجیوں سے دعائیں حاصل کیں۔

دہلی سے لاہور آئے اور وہاں سے وزیر آباد تشریف لے گئے اور کرنل شیخ احمد حسین کے گھر فروکش ہو کر ان سے ملاقات کی۔ اور وہاں سے جموں پہنچے اور راجہ ہری سنگھ والئے جموں سے ملاقات ہوئی پھر پشاور تشریف لائے۔ پشاور سے مالاکنڈ و چکدرہ ہوتے ہوئے بذریعہ طیارہ دروش اور وہاں سے بخیر و عافیت ۱۸ اپریل ۱۹۳۹ء چترال میں تشریف لائے۔ جہاں ان کی رعایا نے اپنے بادشاہ کا پرخلوص خیر مقدم کیا۔

شہزادی دیر سے شادی

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کی یہ دوسری شادی ہے جو نواب شاہ جہان خان والئ دیر کی صاحبزادی سے قرار پائی تھی۔ ۱۸ جون ۱۹۳۹ء میں چترال کے عمائدین کا استقبالیہ ہجوم دیر گیا۔ اور عروس مخطوبہ کو بڑی شان و شوکت سے چترال لائے استقبالیوں میں شاہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش و خان بہادر مہتر جو دلارام خان وزیر اعظم وغیرہ قابل ذکر ہیں چترال میں بڑا جشن منایا گیا۔

گورنر صوبہ سرحد

سر ارتھر پارسنز گورنر صوبہ سرحد ہز ہائی نس کی دعوت پر ان کی سالگرہ جشن تاجپوشی پر ۸ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو چترال آئے۔ اُن کا شاندار استقبال ہوا۔ جشن کے بعد انھوں نے دربار کیا۔ اور معتبرین ملک کو انعامات دیئے۔ اور اپنی تقریر میں ہز ہائی نس اور ان کی رعایا کی وفاداری پر سرکاری طور پر شکریہ ادا کیا۔ اور جنگ عظیم کے سلسلہ میں اہل چترال کی طرف سے جو مالی امداد اور جانی خدمات کی جو پیشکش کی گئی تھی ان کو خراج تحسین سے یاد کیا۔

دوسری جنگ عظیم

یکم ستمبر ۱۹۳۹ء میں جب برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اس کے فوراً بعد بالشویک روس اور نازی جرمنی کے مابین دوستانہ معاہدہ ہو گیا جس سے ہندوستان کی شمالی سرحدیں جو روس کے قریب تھیں انمیں نیا خطرہ پیدا ہو گیا۔ چترال ریاست چونکہ روسی سرحدوں سے قریب تر ہے ہز ہائی نس کو اس کا احساس ہوا اور ریاست کے دفاع کے لئے

برطانوی افسروں کے تعاون سے یہ انتظام کیا کہ چترال میں ایک دفاعی کونسل بنائی جس کی قیادت شہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش کو تفویض کی گئی۔ انہوں نے سرحدوں کی حفاظتی تدابیر اور ہوائی حملوں سے بچاؤ کے سامان اور روسی جاسوسوں کے خلاف کارروائیوں کا لائحہ عمل مرتب کیا۔ اور اپنی نگرانی میں یہ سب انتظام مکمل کئے۔

ہزہائی نس نے اپنی اور اہل چترال کی جانب سے چالیس ہزار روپیہ وار لون فنڈ میں بھیجدیئے۔

سر جارج کننگھم کی آمد

۱۸ اکتوبر ۱۹۴۰ء میں گورنر سرحد سر جارج کننگھم ہز ہائی نس کی دعوت پر چترال آئے۔ اور سالانہ جشن سالگرہ میں شامل ہوئے میجر میلم پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ اور دیگر افسران فوجی بھی ان کے معیت میں چترال آئے اور بڑے شان و شوکت سے منایا گیا۔ ریاست کے معتبرین اور اراکین ان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ جسمیں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ ورشگوم اور غذر ہمارے موروثی علاقے ہیں۔ جو ۱۸۹۵ء کے بعد عارضی طور پہ چترال سے علیحدہ کئے گئے تھے وہ ہم کو واپس ملیں۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ چترال کی حفاظت کے لئے جو بیرونی فوج یہاں رکھی گئی ہے اسے ہٹا دیا جائے۔ اور اس کی بجائے یہ حفاظت کی ذمہ داری اہل چترال کو سونپی جائے تاکہ ہم اپنا دفاع خود کریں۔ اور ہمیں نئے اسلحہ سے مسلح کیا جائے۔ تیسرا یہ تھا کہ افسران عالیہ نے موٹر چلانے کے لئے لاوری سڑک کی جو پیمائش کی ہے اسکو عملی جامہ پہنانے کے لئے جلد از جلد غور کریں۔ ہزہائی نس نے انکے بارے میں سابق میں متعدد مذاکرات کئے ہیں ان کو یقین دلایا گیا ہے کہ غور ہوگا۔

خطاب کے۔ سی۔ آئی۔ ای

یکم جنوری ۱۹۴۱ء میں سال نو کے موقع پر بادشاہ انگلستان کیطرف سے ہز ہائی نس محمد ناصر الملک کو اس نئے خطاب کا اعزاز حاصل ہوا۔ وائسرائے ہند نے اپنے مکتوب میں مبارکباد کے بعد ان خدمات کا اعتراف بھی کیا۔ جو انہوں نے جنگ کے اوائل میں دفاع چترال کے متعلق انجام دی تھیں انکا بھی شکریہ ادا کیا۔

سفر دہلی

فروری ۱۹۴۱ء میں ہز ہائی نس دہلی تشریف لے گئے جہاں انہوں نے وائسرائے ہند سے ملاقات کی اور کئی مطالبات بھی پیش کئے۔ اس موقع پر آپ ہندوستان کے نامور مشاہیر سے ملے اور ہندوستان کے مستقبل کے سیاسی حالات پر تبادلہ خیالات کیا۔ آپ نے محمد علی جناح، مسٹر گاندھی۔ سر ظفر اللہ خان۔ سر محمد یعقوب۔ سر سلیمان۔ سر رضا علی۔ نواب بہادر یار جنگ۔ ڈاکٹر کچلو وغیرہ مشاہیر سیاست سے ملاقاتیں کیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد، خواجہ حسن نظامی، مولانا حسین احمد مدنی وغیرہ علمائے ہند سے مذہبی مباحث اور علمی مذاکرے میں محظوظ ہوئے۔ پھر خواجہ صاحب کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ الغرض مہینہ بھر دہلی کے مشاہیر علمیہ و سیاسیہ کی ملاقاتوں سے مسرور اور

مشکور ہونے کے بعد دہلی سے واپس مراجعت فرمائے پشاور ہوئے۔ اور ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو چترال تشریف لائے۔

انڈین فوج کی چترال سے واپسی

آخر کار ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کی پیہم کوششوں سے چترال اور دروش سے انڈین رجمنٹیں ہٹا دی گئیں۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء میں یہ فوج چترال سے واپس گئی۔ اور ان کی جگہ چترال سٹیٹ سکاؤٹس کے نام سے ایک فوج ترتیب دی گئی۔ جس نے اہل ملک کی طرف سے ملک کی اس اہم سرحدی چوکی کی حفاظت و مدافعت کی ذمہ داری قبول کی۔ ہز ہائی نس کو اس نئی فوج میں آنریری کرنیل کا عہدہ دیا گیا۔ ایک اور معاہدہ کی رو سے افسروں کی ترقی وغیرہ بھی ہز ہائی نس کی منظوری سے ہونے لگی۔

ہز ہائی نس کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل ملک اپنے وطن عزیز کے دفاع پر مامور ہو کر فوجی اعزازوں اور خانگی معاشی معاملات میں کامیاب ہوئے۔

شاہزادہ محمد خدیو الملک کی وفات

۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء میں ہز ہائی نس کے حقیقی چھوٹے بھائی شاہزادہ محمد خدیو الملک کا اپنے گھر دراسن میں انتقال ہوگیا۔ شاہزادہ محمد مظفر الملک تورکھو سے اور شاہزادہ دلارام خان وزیر اعظم چترال سے دراسن پہنچے۔ اور ان کی تجہیز و تکفین میں شمولیت کرکے انہیں دراسن ہی میں دفن کیا۔

شاہزادہ صاحب علاقہ موڑکھو کے گورنر تھے اور اسلامیہ کالج پشاور سے الف اے تک تعلیم پائی تھی۔ بڑے ذہین، نیک اخلاق اور اچھی صورت کے شاہزادے تھے۔ جغرافیہ اور تاریخ میں انکا حافظہ بڑا زبردست تھا۔ مگر باوجود اس کے ان کے اپنے علاقہ میں تعلیمیافتہ لوگوں کا وجود ختم تھا۔ علمی مشاغل سے برکنار رہے اور زمینداری میں لگ گئے۔

ان کے تین فرزند ہیں جنمیں سے بڑا شہزادہ غلام جیلانی ہے جو اسلامیہ کالج پشاور سے بی اے کرنے کے بعد مشرقی پاکستان کے گورنر کے اے ڈی سی ہیں اور حکومت کی طرف سے کپتان کے اعزاز یافتہ ہیں اپنے خاندان اور عوام میں بھی ہر دلعزیز ہیں۔ دوسرے اور تیسرے فخر الملک و عماد الملک۔ چترال سکول میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

آنریری کرنیل کا عہدہ

۱۹۴۳ء میں سال نو کے اعزازات میں ہز ہائی نس کو برٹش آرمی میں کرنیل کا اعزازی عہدہ حاصل ہوا۔ ہز ہائی نس نے اس سال اپنے باڈی گارڈ کی تنظیم و تربیت کیلئے یہ کام کیا کہ انڈین آرمی اور اسکاوٹس سے انسٹرکٹر بلائے اور تمام عہدیداروں کو جنگی تربیت کی نئی تعلیم سے آراستہ کیا۔ اور چاندماری کے لئے سرکاری خرچ کی منظوری کرائی۔ اور رباستی سفر میناکو نقد تنخواہ کی منظوری صادر فرمائی۔ اور ان کے لئے باقاعدہ دفتر اور عملہ کو کاموں کی ذمہ داری

کے دستور العمل قائم ہوئے۔

دورہ نتھیا گلی

جون ۱۹۴۳ء میں عین شدت گرمی کے ایام گورنر سرحد سے ملنے کیلئے نتھیا گلی کو تشریف لے گئے۔ جہاں چند ضروری مذاکرات کے سلسلہ میں گورنر سرحد کے مہمان رہے وہاں سے نواب محمد فرید خان والئی امب کی دعوت پر امب گئے جہاں ہز ہائی نس کا بڑا پرجوش استقبال کیا گیا۔ نواب صاحب ہز ہائی نس کے پرانے صادق دوست ہیں اور ان کے باہمی دوستانہ تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ ان تعلقات کی یاد پھر تازہ ہوئی اور آپس میں بڑے خلوص اور محبت سے ملے۔ چند دن وہاں گذار کر واپس دیر آئے۔ دیر میں جب یہ معلوم ہوا کہ خان سمکوٹ عرصہ دس سال سے مع عیال و اطفال دیر سے جلا وطنی کی زندگی گذار رہے ہیں اور دیر نہیں آنے پاتے۔ نواب صاحب دیر سے سفارش کر کے ان کا قصور معاف کرایا۔ اور ان کو دوبارہ اپنے وطن و گھر میں سکونت بخشی۔ خان سمکوٹ کی قوم بلکہ تمام افغان قوم ہز ہائی نس کے احسان پر شکر گذار ہوئے۔

محمد ناصر الملک کی ناگہانی وفات

بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۵ رجب ۱۳۶۲ھ بروز پنجشنبہ آپ کا انتقال ہوا۔ آپ بالکل تندرست تھے اور چند خواص کے ساتھ کھانا تناول کر رہے تھے۔ کہ ناگہانی طور پر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور جان بجان آفرین کے سپرد کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اسی دن شاہی قبرستان واقع بازار کہنہ مسجد کے سامنے سپرد خاک کئے گئے۔ اور جمعہ کی رات کو جبکہ شب معراج بھی تھا ابدی نیند سو گئے۔ ان کی یادگار دو معصوم شہزادیاں رہ گئیں۔ نرینہ اولاد سے محروم تھے۔

محمد ناصر الملک مرحوم کے ذاتی حالات وخصوصیات

آپ کی پیدائش ۲۹ ستمبر ۱۸۹۷ء مطابق یکم جمادی الاوّل ۱۳۱۵ھ تھی۔ آپ کی ولادت پر مرزا محمد غفران مرحوم نے بہت سے اشعار موزوں کئے تھے۔ اور سنہ پیدائش کو "گل خنداں از گلزار شاہی" سے استخراج کیا تھا۔ جو بحساب جمل کے ۱۳۱۵ھ بنتا ہے ابتدائی تعلیم چترال سکول میں پائی۔ پھر اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے اور بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ امتحان میں صوبہ بھر کے طلباء میں اوّل آئے اور چیمسفورڈ گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پھر برطانوی فوج میں داخل ہوئے۔ اور کپتان کا عہدہ پایا۔ مابعد انڈین سول سروس میں تربیت حاصل کی۔ اور کافی عرصہ تک صوبہ سرحد میں اسسٹنٹ کمشنر رہے۔ آپ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے ممبر بھی تھے۔

سنہ ۱۹۱۹ء کی جنگ برکوٹ میں آپ نے بحیثیت سپہ سالار کمان کرتے ہوئے اپنی فوجی تنظیم اور شجاعت سے نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ اور برطانوی کمانڈر بھی آپ کی قابلیت کے معترف ہوئے۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں آپ نے بحیثیت ریجنٹ اعلیحضرت مرحوم کی سفر حج سے واپسی تک ریاست کے انتظامی

کار وبار انجام دیئے۔ ۱۹۲۵ء سے تخت نشینی تک گورنر مستوج کے عہدہ پر فائز رہے آپ ۱۹۲۴ء میں جبکہ چترال میں ریجنٹ تھے سر ولیم برڈوڈ سپہ سالار افواج ہند سے سیاحت چترال کے دوران میں سفارش کرکے باڈی گارڈ کے لئے مزید ایک ہزار بندوقیں ۳۰۳ کی اور حاصل کیں۔

۱۹۳۲ء میں آپ باؤنڈری کمیشن کے ممبروں میں سے ایک ممبر تھے۔

ذاتی حالات: اخلاق میں آپ بہترین صفات سے موصوف تھے اپنی سادگی اور انصاف پسندی اور رعایا میں امیر سے غریب تک یکساں سلوک و برتاؤ کے سبب بادشاہ غریباں" سے مشہور ہوئے۔ سادہ خوراک کے عادی تھے۔ کرّ و فر اور شان و شوکت دکھانے سے متنفر رہتے تھے۔ اپنے دوران حکومت میں شاید ہی کسی پر ظلم و ستم کیا ہو۔ کسی سے ظلماً زمین ضبط نہیں کی۔ جب کسی کو زمین دینا چاہتے مالک زمین کو منہ مانگی قیمت ادا کرکے اس سے زمین لیتے اور دوسرے کو دے دیتے۔ اور اس کی قیمت بھی اپنی خاص مقررہ رقم سے ادا کرتے جو ماہوار ایک ہزار روپیہ خزانہ سے اپنے ذاتی اخراجات کے لئے وصول کرتے تھے۔

سیاست دانی اور بلند خیالی میں آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ جمہوریت پسند تھے اور پاکستان بننے کے متعلق آپ کامیابی کی توقعات رکھتے تھے۔ اور پاکستان کے قیام پر یقین محکم رکھتے تھے۔ حالانکہ انکی زندگی میں پاکستان ایک خواب پریشان کہلاتا تھا۔ انہوں نے پاکستان بننے سے چار سال قبل قلعہ شاہی کے بڑے دروازے پر اسلامی پرچم گاڑا اور اس پر کتبہ کندہ کراتے وقت پاکستان کے یقینی ظہور کے متعلق ایک فارسی شعر اپنی زبان سے ادا کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ پاکستان کا اسلامی جھنڈا ہے۔

صحیفۃ التکوین ان کی آخری تصنیف تھی جو دو ہزار اشعار پر فارسی زبان میں شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ علمی دنیا میں اسکی بڑی قدر تھی۔ یہ کتاب اپنے مؤثر و مدلل الفاظ میں اس بات کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ سائنس و فلسفہ کی جدید ترین معلومات تیرہ سو برس پہلے خداوند تعالیٰ نے قرآن پاک کے ذریعہ ظاہر فرمادی تھیں جو تخلیق عالم اور نظام شمسی کے متعلق معلومات کا خزانہ ہے۔ مرحوم کی دوسری تصانیف تحفۃ الابرار و مشرق الانوار اور نصائح دینیات مقبول ترین کتابیں ہیں۔

ہز ہائی نس مرحوم اپنی کھوار زبان کی نوشت و خواند کو جاری رکھنے کے لئے ۱۹۱۷ء سے کوشاں تھے اور انکے حروف کی اشکال اور مخصوص حروف کو قواعد نحویہ کے تحت ترتیب دے کر طبع کرایا تھا مگر رواج نہ پاسکی۔

تعمیری اور ترقیاتی امور: ملک کی خوشحالی اور مرفہ الحالی کے لئے کوشاں تھے مگر اہل ملک کی بدقسمتی ہے کہ تخت نشینی کے تھوڑے عرصہ بعد فالج کی بیماری سے معذور ہوئے اور وفات تک ان کی صحت مضمحل رہی۔ اس کے باوجود لوگوں کی ترقی اور خوشحالی کے لئے اس چھ سال کے اندر جس قدر کوشش آپ نے

کی وہ لائق صد تحسین ہے۔ ان کی اس کوشش کا خاکہ درج ذیل ہے۔

(۱) تجارتی ترقی کے سلسلہ میں انہوں نے کابل کو ایک وفد بھیجا جس کے نتائج تجارتی سہولتیں اور تجارتی لکڑی کی برآمد میں نکلے اور جدید تعلقات تازہ ہو کر تجارتی ابواب کھل گئے۔

(۲) کریٹ بیخ مقام میں انٹی منی کی کان کنی شروع کرائی جس سے صدہا لوگوں کو مزدوری ملی اور ریاست کو رائلٹی کے طور پر بڑی آمدنی آنے لگی۔

(۳) ریاست کو حکومت برطانیہ کی طرف سے سالانہ ساٹھ ہزار روپیہ ملا کرتا تھا۔ ہز ہائی نس کی کوشش سے یہ رقم ایک لاکھ اسی ہزار روپیہ تک آنے لگی۔

(۴) ٹھیکوں کے ذرائع بڑھا دیئے اور ملک کی مصنوعات اور دستکاریوں کا بڑا رواج ہوا۔

(۵) نہر دیت گول سے نہر نکلوا کر دنین کے لوگوں کو اور چترال گول سے نہر کو بڑھا کر سنگور کے لوگوں کو پانی کی قلت سے بچایا اور ان کی زمینیں سیراب ہونے سے ان کی مشکلات دور ہوئیں۔ شاہی قلعہ کے لئے شاڈوک کے چشمہ سے نالی کے ذریعہ پانی قلعہ میں پہنچایا اور ان کو صاف پانی ملنے لگا۔

(۶) قلعہ چترال کے اندرونی حصہ کو بڑھا دیا اور اسکے اندر شاہی مستورات کے لئے نئے مکانات تعمیر کرائے اور قلعہ کے حصاروں کو بلند کرایا۔ اور اسکے شمالی حصوں میں متعدد مکانات بنوائے جنمیں معتبرین ملاسد کے رہائشی مکانات کے علاوہ توشہ خانہ اور باورچی خانہ وغیرہ بھی علیحدہ تیار ہوئے۔ قلعہ کے بیرونی مغربی و شمالی حصوں میں باڈی گارڈ کی بارکیں اور دفتر قائم ہوئے۔ قلعہ سے باہر کونسل ہال اور باغ میں متعدد بنگلہ جات اور ساری ریاست میں مہمان خانے اور بروغلشٹ کا نیا بنگلہ ہز ہائی نس مرحوم کی یادگاری ایجادیں ہیں۔

(۷) تعلیم کی ترقی کے مدنظر چترال میں باقاعدہ مڈل سکول کھولا اور جابجا پرائمری سکول کھلوائے اور پشاور سے تربیت یافتہ استاذ بلا کر مقرر کئے (اب چترال کے مڈل سکول کو ہائی سکول کا درجہ حاصل ہے)

(۸) ہز ہائی نس مرحوم کی سب سے بڑی یادگار چترال سٹیٹ سکوٹس کے نام سے چترالی فورس کا قیام ہے۔ جسکے ذریعے ملک کے ہزاروں جوان تربیت یافتہ ہو کر فوج میں اپنے وطن کی حفاظت کے قابل ہو گئے ہیں۔ اور مالی طور پر بھی آسودہ حال ہو گئے۔

(۹) آپ ریاست کے حقوق کے متعلق حکومت برطانیہ سے ہمیشہ مذاکرات کرتے رہے ورشگوم و غذر کی واپسی کے لئے کئی بار وائسرائے ہند تک درخواستیں دیں اور کالام باشقار کے لوگوں پر جب والئی سوات کی بے جا مداخلتیں جاری تھیں تو آپ نے ان کو بڑی کوشش سے آزاد کرایا۔

(۱۰) چترال سول ہسپتال میں ابتک خواتین و معززین کے لئے دوران علاج رہائش کا کوئی خاص انتظام نہ

تھا۔ ہز ہائی نس مرحوم نے ریاستی خرچ سے وہاں وارڈ تعمیر کرایا۔ جسمیں ملک کے سعززین دوران علاج رہائیش کرتے ہیں۔

(۱۱) ہز ہائی نس مرحوم نے ۱۹۴۳ء میں تمام ریاستی دفاتر میں اعلان کرایا تھا کہ آئندہ شمسی عیسوی سنہ اور مہینوں کے بجائے شمسی ہجری سنہ اور مہینوں کا رواج جاری کریں۔ اور اس پر عملدرآمد بھی شروع ہو گیا مگر وفات کے بعد پھر یہ سلسلہ بند ہو گیا۔

تیموریہ خاندان چترال کی وضاحت

تیموریوں کے متعلق ہر وہ شخص جسکو تاریخ و وقائع عالم سے کچھ بھی سروکار اور واسطہ رہا ہو بخوبی جانتا ہے کہ خاندان تیموریہ کے افراد جہاں بھی گئے۔ انہوں نے وہاں کے حالات پر اثر ڈالا اور اپنے ساتھ ایک نیا دور تاریخ لائے اور اپنے لئے ایک نیا مقام پیدا کیا۔ یہی حال چترال اور یاسین کے تیموریوں کا رہا ہے یہ ایک ہی خاندان ہے اور دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ چترال کی حکمران شاخ "کٹورتیہ" اور یاسین کی حکمران شاخ خوشوقتیہ سے منسوب و معروف ہوئی۔ اور یہ عظیم خاندان شاہ محترم شاہ کٹور اول سے شروع ہوتا ہے جس کی حکومت شمال میں گلگت اور جنوب میں چغانسرائے تک پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے یہ وسیع علاقے اپنے بھائیوں میں تقسیم کر کے حکومت کی۔ ذیل فہرست میں شجرۂ نسب امیر تیمور سے محترم شاہ کٹور اول تک پیش کی جاتی ہے یہ عظیم خاندان سلطان حسین والئ ہرات کی نسل سے منسلک ہے۔

(۱) امیر تیمور صاحبقران
(۲) سلطان محمد مرزا
(۳) سلطان ابوسعید مرزا
(۴) عمر شیخ بہادر
(۵) امیرزادہ بایقرا
(۶) غیاث الدین
(۷) سلطان حسین مرزا والئ ہرات
(۸) فریدون حسین
(۹) بابا ایوب
(۱۰) ماہ طاق

شاہ نو

(۱۱) خوشحال

(۱۲) سنگین علی اوّل

(۱۳) محمد بیگ

(۱۴) شاہ محترم شاہ کٹور اول — شاہ خوشونت (محمد رضا) — خوش احمد ثانی (رام) — بودلہ ۔ طریق اللہ ۔ نعمت اللہ (دوست محمد)

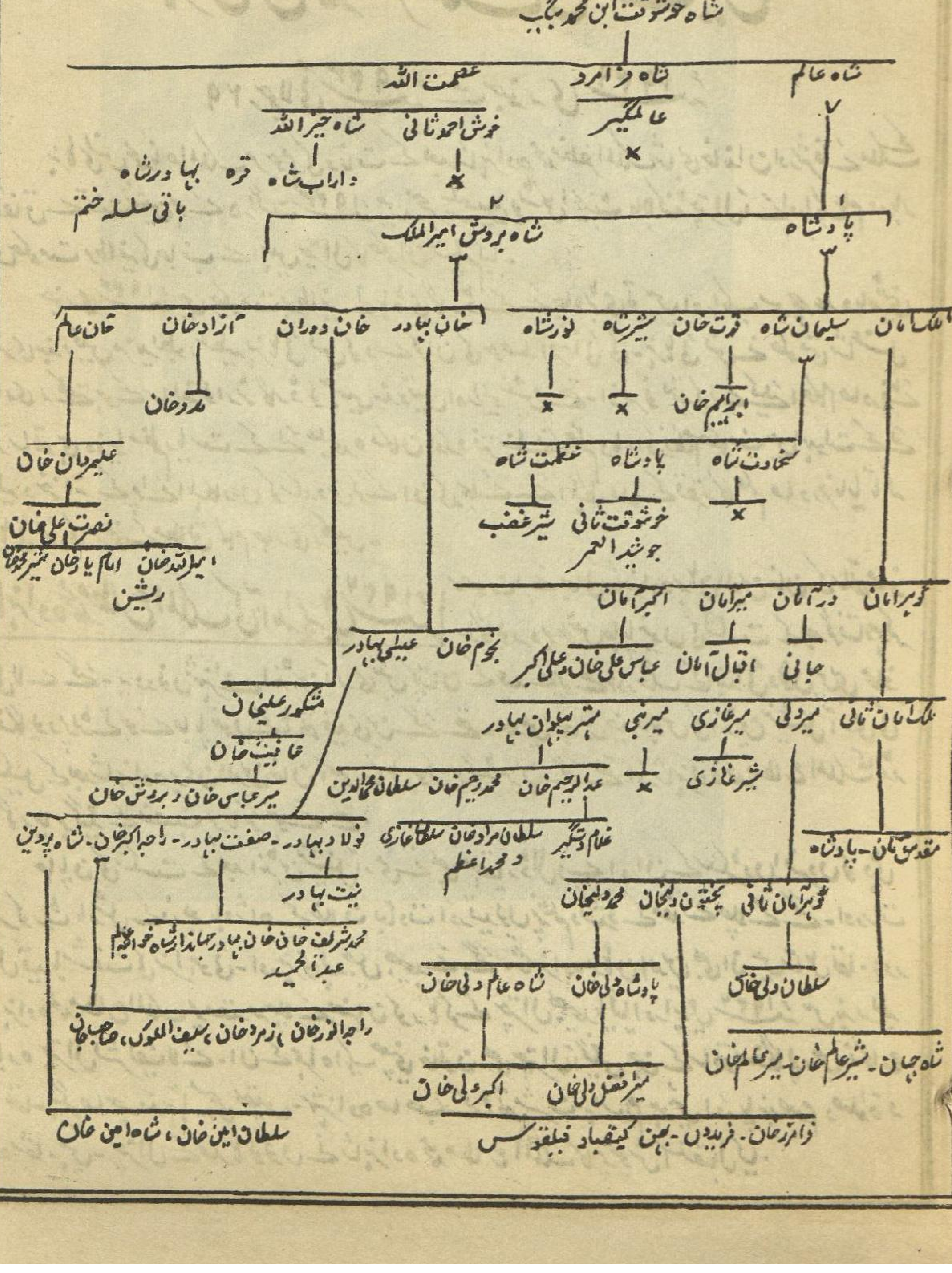
کٹوریہ — خوشو قتیہ — × — محمد بیگیہ

اسمائے تیموریہ حکمرانان چترال

نمبر شمار	نام حکمران و سنۂ جلوس		اسکی اولاد
۱	محترم شاہ کٹور اول	سنہ ۱۵۹۵ء	سنگین علی ثانی ۔ محمد غلام ۔ عبد الغنی ۔ شاہ افضل اول ۔ شاہ فاضل مرزا شوکت ۔ شاہ عزت ۔ گل چین خان ۔
۲	سنگین علی ثانی	سنہ ۱۶۵۵ء	شاہ مردان قلی بیگ ۔ شاہ محمد شفیع ۔ ناصر علی ۔ جہانگیر ۔ غنیمت خذر بیگ ۔ شال ۔ جوان سلطان بیت
۳	محمد غلام	سنہ ۱۶۹۱ء	×
۴	شاہ عالم	سنہ ۱۶۹۴ء	بادشاہ ۔ شاہ بروش ۔ امیر الملک
۵	شاہ محمد شفیع	سنہ ۱۶۹۶ء	خان بہادر ۔ خان دوران ۔ وندیا خان ۔ سنگین علی ثالث عالمگیر
۶	شاہ فرامرد	سنہ ۱۷۱۷ء	
۷	شاہ افضل اول	سنہ ۱۷۲۴ء	شاہ نواز خان ۔ محترم شاہ کٹور ثانی ۔ سربلند خان ۔ شیر جنگ
۸	شاہ فاضل	سنہ ۱۷۵۴ء	
۹	شاہ نواز خان	سنہ ۱۷۸۲ء ۱۷۶۰	سلیمان شاہ ۔ مسلم شاہ ۔ شاہ بردین
۱۰	شاہ خیر اللہ	سنہ ۱۷۶۱ء	داراب شاہ ۔ قرہ ۔ بہادر شاہ
۱۱	شاہ محترم شاہ کٹور ثانی	سنہ ۱۷۸۹ء	فرخ سیر ۔ میر عضب ۔ غضب شاہ ۔ مقرب شاہ ۔ شاہ افضل ثانی تجمل شاہ ۔ تحمل شاہ ۔ مقدم شاہ ۔ بختور شاہ ۔ ذو الفقار شیر ۔ لفراسیاب شاہ ۔ ہنر آباد
۱۲	شاہ افضل ثانی	سنہ ۱۸۳۸ء	محترم شاہ ثالث ۔ آمان الملک ۔ میر افضل خان ۔ شیر افضل خان ۔ کوہ کن بیگ ۔ محمد علی بیگ ۔ یادگار بیگ ۔ شادمان بیگ ۔ بہادر خان
۱۳	محترم شاہ ثالث	سنہ ۱۸۵۴ء	×
۱۴	آمان الملک	سنہ ۱۸۵۶ء	مرید دستگیر ۔ غلام دستگیر ۔ نظام الملک ۔ شاہ ملک ۔ افضل الملک

نمبر شمار	نام حکمران و سنہ جلوس	اولاد
		بہرام ملک ۔ وزیر ملک ۔ عبدالرحمٰن خان ۔ عبدالکریم خان ۔ جمعہ خان ۔ امیر الملک ۔ اسفندیار خان ۔ محمد سرور خان ۔ افراسیاب خان ۔ شجاع الملک ۔ ولی محمد خان ۔ فرامرز خان ۔ سعادت سیر ۔ دلارام خان ۔
۱۵	افضل الملک سنہ ۱۸۹۲ء	دو شہزادیاں
۱۶	شیر افضل خان سنہ ۱۸۹۲ء	شاہ نادر خان
۱۷	امیر الملک سنہ ۱۸۹۵ء	آبحیات خان
۱۸	شجاع الملک سنہ ۱۸۹۵ء	محمد ناصر الملک ۔ محمد مظفر الملک ۔ محمد حسام الملک ۔ محمد خدیو الملک ۔ غازی الدین خان ۔ شہاب الدین خان ۔ امیر الدین خان ۔ برہان الدین خان ۔ خوش وقت الملک ۔ محمد مطاع الملک ۔ خسرو الملک ۔ خوش احمد ملک ۔ محمد محی الدین خان ۔ مبارک ملک
۱۹	محمد ناصر الملک سنہ ۱۹۳۶ء	دو شہزادیاں
۲۰	محمد مظفر الملک سنہ ۱۹۴۳ء	سیف الرحمٰن و اسد الرحمٰن و عزیز الرحمٰن
۲۱	سیف الرحمٰن سنہ ۱۹۴۹ء	سیف الملوک ناصر و شجاع الرحمٰن
۲۲	سیف الملوک ناصر سنہ ۱۹۵۴ء	

خوشوقتیہ خاندان کی اولاد



ہزہائی نس محمد مظفر الملک کی تخت نشینی

۲۹ر جولائی سنہ ۱۹۴۳ء سے جنوری سنہ ۱۹۴۹ء

ہزہائی نس محمد ناصر الملک مرحوم کی وفات کے بعد شاہزادہ محمد مظفر الملک شاہی خاندان اور شرفائے ملک کے اتفاق سے تخت نشین ہوئے ۵ر اگست سنہ ۱۹۴۳ء میں میجر بیکمین پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال آئے اور ایک عام دربار میں حکومت برطانیہ کی جانب سے انہیں چترال کا حکمران تسلیم کیا۔

جنوری سنہ ۱۹۴۴ء میں حکومت برطانیہ نے باڈی گارڈ کے لئے چار بڑی توپیں اور ایک سو چھ عدد مارٹینی ہنری بندوقیں مزید بطور عطیہ ہزہائی نس کو دے کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ہزہائی نس نے حکومتی مشاغل جاری رکھتے ہوئے سابقہ کوارٹر گارڈ کو جس میں بندوقیں اور امیونیشن تھے۔ از سر نو تعمیر کرانے کیلئے احکام صادر فرمائے نیز ساتھ ہی وزیراعظم ریاست کے لئے علیحدہ مکان اور دفتر بنانے کا حکم دیا۔ اور نظام حکومت میں سہولت کے لئے مالیہ و خزانہ کے پرانے اہلکاروں کو سبکدوش کرکے ان کی بجائے نئے اہلکاروں کے تقرر کا حکم صادر فرمایا تاکہ ہزہائی نس کی مرضی کے مطابق کام جاری رکھیں۔

شاہزادہ محمد مطاع الملک کی آمد اپریل سنہ ۱۹۴۶ء

موصوف اپنے بھائی شاہزادہ برہان الدین خان کے ساتھ محاذ سنگاپور و برما میں جاپانیوں کی شکست کے بعد گرفتار ہوکر دہلی لائے گئے۔ یہ دونوں شہزادے انڈین آرمی میں کپتان کے عہدے پر تھے اور جنگ کے ابتدائی دنوں میں ہی محاذ سنگاپور پر لڑتے ہوئے جاپانیوں کے ہاتھ قیدی بن گئے تھے۔ بعد میں سبھاش چندر بوس کی انڈین نیشنل آرمی کی تشکیل کے بعد شاہزادہ برہان الدین خان اسمیں شامل ہوکر بریگیڈیر بن گئے تھے اور شاہزادہ محمد مطاع الملک کمانڈر ۸ گوریلا بریگیڈ کے منصب پر فائز ہوئے تھے۔

جاپان کی شکست کے بعد انڈین نیشنل آرمی نے بھی ہتھیار ڈال دئیے اور ان کے سینکڑوں افسروں کو دہلی لاکر کورٹ مارشل کے ذریعہ بادشاہ کے خلاف بغاوت اور قیدیوں پر ظلم و تشدد کے مقدمے چلائے گئے۔ اور سات سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ اور ہری پور جیل بھیجدیئے گئے۔ شاہزادہ برہان الدین بھی ان میں شامل تھا۔ اور شاہزادہ محمد مطاع الملک پر مقدمہ چلائے بغیر ان کو رہا کرکے چترال بھیجدیا گیا اور اپریل سنہ ۱۹۴۶ء میں بذریعہ طیارہ چترال تشریف لائے۔ ان کے ہمراہ ایک چینی خاتون بھی چترال آگئیں جن کے ساتھ سنگاپور میں نکاح کیا تھا۔ بیگم صاحبہ مذہباً مسیحی تھیں۔ شہزادہ صاحب کے ہاتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں اور پابند صوم و صلوٰۃ و پردہ نشین ہیں۔ چترال کے صدہا لوگوں نے شاہزادہ محمد مطاع الملک کا پرجوش استقبال کیا۔



ہز ہائی نس محمد مظفرالملک والئی چترال

۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد شاہزادہ برہان الدین خان بھی رہا ہو کر واپس چترال آئے اور چترال کے لوگوں نے انکا بھی شاندار استقبال کیا۔

ہز ہائی نس کی بیماری

مئی ۱۹۴۶ء میں جب ہز ہائی نس ذیابیطس کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور صحت کی امید نہ رہی تو شاہزادہ سیف الرحمٰن کو جو اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ چترال طلب کیا گیا۔ نواب محبوب علی خان پولیٹیکل ایجنٹ ملاکنڈ بھی چترال آئے ۲۳ ر مئی کو ایک عام دربار کر کے شاہزادہ سیف الرحمٰن کو حکومت ہند کی طرف سے ریاست چترال کا ولیعہد تسلیم کر کے اعلان کیا گیا۔

شاہزادہ محمد حسام الملک کی گرفتاری

موصوف نے اعلان ولیعہدی کو تسلیم کرنے سے انکار کیا بلکہ اس فیصلہ کیخلاف عملی اقدام کرنے لگے کیونکہ دم واعید کے امیدوار تھے جب اس سے محروم کیا گیا۔ تو تنگ آمد بجنگ آمد کا مقولہ پیش آیا اور چترال پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لہذا سرکاری حکم سے گرفتار کیا گیا۔ اور بذریعہ طیارہ لورہ لائے مقام میں پہنچا کر نظر بند رکھا گیا۔ ستمبر ۱۹۴۹ء میں شاہزادہ صاحب وہاں سے رہا ہو کر واپس چترال آئے اور اپنے سابقہ عہدہ گورنری و مقام پر فائز ہوئے

قائدِ اعظم اور پاکستان سے عقیدت

۱۹۴۷ء کے ابتدائی مہینوں میں جبکہ قائد اعظم محمد علی جناح" انگریزی حکومت اور ہندو لیڈروں کے ساتھ سیاسی میدان میں پاکستان کے لئے لڑ رہے تھے اور مسلمانان ہند کا فیصلہ کن انجام ہو رہا تھا ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے علی الاعلان پاکستان کی حمایت کا اظہار کیا۔ اور اپنا خاص نمائندہ "قائد اعظم" کی خدمت میں بھیجکر ان کو یقین دلایا کہ قیام پاکستان کے لئے وہ اور ان کی رعایا جان و مال کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے۔ نیز انہوں نے چالیس ہزار روپیہ قائد اعظم کے پاکستان فنڈ میں بھیجدیئے اور پاکستان کے حامی والیان ریاست سے سبقت لے گئے۔

مئی ۱۹۴۷ء میں جب حکومت ہند کے سیکرٹری برائے قبائل دریا نہاے مسٹر ایس بی شاہ چترال آئے تو ہز ہائی نس نے ان کے ذریعہ کاری طور پر وائسرائے ہند کو مطلع کیا۔ کہ وہ پاکستان کی اسلامی مملکت میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔

ریاست میں سیاسی شورش

اگرچہ ۱۹۴۶ء کے بعد ریاست میں سیاسی بے چینی کے ہنگامے حکومت کیخلاف کھلم کھلا مظاہرے ہو رہے تھے۔ مگر وجہ یہ تھی کہ ہز ہائی نس خود بستر علالت پر تھے اور نظام حکومت ان کی ذاتی نگرانی نہ ہونے سے کچھ بگڑ گیا تھا۔ اور مقامی اہلکاروں نے ہز ہائی نس کی علالت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عوام کے متعلق لاپرواہی برتی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ماہ مئی ۱۹۴۷ء میں اس ہنگامہ نے جلوس کی شکل اختیار کی۔ عوام دروش دایون سے چترال آئے اور مظاہرے کئے اور سرکاری

حکام کے پاس اپنے مطالبات پیش کئے۔ وزیر اعظم ریاست نے مظاہرین سے ملکر انہیں یقین دلایا کہ تمہاری شکایات رفع کی جائینگی۔ پھر ان کے مطالبات کے بعض حصوں کی معافی کا اعلان بھی کرایا گیا مگر یہ سیاسی تحریک بدستور جاری رہی۔

پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ ماہ مئی ۱۹۴۷ء میں خود چترال آئے۔ اور حالات معائنہ کرنے کے بعد ہز ہائی نس کے چند اہلکاروں کو بھی جنکو عوام ناپسند کرتے تھے برطرف کرا دیا اور ساتھ ہی حکومت کے خلاف تحریک کے بانیوں سے مولوی نور شاہ دین و مولوی محمد عقیل کو گرفتار کر کے چترال سے دور سرحدوں میں بھیجدیا۔ اسی طرح سیاسی تحریک عارضی طور پر دب گئی۔ مگر ان کے رفقاء کی ریشہ دوانیاں بدستور جاری رہیں۔

قیام پاکستان اور یوم آزادی

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء میں قائد اعظم کی پیہم کوششیں اور مسلمانان ہند کی قربانیاں آخر رنگ لائیں۔ اور آزاد اسلامی سلطنت پاکستان معرض وجود میں آیا۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے پاکستان کی اسلامی مملکت میں شمولیت کا اعلان کر دیا اسطرح چترال کی ریاست سب سے پہلی ریاست ہے جس نے پاکستان سے الحاق کا اعلان کیا ماہ نومبر ۱۹۴۷ء میں معاہدہ الحاق پر باضابطہ دستخط کر دیئے۔ یوم آزادی پاکستان کا جشن منایا گیا اور چراغاں ہوئے۔

وفد ورشگوم

نومبر ۱۹۴۷ء میں گلگت ایجنسی کے لوگوں کا ایک وفد چترال آیا جسمیں محمد اکبر خان وزیر یسین دیا قوت شاہ حاکم غذر وغیرہ تھے۔ انہوں نے ہز ہائی نس کی خدمتمیں یہ پیغام پہنچایا۔ کہ علاقہ ورشگوم قدیم سے حکمرانان چترال کے زیر نگیں رہا ہے اور ایک ہی خاندان کے افراد یہاں حکومت کرتے آئے ہیں۔ نیز دونوں علاقوں کے لوگ ایک ہی زبان و تہذیب کے مالک ہیں تقسیم ہند کے بعد نئے حالات کے مدنظر یہ علاقے پہلے کی طرح متحد کر دیئے جائیں اور یہاں کے علاقوں پر جن غیر مستحق لوگوں کو حاکم بنایا گیا ہے وہ اصلی حقداروں کو منتقل کر دیا جائے۔ ہز ہائی نس نے ان کی درخواست اپنی سفارش کے ساتھ مقامی پولیٹیکل افیسر چترال کی وساطت سے قائد اعظم کی خدمت میں بھجوادی اور وفد کے اراکین کو انعام دیکر رخصت کر دیا۔

مسئلہ کشمیر اور گلگت ایجنسی

جسطرح کہ اوپر بیان ہوا کہ گلگت کے بڑے حصے یسین کے حکمران اور عوام چترال کے ساتھ قدیم سے وابستہ ہیں اور ایک ہی خون و زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کو معلوم ہے کہ یہ علاقہ ۱۸۹۵ء سے پہلے کشمیر کے زیر تسلط نہیں تھا۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب مہاراجہ کشمیر راجہ ہری سنگھ نے کشمیری مسلمانوں کی خواہش و جذبات کیخلاف ہند میں شامل ہونا چاہا۔ تو اہل چترال کو یہ بات ناگوار گذری کہ گلگت کا علاقہ ہندوستان میں شامل ہو جائے چنانچہ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے مہاراجہ کشمیر کو بذریعہ تار خبردار کیا کہ وہ اگر ہندوستان میں شامل ہو جائیگا۔ تو اہل چترال گلگت ایجنسی میں اپنے ہم قوم بھائیوں کی حفاظت و آزادی کے لئے مناسب اقدام کرینگے۔ اور ان کی

آزادی کیلئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کرینگے۔ مگر مہاراجہ کشمیر نے ہز ہائی نس کے اس پیغام کا کوئی جواب بھی نہیں دیا بلکہ نتیجہ یہ ہوا کہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں مہاراجہ کشمیر نے ہندوستان میں شمولیت کا اعلان کر دیا۔ اور ساتھ ہی جموں اور پونچھ میں مسلمانوں کا قتل عام بڑے پیمانہ پر شروع ہوا۔ اور مسلمانوں کی حمایت میں قبائلی علاقوں اور ریاستوں سے مجاہدین کے دستے روانہ ہونے لگے اور ڈوگرہ فوجوں پر حملے کرتے ہوئے سرینگر تک پہنچ گئے چترال سے بھی ایک دستہ مجاہدین کا دروش کے غیور نوجوانوں سے حیدر ملک بن امین ملک اور سیف اللہ جان لال کی قیادت میں روانہ ہو کر نوشہرہ کے محاذ پر جہاد میں شامل ہوا اور بہادرانہ لڑتے ہوئے حیدر ملک نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اور باقی لوگ نمایاں بہادری دکھا کر واپس آئے۔

جب کشمیر کی جنگ مزید تیز ہونے لگی تو چترال کے مسلمانوں میں کشمیر میں مسلمانوں کے بے دریغ قتل عام سے ہیجان پیدا ہو گیا اور جوش انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء میں ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے جہاد کا اعلان کیا۔ اور کشمیری مسلمانوں کی آزادی کیلئے رضا کاروں کا ایک دستہ تیار کیا اور اس کی قیادت اپنے بھائی شاہزادہ محمد مطاع الملک کو پیش کر کے اور انکو کرنیل کے خطاب سے نواز کر گلگت کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد مجاہدین کے اور دستے شاہزادہ برہان الدین خان و شاہزادہ محی الدین خان کی قیادت میں روانہ کئے گئے جنہوں نے مسلسل چار ماہ تک وہاں جہاد جاری رکھا۔

چنانچہ شاہزادہ محمد مطاع الملک نے گلگت سے یلغار کی اور اسکردو تک پہنچ گیا جہاں دشمن کو ایک مضبوط ترین قلعہ میں محصور رکھا اور دشمن کے ہوائی جہازوں کی بمباری اور توپوں کی گولہ باری کی پرواہ نہ کرتے ہوئے چار مہینہ تک جہاد جاری رکھا۔ اور بڑی پامردی، کمال دلاوری اور جنگی تجربہ کاری سے اسکردو کا قلعہ فتح کر لیا۔ چترالی مجاہدین کے دستے جہاد کے لئے جب کوہ عالم پیر کو عبور کر رہے تھے انکی تصویر دلچسپی سے خالی نہیں جو یہاں پیش کی جاتی ہے۔

انہوں نے دشمنوں کو اپنے متواتر حملوں سے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ کرنیل شیر جنگ تھا جس نے دشمن کے سپاہیوں کو مع سترہ دیگر افسروں کے گرفتار کر لیا اور باون قیدی ہمراہ لائے۔ اور بیشمار جنگی اسلحہ و سامان پر قبضہ کیا۔ مجاہدین میں سے نو آدمی شہید اور انیس مجروح ہوئے شہداء کے نام پیش کئے جاتے ہیں تاکہ یادگار رہے۔

صوبی خان یارخون۔ داؤد پناہ لاسپور۔ مرزا نادر تورکہو۔ بائی خان سہرت۔ سراج الدین و جندی خان ساکنان کشم۔ اکبر خان تریچ۔ نواب خان تورکہو۔ اور بڑنگ خان دنین۔ ہز ہائی نس نے مقتولین کے ورثاء کے ساتھ اظہار ہمدردی فرمایا اور خوراک و پوشاک سے نوازا۔

مجاہدین کے دستوں کے ساتھ جن سرداروں نے کمانڈ کی اور فوجی خطابوں اور ہز ہائی نس کی مہربانیوں سے سرفراز ہوئے قابل ذکر ہیں ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔ مہتر جو خادم دستگیر۔ مہتر جو علی دیار۔ مہتر جو عطائی کریم

سردار امان شاہ ۔ محمد ایوب خان ۔ ابو اللیث خان ۔ عبد الجہان خان ۔ شاہ عبد الحسن ۔ ولایت خان ۔ شیر عرب خان ۔ محراب حسین شاہ ۔ لعل مردان ۔ زیرولی خان ۔ محبت خان ۔ محمد گل ۔ انور بیگ ۔ بہرام بیگ ۔ سیف علی خان ۔ دورانی خان ۔ شیر ولی خان ۔ عبد الجبار جنگی لاٹ وغیرہ ۔

شاہزادہ برہان الدین خان و شاہزادہ محی الدین خان نے اپنے دستوں کے ساتھ بھولائی ۔ گریز اور ترقبال کے محاذوں پر ڈوگرہ فوجوں پر پامردی سے حملے جاری رکھے اور ان کے دانت کھٹے کر کے کمر ہمت توڑ دی

شاہزادہ کرنیل محمد مطاع الملک کی گرفتاری

مجاہدین اسکردو جب قلعہ فتح کرنے کے بعد چترال کی طرف روانہ ہو کر گاگلت پہنچے تو ۱۲ ستمبر ۱۹۴۸ء میں ان کے کرنیل شاہزادہ محمد مطاع الملک سرکاری حکم سے گرفتار ہوئے اور بذریعہ طیارہ پشاور پہنچائے گئے ۔ جہاں ان کو سنٹرل جیل میں نظر بند رکھا گیا ۔ اور اُن کے ماتحت مجاہدین کو غیر مسلح کر کے چترال بھیجدیا گیا ۔ شہزادہ کی گرفتاری اسوقت زیر دفعہ بنگال ریگولیشن ۱۸۱۸ء بتائی گئی لیکن مابعد انکشاف ہوا کہ ہز ہائینس نے شر پسند عناصر کی غلط رپورٹوں سے متاثر ہو کر گورنمنٹ پاکستان سے درخواست کی تھی کہ شاہزادہ محمد مطاع الملک اسکردو فتح کرنے کے بعد اپنے اثر و رسوخ سے کام لیکر تخت چترال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ۔ لہذا وہ گرفتار ہوئے ۔

شہزادہ محمد مطاع الملک اکتوبر ۱۹۴۹ء تک پشاور میں نظر بند رہے پھر رہا ہو کر چترال واپس آئے اور اپنے سابقہ عہدہ گورنری پر تعینات ہوئے ۔

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کی وفات

ہز ہائی نس تین سال سے بیماری میں مبتلا تھے ۔ سوائے قلیل وقفوں کے ان کی صحت ہمیشہ خراب ہی رہی بالآخر صحت سے مایوس ہوئے چنانچہ ۶ جنوری ۱۹۴۹ء کو جمعہ کی رات اس عالم فانی سے رہگرائے عالم جاودانی ہوئے ۔ اور اپنے والد بزرگوار اعلیحضرت مرحوم کے مقبرہ کی پائنتی میں مدفون ہوئے انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

شروع ماہ جنوری سے چترال میں غیر معمولی برفباری ہوئی جس سے ریاست کے تمام راستے مسدود ٹیلیگراف اور ٹیلیفون کے سلسلے درہم برہم ہوئے ۔

ہز ہائینس مرحوم کے ذاتی حالات

ان کا یوم پیدائش ۶ اکتوبر ۱۹۰۱ء تھا اس لحاظ سے سینتالیس سال عمر پائی ۔ دینی تعلیم تورکھو میں اپنے رضاعی باپ شاہ زرین جاروبلو خوشہ کے گھر میں استاد سے پائی ۔ مابعد اسلامیہ کالج پشاور میں ایف ۔ اے تک تعلیم حاصل کر کے چترال واپس آئے اور ۱۹۲۴ء میں اعلیحضرت کے حیثیت سیکرٹری ہوئے ۔ ۱۹۳۰ء میں تورکھو کے گورنر مقرر کئے گئے ۱۹۳۸ء میں بڑے بھائی کے ساتھ فریضہ حج بھی ادا کیا ۱۹۴۳ء میں اپنے بڑے بھائی سر ناصر الملک مرحوم کی وفات کے بعد تخت نشین ہوئے ۔ تین سال تخت نشینی کے بعد بیمار ہوئے

اور اس بیماری کے ایام میں عوام سے رابطہ قائم نہ کر سکے۔ اور مصاحبین خاص کے ساتھ وقت گذارنے لگے آپ شکار کے بڑے شوقین تھے پولو بھی خوب کھیلتے تھے۔ شکار کے لئے ڑوتی لشٹ اور شیر گول کے دہانہ پر بنگلے تعمیر کرائے۔ آپ اکثر وہاں جایا کرتے شیر گول کے بنگلہ کو شہر شام کا نام دیا جس میں باغ اور میوے لگے ہوئے تھے۔ آپ نماز باجماعت اور تہجد کے بڑے پابند تھے علماء کی قدردانی کرتے تھے۔ اور روزانہ دو وقت طعام میں شریک کرتے تھے۔ آپ کے ذاتی اخلاق بڑے بلند تھے حلیم الطبع اور نرم گفتار تھے۔ بذلہ سنجی اور ظرافت بھی آپ کے حصہ میں آئی تھی۔ قدامت پسندی اور قدیم پروری آپ کا شیوہ تھا۔ اپنے خصوصی مصاحبین پر بڑے مہربان تھے اور زمین اور دیگر مراعات سے ان کو خوش رکھا۔ آپ کے عہد میں ریاستی باڈی گارڈ کی کمپنیوں میں اضافہ ہوا کیونکہ ریاست میں لوگوں کو عزت دینے کے وسائل باڈی گارڈ کی سرداری اور کونسل کی ممبری وغیرہ ہیں جن کے عہدوں سے خیر خواہوں کو عزت دی جاتی ہے اور ان کے مراتب بلند کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہز ہائی نس مرحوم کے عہد میں صوبیداروں جمعداروں اور کونسل کے ممبروں اور حاکموں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ جس سے خوش ہوئے اسکو فوراً لیفٹیننٹ کا عہدہ بخش دیا۔ چنانچہ ان کے عہد میں اعزازی افسروں کی تعداد اعلیٰحضرت مرحوم اور سر ناصر الملک مرحوم کے عہد سے دوچند زیادہ تھی۔ باڈی گارڈ کا موجودہ اسلحہ خانہ اور جنوبی دیوار کے متصل عالیشان عمارت ان کے عہد کی یادگار ہیں۔ لیکن ریاستی و عوامی مفاد کا کوئی تعمیری و اصلاحی کام نہ ہو سکا جس کی وجہ صحت کی خرابی اور ریاست میں عوام کی بے چینی کے دور کا آغاز تھا۔

ہز ہائی نس مرحوم کے عہد کی خصوصیات

ہز ہائی نس مرحوم کا عہد حکومت اگرچہ مختصر تھا مگر تاریخ میں ان کا عہد اس لئے اہم حیثیت رکھتا ہے کہ پاکستان عالم وجود میں آیا۔

چترال پر ۱۸۹۵ء میں انگریزوں کا تسلط ہو گیا تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ انگریزی حکومت کے دور میں اس ملک کو بیرونی دشمنوں سے امن و امان حاصل ہوا اور انہوں نے یہاں شفا خانے کھولے۔ مٹریکوں کا جال بچھایا۔ پلیں تعمیر کیں جدید تعلیم جاری کی۔ اور گورنمنٹ کی نقد امداد سے ریاست کی اقتصادی حالت کو سنوارنے کا سروسامان کیا۔ دفاعی انتظام کے لئے ملکی فوج کی تنظیم کی۔ مگر ان سب کے باوجود یہ ایک بیرونی حکومت تھی اور چترال ریاست کو انگریزوں کی غلامی کا درجہ ہی حاصل تھا۔ اور اس محکومیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست کی حدود اندر سے شندور تک محدود ہو کر رہ گئی ۱۸۹۵ء سے پہلے اس ریاست کی حدود گلگت سے آسمار تک نیز بانشگل حال نورستان تک پھیلی ہوئی تھی

آزاد حکومت پاکستان جب وجود میں آگئی تو یہاں کے لوگ انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہو گئے اور ایک اسلامی سلطنت کے آزاد باشندے ہوئے اور ہز ہائی نس مرحوم کے اس فیصلہ پر فخر کا اظہار کیا جس کے ذریعہ آپ نے سب سے پہلے اپنی ریاست کے الحاق کا باضابطہ اعلان کیا تھا۔

(۲) ہز ہائی نس مرحوم کے دور کا دوسرا اہم واقعہ جہاد کشمیر میں مجاہدین چترال کا نمایاں کارنامہ ہے جو مختلف محاذوں پر انہوں نے کامیابی حاصل کر کے اسکردو کی بڑی چھاؤنی پر قبضہ کر لیا۔

(۳) تیسرا اہم واقعہ ان کے عہد میں ریاست میں سیاسی بیداری کا پیدا ہونا اور عوام کا حکومت کے خلاف مظاہرہ کرنا۔ مطالبات پیش کرنا۔ ایک حد تک ان کے مطالبات منظور کرنا تاریخ کا نیا واقعہ ہے

(۴) ہز ہائینس مرحوم کے عہد میں شہزادوں کے اختلافات بھی اہم واقعات ہیں جو ۱۹۲۶ء و ۱۹۴۲ء میں رونما ہوئے تاریخ شاہد ہے کہ تیموریہ کے اسلاف کا موروثی جذبات کا دستور ہے کہ وہ اقتدار پسندانہ خصوصیات سے اپنے لئے نیا تاریخی مقام پیدا کرتے ہیں۔ ریاست چترال قدیم سے ایک آزاد حکومت تھی۔ اور اسکے اندرونی معاملات و واقعات بالائی حکومت کے زیر اثر نہیں تھے۔ اس لئے ان کے اختلافات کے نتائج مکمل جنگ کے مترادف ہوتے تھے۔ مگر جب ۱۸۹۵ء کے بعد چترال بالائی طاقت کے زیر اثر آیا تو اسکے مطلق العنانی کے عزائم کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ان کے اختلافات کا فیصلہ بھی بالائی حکومت کے ماتحت ہوگیا۔

(۵) ہز ہائی نس کے عہد میں کالام یا شقار کا متنازعہ فیہ علاقہ کا سوات میں شامل ہونا اور اس کے عوض میں رقم وصول کرنا اگرچہ اہل چترال کی خواہش کے خلاف تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ریاست اسکی سرپرستی سے عہدہ برآنہ ہوسکی اور مصلحت اسمیں دیکھی کہ اس کی مزید سرگردانیوں سے نجات پائے۔

(۶) ہز ہائی نس مرحوم نے اپنے آخری دورہ کے موقع پر مال روڈ پشاور میں جو عالیشان بنگلہ خریدا تھا۔ وہ چترال ہاؤس کے نام سے ان کی ایک بہترین یادگار رہ گئی ہے شاہی خاندان کے افراد وغیرہ وہاں قیام و آرام حاصل کر رہے ہیں۔

ہز ہائی نس کی اولاد شاہزادہ سیف الرحمٰن و اسد الرحمٰن اور عزیز الرحمٰن۔ اور دو شہزادیاں ہیں جو محمد عثمان خان و شاہزادہ صمصام الملک کے عقد ازدواج میں ہیں۔

ہز ہائی نس سیف الرحمٰن

۷ جنوری ۱۹۴۹ء سے ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۴ء تک

شاہزادہ سیف الرحمٰن اپنے والد بزرگوار کے عہد ہی میں ولی عہد تسلیم ہوچکا تھا۔ ان کی وفات پر ۷ جنوری ۱۹۴۹ء کو تخت نشین ہوئے اور ۱۶ جنوری کو پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ نے چترال میں آکر حکومت



ہز ہائی نس سیف الرحمانؒ والئی چترال



ہز ہائی نس سر سیف الملک ناصر
والئے چترال

پاکستان کی جانب سے ایک شاندار دربار میں ان کو حکمران تسلیم کیا۔

ہز ہائی نس نے اپنی تقریر میں گورنمنٹ پاکستان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یقین دلایا کہ میرا خاندان جس طرح گورنمنٹ برطانیہ کا سچا دوست اور وفادار تھا اسی طرح اب مملکت پاکستان کا سچا خیر خواہ اور ہمیشہ وفادار رہیگا پاکستان کے قیام پر چترال پہلی ریاست ہے جس نے اس کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا اور اپنی ہمسایہ ریاستوں کو بھی الحاق کی رغبت دلائی خصوصاً گلگت کے لوگوں کو جو پہلے ریاست چترال میں شامل تھے۔

(۳) ہز ہائی نس نے کہا کہ ہم نے کشمیر کی آزادی کے لئے اپنی خدمات پیش کیں اور تمام محاذوں پر مجاہدین چترال نے بڑی جانفشانی سے دشمن کا مقابلہ کیا اور کافی شہرت حاصل کی۔ اب بھی میں یقین دلاتا ہوں کہ وقت آنے پر میری ریاست کے لوگ کسی قسم کی جانی اور مالی قربانی سے دریغ نہیں کرینگے۔

(۴) میں پولیٹیکل ایجنٹ کی وساطت سے مملکت پاکستان سے عرض کرتا ہوں کہ ریاست چترال کے کچھ علاقے میرے دادا کے عہد میں اس وعدہ پر الگ کئے گئے تھے کہ بعد میں چترال کو مل جائینگے وہ علاقے ابھی تک ہمیں واپس نہیں ملے لہٰذا ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت پاکستان اس پر غور کرے گی اور وہ علاقے چترال کے ساتھ دوبارہ ملائے جائینگے۔

(۵) میں ریاست کے تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جو میرے والد کی وفات پر میرے غم میں شریک رہے۔ اور پھر میرے ساتھ وفاداری کا عہد کیا۔ میں اُن کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور ان کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرونگا۔ نیز میں ان کے ساتھ یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اُن کی خواہش کے مطابق ریاست کی پرانی حدود کو بحال کرانے کے لئے حکومت پاکستان کو وقتاً فوقتاً یاد دہانی کراتا رہونگا۔

(۶) میں وعدہ کرتا ہوں کہ ریاست چترال کی رعایا خصوصاً مولائی گروہ پر کسی قسم کی مذہبی پابندی نہیں ہوگی۔ اور ان کے مذہبی امور میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی جائے گی۔

(۷) میں اعلان کرتا ہوں کہ اگر میرے والد مرحوم کے عہد میں زمینوں کے معاملات میں کچھ ایسے فیصلے ہوئے ہوں جن پر رعایا مطمئن نہ ہوئی ہو ان پر دوبارہ غور کرونگا اور شریعت کے مطابق فیصلہ کرونگا۔

(۸) میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں کہ باڈی گارڈ کے رخصتانہ میں اضافہ کرنے پر غور کیا جا رہا ہے اور عنقریب اس کا اعلان کردونگا۔

(۹) میں گورنروں، حاکموں، چارویلیوں کو ہدایت کرتا ہوں کہ وہ میری رعایا کے ساتھ انصاف سے کام لیں اور ان کے ساتھ ناجائز سلوک نہ کریں اگر ان کے خلاف ایسی شکایات پیش ہوئیں تو ان کے خلاف سخت قانونی کارروائی کرونگا۔ اس کے بعد جلسہ برخواست ہوا اور فوجی سلامی پیش کی گئی۔

ٹیکسوں کی معافی کا اعلان فروری سنہ ۱۹۴۹ء

ہز ہائی نس نے تخت نشینی کے چند دن بعد ایک عام دربار میں رعایا کے تمام ٹیکسوں کی معافی کا اعلان فرمایا جنہیں دو ٹیکسوں

کی قلنگ اور چلانے کی لکڑی پر محصول تھا۔ اور سالانہ پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ آمدنی ہوا کرتی تھی۔ ان سب کو یک قلم معاف فرمایا اور تمام علاقوں میں معافی کا اعلان ہوا۔ اس پر رعایا نے عام خوشی کا اظہار کیا اور مساجد میں دعائیں مانگی گئیں۔

شورش اہل مستوج

مارچ ۱۹۴۹ء میں مستوج سے خبر ملی کہ وہاں کے بعض لوگوں نے حکومت کے خلاف تحریک شروع کی ہے اور حکام بالا کے نام تاریں ارسال کی ہیں۔ ہز ہائی نس کے حکم سے شاہزادہ برہان الدین خان (جو اس وقت کمانڈر انچیف کے عہدے پر فائز تھے) کو مستوج بھیجا گیا انہوں نے تحقیقات کے بعد کچھ گرفتاریاں کیں اور واپس آئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اتالیق سرفراز شاہ کو اس تحریک میں ملزم گردانا گیا۔ لہٰذا ہز ہائی نس کے حکم سے اتالیق سرفراز شاہ کو مع اس کے متعلقین کے قید کر دیا گیا۔ اور ریاستی عدلیہ کی کونسل میں اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ پھر اس کی جائیداد ضبط ہوئی اور ملازمت و عہدہ سے برطرف کر دیا گیا۔

مئی ۱۹۴۹ء میں کرنیل شریف خان پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ جب چترال آئے تو حکومت پاکستان کی ہدایت پر معاملہ کی از سر نو تحقیقات کی۔ اور اپنی تحقیقات میں اتالیق سرفراز شاہ کو بیگناہ ثابت کیا لہٰذا گورنر سرحد کے حکم سے اسے قید سے رہا کر دیا گیا اور اس کی جائیداد اسے واپس دے دی گئی۔ پھر اس ضمن میں شہزادہ برہان الدین خان اور غفران بہادر مہتر جو دلارام خان وزیر اعظم پشاور بلائے گئے اور ان کو بتلایا گیا کہ اس معاملہ میں چونکہ پولیٹکل افسر چترال کے صلاح و مشورہ کے بغیر کارروائی کی گئی ہے لہٰذا یہ غلط ہے چنانچہ وہ چند ماہ وہاں گذار کر پھر واپس چترال آئے۔

ہوائی اڈہ کی تعمیر

مئی ۱۹۴۹ء میں پنج مقام پر ایک ہوائی میدان کی تعمیر پیر حسن الدین پولیٹکل ایجنٹ چترال کی نگرانی میں شروع ہوئی۔ ہز ہائی نس نے اپنی ذاتی جائیداد سے نہ صرف کئی سو جریب زمین حکومت کو پیش کی بلکہ ریاستی باڈی گارڈ اور سفرمینا کے کئی دستے اور سامان بھی اس تعمیر کے سلسلہ میں حکومت کو مہیا کئے۔ ریاستی عوام بھی رضاکارانہ طور پر کافی تعداد میں اس کی تعمیر میں شریک ہونے۔ ابھی یہ میدان پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا تھا۔ کہ پیر احسن الدین چترال سے تبدیل ہو گئے۔ اور یہ میدان ۱۹۵۱ء میں پوری طرح تیار ہو کر استعمال میں لایا جانے لگا۔

مسلم لیگ کا قیام ۱۹۴۹ء سے

چترال کے جو باشندے تجارتی کاروبار کے سلسلہ میں پشاور میں مقیم تھے انہوں نے پشاور میں پہلے سے چترال مسلم لیگ کے نام سے ایک تحریک شروع کی تھی اب وہ چترال آئے انمیں مولوی نور العین، رحیم بابا اور غازی خان قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے یہاں کے عوامی لیڈروں سے رابطہ قائم کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ عوامی تحریک ریاست کے طول و عرض میں پھیلنے لگی اور چترال میں مسلم لیگ کی ایک منظم پارٹی قائم ہوئی۔ جسکی صدارت کے لئے مولوی نور شاہ دین جم کنڈی

کو منتخب کیا گیا۔

۱۷ ستمبر ۱۹۴۹ء میں چترال کے پولو گراؤنڈ (جنالی) میں انکا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا اور اسمیں انھوں نے ریاست میں مکمل ذمہ دار حکومت اور دیگر سوشل و زرعی اصلاحات کا مطالبہ کیا۔ اس موقع پر پیر احسن الدین پولیٹیکل ایجنٹ چترال اور سیف الرحمن بھی تشریف لائے۔ ہز ہائی نس نے اُن کی آواز پر اعلان کیا۔ کہ اگر آپ لوگ ریاست میں اسلامی حکومت شریعت کی بنیادوں پر چاہتے ہیں تو میں تسلیم کرتا ہوں کہ ریاست میں شریعت اسلامی جو پہلے سے نافذ تھی۔ وہ بدستور قائم رہیگی اور مکمل طور پر نافذ رہیگا۔ ذمہ دار حکومت کا مسئلہ ریاست کی موجودہ حالت میں ایک نیا سوال ہے جسکے متعلق میں حکومت پاکستان سے مشورہ کئے بغیر اعلان نہیں کرسکتا۔ لوگ اس اعلان سے مطمئن نہ ہوئے اور عام شور مچانے لگے۔ اس پر پولیٹیکل ایجنٹ نے ان کی آواز کو بیہودگی سے تشبیہ دی اور ہز ہائی نس کو ساتھ لیکر وہاں سے واپس چلے گئے۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۴۹ء کو ہز ہائی نس خود پشاور گئے اور گورنر سرحد سے ملاقات کرکے واپس چترال آئے۔ اور شہزادگان چترال کو نظر بندی سے رہائی دلواکر اپنے ساتھ چترال لائے۔ گورنر سرحد صاحبزادہ خورشید احمد کے مفید اور نیک مشوروں سے مشکور مراجعت ہوئے۔

ہز ہائینس کا تربیت پر پشاور جانا

۱۶ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو ہز ہائی نس گورنر سرحد کے بلاوے پر پشاور گئے۔ اور کچھ عرصہ بعد پاکستان ایڈمنسٹریٹو اکیڈیمی میں تربیت حاصل کرنے لگے اس سے پیشتر وہ ملٹری اکیڈیمی کاکول میں تربیت پا رہے تھے۔ لیکن والد کی وفات پر کورس کو ادھورا چھوڑ کر واپس آنا پڑا تھا۔

ریاست میں انتظامیہ بورڈ

۹ دسمبر ۱۹۴۹ء کو ایک عام دربار میں خان رحیمداد خان پولیٹیکل افسر چترال نے بورڈ کے متعلق ہز ہائینس سیف الرحمن کا فرمان اور حکومت پاکستان کا حکمنامہ پڑھ کر سنایا کہ ہز ہائی نس نے اپنے دوران تربیت میں ریاست کے انتظام چلانے کے لئے بورڈ کا قیام منظور فرمایا ہے جس کی رو سے شاہزادہ شہاب الدین خان۔ اتالیق سرفراز شاہ اور سید نادر شاہ، خان رحیمداد کے زیر صدارت اس بورڈ کے ممبر ہوں گے۔ اور پھر ہر ایک ممبر کو علیحدہ علیحدہ ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔

بورڈ نے کام شروع کرتے وقت بیگار کی بجائے ریاستی خرچ پر تعمیرات عامہ کا کام جاری کیا۔ اور بیگار کو موقوف کر دیا۔ اور مزدوروں کو باقاعدہ اجرت ملنے لگی۔ مالیہ و عشر کا انتظام جو پہلے سے بگڑ گیا تھا از سر نو باقاعدہ جاری کیا گیا۔ محکمہ پولیس کی از سر نو تنظیم کی گئی اور ان کو باقاعدہ تنخواہ ملنے لگی۔ عدلیہ کونسل کے ممبر دس کی بجائے تین مقرر ہوئے جسمیں مسلم لیگ اور ریاستی لیگ کے نمائندے منتخب ہوئے تھے۔ ریاستی موٹر سروس قائم کی گئی جس کی لاریاں چترال و دروش کے درمیان چلنے لگیں یہ فیصلہ بورڈ نے عدلیہ کونسل کے

فیصلوں پر کیا۔ اور حکومت پاکستان نے بھی اس تجویز کی حمایت کی۔ کہ سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد تک جو مقدمات فیصل ہو چکے ہیں ان پر دوبارہ غور نہ ہو گا۔

مسلم لیگ کی عام تحریک

۱۹۵۰ء میں جبکہ مسلم لیگ کا اثر و رسوخ کافی بڑھ چکا تھا۔ جنوبی اضلاع میں مزارعین اور مالکان زمین کے تنازعے شروع ہوئے جسمیں حکومت نے مالکان زمین کو اپنی زمینوں پر مالکانہ حقوق کا حکم صادر فرمایا تو مسلم لیگ نے مزارعین کی حمایت میں خلاف قانون تحریک شروع کی اور حکومت کے خلاف مظاہرے کرتے ہوئے چترال پولو گراونڈ تک پہنچے اور لیگ کے دفتر پر قبضہ کرنے کی کوشش میں پولیس پر حملہ کر دیا۔ اور جب انہیں منتشر ہونے کا حکم دیا گیا تو انکار کر دیا جس پر صدر بورڈ وزیرستان سکاوٹ اور ریاستی پولیس کے دستوں کے ذریعہ لاٹھی چارج کرایا گیا اور ہجوم کو منتشر کر دیا گیا۔ یہ مسلم لیگ اور پولیس کی پہلی ٹکر تھی۔ مسلم لیگ کے چند لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور جب ایکماہ کے بعد حالات معمول پر آگئے تو ان لیڈروں کو رہا کر دیا گیا۔

اتحادی مسلم لیگ

۱۹۵۰ء میں جب مسلم لیگ پارٹی نے حکومت میں جائز و ناجائز مداخلت کا پیشہ اختیار کیا تو چترال میں اتحادی لیگ کی تشکیل کی گئی۔ اس لیگ میں وہ طبقہ تھا جو مسلم لیگ کے انتہا پسندانہ خیالات کا مخالف تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسلم لیگ کے خلاف اتحادی مسلم لیگ کے نام سے منظم کیا۔ اور قلیل عرصہ میں اتنی ترقی کی کہ یوم آزادی پاکستان ۱۴ اگست کے دن ہزاروں لوگوں نے چترال میں جمع ہو کر جلوس نکالا۔

اس پارٹی کا نصب العین ہز ہائی نس کی جلد واپسی وطن اور ریاست میں آئینی حکمران کے ماتحت ایک ذمہ دار اسلامی حکومت کا قیام تھا۔ چنانچہ انہوں نے ایک وفد ترتیب دیا جو اپریل ۱۹۵۲ء میں پشاور چلا گیا اور حکومت پاکستان کے گورنر صوبہ سرحد سے ملاقات کی اور ہز ہائی نس کی واپسی وطن کے لئے پر زور مطالبہ کیا۔ پشاور میں مقیم چترالی باشندوں نے بھی جلوس نکال کر بورڈ توڑنے اور ہز ہائی نس کی واپسی وطن کے لئے مظاہرے کئے۔

معدنیاتی تحقیقات

۱۹۵۱ء کے موسم گرما میں حکومت پاکستان کے جیالوجیکل ڈیپارٹمنٹ کے متعدد ماہرین نے چترال آکر ریاست کے مختلف حصوں کا وسیع دورہ کیا۔ اور مختلف قسم کے معدنی ذخائر کا پتہ چلایا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے دمیل نسار میں فولاد و لوہے کے وسیع ذخائر کا انکشاف ہوا۔ لیکن جب تک بیرونی علاقوں سے رسل و رسائل کا سلسلہ قائم نہ ہو جائے ان ذخائر سے فائدہ اٹھانے کا کوئی امکان نہیں۔

لاوری پر جیپ کی سڑک

۱۹۵۱ء میں ریاستی حکومت کے زیر انتظام لاوری کے سابقہ سواری کے راستہ کو وسیع کر کے جیپ موٹروں کی آمدورفت کے قابل بنا دیا گیا۔ اسپر ریاستی

خزانہ سے پچیس ہزار روپیہ اور کچھ غلّہ خرچ کیا گیا۔ ۶ نومبر ۱۹۵۱ء کو خان میر عجم خان صدر بورڈ نے اسکی رسم افتتاح ادا کی۔ ۱۹۵۲ء میں اس سڑک کی مزید توسیع کیلئے مسعود بٹالین نے کام شروع کیا۔ اور سڑک کو مزید توسیع دے کر موٹروں کی آمد و رفت کے قابل بنادیا۔

ریاست کیلئے نیا عبوری آئین

ماہ اپریل ۱۹۵۳ء میں گورنمنٹ ہاؤس پشاور سے ایک سرکاری اعلان جاری کیا گیا کہ ہزہائی نس مہتر سیف الرحمٰن نے ریاست کے لئے ایک عبوری آئین منظور فرمایا ہے جسکی رو سے ریاست میں دس ممبروں پر مشتمل ایک مشاورتی کونسل تشکیل کی جائیگی جس کی صدارت ریاست کے وزیر کرینگے۔ وزیر کی تقرری ہزہائی نس گورنر جنرل کے مشورے سے کرینگے۔ جو ریاست کا کلی ذمہ دار اور ہزہائی نس کا مشیر اعلیٰ ہوگا۔

ہزہائی نس کے لئے پریوی پرس یعنی خرچ خاص کی صورت میں ایک رقم مخصوص کرکے ریاست کی آمدنی کا باقی حصہ مشیر اعلیٰ کے زیر احکام ریاست کے دیگر امور پر خرچ کرنے کا فیصلہ ہوا۔

ریاست کے باڈی گارڈ کو بھی توڑ کر اس کی جگہ پولیس فورس قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا جس پر وزیر کنٹرول کرینگے۔ نیز ہزہائینس گورنر جنرل کے مشورہ سے چترال کے ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر عزت بخش اعوان کو ریاست کا وزیر و مشیر اعلیٰ مقرر فرمایا۔ مشاورتی کونسل کے دس ممبر جس کے پانچ ممبر منتخب شدہ اور باقی پانچ نامزد شدہ ہوں گے ریاست کے بجٹ کی تجویز پر بحث کرنے اور ترقیاتی سکیموں کی سفارش کرنے کے مجاز ہوں گے۔

ہزہائی نس سیف الرحمٰن کی پشاور سے تشریف آوری

۱۳ اپریل ۱۹۵۳ء کو ہزہائینس ساڑھے تین سال کی تربیت مکمل کرنے کے بعد بذریعہ طیارہ چترال تشریف لائے جہاں رعایا کے تمام طبقوں نے اُن کا پُرخلوص استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔

مشاورتی کونسل کے انتخابات

۱۹۵۳ء میں پانچ منتخب نشستوں کے لئے انتخابات کرائے گئے ریاست کے لوگ دو طبقوں میں منقسم تھے یعنی مسلم لیگ اور اتحادی لیگ۔ مگر مسلم لیگ کی اکثریت تھی۔ اور وہ پہلے سے منظم تھے۔ انتخابات میں مسلم لیگ کے لیڈر کامیاب ہوئے اور عوام نے سیف اللہ جان کو دروش سے۔ مولوی نور شاہ دین کو چترال سے۔ سید انسر جان کو علاقہ خنزر سے۔ صاحب نگین کو علاقہ مستوج سے اور ظفر احمد خان کو موڑکھو و توریکھو سے ممبر منتخب کیا۔

ہزہائی نس کی طرف سے شاہزادہ شہاب الدین خان۔ خان عبدالقادر خان۔ کپتان عبدالرؤف خان صوبیدار عمرا خان اور سید شاہ عبدالحسن ممبر نامزد کئے گئے۔

گورنر صوبہ سرحد کی تشریف آوری

۱۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو خواجہ شہاب الدین گورنر سرحد چترال آئے اور مشاورتی کونسل کی رسم افتتاح ادا کی۔ سابقہ

نظم ونسق کے ذمہ دار بورڈ کو ختم کر دیا گیا۔ مسٹر عزت بخش اعوان ہزہائی نس کے مشیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ گورنر صاحب نے نئے تھانہ کا سنگِ بنیاد رکھا۔ اور تعمیر شروع ہوئی۔ انتظام کے لئے پولیس فورس کا نظام قائم ہوا۔ جس کی قیادت کپتان عبدالخالق کو تفویض ہوئی۔ عبدالخالق باشندۂ پشاور علوی خاندان کے سادات سے ہیں ۱۹۲۲ء سے ۱۹۳۰ء تک چترال سکاؤٹس کے ہیڈ کلرک تھے۔ پھر ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۷ء تک چترال سکاؤٹس میں کپتان کا منصب حاصل کیا۔ ملازمت ختم کر کے گھر چلا گیا۔ جب چترال میں نئے عبوری آئین کا نفاذ ہوا تو ہزہائی نس کی خواہش پر دوبارہ چترال واپس آیا اور پولیس فورس کا افسر مقرر ہوا۔

ہزہائی نس کے بڑے معتمد تھے تعلق بھی تھا کیونکہ اسکی اہلیہ یہاں سے تھی جب ہزہائی نس کا انتقال ہوا تو وہ بھی اپنی اہلیہ کی بیماری کی وجہ سے گھر واپس چلا گیا۔ چترال میں انکا قیام دس سال رہا۔ وہ چترال کے حالات و ماحول سے پوری طرح واقف تھے۔ اور ہزہائی نس کے سچے خیر خواہ تھے۔

باڈی گارڈ کا خاتمہ مارچ ۱۹۵۴ء میں رانا فرزند علی خان ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ چترال نے بموجب اعلان مصدرہ ماہ اپریل ۱۹۵۳ء باڈی گارڈ کو ختم کرنے کیلئے احکام صادر فرمائے جس کے مطابق باڈی گارڈ کا تمام اسلحہ و ایمونیشن و سامان پولیس فورس کے حوالہ کیا گیا اور باڈی گارڈ کے تمام افسر گھروں کو رخصت ہوئے۔

باڈی گارڈ کا قیام ۱۹۰۹ء میں ہوا تھا جس کی ابتدائی تعداد ایک ہزار تھی مگر بتدریج بڑھ کر اسوقت چھ ہزار نفوس پر مشتمل ایک بڑی فوج تھی۔ اس نے برکوٹ اور جنگِ آزادیٔ کشمیر کے مواقع پر جو کارنامے انجام دیئے وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔

ریاست میں جدید نظام کا اعلان ۱۹۵۴ء میں

اپریل ۱۹۵۴ء میں رانا فرزند علی خان ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ چترال کی صدارت میں اجلاس کونسل ایڈوائزر ریاست کا پہلا باقاعدہ بجٹ پیش کیا گیا۔ جسمیں چالیس ہزار روپیہ کا خرچ آمدن سے زیادہ تھا اور اس خسارہ کی رقم سب سیڈی کی جمع شدہ رقومات سے پورا کرنیکا فیصلہ کیا گیا۔

مروجہ پرانے نظام کو ختم کر کے ریاست کے لئے نئے نظام کا اعلان صادر فرمایا جسکی رو سے گورنر سے چارویلو تک سب عہدے ختم کر دیئے گئے۔ اور ریاست کو دو ضلعوں اور چھ تحصیلوں میں تقسیم ان کے انتظام کے لئے دو ڈپٹی کمشنر اور چھ تحصیلدار مقرر ہوئے جس کی قیادت مشیر اعلیٰ کے سپرد ہوئی۔ اس طرح آن واحد

میں ریاست کے نظم ونسق میں ایک انقلاب عظیم لایا گیا۔ سابقہ نظام کا قالب صد ہا سال سے قائم تھا۔ اس کے عہدے گورنر۔ حاکم۔ اتالیق۔ چارویلو۔ ادسقال۔ براموش اور چہرہ جو اپنی اپنی ذمہ داریوں کے مالک تھے اور ریاست سے سالانہ دو ہزار من سے زائد غلہ وظیفہ پاتے تھے۔ جب عہدے ختم کر دیئے گئے تو وہ وظائف سے بھی محروم ہو گئے۔ اور انہوں اپنی آئندہ معاش کا سوال بھی پیش نہ کیا۔ کیونکہ ریاست میں پنشن سسٹم بھی ختم ہے لہٰذا کوئی حق الخدمت باقی نہ رہا۔

نئی تنظیم کے منصب دار

شاہزادہ شہاب الدین خان و شاہزادہ اسد الرحمٰن ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے۔ اور مفتاح الدین۔ سفید خان۔ عبد الرحمٰن۔ مقتدا خان۔ سعدی خان اور عبد الجہان خان تحصیلوں میں تحصیلداری پر مامور کئے گئے۔

رانا فرزند علی خان نے ریاست کو ضلعوں اور تحصیلوں میں تقسیم کر کے باقاعدہ دستور العمل بنایا اور ریاست کیلئے ترقیاتی منصوبہ بھی بنایا اور باقاعدہ پہلا بجٹ بھی پیش کیا۔ رانا فرزند علی خان کی صحت اکثر خراب رہتی تھی۔ اس لئے ناسازئ صحت کی وجہ سے یہاں سے تبدیل ہو کر ماہ ستمبر کے آخر میں پشاور چلے گئے۔

ہز ہائی نس کی ناگہانی وفات

بتاریخ ۲ ماہ اکتوبر ۱۹۵۴ء ہز ہائینس سیف الرحمٰن گورنر جنرل سے ملاقات کیلئے پشاور تشریف لے گئے اور ۱۳ ماہ اکتوبر کو وہاں سے بذریعہ طیارہ واپس چترال مراجعت فرمائی۔ جب ان کا طیارہ لاوری ٹاپ کے اوپر پہنچا تو یکایک دس ہزار کی بلندی سے نیچے زمین پر گر پڑا اور پاش پاش ہو گیا۔ ہز ہائی جانبر نہ ہو سکے پائلٹ افسر مسٹر غزنوی بھی جان بحق ہو گئے اور دونوں نے مرتبہ شہادت پایا۔ شام کو ہز ہائی نس کا جنازہ چترال پہنچایا گیا۔ اور دوسرے دن ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۴ء کو شاہی قبرستان ژانگ بازار میں ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم کے پہلو میں مدفون ہو کر ابدی نیند سو گئے۔ ہزاروں اشکبار آنکھوں نے اس ناگہانی افسوسناک موت پر خون کے آنسو بہائے۔ حکومت پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے نواب زادہ شیر افضل خان پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ اور سعد اللہ خان پولیٹکل سیکرٹری گورنر سرحد چترال پہنچے اور مرحوم کے جنازہ میں شرکت کر کے پسماندگان خاندان شاہی سے ہمدردی کا اظہار کیا۔

ہز ہائی نس کی اولاد

شاہزادہ سیف الملوک ناصر و شاہزادہ شجاع الرحمٰن ہیں اول الذکر کی والدہ ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کی شاہزادی ہیں۔ اور دوسرے کی والدہ خان عبد القادر خان سابق والئ اسمار کی صاحبزادی ہیں۔

ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر

یکم نومبر ۱۹۵۴ء کو حکومت پاکستان کی جانب سے نوابزادہ شیر افضل خان پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال آئے اور عام دربار منعقد کیا جسمیں ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی تاجپوشی کا اعلان کیا گیا۔ اور دستار بندی ہوئی اور ریاست کا حکمران تسلیم کیا گیا۔ مبارکباد کی صدائیں ہر طرف سے بلند ہوئیں۔

ہز ہائینس کا یوم پیدائش ۱۲ مئی ۱۹۵۰ء ہے تاجپوشی کے وقت ان کی عمر ساڑھے چار سال تھی۔ ہز ہائی نس کی کمسنی کی وجہ سے بالغ ہونے تک ان کی والدہ ماجدہ کو سرپرست مقرر کیا گیا۔ اور ریاست کے انتظام کیلئے پولیٹیکل ایجنٹ مالاکنڈ ریجنٹ مقرر ہوئے۔

۱۹۵۶ء میں مسٹر سعد اللہ خان پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ و ریجنٹ چترال۔ چترال میں آئے شاہزادوں اور سیاسی لیڈروں سے ملاقاتیں کی۔ اور ہز ہائی نس کی جائیداد کے انتظام و نگرانی کے لئے خان بہادر مہتر جو دلارام خان و شاہزادہ اسد الرحمن کو منتظم مقرر فرمایا۔

ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر اور اس کے چھوٹے بھائی شاہزادہ شجاع الرحمن ۱۹۶۰ء سے ایچیسن کالج لاہور میں تعلیم پا رہے ہیں۔

ضمیمہ تاریخ چترال

ریاست چترال کے ہمسایہ ممالک

والی ریاست دیر کا خاندان

اس خاندان کا مورث اعلیٰ آخوند الیاس تھا جو ذات میں یوسف زئی قبیلہ سے تھا اس نے ہندوستان جاکر حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں منسلک ہوگیا اور ان کے نفس کمالات سے مستفیض ہوکر لاجبوک مقام میں آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ ریاضتیں کیں اور بڑا مقام پایا۔ ادھر ہی وفات پائی اور مدفون ہوئے۔ بڑے سرچشمہ کمالات کے بزرگوار تھے ان کی اولاد چار پانچ پشت تک صاحبزادے کہلائی۔ اس کے بعد جب قبائل یوسف زئی کا اقتدار بڑھتے ہوئے سندھ تک پہنچا۔ جہاں سلطان و پائندہ خیل قبائل رہتے ہیں۔ دونوں متحد ہوکر وہاں کے کفار پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو نیست و نابود کر دیا اور دیر تک قبضہ جمایا۔ اور قوم کے اتفاق سے اخوند الیاس کے خاندان سے ظفر خان کو خان مقرر کیا۔ اور بیوڑی میں اکی امارت قائم ہوئی۔ رفتہ رفتہ ترقی کرکے دیر میں آیا جہاں مستقل طور پر دارالحکومت کی بنیاد ڈالی۔ ان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا اللہ یار خان حکمران بنا جس کے بعد حکمرانوں کا سلسلہ حسب ذیل ہے۔

خان قاسم خان۔ خان غزن خان۔ خان رحمۃ اللہ خان۔ نواب محمد شریف خان۔ نواب اورنگزیب خان۔ نواب شاہ جہان خان۔ نواب شاہ محمد خسرو خان موجودہ والی دیر۔

ریاست چترال و دیر کے خاندانوں کے تعلقات

(۱) خان قاسم خان کی منکوحہ مہتر شاہ فاضل ابن شاہ کٹور اول کی شہزادی تھی۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں مہتر شاہ کٹور ثانی کی حمایت میں محمد علی خان والی براول کے ساتھ نو ہزار فوج ہمراہ لیکر ارسون کے مقام علاقہ دروش میں مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کے خلاف جنگ میں شرکت کی تھی جس کے نتیجہ پر مہتر خیر اللہ

گرفتار ہوکر قتل ہوئے

(۲) خان قاسم خان جب اپنے بڑے لڑکے محمد سعید خان کے ہاتھ ناحق قتل ہوئے۔ تو یہ تخت پر قابض ہوا اسکا چھوٹا لڑکا غزن خان اسوقت چار سال کا تھا۔ اپنی والدہ اور رضاعی باپ کے ساتھ راہ فرار اختیار کرکے چترال پہنچا۔ یہاں شاہ کٹور ثانی کے دامن تربیت میں پرورش پاتی۔ جب سن کمال کو پہنچا تو شاہ کٹور ایک بڑی فوج ہمراہ لیکر دیر گیا۔ تاکہ محمد سعید خان سے حکومت چھڑا کہ غزن خان کے حوالہ کرے متواتر جنگ میں مصروف رہ کر آخر اس کو شکست دی اور وہ قتل ہوا۔ اور حکومت دیر خان غزن خان کے قبضہ میں آگئی۔ شاہ کٹور نے اپنی شہزادی بھی غزن خان کے نکاح میں دے کر روانہ کر دیا۔ اور سلطان و پائندہ خیل قبائل کو بڑے انعامات سے ان کی حمایت پر خوش کر کے دیر سے واپس مراجعت کی۔ محمد سعید خان مقتول کی والدہ چترال کے عوام سے تھی اس کی اولاد خانزادگان کوٹکے دیر میں آباد ہے۔ اس کے بعد اس خاندان کی حکومت مسلسل چلی آتی ہے۔

(۳) خان غزن خان اپنے عہد حکومت میں شاہ کٹور ثانی کی حمایت پر جو گوہر امان کیخلاف تھا۔ ایک بھاری لشکر کے ساتھ چترال آیا تھا۔ جو موڑ گول مقام میں اپنی فوج کے ساتھ قیام پذیر ہوا۔ مگر ان کے نیک مشوروں سے جنگ نہیں ہوئی صلح سے فیصلہ ہوا۔ اسلئے وہ اپنی فوج کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اسی طرح مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد میں شہزادہ تجمل شاہ کیخلاف خانہ جنگی کے واقعات میں معہ فوج چترال آیا تھا واپس چلا گیا۔

(۴) ۱۸۶۲ء میں خان غزن خان کا انتقال ہوا۔ انکا بڑا لڑکا جامداد خان تخت نشین ہوا مگر جلد ہی وفات پا گیا۔ اور خان رحمت اللہ خان حکمران قرار پایا۔ خان رحمۃ اللہ خان کی منکوحہ مہتر شاہ افضل ثانی کی شہزادی تھی۔ ان کے عہد میں مہاراجہ رنبیر سنگھ والی کشمیر جب چترال کی طرف سے دوبارہ حملوں سے خائف ہوا تو خان موصوف کے ذریعہ مہتر امان الملک کے پاس صلح و دوستی کا پیغام بھیجا۔ جو منظور ہوا۔ مہاراجہ کشمیر کو خان موصوف سے گہری دوستی تھی۔ اس لئے جب چترال کے رضا خیل اکابر مہاراجہ کشمیر کے ہاتھ قید ہوئے تو خان موصوف کی سفارش سے آزاد ہوکر چترال واپس آئے۔

(۵) دربند بابہ خون کی جنگ میں میر جہاندار شاہ والی بدخشاں کیخلاف تھی۔ خان رحمۃ اللہ خان اپنے ولیعہد خان محمد شریف خان کے ساتھ ایک بڑی فوج کے ساتھ چترال گئے جنہوں نے دراسن تورکھو اور نصر گول کے محاذوں میں منقسم ہوکر لڑائی لڑی اور تا اختتام جنگ وہاں مامور رہے۔

(۶) مہتر امان الملک مرحوم کی بڑی بیگم خان غزن خان کی شہزادی تھی۔ جو مہتر افضل الملک اور مہتر نظام الملک کی والدہ تھیں۔ نواب محمد شریف خان کے عہد میں جب شہزادہ شیر افضل خان چترال سے جلاوطن ہوکر کابل سے دیر واپس آیا تو چترال و دیر کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی۔ مگر جب نواب صاحب کی اسکی

حقیقت سمجھا دی گئی۔ تو انہوں نے خود چترال تشریف لے جاکر شاہ امان الملک کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات کو خوشگوار بنایا۔

(۷) نواب محمد شریف خان کی دو بہنیں مہتر نظام الملک و شہزادہ شاہ ملک کے عقد ازدواج میں تھیں اور ان کی شہزادی سر شجاع الملک کے سلک ازدواج میں منسلک تھی۔ جو شہزادہ مطاع الملک و کرنل خسرو ملک کی والدہ تھیں۔ نواب اورنگ زیب خان مرحوم ۱۹۲۲ء میں بغرض حمام گرم چشمہ تشریف لایا تھا۔ جبکہ سر شجاع الملک مرحوم سفر حج میں تھے ہز ہائینس کے حکم سے نواب صاحب کا شایان شان استقبال ہوا۔ اور ریاستی باڈی گارڈ کے دستوں نے شاندار فوجی سلامی سے انکا خیر مقدم کیا۔

سر شجاع الملک مرحوم کی ہمشیرہ نواب صاحب کے عقد ازدواج میں منسلک تھیں۔ اور نواب شاہجہان خان کی شہزادی سر محمد ناصر الملک سے بیاہی گئی تھی۔ اسی طرح ان دونوں خاندانوں میں متعدد رشتہ داریاں اور تعلقات کے سلسلے قدیم سے استوار تھے۔

والیٔ ریاستِ سوات کا خاندان!

موجودہ والیٔ ریاست سوات جناب میجر جنرل عبدالحق جہان زیب خان بالقابہ جناب گل شہزادہ عبدالودود صاحب کے فرزند گرامی ہیں جو بادشاہ صاحب سوات کے نام سے مشہور ہیں حضرت آخوند صاحب غوث سوات علیہ الرحمۃ کے دو صاحبزادے تھے۔ بڑے کا نام میانگل عبدالحنان اور چھوٹے کا نام میانگل عبدالخالق تھا۔ آخوند صاحب کے یہ چھوٹے صاحبزادے یعنی میانگل عبدالخالق ان کے جانشین ثابت ہوئے۔ بادشاہ صاحب سوات عبدالخالق صاحب کے فرزند ارجمند اور اخوند صاحب علیہ الرحمۃ کے نواسے ہیں حضرت آخوند صاحب سوات کہ جن کا نام گرامی عبدالغفور صاحب تھا۔ بڑے جلیل القدر بزرگوار تھے۔ اور ذات کے مہمند قبائل سے تھے۔ آپ تحصیل علم کے لئے پشاور گئے اور تکمیل علوم کے بعد خدمات مثنوی کے طالب ہوئے۔ اور حضرت محمد شعیب تورڈیرے علیہ الرحمۃ کے حلقہ ارادت میں منسلک ہوگئے اور مرشد گرامی کی توجہات سے سلوک معرفت میں بڑے کمالات کے سرمایہ دار ہوئے حضرت تورڈیری علیہ الرحمۃ حضرت آدم بنوری کی اولاد سے تھے۔ (رحمۃ اللہ علیہ) اور انکا بڑا نام تھا۔ ان کی تعریف میں اسقدر کہدینا کافی ہے کہ غوث سوات ایسے بزرگ گرامی انسان ان کے دامن تربیت میں پروان چڑھے۔ اور شہرہ آفاق ہوئے۔ جن سے روحانیت پھولی پھلی اخوند علیہ الرحمۃ جب وہاں سے واپس آئے تو بیگی مقام میں سکونت اختیار فرمائی۔ جو دریائے سندھ کے کنارے تورڈیرے اور نوشہرہ کے درمیان واقع ہے۔ اس نے ابتداءً

آپ اخوند صاحب بنگی کے نام مشہور تھے۔ جب انگریزوں کی عملداری پشاور تک پہنچی تو اخوند صاحب نے وہاں سے کوچ فرمایا۔ اور سوات میں آئے۔ جہاں سیدو شریف مقام میں طرح اقامت ڈالی۔ ان کے کمالات اظہر من الشمس ہیں۔ گروہ علمائے پشاور، سوات، کابل، غزنی اور قندھار کے علاوہ بدخشان و بخارا اور ہندوستان کے علاقوں سے آپ کے دامن و عقبہٗ شریف کی تقبیل سے تبرک پاتے تھے۔ اور حلقہ ارادت میں منسلک ہوتے تھے۔ اور بڑے بڑے ارباب کمال ان کے دامنِ تربیت سے فیض یاب تھے۔ جیسے پیر بابا صاحب و پیر صاحب مانکی شریف و پیر صاحب بڈے و اخوندزادہ مشک عالم صاحب غزنی و ملا صاحب اشرت وغیرہ ان کے مشاہیر مشائخ سے یاد ہوتے ہیں۔ مصنف تاریخ چترال مرزا محمد غفران صاحب مرحوم بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ طالب علمی پشاور کے دوران غوث زمان حضرت اخوند صاحب سوات علیہ الرحمتہ کے چہرۂ مبارک کی زیارت اور دست بوسی سے شرف اندوز ہونے کی سعادت حاصل کی تھی۔ جس پر مجھے بڑا فخر ہے۔

حضرت ممدوح نے بڑی عمر پاکر ۱۲۹۵ھ میں انتقال فرمایا بغفرہ سے بحساب ابجد انکا سال وفات نکلتا ہے۔

حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ کے شاہی خاندان چترال سے بھی تعلقات تھے۔ یعنی مہتر امان الملک مرحوم کی شہزادی میاں گل عبدالخالق صاحب کے عقد ازدواج میں تھیں۔ موجودہ بادشاہ صاحب یعنی گل شہزادہ عبدالودود صاحب اپنی شہزادی کے فرزند ارجمند ہیں۔ عفیفہ محترمہ شہزادہ شاہ ملک صاحب مرحوم کی حقیقی ہمشیرہ تھیں۔ شہزادہ شاہ ملک مرحوم کی اولاد کو ان کے دربار میں بڑا اثر و رسوخ و اعزاز کا مرتبہ حاصل تھا۔

بادشاہ صاحب سوات نے جب ریاست کی عنان حکومت سنبھالی تو اپنی خداداد لیاقت کے جوہر سے ریاست میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ اور ضوابط حکومت کے لئے اسلامی دستور العمل بنایا۔ جس کے آئین میں ترقیات کے بڑے بڑے منصوبے ایجاد کئے۔ اور سوات کو ایک بہترین ریاست کی شکل میں لاکر امن و امان قائم کر دیا۔ اور ترقیات کی منازل طے کر کے اس کو دیگر ترقی یافتہ ممالک کے ہمقرین بنایا۔ سوات کا صدر مقام سیدو شریف ہے اور اس وادی کے مناظر قدرتاً دلکش ہیں۔ اسلئے اب اسکا مقام پاکستان کے دلکش ترین خطوں میں شمار ہوتا ہے۔

بادشاہ صاحب چند سالوں سے ریاست کی عنان حکومت اپنے ولیعہد فرزند ارجمند میجر جنرل عبدالحق جہانزیب خان صاحب دام اقبالہٗ کے سپرد کر کے خود سفید محل میں جو سنگ مرمر کی ایک عالیشان عمارت ہے۔ آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہاں کی جدید عمارتیں ترقی یافتہ ممالک کی شان دکھلاتی ہیں۔ بادشاہ صاحب کی عمر شریف اب اکیاسی سال کی ہے۔ مگر نہایت تنومند اور بشاش رہتے ہیں۔ ہمت و

جرأت کے سبب نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔

حضرت آخوند صاحب علیہ الرحمتہ کے خدام اور ارادتمندوں میں ریاست چترال کے باشندوں سے بخت علی کا نام بھی اس لئے بلند ہے کہ اس نے غوث سوات کی دامنگیری سے خوشنودی حاصل کی تھی اور اس کی اولاد بادشاہ صاحب کے عہد میں اعزاز کی مستحق ہوئی اور نوازش پائی۔ جو احمد علی و حضرت علی کے ناموں سے ریاست سوات کی فوجی و ملکی خدمات پر مامور تھے۔ اور ترقی پائی۔ آجکل ان کا خاندان ریاست سوات سے باہر رہتا ہے۔ میجر سید غفار پاکستان کے فوجی افسر ہیں جو احمد علی کے فرزند ہیں ان کی قومیت یہاں گاسہ سے مشہور ہے گاسہ اس قوم کا بانی علاقہ باشگل حال نورستان کا باشندہ تھا۔ یہاں آباد اور متوطن ہو گیا۔ ریاست سے زمین و جائیداد پائی۔ باشگل کے باشندے چونکہ عرب سے وہاں آئے تھے لہذا یہ قوم اپنا نسب قریش بتاتی ہے۔

اہل سوات قدیم سے ریاست چترال کی ہمسائیگی کے مدنظر یہاں کے حکمرانوں کے جنگی معاملات میں امداد و تعاون کے کارنامے رکھتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ریاست چترال کے دوئم حکمران شاہ سنگین علی ۱۶۶۰ء میں جب شہنشاہ ہندوستان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے عہد میں دوبارہ اپنی حکومت حاصل کرنے کے لئے مالی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو کر ہندوستان سے واپس سوات پہنچے تو اہل سوات کا ایک عظیم لشکر ان کی کمک میں منظم ہو کر اسپور کے راستہ مستوج پہنچا۔ اور دشمن کو جنگ میں شکست دی۔ پھر وہاں سے چترال پہنچے۔ یہاں بھی کامیاب ہوئے اور چترال میں دوبارہ تیموریہ خاندان کی بادشاہت قائم ہو گئی۔ اہل چترال نے قسم کھائی تھی کہ جب تک سنگین علی کو چترال نہ پہنچا دیں گے واپس نہ جائیں گے۔ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے اور کامیابی کے بعد وہیں کے راستے واپس چترال چلے گئے۔ مولانا محمد شیر نے تاریخ میں اہل سوات کی بہادری کی بڑی تعریف لکھی ہے۔ جس میں سے دو بیت یہاں پیش کئے جاتے ہیں ؎

یلان سواتی بجوش آمدند | بہ غیم دوہے پر خروش آمدند
بناچار باہم درآمیختند | نشان قیامت برانگیختند

اسی طرح یہاں کے حکمرانوں کے متعدد واقعات ہیں کہ جن میں اہل سوات کی امدادی فوج کا ذکر موجود ہے۔ بادشاہ بن شاہ عالم یہاں سے جلاوطن ہو کر مدتوں سوات میں رہا تھا۔ اور مہتر سلیمان شاہ خوشوقتیہ شاہ کٹور کے خلاف دو دفعہ سوات سے کمک لایا تھا۔ اور جنگ کی تھی۔ اہل سوات کے زمانہ قدیم سے چترال کے ساتھ ہمسائیگی کے تعلقات وابستہ رہے ہیں جو تاریخ میں یادگار رہیں گے۔

فقط

غلام مرتضیٰ مؤلف
تاریخ چترال

تاریخ چترال کے تتمہ پر

مختصر حالات وزرائے پاکستان متعینہ چترال اور عہد پاکستان کے فیوض و برکات کا ایک مختصر تذکرہ بھی جو ریاست میں نافذ ہوئے ہیں ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے اس کی تمہید کو بنام نامی عظمت مآب فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدر جمہوریہ اسلامیہ پاکستان سے منسوب کرتا ہوں بلحاظ ان کارناموں کے جو اس عظیم المرتبت ارض مشرق کے مرد مجاہد کی کوششوں سے دنیائے اسلام پاکستان نشاۃ ثانیہ کے دور سے گذر رہا ہے اور ان کی ولولہ انگیز قیادت اور خداداد لیاقت سے پاکستان میں سیاسی استحکام اور اقتصادی خوشحالی کا دور دورہ ہے۔ ریاست چترال بھی اُن کے دور مبارک میں ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہے۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ مملکت پاکستان کا انتہائی شمالی علاقہ جو ریاست چترال کے نام سے مشہور ہے زمانہ قدیم سے اپنے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے بڑی اہمیت کا مالک رہا ہے۔ اور آج بھی نہ صرف مملکت اسلامیہ پاکستان بلکہ نئے بین الاقوامی سیاسی حالات میں قوموں کی صف بندی میں پاکستان کے اختیار کردہ راستہ کی روشنی میں چترال بجا طور پر آزاد دنیا کی ایک دور افتادہ اہم چھاؤنی ہے۔ راقم الحروف نے اس دور افتادہ علاقہ کے ماضی و حال کی تاریخ سے اہل پاکستان کو روشناس کرانے کیلئے یہ تاریخ جدید چترال تالیف کی ہے۔

۳۱ دسمبر ۱۹۶۱ء

کمترین

غلام مرتضےٰ مؤلف تاریخ چترال

عہدِ پاکستان کے افسرانِ متعینہ چترال کے مختصر حالات

سنہ ۱۹۴۹ء سے دسمبر سنہ ۱۹۶۱ء تک

(۱) پیر احسن الدین پی اے ایس غیر منقسم ہند میں آئی سی ایس افسر تھے ماہ مئی سنہ ۱۹۴۹ء میں پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہو کر چترال آئے۔ اسوقت ریاست میں سیاسی شورش وغیرہ کی وجہ سے حکمران اور عوام کے تعلقات کشیدہ ہوگئے تھے۔ مگر پیر احسن الدین نے اپنی نیک کوششوں سے اختلافات کو مٹانے میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔ ان کے دوران چترال میں ایک سیاسی تحریک نے جنم لیا اور تحریک مسلم لیگ کا آغاز ہوا۔ آپ نے سیاسی تحریک کے سربراہوں کو قانون کی حد کے اندر امن پسندرہ کر کام کرنے کی تبلیغ کی اور انھیں خدمتِ عوام کے اصلی اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ اور ہز ہائنس سیف الرحمن کو بھی نیک مشوروں سے مستفید کیا۔ آپ ستمبر سنہ ۱۹۴۹ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ چترال کے عوام ان کو عزت و احترام سے یاد کرتے ہیں۔ صاحب موصوف کے دور میں چترال میں ہوائی اڈہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا جو ان کی یادگار ہے۔

۲۔ خان رحیمداد خان آپ اکتوبر سنہ ۱۹۴۹ء میں اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ چترال مقرر ہو کر چترال آئے دو ماہ بعد ہز ہائنس سیف الرحمن کی ریاست سے غیر موجودگی کے دوران ایک انتظامیہ بورڈ چترال میں تشکیل کیگئی جسمیں خان رحیمداد خان صدر مقرر ہوئے اور اس مشکل وقت میں بورڈ کے دیگر اراکین کے ساتھ ملک کی بگڑی ہوئی حالت کو معمول پر لانے کے لئے کافی کوشش کی اور ملک میں قانون کا احترام اور امن و امان قائم کیا۔ شر پسند عناصر کو سختی سے دبایا اس طرح حالات معمول پر آگئے۔ آپ مئی سنہ ۱۹۵۰ء کو یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ گذشتہ سال ان کا انتقال ہوا ہے

خان میر عجم خان آپ مئی سنہ ۱۹۵۰ء میں چترال کے اسسٹنٹ پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہو کر آئے ایک سال بعد ان کو ترقی دے کر ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ چترال مقرر کیا گیا آپ نے انتظامیہ بورڈ کی صدارت پر رہ کر ریاست کے نظم و نسق خاصی دلچسپی لی۔ خصوصاً عدالتی معاملات میں اپنے دور رس ذہنی اور منصف مزاجی لطائف کا ثبوت دیا۔ خان موصوف نے ریاست میں تعلیم کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ اور انکی کوشش سے ریاست کے ہر گاؤں میں پرائمری سکول کھولے گئے جنکی

تعداد ستر سے زیادہ تھی۔ اسلامی دینی تعلیم کیلئے دروش۔ چترال میں دارالعلوم بنائے چترال و دروش کے مڈل سکولوں کو ہائی کا درجہ دیا۔ اور ان کی کوشش سے لاوری درہ پر جیپ گاڑیوں کی آمدورفت کے لئے دو ماہ کے قلیل عرصہ میں سڑک مکمل کیگئی۔

انہیں کے عہد چترال میں ایک نئی پارٹی وجود میں آئی جسے اتحادی لیگ کا نام دیا گیا پارٹی کا نصب العین ہز ہائی نس سیف الرحمٰن کی واپسی تھی ان کے دور میں باوجود سیاسی تحریکات کے ریاست میں امن و امان قائم رہا نومبر ۱۹۵۲ء میں آپ یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔ آپ کی حلیم طبعی لوگوں کے دلوں پر نقش ہے۔

۴۔ لیفٹنٹ کمانڈر عزت بخش اعوان

آپ نومبر ۱۹۵۲ء میں چترال کے ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ اور صدر بورڈ کا عہدہ سنبھالا۔ انکو تعمیرات کا خاص شوق تھا چنانچہ انہوں نے یہاں لائبریری قائم کی اور اسکے لئے بلڈنگ بنائی ہائی سکول کی تعمیرات میں اضافہ کیا۔ پولیس سٹیشن تعمیر کی لاوری درہ پر سنٹر اعوان لاج تعمیر کیا۔ آپ نے ملک کے معاشرتی و تعلیمی ترقی پر بھی توجہ دی چترال میں انٹرمیڈیٹ کالج کھولنے کی تجویز بنائی۔ یہاں سے لڑکوں کو پولیس ٹریننگ کے لئے ہنگو پولیس سنٹر میں بھیجا اور چند لڑکوں کو زراعتی تربیت حاصل کرنے کے لئے پشاور بھیجا۔ ان کے عہد میں چترال میں پہلی بار اعلیٰ قسم کے گندم کا تخم سرکاری طور پر برآمد کر کے عوام میں تقسیم کیا گیا اور کامیاب رہا۔

اپریل ۱۹۵۳ء میں ہز ہائی نس سیف الرحمٰن کے واپسی پر انتظامیہ بورڈ توڑ دیا گیا۔ اور نئے اصلاحاتی ایکٹ کے تحت ریاست کے لئے ایڈوائزری کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ تو مسٹر اعوان ریاست کے چیف ایڈوائزر اور وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ آپ پولو میں بھی شوق سے کھیلتے تھے۔ لیکن چند ہی ماہ میں آپ یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔

۵۔ رانا فرزند علی خان

آپ پولیس سروس آف پاکستان کے ریٹائرڈ افسر تھے۔ دسمبر ۱۹۵۳ء میں ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ و مشیر اعلیٰ چترال کا عہدہ سنبھالا۔ آپ ریاست کی مشاورتی کونسل کے صدر بھی تھے۔ آپ نے پرانے نظام کا خاتمہ کر کے ریاست کی جدید تنظیم کی بنیاد رکھی۔ گورنریوں، حاکموں اور چارویلیوں وغیرہ کے عہدوں کو ختم کر کے ریاست کو دو اضلاع اور چھ تحصیلوں میں تقسیم کیا۔ انکے انتظام کے لئے ڈپٹی کمشنر اور تحصیلدار مقرر کئے۔ دفاتر اور محکمہ جات ریاست کو از سر نو منظم کیا۔ اور ہر ایک محکمہ کے لئے باقاعدہ دستور العمل بنایا جو آج تک رائج ہے۔ آپ نے ریاست کی ترقی کے لئے پنجسالہ ترقیاتی منصوبہ بنایا اور ریاست کے مالیات کو پہلی دفعہ باضابطہ بنا کر پہلا باقاعدہ بجٹ پیش کیا۔ اور ریاست کے ملازمین کی باقاعدہ تنخواہیں مقرر کیں ریاست کی باڈی گارڈ توڑ دی گئی۔ اور تمام اسلحہ و ایمونیشن پولیس فورس کے حوالہ کیا گیا۔ باڈی گارڈ کا نظام بھی ان کے عہد میں ختم ہوا۔ آپ ایک مستقل مزاج، سنجیدہ اور آہنی عزائم کے مالک تھے۔ ریاست میں

موجودہ طرز حکومت کے بانی اور یہاں کی قدیم مروجہ طرز حکومت کے ناسخ آپ کہلاتے ہیں آپ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔

۶۔ سردار محمد بہرام خان پی سی ایس آپ ڈیرہ اسماعیل خان کے اسماعیل زئی خاندان کے چشم و چراغ ہیں اکتوبر ۱۹۵۲ء میں چترال کے ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ و مشیر اعلیٰ کے عہدہ کا چارج لیا۔ آپ کی تشریف آوری کے فوراً بعد ہی ہز ہائی نس سیف الرحمن کا طیارہ کے حادثہ سے انتقال ہو گیا۔ اور ریاست میں پھر سیاسی سرگرمیاں بڑھ گئی تھیں لیکن آپ نے اپنے تجربے و قابلیت سے ان مشکلات پر قابو پا لیا۔ آپ کے دور میں تعلیمی اور دیگر اداروں میں کافی ترقی ہوئی۔ متعدد نئے پرائمری سکول کھولے اور کئی پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا۔ آپ نے یہاں سے اون و ریشم کاری کی تربیت کے لئے لڑکوں کو باہر بھیجا۔ آپ عوام میں بڑے ہر دلعزیز تھے۔ جنوری ۱۹۵۷ء کو یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے۔

۷۔ نواب زادہ محمد ایوب خان آپ جنوری ۱۹۵۷ء میں تشریف لائے اور اپنے عہدہ کا چارج لیا۔ آپ کے عہد میں چترال کے عوام کی ترقی و خوشحالی کے لئے کافی کام ہوئے سب سے اہم واقعہ یہ تھا کہ ریاست کی تاریخ میں پہلی بار عوام کے لئے حکومت کی طرف سے آٹھ ہزار من گندم رعایتی نرخ پر منظور ہوئی جس سے ملک میں غلہ کی قلت کافی حد تک دور ہو گئی۔ بعد میں غلہ اور بھی زیادہ کیا گیا۔ دوسرا اہم واقعہ چترال سے مستوج کی طرف جیپ کی سڑک کی تکمیل تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۷ء کی گرمیوں میں پہلی بار جیپ بونی تک پہنچائی گئی۔ مغربی پاکستان کے گورنر مسٹر اختر حسین بھی اسی سال چترال کے دورہ پر آئے۔ نواب زادہ صاحب نے ریاست بھر کا دورہ کیا۔ انھوں نے ریاست کے ایڈمنسٹریشن کو بُرے عناصر سے پاک صاف کرنے کے لئے سنگین قدم اٹھائے اور کئی اعلیٰ افسروں کو بدعنوانیوں کی وجہ سے معزول کر دیا اور انہوں نے قاضی القضاۃ کا عہدہ ختم کر کے دوبارہ میزان شریعت کا محکمہ قائم کیا۔

موصوف نے چترال کے قومی کھیل پولو کو از سرِ نو فروغ دے کر نوجوانوں کی دلجوئی کی۔ آپ نے چترال پولو ایسوسی ایشن قائم کیا جس کے سربراہ ہز ہائی نس چترال کی جانب سے وہ خود صدر مقرر ہوئے۔ تاکہ ملک میں پولو کی ترقی کے لئے کوشش جاری رہ سکے۔

آپ کے عہد میں ہی اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کا نفاذ ہوا اور انقلابی حکومت فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کی زیر صدارت قائم ہوئی۔

نواب زادہ صاحب دسمبر ۱۹۵۸ء میں یہاں سے تبدیل ہو کر چلے گئے اور ترقی پا کر مالاکنڈ کے پولیٹیکل ایجنٹ اور چترال کے ریجنٹ مقرر ہوئے۔

(۸) سید عمران شاہ ایم اے ایل ایل بی سادات خاندان کے چشم و چراغ دسمبر ۱۹۵۸ء میں چترال تشریف لائے اور اپنے عہدہ کا چارج لیا۔ آپ ایک انصاف پسند

جوانسال افسر ہیں - اور اپنے دورِ وزارت میں ریاست کے چپہ چپہ کا دورہ کیا - اور عوام کے ساتھ رابطہ قائم کیا آپ نے چترال کے تعلیمی و دیگر ترقیاتی کاموں پر خاص توجہ دی - چنانچہ ان کی کوششوں سے پہلی بار حکومت پاکستان کی طرف سے چترالی طالب علموں کو کالج کی تعلیم کے لئے وظیفے منظور ہوئے - اور ریاست کے اندر بھی طلباء کو وظیفے دیئے گئے۔

آپ کی کوششوں سے ڈویژنل ترقیاتی کونسل کی طرف سے دو لاکھ روپے نہر و آبپاشی کی سکیموں کے لئے منظور ہوئے - آپ کے عہد کی سب سے نمایاں یادگار نہر غوچہار کوہ کا آغاز ہے جو ممبرت نالہ سے لا کر ایون گاؤں کے اوپر غوچہار کوہ کے میدان کو سیراب کرنے کے لئے شروع کی گئی ہے اس اسکیم کے مکمل ہونے پر ہزاروں جریب زمین سیراب ہو کر آباد ہونے کی امید ہے۔

آپ نے کلاش کافروں کی ترقی و امداد پر بھی خاص توجہ دی - اور سود در سود کے ذریعہ ان کی جو زمینیں دوسرے لوگوں کے پاس رہن تھیں ان کی واپسی کا حکم دیا گیا - جنگلات کی حفاظت کے لئے قانون بنائے۔

سید عمران شاہ صاحب نے قومی کھیل پولو میں بھی کافی دلچسپی لی - اور ان ہی کی زیر قیادت چترال کی پولو ٹیم نے شندور کے دورہ پر ایک شاندار مقابلہ میں گلگت ایجنسی کی مشترکہ ٹیم کو نو گولوں سے ہرا دیا اس ٹیم میں چترال کے حیدر قلی خان - انوار الملک - مظفر علی خان - سید عبدالودود - دوستی خان اور عبیداللہ خان تھے - آپ مئی ۱۹۶۰ء میں پولیٹیکل ایجنٹ کرم کے عہدہ پر ترقی پا کر یہاں سے تشریف لے گئے۔

۹ - خان نصر من اللہ خان مئی ۱۹۶۰ء میں چترال کے وزیر اعظم و ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ مقرر ہو کر تشریف لائے اور آپ نے آتے ہی سب سے پہلے ملک کی زبان لکھوار سیکھ کر ایک مثال قائم کی - انھوں نے ریاست کے کونہ کونہ کا دورہ کیا اور عوام سے ان کی اپنی زبان میں خطاب کر کے ان کی مشکلات و ضروریات کا جائزہ لیا اور پھر ان کو رفع کرنے کی کوشش کی۔

آپ نے اپنے عہد وزارت میں ملک کی خوراک کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی اور حکومتِ پاکستان سے غلہ امدادی طور پر حاصل کیا - اور ریاست کے اپنے عشر پر ذاتی کنٹرول رکھ کر دانہ دانہ عاشروں سے وصول کر لیا - اس طرح ملک میں عام طور پر خوراک کی جو قلت حکومتی غلہ ہونے کے باوجود پائی جاتی تھی ان کے دور میں بالکل رفع ہو گئی - اور ان کی کوششوں سے پچیس ہزار من گندم حکومت پاکستان نے رعایتی نرخ پر ریاست کو عطا کی۔

خان موصوف کی کوششوں سے چترال میں لیڈی ڈاکٹر کا تقرر عمل میں آیا - اور ویلفیئر ولنٹرز بنیشنرز میں باقاعدہ کام شروع ہو گیا - انہوں نے دواری درہ پر سہال میں ہلاک شدگان پچاس آدمیوں کے پسماندگان کے لئے حکومت کی طرف سے بیس ہزار روپے امداد منظور فرما کر تقسیم کئے - آپ کے عہد میں ریاست کی از سر نو مردم شماری بھی کی گئی - ویلج ایڈ کا محکمہ شروع ہوا - زنانہ سکول کو مڈل کا درجہ دیا گیا - اور مچھلیوں کی

افزائش کا محکمہ قائم کیا۔ بریر۔ اشریت۔ دمیلنساد۔ تریچ میں سرکاری خرچ پر ڈسپنسریاں کھولی گئیں۔ اور ایڈوائزری کاؤنسل کی سہ ماہی میعاد ختم ہونے پر اس کو ختم کر دیا گیا۔ دروش میں نئے پولیس سٹیشن کی عمارت مکمل ہوگئی۔ اس طرح آپ کے عہد میں مختلف محکموں نے ارتقائی منازل طے کیں کہ آپ چترال سے تشریف لے گئے۔

۱۰۔ کپتان اشرف حسین

آپ نے مارچ ۱۹۶۱ء میں چترال کے وزیراعظم و ایڈیشنل پولیٹیکل ایجنٹ کے عہدہ کا چارج لیا۔ اور عہدہ سنبھالتے ہی ریاست کی بہبود و ترقی کے لئے ہر قسم کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنی تشریف آوری کے فوراً بعد ہی ریاست کے تمام ملازمین کی تنخواہوں میں عام اضافہ کا اعلان کیا۔ جس سے ایڈمنسٹریشن پر بہت اچھا اثر ہوا۔ اور آپ کے دور میں ریاست کے ترقیاتی منصوبوں پر کام کی رفتار تیز تر ہو گئی۔ دوسرے پنجسالہ منصوبہ کے تحت ترقیاتی منصوبوں نیز ڈیژنل کونسل پشاور کی سکیموں وغیرہ پر تیزی سے کام شروع ہے۔ اور اکثر تکمیل تک پہنچ چکے ہیں تاجیان لشٹ بونی لشٹ اور ہیلپ کی نہریں مکمل ہو چکی ہیں۔

ریاست میں نرسری کا زراعتی فارم قائم کیا گیا ہے۔ اور اگریکلچر اسسٹنٹ کی تقرری بھی ہو چکی ہے۔ ان کی کوششوں سے پشاور و چترال کے درمیان ہوائی سروس شروع ہوئی جو ان کے عہد کا پہلا کارنامہ ہے۔ اور دوسرا اہم ترین کام ریاست میں بنیادی جمہوریت کے تحت یونین کونسلوں کا قیام ہے۔ جن کے انتخابات یکم جنوری ۱۹۶۲ء تک ختم ہو جائیں گے۔

فقط ۲۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

عہدِ پاکستان کے فیوض و برکات ریاستِ چترال میں

(سنہ ۱۹۴۷ء سے سنہ ۱۹۶۱ء تک)

سنہ ۱۹۴۷ء میں جب مملکت پاکستان عالم وجود میں آیا۔ چترال پہلی سرحدی ریاست تھی جس نے پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔ اس وقت سے اب تک چترال کی پسماندہ ریاست نے حکومت پاکستان کے زیر سایہ جس قدر ترقی حاصل کی ہے وہ قابل فخر ہے اور چترال اپنی قسمت پر نازاں ہے کہ اسلامی حکومت پاکستان کا ایک آزاد حصہ بن کر اس نے ترقی کی منازل طے کیں۔ اور آج پاکستان کی برکت سے دوسرے ترقی یافتہ حصوں کے مدمقابل کھڑا ہے۔ حکومت پاکستان کے فیوض و برکات کا جو اس مختصر ملک و آبادی کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکے ہیں اس مختصر مضمون میں اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے لیکن پھر بھی چند مختصر الفاظ میں ان پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں

۱۔ تعلیم: حکومت پاکستان کے قیام کے بعد اس ریاست میں سب سے زیادہ اہمیت تعلیم کو دیگئی ہے تاکہ ملک کا بچہ بچہ زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو۔ قیام پاکستان سے قبل ساری ریاست میں ایک مڈل سکول اور چند چند مکتب تھے۔ لیکن تعلیمی میدان میں ہماری ترقی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آج ریاست میں دو ہائی سکول اور تقریباً اسی پرائمری سکول ہیں۔ چترال میں زنانہ مڈل سکول اور دروش میں زنانہ لوئر مڈل سکول بھی جاری و قائم ہیں۔ چترال و دروش میں اسلامی تعلیمات کے لئے دارالعلوم بھی قائم ہو چکے ہیں حکومت پاکستان نے ریاست کے مالی حالات کے مدنظر یہاں کے تعلیمی اخراجات کا بارِ گراں بہت حد تک اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ چترال کے طلباء کو پشاور و دیگر کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے اکتالیس وظیفے عطا کئے ہیں۔ نیز ریاست کے اندر بھی (۴۳) تینتالیس طلباء کو وظائف دے رہی ہے۔ زنانہ مڈل سکول کے سارے اخراجات خود برداشت کررہی ہے اور چترال و دروش ہائی سکول کے اخراجات بھی اپنے ہاتھ میں لینے کا معاملہ زیر غور ہے۔ اس کے علاوہ بونی میں ہائی سکول گورنمنٹ کے خرچ پر بنانے و چلانے کا بھی منصوبہ بنایا گیا ہے۔ ریاست میں تعلیم مفت ہے اور نادار طلباء کو مفت خوراک و رہائش کی مراعات بھی حاصل ہیں۔ طلبا کو جنگلات و دیگر شعبوں میں ٹریننگ کے لئے ہر سال تربیت گاہوں کو بھیجا جاتا ہے۔

۲۔ صحت عامہ: قیام پاکستان سے پہلے چترال و دروش میں ایک ایک ہسپتال تھے لیکن گذشتہ چند سالوں کے اندر بارہ ڈسپنسریاں (شفاخانے) ریاست کے مختلف حصوں میں کھولے گئے ہیں جہاں تربیت یافتہ

کمپاؤنڈر ضرورتمند مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ موجودہ ہسپتالوں میں ادویہ و دیگر اشیائے ضروریات کو زیادہ کیا گیا ہے۔ وبائی امراض و ٹی بی کے خلاف مہم چلانے کے لئے ہر سال میڈیکل ٹیم چترال آتی ہے ایک ہیلتھ سنٹر چترال میں کھولا گیا ہے جس کے لئے لیڈی ہیلتھ وزیٹر بھی آچکی ہے۔ دروش میں ہیلتھ سنٹر زیر تعمیر ہے ایک لیڈی ڈاکٹر کی تقرری بھی کی گئی ہے۔ پنجسالہ منصوبہ کے ماتحت بونی میں ہسپتال اور متعدد دیگر مقامات پر شفاخانوں کا پروگرام ہے نیز حیوانات کے ہسپتال بھی قائم کئے جائیں گے۔

(۳) سڑکیں :۔ حکومت پاکستان کے قیام کے بعد سڑکوں پر خاص توجہ دی جارہی ہے پہلے چترال و دروش کے درمیان موٹر کی سڑک تھی۔ اور چترال سے آگے خچر کی سڑک تھی۔ اور موٹریں دیر تک آتی تھیں۔ گذشتہ چند سالوں کے اندر لاریوں کی سڑک لاوری ٹاپ پہنچا دی گئی ہے۔ اور وہاں سے اشرت تک جیپ کی سڑک تعمیر ہوگئی ہے اشرت سے چترال تک لاریوں کی باقاعدہ آمد و رفت جاری ہے۔ چترال سے مستوج روڈ کی مرمت جیپ چلنے کے قابل بنا دیا گیا ہے۔ گہیرت سے بریراور دروش سے ارندو تک جیپ سڑک تیار ہوچکی ہے اور چترال سے گرم چشمہ اور چترال سے ببرت تک جیپ سڑک بنانے کا منصوبہ زیر غور ہے۔ لواری پر تمام سال کام آنے والی سڑک کا منصوبہ زیر تعمیر ہے۔ اور چند سالوں کے اندر یہ منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیگا۔ لواری کے نیچے سے سرنگ نکالنے کا منصوبہ بھی زیر تجویز ہے اور اس کا سروے بھی کیا جاچکا ہے۔

۴۔ آب پاشی کی اسکیمیں :۔ ریاست چترال خوراک کے سلسلہ میں کم پیداوار والا علاقہ ہے۔ اور یہاں غلہ کی قلت رہتی ہے۔ آبادی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور قابل کاشت زمین کم ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کیلئے جا بجا بنجر زمینوں کو آباد کرنے پر حکومت زیادہ سے زیادہ توجہ دے رہی ہے چنانچہ گذشتہ چند سالوں میں متعدد جگہ چھوٹی چھوٹی سکیمیں مکمل کی جاچکی ہیں اب حکومت نے بڑی بڑی سکیموں پر عملدرآمد شروع کر دیا ہے چنانچہ ببرت نالہ سے غوچہار کوہ کے وسیع میدان کے لئے نہر نکالنے کا کام شروع ہے اور پندرہ میل میں سے تقریباً پانچ میل مکمل ہوچکا ہے اسکی تکمیل پر ہزاروں جریب زمین زیر آب آئے گی۔ اسی طرح شمالی چترال میں تاجیاں لشٹ۔ کچرونی۔ دراغولشٹ وغیرہ کی سکیمیں بھی شروع ہوچکی ہیں۔ حکومت پاکستان نے اپنے خزانہ سے ان کے لئے تقریباً دو لاکھ روپے منظور کئے ہیں۔

۵۔ خوراک :۔ ریاست میں خوراک کی کمی کو دور کرنے کے لئے فوری امداد کے طور پر حکومت نے ابتک پچاس ہزار من گندم بطور امداد دی ہے اور اس کا کرایہ پشاور سے چترال تک خود برداشت کر کے پشاور کی قیمت خرید پر یہاں کے لوگوں پر فروخت کی جارہی ہے جس کی وجہ سے عوام کی مشکلات خوراک کے بارے میں بہت حد تک کم ہوگئی ہیں۔

(۶) صنعتی سکیمیں :۔ حکومت پاکستان نے ریاست کی پسماندہ حالت کے مدنظر یہاں متعدد ترقیاتی صنعتی سکیمیں شروع کی ہیں تاکہ ملک کے لوگ اپنی گھریلو صنعتوں کو مزید ترقی دے کر فارغ البالی حاصل

کریں۔ چنانچہ اُون کے بننے اور اسکی تربیت کا ایک سنٹر یہاں کھولا گیا ہے۔ جہاں مقامی لڑکوں کو اچھے طریقے سے بہتر اُون کاتنے۔ بننے اور کپڑے بنانے کے طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ اسکے علاوہ

(۲) ریشم کاری کا سنٹر بھی کھولا گیا ہے۔ جہاں ریشم کے کپڑے پالنے اور ان سے ریشمی تار نکالنے اور ان سے ریشمی تار نکالنے کا کام سکھایا جاتا ہے۔ دونوں صنعتیں یہاں ترقی پر ہیں اور عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

(۳) حال ہی میں دیہات سدھار کا ادارہ بھی یہاں کھولا گیا ہے۔ تاکہ دیہات میں عوام کو اپنی اصلاح و ترقی کے راستے بتائے جائیں۔ اور ان کے اندر اپنی مدد آپ کا جذبہ پیدا کر کے اُن کو ان کی ترقی میں مدد دی جاسکے۔ اس مقصد کے لئے یہاں کے تعلیمیافتہ طلباء کو پشاور سے تربیت دے کر ہر گاؤں میں بھیجا جائے گا

(۴) ان کے علاوہ اب زراعت کے ترقی کا محکمہ قائم کیا جا چکا ہے جسکے زیر انتظام زرعی فارم قائم ہو گئے ہیں پودوں کی حفاظت چوہوں کو مارنے اور مصنوعی کھاد کی تقسیم کا کام شروع ہو چکا ہے۔ امید ہے کہ چترال جیسے زراعتی ملک میں اس محکمہ کا اجرا عوام کیلئے بہت فائدہ مند ہوگا۔ میوہ دار درختوں کی افزائش کا محکمہ اس محکمہ کا ایک بہترین مقصد ہے۔ کہ جس سے میووں کی پیداوار میں مزید اضافہ ہونے سے عوام کے اقتصادی حالات میں ترقی کے ذرائع حاصل ہونگے۔

(۵) چترال میں مچھلیوں کی افزائش کے لئے بھی محکمہ کھولا جا چکا ہے۔ جو ٹراوٹ ڈیویلپمنٹ افسر کے ماتحت ہے یہ محکمہ جا بجا مچھلیوں کی افزائش کے لئے نرسریاں قائم کر رہا ہے۔

(۶) حکومت پاکستان نے ملک کے جنگلات کی ترقی اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے فارسٹ ورکنگ پلان بنانے کا بندوبست کیا ہے جس کے لئے جنگلات کے ماہرین یہاں کام کر رہے ہیں۔ اسکے نتیجہ پر ایک طرف جنگلات سے ریاست کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہوگا۔ بلکہ اسکے ساتھ ساتھ نئے جنگل لگانے اور موجودہ جنگلات کی حفاظت کا بھی انتظام بہتر طریقے سے کیا جاسکیگا۔

(۷) ریاست کی معدنیات کو نکالنے اور ان کو ترقی دینے پر بھی کافی توجہ دی جاری ہے۔ فی الحال انٹی منی کی کان پر کام ہو رہا ہے۔ لیکن معدنیاتی ماہرین ریاست کے تمام حصوں کا سروے کر کے معدنیات کی تلاش و تحقیق میں مصروف ہیں اور جلد از جلد ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا امکان ہے۔

(۸) چترال کو ریڈیو ٹیلیفون کے ذریعہ پاکستان کے دوسرے حصوں کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ جو تار وغیرہ کے علاوہ اس کے بیرونی ملکوں سے تعلق کا بہتر ذریعہ ہوگا۔

(۹) حکومت پاکستان نے عوام چترال کے ساتھ ہمدردی کی ایک بہترین مثال یہ قائم کی ہے کہ گذشتہ سال لاوری کے ہلاک شدگان کے لئے بیس ہزار روپیہ کی امداد فرمائی جو اُن کے ورثاء میں تقسیم کر کے ان کے غم اور مصیبت کو

کو دور کرنے میں معاون بنی۔ اسکے علاوہ چار ہزار روپیہ سیلاب زدگان کی امداد کیلئے عطا فرمایا جو ان کی بے سروسامانی میں کام آیا۔

(۹) چترال و پشاور کے درمیان آمد و رفت کو آسان بنانے کے لئے ہوائی سروس کا اجرا کیا۔ چنانچہ یہ سروس جاری ہو چکی ہے۔

(۱۰) حال ہی میں بنیادی جمہوریتوں کی سکیم بھی چترال میں جاری کی گئی ہے۔ جس کے ذریعے عوام کو ملک کے ترقیاتی کاموں میں بیش از بیش حصہ لینے کے مواقع ملینگے۔ اور ریاست مزید ترقی کر سکیگی۔

مطبوعہ

پبلک آرٹ پریس

بیرون کابلی گیٹ پشاور

تذکرہ
اقوامِ چترال
اور اُن کے مشاہیر

مرتبہ

خادم قوم غلام مرتضیٰ

ابن علامہ مرزا محمد غفران مرحوم

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۂ اقوامِ چترال اور اُن کے مشاہیر

ریاست نا شفاد حال چترال کے پرانے خاندانوں و معتبر قوموں اور ملک کے معزز رجال کا ایک مجمل تذکرہ و تعارف جسے ریاست کے ایک ادیب فاضل مرزا محمد غفران مرحوم نے تاریخ چترال فارسی میں تالیف کیا تھا بعد جب تاریخ چترال ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے مزید علمی ریسرچ سے از سر نو ترتیب دیگئی تو مرحوم تذکرۂ مشاہیر میں بھی مزید توسیع کی تمنا رکھتے تھے۔ مگر ان کی وفات کے المناک حادثہ نے اس کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دیا۔ تاہم جو کچھ فراہم ہو سکا سلسلہ کے روابط کو ما بعد کے باقیماندہ افراد سے پُر کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

اس کا مسودہ فارسی میں تھا مگر چونکہ تاریخ چترال کا ترجمہ اردو میں ہو چکا تھا لہٰذا ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس کا بھی اردو میں ترجمہ کیا گیا۔ جس کے ترجمہ کے بارِ گراں کو اٹھانے کی ہمت اللہ تعالےٰ نے محترم سید غلام حسن کاظمی مظفر آباد حال افسر تعلقات عامہ منگلا ڈیم پراجیکٹ میرپور کو عطا فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے اسے اردو زبان میں منتقل فرمایا اور اسے بعض فاضلانہ نکتوں سے بھی زینت بخشی۔ مگر انکے ترجمہ کے بعد اسمیں کچھ ردو بدل اور ترمیمات کی حاجت ہوئی جس کے سبب سے ترجمہ کی پروف ریڈنگ میں اصلاح کے موجبات موجود ہیں۔ بہرحال میں محترم کاظمی صاحب کی خدمت میں اپنا ناچیز ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں اور معذرت کرتا ہوں کہ باوجود مصروفیات ملازم کے آپ نے میری اس قلمی یادگار کی تکمیل میں جس خلوص سے کام کیا ہے۔ اور اپنے اوقات گرامی کی قربانی کی ہے میں آپ کا شکر گذار ہوں۔

ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ اگرچہ کوہستان چترال یعنی سرزمین کھو ایک مختصر سا خطۂ زمین ہے اور بظاہر یہ گمان نہیں ہوتا کہ یہاں معتبر جنگجو اقوام اور نامور رجال کا وجود بھی ہو سکتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم سے یہاں کے باشندے شجاعت شعار اور اقران و امثال میں نامور چلے آتے ہیں۔ اہل بدخشاں کہ جن کا اس ملک سے تعلق ہمسائیگی ہے نے ساز و سامانِ جنگ کی فراوانی اور کثرت نفوس و ہجوم کے باوجود جب بھی لشکر نے اس ملک پر لشکر کشی کی۔ چترال کے حفظ و دفاع نے ان کو عاجز کر ڈالا۔ اور ہر بار ان کو نادم و شرمسار ہونا پڑا۔ چنانچہ اہل چترال کی ترکتازیوں اور نبرد آزمائیوں و شمشیر زنیوں کا یہ عالم تھا۔ کہ کافرستان بالکل حال نورستان پر امیر تیمور صاحبقران نے سنہ ۸۰۰ھ میں لشکر آرائی کی اور خود صاحبقران بھی اس حملہ میں شریک تھے۔ ناکام رہے مگر وہ اس ملک کے مورثِ اعلیٰ محمد بیگ کی جنگ آزمائیوں اور شمشیر زنیوں کا پامال تھا۔

اہل چترال کی جنگجوئیاں اس قطع کی تھیں کہ اگر ایک طرف چغانسرائے ان کی پامالیوں کی آماجگاہ تھا تو دوسری

طرف سرزمین جندول کو بدریغ لتاڑتے رہے۔ شمال مشرق میں ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی گرد و غبار نے اڑ کر چیلاس جسے سنسکرت میں شلتاس کا نام دیا گیا ہے۔ سے کوہستانوں کو ڈھانپ لیا تھا تو ادھر مغرب میں دادی اباسندھ کا ناغور ہند نڈھال رہتے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جندول کا وہ شہر جسے بازاہرک سے موسوم کرتے تھے اہل کاشغر کے تاخت و تاراج سے کھنڈرات کا انبار بن گیا تھا (اہل کاشغر سے مراد اہل قاشقار ہیں نہ کہ کاشغر کلاں) مابعد ان کھنڈرات پر نیا قلعہ آباد کیا جسے انوپ قلعہ کہتے ہیں۔ آثار دور محمد بیگ آج بھی کہیں نہ کہیں دکھائی دیتے ہیں۔

ناظرین با تمکین سے پوشیدہ نہیں کہ ریاست چترال کہوستان کے نام سے اس لئے بھی مشہور ہے کہ کہو قوم کی سرزمین رہی ہے جب سکندر یونانی نے ایران کو فتح کرلیا اور کابل کے راستے ہندوستان کی تسخیر کا عزم کیا تو کابل سے اسمار پہنچا۔ کہو قوم جو وہاں آباد تھی نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ کہا جاتا ہے کہ سکندر کے ایک فوجی دستہ نے چترال پر بھی حملہ کیا تھا اور اس دستے نے اسمار کے قریب دریا کو عبور کیا تھا اس دریا کو کواسپس کا نام دیا گیا ہے یعنی دریائے کہو۔ بالفاظ دیگر کہو قوم اس عہد میں اسمار تک تسلط پذیر تھی۔ اور سکندر یونانی جیسے شہرۂ آفاق حملہ آور کا مقابلہ کیا اور اپنے ملک کی لاج اور آزادی کو بچا لیا۔

عہد جدید کے کارنامے جو بریکوٹ اور اسکردو کے محاذات پر دشمنوں کے مقابلہ میں اہل چترال کی شجاعت سے یاد ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس قوم کے کارنامے ہیں۔ جو باوجود قلت نفوس کے دشمنوں کو عاجز کر ڈالا۔ اور بلتستان کی مشہور چھاؤنی پر قبضہ کر لیا۔ لہذا چترال کی اقوام اور ان کے مشاہیر کا مختصر ضمیمہ تاریخ چترال میں شامل کرتا ہوں۔ ساتھ ہی یہاں کے علماء و فقرا، فضلا اور شعرا کے نامور رجال کا تذکرہ بھی یہاں سپرد قلم کیا گیا ہے تاکہ یادگار رہے اور ریاست کے حکمرانوں کی قدر جلالت اہل مملکت کی شجاعت و جسارت کے کارناموں سے زندہ و جاوید رہے کیونکہ اگر تاریخ نہ ہو تو نہ کسی ملک کے بادشاہ کی عظمت دنیا میں قائم رہتی ہے نہ قوم کے کارنامے۔

ناظرین سے التماس ہے کہ شاہ کٹور اول کے خاندان سے اس موضوع کا آغاز کیا جا رہا ہے کہ ریاست چترال کا موجودہ حکمران انہیں کی نسل سے ہے پھر اقوام کے مشاہیر جو عہد رئیسہ سے اتالیک ممتاز چلے آئے ہیں۔ اعلیحضرت سے مراد سر شجاع الملک مرحوم ہیں یہ ان کا قومی خطاب تھا اور اہل ملک اسی خطاب سے ان کو یاد کرتے ہیں۔ فقط یکم نومبر ۱۹۶۱ء

نیازمند خادم قوم و وطن

غلام مرتضےٰ فرزند علامہ مرزا محمد غفران مرحوم

سابق لفٹنٹ کوارٹر ماسٹر باڈی گارڈ ریاست

خاندانِ کٹوریہ کے مشاہیر

۱۔ عبد الغنی خان ابن شاہ کٹور اوّل

یہ ایک شہرت یافتہ شخصیت کا مالک تھا اپنے والد کی زندگی میں علاقہ تورکہو کی حکومت پر مامور اور وہاں ہی قیام پذیر تھا۔ مہتر سنگین علی کے عہد میں بھی بدستور تورکہو پر مامور رہا۔ مہتر محمد غلام کے زمانے میں دراسن پر لشکر کشی کی مگر شکست کھائی۔ مقابلہ اور استقامت کی تاب نہ لاکر دوخان چلا گیا۔ اور وہاں پناہ گزین ہوا۔ مہتر شاہ افضل اول کے عہد حکومت میں وہاں سے واپس آکر تورکہو میں شورش کا آغاز کیا۔ باشندگان تورکہو نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور بغاوت کے جرم میں موضع استارہ میں قتل کر دیا گیا۔ اسکی اولاد میں سے سلائی خان ایک معروف شخص تھا جس کی اولاد موڑکہو میں موجود ہے۔

۲۔ شاہ غیرت ابن شاہ کٹور اوّل

شاہ غیرت کا لڑکا اعظم خان اور اس کے لڑکے میر ولیس خان اور کامران نامور لوگوں میں سے تھے۔ اعظم خان بیلم میں مہتر شاہ نواز خان کے لڑکے مسلم شاہ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا ان کے پوتے پڑپوتے موضع دنین میں رہتے ہیں۔

۳۔ فرّخ سیر ابن شاہ کٹور ثانی

فرّخ سیر بڑا نامور جوان تھا۔ باپ سے بغاوت پر آمادہ ہوا اور موضع لنکوہ میں جنگ برپا کی۔ اور شکست کھا کر بدخشان کی طرف فرار ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد واپس آیا اور باپ سے معافی مانگی اور پدرانہ شفقت سے ہمکنار ہوا۔ دوسری بار عم محترم مہتر سربلند خان پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ نے لشکر بھیجکر گرفتار کر لیا۔ اور نشتر لگا کر آنکھوں کو زخمی کرا دیا۔ زخموں سے صحت یابی کے بعد اسکو جلا وطن کیا گیا اور وہ باجوڑ سے گھومتا ہوا بیلم پہنچا اور مسلم شاہ کے پاس قیام پذیر ہوا۔ اور سازش کے الزام میں مسلم شاہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کی نعش چترال بھیجدی گئی۔

۴۔ ہمایوں شاہ بن فرّخ سیر

ہمایوں شاہ معروف شخصیت کا مالک تھا والد کے قتل ہونیکے بعد اپنے جد بزرگوار مہتر آمان الملک کے زیر سایہ تربیت پائی اور نوازش شاہانہ سے علاقہ شغور کی حکومت پر سرفراز ہوا۔ لیکن ایک سال بعد تحقیق شاہ کے بیٹے سید علی شاہ نے جو اپنے والد کے قتل کے بعد دیر و سوات میں پھر رہا تھا۔ مہتر محترم شاہ ثانی کے دیر میں گولی کا نشانہ بنا دیا۔ غزن خان والئے دیر نے اس کا جنازہ چترال بھجوا دیا۔ اور بادشاہ کو خبردار کیا کہ ہمایوں شاہ اور اس کے لڑکوں کے اشارے سے آپ کے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے اور دشمن اب خود تمہاری

جان لینے کے درپے ہیں لہذا مہتر محترم شاہ ثالث کے قتل کے الزام میں ہمایوں شاہ معہ اپنے دو بیٹوں، ہدایت شاہ و قناعت شاہ کے شغور ہی میں قتل ہوئے۔ اور اس کے تین خورد سال بچے یعنی شاہ افضل میر حیدر۔ بہرام خان جو بادشاہ کے بھانجے تھے قتل سے مامون رہے۔ اور شغور سے خارج کر کے نغر مقام پر رہائش کے لئے بھیجد یا گیا۔ اور اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں تینوں اعزاز سے رہے۔ بہرام خان نے سرکاری لیویز محکمہ میں صوبیداری بھی پائی یہ بہادر شخص تھا۔ ایک انگریز افسر کی جان بچانے کے صلے میں جبکہ وہ چیتا کے حملہ سے زخمی ہو گیا تھا۔ تمغہ اور انعام بھی حاصل کیا۔ اسکے لڑکے فضائی ملک و عبدالعزیز خان ریاستی رسوخ میں حصہ دار نہ ہوئے مگر عوام میں معتبر ہیں۔ آجکل اُن کی اولاد نغر مقام میں آباد ہے۔ شاہ افضل کے لڑکوں میں محمد زمان خان اپنے خاندان میں معتبر تھا پھر اس کا لڑکا محمد امین جان تعلیم پا کر ریاستی باڈی گارڈ کے دفتر میں ملازم ہوا اور بتدریج ترقی پا کر آنریری صوبیدار کا خطاب حاصل کیا لائق و معتبر شخص ہے۔

میر حیدر خان کا لڑکا صوفی سکندر خان معروف شخص تھا۔ ۱۹۲۶ء میں ایک سیاسی سازش میں ماخوذ ہو کر ایبٹ آباد ضلع ہزارہ کی جیل میں محبوس رہا تھا۔ رہائی کے بعد واپس چترال آیا۔ گوشہ نشین رہا۔ اور یہیں انتقال کیا۔ اس کا لڑکا محمد وکیل خان پولیس فورس میں عہدہ دار ہے۔

۵ - ریحان شاہ بن میر غضب شاہ

شاہ کٹور ثانی کا پوتا تھا۔ صاحب اعتبار و لیاقت شخص تھا مہتر شاہ افضل ثانی نے اسے موڑکھو کی حکومت تفویض کی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اسے بادشاہ کی شرف دامادی کا مرتبہ بھی حاصل تھا۔ مگر شہزادہ تجمل شاہ سے خفیہ سازباز اور فتنہ آرائی کی پاداش میں قتل ہوا۔ اس کا لڑکا بہادر شاہ بڑا پاکیزہ خصلت اور نیک سیرت شخص تھا۔ مہتر نظام الملک کے عہد میں مرتبہ وزارت پایا۔ اور ان کے ہمرکاب کابل بھی گیا۔ اس کا لڑکا محمد نادر شاہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز رہا اور ممبران کونسل میں شامل تھا۔ ۱۹۵۶ء اس کے خاندان سے پناہ دستگیر ممبران عدلیہ کونسل میں شامل ہوا۔ اس کا خاندان عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔

۶ - شہزادہ تجمل شاہ ابن شاہ کٹور ثانی

یہ شاہزادہ شاہ کٹور ثانی کے مقرب ترین فرزندوں سے تھا علم و فضل میں کامل دستگاہ رکھتا تھا شیخ حسام الدین صاحب قندی علیہ الرحمتہ کے سلک ارادت میں منسلک تھا۔ شاہزادہ تجمل شاہ کے بھائی مہتر شاہ افضل ثانی نے والد کی وفات کے بعد اسے علاقہ دروش پہ حاکمانہ تصرف بخشا مگر اسی پہ قانع نہ رہ سکا۔ مزید برآں بھائی پہ حملہ بھی کیا۔ جنگ برپا ہوئی۔ آخر مہتر شاہ افضل کے لڑکوں محترم شاہ ثالث اور میر افضل کے ہاتھوں قتل ہوا۔ شاہزادہ تجمل شاہ کی شخصیت ایک عالم دین۔ ایک جوان صالح اور صوفی مشرب اوصاف سے متصف تھی اس کا لڑکا ملک شاہ لائق شخص تھا۔ لیکن بخت نے یاوری نہ کی اور جلا وطنی ہی میں انجام کو پہنچا۔ اور اسکا بھائی

تحمل شاہ جب جلاوطنی کی زندگی سے تنگ آکر وطن میں واپس آیا تو سردار نظام الملک نے قرابت مادری کی رعایت سے علاقہ ورشگوم اس کے تصرف میں دے دیا۔ سردار مرحوم کی وفات کے بعد ورشگوم سے نکالدیا گیا۔ اور بونی میں سکونت پذیر ہوا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد اعزاز سے زندگی بسر کی۔ پھر اسکا لڑکا قمر شاہ جہان بھی موجودہ عہد میں معزز ہے۔ اسکا لڑکا نادر شاہ جہان سکاوٹس میں صوبیداری کے عہدہ پہ ممتاز اور لائق جوان ہے۔

ملک شاہ بن تحمل شاہ کی شخصیت جو اوپر ذکر ہوا۔ اس نے باشقل اور بدخشان کے درمیان بھی آمدورفت رکھی تھی۔ چنانچہ میر محمود شاہ والئی بدخشان کے چترال پر حملہ کے موقع پر بدخشان پہنچا اور میر بدخشاں کے لشکر میں شامل ہوگیا۔ اسکا لڑکا صوفی اعظم خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد کے معتبرین سے تھا۔ اور ہمہ وقت زہد و قناعت میں محو رہتا۔ مرد صالح تھا اور سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھا۔

۷۔ مہتر جو ذوالفقار شیر ابن شاہ کٹور ثانی

معززین خاندانِ شاہی سے ہونے کے باوجود بذاتِ خود بھی معزز تھے۔ شاہ افضل ثانی اور مہتر امان الملک کے عہد تک بڑے اعزاز سے زندگی بسر کی۔ نامور شخص تھے اور بحیثیت وزیر یاد کئے جاتے تھے شاہ امان الملک کے دربار میں بڑے رسوخ کے مالک تھے۔ انکا لڑکا محمد شیر بھی معزز تھا۔ اور ایک لڑکا زلف ہنر شیراب سکاوٹس میں صوبیدار ہے۔ اور لائق یاد ہوتا ہے۔ اگر اپنی تصویر تاریخ میں چھپواتے تو یادگار رہتی مگر تساہل سے کام لیا۔

۸۔ مہتر جو نصراب شاہ ابن شاہ کٹور ثانی

شاہی خاندان سے معزز اور نامور شخصیت کے مالک تھے آپ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں نوے سال کی عمر میں انتقال کیا ان کے تین لڑکے تفضل شاہ، جنگور شاہ اور نزاکت شاہ ملک کے لائق عناصر سے تھے۔ چوتھا لڑکا خان بھی شاہی دربار میں معتبر تھا۔ جنگور شاہ اور خان کونسل عدلیہ کے ممبر رہ چکے ہیں۔

تفضل شاہ کے لڑکے محمد غلام و مکمل شاہ و غلام حیدر و عبدالکریم خان بھی قابل ذکر ہیں۔ محمد غلام لنگر کاری لیویز میں صوبیدار تھا۔ پھر عدلیہ کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا۔ اور مکمل شاہ محکمہ جنگلات کا افسر تھا پھر کونسل ممبر ہوا۔ لائق اشخاص میں شمار ہوتا ہے۔ غلام حیدر ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار اور قواعد کا انسٹرکٹر تھا۔

نزاکت شاہ کے دونوں لڑکے خانی خان و محمد حنیفہ تعلیم سے آراستہ اور شاہی ملازمت میں منسلک رہے ہے خانی خان پھر کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا اور اس کا بھائی محمد حنیفہ نئی تنظیم کے بعد گودام و تحصیل میں کلرک ہے فارسی میں دونوں کافی مہارت کے مالک اور ملک کے معتبروں سے ہیں۔ عبدالکریم خان کا لڑکا اب سکاوٹس میں جمعدار ہے لائق نوجوان ہے،

۹۔ شہزادہ غضنفر شاہ ابن شاہ کٹور ثانی

یہ شہزادہ اپنے والد کی زندگی میں ہی خندرہ کی حکومت پر فائز ہوا اور والد کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ محتشم شاہ و کرم علی شاہ انکے لڑکے تھے محتشم شاہ کے دو لڑکے جنگور شاہ و شاہجہان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر تھے اور لشکور میں متوطن تھے اور کرم علی شاہ کے دو لڑکے صدر علی شاہ و غلام علی شاہ۔ اور طیب شاہ بھی قابل شخص تھے۔ مہتر افضل الملک کے عہد میں طیب شاہ بطور سفیر مہاراجہ کشمیر جایا کرتا تھا

اولاد شاہ افضل ثانی

۱۰۔ شہزادہ میر افضل خان: یہ اپنے والد کے عہد میں عزت و شہرت کا مالک تھا۔ اور پرگنہ دروش کی حکومت پر

فائز تھا۔ لیکن اس پر قناعت نہ کر سکے۔ اور بے اعتدالیاں کیں۔ ان حرکات سے والد کو تنگ کیا۔ بالآخر مہتر مرحوم بوجہ مجبوری شہزادہ کو گرفتار کر کے قلعۂ دراسن کے زندانخانے میں قید کر دیا۔ اور اپنی ناکردہ بداعمالی کی پاداش میں قلعہ کی قید سے فرشتہ موت نے آزاد کیا۔ کوئی اولاد نہ تھی ؏ ایک جان تھی سو وہ بھی ہوس کی نذر ہوئی

۱۱۔ شہزادہ شیر افضل خان

یہ مہتر شاہ افضل کے فرزند مہتر شیر افضل خان بڑے نامور شخص تھے۔ مہتر امان الملک کے عہد میں علاقہ تورکہو میں رضاعت و تربیت پانے کے بعد جب جوان ہوئے یہ علاقہ ان کی جاگیر میں محسوب تھا۔ مگر ساتھ ہی سردار نظام الملک بھی علاقہ تورکہو میں رضاعت پائی۔ جب وہ بھی جوان ہوئے تو شیر افضل خان نے علاقہ تورکہو میں اپنے قیام کو متزلزل خیال کیا اور فرار ہو کر وخان جانے کا ارادہ کیا۔ مہتر امان الملک جب صورت حالات سے آگاہ ہوئے تو انھوں نے شہزادہ شیر افضل خان کو وہاں سے چترال بلا کر موضع ایون میں رہائش کے حقوق دیدیئے مگر شہزادے نے وہاں سے رخت سفر باندھا۔ اور ریاست دیر میں جا پہنچا۔ اور پھر کوہستان باشقر میں طرح اقامت ڈالی۔ اور امیر کابل شیر علی خان سے امداد کا طلبگار رہا۔ اور اس کے بعد امیر عبدالرحمٰن خان کے ہاں چلا گیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان کو جنگ قندہار کی مہم پیش آئی تو شہزادہ شیر افضل خان نے اس جنگ میں شجاعت و شہامت کے وہ جوہر دکھائے کہ امیر موصوف کے منظور نظر ہو گئے۔ اور امیر صاحب نے شہزادہ کو مع عیال بدخشان میں قیام کی سرفرازی بخشی۔

مہتر امان الملک کی وفات کے بعد جنگی منصوبہ کے تحت چترال پر ایک عظیم شبخون مارا۔ لنگوہ میں مہتر جو مرید دستگیر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شغور میں پہنچکر شاہزادہ امیر الملک بمقابلہ پالیا۔ اور دوسری رات خاص چترال پر شبخون مارا اور عالم بے خبری میں مہتر افضل الملک کو قتل کر ڈالا۔ اور ستائیس دن چترال پر حکومت کر کے جب جنگ دراسن میں ہزیمت پائی تو براہ اسمار کابل واپس چلا گیا۔ اور سردار نظام الملک تخت چترال پر متمکن ہو گئے۔

سردار نظام الملک کے قتل کے بعد جب عمرا خان والی جندول چترال میں آیا۔ تو شہزادہ شیر افضل خان باجوڑ کے راستے دوبارہ اس ملک میں داخل ہوا۔ شہزادہ شیر افضل خان اور انگریز افسروں کے مابین چترال خاص میں ہولناک جنگ برپا ہوئی۔ جس کے مفصل حالات تاریخ چترال میں قلمبند کئے جا چکے ہیں۔ محاصرہ کے بعد انگریز افسروں نے مہتر شیر افضل خان کو دیر میں گرفتار کر لیا۔ گرفتاری کے بعد ہندوستان میں لیجا کر نظر بند کر دیا گیا۔ سولہ برس کے بعد ۱۹۱۱ء میں نظر بندی ہی میں انتقال کر گئے۔ مہتر مرحوم بڑے شجاع اور مستقل مزاج انسان تھے۔ بخت کی نارسائی نے ان کی یاوری نہ کی۔ ان کے دونوں لڑکے نور افضل خان و شاہ نادر خان کابل ہی میں فوت ہوئے۔ اور ان کی ایک شہزادی ان کی وفات کے بعد چترال آئیں۔ اور اعلیحضرت سر شجاع الملک کے سلک ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ مگر قلیل عرصہ کے بعد اس نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ کوئی اولاد نہیں تھی۔ مہتر مرحوم کے ساتھ جو لوگ یہاں سے غریب الوطن ہوئے وہ بھی سب واپس آ گئے۔ جنمیں مرزا عافیت خان

قابل ذکر ہے۔ وہ ان کا بڑا وفادار ملازم تھا اور تورکہو کا باشندہ تھا۔ اعلیحضرت نے اس کو رہائش کیلئے زمین دی اور توشہ خانہ میں ملازم رکھ کر اسکی پرورش فرمائی۔ مہتر مرحوم کی وفات کے ۲۳ برس بعد اعلیحضرت مرحوم نے اپنے معتمد خاص قاضی محمد جہان خان کو ہندوستان بھیجکر ان کی اور برادر محترم مہتر امیر الملک کی ہڈیوں کو تابوت میں رکھوا کر چترال منگائے۔ اور شاہی قبرستان میں دفن کرایا۔ آخر گل اپنی صرف درمیکدہ ہوئی پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔ مہتر مرحوم کی تصویر تاریخ میں شامل ہے۔

۱۲- مہتر کوہ کن بیگ

مہتر شاہ افضل ثانی کے فرزند ہیں۔ مہتر امان الملک مرحوم کی تخت نشینی کے آغاز عہد سے علاقہ دروش ان کے تصرف میں تھا۔ تقریباً چودہ برس تک بڑے آرام اور کامرانی سے زندگی بسر کی۔ اس کے بعد مہتر زادہ نے بادشاہ کے مزاج کو کچھ بدلا ہوا پایا۔ تو اہل وعیال سمیت دیرا ور باشقر میں چلے گئے۔ اور شیر افضل خان سے متحد ہو گئے۔ چند برس بعد تقصیرات کے لئے طالب عفو ہوئے اور چترال واپس چلے آئے۔ اور تورکہو میں اور مابعد دروش کی حکومت پر فائز ہوئے۔

خان جندول عمرا خان نے جب دروش پر حملہ کیا تو حفاظت نہ کرسکے اور قلعہ معہ اسلحہ عمرا خان کے حوالے کر دیا۔ اور بدنامی کے داغوں سے دامن بھر لیا۔ شیر افضل خان سے جاملے اور اس کے ساتھ باشقر پہنچے۔ پھر دیر آئے جہاں گرفتار ہوکر شیر افضل خان کے ساتھ ہندوستان بھیجدیئے گئے۔ چند برس کے بعد رہائی پاکر چترال آئے اور ۱۹۱۲ء میں انتقال کیا۔ محمد افضل بیگ، شیر جند بیگ، میر حیدر بیگ، محمد مراد بیگ غلام ایوب۔ غلام اسمٰعیل اور میر احمد بیگ ان کے صاحبزادے ہیں۔ منجملہ میر احمد بیگ نے اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں اعتبار پاکر سکوٹس میں صوبیداری حاصل کی۔ لائق ومعزز شخص تھے۔

۱۳- محمد افضل بیگ

مہتر جو کوہ کن بیگ کا صاحبزادہ اور ریاست چترال کا ایک نامور شخص تھا علاوہ اس کے وہ مہتر امان الملک مرحوم کی دامادی سے ممتاز تھا۔ محاصرہ چترال کے دنوں میں مہتر شیر افضل خان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ جلا وطن ہوکر ہندوستان گیا تھا ہندوستان سے محمد افضل بیگ، اس کا والد کوہ کن بیگ اور اس کا چچا یادگار بیگ فرار ہوکر چلے آئے مگر راستہ میں اس کا والد پھر گرفتار ہوا۔ اور واپس بھیجا گیا۔ مگر چچا اور بھتیجا فرار میں کامیاب رہے مہتر جو یادگار بیگ نواب محمد شریف خان والئ دیر کے ہاں جاکر قیام پذیر ہوگیا اور محمد افضل بیگ چترال چلا گیا۔ اور یہاں دوبارہ قید کیا گیا۔ قبل اس کے کہ پھر ہندوستان بھیجا جاتا۔ وہ زنجیر توڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ نواب دیر کے ہاں جاکر قیام پذیر ہوا۔ اور اسی جگہ ۱۹۱۷ء میں رحلت کی۔ جلاوطنی کے دنوں امیر عبدالرحمن والئ کابل کے ہاں بھی کچھ مدت تک بڑے اعزاز سے رہا تھا۔ شاعرانہ طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے کلام کا دیوان موجود ہے۔

۱۴- مہتر جو یادگار بیگ

شاہ افضل ثانی کے فرزند اور بڑے لائق شخص تھے۔ مہتر امان الملک مرحوم کے عہد حکومت میں انکو سفارت پر مامور کرکے مہاراجہ کشمیر کے پاس چند دفعہ

بھیجا گیا تھا۔ جب مہتر شیر افضل خان نے یورش کی تو اسکے ساتھ شمولیت اختیار کر لی تھی اور گرفتار ہو کر ہندوستان بھیجد یئے گئے تھے۔ وہاں سے واپس آکر یہیں رحلت کی اور مادر وطن کی آغوش میں ابدی نیند سو گئے۔

۱۵۔ مہتر جو محمد علی بیگ

مہتر شاہ افضل ثانی کے فرزند مہتر امان الملک مرحوم کے عہد حکمرانی میں کوہ بالا کے دیہات ان کی جاگیر میں تھے اور آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ برادر بزرگ مہتر جو کوہ کت بیگ کی فراری کی وجہ سے ان پر بھی تنزل کی ساعت آگئی۔ پھر اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے دوران حکومت میں ان کی عزت بحال ہو گئی۔ اور جاگیرداری کے حقوق بھی دوبارہ مل گئے۔ اور اعلیحضرت کے اولین سفر ہندوستان میں وہ شریک ملازمت رہے۔ معزز اور بڑے مجلس آرا شخص تھے۔ اور اسی حال میں وفات پائی۔ ان کے لڑکے امت محمد۔ افضل امان۔ حسن احمد اور فضل الرحمٰن سب اعزاز واعتبار کے مالک تھے۔ افضل امان سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ اور اس نے جنگ بریکوٹ میں اپنی کمپنی کی معیت میں پل کے پشتہ پر انتہائی جوش وخروش سے حملہ کر کے پل پر قبضہ کر لیا تھا حسن احمد علم کے ساتھ سلسلۂ نقشبندیہ میں متوسل اور صوفی منش تھے اور اعلیحضرت مرحوم کی معیت میں حج بھی کیا تھا۔ اور سفر وحضر میں ہمیشہ شامل رہتے تھے۔ اس کی تحریر بڑا پاکیزہ تھا۔ تصوف میں مشغول رہا۔ اعلیحضرت مرحوم سے نقدی اور غلہ کی صورت میں وظیفہ یاب تھے۔

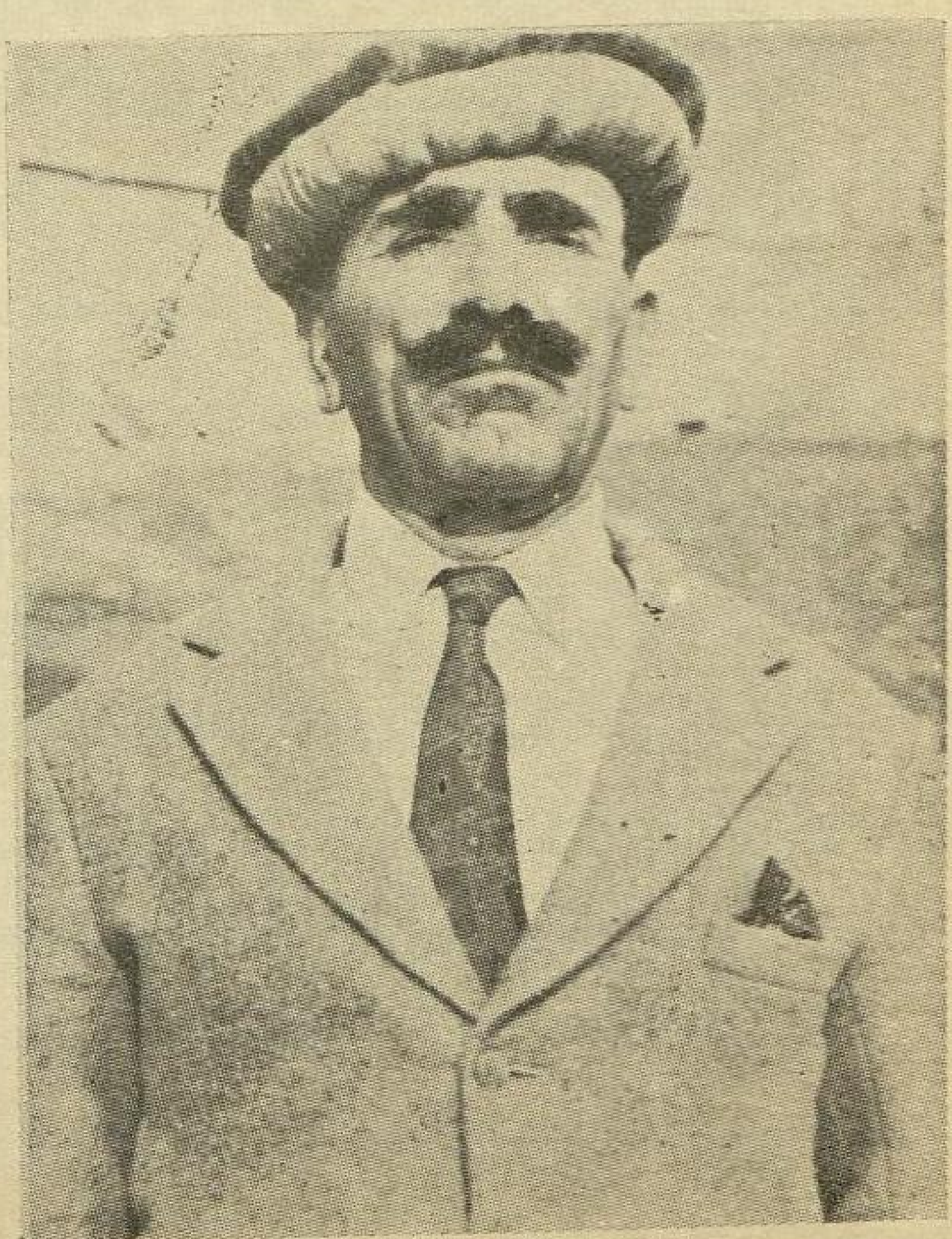
امت محمد کونسل عدلیہ میں شمولیت رکھتا تھا اور فضل الرحمٰن لیویز میں صوبیداری پائی تھی۔ حسن احمد کے لڑکے تعلیمیافتہ تعلیم یافتہ ہیں۔ بڑا لڑکا سراج احمد ریاستی مالیہ کے دفتر میں ہیڈ کلرک اور لائق یاد ہوتا ہے۔

۱۶۔ مہتر جو بہادر خان بن شاہ افضل ثانی

مہتر امان الملک مرحوم کے حضور میں ان کے محبوب ترین بھائیوں سے تھے۔ کار و بار سفارت پر مامور ہو کر مہاراجہ کشمیر کے ہاں بھی گئے تھے۔ اور جنگ اسمار میں دو سو نوجوانوں کے ساتھ خان اسمار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی۔ ۱۸۹۵ء کے محاصرۂ چترال میں وہ اعلیحضرت کے ساتھ شامل تھے۔ اختتام محاصرہ کے بعد مجلس وزارت میں مشیر کی حیثیت سے شامل تھے۔ بعد ازاں برطانوی حکومت نے ان کو علاقہ مستوج کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں گورنری سے مستعفی ہوئے۔ اور مقام الیون میں زمین لے لی۔ اور بمبرت کا گاؤں جاگیر میں پایا۔ ۱۹۱۵ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ وضعداری اور پاکیزہ سیرت کے مالک تھے۔ اعظم خان۔ لعل زمان۔ محمد زمان خان۔ رحمت زمان خان بخدور خان ان کے صاحبزادے تھے۔ لعل زمان خان خصوصیت کے ساتھ اعلیحضرت مرحوم کے ہاں قرب وحضوری کا مرتبہ رکھتا تھا اور اس سے پیشتر وہ سکوٹس میں صوبیدار تھا۔ جنگ بریکوٹ میں دریا کے مشرقی کنارہ کے مورچوں میں اپنی کمپنی کے ساتھ دشمن سے برسر پیکار تھے۔ محمد زمان خان و رحمت زمان خان بھی سکاؤٹس میں صوبیدار تھے۔



مہتر جو بہادر الملک
صوبیدار میجر
سکاؤٹس چترال



کپتان عبدالرؤف خان
سابق ممبر کونسل مشاورتی
چترال

اور اپنی کمپنیوں کے ساتھ بریکوٹ لام میں انتہائی جوش کا مظاہرہ کیا۔ لعل زمان خان جب سکوٹس سے سبکدوش ہوا تو ان کے منصب پر ان کا لڑکا مقتدا خان صوبیدار بنا۔ اور ریاست چترال کی تنظیم جدید کے بعد وہ تحصیلدار مقرر ہوا۔ ایک سال بعد تحصیلداری سے استعفیٰ دے دیا اور گھر پہ آرام کرنے لگا۔
اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں لعل زمان خان کی بڑی عزت تھی۔ آنریری کرنل سے یاد کیا جاتا تھا سفر و حضر میں شامل رہتے تھے۔ پاکیزہ اخلاق کے مالک اور سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ ۱۹۴۲ء میں وفات پائی۔ ان کا لڑکا مقتدا خان اور اس کا دوسرا بھائی بدستور بمبرت کی جاگیر میں حصہ دار ہیں۔ اور کافی اراضیات کے مالک ہیں۔

اولاد مہتر آمان الملک

۱۷۔ مہتر جوشاہ ملک

پدر بزرگوار مہتر امان الملک کی زندگی میں بڑے عالی وقار شخص تھے۔ دروش کا علاقہ ان کے تابع فرمان تھا۔ صاحب علم و قلم اور صاحب دانش تھے شستہ تقریر اور شائستہ تحریر پہ قدرت رکھتے تھے۔ والد بزرگوار کی وفات سے ایک ہفتہ بعد مہتر افضل الملک کی فرمائش پر قتل کردئے گئے۔ امین الملک اور سلطان الملک ان کے لڑکے تھے۔ امین الملک کی والدہ نواب محمد شریف خان والئ دیر کی ہمشیرہ تھیں۔ اسلئے اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کی مسند نشینی کے ابتدائی سالوں میں غرور و استکبار میں کھو بیٹھا۔ ان دنوں اسکے اطوار و کردار بھی پسندیدہ نہ تھے۔ اپنے چچا مہتر جو عبدالرحمٰن خان کے ساتھ بدخشان کی طرف ملک بدر کردیا گیا۔ چند سال بعد واپس دیر واپس آگیا وہاں سے اجازت مانگ کر وطن کو مراجعت کی۔ اپنے خیالات پر اظہار ندامت کیا اور اخلاص مندی اختیار کرلی۔ اور اپنی زمین و جائداد کے حصول میں کامیاب ہو گیا۔ امین الملک اعلیحضرت سر شجاع الملک کے حضور میں قدر و منزلت رکھتے تھے۔ یہ باڈی گارڈ میں کپتان کا آنریری خطاب حاصل کیا تھا۔ بہادر الملک۔ حیدر الملک۔ مومن الملک۔ عنایت الملک۔ ممتاز الملک۔ غضنفر الملک۔ سمین الملک اور فتاح الملک ان صاحبزادے ہیں جو علاقہ دروش میں آباد ہیں۔ بہادر الملک اور مومن الملک سکاؤٹس میں صوبیدار ہیں جنوری ۱۹۶۱ء میں بہادر الملک نے ترقی کر کے صوبیدار میجر کا منصب حاصل کیا ہے بڑے لائق اور نیک سیرت شخص ہیں۔ تاریخ چترال کے معاونین میں بھی ایثار سے کام لیا۔ . . . . حیدر الملک ۱۹۴۷ء میں جنگ آزادی کشمیر کے اوائل میں دروش سے ایک دستہ مجاہدین کے ساتھ نوشہرہ کے محاذ پر گیا۔ اور وہاں دشمن کے ہجوم پر ایک دلیرانہ حملہ کیا۔ اور اس حملہ میں دشمن کی گولی سے جام شہادت نوش فرمایا بڑا بہادر شخص تھا۔ بہادر الملک صوبیدار میجر کی تصویر شامل ہے۔

مہتر جو امین الملک و سلطان الملک کی والدہ چونکہ نواب محمد شریف خان مرحوم والی دیر کی ہمشیرہ تھیں انھوں نے اپنی حیات ہی میں جائداد اپنی ہمشیرہ کو بخشدی تھی۔ اور وہ جائیداد کارو ورہ علاقہ دیر کے ڈیرے پورہ و بہرہ ڈیرے دکوہ میرہ کی جائیداد ہے ان کی اولاد اپنے آپ کو ابتک اِن جائدادوں کی وارث و مالک بتلاتی ہے۔ مہتر جو سلطان الملک کی صرف ایک لڑکی ہے۔ جو صوبیدار میجر بہادر الملک کی زوجہ ہیں اور وہ اپنی والدہ کی جائداد کی واحد وارث ہیں۔

۱۸۔ مہتر جو بہرام ملک شاہ ملک کے برادر حقیقی ہیں ۱۸۹۲ء کی خانہ جنگی میں مہتر افضل الملک کے حکم سے قتل کئے گئے مگر مہتر افضل الملک نے اس کے قتل کے بعد آنسو بھی بہائے۔ جب ان سے اشکباری کی وجہ پوچھی گئی تو جواب دیا کہ مجھے ان کے ساتھ بہت محبت تھی مگر اسے زندہ چھوڑنا بھی ناممکن تھا۔ بہرام ملک علاقہ اہ کاری کا جاگیردار تھا۔ اور اندہرتی مقام پر اقامت پذیر تھا ان کے دونوں لڑکوں آرام ملک و صفدر ملک نے اپنی زندگی خانہ نشینی میں گذار دی۔

۱۹۔ مہتر جو وزیر ملک یہ بھی شاہ ملک کے حقیقی اور مہتر افضل الملک کے حکم سے تینوں ایک ساتھ قتل کر دیئے گئے۔ برونہ کے مقام پر متوطن تھے۔ ان کا ایک صاحبزادہ عزیز ملک باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر کپتان کا منصب حاصل کیا۔ اور اسکی صوبیداری اس کے بڑے لڑکے فضائی ملک کو ملی انوار الملک انکا دوسرا صاحبزادہ سکاؤٹس میں جمعدار تھا۔ وہ جہاد کشمیر پر گیا تو سات ماہ تک دشمن کیساتھ مصروفِ جہاد رہ کر دادِ شجاعت دی۔ جب سکوٹس سے سبکدوش ہوا تو نئی تنظیم کے تحت انسپکٹر مقرر ہوا پھر ترقی کر کے اس وقت اے ایس پی افسر ہے عوام میں ہر دلعزیز ہے۔ مگر تاریخ میں تصویر چھپوانے سے غفلت برتی۔

۲۰۔ مہتر جو مرید دستگیر یہ شاہ آمان الملک کے پہلے فرزند ہیں۔ تاریخ چترال میں اسکے جنگی کارنامے لکھے گئے ہیں۔ جنگ نرست، جنگ لاوری اور جنگِ باشگل میں اس نے نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ مہتر افضل الملک کے عہد میں انکا بڑا وقار تھا۔ شیر افضل خان نے چترال پر اچانک شبخون مارا۔ تو دروشپ کے مقام پر ان کے حکم سے مرید دستگیر بھی قتل ہوا۔ بڑا بہادر شخص تھا۔ لٹکوہ کی حکومت اسکی تحویل میں تھی۔ ان کے لڑکے شہزادہ عبدالمجید خان۔ غلام حیدر۔ میر حمزہ، شیر حمزہ، پردم حمزہ۔ جنگور شاہ اور عبدالرحمن معتبر لوگ تھے جن میں بزم حمزہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد صوبیداری سے ممتاز ہوا۔ اس کے دوسرے بھائیوں نے عوام میں خاص امتیاز حاصل نہ کیا۔ مرید جو دستگیر کی ایک عکسی تصویر بھی مل گئی ہے۔ جو اپنے والد بزرگوار شاہ آمان الملک کے گروپ میں اُن کے سرہانے کھڑے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں شاہ باز لئے ہوئے ہیں اور مہتر پہلوان خوشنما نقیبہ بھی اس گروپ میں شامل ہیں۔ کسی انگریز مصور کی کاریگری ہے انشاءاللہ العزیز تاریخ میں یہ تصویر بھی شائع کی جائیگی۔

۲۱۔ مہتر جو غلام دستگیر آپ کے والد بزرگوار شاہ امان الملک مرحوم کو تمام فرزندوں سے بڑھکر ان سے محبت تھی۔ ہوشمندی و معاملہ فہمی کی وجہ سے انہیں مرتبۂ وزارت حاصل تھا۔ مہتر افضل الملک کے ہاں ان کا بڑا وقار تھا جب وہ قتل ہوگیا تو یہ مہتر شاہ افضل خان کے عارضی غلبہ سے خائف ہوکر یہاں سے فرار ہوا اور عمرا خان جندول کے پاس چلے گئے۔

سردار نظام الملک کی مسند نشینی کے بعد مہتر موصوف واپس چترال چلے آئے۔ یہاں سے سردار نظام الملک کے عہد میں ہی ڈاکٹر رابرٹسن کے ساتھ کافرستان کلش گوم کی سیاحت پر مامور ہوئے۔ وہاں سے گھیرت گئے پھر چترال واپس آئے۔ سر جارج رابرٹسن نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ خود لکھا ہے جب مہتر نظام الملک قتل ہوئے تو امیر الملک پر ان کو اعتماد نہ تھا۔ اسمار میں مسٹر اوڈنی کے پاس پہنچ گئے۔ مسٹر موصوف انگریزی حکومت کی جانب سے حد بندی کے فیصلہ پر مامور تھے۔ وہاں سے کمیشن کے ممبروں کے ساتھ آپ پشاور چلے گئے۔ محاصرۂ چترال جب ختم ہوا تو ریاست چترال میں مراجعت کی۔ ۱۹۱۷ء میں مہتر جو موصوف مستوج کی گورنری پر مامور ہوئے۔ اور مستوج کا نیا قلعہ ان کے اہتمام و نگرانی میں تکمیل کو پہنچا۔

۱۹۱۹ء میں جنگ برکوٹ کی مہمات سے آپ متعلق تھے اور بحیثیت مشیر جنگ آپ شاہزادہ محمد ناصر الملک کے ساتھ شامل رہے۔ دمیل نسارہ، برکوٹ اور میر ودلش کے انتظامات جنگ آپ کے اہم کارنامے ہیں، جو تاریخ چترال میں تفصیل کے ساتھ درج ہوئے ہیں۔

۱۹۲۰ء میں انگریزی حکومت نے آپ کی جنگی خدمات کا اعتراف کیا اور آپ خان بہادر کا خطاب دیا۔ ۱۹۲۲ء میں مہتر موصوف دفتر مالیات کے مشیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۳ء میں جب زمینوں کے متعلق باپ بیٹوں کے تنازعات شروع ہوئے تو ان کی مخالفت کی وجہ سے اعلیحضرت مرحوم کی ناراضگی مول لے لی۔ اور ملازمت سے علیحدہ ہوگئے۔ اور تھوڑی مدت کے لئے چترال گول میں نظر بند رہے۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے وفات پائی۔ مہتر جو صاحب مرحوم ریاست کی گوناگوں خدمات سے نیکنام تھے۔ مگر اپنی اولاد کی تکلیف دہ حرکات کے باعث دنیا سے ناخوش گئے۔ آپ حج بیت اللہ شریف سے بھی مشرف یاب ہوئے ہنس کر گذار دیا اسے رو کر گذار دے۔" آپ پر صادق آتا ہے۔ مرحوم دس بیٹوں کے باپ تھے۔ انکا بڑا لڑکا مشیر صفدر علیخان باڈی گارڈ میں سیکنڈ کمانڈر تھا۔ شجاعت اور ہمت میں بیعدیل شخص تھے ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔

(۲) میر حیدر علی خان بھائی کی وفات کے بعد باڈی گارڈ کا افسر ہوا اور ساتھ ہی والد کی معاونت میں مالیاتی امور بھی انجام دیا کرتا تھا۔ برکوٹ و میر ودلش کے معرکوں میں والد کے ساتھ مددگار رہا۔ اس کے بعد ایک خانگی معاملہ کے باعث کابل چلا گیا۔ پھر واپس مراجعت کی اور ۱۹۲۵ء میں ایک سیاسی شورش میں گرفتار کیا گیا اور ایبٹ آباد جیل میں بھیجدیا گیا۔ پھر واپس وطن آیا۔ قومی اقتدار پسند تھا۔ باوجود اس کے والد بزرگوار کے منظور نظر تھے۔ ۱۹۶۱ء میں انتقال کیا۔

(۳) رحمت کریم نے جنگ برکوٹ و میردلیش میں اپنے والد کی معیت میں بہترین خدمات انجام دیں۔ ریاستی باڈی گارڈ میں کپتان کا عہدہ پایا اور ریاستی پولیس میں سپرنٹنڈنٹ ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں عدلیہ کونسل کا ممبر ہوا۔ پھر بورڈ کے اختیارات سے صدر کونسل اور میجر کے عہدے تک ترقی کی۔

(۴) چوتھا نثار دستگیر باڈی گارڈ میں اعزازی افسر تھا۔ جنگ برکوٹ و میردلیش میں یہ بھی اپنے والد کے ساتھ مددگار تھا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کی دامادی کا افتخار بھی ان کو حاصل تھا۔

(۵) فدائی دستگیر سکوٹس میں صوبیدار تھا۔ وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد ۱۹۴۹ء میں عدلیہ کونسل کا ممبر پھر صدر کونسل مقرر ہوا۔ تجربہ کار اور سنجیدہ اطوار کا مالک ہے۔ اسکا لڑکا عصائی دستگیر سکاؤٹس میں صوبیدار ہے۔

(۶) خادم دستگیر یہ بھی سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ اس کے بعد جنگ آزادی کشمیر میں ۱۹۴۸ء میں شاہزادہ محی الدین خان کے ہمراہ لداخ کے نواح میں شامل رہا۔ ڈوگرہ فوجوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور شہرت حاصل کی اس کا لڑکا فدائے عثمان سکاؤٹس میں جمعدار ہے۔ خادم دستگیر جب باڈی گارڈ میں آیا تو ہز ہائینس سے کپتان کا عہدہ حاصل کیا تھا۔

(۷) دولت کریم۔ اور حاجت و منعم خان یہ تینوں بغیر ملازمت کے گھریلو زندگی گذارتے ہیں اور سب تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہیں

(۱۰) دسواں پہلوان بہادر تھا۔ جو سکاؤٹس میں صوبیدار اور لائق جوان تھا۔ عین شباب میں انتقال کیا۔ خان بہادر مرحوم کے تمام لڑکے لکھے پڑھنے سے واقف تہذیب و شائستگی سے بہرہ یاب نامور باپ کے نقش قدم پر تھا۔ میر حیدر علی خان کو کیسو کی جاگیر بھی ملتی ہے اور شینی کے نالہ سے گھی کی تلنگ بھی ملتی ہے جو باپ سے وراثتاً اس کو حاصل ہیں

۲۲۔ مہتر جو عبدالرحمٰن خان یہ بھی مہتر جو شاہ ملک کے برادر حقیقی ہیں۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کی ابتدائی سالوں میں اس کا کام و اطوار درست تھا۔ لیویز میں بحیثیت صوبیدار عزت گذار رہا تھا۔ مگر خلاف توقع اسکے حالات میں تبدیلی آگئی۔ اور بے اعتدالیاں سرزد ہوئیں امین الملک بن شاہ ملک کی معیت میں ملک بدر ہو کر بدخشان چلا گیا۔ امین الملک تو واپس آگیا اور مہتر جو عبدالرحمٰن خان حکومت افغانستان کے مستقل وظیفہ خور کی حیثیت سے وہاں رہ پڑا۔ ۱۹۱۹ء کی جنگ میں جرنیل وکیل خان کی معاونت میں برکوٹ آیا تھا۔ پھر وہاں سے واپس چلا گیا۔ کابل میں بڑے اعزاز سے زندگی بسر کی اور وہاں ہی انتقال فرمایا۔ کابل میں سرکاری طور پر ان کا عہدہ کرنیل کا تھا۔ انکا لڑکا عبدالملک حکومت کابل کا وظیفہ خوار ہے اور وہیں سکونت پذیر ہے۔

۲۳۔ مہتر جو ولی محمد خان یہ بھی شاہ ملک کے برادر حقیقی تھے۔ نیک سیرت۔ متواضع اور پسندیدہ اطوار کا مالک تھا۔ ۱۹۱۹ء میں حکومت افغانستان کے ساتھ جو جنگ برپا ہوئی

اسمبس برکوٹ کے معرکہ میں مادرِ وطن کے دفاع پر نثار ہوئے اس وقت سکاؤٹس میں صوبیدار تھے اور اپنی کمپنی کے ساتھ دریا کے مشرقی کنارے پر امدند کیجانب پیشقدمی کر رہا تھا اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ آخر کار دشمن کی گولیوں سے جام شہادت نوش کیا۔ ان کے چھ لڑکے ہیں۔ عبدالقیوم خان۔ عبدالحمید خان۔ دینار ولی خان، عبدالرؤف خان، نصراللہ خان اور بلبل خان۔ دوائرہ حکومت میں کوئی امتیازی حیثیت ان کے حصے میں نہیں آئی۔ البتہ صرف عبدالقیوم خان جو لکھنے پڑھنے کے باعث لیاقت رکھتا تھا۔ ریاستی باڈی گارڈ میں دفتری کام میں مامور رہا تھا۔ اس کے بعد دینار ولی خان نے اپنے باپ کی جگہ سکاؤٹس میں صوبیداری پائی۔ بڑا لائق جوان تھا۔ مگر عالم جوانی ہی میں انتقال کیا۔ اس کا لڑکا عبدالخالق سکاؤٹس میں حوالدار ہے۔

۴۲- مہتر جو اسفندیار خان کمانڈر باڈی گارڈ

آپ چترال میں سکاؤٹس کے قیام کے ساتھ ہی صوبیدار مقرر ہوئے۔ سرکاری ملازمت کے اختتام کے بعد ریاست کے باڈی گارڈ میں کمانڈر مقرر ہو گئے۔ قلعہ چترال کی تعمیر جدید اور لنکوہ کے گرم چشمہ کی نئی آبادی ابتداءً انہیں کے اہتمام سے انجام کو پہنچی۔ عدلیہ کونسل میں بطور ممبر اکثر اوقات شریک ہوتے۔ پھر کونسل کے صدر مقرر ہوئے۔ لام افغانستان کے بعد علاقہ دروش کے منتظم اعلیٰ تھے۔ بڑے اعزاز سے رہے اور اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے حضور میں انکا مقام و مرتبہ بلند تھا۔ ۱۹۲۴ء میں فریضۂ حج سے شرفیاب ہوئے اور ۱۹۲۹ء میں انتقال کر گئے۔ آپ کے نو صاحبزادے ہیں۔

(۱) عبدالرؤف خان سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ پھر ترقی کر کے لفٹننٹ اور مابعد کپتان کا عہدہ پایا۔ فوجی ملازمت ختم ہونے کے بعد ایڈوائزری کونسل کے ممبر منتخب ہو کر ۱۹۵۷ء تک اسمبلی کام کرتے رہے۔ لائق نوجوان ہیں۔

(۲) عبدالصمد خان ریاستی باڈی گارڈ میں لفٹننٹ تھا۔ پھر ترقی کر کے کپتان کا منصب حاصل کیا۔ اور اپنے والد کی نیابت میں تمام امور کے متعلقہ کے ذمہ دار افسر تھے۔ بورڈ قائم ہونے کے بعد استعفیٰ دے کر گھر چلے گئے۔

(۳) علی دینار خان باڈی گارڈ میں جب داخل ہوا تو لفٹننٹ کا منصب پایا۔ مجاہدین کشمیر کے ساتھ لداخ گیا اور ڈوگرہ افواج پر پامردی سے حملے کئے۔ اب موجودہ تنظیم میں تھانیدار ہیں۔

(۴) فضل قادر خان باڈی میں لفٹننٹ تھے۔ بعدازاں جب سیاسی ہوا بندھی اور عوام میں آزادی و حریت پسندی کی لہر اٹھی تو آپ سیاسی کارکنوں کے معاونین میں نمایاں ہوئے۔ پھر جب اتحادی مسلم لیگ قائم ہوئی تب آپ اسمیں داخل ہوئے اور اس جماعت کی تقویت و حمایت میں کوشاں رہے صوفی منش و قائم اللیل شخص ہیں۔

(۵) رحمان دینار خان سکاؤٹس میں صوبیدار ہیں۔ لائق جوان ہیں اور اپنی پلٹن میں سینئر ہیں۔

(۶) غلام جیلانی محکمۂ پولیس میں تھانیدار ہیں۔

(۷) فدا محمد خان نے پشاور سے میٹرک پاس کیا۔ جب واپس آئے تو پولیٹیکل ایجنٹ چترال کے دفتر میں کلرک ہوئے۔ آجکل وزیر اعظم ریاست کے اسٹینو ہیں۔ محمد شاہ یار خان و حاجی خان گھریلو زندگی گذار رہے ہیں۔ ہر ایک تعلیم یافتہ ہے۔ حاجی خان اپنے باغات کے میووں سے تجارت کرتے ہیں میوہ جات پشاور لے جاتے ہیں۔ حراثت کے فوائد سے متمتع ہیں اور آسودہ حال ہیں۔ کمانڈر صاحب مرحوم کے لڑکوں کو دمبور اور دنین سے جاگیر بھی ملی ہوئی ہے۔

۲۵۔ مہتر جو افراسیاب خان کمانڈر اسفندیار خان کے برادر حقیقی ہیں۔ یہ اعلیحضرت کے ساتھ محاصرۂ چترال میں محصور رہے تھے۔ ۱۸۹۹ء کی اولین سیاحت کلکتہ میں یہ اعلیحضرت کے ساتھ شریک سفر بھی رہے۔ اعلیحضرت کو ان سے بڑی محبت تھی۔ اور وہ چاہتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ ان کے اکثر اوقات حضور کی ملازمت میں گذریں۔ مگر وہ آسودہ حال اور آرام طلب ہونے کی وجہ سے ملازمت سے کنارہ کش رہے ۱۹۱۵ء میں آپکو شاہی اردل کے سواروں کی قیادت سپرد ہوئی تاکہ وہ ملازمت میں مستقل رہا کریں مگر اس کی پابندی سے بھی معذرت طلب کی اور گھر چلے گئے۔ ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم نے آپکو عدلیہ کونسل کے ممبروں میں شامل کیا اور صدر کونسل کا خطاب دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد وہاں سے بھی استعفیٰ دے دیدیا اور گھر چلے گئے۔ آپ علم دوست تھے اور اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے۔ لمبی عمر پا کر دسمبر ۱۹۵۷ء میں وفات پائی۔

آپ کے چار صاحبزادے ہیں سلطان حسین خان۔ مظفر حسین۔ سلطان یعقوب خان۔ سلطان یوسف خان مظفر حسین خان میٹرک تک تعلیم یافتہ ہے اور کوغزی سکول میں ماسٹر ہے۔ یہ سارے مروجہ تعلیم سے آراستہ ہیں۔ اور ان سب کو گولین اور کوغزی میں جاگیر بھی ملی ہوئی ہے۔

۲۶۔ مہتر جو عبدالکریم خان سکاوٹس چترال میں صوبیدار تھا پھر انکے لڑکے جناب ولی خان گوہر ملک اور عبدالرحیم خان سکاوٹس میں صوبیدار رہے۔ پھر جناب ولی خان کا لڑکا شاہ نادر خان سکاوٹس میں جمعداری پائی۔ اور جناب ولی خان باڈی گارڈ میں لفٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا ہز ہائی نس مظفر الملک مرحوم کے عہد میں معزز ہوا ۱۹۵۹ء میں کونسل عدلیہ کے ممبر نسل میں شامل ہوئے۔ موڑکہو کے علاقہ میں زانی مقام میں سکونت رکھتے ہیں۔ یہ وہ تاریخی مقام ہے جہاں محمد بیگ رہا کرتا تھا۔ جناب ولی خان کو جاگیر سے بھی حصہ ملتا ہے۔

۲۷۔ مہتر جو غازی الملک سکاوٹس میں انکا عہدہ صوبیدار تھا۔ جنگ برکوٹ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے اپنی کمپنی کے ساتھ ارندو کی چوٹی پر مامور رہا تھا۔ ۱۹۲۱ء میں خون ناحق کی پاداش میں قید ہوا اور موقع پا کر قید سے بھاگا۔ اور افغانستان چلا گیا۔ اور پھر وہاں ہی مستقل سکونت اختیار کی

۲۸۔ مہتر جو محمد بشر خان

شاہ آمان الملک کے عہد میں لادی علاقہ دروش میں تربیت پائی۔ پھر لادی اور شیشی کوہ میں زمین لے لی۔ اور ادھر ہی فارغ البالی سے زندگی بسر کی۔ اسکا لڑکا غفور ولی خان جو تعلیم یافتہ تھا۔ اپنی والدہ کے ساتھ ٹانگیر چلا گیا جہاں اس کے ماموں راجہ پختون ولی خان کا گھر تھا۔ وہیں وفات پائی مہتر جو کے لڑکے محمد عیسیٰ و محمد کریم نے خانگی کاروبار میں زندگی گذار دی۔

۲۹۔ مہتر جو فرامرز خان

کمانڈر اسفندیار خان کے حقیقی بھائی ہیں۔ تعلیمیافتہ تھا۔ حج بھی کیا۔ ان لڑکے محمد حسین خان۔ حاجی محمد خان اور فرامرد اپنے گھر شیشی علاقہ دروش میں سکونت پذیر ہیں۔ محمد حسین خان سکاوٹس میں صوبیدار تھا۔ پھر باڈی گارڈ میں اعزازی لفٹنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ حاجی محمد خان سکاوٹس میں جمعدار تھا۔ جس نے عوامی لیگ میں بھی شمولیت کرکے شہرت پائی۔

۳۰۔ مہتر جو سعادت سیر

یہ بھی فرامرز خان کا حقیقی بھائی تھا۔ علاقہ گلگت کے سماں مقام میں رضاعت پائی تھی۔ اس لئے سمانیک سے مشہور تھا۔ کچھ تعلیمیافتہ تھا مگر کسی ملازمت سے سروکار نہ رکھا۔ اندھرنی واقع شغور میں سکونت رکھتا تھا۔ اسکا ایک لڑکا اسکاوٹس میں جمعدار ہے۔

۳۱۔ مہتر جو محمد دلارام خان سابق وزیر اعظم

آپ شاہ آمان الملک مرحوم کے شاہزادوں میں عمر میں سب سے چھوٹا مگر عقل و دانش میں سب سے بہتر اور مراتب اخلاق میں بلند تر ہیں۔ ایام رضاعت طوئی علاقہ یسین گلگت میں گذار دیئے۔ اس لئے اس وطن کی نسبت سے آپ طوئیک سے مشہور تھے۔ جب طوئی سے واپس چترال آئے۔ چترال کے سکول میں باقاعدہ تعلیم پائی اور جب جوانی کو پہنچے تو سکاوٹس میں صوبیدار ہوئے۔

(۱) ۱۹۱۹ء کے معرکہ برکوٹ میں اپنی کمپنی کے ساتھ کمان کرتے ہوئے چنار گول کی راہ سے پیشقدمی کرکے برکوٹ پر حملہ آور ہوئے۔ جرأت و تدبر سے افغانوں کے مورچوں پر قبضہ جمایا اور دشمن سے چار علی توپیں چھین کر لائے اور نیکنامی پائی۔ انگریزی حکومت نے اس اہم جنگی خدمات کے صلہ میں خانصاحب کا خطاب دیا۔

۲۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۲ء تک آپ علاقہ مستوج کی گورنری پر فائز رہے اس کے بعد چترال آئے۔

۳۔ ۱۹۲۳ء میں منیر مال اور پھر منتظم اعلیٰ کے خطاب سے مامور ہوکر مالیہ کی تنظیم کو باقاعدہ بنایا اور اس سال جب اعلیحضرت مرحوم حج کو چلے گئے۔ آپ امور مہام کے واحد مختار ہوئے۔ ولیعہد کی معیت میں امور ریاست کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔ چنانچہ جب نواب اورنگ زیب خان والی دیر اور مابعد کمانڈر انچیف افواج ہند چترال تشریف لائے تو دو ہزار باڈی گارڈ کے سپاہی چترال بلائے گئے۔ زبردست اجتماعات ہوئے جس پر آپ نے بہ احسن قابو پایا۔ اور اپنی ذہنی و فکری لیاقت سے سب انتظامات کو بڑے سلیقہ سے انجام دیا۔

۴۔ ۱۹۳۱ء میں جب اعلیحضرت سفر دہلی پر تشریف لے گئے۔ آپ سرکاری طور پر ریجنٹ مقرر ہوئے

اور اعلیحضرت کی واپسی تک اس اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے۔

۵۔ ۱۹۳۶ء میں جب محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو آپ کو سب سے پہلے وزیر اعظم کا خطاب پیش کیا۔ اور آپ کی مسلسل خدمات کا اعتراف فرمایا۔ پھر سرکار انگریزی نے بھی آپ کو اس عہدے کی منظوری دے دی۔

۶۔ ۱۹۳۶ء میں سرکار انگریزی نے آپ کو خان بہادر کا خطاب دیکر آپکی قابلیت کا اعتراف کیا۔

۷۔ ۱۹۴۳ء میں جب محمد مظفر الملک تخت نشین ہوئے تو آپ کی تمام ذمہ داریوں کا احترام کیا اور آپ کی نیابت میں سب اہلکار اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سرانجام دیتے رہے۔

۸۔ ۱۹۴۶ء میں جب ہز ہائینس بیمار ہوئے تو ریاست کے اندر سیاسی شورش کے ہنگامے برپا ہوئے اور عوام نے مظاہرے شروع کئے۔ تو وزیر اعظم ریاست نے عوام سے ملاقاتیں کر کے ان کے مطالبوں کو منظور کیا اور عام معافی کا اعلان کرایا۔ اور اس طرح نرم پالیسی اختیار کر کے ان کی وقتی تخریب کو رفع کیا۔

۹۔ ۱۹۴۹ء میں جب سیف الرحمن تخت نشین ہوئے تو اہالیان مستوج میں آزادی کے شعلے بلند ہوئے۔ اور وہ جلوس کی شکل میں چترال پہنچے۔ تحقیقات کے بعد کچھ گرفتاریاں عمل میں لائی گئیں۔ مگر پولیٹکل افسر چترال سے اس بارے میں کوئی صلاح ومشورہ نہ لیا گیا۔ چنانچہ وزیر اعظم کو پشاور بلایا گیا اور معاملہ پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ کو تفویض کیا گیا۔ جس نے اپنی تحقیقات میں گرفتار شدگان کو بیگناہ قرار دیا اور ان کو رہا کر دیا گیا۔ اور چترال میں ایک بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ وزیر اعظم ریاست جب چترال میں واپس آئے تو اپنے گھر میں آرام فرمایا۔

۱۹۵۶ء میں آپ سرکاری طور پر ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی جائیداد کے انتظام ونگرانی پر شاہزادہ اسد الرحمن کی معیت میں مامور کئے گئے۔ مگر آپ شاہزادہ صاحب کی موجودگی میں اس اہم ذمہ داری سے مختار رہتے ہیں ضرورت کے تحت چترال بھی آیا کرتے ہیں۔

آپ نے مسلسل انتیس سال تک قلبی خلوص اور وفاداری سے ریاست کی اہم ذمہ داریوں پر خدمات انجام دیں۔ اور معزز خطابات سے نوازے گئے۔ اور حج کرنے کی وجہ سے خداوند تعالیٰ کے دربار میں بھی مقبول رہے۔

آپ اپنے خاندان کی آخری یادگار ہیں اور عظیم شخصیت کے باوصف قدردان بھی ہیں۔ اور اپنے خاندان کی عظمت و وقار کے واحد ترجمان بھی۔ کیونکہ آپ ہی نے تاریخ چترال کی طباعت پر اپنے خاندان اور کھو قوم کے حالات کو اُردو زبان میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اور اپنے ذاتی ایثار سے اسے زیور طبع سے آراستہ کیا۔ اور اس طرح ریاست چترال کی تاریخی شہرت کو اجاگر کیا جس پر چار سو سال سے نیز پردہ پڑا ہوا تھا۔ یہ انکا سنہری کارنامہ ہے کہ تاریخ چترال کی اشاعت پر آپ نے سب سے پہلے لبیک کہا۔ اور اپنے اسلاف



مہتر جو خان بہادر محمد دلارام خان سابق وزیر اعظم ریاست چترال
جوانی کی عمر میں



مہتر جو خان بہادر محمد دلارام خان
سابق وزیر اعظم ریاست چترال



شاهزاده محمد حسام الملک سابق گورنر دروش و میجر باڈی گارڈ
ریاست چترال

کے ناموں کو حیات جاودانی سے ہمکنار کر دیا۔

آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں۔ محمد عثمان خان۔ محمد سلیمان خان۔ محمد تیمور خان، مرزا حیدر زمان خان اور مرزا جہانگیر خان۔ آپ کے پہلے فرزند محمد عثمان خان تعلیم یافتہ ہیں اور ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے داماد ہیں ان کے عہد اور پھر ہز ہائینس سیف الرحمٰن کے عہد میں معزز رہے۔ ہز ہائینس سیف الرحمٰن کے دوران تربیت پشاور میں وہ کابل چلے گئے۔ اور جب ہز ہائینس پشاور سے چترال واپس آئے تو محمد عثمان خان بھی کابل سے رخصت لے کر چترال واپس آئے۔ ۱۹۵۵ء میں انکو ایڈوائزری کونسل کا سیکرٹری مقرر کیا گیا اور آجکل اے ایس پی آفیسر ہیں۔

محمد سلیمان خان سکاوٹس میں جمعدار ہیں باقی تعلیم میں مشغول ہیں۔ محمد عثمان خان کو برگہ مقام کی جاگیر بھی ملی تھی خان بہادر آجکل گنگ کے مقام میں قیام پذیر ہیں۔ جہاں انھوں نے آبادکاری کا انتظام کیا باغ لگوائے اور رہائشی مکانات تیار کروائے چنانچہ یہ ایک بہترین مقام بن گیا ہے۔ مارک لسٹ۔ خنجرت کوہ اور گہیت کی عشری پیداوار آپ کی جاگیر میں شامل ہے۔ خان بہادر صاحب کی والدہ اسماعیل بیگ کی نواسی تھیں جو سیرنگ ثانی کا بیٹا اور زندرہ خاندان کا بانی اور چشم و چراغ تھا۔ اور یاسین علاقہ گلگت کے باشندے تھے۔ سیرنگ ثانی کا دوسرا بیٹا سیاہ گوش چترال میں نامور شخص گذرا ہے۔ کٹور یہ خاندان کی سلطنت کے قیام و دوام میں انکا اور ان کی اولاد کی خدمات اور کارناموں کا بڑا دخل رہا ہے اور اسی اسماعیل بیگ کی اولاد میں اتالیق محمد نقاب حکمران یاسین و مستوج کے دربار میں مرتبۂ وزارت کا مالک اور بڑا مدبر شخص گذرا ہے۔ جس کا ذکر تذکرۂ مشاہیر میں بیان ہو چکا ہے۔ خان بہادر صاحب کی والدہ کی اولاد یاسین علاقہ گلگت میں اب بھی رسوخ و عزت کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہے۔

اولاد اعلیٰحضرت ہز ہائی نس سر شجاع الملک مرحوم

۲۲۔ شاہزادہ محمد حسام الملک آپ اعلیحضرت کے تیسرے فرزند ہیں آپکا یوم پیدائش ۲۔ اگست ۱۹۰۲ء ہے آپ نے اسلامیہ کالج پشاور میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی پھر پرائیویٹ طور پر لاہور سے بی اے پاس کیا۔ اور چترال واپس آئے آپ تاریخی ادبی اور دینی مباحث سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور نباتاتی امور کے شائق ہیں۔

(۱) ۱۹۱۹ء کی جنگ بونکوٹ میں آپ بھی شامل تھے اور آپ کی معیت میں ایک منظم جماعت نے شاہی خواص اردل سے بطور مستقل محاذ اندرو میں دشمن کے مورچوں پر آگ برسائی اور پر جوش مدافعت جاری رکھی۔

(۲) سنہ ۱۹۲۶ء میں آپ کو سب سے پہلے گورنری کا عہدہ دیا گیا۔ چنانچہ آپ گورنر مقرر ہو کر مستوج چلے گئے پھر جب آپ واپس چترال آئے تو اعلیحضرت مرحوم کے سیکریٹری مقرر ہوئے۔ اور ساتھ ہی عدلیہ کونسل کی صدارت پر فائز ہوئے۔

(۳) سنہ ۱۹۳۰ء میں آپ کو علاقہ دروش کا گورنر بنا دیا گیا۔ اور وسیع اختیارات ونوازشات حاصل ہوئیں۔

(۴) سنہ ۱۹۳۱ء میں جب انکے والد بزرگوار سفر ہندوستان پر چلے گئے تو آپ چترال میں امور مہائم کی سرانجام وہی پر مامور ہو گئے۔ اور اعلیحضرت کی واپسی تک کاروبار حکومت سرانجام دیا۔

(۵) سنہ ۱۹۳۴ء میں آپ کو ریاستی فوج میں میجر کا عہدہ دیا گیا۔ اور آپ کے القاب میں میجر کا خطاب کا اضافہ ہوا۔

۶۔ سنہ ۱۹۳۷ء میں اپنے برادر بزرگوار سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد حکومت میں سیاسی بصیرت سے محترم تھے۔ آپ کی قیادت میں ایک تجارتی وفد ترتیب دے کر کابل بھیجا گیا۔ اس وفد میں دو مقامی معتبر نمائندے اور بھی شامل تھے۔ وفد کا مقصد یہ تھا کہ ریاست چترال اور حکومت کابل کے درمیان تجارتی کاروبار میں جو غلط فہمیاں درپیش ہیں انہیں باہمی گفت وشنید سے رفع کیا جائے اور اصلاح کے بعد جدید تعلقات قائم کر کے تجارتی سہولیات بہم پہنچائی جائیں۔ نیز دریائے اندرہ پر تجارتی ابواب کے علاوہ عمارتی لکڑی کی تجارتی برآمد جو مدتوں سے بند تھی۔ اور اس سے ریاست کو بڑا خسارہ واقع ہوا تھا۔ اسکی پابندی کو ختم کیا جائے۔

الغرض یہ وفد اپنے مقاصد میں کامیاب واپس آیا۔ اور زیر بحث امور صلح وصفائی سے حل ہو گئے۔ اور تمام پابندیاں ختم ہو گئیں۔ اور دونوں فریق تمام امور پر متفق ہو گئے۔

(۷) سنہ ۱۹۳۸ء میں آپ کالام جرگہ کی نمائندگی پر مامور ہو کر مالاکنڈ اور پھر وہاں سے پشاور گئے تاکہ والئی سوات کی بیجا مداخلت اور خلاف معاہدہ دست اندازی کے واقعات حکام تک پہنچائیں اور ہز ہائینس کے خیالات و تاثرات بیان کریں کیونکہ یہ لوگ قدیم سے زیر سایہ حکومت چترال اور دیگر اغیار سے محفوظ و آزاد تھے اس جرگہ میں تقریباً ایک سو معتبر افراد بیشمار صعوبتیں برداشت کر کے براہ کنل کچی کھنی واقع لاسپور عبور کر کے چترال آئے اور انگریزی حکام کو یہ سب واقعات سے آگاہ کیا۔ جس کے بعد پھر سے اہل کالام کی آزادی بحال ہو گئی۔

(۸) سنہ ۱۹۳۶ء میں جب ہز ہائی نس بغرض سفر حج ارض مقدس کو چلے گئے۔ تو آپ کو بطور ریجنٹ چترال مقرر کیا گیا۔ اور آپ ہز ہائی نس کی واپسی تک امور حکومت کے سرکاری طور پر ذمہ دار رہے اور انجام دیئے۔

(۹) سنہ ۱۹۴۰ء میں جب کہ دوسری جنگ عظیم کے محاربات درپیش تھے۔ روس اور جرمنی کے درمیان اتحاد کا معاہدہ ہوا تو ہندوستان کی شمالی سرحدات پر روسی خطرہ کے امکانات پیدا ہو گئے۔ چونکہ ریاست چترال روس کی

سرحد سے متصل ہے اس لئے سرحدوں کے دفاع کا مسئلہ بڑی شدت سے درپیش ہوا۔ چنانچہ ہز ہائینس کے سیاسی شعور نے بروقت رہنمائی کی اور حفظِ ماتقدم کے طور پر ایک دفاعی کونسل قائم کی گئی جس کی صدارت آپ کو تفویض ہوئی۔ آپ نے روسی خطرات کے لئے مفید تجاویز پیش کیں اور موثر طریقے عمل میں لائے گئے۔ جو کامیاب ہوئے۔ چنانچہ ۱۹۴۱ء کے خطابات میں جب ہز ہائی نس کو کے۔ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب دیا گیا تو وائسرائے ہند نے اپنے مکتوب میں ان دفاعی خدمات و تجاویز کا خاص طور پر اعتراف فرمایا اور شکریہ ادا کیا۔

(۱۰) ۱۹۴۳ء میں جب ہز ہائی نس محمد مظفر الملک تخت نشین ہوئے تو آپ اور ان کے برادرانہ تعلقات بڑے خوشگوار تھے۔ مگر جب ۱۹۴۶ء میں ہز ہائی نس بیمار ہوئے اور ولی عہدی کا مسئلہ پیش آیا تو خلاف توقع واقعات پیش آئے۔ اور آپ دم واپسیں سے محروم رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق آپ پھر دروش سے جلاوطنی کی زندگی پر مجبور کئے گئے۔ ریاست سے باہر رہے آخر جب ۱۹۴۹ء میں جلاوطنی سے واپس دروش تشریف لائے اور اپنی گورنری اور جاگیر پر بحال کئے گئے۔

(۱۱) آپ جدید اصلاحات کے خواہشمند ہیں اور پرانے آئین و دستورات سے نفرت رکھتے ہیں اسکا اثر یہ ہوا کہ ۱۹۴۶ء کے اوائل میں آپ نے یہ کام کیا۔ کہ اپنی جاگیر کی رعایا سے ان کی تمام مالیاتی تکالیف کو دور کیا۔ جنہیں مختلف اقسام کے قلنگ مختلف ناموں سے واجب الادا تھے۔ ان کو معاف فرمایا اور رعایا اس بارگراں سے سبکدوش ہوئی۔ ریاست چترال میں عوام میں بیداری[۵۱] اور آزادی کی لہر کا جو جذبہ پیدا ہوا۔ اسے بھی آپ ہی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو عین مناسب ہے کہ چترال کے حالات بدلنے میں آپ کی قید کو خاص دخل حاصل ہے۔

(۱۲) آپ وطن پرور بھی ہیں اور اپنی قوم کی کھوار زبان کے بڑے قدردان ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انھوں نے ایک اہم خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ اور ۱۹۵۷ء میں دروش میں ایک انجمن قائم کی جسکا مقصد یہ تھا کہ کھوار زبان کی ترویج و ترقی پر لکھنے اور پڑھنے کا سروسامان بہم پہنچایا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ ملک ملت کے اہم ترین مسائل سے ہے۔ نوشت و خواند کی ترویج سے کھوار زبان کو ترقی نصیب ہوگی اور کھو قوم کا نام دنیا میں یادگار رہیگا۔ معدوم ہونے کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ اس اہم ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس ملک کی دو نامور ہستیوں نے جو علم و ادب کے فاضل تھے ہز ہائی سر محمد ناصر الملک و مرزا صاحب محمد غفران

---

۵۱ ریاست چترال میں عوام کی بیداری کے سلسلہ میں احقر سرحدی مدیر روزنامہ ترجمان افغان پشاور نے اپنے دورہ چترال کے تاثرات میں جن اصحاب کے عہد آزادی کی خدمات کا تذکرہ فرمایا ہے وہ بجنسہ یہاں نقل کی گئی ہیں۔ چنانچہ ۱۱ میں عہد آزادی کا دور دورہ اور اسکے نتائج کا جملہ اس سے اقتباس کیا گیا ہے اسی طرح اور کئی اصحاب کے متعلق مدیر موصوف کے خیالات یہاں درج ہوئے ہیں۔ مؤلف صرف اپنے عندیہ خیالات یا کسی اور غیر معتبر اصحاب کے افکار کا ادعا نہیں ہے تسلی رکھیں۔ (مؤلف)

اپنے حین حیات میں کھوار زبان کے حروف کی شکلیں وغیرہ ایجاد کرلی تھیں اور طرزِ تحریر کے لئے کوشاں تھے مگر رواج نہ دے سکے۔ شاہزادہ صاحب کے فرزندِ ارجمند شہزادہ صمصام الملک نے جو اس انجمن کے سرپرست ہیں۔ فنی حیثیت سے کام لیکر بلامبالغہ اپنی علمی اور ذہنی قابلیتوں کا ایک اعلیٰ نقش قائم کر دیا ہے اور تمام حروف، ان کی اشکال اور آوازوں کی ایک جامع و مبسوط کتاب تیار کر دی ہے جسکی وجہ سے موصوف کا نام علمی و لسانی دنیا میں قوم اور وطن کی خدمت کے لحاظ سے ہمیشہ یادگار رہے گا۔

شاہزادہ محمد حسام الملک کی دوسری دینی متبرک یادگار ان کی قرآنی تفسیر ہے جو کھوار زبان میں علمائے مستند کے تعاون سے تالیف کر رہے ہیں۔ تاکہ شائقین قرآن شریف کا ترجمہ کھوار زبان میں پڑھ کر ثواب حاصل کر سکیں اور آپ اپنی نیک نیت کے ثواب سے ماجور ہیں۔

کھوار زبان کی مطبوعہ کتابیں نصاب تعلیم میں داخل اور سکولوں میں زیرِ تعلیم ہیں۔ نونہالانِ وطن اپنی مادری زبان کی ترویج پر خوش ہیں اور شاہزادہ صاحب کے اپنے وطن کی لسانی خدمت کے لئے شکرگذار ہیں۔

شاہزادہ صمصام الملک آپ کے فرزندِ رشید ہیں۔ اسلامیہ کالج پشاور میں بی اے کرنے کے بعد قانون دانی کی تحصیل کر کے واپس دروش آئے اور یہاں کونسل عدلیہ میں سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ بڑے سنجیدہ افسر یاد ہوتے ہیں۔

شہزادہ سردار الملک آپ کے دوسرے فرزند ہیں۔ اسلامیہ کالج میں الیف، ایس، سی پاس کرنے کے بعد میڈیکل کالج لاہور میں داخل ہوئے وہاں سے ایم بی بی ایس پاس کیا اور کامیابی کے بعد واپس دروش آئے۔ اسسٹنٹ سرجن کا عہدہ حاصل کیا۔ انکی اخلاقی ہمدردی کا شہرہ بلند ہے۔ جو مریضوں کے ساتھ کرتے ہیں بڑے خلیق افسر ہیں۔

شاہزادہ صاحب نئی تنظیم کے بعد اپنی موروثی جاگیر پر بدستور قائم ہیں۔ دروش سے جاگیر ملتی ہے اور کافی اراضیات کے مالک ہیں۔

۳۳۔ شاہزادہ محمد خدیو الملک

آپکی ولادت ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔ اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی اور ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد چترال واپس آئے۔ اور والد بزرگوار سے علاقہ موڑکھو کی گورنری حاصل کی اور دراسن کو چلے گئے۔ وہاں کے پرانے قلعہ کی از سر نو تجدید کی۔ اور زمینوں کی آبادکاری پر مصروف ہو گئے۔ آپ فن تعمیرات اور آبادیات میں بڑی مہارت کے مالک تھے۔ قلیل عرصہ میں دراسن۔ بمباغ اور سنجور آن آپ کی آبادکاری سے سرسبز و شاداب ہو گئے۔ تعمیرات اور نوع بنوع کے میوے اور باغات ہر ایک مقام میں آپ کی زندہ یادگار رہ گئے تو بھشت میں گرمائی مقام کا بنگلہ تعمیر کیا۔ آپ مباحث تاریخ و تحقیقات آثار قدیمہ کی دلچسپیوں سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ آپ ذہین طبع ہیں تاریخی واقعات اور معلومات کا خزانہ پوشیدہ تھا مگر سامع نہ ملتے کہ کسن کر داد دیتے جس علاقہ میں آپ



شہزادہ کپٹن غلام جیلانی ۔اے ڈی سی
گورنر بنگال



شہزادہ سردارالملک ایم۔بی۔بی۔ایس
میڈیکل آفیسر چترال

شہزادہ صمصام الملک بی۔اے ایل۔ایل۔بی
سکرٹری عدلیہ کونسل چترال

رہتے تھے علمی مباحث میں حصہ لینے والوں کا وجود ناپید تھا ۔ اور آپکی علمی وقلمی یادگار موجود نہیں آپ عین عالم جوانی میں چند روز بیمار رہ کر راہگرائے عالم جاودانی ہوئے اور دراسن ہی میں مدفون ہوئے ۔ آپکی وفات ۱۸ دسمبر ۱۹۲۲ء کو واقع ہوئی ۔ آپ کے تین فرزند یادگار رہ گئے ۔ جن کے نام غلام جیلانی ۔ فخر الملک اور عماد الملک ہیں ۔ آخر الذکر دونوں کی والدہ نواب اورنگ زیب مرحوم والئی دیر کی صاحبزادی ہیں ۔

شاہزادہ غلام جیلانی

آپ ۲۶ رفروری ۱۹۲۶ء میں پیدا ہوئے آپ اعلیحضرت مرحوم کا سب سے پہلا بیٹا ہے جس کی ولادت پر شاندار جشن منایا گیا ۔ رضاعت کے لئے رضا خیل قبیلہ کو دیا گیا ۔ اور آپکا نام اعلیحضرت مرحوم کی اپنی تجویز پر رکھا گیا ۔ کہ غلام جیلانی سے موسوم رہے ۔ یعنی جیلانی سے مراد حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ انکا غلام ہے شاہزادہ غلام جیلانی کی والدہ سادات اسماعیلیہ کے شاہ عبدالحسن حسن آباد کی صاحبزادی ہیں اور وہ اس علاقہ میں اسماعیلیوں کے پیر و پیشوا ہیں ۔

شہزادہ غلام جیلانی ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کرنے کے بعد ڈیرہ دون بھیجے گئے ۔ اور وہاں سے بعد میں اسلامیہ کالجیٹ پشاور سے میٹرکولیشن پاس کیا ۔ اور اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے ۔ ۱۹۴۸ء میں بی ۔ اے کا امتحان پاس کیا ۔ آپ دو سال کالج میں فٹ بال ٹیم کے کپتان رہے اور دیگر کھیلوں میں بھی نمایاں فوقیت حاصل کی ۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ کچھ عرصہ ہز ہائی نس والئی چترال کے چیف سیکرٹری رہے ما بعد چار سال کے طویل عرصہ تک آل پاکستان تعلیمی مشاورتی بورڈ میں ریاست ہائے دیر و سوات و چترال کے نمائندے بھی رہے ۔ بعد میں جب ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم ریاست سے باہر گئے ۔ تو آپ ان کے مشیر خاص کی حیثیت سے انکی معیت میں رہے ۔

۱۹۵۳ء میں جب ہز ہائی نس واپس چترال تشریف لائے تو شہزادہ موصوف کو حکومت پاکستان نے ریاست چترال کے شاہی خاندان سے تعلقات استوار کرنے کے مدنظر پاکستان آرمی میں کپتان کا عہدہ عطا کر کے گورنر مشرقی پاکستان سر فیروز خان نون کا ایڈی کانگ مقرر فرمایا ۔ آپ ابتک اس عہدہ پر سرفراز ہیں ۔ شہزادہ موصوف ایک آزاد خیال ، ہر دلعزیز اور قابل نوجوان ہیں ۔ اور نہ صرف شاہی خاندان میں بلکہ ریاست کے عوام میں بھی مقبول و ہر دلعزیز ہیں ۔ آپ کے دو لڑکے ہیں جو سٹیٹ جونز کانونٹ سکول کوہاٹ میں زیر تعلیم ہیں آپ اور آپ کے بھائی کوشٹ اور دراسن میں بڑی جائیدادوں کے مالک ہیں ۔ والد مرحوم کی جاگیر سے بھی حصہ لیتے ہیں ۔ اور پر وقار زندگی گذار رہے ہیں ۔ مگر فخر الملک اور عماد الملک نے تعلیم سے دلچسپی نہ رکھی اس لئے وہ تعلیم سے بے بہرہ ہوئے اور ان امتیازی اوصاف سے محروم رہے جو اس خاندان کا امتیازی نشان تھا

۴۳ ۔ شاہزادہ غازی الدین خان

آپکا سن پیدائش ۱۹۰۲ء ہے آپ جب علیگڈھ یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کر کے جب چترال واپس آئے تو والد بزرگوار کے سیکرٹری مقرر ہوئے ۱۹۲۶ء میں اعلیحضرت مرحوم نے ریاستی انتظام سے نغر مقام میں سکونت کے لئے قلعہ بنوایا

اور خود ادھر تشریف لے جاکر خانہ آبادی کی۔ نغر اور پٹی کی اراضیات بھی آپ کو بخشدیں اور ساتھ ہی ارسون کی جاگیر بھی آپ کو عطا کی گئی۔

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں آپ پھر سیکریٹری کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ اپنے والد بزرگوار کے عہد میں خصوصی اعتماد کے مالک تھے۔ اور ہز ہائی نس سر ناصر الملک آپ کی علمی لیاقت کا بڑا اعتراف کرتے تھے۔ عین جوانی کے ایام میں چترال میں بیمار ہوئے اور ۲۱ جون ۱۹۴۲ء کو انتقال فرمایا۔

آپ کے دو فرزند ہیں شہزادہ سراج الدین خان و شہزادہ ناصر الدین خان۔ دونوں تعلیمیافتہ ہیں۔ سراج الدین خان اسلامیہ کالج پشاور سے ایف اے تک تعلیم یافتہ ہیں تعلیم کے بعد جب واپس چترال آئے ہز ہائی نس مظفر الملک مرحوم کے عہد میں چیف سیکریٹری مقرر ہوئے۔ مابعد ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے عہد میں بھی اپنے عہدہ پر سرفراز رہے۔ اور مزید تقرب بھی حاصل کیا۔ آجکل اپنے گھر نغر میں سکونت پذیر ہیں۔ جاگیر ارسون بدستور آپ کے قبضہ میں موجود ہے۔ وقت فارغ البالی سے گذارتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود اپنے والد بزرگوار کی یادگاری تصویر باربار یاددہانی کے باوجود نہ دے سکے اور اس کا خرچ برداشت کرنے سے بہانہ جوئی کرتے رہے حالانکہ اُن کے پاس سب کچھ موجود ہے صرف اس کو اس طرف بے جا بنا کر اپنے خاندان اور وطن کی یاد کو فراموش کیا۔ حالانکہ ان کے والد مرحوم بڑے تعلیمی و اخلاقی اوصاف کے مالک تھے۔ اگر اُن کی تصویر یہاں چھپ جاتی تو ناظرین کی دلچسپی کا موجب بنتی اور انکا نام زندۂ جاوید رہتا۔ مگر تصویر نہ چھاپنے کی مصلحت وہ خود بہتر جانتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

۳۵۔ شاہزادہ محمد شہاب الدین خان

آپ ۱۹۱۱ء میں پیدا ہوئے اور اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی۔ میٹرک پاس کر کے جب چترال واپس آئے ۱۹۳۱ء میں اعلیحضرت مرحوم کے چیف سیکریٹری مقرر ہوئے۔ پھر سر ناصر الملک و ہز ہائی نس مظفر الملک کے عہد میں مسلسل اس عہدے پر قائم رہے۔ ۱۹۴۶ء میں آپ کو دروش کا گورنر بنا دیا گیا اور دروش چلے گئے۔

۱۹۴۹ء میں آپ دروش سے پھر چترال آئے۔ ہز ہائی نس سیف الرحمن کے عہد میں آپ کو وزیر اعظم کا خطاب ملا۔ اسی سال ہز ہائینس کے دوران تربیت پشاور میں جب انتظامیہ بورڈ قائم کیا گیا تو آپ اس بورڈ کے ممبروں میں بحیثیت وزیر اعظم شامل ہوئے۔ محکمہ تعلیم۔ خزانہ اور عدالت آپ سے متعلق رہے۔

۱۹۵۳ء میں نئی تنظیم کے بعد آپ ہز ہائی نس کے نامزد شدہ ممبروں میں ایڈوائزری کونسل کے ممبر بنے اور انہی ایام میں جب کراچی میں فوڈ کانفرنس ہوئی تو آپ نے چترال، دیر، سوات اور امب کی ریاستوں کی نمائندگی کی اور وزیر خوراک کا عہدہ حاصل کیا۔

۱۹۵۴ء میں آئینی اصلاحات نافذ ہونے کے بعد آپ چترال میں ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے اور آجتک اس عہدہ پر قائم ہیں۔ تیئس سال کے اندر آپ اپنی تمام ذمہ داریوں میں کامیاب رہے ہیں۔ آپ کے



شہزادہ محمد شہاب الدین خان ڈپٹی کمشنر چترال

دو صاحبزادے جلال الدین خان، شمس الدین خان زیر تعلیم ہیں جلال الدین خان چترال میں میٹرک پاس کرنے کے بعد اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہیں۔

آپ گمبس کے مقام میں سکونت پذیر ہیں اور یہ وہ تاریخی مقام ہے جسے شاہ کٹور اول نے آباد کیا تھا یہ بہت سرسبز و شاداب مقام ہے گمبس کی جائداد آپ کی آباد کاری سے بڑی وسیع اور بارونق بن گئی ہے۔ میوے بکثرت ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کو بروزنہ سے بھی جاگیر ملی ہے۔ آسودہ حال ہیں اخلاقی طور پر نہایت شریف انسان ہیں۔ نماز و تلاوت کے پابند ہیں۔ متعدد اخبارات و دینی رسائل آپ کے نکات دانش سے معمور ہیں۔ باوجود مصروفیات ملازمت کے شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔

۳۶۔ شہزادہ امیر الدین خان

آپ ۱۹۱۲ء میں پیدا ہوئے اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی۔ مگر عمرانی عصری علوم کی بجائے آپ کا میلان طبع دینیات اور تصوف کی جانب رہا۔ صوم و صلوٰۃ اور وظائف میں کھڑے رہتے ہیں۔ اور اکثر اوقات گرامی دینی کتابوں کے مطالعہ اور یاد الٰہی کی مشغولیت میں گذار رہے ہیں۔

چہار چیز ز عمر مے بر دکدام چہار　　　نماز و روزہ و تسبیح و استغفار

معقولہ ہے آپ کا بڑا صاحبزادہ محمد محی الدین خان چترال سکول میں میٹرک پاس کرنے کے بعد پشاور یونیورسٹی میں بی۔ اے کا امتحان پاس کرکے مزید تعلیم میں مصروف ہے۔ آپ کلکٹک علاقہ دروش میں سکونت رکھتے ہیں۔ اور کلکٹک و بیوٹری کے جاگیردار ہیں۔

۳۷۔ شاہزادہ برہان الدین خان

آپ ۱۹۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ رائل ملٹری کالج ڈیرہ دون میں داخلہ لیا۔ اور انڈین ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں تربیت پائی۔ ۱۹۳۵ء میں فوجی ملازمت پر چلے گئے اور سیکنڈ لفٹننٹ کا عہدہ پایا۔ اور فضائی فوج میں بھی تربیت حاصل کرکے چترال واپس آئے۔

۱۹۴۰ء کے ایام میں اپنی پلٹن کے ساتھ مشرقی ایشیاء کی عالمگیر جنگ میں شریک رہے۔ سنگاپور چلے آئے اور یہاں سے حکومت جاپان کی قید میں چلے گئے۔ اور بعداً آزاد ہند فوج میں حصہ لیا اور بریگیڈیر کا عہدہ حاصل کیا۔

برما کے محاذ جنگ پر انگریزی فوج سے جنگ کی۔ جب حالات نے پلٹا کھایا۔ تو محوری ناکام ہوئے اور اتحادیوں نے فتح پائی۔ جاپان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ تو شہزادہ برہان الدین خان انگریزی فوج کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ اور لال قلعہ دہلی میں قید کر دیئے گئے۔ ان کے خلاف بغاوت کے الزام کے تحت مقدمہ چلایا گیا۔ جس میں سات سال کی سزا پائی اور ہری پور جیل میں منتقل کر دیئے گئے ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو آپ قید سے رہائی پاکر چترال واپس آئے اہل علاقے نے آپکا

شاندار استقبال کیا۔

۱۹۴۸ء میں آپ باڈی گارڈ میں کمانڈر انچیف مقرر ہوئے۔ باڈی گارڈ میں نئی تنظیم شروع کی اور سپاہ کے لئے مزید ضروری سامان اور برین گنیں خرید کرلائے۔

۱۹۴۸ء ہی میں آپ مجاہدین کا لشکر تیار کرکے لداخ گئے اور متعدد حملوں سے دشمن کو شکست دی اور واپس چترال آئے۔

۱۹۴۹ء میں جب مستوج کے لوگوں نے سیاسی شورش برپا کیا آپ مستوج گئے۔ اور گرفتاریاں عمل میں لائیں۔ چونکہ یہ عمل موجودہ پولیٹیکل افسر چترال کی اجازت اور صلاح کے بغیر کیا گیا تھا لہذا پشاور بلائے گئے وہاں سے واپس چترال آئے اور لوہرڈ کا قیام کیا۔ اس کے بعد آپ گھر چلے گئے۔

آپ کی جائے قیام دلوموس ہے اور بمبز گول کے دہانے پر دریا کے بائیں طرف ایک بڑا باغ آباد کیا ہے۔ جسمیں کثرت سے انگور ہیں اور دیگر قسم قسم کے میوے ہیں۔ آپ بڑے مہمان نواز ہیں۔ اور سین شالی کی جاگیر کے مالک ہیں۔ دلوموس سے متعلقہ اراضی آپ کی تحویل میں ہے باوجود اس شہرت عظیم کے تاریخ چترال سے دلچسپی نہ لی اور انمیں تصویر چھپوانے سے بھی اجتناب کیا۔ کیونکہ آپ فوجی افسر رہ چکے ہیں۔

۳۸۔ شاہزادہ خوش وقت الملک

آپکا تاریخ پیدائش ۱۳ رجولائی ۱۹۱۳ء ہے۔ آپ نے تعلیم وتربیت رائل ملٹری اور انڈین آرمی ملٹری اکیڈیمی ڈیرہ دون میں پائی۔ تربیت مکمل کرنے کے بعد آپ انڈین آرمی میں سکینڈ لفٹننٹ ہوئے پھر درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے کرنیل ہوئے۔

آپ پہلے جنوبی وزیرستان کی فرنٹیئر کور کے سکاوٹس کمانڈنٹ تھے۔ پھر ڈپٹی انسپکٹر جنرل کوئٹہ مقرر ہوئے۔ بالبعد بنگال رجمنٹ کے بریگیڈیر رہ کر ملازمت ختم کی۔ اور وظیفہ یاب ہو کر چترال واپس آئے آپ والد بزرگوار کی وصیت سے گورنر مستوج کے عہدہ پر فائز تھے۔ ۱۹۳۶ء سے اس عہدہ کی سرانجام ہی پر مستقل مامور رہے دوران ملازمت اپنے فرائض منصبی کو بہ احسن انجام دیتے رہے آجکل آپ امریکن کونسل خانہ پشاور کے ایڈوائزر ہیں۔ اور آپ اتالیق سرفراز شاہ کے خواہرزادے ہیں۔ خاص مستوج کا قلعہ اور اسے متعلقہ زمین آپ کی تحویل میں ہے۔ علاوہ ازیں ریاستی جاگیر بھی آپ کو ملی ہوئی ہے۔

۳۹۔ شہزادہ محمد مطاع الملک

آپ کا یوم پیدائش ۱۰ رفروری ۱۹۱۶ء ہے آپ نے تعلیم وتربیت رائل انڈین ملٹری کالج ڈیرہ دون میں پائی۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ چترال واپس آئے ۱۹۳۶ء میں آپ علاقہ غذرہ کے موروثی گورنر مقرر ہوئے اور شغور کی جاگیر ورا ثتاً آپ کو ملی ۱۹۳۹ء میں آپ فوج میں داخل ہوئے اور سکینڈ لفٹننٹ کا عہدہ حاصل کرکے نسٹ بٹالین ڈیوٹ یارکشیر رجمنٹ کے ساتھ ایک سال کے لئے ٹریننگ حاصل کی۔



غازی شہزادہ محمد مطاع الملک فاتح اسکردو سابق گورنر خذرہ

۱۹۴۱ء میں آپ ۲/۲۵ پنجاب رجمنٹ میں شامل ہو کر بعہدہ کپتان سنگاپور اور سراوک بورنیو چلے گئے اور عالمگیر جنگ میں داخل ہوئے اس رجمنٹ میں آپ کمپنی کمانڈر ایڈجوٹنٹ اور سیکنڈ اینڈ کمانڈر کے عہدے پر فائز رہے۔ اس جنگ کے دوران جاپانیوں کی قید میں چلے گئے۔ اور مابعد آزاد ہند فوج میں داخل ہوئے۔

آزاد ہند فوج میں آپ جی ایس او اول نمبر ۳ ڈویژن اور کمانڈر ۸ بریگیڈ کے منصب پر فائز رہے لیکن پھر سبھاش چندر بوس سے بعض مذہبی اختلافات کی بنا پر قید ہو کر وہاں سے طیارہ میں دہلی چلے آئے اور دہلی سے آزاد ہو کر اپریل ۱۹۴۶ء میں بذریعہ طیارہ واپس چترال تشریف لائے۔ آپ کے استقبال میں عمائدین چترال کا نظارہ بڑا دلکش تھا کیونکہ آپ نے رضاخیل قوم کے اعلیٰ خاندان میں رضاعت و تربیت پائی تھی علاوہ ازیں آپ اعلیحضرت مرحوم کے محبوب ترین فرزندوں سے تھے۔

۲۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک قیام سنگاپور کے ایام میں ایک چینی خاتون سے نکاح کر لیا تھا یہ بیگم صاحبہ بھی ان کے ہمراہ چترال آئیں۔ بیگم صاحبہ جدید تعلیم سے آراستہ اور مذہباً مسیحی تھیں۔ شاہزادہ کے ہاتھ اسلام کی دولت سے بہرہ یاب ہوئیں۔ موصوفہ صوم و صلوٰۃ کی پابند اور سراپا پردہ شعار ہیں۔

۳۔ ۱۹۴۸ء میں جب آزاد کشمیر کے لئے جنگ برپا تھی۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک نے جہاد کا اعلان کیا۔ اور چترال سے ایک دستہ مجاہدین کا ترتیب دے کر آپ کو انکی قیادت تفویض کی اور آپ کو کرنیل کے خطاب سے نواز کر روانہ کیا گیا۔ شاہزادہ محمد مطاع الملک نے مجاہدین کی معیت میں گلگت اور وہاں سے اسکردو مقام میں جا کر دم لیا۔ اور یہ تمام مراحل ایکماہ کی قلیل مدت میں طے کئے۔ دشوار گذار و ردوں فلک پیما برفانی چوٹیوں اور سنگلاخ چٹانوں کو عبور کیا۔ اور راہ کی تمام مشکلات پر قابو پاتے ہوئے نکل گئے۔ ادھر کیا تھا دشمن کے محفوظ قلعے۔ مضبوط مورچے۔ اور دشمن کی سپاہ جنگ آزمودہ اور خشک و ترچشیدہ آزمودہ کار۔ آتشین اسلحوں سے سراپا ملبس۔ گنوں، مارٹروں، مشین گنوں اور بموں سے آراستہ و تیار اور آسمان سے آتشباری کے لئے ہوائی جہازوں پر نازاں تھے۔ ادھر کیا تھا ناتجربہ کار مجاہدین اور ان کے پاس صرف بندوقیں۔ بڑی جگر دوز مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ دانتوں جنگ جاری رہی اور ساڑھے چار ماہ کی شدید ترین کشمکش اور خونریزی کے بعد مجاہدین اسلام کا بول بالا ہوا۔ اور انھوں نے قلعہ اسکردو فتح کیا۔ سارا بلتستان سرحد چین تک اسلام کے ہاتھ آیا۔ اور دشمن کے وجود سے سارے علاقے صاف ہو گئے۔ کرنل شیر جنگ تھاپر مع چند دیگر افسروں کے گرفتار ہوئے۔

شاہزادہ محمد مطاع الملک فتحیاب ہو کر جب چترال کیطرف روانہ ہوئے تو گلگت میں گرفتار کر لئے گئے۔ اور سنٹرل جیل پشاور میں پہنچا دیئے گئے۔ دو سال تک نظر بند رہے۔ سرکاری طور پر ان کی گرفتاری بنگال ریگولیشن ۱۸۱۸ء کے ماتحت بتائی گئی۔ مگر مابعد انکشاف ہوا کہ ہز ہائی نس بعض شرارت پسند عناصر کی رپورٹوں سے متاثر ہو کر شاہزادہ کی گرفتاری کے لئے درخواست دی تھی۔ کہ وہ اپنی کامیابی کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے کام لے کر چترال پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۴۹ء میں شاہزادہ پشاور جیل سے رہا ہو کر واپس چترال آئے۔ اور اپنی گورنری و جاگیر پر

فائز رہے اور اپنے کارنامہ سے آپ دنیائے اسلام میں فاتح اسکردو کے خطاب سے نیکنام ہوئے۔

(الف) ۱۹۵۷ء میں آپ مشاورتی کونسل کے انتخابات میں کامیاب ہوئے اور ممبر کونسل ایڈوائزر ہوئے۔ آپ نواب اورنگ زیب مرحوم والئی دیر کے خواہرزادے ہیں۔ قلعہ آدی واقع شغور میں سکونت پذیر ہیں۔ اور آپ کو اژدر سے جاگیر ملی ہے

۴۰۔ شاہزادہ خوش احمد الملک

آپکی پیدائش ۱۵ اگست ۱۹۲۰ء میں واقع ہوئی۔ تعلیم وتربیت کیمبرج وڈون سکول ڈیرہ دون سے پائی۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ ہندوستانی فضائیہ میں داخل ہوئے۔ اور فرنٹیئر کور کے کمانڈنٹ رہے۔ پھر وزیرستان سکاؤٹس میں کپتان اب میجر کے عہدے پر ترقی کرکے پاراچنار میں کرم ملیشیا کے کمانڈنٹ ہیں۔

آپ کے دونوں فرزند مسعود الملک ومقصود الملک سیٹ جوزف کانونٹ سکول کوہاٹ میں تعلیم پا رہے ہیں۔ اور آپ شاہزادہ خوشوقت الملک کے برادر اصغر ہیں اور ریڑاوشتی مقام واقع ایدن میں سکونت رکھتے ہیں۔ اور ایون سے جاگیر پائے ہیں۔

۴۱۔ شاہزادہ محمد خسرو الملک

آپ شاہزادہ محمد مطاع الملک کے حقیقی چھوٹے بھائی ہیں۔ آپکی تاریخ پیدائش ۲۰ اگست ۱۹۲۰ء ہے آپ انڈین ملٹری کالج اور انڈین ملٹری اکاڈیمی ڈیرہ دون میں تعلیم وتربیت پائی تحصیل علم کے بعد آپ انڈین آرمی میں سکینڈ لفٹنٹ ہوئے پھر بتدریج ترقی کرکے کرنیل کے عہدے پر فائز ہیں۔ اور ملٹری سیکرٹری برانچ جنرل ہیڈکوارٹرز راولپنڈی میں مامور ہیں۔ آپ درو شپ علاقہ لٹکوہ میں سکونت رکھتے ہیں۔ اور یہاں کی جاگیر آپ کو وراثتاً ملی ہے۔ اور وسیع جائیداد ہے۔

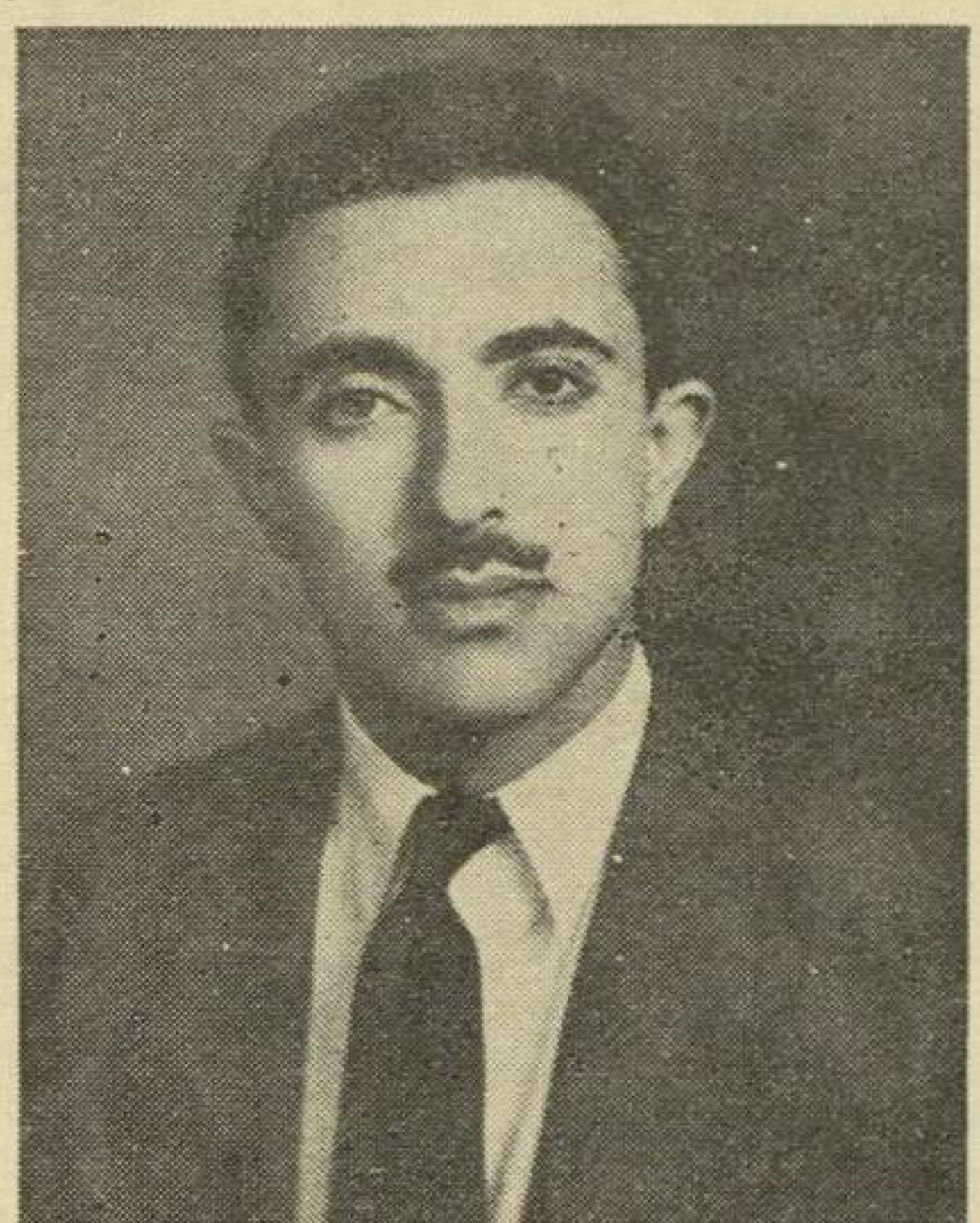
۴۲۔ شاہزادہ محمد محی الدین خان

آپکی پیدائش ۶ مارچ ۱۹۲۲ء ہے۔ اور فوجی تعلیم وتربیت ڈون سکول اور انڈین ملٹری اکیڈمی ڈیرہ دون میں پائی۔ سینیئر کیمبرج پاس کیا۔ اور فوج میں سکینڈ لفٹنٹ بھرتی ہوئی۔ برصغیر پاک وہند کی تقسیم کیوقت آپ انڈین آرمرڈ ٹینک کور میں افسر تھے۔ بکثرت اسلحہ اور ٹینک ہندوستان سے پاکستان لائے۔ ترقی کے مدارج طے کرکے ناورن سکوٹس گلگت میں میجر ہوئے۔ اور اسوقت نوشہرہ چھاؤنی میں آرمرڈ کور کے میجر ہیں۔

آپ کو ارکاری علاقہ خذر میں جاگیر ملی ہے اور سکونت کے لئے موڑیگرام کے مقام کی اراضی آپ کی تحویل میں ہے۔

۴۳۔ شاہزادہ مبارک الملک

آپ شاہزادہ محمد مطاع الملک کے چھوٹے بھائی اور اعلیحضرت مرحوم کے سب سے آخری فرزند ہیں۔ میر حاکم لاسپور کے گھر رضاعت اور پرورش پائی اور جوان ہونے کے بعد بھائیوں کے ساتھ رائل انڈین کالج ڈیرہ دون میں داخل ہوئے تھے۔ مگر طبیعت



شہزادہ اسدالرحمان ایف۔اے۔ سابق گورنر تورکھو

نہ لگی اور واپس آگئے۔ پھر اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے مگر وہاں بھی رغبت نہ ہوئی۔ چترال واپس آگئے استعداد اچھی پائی تھی۔ جو کچھ سیکھا خوب یاد رکھا۔ خوبصورتی سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ کسی بھی ملازمت میں نہیں آئے۔ گھر پہ رہتے ہیں۔ دمیل نسار علاقہ ارندو میں اسکا گھر ہے۔ ارندو میں دمیل کی جاگیر پائی ہے۔

۴۴۔ شاہزادہ آب حیات خان

یہ مہتر امیر الملک مرحوم کے واحد فرزند ہیں۔ مہتر امیر الملک محاصرۂ چترال ۱۸۹۵ء کے بعد نقض امن کی پاداش میں گرفتار ہوئے۔ اور یہاں سے ہندوستان لیجا کر عالمگری واقع اوٹا کمند کے مقام پر نظر بند رکھا گیا تھا۔ جہاں وفات پائی۔ اعلیحضرت مرحوم نے ان کے اہل و عیال کو چترال بلا لیا۔ ان کا بیٹا شاہزادہ آب حیات خان اعلیحضرت مرحوم کے زیر پرورش جوان ہوا اور تعلیم پائی اور مستقل قیام کے لئے اسے دمیل نسار علاقہ ارندو میں زمین و جائداد دی گئی۔ اور اس کے لئے طرح اقامت ڈالی۔ ہزہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں جب حاکم ارندو صوبیدار جمیع اللہ قتل ہوا تو شہزادہ آب حیات خان اس سلسلہ میں مجرم گردانا گیا۔ اور زیر حراست ہوا۔ اس کے بعد اس کو چترال سے جلاوطن کر دیا گیا۔ جہاں وہ حکومت افغانستان کے زیر سایہ چلے گئے۔ اب وہ وہاں سکونت پذیر ہیں انھوں نے ۱۹۵۶ء میں اپنے دونوں لڑکوں لیاقت حیات خان اور سہراب حیات خان کو واپس چترال بھیجا تاکہ ریاست سے قیام و خوراک پوشاک کا ذریعہ حاصل کریں۔ وہ یہاں سکول میں تعلیم پا رہے ہیں۔

اولاد ہزہائینس محمد مظفر الملک مرحوم

۴۵۔ شاہزادہ اسد الرحمٰن

آپ ہزہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے دوسرے فرزند ہیں آپکی پیدائش ۱۹۲۶ء میں واقع ہوئی۔ اسلامیہ کالج پشاور میں ایف۔ اے تک تعلیم پائی اپنے والد بزرگوار کے دور حکومت میں علاقہ تورکہو کے گورنر مقرر ہوئے۔ مگر تعلیم سے فارغ ہونے سے پہلے والد صاحب انتقال کر گئے۔ اپنے بھائی ہزہائینس سیف الرحمٰن مرحوم کے دور حکومت میں بھی تورکہو کی گورنری کے عہدے پر فائز رہے۔ مگر رہائش مستقل طور پر اپنے بھائی کے پاس رکھتے تھے ۱۹۴۹ء میں جب ہزہائینس سیف الرحمٰن مرحوم سرکاری بلاوے پر پشاور چلے گئے تو آپ کو ریجنسی کونسل کا صدر مقرر کیا گیا۔ پھر اسی سال دوبارہ ہزہائینس سیف الرحمٰن کو جب تربیت کے لئے بلا گیا۔ تو ان کے جانے کے وقت سے بورڈ مقرر ہونے تک آپ بحیثیت قائم مقام کاروبار حکومت سرانجام دیتے رہے ۱۹۵۴ء میں نئی تنظیم کے بعد آپ ڈپٹی کمشنری کے عہدے پر مامور ہو کر مستوج چلے گئے۔ اور ایک سال کے بعد اس عہدے سے استعفٰی دیدیا۔

۱۹۵۶ء سے آپ ہز ہائی نس سیف الملک ناصر کی سرپرستی اور انکی جائیداد اور دیگر امور کی نگرانی پر مامور ہوئے ہیں۔ آپ کی جائے رہائش۔ زمینیں اور جاگیر وغیرہ توریکھو میں ہے۔ لہلپ مقام کی جاگیر آپ کو ملی ہے

۴۶۔ شاہزادہ عزیز الرحمن آپ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے تیسرے فرزند ہیں تعلیم پا رہے تھے کہ دل برداشتہ ہو گئے۔ ۱۹۵۱ء میں اپنے بڑے بھائی ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے دوران تربیت پشاور آپ کابل چلے گئے۔ جب ہز ہائی نس واپس چترال آئے تو آپ بھی کابل سے رخصت لیکر وطن مالوف میں واپس آگئے اور تعلیم میں مصروف ہوئے۔ از بسکہ طبیعت میں سکون و قرار نہ تھا۔ ۱۹۵۷ء میں چترال سے پشاور گئے اور وہاں سے دوبارہ کابل چلے گئے۔ اچھی صورت و سیرت کے شاہزادے ہیں مگر طبیعت میں استقلال نہیں ہے۔

شاہی خاندان کی ممتاز شاخیں

۴۷۔ قوم خانیہ یہ قوم مہتر سر بلند خان بن شاہ افضل اول کیجانب منسوب ہے مہتر موصوف کی قاسم خان والی دیر سے مکرر رشتہ داری اور اتحاد قائم رہے ہیں اس سبب سے ان کو خانی مہتر کہا جاتا ہے۔ پھر اسکی اولاد خانیہ لقب سے مشہور ہے اس قوم کے معزز رجال سے محمد علی خان ابن سر بلند خان۔ ٹہک ابن محمد علی خان اور سر بلند خان ثانی ابن ٹہک اس سلسلہ کے شہرت یاب اشخاص میں سر بلند خان ثانی کہ شیر افضل خان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ۱۸۹۵ء کی جنگ میں مقتول ہوئے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد حکومت میں مہابت خان ابن ٹہک عزت یاب ہوا۔ اور ایون کی حاکمی کا منصب پایا۔ وہ لمبی عمر پاکر انتقال کر گیا۔ نیک سیرت اور خوش طبع شخص تھا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت حضوری میں اکثر اوقات رہا کرتا تھا۔ اور سر بلند خان ثانی کے پوتوں سے شجاعت خان باشندۂ دروش شاہی دربار سے روشناس اور معتبر و معمر شخص تھا۔

۴۸۔ قوم سنگین علیہ یہ قوم مہتر سنگین علی ثانی ابن شاہ کٹور اول کیجانب منسوب ہے۔ جن کے لڑکے محمد شفیع۔ شاہ مردان قلی بیگ۔ ناصر علی۔ جہانگیر۔ غنیمت۔ خدر بیگ وغیرہ تھے۔ اسی طرح شاہ کٹور اول کے لڑکوں میں محمد غلام اور عبد الغنی کی اولاد بھی سنگلہ نام سے یاد کی جاتی ہے مہتر محمد شفیع کے لڑکوں میں خان بہادر و خان دوران اور سنگین علی ثالث کی اولاد بھی سنگلہ ہی جاتی ہے۔ سنگین علی ثالث کے لڑکے خورشید شاہ و اکبر شاہ معزز اشخاص تھے۔ خورشید شاہ کا لڑکا محمد قلی بیگ اور اکبر شاہ کا لڑکا امین سری بھی معزز لوگوں میں یاد ہوتے ہیں۔ عہد موجودہ میں محمد قلی بیگ کا لڑکا صاحب قلی بیگ



کپتان آغا سعدی خان چغتائی بمعہ فرزندوں کے

اور بین سری کالٹ کا تفاخر شاہ اعلیٰحضرت کے عہد میں معتبر ہوئے اور ان کو کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔ اعلیٰحضرت مرحوم کے عہد میں عزت و اعتبار کا اظہار کونسل کی ممبری اور فوجی ملازمت میں صوبیدار و جمعدار کے خطابات تھے۔ تفاخر شاہ ریاستی فوج میں جمعدار بھی تھا۔

۲۔ ناصر علی کی اولاد ناصر علیہ سے موسوم ہے ناصر علی کا لڑکا سلطان خان معزز شخص تھا۔ پھر اس کا لڑکا غنار مشہور شخص تھا۔ منار کا ذکر تاریخ چترال میں مکرر آیا ہے۔ اعلیٰحضرت کے عہد میں منار بڑا معزز یادہوتا تھا۔ اور علاقہ لنکوہ کی چارویلی ان کے خاندان کو تفویض تھی۔ منار کے لڑکوں میں بین جوان و میر جوان معتبر ہوئے لنکوہ کی چارویلی بین جوان کو تفویض ہوئی اور باڈی گارڈ کی صوبیداری میر جوان کو دی گئی۔ پھر وہ صوبیدار میجر ہوئے مابعد مزید عزت کے لئے ان کو کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔ میر جوان کے ایک لڑکے توکل خان نے جو تعلیمیافتہ ہے۔ سپلائی وردش کے کاروبار پر مامور ہو کر صوبیدار کا لقب حاصل کیا اور دوسرا لڑکا باپ کے انتقال کے بعد لنکوہ میں صوبیدار بنایا گیا۔ اور بین جوان کا لڑکا دربار الدین خان اپنی قوم و وطن میں معتبر تھا۔ علاقہ خندرہ کی نمائندگی کرتے ہوئے تین سال کونسل عدلیہ میں ممبر رہا۔ شاہزادہ برہان الدین ان کے خاندان میں دودھ سے پرورش پائی ہے۔ لہذا وہ اُن کی خدمات میں بھی مصروف رہا کرتا ہے۔ منار کا خاندان قدیم سے معزز چلا آیا ہے۔

۳۔ خذر بیگ ابن سنگین علی کی اولاد میں مرزا عبادت خان عزت یاب اور صاحب علم شخص تھا ۱۸۹۵ء کے محاصرۂ چترال کے دنوں میں محصورین کے ساتھ تھا۔ اسے اعلیٰحضرت مرحوم کی استاذی کا شرف بھی حاصل تھا۔ بڑی عزت سے زندگی بسر کی۔ کونسل عدلیہ کا رکن بھی رہا۔ بادشاہ کے دربار سے معقول وظائف سے بار یاب تھا۔ ان کا بڑا لڑکا مرزا سعدی خان مابعد عرف آغا چغتائی دہلی میں فارسی و اردو کی تعلیم حاصل کر کے جب چترال واپس آیا۔ تو اعلیٰحضرت مرحوم کا پرشین سیکرٹری مقرر ہوا۔ چودہ سال متواتر اس عہدے پر معزز رہا۔ جب ہز ہائی نس محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو آپ نے اپنے اس عہدے پر فائز رہ کر مزید یہ شرف بھی حاصل کیا کہ اُنکی بیماری کے ایام تمام ریاستی احکام بہ آغا سعدی خان بحکم ہز ہائی نس انگریزی میں لکھنے کا اختیار حاصل کیا۔ یہ بڑے اعتماد کا کام تھا آپ اسمیں کامیاب رہے۔ ہز ہائی نس فرط محبت سے آپ کو آغا لالہ بھی کہا کرتا تھا۔ ہز ہائی نس کی معیت میں آپ نے حج بھی کیا۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد میں آپ کو سب سے پہلے حاکم چترال کا منصب حاصل ہوا۔ اور آپ کے وظائف مقررہ پر اضافہ بھی ہوا۔ دیگر فرائض منصبی کے علاوہ آپ مشیر امور بھی رہتے۔ جب پاکستان کے ساتھ الحاق کا معاہدہ ہوا تو آپ نمائندہ ہو کر پشاور گئے۔ اور جب ہز ہائینس قائد اعظم کی ملاقات کے لئے پشاور گئے تو ملاقات کے وقت ہز ہائینس کے ساتھ بحیثیت مصاحب خاص شامل تھے۔ آپ کو ریاستی باڈی گارڈ میں کپتان کا عہدہ حاصل تھا۔ مابعد ہز ہائینس سیف الرحمٰن کے عہد میں بھی آپکی عزت بحال رہی۔ جب ہز ہائی نس تربیت کے لئے پشاور گئے اور ریاست میں مسلم لیگ پارٹی کے بالمقابل اتحادی لیگ کا قیام ضروری ہوا تو آپ اس کے بانیوں میں سب سے زیادہ

سرگرم رکن تھے۔ اور جماعت کی تنظیم میں بڑی کوشش سے مصروف رہے۔ پھر جب ہز ہائی نس کی واپسی بوطن میں تعویق ہوئی تو آپ اتحادی لیگ کا وفد بنا کر ۱۹۵۲ء میں ان کی قیادت میں پشاور چلے گئے۔ اور گورنر جنرل سے ملاقات کر کے ہز ہائی نس کی جلد واپسی کے لئے پرزور الفاظ میں مطالبہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہز ہائینس ۱۹۵۳ء میں واپس چترال تشریف لائے۔ آپ ذاتی لیاقت کے باوصف اپنی قومی و خاندانی وقار کی واحد یادگار ہیں اور عالیجاہ طبیعت کے مالک ہیں۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ جنمیں بڑا لڑکا محمد سعید خان سکاؤٹس میں صوبیدار ہے۔ دوسرا تیمور بیگ تھانہ کا انسپکٹر۔ باقی امان اللہ خان محبوب علی خان اور عباد اللہ خان تعلیم میں مشغول ہیں۔ آپکی گروپ تصویر عنوان کے آخر میں ثبت ہے۔

۴۔ خذر بیگ کی اولاد میں۔ اس خاندان کے محمد حافظ کی اولاد میں۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل قلم اشخاص میں شیر بہادر خان و مرزا علی جان کے نام قابل ذکر ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ریاست کے دفاتر میں مالیہ اور گودام کے کاروبار میں طویل مدت ملازمت جاری رکھی اور اعتبار پایا۔ شیر بہادر خان کونسل عدلیہ کا ممبر بھی رہا تھا۔ اسی طرح اس خاندان سے مرزا افضل شاہ۔ مرزا محمد نادر بیگ بھی شاہی ملازمتوں میں معتبر لوگ تھے۔ نادر بیگ گورنر دروش کے سیکرٹری تھے۔

خذر بیگ کے دوسرے لڑکے لاچین بیگ کی اولاد سے امانت شاہ بن امیر تراکان معزز شخص تھا۔ سردار نظام الملک کے عہد میں شیر افضل خان سے تعلق و خیر خواہی کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ اس کے لڑکے شاہ مردان و شیر مردان فوجی ملازمت میں سرد کار رکھتے ہوئے۔ معتبر اشخاص تھے شاہ مردان سکاؤٹس کا کوارٹر ماسٹر تھا۔ اور شیر مردان باڈی گارڈ میں کوارٹر ماسٹر رہا تھا۔ اور اس کا لڑکا لعل مردان باڈی گارڈ کے توپخانہ میں صوبیداری کے عہدہ پر فائز ہوا۔ اور مجاہدین اسکردو کے ساتھ لداخ بھی گیا تھا۔ خذر بیگ ثانی کا لڑکا سلطان خان بھی قوم میں معتبر شخص تھا۔

۵۔ غنیمت بن شاہ سنگین علی کے اخلاف میں مہتر امان الملک مرحوم کے عہد میں عالی قدر اور معزز شخص تھا۔ اسکی بہادری کے اوصاف بلند ہیں۔ عہد موجودہ کے علماء میں مولوی محمد وزیر اور حمید اور سربلند خان اس کے اخلاف میں معتبر اشخاص ہیں۔ مولوی محمد وزیر کا ذکر علماء میں بیان ہوگا۔

۴۹۔ قوم خوشوقتیہ

یہ خاندان شاہ خوشوقت ابن محمد بیگ کی اولاد کی جانب منسوب ہے اور انکی سکونت کا ہ گلگت ایجنسی کی حدود میں واقع ہے۔ اس لئے انکا موضوع وہاں کی تاریخ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس خاندان سے چترال ریاست میں معدودے چند لوگ ہیں جو بیان ہوتے ہیں۔

(۱) شہید الامان بن مرتضی آمان ریش علاقہ مستوج میں سکونت رکھتا تھا۔ بڑا معزز شخص تھا۔ اس نے طبعی عمر پاکر انتقال کیا۔ اس نے اپنے اکثر ایام جوانی مہتر میر ولی اور مہتر پہلوان کی خدمت میں غربت میں گذار دیئے تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کی بڑی عزت تھی۔ کونسل عدلیہ کے ارکان میں شامل رہا تھا۔ پھر اسکا لڑکا رضا مات

معتبر ہوا۔ اور کونسل میں ممبری کی۔ اسکا دوسرا لڑکا زیرہ آمان باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔

۲۔ کریم آمان بن خوش بن خدا آمان کوژ علاقہ مستوج میں سکونت رکھتا تھا۔ معزز شخص تھا۔ اور سکاؤٹس میں عہدہ دار تھا۔ جنگ بری کوٹ میں دشمن کی گولی سے زخمی ہوا۔ بازو کاٹا گیا اور اس کا بھائی علی خیبر بھی معتبر شخص تھا۔ کوژ میں ان کی وسیع جائیداد ہے۔

۳۔ مقدس آمان بن ملک آمان ثانی اپنے علاقہ سے جب چترال آیا۔ یہاں مستقل سکونت اختیار کی اعلیحضرت مرحوم کے زیر سایہ وجہ کفاف کا بندوبست ہوا۔ اور زمین ملی۔ چونکہ ان کی اہلیہ سردار نظام الملک مرحوم کی ہمشیرہ تھیں اور مختوم آباد کی زمین ان کی والدہ کی ملکیت تھی۔ انہوں نے اپنی زمین اپنی صاحبزادی کو بخش دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد مقدس امان کی اہلیہ کو اس کی زمین پر قابض کر دیا گیا۔ پھر اس کے لڑکے اس پر قابض ہوئے۔ مقدس آمان نے چترال میں وفات پائی۔ اس کے تین لڑکے شاہ جہان۔ شیر عالم خان اور میر عالم خان ہیں جو مختوم آباد میں آباد ہیں۔ آخر الذکر دونوں کی والدہ علیحدہ ہے شاہ جہان خان کی والدہ سردار نظام الملک کی ہمشیرہ تھیں شیر عالم خان تعلیم یافتہ ہے۔ اور ریاستی ملازمت پر مامور رہا ہے۔

۴۔ میر افضل ولیخان ابن بادشاہ ولی خان جب گلگت سے چترال آیا ہے اسکی والدہ مہتر افضل الملک کی صاحبزادی تھیں۔ یہاں مستقل سکونت اختیار کیا۔ علاقہ مستوج میں ان کی والدہ کو زمین ملی تھی اس پر قابض ہے۔ چترال سکوٹس میں ایجوکیشن صوبیدار ہے۔ پرورش یہاں ہوئی۔ اور تعلیم بھی یہاں حاصل کی۔ بڑے لائق فائق افسر ہیں

۵۰۔ قوم بروشہ

یہ خاندان بروش ابن شاہ عالم ابن شاہ خوشوقت کیجانب منسوب ہے بروش عرف ہے ان کا اصلی نام امیر الملک تھا۔ اور ان کی اولاد بروشہ کہلاتی ہے۔

اس خاندان سے ایک گھر ریش علاقہ مستوج میں آباد ہے۔ اور یہ خاندان آباؤ اجداد سے یہاں سکونت پذیر ہے۔ یعنی امیر اللہ خان بن نصرت علی خان بن علیمردان خان یہاں عمدہ اراضی کا مالک اور نہایت معزز شخص ہے۔ انکا باپ نصرت علی خان ۱۸۹۵ء کی جنگ میں شیر افضل خان کے لشکر کے مقابلہ میں قتل ہوا تھا۔ امیر اللہ خان سکاؤٹس میں صوبیدار تھا۔ اور جنگ بریکوٹ میں اپنی کمپنی کے ساتھ شامل تھا اعلیحضرت مرحوم نے ان کو کونسل عدلیہ میں بھی داخل کیا تھا۔ بڑی عزت سے یاد فرماتے تھے۔ انکا لڑکا امین اللہ خان اپنی قوم اور خاندان میں معتبر شخص ہے۔

۵۱۔ قوم خوش احمدہ

یہ خاندان خوش احمد بن محمد بیگ کے نسب سے متعلق ہے۔ شاہ کٹور اول کی جو جنگیں سرکش اقوام سے ہوتی تھیں۔ خوش احمد ان کے معرکوں میں قتل ہو گیا تھا۔

جب شاہ محمود رئیس نے چترال پر حملہ کیا تو خوش احمد کا لڑکا شاہ جہان چند عمائدین ملک کے ہمراہ حکومت چین کے نائب الحکومت کے پاس بغرض امداد یارقند چلا گیا تھا۔ قیام یارقند کے دوران اس نے یہ بہادری کی کہ ایک بہت بڑے اژدہا کو ہلاک کیا۔ اس بہادری پر حکومت نے اسے ڈوڈل کا خطاب دیا۔ چینی زبان میں اسکے

سنی بہادر تھا۔ چنانچہ اُس کے بعد بھی خطاب اُن کے نام سے مشہور ہوا۔ شاہ جہان کے تین لڑکے تیمور۔ خوشحال بیگ اور شاہ عالم تھے۔ انہیں سے ہر ایک اپنے وقت میں معزز تھا۔ اور اُن کی اولاد درُش اور چترال میں آباد ہے۔

انکے مشاہیر رجال میں جہان خان۔ علی گوہر۔ محمد باقر۔ مبلغوس۔ صمد خان۔ شاہ صفدر۔ میر سلام خان، اور جالینوس تھے۔ یہ سب کے سب معروف و معتبر اشخاص گذرے ہیں۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں خوشیونی اور گوہر فرزندان محمد باقر۔ شہزادہ خوش احمد ملک کی رضاعت سے رسماً اعتبار پلئے۔ اور کونسل کے اراکین میں شامل ہوئے۔ بابول بن جلالی نے صوبیداری پائی۔ عالم خان بن شادی کو جارہ دیلی بھی ملی۔ شامہ خان کو کونسل کے ممبروں میں مامور کیا گیا۔ محمد اعظم خان بن جالینوس کو جمعداری دی گئی۔

شاہ نواز خان کی صاحبزادی شاہزادہ شہاب الدین خان کے سلک ازدواج میں لائی گئی۔ ان کو صوبیداری اور جارہ دیلی سے نوازا گیا۔ پھر ان کو صوبیدار منیجر کا عہدہ دیا گیا۔ یہ سب معزز اور معتبر ہوئے۔ پھر شاہ نواز خان حاکم چترال ہوا تھا۔ نئی تنظیم کے بعد غلام محمد رسول بن عالم خان کو تحصیلداری ملی۔ اور دو رڈق کے لڑکے دوستی خان کو صوبیداری ملی تھی۔ اس وقت وہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہے۔ غلام محمد رسول کو تحصیلداری سے تبدیل کر کے علاقہ مستوج کے تعمیراتی انجاذج کا عہدہ دیا گیا ہے۔ اسکی ملازمت طویل مدت سے جاری رہنے کے باعث انکا بڑا اعتبار رہا۔ اور یہ لائق شخص مانا جاتا ہے۔

خوشوقتیہ اور بروش خاندانوں کے مشاہیر کا مختصر تذکرہ

(۱)	شاہ خوشوقت کے لڑکے	شاہ عالم۔ شاہ فرامرد۔ عصمتہ اللہ
(۲)	شاہ عالم کے لڑکے	پادشاہ۔ امیر الملک عرف شاہ بردش
(۳)	شاہ فرامرد کا لڑکا	جہانگیر لاولد
(۴)	عصمتہ اللہ کے لڑکے	خوش احمد ثانی۔ خیر اللہ۔ خوش احمد لاولد تھا۔
(۵)	پادشاہ کے لڑکے	سلیمان شاہ۔ نور شاہ۔ قوت خان۔ ملک آمان۔
(۶)	خیر اللہ کے لڑکے	داراب شاہ۔ قرہ
(۷)	سلیمان شاہ کے لڑکے۔	سخاوت شاہ۔ پادشاہ۔ عظمت شاہ
(۸)	قوت خان کا لڑکا۔	ابراہیم خان
(۹)	ملک آمان کے لڑکے	گوہر آمان۔ ذر آمان۔ میر آمان۔ اکبر آمان۔ مرتضیٰ امان۔ خدا آمان
(۱۰)	گوہر آمان کے لڑکے۔	ملک آمان ثانی۔ میر ولی۔ میر غازی۔ غلام محی الدین پہلوان۔

(۱۱) ملک آمان ثانی کے لڑکے — مقدس آمان۔ بادشاہ۔

(۱۲) میر ولی کے لڑکے — محمد ولیخان۔ پختون ولیخان۔ گوہر آمان ثانی۔

(۱۳) میر غازی کا لڑکا — شبیر غازی

(۱۴) غلام محی الدین پہلوان کے لڑکے — عبدالرحمٰن خان۔ عبدالرحیم خان۔ محمد رحیم خان۔

بروشہ خاندان

(۱) شاہ بروشں امیر الملک کے لڑکے — خان بہادر۔ آزاد خان۔ خان دوران۔ خان عالم

(۲) خان بہادر کے لڑکے — نجوم خان۔ عیسیٰ بہادر

(۳) آزاد خان کے لڑکے — مدد خان۔ شجاعت خان

(۴) خان دوران کا لڑکا — مشکو علی خان۔ تاریخ میں اسکا نام مشغولی لکھا گیا ہے۔

(۵) خان عالم کے لڑکے — علیمردان خان اور اس کا لڑکا نصرت علی خان اور اس کا لڑکا امیر اللہ خان لال ریش ہے۔

(۶) نجوم خان کا لڑکا — لنگر خان

(۷) عیسیٰ بہادر کے لڑکے — راجہ حاجی اکبر خان۔ راجہ صفت بہادر۔ شاہ پردین۔ پہلوان بہادر۔ فولاد بہادر۔ نصراب۔ خوش نواز

(۸) مشکو علی خان کا لڑکا — عافیت خان۔

(۹) لنگر خان کے لڑکے — ولی محمد خان۔ افضل خان۔ شہزادہ خان

(۱۰) اکبر خان کے لڑکے — راجہ محمد انور خان۔ زمرد خان۔ سیف الملوک عرف صاحب جان۔

(۱۱) صفت بہادر کے لڑکے۔ — محمد شریف خان۔ خان بہادر۔ امیر جہاندار شاہ۔ خواجہ عالم۔ عبدالحمید

(۱۲) شاہ پردین کا لڑکا — سلطان امین خان۔

(۱۳) عافیت خان کے لڑکے — بروش خان۔ میر باز خان۔ حبیب اللہ۔ شیر غازی۔ شیر علی خان۔

(۱۴) ولی محمد خان کے لڑکے — محبوب علی خان۔ کرنیل میر ولی خان۔

۵۲۔ قوم محمد بیگیہ یہ خاندان محمد بیگ بن سنگین علی اوّل کی جانب منسوب ہے شاہ کٹور اوّل کے والد ہیں۔ اگرچہ شاہ کٹور اوّل اور شاہ خوشوقت بھی محمد بیگ کے لڑکے ہیں۔ لیکن ان کی اولاد کو محمد بیگیہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ ان کی اپنی نسبتیں علیحدہ ہیں۔ محمد بیگہ قوم کی نسبت اور عرف محمد بیگیہ

کے تین لڑکوں یعنی بودلہ - طریق اللہ اور نعمت اللہ سے خاص ہے - شاہ کٹور، شاہ خوشوقت اور بودلہ ایک
ماں سے ہیں - طریق اللہ، نعمت اللہ دوسری ماؤں سے لہٰذا یہاں ان کی ہر ایک شاخ کے معززین علیحدہ
یاد ہوتے ہیں -

۱- **بودلہ** - اسکی اولاد سے شاہ زرین اور اسکے دونوں لڑکے محمد نذیر و محمد ناصر معتبر و معزز اشخاص تھے -
محمد نذیر کا لڑکا رحمت حاضر اور محمد ناصر کا لڑکا حاصل خاندانی شرافت کے مظاہر تھے - رحمت حاضر کا لڑکا
رحمت نذیر باڈی گارڈ میں جمعدار تھا - یہ خاندان بڑا معتبر اور بڑی جائیداد کے مالک ہیں -

۲- **طریق اللہ** کی اولاد سے اسداللہ خان بن محمد بیگ ثانی بڑا نامور شخص تھا - موردیر اسکی جاگیر تھی
جب مہتر سلیمان شاہ نے شاہ کٹور کے خلاف قدم بڑھائے تو اسداللہ خان شاہ کٹور ثانی سے روگردانی کر کے
سلیمان شاہ خوشوقتیہ کے پاس چلا گیا - جب سلیمان شاہ کا عروج حکومت تاراج ہوگیا تو اسداللہ خان کو
ذلت کا سامنا کرنا پڑا - اسکی جائیداد ضبط ہوئی - پھر ایک مدت کے بعد وزیر منفعت خان کی سفارش سے اسکی تقصیرات
معاف کی گئیں ؎ در عفو لذتی است کہ در انتقام نیست - جاگیر اور عزت بحال ہوئی - اس کا لڑکا صباحت خان
خاندانی شرف سے ہمکنار تھا - سو سال عمر پائی - اس نے تادم مرگ قرآن شریف کی تلاوت بغیر عینک کے کی -
اسکے لڑکے محمد نگین اور فرخ نبار خاندانی عزت سے ہمکنار تھے - اور اپنی موروثی جاگیر سے بھی سرفراز ہوئے
محمد نگین کا لڑکا محمد اسرار تعلیمیافتہ تھا - ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد اعتبار پایا - اور موردیر کا حاکم
بنا دیا گیا - مگر عمر نے وفا نہ کی - جلد انتقال کیا - اس خاندان سے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں میر تولہ نے اعزاز
پایا اور اراکین کونسل میں شامل ہوئے -

۲- شرف الدین خان اس خاندان کا فرد سکاؤٹس میں جمعدار تھا جب وہاں سے ملازمت ختم کی لورڈ
کے وقت باڈی گارڈ میں ملازمت پائی - اور لورڈ کی سفارش سے لفٹنٹ کوارٹر ماسٹر کا عہدہ حاصل کیا - باڈی
گارڈ جب ختم ہوا تو صیغہ تجارت میں منتقل ہوا اور انسپکٹر تجارت کا مرتبہ حاصل کیا -

۳- وقار احمد وائس پرنسپل ہائی سکول دروش اس خاندان سے ہیں جو چار واسطوں سے رحمت خان
بن طریق اللہ سے اتصال پاتا ہے وہ اپنے خاندان کی مفصل تاریخ لکھ کر لایا تھا مگر یہاں اختصار سے کام
لیکر صرف چند اقتباس درج کئے جاتے ہیں - تاکہ ناظرین کو بار خاطر نہ ہو - وہ ۱۹۴۶ء میں تعلیم کے لئے
ہائی سکول دروش میں داخل ہوا - ۱۹۵۵ء میں میٹرک پاس کیا - اور وہاں سے جہانزیب کالج سیدو شریف
میں داخلہ لیا ۱۹۵۹ء میں یونیورسٹی پشاور سے بی اے کا امتحان پاس کیا اور دروش آئے دروش میں انکو قوم کی خدمت کرنیکے لئے کہا گیا -
وقار احمد کا اپنا بیان ہے کہ متکلم کے سامنے چند ثانیے خاموش رہا تو متکلم نے جو ایک بارسوخ آدمی تھا علامہ اقبال کا یہ شعر پڑھا ؎

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے :: مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

بس اس شعر سے یہ اثر ہوا کہ اگرچہ پہلے ہی سے قومی خدمت کیلئے تیار تھا اٹھ کھڑا ہوا اور بی ای ڈی کے کورس کیلئے روانہ ہوا واپسی پر
دروش ہائی سکول میں سیکنڈ ماسٹر مقرر کیا گیا - اور سکول کے طلباء کو سب سے پہلے یہ سبق دیتے ہیں کہ وہ خدمت خلق قوم پرستی اور حب الوطنی



مسٹر وقار احمد بی۔اے۔بی ٹی۔ پرنسپل سٹیٹ ہائی سکول دروش

کو اپنے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری۔ انکا مختصر شجرہ نسب یہ ہے :۔
وفادار احمد بن میر نبی خان بن خان بن شیر بلنگ شاہ بن نور شاہ بن رحمت خان بن طریق اللہ بن محمد بیگ بن سنگین علی اوّل
دیم ۱ صمد خان بن طریق اللہ سب سے زیادہ معروف اور نامور شخص تھا مولانا سیر شاہ نامہ میں اسکی شجاعت کا تذکرہ کیا ہے
اور اسے یل ترکتاز کا خطاب دیا ہے اسکا لڑکا سرور خان اور اسکا لڑکا رسول خان سارے علاقہ کوشٹ کا مختار حاکم تھا چارویلی
منصب کے پردے میں وسیع اختیارات کے مالک تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں رسول خان نے انتہائی بڑھاپے کو پہنچکر انتقال کیا اور
اعلیحضرت کی ان کے حال پر خصوصی توجہات مبذول تھیں۔
(۵) اسکے لڑکے کبیر خان و درویش خان و قادر خان اور جمرشے ہر ایک معتبر اور چارویلی کے عہدوں پر مامور تھے اور درویش خان بعد میں حاکم کوشٹ بنایا گیا۔ اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں بھی شامل کیا گیا تھا۔ اس کا لڑکا محمد نادر خان صوبیداری پر مامور ہوا اور قادر خان کا لڑکا محمد صابر خان بھی معتبر تھا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ کبیر خان کا لڑکا دولیاز معتبر اور چارویلی کے عہدہ پر سرفراز تھا۔ اور اس کا عمزاد بھائی محمد یونس خان بھی صوبیدار تھا۔
(۶) نعمت اللہ بن محمد بیگ کی اولاد میں نہنگال۔ محمد سیر۔ میمون شاہ اور محمد صادق معروف اشخاص تھے کہ انکا نام عزت سے یاد کیا جاتا ہے خصوصاً محمد سیر بحیثیت عالم علمیت و فضلیت میں ممتاز۔ اصناف شعر و سخن میں سربلند وسعت نظر اور طبع روشن کے اعتبار سے بینظیر شخصیت کے مالک تھے۔ وہ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں ۱۸۳۸ء میں پیدا ہوئے مولانا محمد سیر نے شاہ نامہ میں شاہ کٹور ثانی کے عہد کے بعض وقائع و سوانح کو شاعرانہ بلاغتِ بیان کے ساتھ نظم کا لباس پہنایا اس قطعہ کے بعض منظومات تاریخ چترال کے بعض مقامات میں شامل نقل کئے گئے ہیں لیکن شاہ نامہ کا دستخطی نسخہ عصر موجودہ میں دستبرد روزگار کے باعث موجود نہیں ہے ان پڑھ اور جاہل لوگوں نے اسمیں نہایت نامناسب تصرفات کر ڈالے ہیں انکے دیوان شاعری یعنی دیوان سیر کا اصل نسخہ موجود ہے۔ مرزا صائب تبریزی اور جلال ناصر علی سرہندی کے دواوین پر اسے ترجیح دی جا سکتی ہے۔ استعارات کی تصنیع۔ نازک خیالی و تشبیہ تلازم انکے دیوان میں بکثرت ہیں شاید بہت کم اہل سخن کو ایسی کامل دستگاہ نصیب ہوئی ہو۔ تاریخ کے اس ضمیمہ میں انکے بعض اشعار لکھے جائیں گے۔
مولانائے مرحوم کا مختصر شجرہ —— مولانا محمد سیر ابن دوست محمد ابن نعمت اللہ ابن محمد بیگ ہیں۔
مولانا کے تین بھائی تھے۔ محمد سالار و محمد نثار اور فرخ زاد۔ ابھی اوپر نہنگال کا تذکرہ گذر چکا ہے۔ وہ محمد نثار کے خاندان سے تھا یعنی اس کا لڑکا تھا۔ محمد سالار اور فرخ زاد کے خاندان سے کوئی معتبر نہ ہوا۔ مولانا کے دو صاحبزادے تھے محمد جبار و کامل عیار۔ محمد جبار کا لڑکا خدابندہ اور اسکا لڑکا محمد شفیق۔ محمد شفیق کی بہن چونکہ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کی شیر مادر تھی لہذا محمد شفیق کو ان کے عہد میں اعتبار حاصل ہوا۔ اور وہ معزز رہے۔ کامل عیار کے جو کہ عرف عام میں کملہ یارہ کہلایا۔ ایک لڑکا تھا علی نصرت اور اسکا لڑکا علی فراست۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں علی فراست معزز تھا اور وہ علم اور شعر سے آشنا تھا۔ لہذا ان کے نام کے ساتھ ملّاں کے لقب کا بھی اضافہ ہوا پھر وہ بطور عزت افزائی کے کونسل کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔ مولانا سیر کے اشعار ان کو اکثر یاد تھے۔ اور ان کے قلمی نسخے بھی ان کے خاندان میں موجود تھے۔ انکا لڑکا صاحب سیر ہے۔

۷۔ شمس پناہ ابن محمد صادق محمد مراد ابن نعمت اللہ کے خاندان سے معزز شخص تھا۔ ان کا باپ محمد صادق بھی معزز تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس نے بڑا نام پایا۔ صوبیدار تھا۔ پھر صوبیدار میجر ہوا۔ اور اراکین کونسل میں شمولیت پائی۔ اعلیحضرت کے ہمرکاب سفروں میں شامل اور شریک مجلس رہے۔ ان کی وفات کے بعد اس کا لڑکا میاں گل جان صوبیدار ہوا اور معتبر ہوا۔

۸۔ اس خاندان سے حضرت امیر سکندر خان بھی معتبر ہوئے اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ امیر اپنے خاندان کے شجرۂ نسب پر بڑا عبور رکھتا تھا اور واقف تھا۔ سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں وہ شاہی دربار میں اکثر رہا کرتا تھا۔ اور شجرہ کی معلومات سے دفتر کھولتا تھا۔ شاوٹ خان۔ صورت خان اور نوجم خان بھی شاہی دربار میں رسوخ رکھتے تھے۔

۵۳۔ قوم رضا خیل

یہ خاندان محمد رضا ابن سنگین علی اول کی جانب منسوب ہیں اور قزل بیگ بن محمد رضا کے چاروں فرزندوں کی اولاد میں منسوب ہو کر الگ الگ گروہ میں تقسیم ہیں۔ اور یہ لوگ کثرت نفوس کے ساتھ نامور اشخاص گذرے ہیں۔

قزل بیگ خود بڑا نامور شخص تھا۔ جب اس کا والد اور بھائی قتل کر دیئے گئے تو قزل بیگ بھاگ کر بدخشاں چلا گیا اور بدخشاں سے دو دفعہ بدخشانیوں کی امداد سے چترال پر حملہ آور ہوا مگر ناکام رہا۔ مگر آخری دفعہ جب چھ ماہ تک سنوغر مقام میں محصور رہا۔ نوشاہ کٹور اور شاہ خوشوقت نے معاملہ نزاع کو مصالحت سے انجام دیا چنانچہ چنانچہ قزل بیگ باپ بھائیوں کی خون خواہی اور حکومت کے دام داعیہ سے دست بردار ہو گیا۔ اسکے چچیرے بھائیوں نے اس کی مرضی کے مطابق تمام پدرانہ متروکہ جائداد اسے سونپ دی اور باہمی برادرانہ حسن سلوک اور رواداری کیطرح ڈالی گئی۔ عزت و احترام سے زندگی بسر کی۔

ایک عرصہ کے بعد شاہ فرامرد بن شاہ خوشوقت کے عہد حکومت میں کوغزی مقام میں شغنیہ قوم کے ایک معتبر شخص کلابہ نے قزل بیگ کو قتل کر دیا۔ اور اسکی نعش وہاں سے اٹھا کر آبائی علاقہ مستوج میں بیجا کر دفن کر دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ فرامرد کے اشارے سے اسے قتل کیا گیا تھا۔ مگر کلابہ ابھی اس راز کو فاش نہ کرنے پایا تھا کہ اسے بھی قصاص میں قتل کر دیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کلابہ کی بہن قزل بیگ کے عقد نزویج میں تھی اور گلگت کے حکمران خاندان رئیس کی لڑکی بھی قزل بیگ کے نکاح میں تھی۔ اس نے پہلی بیوی کو نظر حقارت سے دیکھا اس لئے کلابہ کے دل میں آتش عناد بھڑک اٹھی۔ اور قزل بیگ کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا۔

قزل بیگ کے چار لڑکے تھے محمد صفا۔ محمد نور۔ محمد دوست اور سکندر اول الذکر دونوں کی والدہ بڈیرہ خیل خاندان سے تھی۔ بڈیرہ خیل رئیس حکمرانوں کے عہد میں معزز تھے۔ اور آخر الذکر دونوں کی والدہ گلگت کے رئیسہ خاندان کی صاحبزادی تھی۔ اس سلسلہ کی تفصیلات محمد صفا سے شروع کی جاتی ہے۔

(۱) **محمد صفا بن قزل بیگ** یہ قزل بیگ کے فرزند کلاں ہیں۔ مہتر سنگین علی جب ہندوستان گئے تو محمد صفا کو ان کی معیت میں شرف حضوری حاصل تھا۔ محمد صفا شمشیر کے سوا قلم و قرطاس کے بھی مالک تھے۔ جب مہتر سنگین علی ہندوستان سے مراجعت کرکے سوات میں پہنچے تو سوات کے لشکریوں کو ساتھ لیکر غذر کے راستہ سے مستوج کی طرف روانہ ہوئے۔ اور محمد صفا کو ایک حصہ لشکر کے ساتھ غذر میں تعینات کیا۔ تاکہ اس طرف شندور میں دشمن سے حفاظت کرے۔ اس نے اس اطراف میں شندور تک نظم و نسق کی فرائض بخوبی انجام دیتے۔ مہتر فرامرد کے قتل کے بعد اہل مستوج نے خواہش کی۔ کہ محمد صفا کو یہاں کی حکومت دی جائے۔ لیکن اس نے انکار کردیا۔ جب مجبور کیا گیا وہاں چلا گیا۔ مگر پھر جلدی سے استعفیٰ دے دیا۔ اور واپس چلا آیا۔

مہتر خیر اللہ نے اپنے عہد حکومت میں اسکی صاحبزادی کو اپنے حرم سرائے کی زینت بنایا۔ اور دروش کی حکومت پر اس کو مامور کردیا۔ اور انکا بڑا احترام کیا۔ مگر باوجود اس کے مہتر شاہ افضل کے شاہزادوں کے ساتھ جو اس کے بھانجے تھے۔ اپنا دیرینہ تعلق قائم و برقرار رکھا۔ اور ان کے خیر خواہ رہے۔

محمد صفا بڑی لمبی عمر پاکر اس جہان فانی سے انتقال کر دیا۔ بڑا صاحب علم شخص تھا۔ مصنف کی نظر سے اسکی ایک غزل گذری تھی۔ جو بیحد پسندیدہ تھی۔ اس کی اولاد میں محمد اعظم۔ ابوالخیر۔ شاہ رضا اور محمد صابر تھے۔ اور ان میں ہر ایک معزز اور قابل اعتبار تھا۔ اول الذکر تینوں کی والدہ مہتر فرامرد ابن شاہ خوشوقت کی بیٹی تھیں۔ اور محمد صابر کی والدہ اہل لاسپور سے تھیں۔ یہاں ان چاروں کی اولاد کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

۲- محمد اعظم بن محمد صفا اس کے پانچ لڑکے تھے اول ماما۔ دوسرا دستہ گل شاہ۔ تیسرا سخی۔ چوتھا زاد اور پانچواں محمد غوث۔ ماما کے تین لڑکے قلندر خان۔ سلطنت خان۔ نادر خان۔ قلندر خان کا لڑکا عبداللہ خان علاقہ یارخون میں حاکمی کا منصب رکھتا تھا۔ اسکی فصاحت اور لیاقت نہایت اعلیٰ تھی۔ اچھا مدبر اور ہوشیار شخص تھا۔ عبداللہ خان کے لڑکے عباداللہ خان اور عبدالمراد خان اعلیحضرت سر شجاع الملک کے عہد میں صاحب عزت و منزلت اور مقربین خاص سے تھے۔ خصوصاً عبدالمراد خان علاقہ یارخون کا حاکم تھا۔ پھر باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ اور اپنے والد کی طرح ہوشیار و فصیح الکلام تھا۔ عباداللہ خان کونسل کا ممبر تھا۔

(۱) عبدالمراد خان کے لڑکے لنگر مراد خان اور عبدالجہان خان والد کے انتقال کے بعد یارخون کی حاکمی اور صوبیداری کے مستحق قرار پائے۔ چنانچہ لنگر مراد خان اور عبدالجہان خان حاکم ہوا۔ اور ۱۹۵۸ء میں ایڈوائزری بورڈ کے ممبروں میں شریک ہوا۔ لنگر مراد خان صوبیدار تھا۔ مجاہدین کی معیت میں اسکردو محاذ پر گیا۔ اور اپنی خدمات کے صلہ میں ہز ہائینس سے لفٹنٹ کا منصب حاصل کیا۔ اور نئی تنظیم کے بعد تحصیلداری پائی۔

۲ - محمد اکبر خان بن سلطنت خان اور اسکا بھائی مناجت خان اور محمد کوہ خان ابن نامدار خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑے اعزاز رکھتے تھے۔ محمد اکبر خان کونسل عدلیہ کے ارکین میں شامل تھا۔ اور چپاڑی کا حاکم بھی تھا۔ اور محمد کوہ خان نے انگریزی صوبیدار میجر کا لقب حاصل کیا تھا۔ زمان اکبر خان بن محمد اکبر خان والد کے انتقال کے بعد اصحاب عزت میں شمار کیا گیا۔ اور سنوغ کا حاکم بنایا گیا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر صوبیدار میجر کا لقب حاصل کیا۔ اور اسکاؤٹ کا صوبیدار ہوا۔ مناجت خان بن سلطنت خان بھی معزز شخص تھا۔ ۱۹۱۷ء کی شورش اہل سنوغ میں اپنی وفاداری کے صلہ میں اس نے قلیل عرصہ کے لئے یارخون کی حاکمی بھی حاصل کی تھی۔

۳ - تاتی لال ابن دستہ گل شاہ ابن محمد اعظم معزز شخص تھا۔ اس کا لڑکا سلطان حسین خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے دربار میں خاندانی عزت و وقار کا سزاوار تھا۔ وہ سنوغر میں باغات اور بہت بڑی جائداد کا مالک تھا۔ سجاول خان اس کا لڑکا بھی معتبر ہے اور باڈی گارڈ میں جمعداری رکھتا تھا۔

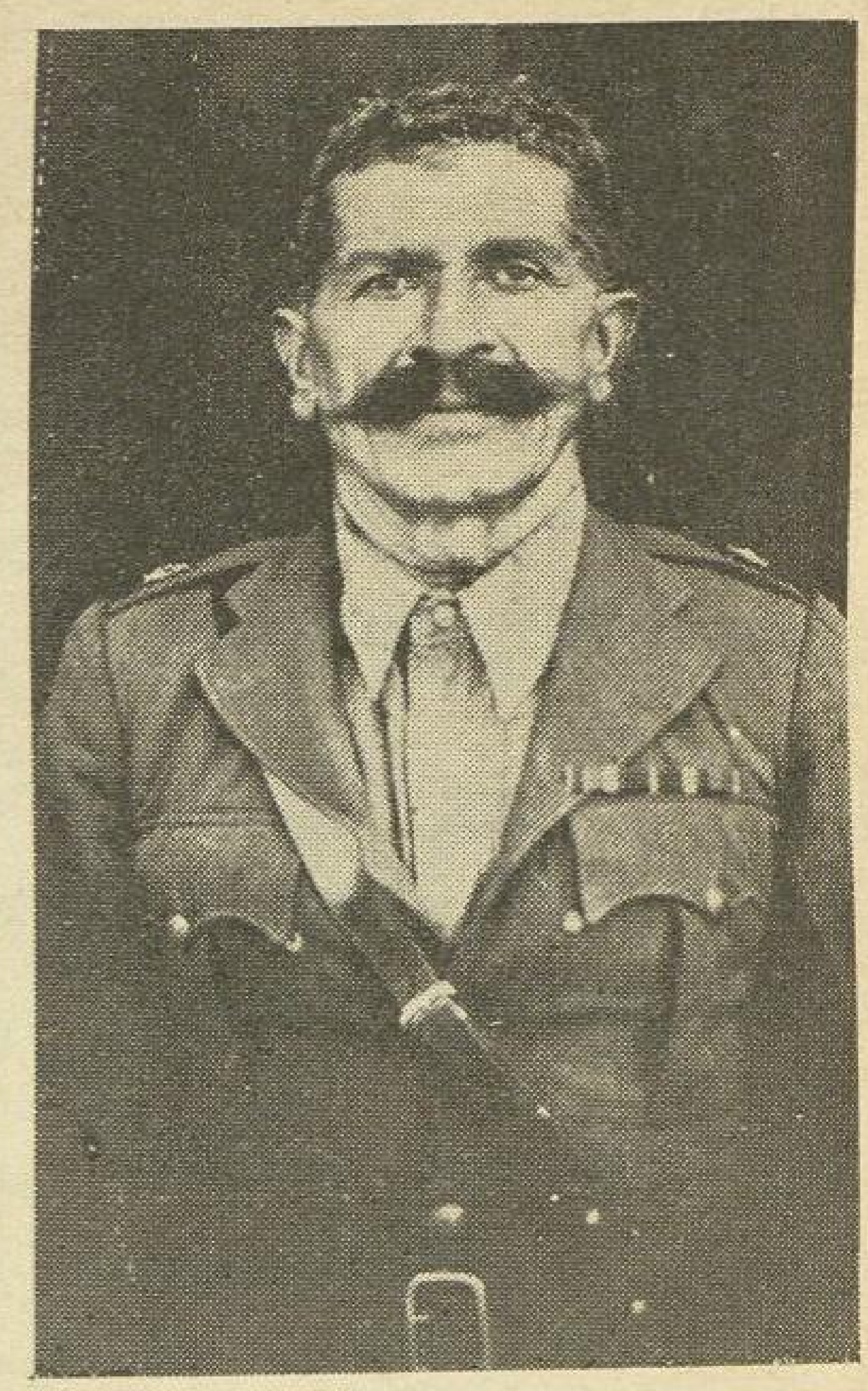
۴ - چست بن محمد غوث ابن محمد اعظم بھی اہل عزت سے تھا۔ اس کے لڑکے مردان قلی خان، افضل خان و فیض محمد خان و رحمان قلیخان ابن مردان قلی خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل رسوخ و اہل اعتبار تھے۔ فیض محمد خان و رحمان قلیخان کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے۔

۵ - سنحی ابن محمد اعظم کے لڑکے محمد سعید خان و محمد لطیف خان اور وہ خود نامور اور اہل اعزاز اشخاص سے تھے۔ محمد سعید خان کا لڑکا میر صفات خان بھی معزز تھا۔ شاہ امان الملک کے اہل دربار میں وہ معزز شخص تھا شاہی سندات میں یہ دستور تھا۔ کہ بادشاہ کے اراکین مجلس بھی سند میں بطور گواہ درج ہوتے تھے۔ میر صفات خان کا نام بھی بعض سندات میں پایا جاتا ہے۔ اسکے لڑکے عبدالرحمن خان و جلال خان و میر قوت علی خان بھی معتبر تھے۔ عبدالرحمن خان کا لڑکا عمرا خان لال سکاؤٹس میں کوارٹر ماسٹر جمعدار تھا۔ ملازمت ختم ہونیکے بعد ہزہائنس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔

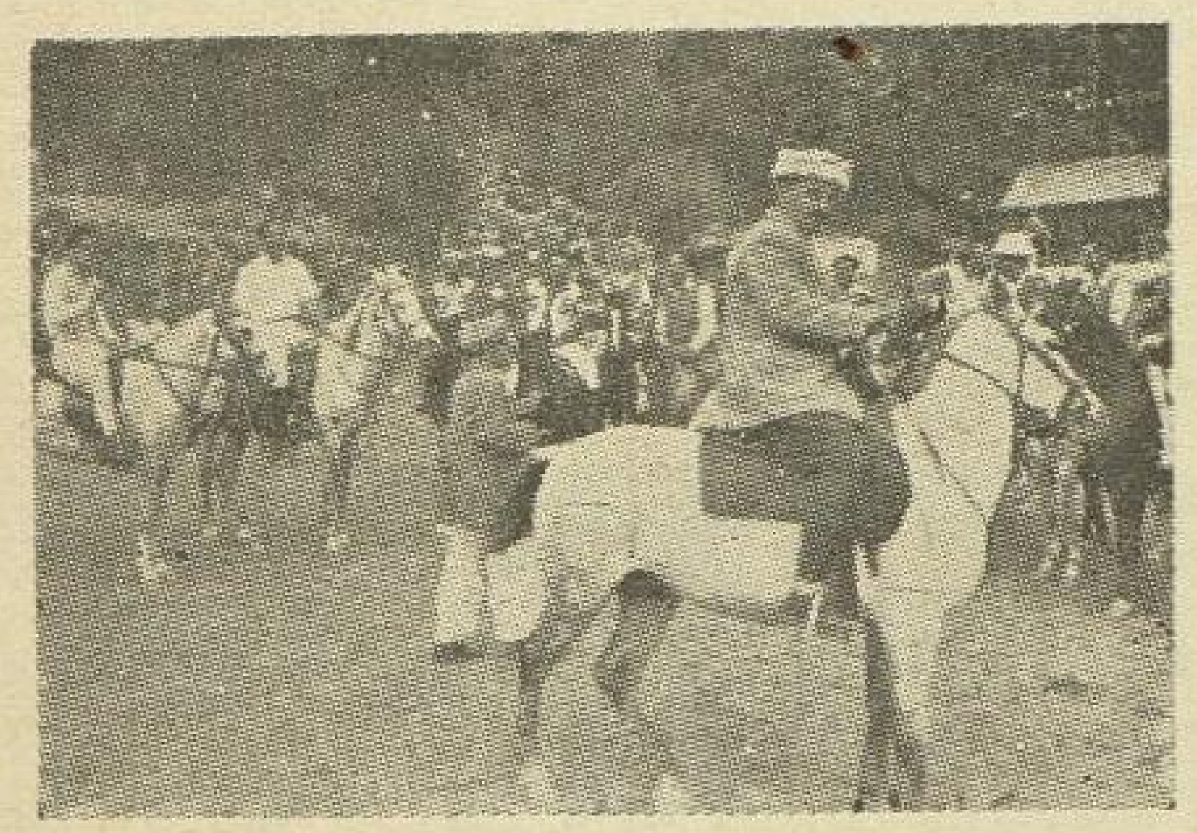
ہزہائنس سیف الرحمن مرحوم کے عہد میں نئی تنظیم کے تحت جب مشاورتی کونسل کے انتخابات ہوئے تو صوبیدار عمرا خان ہزہائنس کے نامزد شدہ ممبروں میں داخل ہو کر کونسل ایڈوائزر کا ممبر ہوا۔ وہاں سے جب ملازمت ختم ہوئی۔ تو دوبارہ کونسل عدلیہ کی ممبری پائی۔

صوبیدار عمرا خان نے اس قلیل مدت میں اپنی ذاتی لیاقت سے بڑا نام و مقام پیدا کیا وہ گوئے بازی پولو کے میدان میں بہترین شہسوار ہیں۔ اور سیاسی امور میں بھی دور رس خیالات کے مالک ہیں۔

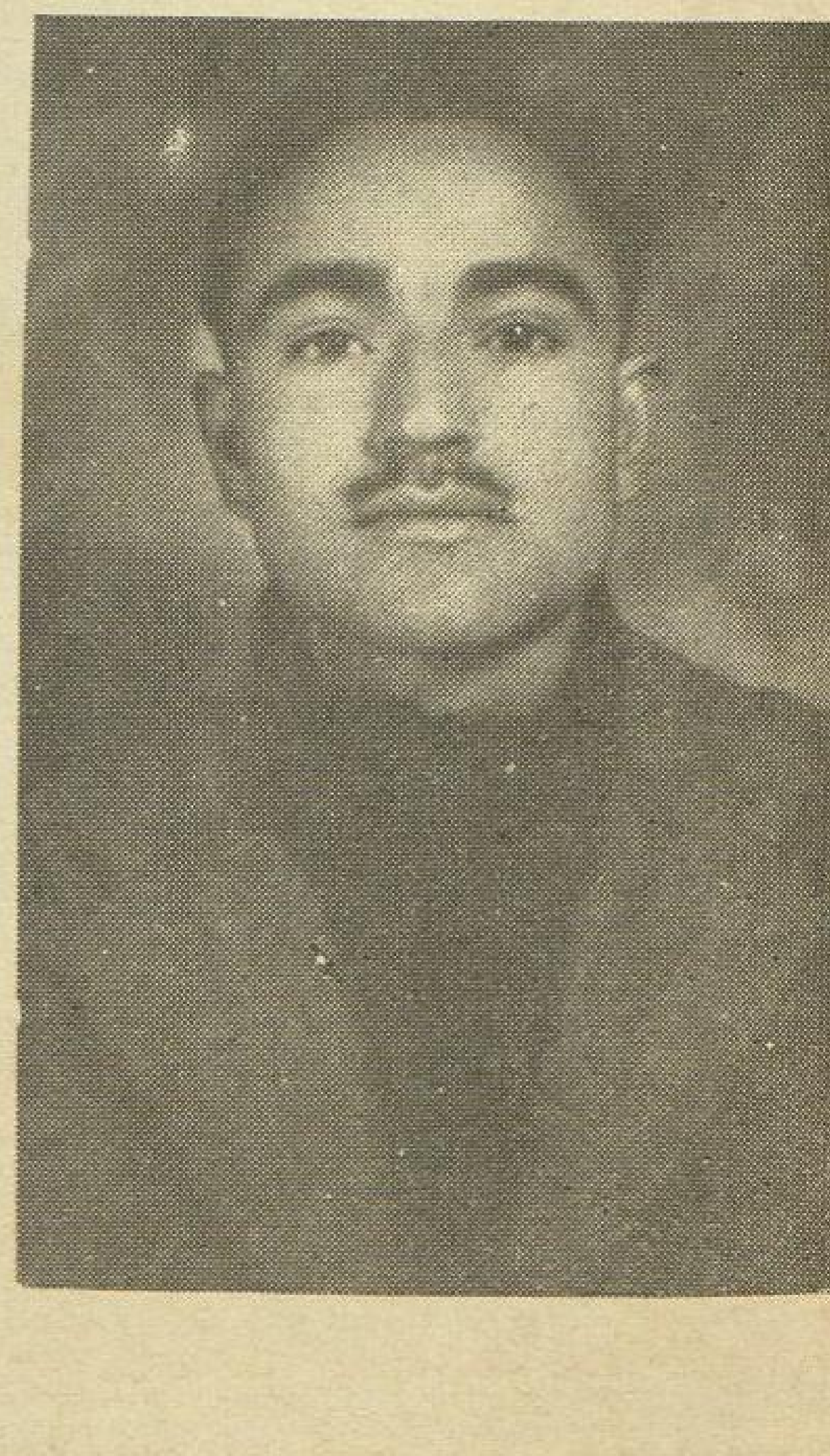
اس کے تینوں لڑکے لائق شمار کئے جاتے ہیں۔ مظفر علی چترال میں جنگلات کا افسر ہے۔ وہ بھی باپ کے نمونہ پر پولو کا کامیاب کھلاڑی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ فن ان کے دادا میر صفات خان سے وراثتاً اس خاندان میں چلا آرہا ہے۔ محمد مظفر علی خان سکاؤٹس میں جمعدار ہے۔ تیسرا لڑکا سردار علی خان تعلیم کے لحاظ سے انٹرنس پاس ہے



صوبیدار میجر شیر خان رضا خیل دروش سابق ممبر مشاورتی کونسل چترال



صوبیدار لال عمرا خان پولو میں کھڑے ہیں



محمد ظفر علی خان جمعدار سکاؤٹس چترال

اور سرکاری دفتر میں ملازمت پر مامور رہے۔ محمد ظفر علی خان جمعدار سکاؤٹس اخلاقی خوبیوں سے بھی معروف ہے، صوبیدار عمرا خان کی تصویر کے نیچے جمعدار ظفر علی خان کی تصویر بھی شامل ہے۔

محمد لطیف خان ابن سخی بھی معزز شخص تھا۔ اسکے لڑکے امیر علی و شاہ مہتر خاندانی شرافت سے معزز ہوئے امیر علی خان حج سے شرف اندوز تھا۔ اور سیاسی خیالات کے باعث ایک دفعہ قومی تحریک میں گرفتار ہو کر ہری پور جیل میں بھیج دیا گیا تھا۔ جب واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کی نظر التفات سے کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل ہوا۔ معزز و لائق شخص تھا۔

۲۔ ابوالخیر ابن محمد صفا

شاہ کٹور ثانی کے عہد میں سبحان قلی خان بن ابوالخیر بڑا معزز شخص گذرا ہے سندات میں اسکا نام بطور گواہی کے درج ہوا ہے اور سبحان قلی خان کے لڑکے محبوب قلی خان اور نائی بیب اور نائی بیب کا لڑکا شہزادہ خان ہر ایک اعزاز و اعتبار کے مالک ہوئے ہیں۔

ابوالخیر شاہ کٹور کی خدمات میں جبکہ وہ بروز کی پہاڑی میں چھپا ہوا تھا اور شیر جنگ کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ جو کچھ کیا وہ تاریخ میں درج ہے اور اسی حمایت کے الزام میں مع اپنے بھائی شاہ رضا اور چھ لڑکوں کے خیر اللہ کے حکم سے مستوج میں قتل کیا گیا۔

سبحان قلی خان کی بندوق پر مولانا محمد سیر نے نقش کرنے کے لئے ذیل کا شعر درج کیا تھا۔

لرزاں بر زمین وحشی وہ بو باں بہوا طیر ؛ از ملتق سبحان قلیخان بن ابوالخیر

ملتق ترکی زبان میں بندوق ہے اس کے لڑکے محبوب قلی خان و نائی بیب دونوں ہر ایک معزز یاد ہوتے ہیں۔ نائی بیب کا لڑکا شہزادہ خان اور اس کا لڑکا شیر خان اور نولی کا لڑکا عزیز اللہ خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عزت و اعتبار کے مالک ہوئے۔ شیر خان باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔ پھر صوبیدار میجر کا لقب پایا۔ اور اس کا لڑکا حبیب اللہ خان باپ کی جگہ صوبیدار ہوا۔ جب تنظیم جدید عمل میں آئی جنگلات دروش کا افسر ہوا۔ مابعد تحصیلداری کا منصب حاصل کیا۔ اور پھر وہاں سے تبدیل ہو کر محکمہ تعمیرات میں سیکریٹری بنے۔ اور اس کا باپ کونسل میں بھی ممبر رہ چکا ہے۔ نولی کا لڑکا عزیز اللہ خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں تجارت بازار دروش کا منتظم تھا۔ پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ فریضہ حج بھی ادا کیا۔ پابند صوم و صلوٰۃ ہیں اور اپنے خاندان میں معتبر شخص ہیں۔

۴۔ شاہ رضا ابن محمد صفا

شاہ رضا مہتر خیر اللہ کے عارضی حکومت کے عہد میں دروش کا حاکم بڑا معزز شخص تھا۔ اور خیر اللہ کا خسر بھی تھا۔ شاہ رضا کا لڑکا غلام محمد اور اسکا لڑکا سرمست خان اور اسکا لڑکا داد خان نامور اشخاص گذرے ہیں۔ سرمست خان کا دوسرا لڑکا الیاس خان اور اسکا لڑکا فیروز خان تھا۔ فیروز خان کا نام بلند ہے۔ اس لئے کہ اس نے پا پیادہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی۔ اور یہاں واپس آکر اعلیٰ حضرت کے دربار میں رسوخ پایا۔ اور علاقہ دروش

کا حاکم ہوا۔ پھر شاہزادہ محمد حسام الملک کی رضاعت و پرورش کی ذمہ داری حاصل کی۔ بڑے مدبر اور خوش اخلاق شخص تھے۔ ۱۹۱۵ء میں انتقال کیا۔ اور کلکٹک میں مدفون ہوئے۔

اس کے لڑکے منصف خان۔ محمد شریف خان اور مشرف خان ہر ایک لائق باز ہوتے ہیں منصف خان زیور علم سے آراستہ تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت دفتری میں داخل ہوا۔ اور ریاستی گودام کا اکاؤنٹنٹ ہوا۔ بتدریج ترقی کر کے کپتان کا عہدہ حاصل کیا۔ مگر سیاسی دلچسپی کی عادت رکھتا تھا ترقی نہ کر سکے۔ اور قید و بند سے بھی آشنا رہا۔ جب ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو عہدہ سے موقوف ہو کر گھر چلا گیا۔ پھر حج بھی کیا۔ اور ۱۹۲۹ء میں دروش میں انتقال کیا۔

۲۔ محمد شریف خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں باپ کے انتقال کے بعد دروش کا حاکم تھا۔ پھر کچھ مدت کے لئے موقوف رہا۔ جب ہز ہائی نس سر ناصر الملک تخت نشین ہوئے دوبارہ اپنے منصب پر واپس آیا اور علاقہ دروش کا حاکم اعلیٰ مقرر ہوا۔ اس سے پہلے جب وہ دروش میں حاکمی کے منصب کے علاوہ صوبیداری کا منصب رکھتا تھا۔ جنگ برکوٹ میں اپنے کارناموں کے صلہ میں سرکار انگریزی سے ایم۔ بی۔ ای کا خطاب پایا تھا۔ بڑا لائق شخص تھا۔ ۱۹۵۰ء میں انتقال کیا۔ حاکم موصوف کا تیسرا لڑکا مشرف خان سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں وزیر صنوت مقرر ہوا۔ اور جمہر کھون میں زمین بھی پائی۔

منصف خان کے لڑکوں میں امیر شریف خان شاہزادہ صاحب سابق گورنر دروش کے سیکرٹری ہیں اور دوسرے لڑکے محبوب عالم خان سکاؤٹس کے صوبیدار تھے۔ ۱۹۶۱ء میں وہاں سے ملازمت ختم کر کے پنشنر ہوئے انکی الوداعی دعوت میں کرنیل اور دیگر افسروں نے اپنی پر جوش تقاریر میں ان کی لیاقت اور ہر دلعزیزی کا اعتراف کیا تھا وہ ان کے اوصاف کا آئینہ دار ہے۔

محمد شریف خان کے لڑکے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بڑا لڑکا ہائی سکول دروش میں ماسٹر ہے۔

سرمست خان کی باقی اولاد مروئی علاقہ کوہ میں آباد ہیں جنمیں سے حیدر۔ کنہ خان اور کوہ میدان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر اشخاص تھے۔ حیدر کا لڑکا حبیب خان کونسل کے ممبروں میں شامل تھا۔ پردم دلیخان بھی معتبر شخص تھا۔

محمد رضا ابن محمد صفا

محمد صفا کا لڑکا محمد پناہ نامور شخص تھا وہ بھی دروش کا حاکم رہا تھا اور شاہ کٹور ثانی کی جلاوطنی کے دنوں انکی معیت میں شامل تھا۔ محمد پناہ کے لڑکے بیرام شاہ اور تائی لال اور بیرام شاہ کے لڑکے ہدایت شاہ و نفت بلند شاہ اور تائی لال کا لڑکا نیت شاہ ہر ایک اپنے عہد کا معتبر تھا۔ بیرام شاہ۔ مہتر امان الملک کے عہد میں بطور سفارت مہاراجہ کشمیر اور امیر شیر علی خان والی کابل کے پاس جایا کرتا تھا۔ بڑا معتمد و اعزاز کا مرتبہ رکھتا تھا۔ اسکا لڑکا ہدایت شاہ حضور میں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑے اعزاز سے زندگی بسر کر کے اور لمبی عمر پا کر انتقال کر گیا۔ اس کا لڑکا امیر حیات شاہ

سکاوٹس میں عہدہ رکھتا تھا۔ اور جنگ برکوٹ میں مجروح ہو کر انعام پایا۔ شاہزادہ غلام جیلانی اے ڈی سی گورنر بنگال کا رضاعی باپ تھا۔ کونسل عدلیہ میں ممبری پائی۔ آبرومند شخص تھا۔

نفت بلند شاہ دروش کے اکابر عہد میں معتبر شخص تھا۔ اسکا لڑکا فتحت شاہ بھی معتبر ہوا اور کونسل کے اراکین میں شمولیت پائی۔ اسکا لڑکا سیف اللہ جان اور اسکا بھتیجا قادر نواز خان نے عہد موجودہ کی آزاد جماعت مسلم لیگ کی حمایت میں عوام کے لئے بڑی خدمات انجام دیں اور عوام میں مقبولیت اور شہرت پائی۔ اور عام تحریک میں قانون کی خلاف ورزی کے ہنگاموں کی وجہ سے سزایاب بھی ہوا۔ سیف اللہ جان جنگ آزادی کشمیر میں بھی رضاکار دوستوں کے ساتھ نوشہرہ کے محاذ پر جہاد میں شامل ہوا تھا۔ اور نمایاں بہادری دکھائی تھی۔ اس طرح وہ عوام کی خدمات سے مقبولیت حاصل کر کے عوام کی اکثریت رائے سے ایڈوائزری کونسل کا ممبر منتخب ہوا۔ اور ۱۹۵۳ء میں مجلس مشاورت میں علاقہ دروش کی نمائندگی کی۔ لائق شخص یاد ہوتا ہے۔

تائی لال کا لڑکا نبیت شاہ اگرچہ سیدھا سادھا تھا مگر عزت مندانہ زندگی بسر کی۔ اور ۱۸۹۵ء میں شیر افضل خان کی معیت میں ہندوستان گیا تھا۔ وہاں چند سال نظر بند رہا پھر قید سے رہائی پاکر وطن عزیز میں مراجعت کی اور یہاں انتقال کیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑا معزز رہا۔ اس کے لڑکوں میں سے جنچے باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ کونسل عدلیہ کا ممبر بھی رہا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا رحمت پناہ صوبیدار رہا۔ اور جدید آزادی کی ہوا بندی میں شامل رہ کر صدر مسلم لیگ کا خطاب پایا تھا۔

۶۔ محمد صابر کی اولاد میں جمال محمد بھی قابل ذکر ہے جو کلام علاقہ دروش کے رضا خیلوں کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس کی اولاد میں سے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شیر خان ابن رخصت شاہ ریاستی باڈی گارڈ میں صوبیدار رہا۔ اور اپنی ذاتی لیاقت سے درجہ بدرجہ ترقی کر کے صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر عہد جدید کے عبوری آئین کے ماتحت عوام کی کثرت رائے سے علاقہ دروش کا نمائندہ منتخب ہوا اور مجلس ایڈوائزری میں شمولیت پائی۔ عوام میں مقبول اثر و رسوخ و قابلیت کے مالک شخص ہیں ابھی تصویر بھی اسمیں شامل کی ہے۔

اسکا دوسرا عمزاد بھائی سید احمد خان اپنی قوم میں معتبر اور ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔

۶۔ محمد نور بن قزل بیگ

محمد نور بڑا بہادر اور نامور شخص تھا۔ کھار باشگل کے تاخت و تاراج کے دوران وہیں مرتبہ شہادت سے ہمکنار ہوا اور وہیں مدفون ہوا۔ مگر قبر کا نشان نہیں ہے۔

(۱) اسکا لڑکا محمد یونس خان اور اسکا لڑکا محمد حسین خان اعزاز و امتیاز رکھتے تھے۔ والیان لیسین مہتر گوہر آمان اور ان کے بھائیوں کی والدہ محمد یونس خان کی صاحبزادی اور مہتر آمان الملک مرحوم کی والدہ محمد حسین خان کی دختر تھیں۔ محمد نور کے لڑکوں میں طاہر، شہزادہ اور دیوانہ شاہ ہر ایک صاحب اعزاز تھا

محمد حسین خان کے لڑکوں میں علی شکر۔ سعد وقاص اور منشور خان اور علی شکر کا لڑکا میر اعظم و سعد وقاص کا لڑکا گنج اور منشور خان کا لڑکا میر خلیل۔ ہر ایک اعزاز و امتیاز کا مالک اور مشہور عام لوگ تھے۔ بالخصوص میر خلیل بہت نامور اور علاقہ دروش کا مختار حاکم تھا۔ گنج کا لڑکا بچی اور میر اعظم کا لڑکا شیر اعظم۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں اصحاب عزت و اعتبار سے تھے۔ بہت بڑے جاگیروں کے مالک۔ بچی شیشی کوہ کا حاکم اور شیر اعظم دروش کا۔ بچی کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا جان بیگ حاکم شیشی کوہ ہوا اور شیر اعظم کا لڑکا فضل اعظم حاکمی اور صوبیداری دونوں عہدوں کا مالک رہا۔ اور پھر اسکی صوبیداری پر اس کا لڑکا رحمت اعظم سرفراز رہا اور فضل اعظم کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل ہوئے۔

(۲) طاہر بن محمد نور کے پوتوں میں شیر عالم خان باشندۂ بمبوریت اور شہزادہ بن محمد نور کے پوتوں میں گل ہزارہ خان باشندہ ریشن اعتبار رکھتے تھے۔ حضرت علی خان والئی آسمار کی والدہ اور شیر عالم خان کی والدہ آپس میں حقیقی بہنیں تھیں۔

(۳) ڈائی باشندۂ ارغوچ شیر عالم خان کے خاندان سے تھا۔ جسکا لڑکا میر کلاں علیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا۔ اور اعزازی صوبیداری کے لقب سے کونسل عدلیہ میں شامل ہوا۔ اور اس خاندان سے میکائیل واعظ بروز تقیبہ کی حیثیت سے معتبر تھا۔ اور امر معروف میں وقف رہا۔

۷۔ محمد دوست بن قزل بیگ یہ بڑا نامور شخص تھا اس کے فرزندوں میں میر مروان و درش علی خان شاہین دان اور آب نلی خان تھے۔ میر مروان کے لڑکے تیفور شاہ اور شجاعل معززین اور شاہ میر ملک میں شمار کئے جاتے ہیں جنگ گلگت میں جو مہاراجہ کشمیر اور مہتر آمان الملک کے مابین برپا ہوئی تھی۔ شجاعل اپنے دو بیٹوں سمیت توپ کے گولہ سے مرتبۂ شہادت کو پہنچا۔ جن کے نام عالم ملک اور صاحب ملک تھے۔ انکی اولاد والی ملک اور حسن ملک عہد موجودہ کے اہل اعتبار میں سے تھے۔

تیفور شاہ کے لڑکوں میں مشرف شاہ اور غلام حضرت معزز لوگ تھے میبر شاہ بن مشرف شاہ، اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز ہوا۔ اور غلام حضرت کا لڑکا محمد تکبیر خان کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل تھا۔

۸۔ سکندر ابن قزل بیگ سکندر تمام بھائیوں سے عمر میں خورد تر اور اسکی والدہ رئیس کے خانوادے سے تھی۔ اس کے بیٹوں میں تیموشی۔ منہ اور منوّلی بڑی عزت و شہرت کے مالک تھے۔ ان کی والدہ شاہ خوشوقت کی صاحبزادی تھی۔

(۱) تیموشی کے بیٹے اکبر شاہ و شیر عالم اور شیر عالم کے لڑکے سلطنت شاہ و جہان شاہ ہر ایک معزز و محترم ہو گذرا ہے۔ جہان شاہ کا بیٹا سمندر سکنہ سوہ ورت نیک سیرت و صاحب صورت شخص تھا۔

(۲) دبور شاہ بن ستہ و فراست شاہ بن دبور شاہ بھی معزز لوگ تھے اور فراست شاہ کے لڑکے متولی شاہ و میر شاہ و مطلب شاہ اور عجائب شاہ یہ چاروں عہد حاضرہ کے ممتاز و اعتبار کے معززین تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میر شاہ نے لاسپور کی حاکمی حاصل کی۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیدار میجر ہوا اور جب اس کی صاحبزادی سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عقد ازدواج میں آئیں۔ تو اسکو بڑی عزت اور تقرب حاصل ہوا۔ پھر شاہزادہ مبارک ملک کی رضاعت بھی اس کے سپرد ہوئی۔ موجودہ ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر میر شاہ کے دختر زادے ہیں۔ اسی طرح جب ہز ناصر الملک تخت نشین ہوئے۔ ان کی معیت میں حج بھی کیا۔ اور ان کے مواجہہ بڑا رسوخ رکھتا تھا۔ مشیر امور تھے۔ ۱۹۵۸ء میں انتقال کیا۔

(۳) مطلب شاہ اور عجائب شاہ اکثر اوقات کونسل عدلیہ کے ممبر رہے اور عزت سے یاد ہوتے تھے۔

(۴) روشن علی خان۔ عبدالمسیب۔ بل اور داؤک متولی بن سکندر کے لڑکے اصحاب شہرت و وقار تھے۔ انکی والدہ جہان افروز مہتر شیر جنگ کی صاحبزادی تھیں جو خونزا کے نام سے مشہور تھی۔ خصوصاً روشن علی خان کہ اسکی شہرت مسلّم اور اسکی شجاعت معلوم خاص و عام ہے اور سارا ملک اسکی شجاعت پر نازاں ہے۔ تاریخ چترال میں اسکی شجاعت اور جان بازی کے کارنامے تحریر ہو چکے ہیں۔

عبدالمسیب عرف عام عبدالمسا یاب بھی اس کے ہم پایہ خیال کیا جاتا ہے ان بھائیوں نے غربت و جلاوطنی کے بیشمار شدائد و مصائب برداشت کئے۔ روشن علی خان کی ایک صاحبزادی شاہ امان الملک کے عقد ازدواج میں منسلک تھی۔ اور عبدالمسیب کی دختر مہتر شیر افضل خان کے عقد ازدواج میں شریک تھی۔

۵۔ روشن علی خان کے لڑکے مردان شاہ۔ نیاز خان۔ بیگی خان۔ خان اور رستم شاہ تھے اور عبدالمسیب کے لڑکے بہادر اور بہرام۔ بہادر فی الواقع اسم بامسمیٰ تھا۔ یعنی بہادری اور دلاوری میں فرد تھا۔ مہتر شیر افضل خان کی حمایت اور سازباز کی بنا پر مقتول ہوا بیان کیا گیا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن خان والئے کابل کے ساتھ بھی بہادر کے دوستانہ مراسم تھے۔ چنانچہ شاہ امان الملک کے دربار میں جب بہادر کے قتل ہونے کی خبر سنی گئی۔ تو امیر کابل کے سفیر کپتان کابلی نے جو اس وقت بادشاہ کے دربار میں موجود تھا بے اختیار اظہار تاسف کیا اور کہا کہ بہادر ہمارے امیر صاحب کا دوست تھا۔ اس مرحلہ پر معاً صاحبزادہ محمد سعید بجاوڑ نے اس کو آنکھ کا اشارہ کر کے خاموش کر دیا۔ محمد سعید بجاوڑ کا نمائندہ تھا۔ بہادر نے جنگ اسمار میں ملک سندان مشہور پہلوان کو بھی اپنی تلوار کے ایک وار سے ختم کر دیا تھا۔

روشن علی خان کے لڑکوں سے خان اور رستم شاہ ریچ کے جاگیردار اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز تھے نیاز خان کا لڑکا گرشاسپ مہتر افضل الملک کے عہد میں بڑا معزز تھا جو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بھی معزز

رہا۔ ۱۹۱۹ء میں انتقال کیا۔ نیاز خان کا پوتا شیر میدان بن لہراسپ عہد موجودہ کے دور آزادی میں عوام میں معتمد تھا۔ اور کونسل عدلیہ میں نمائندہ موڑکھو کی حیثیت سے شامل ہوا۔ عوام میں معتبر اور مسلم لیگ کا صدر رہا۔

بیگی جان کا لڑکا فریدون خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑا عزت یاب شخص تھا۔ اس نے کڑ ینج واقعہ شغور میں زمین مہربانی پائی۔ ملازمت میں مداومت کی۔ پھر شاہزادہ محمد مسطاع الملک کی رضاعت سے ریچ کی جاگیر سے کامیاب ہو کر مزید عزت سے ہمکنار ہوا۔ اسکا لڑکا مقدس خان باڈی گارڈ میں ایجوٹنٹ صوبیدار تھا۔ بڑا لائق جوان تھا۔ فریدون خان کے دوسرے لڑکے محمد علی خان اور احمد جان والد کے انتقال کے بعد جاگیرداری ریچ پر بدستور قابض رہے۔ اور احمد جان نے بڑے بھائی مقدس خان کے انتقال کے بعد ریچ کی صوبیداری بھی حاصل کی۔ اس کے انتقال کے بعد پھر اس صوبیداری پر اسکا لڑکا شیر عرب خان فائز ہوا اور اس نے اپنی کمپنی کی معیت میں شاہزادہ محمد مسطاع الملک کے زیر کمان اسکردو کے محاذ جنگ پر بڑی خدمات انجام دیں۔

(۶) داود کے لڑکے محترم۔ لالہ گل شاہ۔ اور محمد دوست تھے۔ بُل کے لڑکے محمد عظیم خان۔ محمد رُت محمد عزیز خان اور عبدالقدوس۔ محترم مہتر افضل الملک کا وزیر تھا۔ لالہ گل شاہ۔ محمد رُت اعلیحضرت کے عہد میں خاندانی اعتبار سے معزز تھے۔ محمد عظیم خان مہتر محترم شاہ ثالث کے ہواخواہوں سے تھا۔ وُخان پنیال نے گلگت تک اپنے خاندان والوں کے ساتھ جلاوطنی میں وقت گذار دیا تھا۔ جب چترال واپس آیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں کونسل عدلیہ میں شامل ہوا۔ اور معزز رہا۔ جہاں دیدہ اور وسیع معلومات کا اہل تھا۔ محترم کا لڑکا شیر جنگ اہلِ اعتبار سے تھا۔ اور کونسل کے اراکین میں مدتوں شریک رہا۔

(۷) بہرام خان بن عبدالمسیب ہز ہائی نس مظفر الملک کے عہد تک بڑے اعزاز سے یاد ہوتا تھا۔ اسکی بیٹی شاہزادہ خوشوقت ملک کے عقدِ ازدواج میں تھی۔ مزید منزلت اور جاگیر کے مستحق ہوئے وہ اپنے خاندان کی قدیم روایات اور سپاہیانہ طور و طریق پر زندگی بسر کرنے کا عادی تھا۔ تادمِ مرگ شمشیر اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اور حیثیت و چابک رہتا تھا۔ مگر حلیم شخص تھا۔ اس کا لڑکا دلاور خان ریاستی فوج میں صوبیدار ہوا تھا۔ بہادر کے لڑکے کیوُ اور بہمن نیار اپنے نامور باپ کے نمونہ پر اعلیحضرت کے عہد میں معزز تھے۔

(۸) اسی طرح میر ابن گلدانت شاہ سکنہ تورکھو اہل معززین سے تھا اور کونسل عدلیہ میں مدتوں سے ممبر رہا تھا۔ اور منتخم بن پیوکان۔ تیموشی بن دستان شاہ۔ میرا فدون بن بیگی جان مردد خان بن جیبول۔ نادر بن عبدالمسیب۔ استفتا نوش بن محترم دعل گل شاہ بن محترم عجب اللہ خان بن گوہر خان۔ لہراسپ ابن نیاز خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل مراتب اعتبار تھے۔ ریاست چترال کی آبادی میں اس قوم کو بسبب کثرت نفوس و اعتبار کے جزو اعظم کا مرتبہ حاصل ہے

باب دوم

ممتاز اقوام و معزز خاندانوں کا تذکرہ

رئیس حکمرانوں کے عہد سے زمانہ حال تک

۵۵ (۱) قوم خوشہ اس قوم کی آبادی کا غلبہ خاص تورکہو میں ہے اور یہ خوش بن لیمنی کی طرف نسبتاً منسوب ہے یہ قوم رئیس حکمرانوں کے عہد سے ممتاز چلی آتی ہے قوی اور طاقتور قوم ہے کہتے کہ انکا جد اعلی لیمنی خاص موضع خاش واقع بدخشاں کا باشندہ تھا۔ اور اس لئے یہ قوم خاشہ کے نام سے متعارف ہوگئی۔ لیکن مصنف تاریخ کی قطعی رائے یہ ہے کہ یہ اپنے مورث اعلی خوش بن لیمنی کی طرف منسوب ہے خوش کی وجہ سے خوشہ سے معروف ہوگئے ہیں۔

خوش کے بیٹے بیرام بیگ، لاچین بیگ اور شوقی بیگ تھے۔ ان تینوں بھائیوں کی اولاد اپنے اجداد کے ناموں سے متعارف اور تین گروہوں میں منقسم ہے۔

یہ لوگ خاندان رئیس کے خیر خواہ تھے۔ جب شاہ کٹور راول نے خاندان رئیس کے اقتدار کو ختم کرنے کے لئے تورکہو پر لشکر آرائی کی۔ تو قوم خوشہ اس کی مخالفت پر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ لاچین بیگ بن خوش اس معرکہ میں مارا گیا۔ اور باقیماندہ کو تاخت و تاراج کردیا۔ پھر جب اطاعت قبول کرلی تو شاہ کٹور نے چترال کی طرف رُخ کیا۔

۱۔ بیرام بیگ کی اولاد میں محمد اشرف بن بیرام بیگ معزز تھا۔ وہ قزل بیگ بن شاہ محمد رضا کا بھانجا تھا۔ جب قزل بیگ بدخشاں کی طرف فرار ہوکر چلا گیا تھا تو محمد اشرف بھی اس کے ساتھ تھا۔ اور جب وہ واپس آیا تو یہ بھی ساتھ ہی واپس آیا۔ یہی اس کی نجات کا موجب تھا۔ محمد اشرف نے اپنی حیثیت کے مطابق عزت اور مرتبہ پایا۔

بیرام بیگ کی اولاد میں علاوہ اس کے ملک اژدر۔ شاہ خسرو۔ میر جہان اور دوران شاہ مشاہیر اور معزز اشخاص گذرے ہیں۔ ملک اژدر بڑا بہادر شخص تھا۔ مولانا محمد سیر نے شاہنامۂ چترال میں اسکی شجاعت کا تذکرہ کیا ہے۔ اور نئی تاریخ میں بھی اس کی بہادری کی تعریف لکھی گئی ہے۔ اور میر جہان شاہ

کٹور ثانی کے عہد میں ان کی جلاوطنی میں شامل تھا۔ اور جب شاہ کٹور ثانی کی حکومت قائم ہوئی تو میر جہان مراتب اعزاز سے ہمکنار رہا۔ میر جہان کے لڑکے محمد باری اور شکور تک اور دوران شاہ کے لڑکے زرین شاہ اور بدق معزز اور اصحاب شہرت تھے۔ شاہ امان الملک مرحوم کی شہزادگی سے ایامِ حکمرانی تک یہ لوگ بڑے اخلاص سے ان کی خدمت بجا لاتے رہے اور اعزاز پاتے رہے۔

زرین شاہ سردار نظام الملک کے پدر رضاعی بھی تھے۔ شکور تک کے لڑکے نور بیتیم و چترادی بھی بادشاہ مرحوم کے عہد میں معزز تھے۔ چترادی اگرچہ ایک نحیف البدن مرد تھا مگر زبان آتشین کا مالک اور دلاور شخص تھا۔

(۲) بو العجب شاہ و غلام بدق کے لڑکے بڑے معتبر لوگ تھے۔ غلام مہتر شاہ افضل خان کے پاس کابل و بدخشاں میں رہا تھا۔ پھر وطن واپس آگیا۔ علم و فراست سے بہرہ یاب اور شہزائے مذاقیہ سے کامیاب شخص تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑی عزت سے رہ کر ۱۹۰۸ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوا۔ اس کے لڑکے خوشی خان و جمعدار محبت خان اسکردو کے محاذ پر مجاہدین کے ساتھ شامل جہاد رہے۔

(۳) زرین شاہ کا لڑکا شاہ زرین بڑا معزز اور اچھی صفات کا مالک تھا۔ بقول مصنف تاریخ چترال واقعہ یہ ہے کہ قلم اس کے اوصاف کے تذکرہ سے قاصر ہے۔ سردار نظام الملک کا برادر رضاعی اور ہزہائی نس منظفر الملک کا رضاعی باپ تھا۔ ۱۹۱۸ء میں اس نے وفات پائی۔ اس کے لڑکے نیاز زرین شیر زرین اور مشرزرین ہر ایک اپنے باپ کے نمونہ پر تھے۔ ان کے انتقال کے بعد نیاز زرین منصب چارویلی اور باڈی گارڈ پر سرفراز رہا۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ پایا۔ لائق و شائستہ جوان تھا۔ ۱۹۴۲ء میں انتقال کیا۔ ان کے انتقال کے بعد اس کا بھتیجا دوران خان دونوں عہدوں کو سنبھالنے میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنے خاندان کا وقار بحال رکھا۔ یہ بھی لائق و معتبر ہے۔ اس کا لڑکا گلاب زرین تعلیمیافتہ اور ان دنوں سے خزانۂ ریاست کے دفتر میں اہلکار رہے۔

(۴) محمد باری کا لڑکا خوش تھا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل اعزاز سے تھا۔ اور اڈکیٹو کونسل میں بھی شامل تھا۔ پھر تو ریکھو کی حاکمی کا منصب حاصل کیا۔ اور اس کا لڑکا پردم خان صوبیدار ہوا اس کے بعد کونسل کے ممبروں میں بھی شامل ہوا۔ لائق شخص تھا۔ خوش کے انتقال کے بعد اسکی حاکمی کا منصب بہادر کو ملا۔ بہادر کے انتقال کے بعد پردم خان اپنے باپ کے عہدہ پر متمکن ہوا۔ اور اس کے بھائی محمد بیگ نے کونسل کے ممبروں میں شامل رہ کر ہزہائینس محمد منظفر الملک کے عہد میں معتبر قرار پایا۔

(۵) شکور تک کا فرزند بہادر بڑا معزز تھا۔ اس نے صوبیداری بھی حاصل کی اور پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ خوش کے انتقال کے بعد حاکم کا منصب حاصل کیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں

انکا بڑا اعتبار تھا۔ اور بڑے مدبر و ہوشیار خیال کئے جاتے تھے۔ ان کے دونوں لڑکے ابواللیث و محمد غفار صوبیداری کے منصب پر سرفراز ہوئے۔ ابواللیث اسکردو کے محاذ پر مجاہدین کے ساتھ شامل تھا اس کے بعد اس نے لیفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ اور ۱۹۵۷ء میں کثرت رائے سے مشاورتی کونسل چترال کا ممبر منتخب ہوا۔ لائق شخص تھا۔

۲- لاچین بیگ کے خاندان میں اقبال و شاہ زبیر قابل ذکر ہیں۔ اور یہ دونوں نامور گذرے ہیں۔ جب سلیمان شاہ خوشوقتیہ کا عروج ہوا۔ یہ دونوں شاہ کٹور ثانی کی اطاعت سے نکل کر محمد اور نامور قومی سرداروں کے سلیمان شاہ کے پاس چلے گئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ خوش قوم کے اس عہد سے معتبرین تھے۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے خاندان میں میر معتبر اور صاحب شجاعت شخص تھا۔ اور اقبال کا پوتا علی اتالیق بھی معزز و معتبر تھا۔ اور معتبر ہونے کے علاوہ حیا چشم بھی تھا۔ اس سلسلہ کے اور اکابر کے حالات مؤلف کے علم میں نہیں آئے۔

۳- شوقی بیگ ابن خوش آمد کے نبائر میں شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں عالی موجود بڑا معزز اور شجاعت کیش شخص تھا۔ اور عالی موجود کے لڑکے بل خان اتالیق۔ سلطان موجود اور دشمن خانزی وغیرہ سب اہل اعتبار سے تھے۔ خصوصاً بل خان اس خاندان میں سرآمد رجال تھا۔ سردار نظام الملک اعلیحضرت سر شجاع الملک کے عہد حکومت میں عزت و اعتبار میں ممتاز شخص تھا۔ حق یہ ہے کہ لیاقت و شرافت میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ دانائی میں فرد تھا۔ ۱۹۱۳ء میں وفات پائی۔ سلطان موجود اور دشمن خانزی مہتر شیر افضل خان کے ساتھ کابل گئے تھے۔ وہاں سے جب واپس وطن آئے۔ اعلیحضرت کے مواجہہ میں معتبر ہوئے۔ دشمن خانزی نے آبائی عہدہ اتالیق کا منصب حاصل کیا۔ پھر کونسل عدلیہ میں شمولیت پائی سلطان موجود کی لیاقت انتظامی امور میں ابھی شروع ہوا تھا کہ اجل نے مہلت نہ دی۔ بل خان اتالیق کے لڑکوں میں میر جبان اور دوٹھ خاندانی لحاظ سے ملک کے معتبروں سے ہیں۔

یہ تھے مشاہیر دخوش) بن مینی کی اولاد کہ جن کو علاقہ تو رکھو میں بسبب کثرت نفوس و جائداد کے دیگر اقوام سے فوقیت حاصل ہے

۵۶- قوم خسرہ یہ خاندان اپنے جد اعلیٰ خسرو کی طرف منسوب ہے۔ اور وہ بابا ایوب تنیودری کے ہمراہ خراسان سے اس ملک میں آیا۔ اور طرح اقامت ڈالی۔ یہ قوم معتبر اور طاقتور چلی آئی ہے۔ اور خاندان رئیس کے یہ لوگ خیر خواہ تھے۔ جب شاہ کٹور اول نے خاندان رئیس کے اقتدار سے ٹکر لی۔ تو یہ اسکی مخالفت پر کمر بستہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مقابلہ میں ان کے بہت سے اکابر میدان میں کام آئے۔ اور پھر گروہ تباہ ہو گئے۔

اس قوم کے مشہور اکابر میں غلام تھا۔ کہ اس نے شاہ فرامرد کے قتل کے سلسلہ میں محمد نور رضا خیل کے لڑکے

محمد یونس کے ساتھ شرکت کی تھی۔ غلام کا لڑکا جم بوش اور اس کا لڑکا محمد زاہد اور اسکا لڑکا نسیب علی خان سب نامور لوگ گذرے ہیں۔ نسیب علی خان شاہ امان الملک کے عہد میں منصب سفارت پر مامور ہو کر بادشاہ کابل امیر عبدالرحمن خان کے پاس گیا تھا۔ پھر دائی آسمار حضرت علی خان اور دائی جندول عمرا خان کے ہاں سفارت پر گیا تھا۔ اس کا لڑکا میر سلام خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر شخص تھا۔ اور بروز کی چار ویلی اسکو تفویض ہوئی تھی۔

۲۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں اس قوم کا دوسرا معتبر شخص خداداد خان بن عمر احمد خان تھا جنے اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کی رضاعت و تربیت کا حق ادا کیا اور انکا رضاعی باپ ہوا۔ بڑا معزز و شائستہ مزاج شخص تھا۔ حق گوئی میں فرد تھا۔ عرف عام میں خدلئے ڈیرو سے معروف تھا۔ ان کے چار لڑکے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اعزاز اور اچھے مراتب سے ہمکنار ہوئے۔ سب سے لائق انمیں نور احمد خان تھا۔ جو ۱۸۹۵ء کے محاصرۂ چترال میں موجود تھا۔ محاصرہ کے بعد چترال کے طول و عرض میں بڑی جائدادوں اور اراضی کا مالک ہوا۔ بریر اور بستی کی جاگیر حاصل تھی۔ اس نے سب سے پہلے سکوٹس میں صوبیداری پائی۔ پھر جب کونسل عدلیہ کا قیام ہوا۔ اسکے ممبروں میں شامل ہوئے اور اعزاز پایا۔

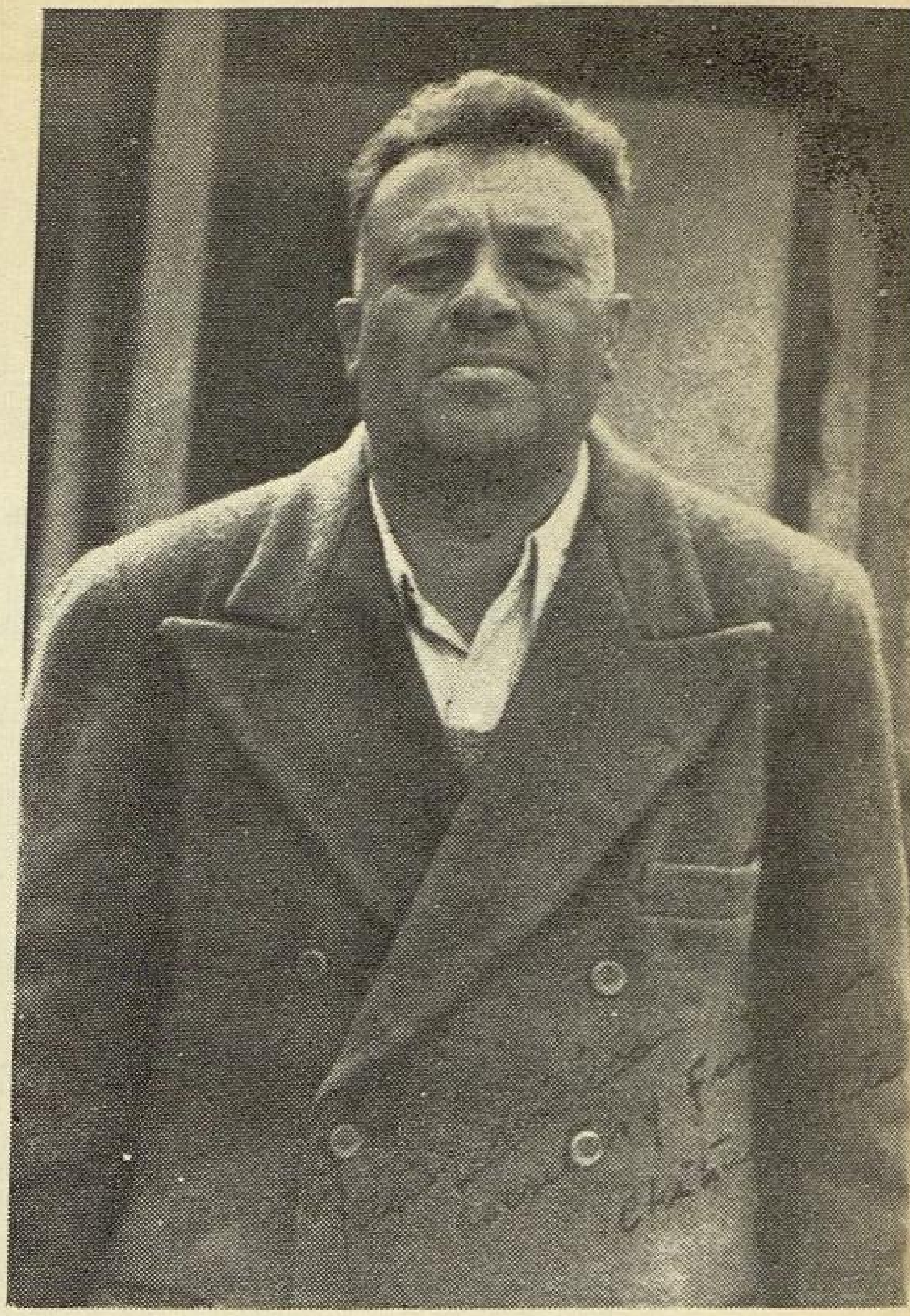
۱۹۱۹ء کے جنگ ارنوٹ میں اپنی کمپنی کے ساتھ دشمن کے خلاف موزوں انتظام انجام دیا۔ جس کے صلہ میں سرکار انگریزی سے خانصاحب کا خطاب حاصل کیا۔ ۱۹۳۲ء میں حج بیت اللہ سے مشرف اندوز ہوا۔ اور ۱۹۵۲ء میں ایون کا حاکم ہوا۔ اور سکونہ مقام میں جو زمین مہربانی پایا تھا۔ اسکی آبادکاری پر اٹھارہ ہزار روپیہ صرف کر کے ایون نالہ سے جوئی لاکر اسکو آباد کیا سرسبز و شاداب بنایا۔ اور وہیں مقیم رہ کر ۱۹۵۶ء میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

(۱) انکا بڑا لڑکا حبیب الاحد خان سکاوٹس میں صوبیدار تھا۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ وہاں سے ملازمت ختم کر کے نئی تنظیم میں انسپکٹر مقرر ہوا تھا۔ اب خانہ نشین ہیں

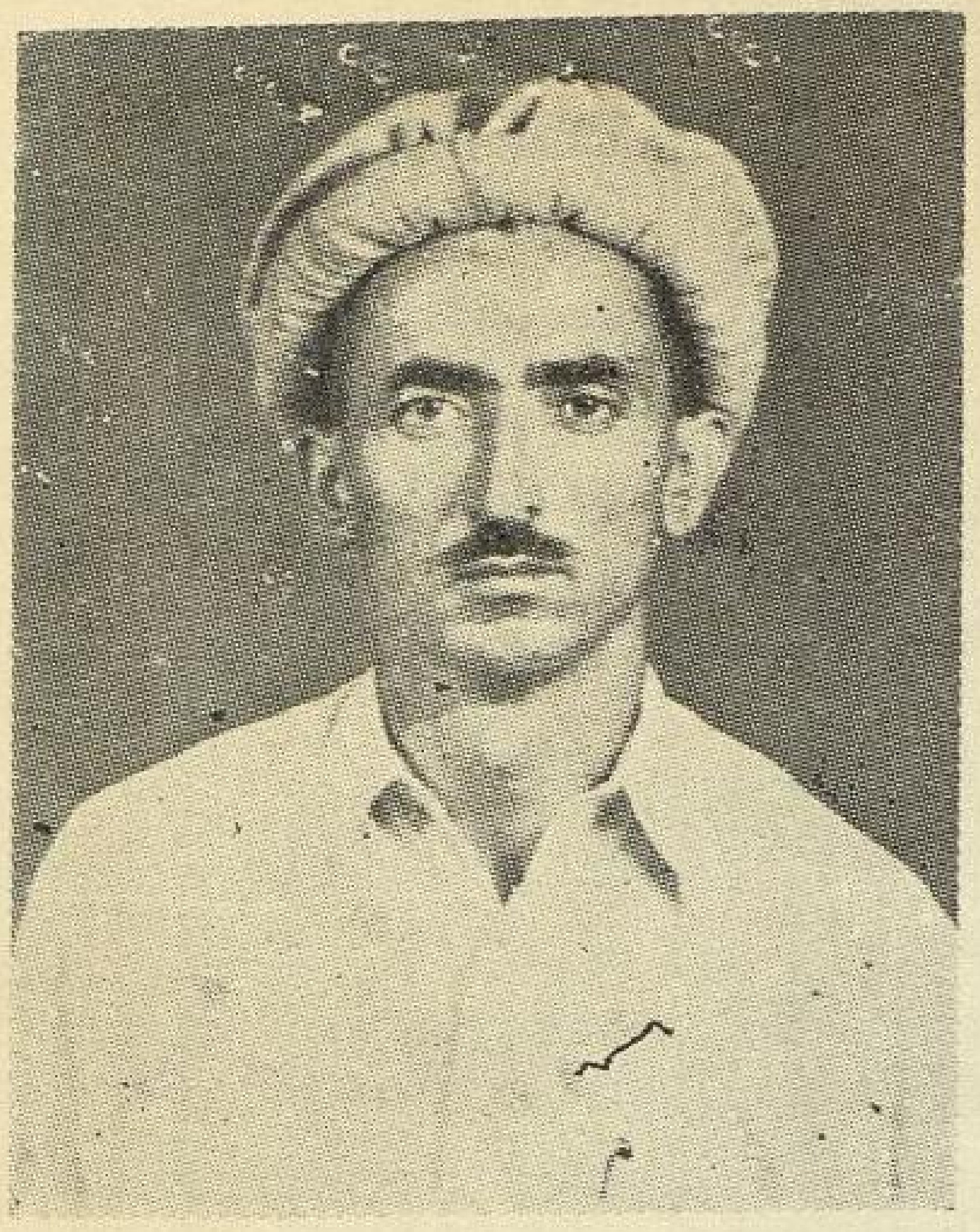
(۲) دوسرا لڑکا شکر احمد خان مشاورتی کونسل میں نمائندگی میں دو دفعہ کامیاب رہا۔ اور جب تک یہ محکمہ قائم رہا۔ شکر احمد خان اسمیں شامل رہا تھا۔ تعلیمیافتہ اور لائق نوجوان ہیں۔

۳۔ زین العابدین۔ تیسرا لڑکا زین العابدین ہیں۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ریاستی خزانہ کے اہلکاروں میں شامل تھا۔ تنظیم جدید کے بعد اب سیکرٹری خزانہ ہیں۔ بڑے لائق و معتمد افسر ہیں اور اپنے والد کی جاگیروں کے مالک ہیں۔ بریر و بستی انکی جاگیریں تھیں۔

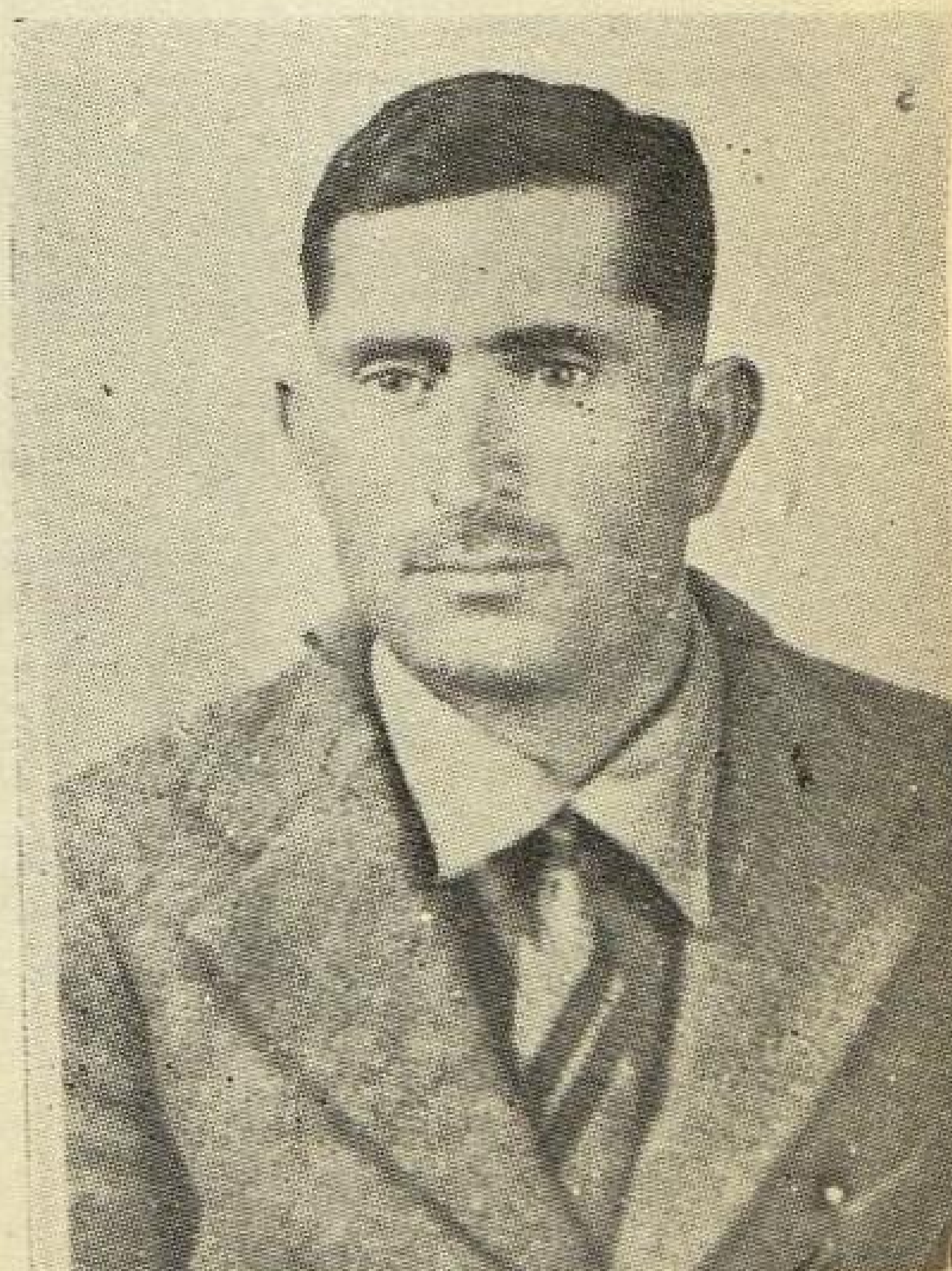
(۴) عزیز اللہ خان یہ بھی ریاستی خزانہ میں مامور تھا۔ انتقال ہوا۔ اب اسکا لڑکا حبیب الرحمن



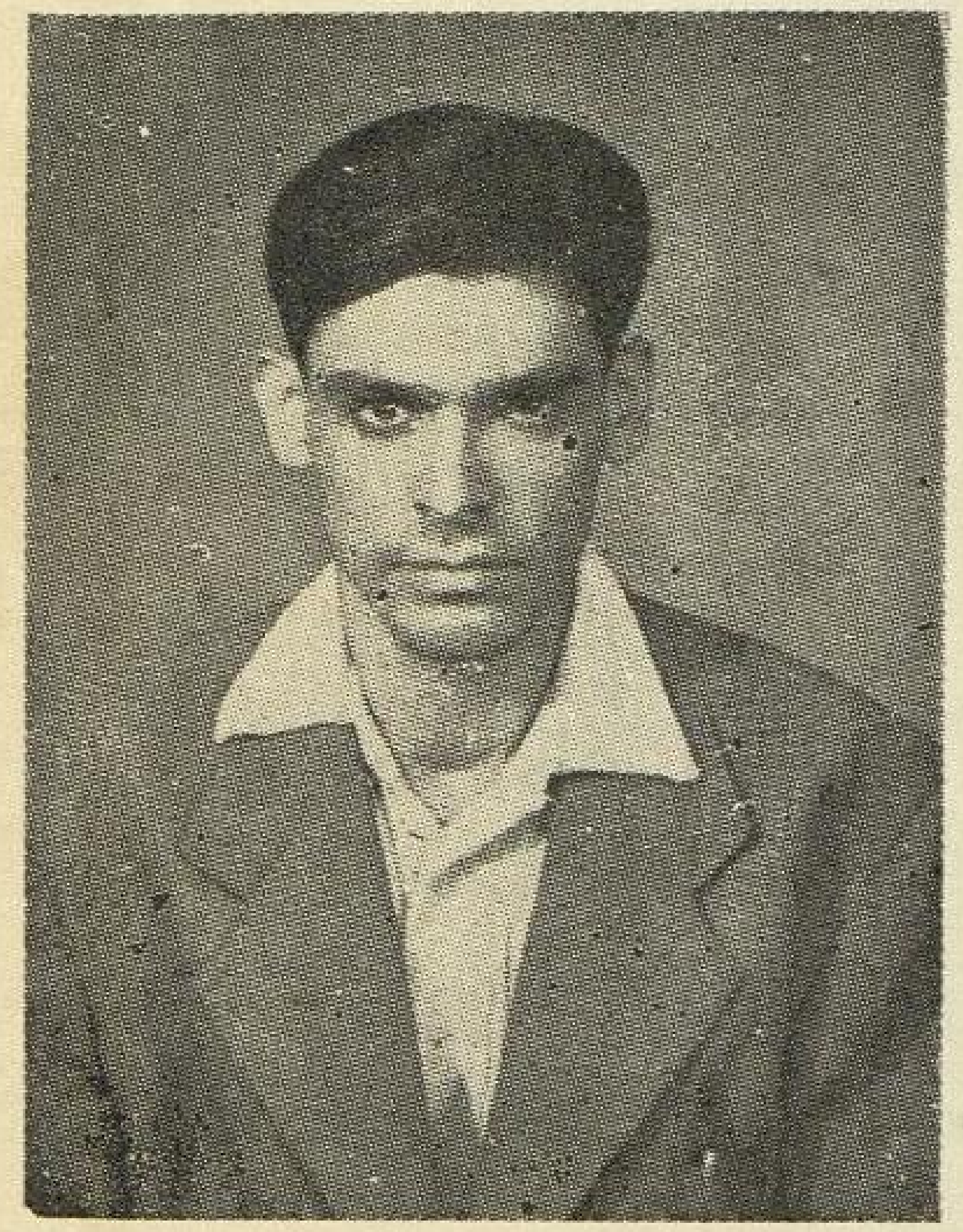
مسٹر زین العابدین سکرٹری خزانہ ریاست چترال
فرزند الحاج خانصاحب نور احمد خان



مسٹر عبادت شاہ ہیڈ کلرک،
ڈی۔سی چترال



مسٹر گل نایاب خان ریشن



مسٹر گلسمبر خان سکول ماسٹر راغ

میٹرک پاس کر کے کلرک کی آسامی پر فائز ہیں۔

۵- سید احمد خان - سرکاری بیوبیز کا جمعدار تھا بڑا لائق جوان تھا عین شباب میں انتقال کیا۔

۶- سراج احمد یہ سب سے چھوٹا مگر باپ کا پیارا تھا - مسکورکی زمین اس کے قبضہ میں ہے - اور تعلیم میں مشغول ہے

۷- بردم خان حافظا یہ بھی اعلیحضرت مرحوم کے دودھ بھائی تھے - اسکا لڑکا عبدالجبار بھی معتبر ہے۔

۸- میر احمد خان یہ بھی دودھ بھائی تھا - بیوبیز میں صوبیدار تھا پھر باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی - اور علاقہ کوہ کا حاکم ہوا - انکی وفات کے بعد اسکا لڑکا میر اعظم خان بھی حاکم رہا تھا۔

(۹) خانزادہ خان - یہ بھی اعلیحضرت کا دودھ بھائی تھا کچھ تعلیم بھی حاصل کیا تھا - مگر تصوف میں مشغول رہا - اسکا لڑکا دریا خان عوام میں معتبر ہے۔

اس قوم کے افراد میں محمد امین خان برنس کی چادریلی پر مامور اور بڑا معتبر شخص تھا - کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل رہا تھا۔ اور ثان کا لڑکا کرامت شاہ اس قوم کے معتبروں میں اعلیحضرت مرحوم کے عہد کے معتبروں سے تھا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں امتیازی حیثیت سے اعزاز پایا - باڈی گارڈ میں صوبیدار ہوا - پھر لیفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ اور کچھ عرصہ کیلئے حاکم اوندہ بھی رہا تھا - بڑا معتمد شخص تھا۔

زین العابدین کی تصویر یہاں شامل ہے۔

۵۷- قوم شغنیہ کوہ

یہ خاندان بھی عہد رئیسہ سے معزز ہے انکا جد اعلیٰ شغنان بدخشان کے کا رہنے تھا اس ملک میں آکر بود و باش اختیار کی - اسطرح عرف شغنیہ قائم و جاری ہوا - اس قوم کے مشاہیر معززین میں قشقار بیگ - غلام علی - کلابہ اور منظر تھے - جن کی اولاد چار شاخوں میں تقسیم ہو کر علاقہ کوہ میں آباد ہے۔

(۱) کلابہ شاہ فرامرد کے عہد میں ممتاز شخص کہا جاتا ہے - اس نے شاہ فرامرد کے اشارے سے قزل بیگ بن محمد رضا کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا - مگر کلابہ اس راز کو فاش نہ کرنے پایا تھا کہ اسے قصاص میں قتل کر دیا گیا

(۲) منظر کا لڑکا پٹی اتالیق مشہور شخص گذرا ہے - وہ شاہ کٹوڑ ثانی کے عہد میں اتالیق بنایا گیا - بڑا نامور شخص تھا - مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد حکومت میں شاہزادہ تجمل شاہ کی ہوا خواہی کے سلسلہ میں قتل ہوا -

(۳) پٹی اتالیق کے بارہ لڑکے تھے - جنمیں دو دار چار دیلو بہادر شخص تھا - مہتر امان الملک کے عہد حکومت میں کشمیر کی ڈوگرہ فوج کے مقابلہ میں کوماڑ اور ہوپرے کے مقام پر گلگت میں داد مردانگی سے جام شہادت نوش کیا -

(۴) اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس قوم کے معتبر اشخاص کا وجود ختم تھا - پھر بھی کوغزی مقام میں شیر محمد خان داغ میں - میر صمد خان کجہ میں - آبی خان اپنے اجدادی رسوخ پر معتبر لوگ تھے اور وہ ہر ایک اپنے علاقوں میں چاریلی کے عہدے پر مامور رہے۔

(۵) قشقار ثانی کا لڑکا اسماعیل جب شہزادہ سیف الرحمن نے رضاعت میں لے لیا تو وہ رسمی طور پر معتبر ہوا

ہز ہائی نس مظفر الملک مرحوم کے عہد حکومت میں کوہ چارویلی اسے تفویض ہوئی - شاہ حسین اور امیر حمزہ کو صوبداری کے عہدوں سے نوازا گیا - پھر جب سیف الرحمٰن تخت نشین ہوئے - ہز ہائی نس نے اپنے دودھ بھائی ظفر خان کو علاقہ کوہ میں حاکم اور فوج باڈی گارڈ میں لفٹننٹ کے عہدے پر فائز کیا - اور ایک دوسرے دودھ بھائی سلطان مراد خان کو دفتر مالیہ کا منتظم مقرر کرکے لفٹننٹ کا عہدہ دیا - تیسرے دودھ بھائی شہزادہ خان کو اردل خاصہ میں صوبہ دار مقرر کیا - اور محمد ولی خان کو کونسل کے ممبروں میں شامل فرمایا - الغرض ہز ہائی نس نے اپنی رضاعت اور پرورش کے صلے میں یہ سب کچھ کیا - مگر جب لورڈ قائم ہوا - یہ سب عہدے موقوف ہوئے - اور ہز ہائی نس جب تربیت کے بعد واپس چترال آئے پھر بھی دخل در معزولات مناسب نہ سمجھا -

عبادت شاہ - اس قوم کے افراد سے مرزا عبادت شاہ قابل ذکر ہے کہ اس نے تعلیم سے فارغ ہوکر طویل مدت تک مختلف دفتروں میں ملازمت جاری رکھتے ہوئے بڑا اعتبار حاصل کیا - اور اب منشی فاضل کا امتحان میں بھی کامیاب ہوکر اپنے مفروضہ کام سرانجام دینے میں مشغول ہے - ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں ہیڈ کلرک ہے لائق شخص ہے - اسکی تصویر سامنے ملاحظہ فرمائیں -

۵۸ - قوم خوشحال بیگیہ ادیر

یہ قوم منسوب ہے خوشحال بیگ کی طرف کہ وہ انکا مورث اعلیٰ تھا - عہد حکومت رئیس سے یہ لوگ صاحب اعزاز چلے آئے ہیں - چنانچہ

(۱) خوشحال بیگ اول اور اس کا لڑکا شیر افگن اور اسکے لڑکے نیفی و خوشحال بیگ ثانی اول اول اس قوم کے خاندان سے اعزازات سے فیض یاب رہے پھر خوشحال بیگ ثانی کے لڑکے عندلیب و منزرے معزز ہوئے - اس کے بعد منزرے کے لڑکے غضنفر و اسد اللہ خان اور عندلیب کے لڑکے شیخ و سکندر نامور ہوئے - عہد کٹور میں شیر افگن کا لڑکا خوشحال بیگ ثانی کے اعزاز سے نوازا گیا اس لئے کہ وہ شاہ کٹور ثانی کے ساتھ جلا وطنی میں ساتھ تھا - جب واپس آیا آدیر کی حکومت چارویلی کے پردے میں اسکو تفویض ہوئی - اور اسکی اولاد اعلیٰ قدر مراتب اس پر قابض رہی -

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عندلیب ثانی ابن سکندر کہ معمر آدمی تھا اپنی قوم میں ممتاز اور اعلیحضرت کے حضور میں باعزت تھا - اور اس کا لڑکا قناعت شاہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا - معتبر شخص تھا - اسیطرح اس قوم سے حاصل بن لشتکی خان باڈی گارڈ میں جمعدار تھا - پھر اسکا لڑکا عبدالکریم لورڈ کے وقت چارویلو کا منصب حاصل کیا -

سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد حکومت میں سلطان مراد خان ابن شیخ اہل عزت سے تھا - اور کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا تھا - بڑا معتبر شخص تھا - اسکی کوئی اولاد نہیں بڑی جائیداد کا مالک تھا - یہ قوم زمانہ ماقبل میں اگرچہ آدیر کی چارویلی کے منصب سے معزز تھی مگر درحقیقت درہ آدیر کی حاکم مختار تھی - اور وسیع جائیداد کی مالک ہے - جاہ و منزلت کے سارے اسباب انہیں میسر تھے -

۵۹ - قوم حاتم بیگیہ موڑکہو

یہ قوم حاتم بیگ اول ابن گرگ علی کی جانب منسوب ہے رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں سے معزز چلا آیا ہے حاتم بیگ کا باپ گرگ علی رئیسہ عہد میں سے معزز چلا آیا ہے حاتم بیگ کا باپ گرگ علی رئیسہ عہد میں اتالیق کا منصب رکھتا تھا۔ شاہ کٹور اول نے جب مہم ملک گیری کا آغاز کیا۔ اس نے سب سے پہلے گرگ علی اتالیق کو جو خاندان رئیسہ کا وفادار تھا۔ اداروغ واقعہ موڑکہو کے مقام پر قتل کیا۔ اور اسکے لڑکے حاتم بیگ کو دلاسا دے کر اپنے ساتھ ملا دیا۔ اور اپنی بہن کی شادی بھی اسکے ساتھ کر دی۔

(۱) حاتم بیگ بڑے وقار کا آدمی تھا۔ اور محمد رضا بن سنگین علی کا معاصر تھا۔ حاتم بیگ کے لڑکے

(۲) شاہ کٹور اول کی اولاد سے محمد شکور اور سلطان شاہ نامور لوگ تھے محمد شکور کا منصب اتالیق تھا۔ اور وہ بڑی شہرت کا مالک تھا۔ شاہ سنگین علی کی ملازمت میں ہندوستان کے سفر میں ساتھ رہا تھا صاحب علم و قلم و شمشیر تھا۔ اس کے سلک ازدواج میں شاہ سنگین علی کی دو بیٹیاں بادشاہ و نزاکت بیگم یکے بعد دیگرے آئی تھیں۔ اسکا بڑھاپا تھا کہ مہتر شاہ فاضل اور انکے بھائیوں شاہ نواز خان و محترم شاہ ثانی کے درمیان نالہ چترال کے کنارے موجودہ بازار چترال کے سامنے جنگ برپا ہوئی اور محمد شکور اتالیق محترم شاہ ثانی کی حمایت میں یہاں مقتول ہوا۔ اور یہیں دفن ہوا۔ ان کے اشعار کا مجموعہ موجود ہے۔ مثنویاں خوب کہی ہیں۔ غزلیات عمدہ اور پسندیدہ ہیں اور نمونے کے طور پر اس تذکرہ کے شعرا کے باب میں کچھ پیش کر دیئے جائیں گے۔ کہتے ہیں کہ محمد شکور اتالیق حضرت عمر جکنی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ ارادت میں منسلک تھا

(۳) محمد شکور کے بیٹے حاتم خان۔ عبدالغفور اور مستولی خان تھے اور وہ بھی ایک سے ایک بڑھکر معتبر و معزز ہوئے ہیں۔ یہ تینوں شاہ سنگین علی کی بیٹی کے بطن سے تھے۔

(۴) حاتم خان کے لڑکوں میں غالب جنگ، حسین علی خان اور گل محمد خان، خوش احمد ثانی بن عصمت اللہ کی بیٹی کے بطن سے یہ تینوں معزز تھے۔ عصمت اللہ خیر اللہ کا باپ تھا۔

(۵) غالب جنگ کا لڑکا نادر جنگ تھا۔ اور گل محمد خان کا لڑکا میر عالم خان اور ساغو ابن میر عالم خان۔

(۶) نادر جنگ کے لڑکے نعرہ جنگ و حاتم بیگ ثانی۔

(۷) نعرہ جنگ کے لڑکے جہان خان و محمد حسین خان و محمد حنیفہ معتبر ہیں۔ جہان خان کونسل کے ممبروں میں شامل رہا تھا۔ اور محمد حسین خان لیویز میں صوبیدار تھا۔ پھر باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ اور قلیل عرصہ کیلئے حاکم موڑکہو کا لقب بھی رکھتا تھا۔ لائق شخص ہے محمد حنیفہ لیویز میں جمعدار تھا۔ پھر دروش کا جنگی افسر ہوا۔ پھر عدلیہ کونسل کے اراکین میں شامل ہوا۔

(۸) حاکم بیگ ثانی بڑا معزز شخص تھا۔ اور کونسل عدلیہ کا ممبر تھا۔ اس کے لڑکے گوہر علی خان و امیر الابرار بھی اعتبار کے مالک تھے۔ اور دونوں یکے بعد دیگرے کونسل کے ممبروں میں شامل تھے۔ امیر الابرار اپنی خاندانی علمی شہرت کا حصہ دار تھا۔ فارسی میں بڑی عمدہ تحریر و تقریر کا مالک تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں موجودہ تاریخ چترال کو جب مرزا شیر احمد خان کابلی نے منظوم کیا تو اسکی بار اول کی کتابت راقم الحروف کے قلم سے ترتیب پائی تھی پھر بار ثانی اس کی کتابت امیر الابرار کے قلم سے تیار ہوئی۔ موتیوں کی لڑیوں کی طرح دیدہ افروز تھیں۔ مگر اب یہ دونوں منظوم شدہ مسودے دنیا سے ناپید ہیں۔

یہاں تک محمد شکوہ کی اولاد کا تذکرہ تھا اب سلطان شاہ ابن حاکم بیگ اول کا ذکر اور اس کے خاندان کے لوگوں کا مختصر احوال پیش کرتا ہوں۔

(۹) سلطان شاہ ابن حاکم بیگ اول کے پوتوں میں سے دل نواز و بدو ننگ ہر ایک نامور و معزز گذرا ہے۔ دل نواز کا لڑکا فیض طلب خان اور اسکے لڑکے شطلب، خان و جہان بھی معزز تھے اور زہ علاقہ دروش میں سکونت پذیر اور بڑی اراضی کے مالک تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شطلب خان کا لڑکا شیر دل خان اور جہان خان کے لڑکے میر طلب خان و معتبر خان اہل اعتبار سے تھے۔ اور چارویلی کے مناصب پر مامور تھے۔

۶۰۔ قوم بائیکہ اس قوم کے جد بزرگوار کا نام بائیک تھا لہٰذا یہ قوم اسکی جانب منسوب ہے اور ان کی سکونت کا مرکز خاص تورکہو ہے اور عہد قدیم سے معزز ہے۔

شاہ کٹور اول کے دونوں شاہزادے شاہ افضل و شاہ فاضل کی والدہ اسی قبیلہ سے تھی عہد کٹوریہ میں اس قوم نے بڑا اعتبار پایا۔ اس قوم کے مشاہیر ہیں جو لوگ اعزاز یافتہ ہوئے وہ یہ ہیں

(۱) طالب شاہ (۲) حرمت شاہ (۳) عالیجاہ بہرام (۵) تیغون بن بہرام اور حرمت شاہ کے لڑکے فدا بت شاہ (۲) نور آفرین شاہ (۳) محمد عیسیٰ خان (۴) درنایاب (۵) گوہر نایاب (۶) جوہر نایاب۔ انمیں سے ہر ایک اپنے عہد میں اہل اعتبار و عزت کے لوگوں سے ہوئے ہیں۔

(۲) حرمت شاہ اپنی شجاعت میں فرد اور مہتر شیر افضل خان کا رضاعی باپ تھا۔ اور تورکہو کی چارویلی کا منصب اسے حاصل تھا۔ تیغون کا عہدہ اتالیق تھا۔

(۳) محمد عیسیٰ خان تو اپنے نامور باپ حرمت شاہ سے وہ چند بہادری و ناموری میں بڑھ گیا اور سزاوار تحسین و آفرین ہوا۔ تاریخ چترال میں اسکا کارنامہ مکرر بیان ہوا ہے حق یہ ہے کہ وہ تعریف سے مستغنی تھا۔

مہتر شیر افضل خان کا دودھ بھائی پھر اسکا وزیر و مشیر تھا۔ شیر افضل خان کو جب محاصرہ چترال میں کامیابی کی کوئی امید نہ رہی۔ تو چترال سے فرار اختیار کر کے کوہستان باشقر میں پہنچا۔ ادھر سے انگریزوں کے بلاوے پر دھوکہ کھا کر پھر دیمہ میں آئے اور گرفتار ہوئے مگر محمد عیسیٰ خان نے اس بلاوے کو دھوکا



لفٹننٹ محمد ایوب خان سابق ممبر کونسل عدلیہ چترال
فرزند محمد عیسیٰ خان بہادر



مسٹر فدا محمد خان ٹریڈ انسپکٹر چترال

سمجھکر وہ برآنے سے انکار کیا اور بھاگ کر کوہستان داریل چلا گیا اور وہیں بقیہ عمر گذار کر پیوند خاک ہوئے محمد عیسیٰ خان شجاعت اور سیاست دونوں میں کامل انسان تھا۔ اور اسکی جسمانی پہلوانی کے بیشمار کارنامے ہیں اہل چترال کو ان کی شجاعت و بہادری پر فخر ہے۔

(۴) اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں محمد عیسیٰ خان کے اہل و عیال چترال واپس آئے۔ اور پرورش ہوتی رہی جب اس کا لڑکا محمد ایوب خان بڑا ہو کر پدری میراث کا طلبگار ہوا تو میراث مل گئی اور ساتھ ہی اس کی قوم میں صوبیداری کا عہدہ بھی اسکو مل گیا۔ اور اعلیحضرت کی حضوری میں مستقل طور پر ملازمت پر مامور رہا تاکہ اس کی پرورش ہوتی رہے ۱۹۴۷ء میں جہاد کشمیر پر چلا گیا۔ وہاں سے جب واپس آیا لفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ ۱۹۵۵ء میں جب عوام کی رائے شماری سے کونسل عدلیہ کا انتخاب ہوا۔ تو اس نے کونسل کی ممبری پائی کیونکہ وہ عوام میں مقبول تھا۔ نامور باپ کا فرزند اور لائق شخص ہے تیغون اتالیق کے خاندان میں غوبی اور محمد گل بھی صوبیدار تھے اور حضرت جی کونسل عدلیہ میں شامل ہو کر معتبر ہوئے۔ آجکل اس قوم کے افراد میں اعتبار اور عزت کے لوگ بہت کم ہیں۔ باقیہ قوم کے مشاہیر یہ تھے۔ جو بیان ہوئے۔

۶۱۔ قوم زوندرہ یہ بہت بڑا قوم ہے اور مجموعی طور پر معتبر بھی ہے۔ اس قوم کی آبادیاں مستوج سے گلگت تک پھر مستوج سے ایون و دروش تک پھیلی ہوئی اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف بیانات ہیں معتبر قول یہ ہے کہ سیرنگ اول سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے جسکا بیٹا راجہ بیگ اور اس کا بیٹا الف بیگ اور اسکا بیٹا سیرنگ ثانی تھا۔

سیرنگ ثانی کے لڑکے اسماعیل بیگ اور سیاہ گوش اپنی ناموری میں ممتاز اور ان کی اولاد بھی ممتاز ہے لہٰذا اُن کی اولاد کا سلسلہ علیحدہ یہاں بیان ہوتا ہے کہتے ہیں کہ سیرنگ ثانی کے تین لڑکے اور بھی تھے۔ جن کے نام رحمت بیگ۔ الف بیگ ثانی اور رستم ملک ثانی تھے۔ مگر غیر معروف ہیں سلسلہ قائم نہیں۔

مگر عجیب یہ ہے کہ باوجود اس وضاحت کے سیاہ گوش کی اولاد اپنے نسب کے بارے میں سیرنگ ثانی سے بالکل انکار کرتی ہے اور انکا بیان ہے کہ سیاہ گوش کا باپ شاہ عبدالقادر چرچی بدخشانی ہے۔ اور اس ملک میں مسافر کی حیثیت سے وارد ہوا تھا۔ اور اسکی بیوی حاملہ تھی۔ چونکہ وہ سیرنگ ثانی کا دوست تھا اہلیہ کو اس کے گھر چھوڑ کر کہیں دور چلا گیا تھا ایک مدت کے بعد جب واپس آیا۔ سیرنگ نے اسے بتایا کہ تمہاری بیوی فوت ہو چکی ہے اور اسکی مصنوعی قبر بھی بنائی کہ یہاں دفن ہوئی ہے مسافر بحالت مایوسی واپس بدخشاں چلا گیا۔ اس عورت سے ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام سیاہ گوش رکھا گیا۔ اس کے کان پر ایک سیاہ داغ تھا اسلئے وہ سیاہ گوش سے مشہور ہوا۔ سیاہ گوش بڑا ہو کر بڑا ہنرمند اور نامور و شجاع ہوا۔

قوم بیگالہ کا وثوق سے بیان ہے کہ سیاہ گوش کی والدہ مرزا جلال بیگالہ کی ہمشیرہ تھی اور مرزا جلال جب

شاہ کٹور کی بدخواہی پر کمر بستہ ہوا۔ باوجودیکہ وہ اسکا بھانجا تھا۔ شاہ کٹور کے حکم سے مرزا جلال کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ تب وہ شاہان کٹوریہ میں عزت یاب ہوا۔

۱۔ اسماعیل بیگ یہ سیر نگ ثانی کا بیٹا تھا۔ اور اس کے لڑکے شاہ زمان، محمد تراب اور مادین تھے۔ یہ بڑے نامور لوگ تھے۔ محمد تراب کا عہدہ اتالیق تھا۔ شاہ عالم اور خیر اللہ کے عہد نامور شخص تھا مولانا محمد سیر نے اپنے شاہنامہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے ؎ چناں پند گفتی محمد تراب ؛ کہ رنگ از مرات شدے ہمچو آب مگر خیر اللہ پر اسکی نصیحت کا اثر نہ ہوا اور وہ باشگل پر لشکر کشی کرکے انجام کار برباد ہوا۔

(۲) شاہ زمان کے لڑکے محمد امید و محمد زاہد تھے۔ اور محمد زاہد کا پوتا یا دگاری معروف شخص تھا کہ جس کے لڑکے رحمت زرین وغیرہ تھے۔ اور رحمت زرین کے لڑکے عصمت زرین و محمد سعید خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر اشخاص تھے۔ عصمت زرین کونسل عدلیہ کا ممبر تھا اور محمد سعید خان اہلکار مستوج تھا۔ پھر صوبیداری بھی حاصل کی اس نے قومی ہنگامہ آرائی کی پاداش میں قید کی سزا بھی پائی تھی اس کے بعد اس کا لڑکا فدا محمد خان قوم میں صوبیدار ہوا۔ اور نئی تنظیم کے بعد سررشتہ تجارت میں انسپکٹر ہے تعلیمیافتہ اور محنتی نوجوان ہے اسکی تصویر شامل ہے

(۳) محمد تراب اتالیق کا لڑکا محمد کلان اور اس کا لڑکا محمد طیران بھی بڑے معزز اشخاص گذرے ہیں۔

(۴) بادین بن اسماعیل بیگ کے خاندان میں روشن رائے پھر اسکا لڑکا محمد نگین معتبر ہوئے محمد نگین شہزادہ خوشوقت الملک کا پدر رضاعی تھا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری کا منصب رکھتا تھا۔ معزز شخص تھا۔ اسکے انتقال کے بعد صوبیداری اور چار دیلی مستوج پر اسکا لڑکا صاحب نگین کامیاب ہوا۔ نظام جدید کے بعد صاحب نگین کثرت رائے سے پشاور تی کونسل کا ممبر ہوا۔ جب دوبارہ نئے انتخابات ہوئے اسمیں بھی کامیاب رہا۔ مسلم لیگ جماعت کے نمائندوں میں لیڈر اور عوام میں مقبول ہیں۔ بورڈ کے دفت اسکا لڑکا جلال الدین اپنے باپ کے منصب صوبیداری پر فائز ہوا۔ صاحب نگین کا اپنا بیان ہے کہ مہتر خیر اللہ کے عہد میں انکے اجداد سے شاہ قاسم علی مستوج کا حاکم تھا۔ لہذا اس نسبت سے انکی اولاد قاسمہ زوندرہ سے مشہور رہے۔

صاحب نگین کا بیان ہے کہ سرنگہ زوندرہ سے تین سو آبادی کوہستان باشقر میں کچی کوز قوم کے نام سے پانچسو کی آبادی تانگیر میں زوندو قوم کے نام سے آباد ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ سر محمد ناصر الملک مرحوم کا تاریخی بیان جو تاریخ چترال میں مذکور ہے یہ قوم زوندی کی اولاد ہے بالکل درست ہے زوندا اور زوندسو ملک کے لڑکے تھے۔ زوند کی رہائش گلگت میں تھی اور زوند علاقہ مستوج میں رہائش رکھتا تھا۔

۲۔ سیاہ گوش یہ بڑا نامور شخص تھا۔ تاریخ گویا ہے کہ وہ سیر نگ ثانی کا لڑکا ہے اور اسکی اولاد کا دعویٰ ہے کہ وہ شاہ عبدالقادر چرخی امیرزادہ بدخشاں کا بیٹا تھا الغرض سیاہ گوش نے شاہ کٹور اول اور شاہ خوش وقت کے عہد میں بڑے کام کئے ہیں۔ سیاہ گوش کے چھ لڑکے تاسم۔ صالح۔ سلطان شاہ۔ چاوغ حکیم بیگ اور رحیم بیگ تھے۔ انہیں سے ہر ایک صاحب عزت، اہل اعتبار اور شہرت سند تھا۔ شاہ کٹور اول

اور شاہ خوشوقت کی سلطنت کے قیام و قوام میں سیاہ گوش اور اسکے لڑکوں کی خدمات اور کارناموں کا بڑا دخل رہا ہے۔ انہیں قوام سلطنت کہنا بجا ہے۔ تاریخ میں بیان کیا گیا ہے کہ شاہ کٹور اول کے آغاز جلوس میں رئیس خاندان کے اکابرین میں سے ایک شخص مرزا نہال نے رئیس کی طرف سے ایک بڑا لشکر آراستہ کر کے شاہ کٹور کے مقابلہ کو آیا۔ اور شاہ کے لئے بڑی مشکلات پیدا کر دیں۔ چترال اور مستوج کے درمیان آمد و رفت مسدود اور امن و امان کی ہوا اکھڑ گئی تھی۔ سیاہ گوش ایک جنگ آزما جماعت ساتھ لیکر لاسپور سے گولین کوہ اور وہاں سے چترال میں مرزا نہال کے سر پر جا پہنچا اور خاص چترال کے سامنے جغور کے مقام پر اس کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ اور شدید جنگ کے بعد مرزا نہال کو موت کے گھاٹ اتار کر دم لیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر شاہ کٹور کی خدمت میں پیش کیا۔ کیونکہ وہ شاہ کٹور کا بڑا بدخواہ تھا۔ پھر مرزا جلال کو جو شاہ کٹور کا بدخواہ تھا موت کے گھاٹ اتار دیا۔ باوجودیکہ سیاہ گوش مرزا جلال کا بھانجا تھا۔ ان خدمتگذاریوں اور جاں نثاریوں کا نتیجہ تھا کہ کٹورے اور خوشوقتیہ حکمرانوں میں اسکی اولاد عزت پاتی رہی۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ گوش کی اولاد اور ان کے مشاہیر کے حالات سلسلہ وار درج کر دیئے جائیں۔

۱۔ **قاسم**۔ یہ سیاہ گوش کا پہلا فرزند ہے اور اس کے تین لڑکے محمد امین۔ مرزا حیات اور عظیم خان تھے۔ محمد امین کی شہرت شاہنامہ سیر میں تعریف کے ساتھ لکھی گئی ہے وہ مہتر خیر اللہ کے عہد میں جنگ ڈروتی لشٹ واقع بروز میں مارا گیا تھا۔ اور خیر اللہ اس کے قتل پر زار زار رویا تھا۔ مرزا حیات کے لڑکے نور حیات اور نعمت خان تھے۔ نور حیات کے لڑکے مظہر حیات۔ گوہر حیات۔ امیر حیات۔ تباد حیات اور جنگ ناموس تھے جو سب کے سب اعزاز یافتہ ہو گذرے ہیں۔ اور نعمت خان اول کا لڑکا سلطان شاہ۔ نور حیات بڑا شجاع اور اہل تدبیر سے تھا۔ مہتر پہلوان کا رضاعی باپ تھا۔ جب مہتر پہلوان کی حکومت پر زوال آیا تو نور حیات کا خاندان بھی طوفان زوال کے تھپیڑوں کا شکار ہوا۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں مظہر حیات اکابرین ریاست میں شمار ہوا۔ اپنے خاندان کا معزز تھا۔ اور امیر حیات و جنگ ناموس کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوتے۔ پھر امیر حیات کا لڑکا اکبر حیات معتبر ہوا۔ کیونکہ اس نے شاہزادوں کے تعلیمی ایام میں ان کے ساتھ رہ کر ان کی بڑی خدمت کی تھی۔ پھر کونسل کا ممبر ہوا۔ اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی۔

جنگ ناموس متواتر کونسل کی ممبری پر فائز رہا۔ اور اتالیق مستوج کا عہدہ بھی پایا۔ اور ہز ہائینس ناصر الملک مرحوم کے عہد میں بڑا اعتبار پایا۔ اور اسکو شہزادی نے جو موجودہ ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی والدہ ہیں دودھ پلایا۔ اور تربیت کی۔ اس لئے وہ بڑا معزز ہوا۔

(۲) سلطان ابن نعمت خان اول کے لڑکے نعمت خان ثانی کو سنوغر کا چارویلو پھر مستوج کا اتالیق اور اسکے لڑکے میر صوات خان کو باڈی گارڈ میں صوبیداری کا عہدہ ملا۔ یہ سب اعزاز اسے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں حاصل ہوئے

اور اسکے بھائی بجانی نے بھی بڑا اعتبار پایا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے مواجہہ میں عزت سے یاد کیا جاتا تھا۔

(۳) عظیم خان بن قاسم کے پوتوں سے حیدر احمد خان بن خان امان عہد موجودہ کے معززین میں شامل ہیں۔ حیدر احمد خان اعلیحضرت کے عہد میں ملازم حضوری تھا۔ پھر بمبئی چلا گیا۔ اور سر آغا خان سے ڈائرکٹر کا خطاب پایا اور وطن واپس چلا آیا۔ اور یہاں تنظیم جماعت اسماعیلیہ کا کام انجام دیا۔ اور خاص چترال میں اسماعیلیہ جماعت خانہ قائم کیا۔ ۱۹۵۵ء میں کونسل عدلیہ کے انتخابات میں علاقہ مستوج کا نمائندہ منتخب ہو کر کونسل میں شامل ہوا۔ ۱۹۵۶ء میں محکمہ تجارت میں وزیر تجارت کا عہدہ حاصل کیا۔ ۱۹۶۱ء میں وہاں سے تبدیل ہو کر تحصیلدار ہوا۔ اس کا دوسرا بھائی سردار امان موجودہ ہز ہائینس کا سیکرٹری پھر دفتر مالیہ کا کلرک رہ کر ملازمت سے سبکدوش ہوا۔

۲۔ صالح۔ سیاہ گوش کا دوسرا فرزند تھا اس کا لڑکا نجوم خان اور نجوم خان کا لڑکا محمد ضمیر اور اس کا لڑکا سلام اپنے اپنے اوقات حیات میں معتبر و نامور گذرے ہیں۔ مولانا محمد سیر نے شاہنامہ میں محمد ضمیر کا تذکرہ کیا ہے۔ سلام بڑا ہوشیار۔ مدبر اور صاحب شمشیر مرد تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس خاندان کے نسبتی باقیات میں محمد ضمیر کا بیٹا اشرف ضمیر اور سلام کا بیٹا خان اہل اعتبار سے تھے

۳۔ سلطان شاہ بن سیاہ گوش کے بیٹے سلطان علی و افراسیاب اور سلطان علی کا لڑکا شیر گوڑی اور شیر گوڑی کے لڑکے اتالیق سلطان شاہ۔ زرتاج۔ گوہر تاج اور زرتاج کے لڑکے تاج عالم اور زبردست خان انہیں سے ہر ایک عزتمند۔ معتبر اور اہل مراتب گذرے ہیں۔

افراسیاب کا لڑکا کمال اور اسکا بیٹا محمد علیم نامور گذرے ہیں محمد علیم شاہ امان الملک کا خالہ زاد بھائی تھا۔ محمد علیم کے لڑکے امید علیم اور خدا علیم اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑی عزت کے مالک ہوئے۔ امید علیم نے چترال خاص میں زمین پائی۔ اور خدا علیم نے قوم میں صوبیداری کا منصب حاصل کیا۔ لیکن شورش مستوج میں امید علیم اپنی سازش سے باز نہ رہا۔ اور اپنا مقام کھو بیٹھا۔ پھر کامیاب نہ ہوا۔ اور خدا علیم اپنا اعزاز و مقام برقرار رکھنے میں کامیاب ہوا۔ اور بدستور اپنے عہدہ پر بحال رہا۔ امید علیم کا لڑکا علی نور خان بھی معتبر تھا۔

سلطان شاہ کے خاندان سے محمد گلاب ابن سق لال اور شادانی ابن گل بر تاج اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اہل اعزاز سے ہوئے اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شمولیت پائی۔

۴۔ چالوٹ ع بن سیاہ گوش بھی معتبر تھا۔ اس کے خاندان سے محمد کریم و محمد رحیم بڑے نامور لوگ تھے مولانا محمد سیر کے شاہنامہ میں محمد کریم کا ذکر آیا ہے کہتے ہیں ؎

محمد کریم و محبت بہم رسیدند چوں اژدھا تیز دم

جنگ بونی میں جو محترم شاہ ثانی اور بادشاہ بن شاہ عالم کے مابین واقع ہوئی تھی محمد کریم اور محبت کا آپسمیں مقابلہ کرنے کا ذکر ہے محبت باشندہ شالی تھا۔

۵۔ حکیم بیگ بن سیاہ گوش مہتر شاہ افضل اول کے عہد میں چھانسرائے درہ تریچ پر حاکم تھا۔ اور یہ علاقہ

اس عہد میں کفار کا مسکن تھا ایک موقع پر اس درہ کے کفار نے مالیہ کی وصولی کے سلسلہ میں حکیم بیگ کے ایک سردار کو جسکا نام محب بیگ تھا قتل کر دیا۔ تو حکیم بیگ بذات خود ایک مختصر جماعت کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوا۔ اور خود کفار کے بالمقابل لڑ کر شہید ہوا۔ اور وہیں ہی دفن ہوئے۔ یہ ۱۷۴۲ء کا واقعہ ہے۔

حکیم بیگ کا لڑکا مرزا الف بیگ اور اسکا لڑکا عبادت خان اور اسکا بیٹا بپ لال مشہور اشخاص گذرے ہیں۔ بپ لال شہزادہ امیر الملک بن شاہ امان الملک کا رضاعی باپ تھا۔

عبادت خان کا پوتا کامران خان بن مروزی اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز اشخاص میں سے تھا۔ وہ ممبرن کلش گوم کی چار دیلی کا منصبدار تھا۔ پھر علاقہ ایون میں حاکم ہوا۔ عدلیہ کونسل کے ممبروں میں بھی شامل تھا معزز رہا۔ کیونکہ کامران خان کے دادا عبادت خان کی والدہ مہتر شاہ کٹور ثانی کی ہمشیرہ تھی۔ کامران خان کے لڑکے عبداللہ خان وفیض اللہ خان اپنے خاندان کے معتبروں سے ہیں۔ اور بڑے جائیداد کے مالک ہیں۔ کامران خان کے دو اور بھائی اژدر خان و سوداگر خان بھی معتبر لوگ تھے۔

حکیم بیگ کا دوسرا لڑکا انور بیگ تھا۔ اور اس کا بیٹا مردان نذیر اور اسکا لڑکا علم حاضر۔ عہد اعلیحضرت مرحوم میں علم حاضر اہل اعتباروں سے تھا۔ یہ بھی معزز تھا۔ اسکا لڑکا محمد نذیر اپنے خاندان میں معتبر اور اہل علم و قلم ہے۔ اور مدتوں سے ریاستی ملازمتوں میں مصروف رہ کر اعتبار حاصل کر رہا ہے۔

۶- رحیم بیگ ابن سیاہ گوش یہ نامور شخص تھا اس کا لڑکا عبدالعزیز اور اسکا لڑکا عادل بیگ بھی دونوں بڑے نامور تھے۔ عبدالعزیز کی تزویج میں شاہ کٹور ثانی کی ہمشیرہ تھی۔ مگر اس کی ساری عمر مہتر خیر اللہ کی حضوری اور خیر خواہی میں گذر کر ختم ہوئی۔ عبدالعزیز اہل تدبیر اور اہل الرائے تھا۔ جب مہتر خیر اللہ نے نامناسب موسم میں باشگل پر لشکر کشی کی۔ تو اس نے سختی سے منع کیا تھا۔ مگر خیر اللہ نہ مانا پھر وہی ہوا جو ہونا تھا۔ مولانا میر شاہنامہ میں فرماتے ہیں۔

بدو گفت ہشیار عبدالعزیز شہہ بیگنہ خون مردم مریز

رحیم بیگ کی اولاد میں کہمان بھی معتبر شخص تھا۔ مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد میں مہتر محترم شاہ ثالث کے خلاف ایون کی جنگ میں وہ بڑی پامردی سے مقابلہ کرنے میں کامیاب رہا تھا۔ اور نام پایا تھا۔ اس کا بیٹا نہال اور اس کا بیٹا امیر اعظم جو ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے حضوری ملازموں میں معتبر تھا۔ پھر مسلم لیگ کے ساتھ رابطہ قائم کر کے سربراہوں میں شامل رہا۔

حکیم بیگ و رحیم بیگ کی اولاد کا مسکن خاص موضع ایون ہے ان کی والدہ خاص چترال کی تھی سیاہ گوش نے ان کی پرورش کی چنداں پرواہ نہ کی تو محمد صفا بن قزل بیگ نے اُن کی ابتدائی تربیت کا بیڑا اٹھایا اور ایون میں انہیں اراضی دے دی۔ حسن اتفاق سے یہ سب کے سب لائق اور ہنرمند نکلے اور بڑا رسوخ حاصل کیا۔

۳- قدیم زوندرے زوندرے قوم کی تیسری شاخ ہے جو شو ملک ثانی بن میر نگ سے منسلک ہے ریشن کے زوندرے اپنے آپ کو اس کی اولاد ثابت کرتے ہیں جنمیں مرزا گل جمعدار ریشن اس شاخ

کے معتبروں سے تھا اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار کا عہدہ رکھتا تھا۔ اور لائق اعتبار شخص تھا۔ اس کا خاندانی شجرہ یہ تھا۔ شیر ملک اول اس کا لڑکا محمد سیر نگ ثانی اور اس کے لڑکے شیر ملک شاہ عسکری۔ شاہ روح۔ شیر ملک کا لڑکا نسیم خان اور اس کے لڑکے ثمر بدر تائی موش ہر ایک امین معتبر شخص تھا۔ علاقہ دروش میں سکونت رکھتے تھے۔

شاہ عسکری کے لڑکے میر گل و فریدون دروش میں سکونت رکھتے تھے۔ میر گل کا لڑکا سنگل خان اور اسکا لڑکا گل عزت خان اور اسکا لڑکا گل فرز خان اور اسکا لڑکا گل نایاب خان۔ گل نایاب خان ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا۔ تجارتی کاروبار کا محرر تھا۔ ملازمت جاری رکھتے ہوئے سرمایہ دار ہوا اور ذاتی تمول و ثروت سے عوام میں مقبولیت حاصل کی۔ ۱۹۵۷ء میں جب مشاورتی کونسل کے انتخابات ہوئے تو وہ اسمیں پیش پیش تھا اور عوام کا ایک طبقہ اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔ عوام میں اسنے رسوخ حاصل تھا۔ مگر آخری انتخابات میں ناکام رہا۔ اس کی ہمت پھر بھی بلند تھی۔ قومی ایثار اور مہمان نوازی کا طریقہ جاری رکھ کر اپنے اثر و رسوخ کو قائم رکھا۔

فریدون کا لڑکا نور دولہ خان اور اس کا لڑکا مرزا گل جمعدار ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ لائق شخص تھا۔

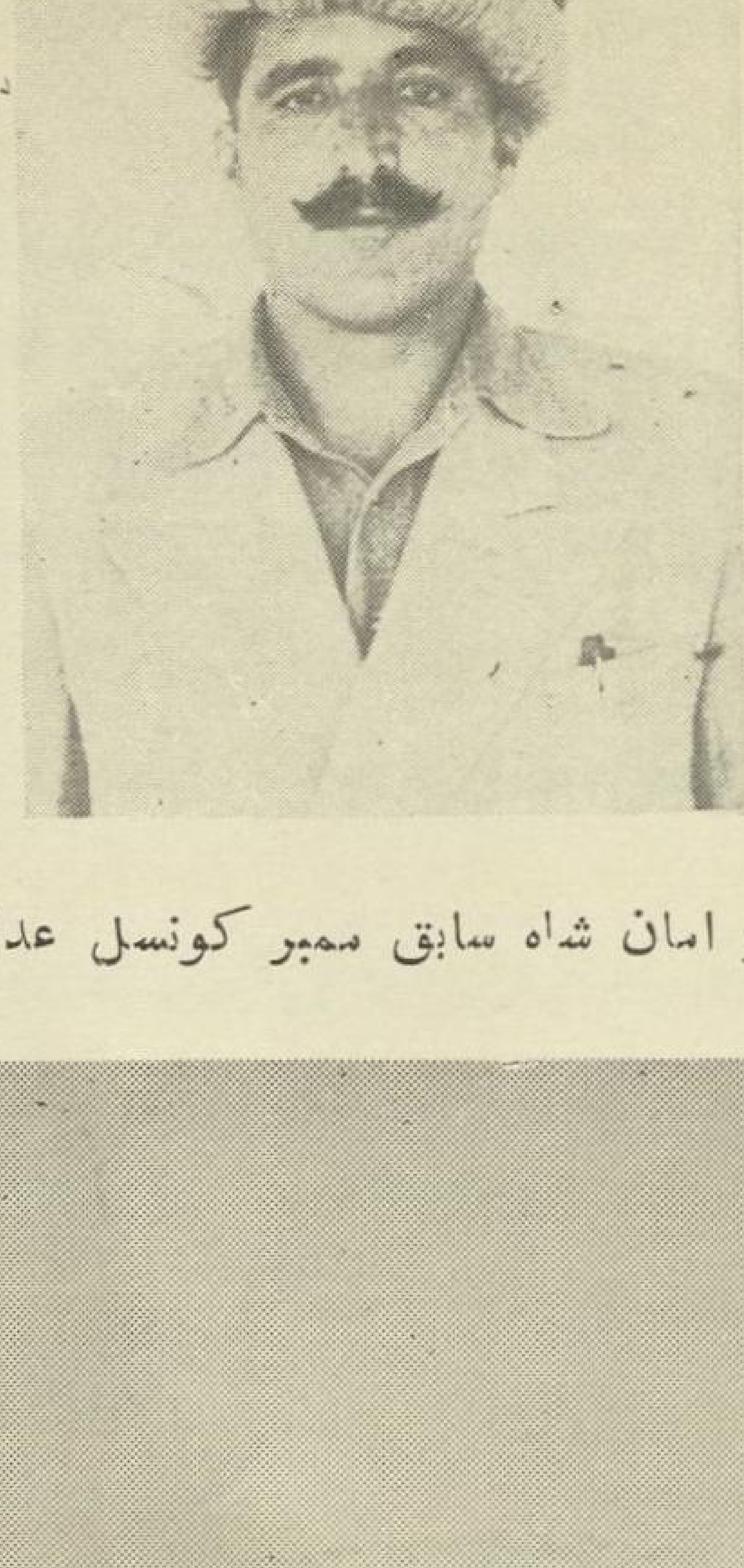
(۲) اس قدیم زوندرہ سے ایک خاندان چترال میں آباد ہے۔ جسمیں بدوق چارویلو شاہ امان الملک مرحوم کے عہد سے چترال کے عہدہ چارویلی سے معتبر تھا۔ اس کا لڑکا خان اور اس کا لڑکا گل فطرت شاہ مسلسل اس عہدہ پر قائم رہے۔ اور انھوں نے ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک سے تعلق رضاعت رکھا۔ ان کی تخت نشینی کے بعد گل فطرت شاہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ مزید اعتبار پایا۔ اسکا چچازاد بھائی فضل ربانی ہز ہائینس مرحوم کی ترغیب پر تعلیم پاکر جب وطن واپس آیا تو سرکاری انٹلی جنس کی ملازمت پائی۔ اس کے بعد اور سرکاری دفتری ملازمتوں پر بھی فائز رہ کر معتبر ہوا۔ سرمایہ داروں میں شمار ہوتا ہے اور عوام میں مقبول ہے کفایت شعار ہے۔

(۳) استقال نایاب شغوہ اور مرزا معزلہ خان چترال بھی اسی قوم سے متعلق ہیں۔ جنکے کوائف زندگی کا تذکرہ علیحدہ درج ہے۔ مہربان حاکم لاسپوری بھی اس سلسلہ سے متعلق ہے۔ جو معروف شخص گذرا ہے اس کا لڑکا خنجر خان بھی حاکم تھا۔ پھر عہد اعلیحضرت مرحوم میں باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر اس کا لڑکا جانان صوبیدار ہوا۔ انکا خاندان بھی معزز رہا ہے۔ شاہزادہ غلام محی الدین خان نے اسی خاندان میں پرورش اور تربیت پائی ہے۔ گل نایاب خان کی تصویر شامل ہے جس کی پشت پر توپی یادگار ہے۔

۶۲- قوم بیگالہ

یہ قوم عہد مہتہ کی معزز قوم ہے اور مرزا بیگال بن شابون بن محمود بیگ بن نقیم کیجاب منسوب ہے۔ نقیم کا باپ طبنگاس کافر کی اولاد سے تھا۔ اور وہ بڑا طاقتور اور چند قلعوں کا مالک تھا۔

مرزا بیگال کا لڑکا مرزا جلال اور اسکا لڑکا مرزا حکیم نامور لوگ تھے۔ انکی سکونت خاص وینین میں تھی اقراحق



لفٹننٹ سردار امان شاہ سابق ممبر کونسل عدلیہ چترال



مجاھدین چترال کوہ عالم پیر کو عبور کر رہے ھیں
۱۰۰۰ فٹ بلندی ہے

زمانہ کی گردشوں سے ونین کی زمین قزل بیگ کی اولاد کی تحویل میں رہی پھر کٹورے خاندان کی اولاد اس پہ قابض رہی شاہ کٹور اول کے آغازِ حکومت میں مرزا جلال نے رئیسہ حکمرانوں کی خیر خواہی کی خاطر شاہ کٹور کی بدخواہی پہ کمر ہمت باندھی۔ کہتے ہیں کہ مرزا نہال تریست کی طرف سے ایک بڑا لشکر تیار کر کے شاہ کٹور کے مقابلہ کو آیا۔ اور خاص چترال کے سامنے جغور مقام میں جنگ شروع ہوئی۔ سیاہ گوش جو ندرہ گولین کوہ کے راستہ سے ایک جماعت لیکر وہاں آیا۔ اور مقابلہ ہوا۔ سیاہ گوش نے مرزا نہال اور اسکے بھائی مرزا جلال کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور مرزا نہال کا سر کاٹ کر شاہ کٹور کی خدمت میں پیش کیا۔ باوجودیکہ سیاگوش مرزا جلال کا بھانجا تھا۔

مرزا جلال کی اولاد سے شکور خانی راغ ہیں۔ چند گھر ریشن میں اور چند اشخاص تورکہو میں آباد ہیں۔ اور چند گھر ورشگوم علاقہ گلگت میں آباد ہیں۔ جنمیں درمند شاہ اتالیق مشہور شخص گذرا ہے اور اس کی بہن مہتر پہلوان کی تزویج میں تھی۔

شکور خانی کا لڑکا عبدالعزیز خان پاکستانی باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔ اس کے لڑکے گل سمیر خان نے تعلیم پائی اور انٹرنس پاس کرنے کے بعد جے اے وی کا کورس کر کے ماسٹر ہوا۔ اسکی تصویر قومی یادگار کے طور پہ دی جا رہی ہے۔ بڑا غیور نوجوان ہے۔

ریشن کے بیگالہ سے پشطلب خان اور اس کا لڑکا میر طالب خان مرحوم اعلیحضرت کے عہد میں معتبر تھے۔ اور میر طلب خان کا لڑکا میر عزیز خان اپنی قوم میں اب بھی معتبر ہے۔

عبدالعزیز خان جمعدار راغ کے دوسرے بھائی لیساؤل ہز ہائی نس سرناصر الملک مرحوم کی خدمت میں لیساؤلی میں معتبر شخص تھا۔ اس کا لڑکا عبدالغفار خان انٹرنس تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد جے اے وی کا کورس پاس کر کے بونی سکول میں ماسٹر ہے۔

۶۳۔ قوم دانشمنہ یہ لفظ دراصل دانشمندہ کا مخفف ہے۔ اہل چترال کے عامیانہ محاورہ میں دانشمنہ کا لقب رواج پا گیا۔ ملّا کو یہاں کے لوگ دشمن بولتے ہیں۔ دانشمند یعنی عالم ہے۔ اس قوم کا جدِ اعلیٰ چونکہ صاحب علم اور ملائے روم سے منسوب تھا۔ اسکی اولاد دانشمنہ مشہور ہوئے۔

یہاں کے لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہی ملائے روم مولانا جلال الدین رومیؒ مصنف مثنوی ہیں یہ انکا عامیانہ من گھڑت افسانہ اور تاریخ سے ناواقفیت ہے صرف نام کی لفظی مناسبت کی وجہ سے ملائے روم کو مولانا جلال الدین رومی خیال کرتے ہیں مگر یہ انکی کھلی غلطی ہے مولانا قدس سرہٗ کا مزار قونیہ روم میں بوسہ گاہِ خلائق ہے۔

تحقیقات سے معلوم ہوا یعنی جو سر ناصر الملک مرحوم نے انکشاف کیا تھا کہ اس ملائے روم کا ایک بیٹا قاضی قمر الدین اور اس کا بیٹا قاضی شمس الدین ہے انکے خاندان میں قضا کا منصب تھا۔ اور انکی اولاد سرمایہ داران علم

و فضل سے تھی۔ رفتہ رفتہ عام مروجہ ملکی جہالت نے انکی باقیماندہ اولاد کو زیورِ علم سے بے بہرہ اور محروم کر ڈالا۔

۱۔ **مشائخ علماء:** در عہد موجودہ کے مشاہیر میں فضائل مآب اخوندزادہ محمد عاقل ایون اور عرفان مآب صوفی مرزا محمد سنگور اس قوم کے روشن چراغ اور علم و عرفان کی مایہ نازہ ہستیاں تھیں۔ انکا ذکر آگے چل کر علماء و مشائخ میں بیان کیا جائے گا۔

۲۔ **مشاہیر عہد قدیم:** اس قوم کے مشاہیر پروانہ و سالار و چراغ باشی و فرہاد اچھی شہرت اور نامووری کے مالک تھے۔ جو عہد رئیسہ سے دورِ کٹوریہ تک اپنی جنگی خدمات سے لائق تذکرہ ہیں۔ پرواز وہ شخص ہے جس نے شاہ کٹور اول کے خلاف بغاوت پر کمرِ ہمت باندھی تھی۔ شاہ کٹور کے حکم سے قتل ہوا۔ اور اسکی جائیداد واقع گوشین کشم ضبط ہو کر کٹوریہ خاندان کے قبضہ میں آگئی۔

فرہاد اگرچہ رئیسیہ خاندان کے معززین سے تھا مگر شاہ کٹور کی خدمت میں حاضر ہوا اور نوشہ قوم سردار لاچین بیگ کو جو رئیسہ کا خیرخواہ تھا۔ ٹھکانے لگایا۔ اور اپنی وفاداری کو شاہ کٹور کے ساتھ وابستہ کیا۔ جسکی وجہ سے اس کی اولاد عہد کٹوریہ میں عزت یاب ہوئی۔

(۳) شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں فرہاد کے خاندان سے نیفور شاہ اور منصور شاہ اور دوسرے خاندانوں سے یدزنگی و مسایاب و قدمت معتبر اشخاص تھے۔

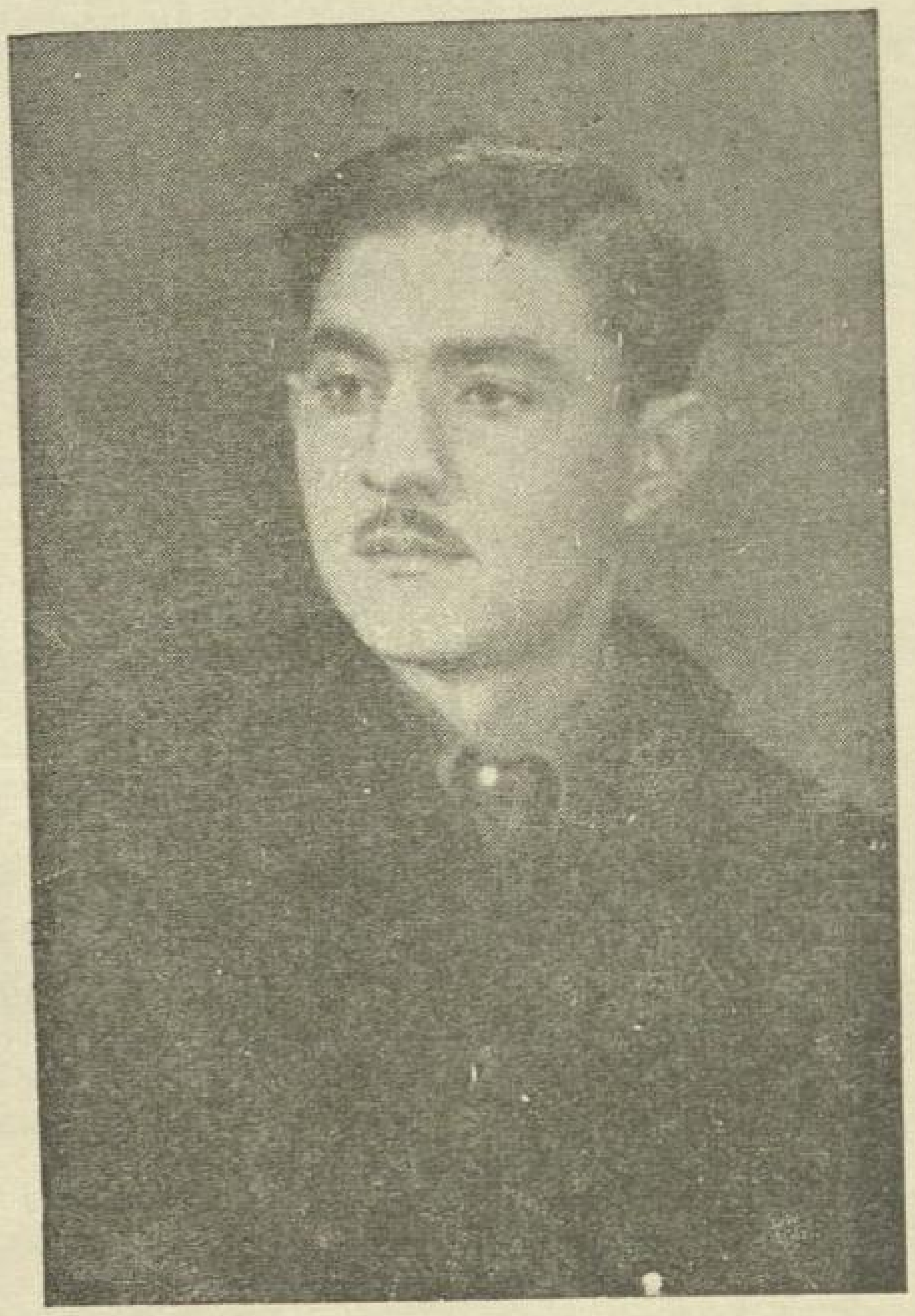
(۴) اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں صحت شاہ و جی پسران نیفور شاہ۔ نصراب اور اس کا لڑکا شاہ نواب اور بیبر و غلام و بختاور شاہ وغیرہ معتبر ہوئے۔ ببر نے صوبیداری بھی پائی۔ کیونکہ اعلیحضرت مرحوم مرحوم کے جلوس کے بعد سے بڑی محنت و جانفشانی سے علی الدوام ملازم دربار تھا۔

اس قوم میں قومی صوبیداری کا منصب سب سے اول جی بن نیفور شاہ کو تفویض ہوئی تھی۔ اسکے بعد اس کا لڑکا سردار امان شاہ صوبیدار ہوا۔ اور منصور شاہ کی اولاد سے علی مرد شاہ اور نصراب کی اولاد سے امیر نے جمعداری پائی۔ ۱۹۴۸ء میں جنگ آزادی کشمیر میں یہ سب منصب دار جہاد میں شریک تھے۔ سردار امان شاہ نے اپنی قومی بہادری کے ثبوت میں ہز ہائی نس سے لفٹننٹ کا منصب حاصل کیا اور کرنل شاہزادہ محمد مطاع الملک فاتح اسکردو سے سند خوشنودی پائی۔ جسمیں شہزادہ صاحب نے اسکی خدمات کا اعتراف کیا۔ سند کی نقل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

(وہو ہٰذا)

ہم نے تمام لفٹننٹ اور صوبیداروں سے حملہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا کوئی بھی حملے کے لئے تیار نہیں ہوا مگر لفٹننٹ سردار امان شاہ اپنی ہمت اور دلیری سے کھارپو چو کی بڑی چھاؤنی پر حملے کیلئے تیار ہو گیا۔ اور مقررہ وقت پر چلا گیا۔ لیکن توپ کے غلط فائر کی وجہ سے اس کے حملے کو بند کرا دیا گیا۔

دوسری دفعہ لفٹننٹ سردار امان شاہ نے کھارپو چو میں سکول پر حملہ کر دیا جسمیں دشمنوں نے پڑاؤ



ظفر احمد خان ظفر
ڈی۔سی۔مستوج

ڈال رکھا تھا۔ اور دشمنوں کو وہاں گھیر لیا۔

تیسری بار راجہ قلعہ پہ حملہ کر دیا جہاں دشمنوں نے حملے کی تاب نہ لاکر شکست مان لی۔ مگر دشمنوں کے ایک سو چالیس سپاہی شکست سے انکار کر کے بھاگ گئے۔ سردار امان شاہ نے انکا تعاقب کر کے کریانو کی پہاڑی پر جو کہ پچیس میل دور تھی اُن پہ حملہ کر دیا۔ اور انمیں سے پینسٹھ سپاہیوں کو قتل کر کے پچانوے سپاہیوں کو معہ اسلحہ زندہ گرفتار کر کے لائے لہذا یہ سند لکھ کر دی جاتی ہے کہ آئندہ کام آئیگی۔ مورخہ ۳۰ ر اگست ۱۹۴۸ء

محمد مطاع الملک کمانڈر آزاد فوج اسکردو نو مبرہ۔

سردار امان شاہ ۱۹۶۰ء میں کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل ہوا اور دو سال تک ممبر رہا۔

(۵) قاضی قمر الدین کے خاندان سے اقبال خان اور اسکے چچیرے بھائی جو یہاں بیان ہوں گے تعلق رکھتے ہیں جو آٹھ واسطوں سے قاضی شمس الدین بن قاضی قمر الدین سے اتصال پاتے ہیں۔

اقبال خان تجارت پیشہ تھا۔ حج بھی کیا اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے نواسوں کو جو پیرزادہ جمال الدین صاحب بغداد شریف کے فرزند ہیں رضاعت کے لئے حاصل کیا اور ان کے رضاعی فرائض کو انجام دیا اعلیحضرت مرحوم نے اس خدمت کے عوض اقبال خان اور اس کے چچیرے بھائیوں کو چترال میں کافی زمین دی اور انکا اعتبار قائم کیا۔

۱۹۴۹ء میں جب مسلم لیگ پارٹی کا قیام ہوا۔ ظفر احمد خان بن حاجی اقبال خان مسلم لیگ کے سربراہوں میں شامل ہوا اور عوام کی آزادی کی جدوجہد میں نمایاں حصہ لیا۔ اور اپنی سوجھ بوجھ سے سیاست میں کامیاب ہو کر مسلم لیگ میں جنرل سیکرٹری کا عہدہ حاصل کیا۔ ۱۹۵۴ء میں مشاورتی کونسل کے انتخابات میں کثرت رائے سے کامیاب ہوا اور اسمبلی کا ممبر چنا گیا۔ ۱۹۵۶ء میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پہ فائز ہوا۔ ترجمان افغان" پشاور کے ایڈیٹر نے اپنے تاثرات چترال میں اُن کو ظفر احمد خان ظفر کا خطاب دیا کہ آپ نے مسلم لیگ کے ذریعے چترال میں انقلاب بپا کیا۔ واقعی انہوں نے اپنے انقلابی تخیل سے عوام میں ایک شعور پیدا کیا اور اُن کو خواب غفلت سے چونکانے کا بڑا کارنامہ انجام دیا۔ بڑے نیک اخلاق کے مالک اور لائق افسر ہیں۔ اس خاندان کے افراد سے صاحب نبی خان نجم الدین خان اور دورانی خان بھی چترال کے معتبر اشخاص میں گنے جاتے ہیں۔ صاحب نبی نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں متعدد دفاتر میں خدمات انجام دیں۔ اور بڑا رسوخ پیدا کیا اور اپنی نوکری کے فرائض ملازمت میں نیکنام رہا تھا۔ اسکا لڑکا ابرار نبی بھی مدتوں سے دفتری ملازمت پر مامور ہے۔ نجم الدین خان ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بازار چترال اور تجارت کا منتظم تھا۔ اور ان کے معتمد اہلکاروں میں محسوب تھا۔ ریاست کے انقلاب سے بالکل کنارہ کش رہا۔ حق یہ ہے سیاسی پارٹیوں سے بے تعلق رہ کر حقوق نعمت کا پاسدار رہا۔ دورانی خان شاہی باغ کا منتظم اور لائق شخص تھا۔ اس کا نواسہ

نادر خان مدتوں سے اپنی ذاتی کوشش سے کراچی میں تجارتی کمپنی کا حصہ دار ہے اور معقول آمدنی سے نمایاں حیثیت کا مالک ہے۔

٦۔ دانشمند نشکو سے ایک خاندان اہل علم کا بھی ہے جنہیں خواجہ محمد سلطان عوام کے انتخاب رائے سے دو سال تک کونسل عدلیہ میں ممبر رہا تھا۔ اور اسکا دوسرا بھائی خواجہ محمد عزیز قضائے نشکو پر مامور ہے اور تیسرا بھائی زرین خواجہ مدتوں سے دفتری ملازمت میں معتبر تھا۔

(٧) اس شاخ سے صوبیدار فضل محمد خان نے ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بڑا رسوخ پیدا کیا اور علاقہ کوہ میں صوبیداری پائی۔ کوغزی میں سکونت رکھتا تھا اور امام صوبیدار سے مشہور تھا۔ اس کے لڑکے تعلیمیافتہ ہیں اور اس کا بھائی عبدالمنان کو غزی سکول میں ماسٹر اور بڑا لائق شخص ہے شاہزادوں کا بھی استاد رہا ہے۔

(٨) مرزا احمد بیگ سکنہ لشکوہ بھی اس قوم سے نسبت رکھتے ہیں کہ جسکا جد اولین مراد بیگ شاہ کٹور ثانی کے عہد اپنی خدمات اور جلا وطنی کے صلہ میں لشکوہ میں زمین پائی اور یہیں اس کی اولاد آباد ہوئی مراد بیگ کے نام سے یہ قوم مراد بیگہ سے متعارف ہے۔ مراد بیگ کی اولاد سے جناب نامی ایک شخص کا نام تاریخ میں بیان ہوا ہے کہ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد سے کونسل عدلیہ کا میر منشی تھا پھر دفتر مال میں تقرری پائی۔ پھر مستوج میں تحصیلدار ہوا۔ اپنی خدمات کی وجہ سے معتبر شخص ہیں۔

(٩) صوبیدار جمیع اللہ خان سابق حاکم اندرہ بھی دانشمند نشکوہ کا صوبیدار تھا۔ علاقہ دروش میں سکونت رکھتا تھا اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں علاقہ اندرہ کا حاکم ہوا۔ صوبیداری کا منصب بھی رکھتا تھا۔ بڑا لائق شخص تھا۔ دمیلنسار ہیں نامعلوم مقتول ہوا اسکی اولاد سویر میں سکونت رکھتی ہے۔

٦٤۔ قوم خواجہ خیلان

اس قوم کے افراد تھوڑے ہیں اور انکا مسکن وادیٔ تریچ علاقہ موڑکہو ہے اور اپنے نسب کو حضرت محمد ابن الحنفیہ ابن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منسوب کرتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ انکے جد اولین کہاں سے اور کب اس ملک میں آئے تھے۔ اس قوم کے مشاہیر یہ حال میں مغل خان تھا کہ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں شمشیر زنی و بہادری میں اپنی نظیر آپ تھا مغل خان شاہ کٹور کی شہزادی کا رضاعی باپ تھا۔ اور وہ سخاوت شاہ بن مہتر سلیمان شاہ خوشوقتیہ کی بیگم تھی۔ جب شہزادہ سخاوت شاہ اور شاہ افضل بن شاہ کٹور کے درمیان گشٹ واقع لاسپور میں جنگ واقع ہوئی تو مغل خان سخاوت شاہ کے مقابلہ میں مقتول ہوا۔ اور شاہزادہ سخاوت شاہ بھی اسکی تلوار سے جانبر نہ ہوسکا اور چل بسا۔

مغل خان کا لڑکا شیر بن خان اور پوتا گل عجب خان بھی اعتبار والے اشخاص میں تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب اس قوم سے ایک کمپنی باڈی بنائی گئی۔ تو اسکی صوبیداری پر مبارک شاہ بن برکت شاہ



میر حضرت‌الدین خان خواجه خیل چترال
برادر اصغر میر غیاث‌الدین سابق وزیر تجارت چترال

فائز ہوا۔ اور اسکے بھائی گلبدت شاہ نے جمعدار بن کر اپنی قوم میں برتری حاصل کی۔

(۲) اس قوم کی مایہ ناز فرزند میر غیاث الدین بھی ہیں۔ جو ریاست چترال میں وزیر تجارت کے عہدہ سے معروف ہیں اور مشہور شخصیت کے مالک ہیں انکا باپ خواجہ محمد فضل تریچ سے دروش میں آیا۔ اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ اور لڑکے کو تعلیم کے لئے پشاور بھیجدیا۔ میر غیاث الدین مروجہ تعلیم حاصل کرکے جب واپس وطن آیا تو دفتری ملازمت پر مامور رہا۔ اور بتدریج اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں خزانہ ریاست میں صوبیدار کا عہدہ حاصل کیا۔ معتبر ہوئے زمین اور دیگر نوازش پائے۔ ۱۹۴۷ء میں وزیر تجارت کا خطاب حاصل کیا۔ اور خزانہ ریاست سے متعلق امور بھی سرانجام دیتے رہے۔ اسی سال وزیر تجارت کی حیثیت سے گورنر دروش کی قیادت میں ایک وفد میں شامل ہوکر کابل گیا۔ اور زیر بحث تجارتی امور پر کامیابی کے بعد واپس آئے۔ تجارتی امور پر آپکا بڑا عبور تھا۔ جب وزیر تجارت ہوئے اپنے معوضہ امور میں بڑی ترمیمات اور اصلاحات کا دستور العمل بنایا۔ جنگلات و آبکاری کی آمدنی میں وسیع ذرائع پیدا کئے۔ آبکاری کی موجودہ آمدنی جو ریاست کی تمام آمدنیوں کا جزو اعظم ہے آپکی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے اور اہل ریاست کی مالی خوشحالی بھی آپ کی منت پذیر۔ مگر باوجود اسکے آپ عوام کی شکایات سے بھی مطمئن نہ رہ سکے۔ چنانچہ ۱۹۵۶ء میں آپ اپنی ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ وسیع تجربات اور معلومات کی شخصیت ہونیکی وجہ سے معزز ہیں۔ آپکا موجودہ خاندان گنبد رشیاں کے تاریخی مقام پر واقع ہے۔ جہاں آپ نے زمین خرید کر اسمیں سکونت و رہائش کے لئے آباد کاری کا سرو سامان کیا۔ اور طرح اقامت ڈالی

میر حسام الدین آپ کے بڑے فرزند ہیں۔ تعلیمیافتہ ہیں۔ عوام نے ملک کے اندر جو انقلاب آزادی برپا کیا وہ چترال مسلم لیگ کے لیڈروں میں سے ایک ہیں سیاسیات کے میدان میں اچھے شہرت کے مالک ہیں۔ میر حسام الدین مسلم لیگ میں جنرل سیکرٹری کا عہدہ حاصل کیا۔ اور قوم کی بڑی خدمات کیں۔

اسوقت نائب تحصیلدار ہیں۔ اور عوام میں بھی مقبول ہیں۔ میر حضرت الدین میر غیاث الدین کے چھوٹے بھائی ریاستی ملازمت میں مامور رہا تھا۔ تعلیمیافتہ ہے اور عوام میں بھی رسوخ کا مالک ہے اپنی ذاتی کوشش سے سرمایہ داروں میں ممتاز ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں جب کونسل مشاورتی کے انتخابات ہوئے۔ تو آپ بھی اس قسمت آزمائی میں شامل ہوکر عوام کی اکثریت کو اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔ مگر ایثار سے کام لیا کہ اپنے ووٹ مدمقابل کے حریف کو بخشدیا۔

میر حضرت الدین کے دو لڑکے اعلیٰ تعلیمیافتہ ہیں۔ انکا منجھلا لڑکا میر سجاد الدین بی اے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جب چترال واپس آیا تو تحصیلداری کے عہدہ پر فائز ہوئے لائق نوجوان ہیں۔

میر حضرت الدین نے اپنے خاندان کو روشناس کرانے کیلئے اپنی تصویر بھیجی اور کہا کہ اسے تاریخ میں شائع کردیں مگر میر غیاث الدین سابق وزیر تجارت چترال نے باوجود عظیم شخصیت وشہرت کے اور باوجود بار بار یاددہانی کے اپنی تصویر اسمیں شامل کرنے سے معذرت فرمائی اور عذر پیش کیا کہ چھپائی کیلئے خرچہ کی گنجائش نہیں جسکا نتیجہ یہ

ہے کہ انکو اور ان کے لڑکوں کو تاریخ چترال سے دلچسپی نہیں ہے۔ فاعتبرو یااولی الابصار۔

۶۵۔ قوم مقصوتہ آدیر یہ قوم آدیر میں رئیسہ حکمرانوں کے عہد حکومت میں اہل اعتبار اور بڑی قوت کی مالک تھی۔ اور بہت اراضی اور املاک رکھتی تھی۔ خوشحال بیگیہ قوم کی تحویل میں جو زمینیں چراگاہ۔ باغ و بساتین تھیں وہ سب اس قوم کی تھی۔ کٹور یہ خاندان کے مورث اعلیٰ محمد بیگ کی والدہ اس قوم سے تھی۔ مگر جب خوشحال بیگیہ قوم قوم کا عروج ہوا تو اس کا انجام یہ ہوا کہ اس کی عزت و اعتبار بھی تنزل پذیر ہو گیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس قوم کی یادگار جمعدار فخر نایاب تھا جو شاہی دربار میں اعتبار رکھتا تھا۔ پھر اس کا لڑکا شیر نایاب جمعداری پر فائز ہوا۔

۶۶۔ قوم ماجیہ اس قوم کا مورث اعلیٰ ماج تھا۔ پھر اس کی نسبت سے یہ قوم ماجیہ یا ماذہ سے مشہور ہوئی۔ انکا مسکن خاص وادیٔ تریچ علاقہ موڑکہو ہے۔ رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں یہ قوم بڑی قوت کی مالک تھی۔ اور بڑی جائیداد رکھتی تھی۔ علاقہ تریچ کی مشہور چراگاہ بھی اس قوم کی ملکیت تھی۔ کٹور یہ خاندان شاہی کے مورث اعلیٰ محمد بیگ کی منکوحہ اسی قوم سے تھی کہ جس کے جہیز میں موضع زانی کی جائیداد شاہ کٹور و شاہ خوشوقت کی والدہ کو ملی تھی۔ اور آج تک یہ جائیداد کٹور یہ خاندان کے افراد کے قبضہ میں رہی ہے۔ مگر مال و دولت کی طرح اعتبار و عزت بھی ڈھلتی پھرتی چھاؤں ہے چنانچہ زمانہ کی گردش کے ساتھ یہ قوم بھی زوال قوت و عزت سے ہمکنار ہوئی۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں اس قوم سے مضمون شاہ و کمال شاہ اہل اعتبار سے تھے۔ اور شاہی دربار میں رکشا کرتے تھے۔ اس قوم کی دوسری شاخ برق باشہ کے نام سے موسوم ہے یہ ریاستی باڈی گارڈ میں ماجیہ قوم کے نام سے شامل تھی۔ انہیں سے شاہ آمان الملک مرحوم کے عہد میں سمردین کا نام اس لئے بلند ہے کہ جنگ اسمار میں نمایاں بہادری دکھائی تھی۔ اور خان اسمار کے خالہ زاد بھائی آغا جان خان کو اس جنگ میں شکست دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

عہد موجودہ کے وزیر تعلیم ریاست مسٹر جناب شاہ بی اے۔ بی۔ ٹی۔ قوم ماجیہ کے مایہ ناز فرزند ہیں جنہوں نے پشاور میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے چترال واپس آکر وزارت تعلیمات کا محکمہ سنبھالا۔ اور اپنی قوم کو قرنوں کے بعد حیات تازہ سے ہمکنار کر دیا۔ وزیر موصوف کے والد محمد عارف جنگ برکوٹ میں دشمن کیخلاف لڑتے ہوئے کام آیا تھا۔ وہ بھی بہادر شخص تھا۔ وزیر موصوف اپنے فرائض منصبی کو پوری لیاقت سے انجام دے رہے ہیں اور بڑے لائق و خلیق افسر یاد ہوتے ہیں۔ آپ کو اس سال صدر پاکستان کیجانب سے تمغۂ خدمت کا سنڈل عطا کیا گیا ہے۔ سیکرٹری تعلیم و انسپکٹر آف سکولز چترال ہیں۔

اس قوم کی دوسری شاخ سے منشی محمد جی و مرزا حبیب اللہ بھی اپنی تعلیمی خدمات سے ریاست میں معتبر اشخاص تھے۔ مدتوں سکولوں میں مدرس اور دفتروں میں کاتب رہ چکے تھے خصوصاً منشی محمد جی کی تعلیمی خدمات سے علاقہ دروش و لنکوہ کے بیشمار لڑکے تعلیم سے مستفید ہیں اور مرزا حبیب اللہ کو ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کی استاذی کا شرف

حاصل تھا اسوقت بھی منشی مجتبیٰ کا لڑکا مولوی سعید اللہ سکول لٹکوہ میں مدرس ہے۔

۶۷۔ قوم بڈیرہ خیل

یہ قوم شاپونہ سے مشہور ہے جو انکا مورث اعلیٰ شاپون تھا۔ اور بڈیرا اسکا لڑکا معتبر گذرا ہے رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں یہ قوم بڑی معتبر اور قوت کی مالک تھی۔ اور رئیسہ حکمرانوں کیلئے بڑی وفاداری سے خدمات انجام دیں۔ شاہ محمود رئیس جب شاہ سنگین علی کے زبردست حملوں سے شکست کھاکر بدخشاں کی جانب بھاگ گیا۔ بڈیرہ خیل کے لوگ بھی اس کے ساتھ یہاں سے فرار ہوکر جلاوطن ہوگئے اور ایام جلاوطنی کے ایام میں ہی انہوں نے موقع پاکر ارکاری کے مقام پر سنگین علی کو قتل کردیا۔ اور خود بھاگ گئے۔ قزل بیگ کی بیوی اسی قوم سے تھی جو رضا خیل قوم کا مورث اعلیٰ ہے۔ محمد صفا و محمد نور اس بڈیرہ خیل بیگم کے بطن سے تھے جو اپنی قوم میں بڑی شہرت و ناموری کے مالک ہوئے ہیں۔

رئیسہ خاندان کے زوال کے ساتھ اس قوم کی قوت بھی ختم ہوگئی۔ جو باقی رہ گئے وہ علاقہ دروش میں آباد ہیں۔ جنمیں سے سردار کا لڑکا محمد لطیف خان معتبر شخص تھا۔ اور ریاستی باڈی گارڈ میں جمعداری کا عہدہ رکھتا تھا۔ جنگ برکوٹ و میلبہار کی جنگ میں انتہائی شجاعت سے پیشقدمی کرتے ہوئے دشمن کے مورچوں میں گھس گیا۔ اور بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اسکا لڑکا بھی جمعدار تھا۔ مگر ملازمت میں مستقل نہ رہا اور پست ورچلا گیا۔ اس کا دوسرا بھائی محمد زلہ خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا اور ریاستی باڈی میں جمعداری پائی اور ریاستی کاموں میں کمیٹی کا ممبر ہوا اب بھی اپنی قوم و عوام میں معتبر شخص ہے۔

۶۸۔ قوم موسنگہ

یہ قوم بھی معتبر ہے اور خاص تورکہو میں آباد ہے انمیں سے شیر محمد خان کا نام علاقہ تورکہو کے معتبر اشخاص میں شمار ہوتا تھا۔ اسکا لڑکا افجون خان ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار کا عہدہ رکھتا تھا۔ ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں اس خاندان کے ایک شخص نے پشاور سے طبابت کی تعلیم حاصل کی اور واپس آکر محمد وزیر نے شاہی طبیب کا عہدہ حاصل کیا۔ دندان سازی کی دوکان کھولی۔ اسکو شاہی کتب خانہ سے بھی متعدد طبی کتابیں بخشش دی گئیں۔ معتبر شخص ہے۔

شاہ محترم شاہ کٹور ثانی کی حکومت کا قیام اور اس کے دور کے معزز خانوادے

عہد محترم شاہ کٹور ثانی ۱۷۸۸ء

۶۹۔ خاندان محبت

محبت موضع شالی کا باشندہ اور قندری کے پوتوں سے تھا اور وہ رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں صاحب اعتبار شخص تھا۔ شاہ کٹور ثانی کا ملازم تھا۔ جب شاہ کٹور کو جلاوطنی کا سامنا کرنا پڑا۔ محبت ان سے جدا ہو گیا۔ اور شیر جنگ بن شاہ فاضل کا ملازم ہو گیا۔ لیکن شاہ کٹور ثانی کے ساتھ اس کا جو دیرینہ تعلق استوار تھا۔ وہ بدستور قائم رہا۔ چنانچہ شاہ کٹور ثانی نے جب شیر جنگ کے قتل کا منصوبہ باندھا تو محبت کو پیغام بھیجا کہ اس منصوبے کے لئے کمر ہمت باندھ لو۔ جب شاہ کٹور موضع دیر سے روانہ ہوئے اور قلعہ شیر جنگ کے اوپر چھپ کر بیٹھ گئے۔ اور اپنی آمد سے محبت کو مطلع کیا۔ ادھر اطلاع پاتے ہی محبت کی مردانہ وار کوشش سے شیر جنگ قتل ہو گیا۔ یہ قلعہ برمند مقام میں ژوتی لشٹ کے میدان میں واقع تھا مگر مرور زمانہ سے اب نابود ہے۔ شاہ کٹور پھر جلاوطن ہوئے تو اس جلاوطنی کے ایام میں محبت کے خاندان پر بڑے مصائب آئے محبت کی والدہ جو اسقال یعقوب کی بہن تھی مہتر خیر اللہ خوشوقتیہ کے حکم سے زندہ دریا میں غرق کر دی گئی محبت کے بھائی نور محمد اور گل محمد اپنی ایک بہن کو ساتھ لیکر جنگل کی طرف بھاگ گئے اور باشگل پہنچے۔ اور پھر وہاں سے شاہ کٹور کی خدمت میں پہنچکر ہی دم لیا۔

پھر وقت آیا کہ شاہ کٹور محترم شاہ تخت چترال پر متمکن ہوئے۔ تو انہوں نے محبت کو اعزاز و اکرام سے نوازا سیون و سنگور اور ریشور کے دیہات اس کی جاگیر میں مقرر کر دیئے گئے۔ موکھو دریچ اور خاص چترال میں زمینیں عطا کی گئیں۔ لشٹ دلوموشح کی اراضی بھی اسکے قبضہ میں آ گئی۔ محبت بڑا بہادر شخص تھا۔ مولانا سیر نے شاہ نامہ میں جنگ بونی کے واقعہ میں اسکا ذکر کیا ہے ؎

محمد کریم و محبت بہم　　رسیدند چوں اژدھا تیز دم

۲۔ وزیر منفعت خان اسی کا لڑکا ہے اور وہ اس ملک کے ناموروں میں بے عدیل شخص تھا۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد سے شاہ امان الملک کے ابتدائی عہد تک زندہ تھا۔ اور وزارت پر مامور رہا۔ وہ عالم تفسیر و اخلاقیات تھا۔ کلیلہ و دمنہ اسے ازبر یاد تھی۔ فیاض خوش اخلاق و فصاحت میں ممتاز شخص تھا۔

۳۔ مظفر خان ابن وزیر منفعت خان مہتر امان الملک کے حضور میں بلند پایہ عزت و منزلت کا شخص تھا وہ بھی فاضل اور شاعر تھا۔ اسکا دیوان شاعری میں موجود ہے۔

۴۔ معظم خان و غلام مجدد اور مقرر خان مظفر خان کے لڑکے بھی عزت یاب تھے۔ جود و سخا اور فیض و کرم

گویا اس خاندان کا پیشہ تھا۔ بادشاہ کی اولاد انکے خاندان سے تعلیم و تربیت پاتی تھی۔ اور ان سے علم و اخلاق کا اکتساب کرتے عار نہ سمجھتے تھے۔ معظم خان ذکی الطبع اور پُر ملاحت اشعار کہتا تھا۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں اُن کے شاعرانہ کلام کی بڑی قدر تھی۔ اور اسکا دیوان شاعری اعلیحضرت کے حکم سے مرتب کیا گیا تھا۔ وہ موجود ہے۔ اعلیحضرت نے اسے ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔ مگر شکایت روزگار کا شکار رہا اور دنیا کی ناقدردانی کا رونا روتے ہوئے رخصت ہوا۔ اس کے خاندان پر زوال اسطرح آیا کہ جب سردار نظام الملک تخت نشین ہوئے تو معظم خان کو اس کے مرتبہ سے یکقلم ہٹا کر علاقہ موڑکہو کی طرف بدر کر دیا۔ جہاں اس کا اپنا گھر تھا۔ اور یہاں کی زمینیں اور جاگیریں ضبط کرلیں۔ نظام الملک کے قتل کے بعد وہاں سے پھر اپنے گھر شالی آیا۔ شیر افضل خان کا دور دورہ تھا۔ اور اس کا چچیرا بھائی دانیال بیگ شیر افضل خان کی وزارت پر مامور اور جنگی خدمات کا افسر رہا تھا۔ محاصرہ کے بعد جب وہ دیر میں گرفتار اور قید ہوئے تو اس الزام میں معظم خان کی جاگیریں اور زمینیں ضبط ہوگئیں اور اس کے بعد پھر وہ اصلی حالت پر عود نہ کر سکا۔ معظم خان ۱۹۱۳ء میں وفات پاگیا۔ اسکا لڑکا فرحت خان منشیانہ ملازمت میں معتبر رہا ہے۔ پھر اس کا لڑکا امیر اللہ خان نئی تعلیم کی تحصیل سے سین سکول میں ماسٹر ہے اور غلام مجدد خان کے لڑکے خوانین اور جانان شاہی ملازمتوں میں معتبر رہے۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد میں جانان باڈی گارڈ میں صوبیدار ہوا اور اسکے خاندان کی عزت تازہ ہوئی۔

۷۰۔ خاندان غنٹ

غنٹ بروز کی میراثیہ قوم سے تھا۔ جن دنوں شاہ کٹور ثانی ایام جلاوطنی بسر کر رہا تھا یہ ان کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ جب شاہ کٹور تخت نشین ہوئے تو غنٹ کو انعام و اکرام شاہی سے سرفراز کیا گیا۔

۲۔ بنات علی خان غنٹ کا لڑکا بڑا ہوشیار اور معزز شخص تھا۔ شاہزادہ تجمل شاہ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ اسکے قتل کے بعد مہتر شاہ افضل ثانی کی خدمت میں آیا اور معزز ہوا۔ شاہ آمان الملک کے عہد میں میر جہاندار شاہ والئی بدخشاں جب چترال آیا تو واپسی کے وقت نبات علی خان کو ان کی معیت میں کابل بھیجا گیا وہیں اس نے وفات پائی۔

۳۔ وزیر عنایت خان وفادار خان بنات علی خان کے لڑکے شاہ آمان الملک کے عہد میں اعتبار و عزت سے ہمکنار ہوئے۔ وزیر عنایت خان سفارت پر مامور ہوکر مہاراجہ کشمیر کے پاس بھیجا گیا اور ۱۸۹۵ء کے محاصرہ چترال میں دونوں بھائی اعلیحضرت کی خدمت میں محصورین میں رہا تھا۔ محاصرہ کے بعد اعلیحضرت کے مشیران ثلاثہ میں وزیر عنایت خان شامل ہوا۔ اس کے بعد جب کونسل عدلیہ قائم ہوئی تو پھر اسمیں ممبر ہوئے بڑے مدبر اور وزیر شخص تھے۔ اور اعلیحضرت کے حضور میں معتبر اور معزز تھا۔ اسّی سال کی عمر پاکر ۱۹۲۰ء میں وفات پائی۔ محمد نجوم خان محمد یعقوب خان اور محمد یوسف خان اس کے لڑکے تھے جو اعلیحضرت کے عہد میں معتبر رہے محمد نجوم خان باپ کے ساتھ محاصرہ چترال میں محصور رہا تھا

اور اعلیحضرت کی ملازمت میں مشغول تھا۔ ۱۸۹۶ء کے سفر کلکتہ میں بھی وہ اعلیحضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ شائستہ جوان تھا۔

۲۔ محمد یعقوب خان نے علیگڈھ کالج میں تعلیم پائی۔ پھر ملازمت میں داخل ہوئے۔ دفتری ملازمت ختم کرنے کے بعد کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا۔ پھر فوجی خدمات پر مامور ہوا۔ اور باڈی گارڈ کے توپ خانہ میں صوبیدار مقرر ہوا۔

۳۔ محمد یوسف خان پہلے سے باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں اسپر سازش کا الزام عائد ہوا۔ اور ملک بدر ہوکر کابل چلاگیا۔ پھر ہز ہائینس مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کابل سے وطن واپس آیا۔ اور جائداد و عزت کا بدستور مالک بنا۔ ۱۹۵۱ء میں کونسل عدلیہ کا ممبر بن گیا تھا۔ معتبر شخص ہے

۴۔ محمد سعید خان بخوم خان کا لڑکا تھا۔ اس نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں طویل مدت تک دفتر پولیس و دفتر تجارت میں ملازمت کی۔ معتبر شخص تھا۔

۵۔ وفادار خان ابن بنات علی خان شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں معزز رہا تھا۔ اور چند بار دربار امرائے ہند اور چیف کمشنر پشاور کے پاس امور سفارت پر مامور ہوکر جاتا رہا تھا۔ سر دار نظام الملک مرحوم کے عہد میں وسیع اختیارات کا مالک ہوا تھا۔ ۱۸۹۵ء کے محاصرہ میں وہ بھی شامل تھا۔ شیر افضل خان کے لشکریوں کے ہاتھوں اسکا خاندان تباہ ہوا اور اسکے اہل و عیال پر سختی آئی۔ مگر اس نے وہ سب کچھ برداشت کیا لیکن بادشاہ کی خدمت میں کوتاہی نہ کی۔ اعلیحضرت کی تخت نشینی کے بعد چند سال تک بڑے اختیارات کا مالک تھا۔ دیوان بیگی کا عہدہ رکھتا تھا۔ اس کو سین اور سنگور کی جاگیر ملی پھر عدلیہ کونسل کے ممبروں میں داخل ہوا ۱۹۱۲ء میں قتل ہوا لیکن قاتل کا پتہ نہ چل سکا۔

۶۔ نبات علی خان کا تیسرا لڑکا نصرت علی خان بھی معتبر شخص تھا۔ لیکن ایک دفعہ سودا لینے کے سلسلہ میں خیانت کا مرتکب ہوا اور انگریزی حکومت کی قید میں چلا گیا۔ آخر اعلیحضرت مرحوم نے اس خطا معاف کردی۔ اور اسے قید سے رہائی دلوا کر اپنی خدمت میں رکھا۔ چنانچہ شہزادوں کے تعلیمی ایام میں اس نے بہت خدمات انجام دیں۔ معتبر رہا۔ پولیس کا محکمہ بھی کچھ عرصہ اسکی تحویل میں رہا۔ اس کے لڑکے بھی موجودہ تنظیم میں تھانیداری وغیرہ کے عہدوں پر قائم ہیں۔

(۷) محمد یعقوب خان کے دونوں لڑکے عمر حیات و سکندر حیات اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہوکر سکولوں میں ماسٹر ہیں۔

۱۷۔ خاندان امیر شغوس

اس خاندان کا بانی امیر ہے کہتے ہیں کہ امیر کا جد اعلیٰ امرائے بدخشان سے تھا گردش روزگار کے باعث اسطرف آیا اور اوڈور مقام میں سکونت اختیار کی اسکے نام کی



چارویلو سخاوت شاہ
ممبر کونسل عدلیہ معہ اپنے لڑکے نور علی شاہ

وجہ سے اسکی اولاد امیرہ کے عرف سے مشہور ہوئی مگر امیر کا جد اعلیٰ یہ جو اس ملک میں وارد ہوا تھا۔ اسکا نام شمشیر خان تھا۔ اسکا لڑکا غوث اور اسکا لڑکا امیر جو شاہ کٹور ثانی کی خدمات میں معزز ہوا اپنے خاندان میں نام پایا۔

امیر شاہ کٹور ثانی کی جلاوطنی کے ایام ان کی خدمت میں رہا تھا۔ وہ شیر جنگ کے قتل کی مہم میں شامل تھا اس لئے مہتر خیر اللہ کے حکم سے اسکا باپ غوث سنگسار کر کے مار دیا گیا تھا۔ جب شاہ کٹور تخت نشین ہوا۔ تو امیر دوبارہ عزت پر ممتاز ہوا۔ اسکا لڑکا محمد بیگ اشدر کی چارویلی پر فائز ہوا۔ زمین اور کچھ جاگیر بھی حاصل تھی۔ اسکا بیٹا محمد شاہ باپ کی طرح منصب و عزت کا مالک رہا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شہزادہ محمد مظفر الملک کی رضاعت حاصل کرنے کے بعد بہت زیادہ اعتبار و اعتبار کا مالک بنا اور بڑی لمبی عمر پا کر انتقال کیا۔

(۳) میر و سخاوت شاہ اسکے فرزند تھے اور باپ کی حیات ہی میں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں چارویلی اور صوبیداری کے عہدوں پر فائز تھے۔ میر باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔ اور سخاوت شاہ کا عہدہ رکھتا تھا۔ میر جب انتقال کر گیا تو صوبیداری کا عہدہ اس کے لڑکے شلی کو منتقل ہوا۔

سخاوت شاہ کا لڑکا فرامرز خان جدید تعلیم سے آراستہ ہو کر ریاستی دفتر مالیہ کا ہیڈ کلرک تھا پھر جب ہز ہائینس سیف الرحمٰن مرحوم حصول تربیت کے لئے پشاور میں قیام پذیر رہے ریاست میں ریاستی لیگ کا قیام ضروری ہوا تو فرامرز خان نے اسمیں نمایاں حصہ لیا۔ تنظیمی اور اجتماعی اجیار کی کوشش جاری رکھی اور اس جماعت کے رہنماؤں میں معتبر لیڈر رہا۔ اور شاہی خاندان کے خیر خواہوں میں شامل رہا۔ ۱۹۵۶ء میں نئی تنظیم کے بعد تحصیلداری حاصل کی۔ اور ریاستی امور میں شامل ہو کر اعتبار پایا۔ سخاوت شاہ کا دوسرا لڑکا نور علی شاہ ایف۔ اے پاس کر کے مڈل سکول گرم چشمہ کا ہیڈ ماسٹر رہے۔ اور انہوں نے ۱۹۶۱ء میں علاقہ کونسل کے ممبروں میں شمولیت کی انکا خاندان شاہ کٹور ثانی کے عہد سے معتبر ہے۔

۷۲۔ خاندان پنین شاہ

پنین شاہ تور یکھو کا رہنے والا تھا اس نے مہتر شاہ افضل ثانی کے حضور میں بار پایا۔ اور شاہزادہ امان الملک کی خدمات و رضاعت پر سرفراز ہوا۔ جب شاہزادہ نے عنان حکومت سنبھالی اور تخت چترال پر متمکن ہوئے۔ تو پنین شاہ کی اولاد کی قسمت جاگی۔ اور اسکے لڑکے مبارک قدم۔ میمون بیگ۔ گردیل۔ اور پنین بیگ بادشاہ کے دودھ شریک بھائی تھے۔ ترقی اور عروج پر پہنچے۔ زمینیں اور جاگیریں حاصل کیں بالخصوص میمون بیگ بڑا مدبر، ہوشیار معزز اور لائق شخص تھا۔ ۱۸۹۵ء میں شیر افضل خان کے فرمان سے قتل ہوا۔ اس کے لڑکے مست خان اور سکندر خان بھی معزز تھے مست خان کا عہدہ براموشی تھا یعنی وزیر تعمیرات۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں کونسل کا ممبر تھا مست خان کئی بار سفارت پر مامور ہو کر کشمیر بھی گیا تھا۔ زندگی عزت مندانہ اور کافی عمر پا کر فوت ہوا۔ اور اس کا منصب اسکے لڑکے نے پایا۔ اسکا لڑکا محمد زرین تعلیمیافتہ تھا۔ محمد زرین کا لڑکا غلام زرین سکاؤٹس میں جمعدار ہے اور اسکے دوسرے بھائی سکندر خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عزت مند تھا۔ وہ بھی معتبر شخص تھا۔

(۲) گرویل کا لڑکا شادونی معتبر اور اپنی قوم میں معزز ہوا۔ باڈی گارڈ میں صوبیداری حاصل کی۔ پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا پھر اس کے انتقال کے بعد اس کا لڑکا میر نظیم بیگ صوبیدار ہوا۔ ہزہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں شاہزادہ اسد الرحمٰن کو اس نے رضاعت کے لئے حاصل کیا تھا جس سے اس کے خاندان نے برتری پائی۔

(۳) مبارک قدم کا لڑکا جہاں تراب اس عہد میں اپنے خاندان کے معززین میں ممتاز تھا۔ اس کا لڑکا مرزا تراب بھی معتبر رہا۔ اس نے سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں کونسل کی ممبری حاصل کی اور زیادہ اعتبار پایا۔

یہ خاندان ہمیشہ سے براموشی کے منصب پر مامور چلا آیا اور فن تعمیرات میں بڑی مہارت کا مالک تھا۔ چنانچہ ان کی اپنی رہائش کے مکانات ثرانگ بانداریں اپنی اس پہلی شکل و صورت میں قائم و برقرار ہیں جو ۱۸۹۵ء کے بعد پولیٹکل افسروں کی قیامگاہ اور سرکاری قبضہ میں آئے اب تک موجود ہیں۔

۷۳۔ خاندان ہزارہ بیگ

ہزارہ بیگ موضع کھت علاقہ تورکیھو کا رہنے والا تھا۔ چھوٹی عمر میں مہتر شاہ افضل ثانی کا منظور نظر ہو گیا۔ اور ان کی توجہ سے اس نے تربیت پائی۔

شاہ امان الملک مرحوم نے اپنے والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق ہزارہ بیگ کو مقرب خاص بنایا۔ داخلی و خارجی امور کا تنظیمی سررشتہ اس کے ہاتھ میں دیدیا۔ جب تک وہ زندہ رہے۔ کلی و جزوی اختیارات اسے حاصل رہے۔ اور تمام حکام اور عہدے داروں کی تعیناتی اور برطرفی اسکی تجویز و سفارش اور مشورے پر منحصر تھی۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اسکی مخالفت کا حوصلہ کرے۔ ہزارہ بیگ باوجود اس اعزاز کے مزاج کا سادہ۔ متواضع وفادار۔ راستی پسند اور امانت دار شخص تھا۔ تمام عمر اس کا یہ معمول رہا کہ نماز پنجگانہ کے بعد اپنے محسن و مربی مہتر شاہ افضل مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتا اور ایصال ثواب پہنچاتا۔ شاہ امان الملک کی وفات سے ایک سال چندماہ پیشتر اس کا انتقال ہوا۔

اس کے تین لڑکے فضل رحیمؒ۔ عبدالکریمؒ۔ فیروزہ بیگؒ اور داد جانؒ معتبر ہوئے اسکا منصب فضل رحیم کو تفویض کیا گیا۔ وہ قابل اور ہوشیار نوجوان تھا۔ سیر افضل خان کی پہلی یورش میں مقتول ہوا۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں انہیں سے فیروزہ بیگ نے جو بعد میں فیروز خان کے نام سے مشہور ہوا زیادہ مرتبہ اور عزت پائی۔ اس نے اپنے باپ کا منصب حاصل کیا پھر وہ فرائض منصبی کے علاوہ مالیاتی امور کا چند سال تک منتظم رہا۔ پھر کونسل عدلیہ میں ایک ممبر کی حیثیت سے بھی شامل رہا۔ اسکے بعد حاکم چترال خاص کا عہدہ بھی اسکو تفویض کیا گیا۔ اور ساتھ ہی منتظم امور تجارت اور منصرم محکمہ پولیس بھی رہا۔ نالہ چترال کے بائیں کنارے پر مہمان خانہ کی تعمیر اسکی یادگار ہے آخری عمر میں حج بھی کیا۔ ۱۹۳۷ء میں وفات پائی۔ انکے تین لڑکے انکی زندگی میں ہی اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت میں معتبر تھے (۱) حاجی خان کے بڑے لڑکے نے والد کے انتقال کے بعد دیوان بیگی کا منصب حاصل کیا۔ پھر باڈی گارڈ میں صوبیدار ہوا۔ اسکے بعد لفٹننٹ کے منصب پر فائز ہوا۔ اعلیحضرت کی وفات کے بعد اسکے عہدے یکے بعد دیگرے اور لوگوں کو منتقل ہوتے اور وہ عازم بیت اللہ شریف ہوئے۔ وہاں سے مراجعت فرمائے وطن ہوئے تو ہزہائینس سیف الرحمٰن مرحوم کی شہزادی کو رضاعت کے لئے حاصل کیا۔ اور اعتماد پایا۔ ۱۹۵۲ء میں انتقال کیا۔

(۲) دوسرا لڑکا محمود خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اے ڈی سی تھا۔ سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں اس نے اس منصب کے علاوہ صوبیدار کا منصب بھی حاصل کیا۔ اور ہزہائی نس کے ہمرکاب سفر حج میں بڑی خدمت کی اور مزید اعتبار پایا۔ ۱۹۵۸ء میں مشاورتی کونسل کے ممبروں میں شامل ہوا اور معزز ٹھہرا۔ پولو کا پلیئر بھی تھا۔

(۳) تیسرا لڑکا صدبر خان اگرچہ کوئی مستقل عہدہ نہ رکھتا تھا مگر اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شاہی ملازموں میں امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ اور ہزہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کی خدمت میں بڑا اعتبار پایا۔ اور ان کے قیام پشاور میں مقرب رہا۔ تنظیم جدید کے بعد انسپکٹر تجارت ہوا۔

ریاست چترال میں انکا خاندان گروہ بندی اور طبقہ بازی سے بالکل الگ رہا۔ اور سیاسی تحریکات سے سروکار نہیں رکھا حق یہ ہے کہ یہ حقوق نعمت کے پاسدار رہے۔

۴۷۔ خاندان جیمک شاغوٹیہ جیمک موڑ گول، آدیر کے شاغوٹیہ قوم سے تھا اس قوم کے لوگ بڑے طاقتور تھے خوشحال بگیہ قوم کے عروج کے باعث ان کے رسوخ کا بازار قدرے سرد پڑ گیا۔

(۱) جیمک نے مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد میں اپنی ذاتی کوشش سے بڑا اعتبار حاصل کیا اس نے مہتر شاہ افضل کے لڑکے شادمان بیگ کی تربیت کا اعزاز پایا تھا۔ شاہ امان الملک کے عہد میں جیمک کا لڑکا گشرہ اقتدار باپ سے دس گنا زیادہ ترقی یافتہ ہوا۔ اور قوم خوشحال بگیہ کی بڑائی میں خلل انداز ہوا اور شاہزادہ عبدالرحمٰن خان کی رضاعت حاصل کرکے بازو میں قوت پائی۔ شیر افضل خان کے دوسرے حملۂ چترال کے موقع پر گشرہ اور اس کا لڑکا شاہ ببر خان گلگت میں حکام انگریزی کے پاس چلے گئے۔ جب محاصرہ ختم ہوا تو واپس چترال آئے۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں چارویلی کا منصب خوشحال بگیہ قوم سے منتقل ہو کر گشرہ کے ہاتھ میں آیا۔ گشرہ بڑا تند مزاج شخص تھا۔ بادشاہ کے مزاج میں تغیر آیا۔ اور مزید اعتبار حاصل کیا۔ ۱۹۱۶ء میں گشرہ کا انتقال ہوا۔ وہ بڑا بہادر شخص تھا اور اسکی سخاوت مرتبۂ شہرت رکھتی تھی۔

(۳) شاہ ببر خان گشرہ کا بڑا لڑکا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں منظور نظر ہوا۔ اور ریاست کے اہلکاروں میں بڑا مرتبہ پایا۔ باڈی گارڈ میں صوبیدار تھا۔ پھر ترقی کرکے میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ ۱۹۲۱ء میں باڈیگارڈ میں سٹیشن سٹاف کا عہدہ حاصل کرکے تنظیم فوجی میں بڑا کام کیا۔ جنگ بمبوکوٹ میں اپنی نمایاں خدمات کے صلہ میں سرکار انگریزی سے ایم۔ بی۔ ای کا خطاب پایا۔ علاقہ آدیر کا حاکم تھا۔ اور ساتھ ہی چار سال تک منتظم دفتر مالیہ رہا۔ پھر کونسل کے ممبروں میں شمولیت پائی۔ اس کے بعد حج کیا اور ۲۷ ذی الحج ۱۹۳۴ء میں انتقال فرمایا۔

(۴) شیرک گشرہ کا دوسرا لڑکا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معتبر شخص تھا۔ آدیر کی چارویلی اور سفر مینا کی صوبیداری اسکو تفویض کی گئی۔ ۱۹۳۶ء کو کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔

۵۔ شاہ ببر خان کے تین لڑکے رستم خان۔ مولائے روم اور محمد سعید خان بھی معتبر رہے باپ کے انتقال کے بعد رستم خان آدیر کا حاکم بنایا گیا۔ مولائے روم نے باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی تھی۔ اور ساتھ ہی ڈرائیوری

پاس کر کے اعلیحضرت مرحوم کا وڑائیو رہا اور شاہی ایڈی کانگ کا مرتبہ بھی حاصل کیا۔ محمد سعید خان نے سکول میں تحصیل علم کے بعد دفتری ملازمت اختیار کی اور ہیڈ کلرک ہے اپنے خاندان میں انکا وجود باقی ہے عوام میں بھی معتبر ہے۔

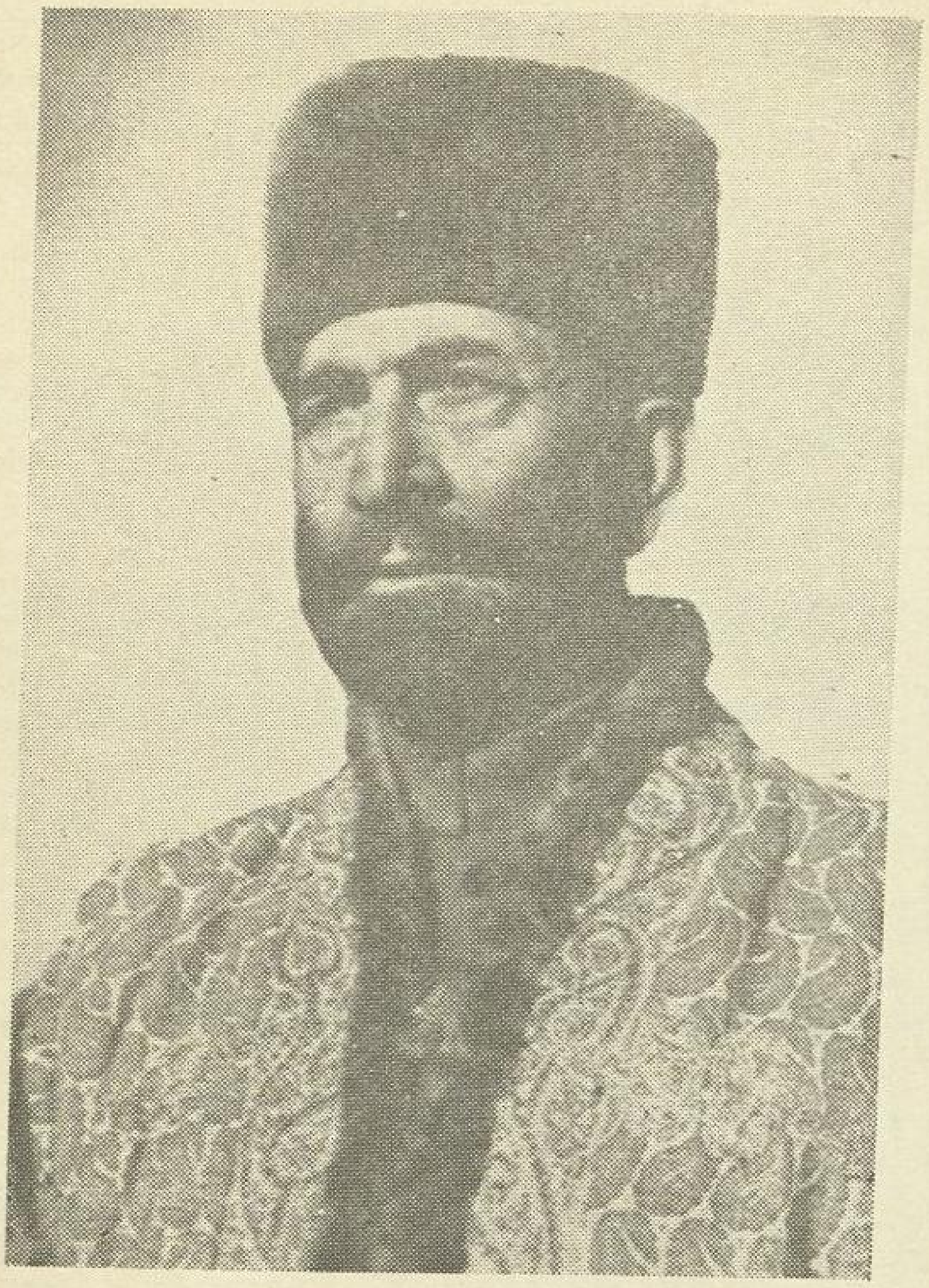
۶۔ بشیرک کالڑ کا رستم شاہ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں باعتبار ہوا۔ اور آدیرہ کی صوبیداری حاصل کی۔

۷۔ امین بیگ کشرہ کا تیسرا لڑکا بھی معتبر ہے۔ اور طویل عرصہ تک پولیٹکل افسروں کی خدمات میں مصروف رہا۔ اور ملازمت جاری رکھی۔ اسکی طویل ملازمت اسکی دیانت ولیاقت کا ثبوت ہے اور اب تک اسپر قائم ہے۔ مرحوم شاہ ببرخان حاکم آدیرہ کی تصویریہ موجود تھی مگر بار بار یاددہانی کے اس کے لڑکے محمد سعید خان نے اپنے خاندان کی عکسی یادگار قائم کرنے سے انکار کیا۔ وجہ کچھ بھی ہو مگر وہ تعلیم کے باوجود شعور فطانت سے عاری ہے۔

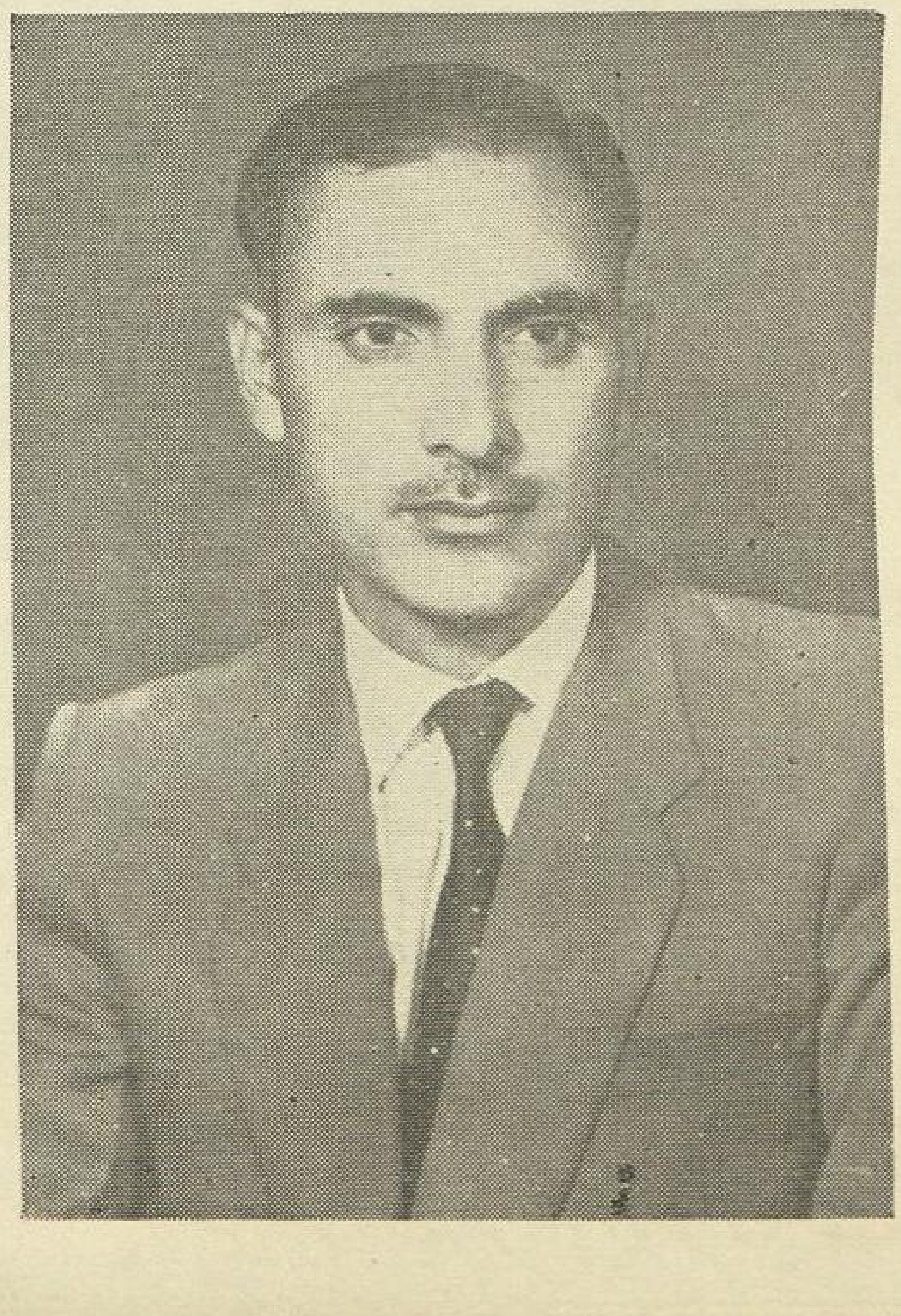
خاندان رشتہ وجہ تسمیہ اس خاندان کا نام رشتہ اس سبب مشہور ہوا کہتے ہیں کہ ان کا جدّ اعلیٰ موضع رشت علاقہ ایران سے علاقہ میں وارد ہوا تھا۔ اس نے اپنے اصلی وطن کی نسبت سے رشتہ معروف ہوئے۔ اس خاندان کے قدما والیان ریاست کے ہاں عزت مند تھے۔ کہتے ہیں کہ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں اس قوم کا ایک شخص باپی کے نام سے خان بہادر بن محمد شفیع کے خلاف جنگ دامن میں شاہ کٹور ثانی کی خدمت کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خان بہادر نے جو اس علاقہ کا حکمران تھا۔ باپی مذکور کی تمام اولاد کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ شاہ کٹور جب تخت نشین ہوئے تو باپی کی اولاد کے باقی ماندہ افراد کو بلا کر انعام و پرورش سے سرفراز کیا۔ اسی سلسلہ نوازش سے اقسقال فتح علی شاہ کا چچا نوشیروان چترال میں اقسقال رہا۔ جب شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں اقسقال فتح علی شاہ جنگ گلگت میں مصدر شجاعت ہوا تو نوشیروان کو تبدیل کر کے چترال میں اقسقالی کا عہدہ فتح علی شاہ کو تفویض کیا گیا زمین پائی اور مزید اعتبار و تقرب کا مرتبہ حاصل کیا۔

۱۸۹۵ء کے محاصرہ چترال میں اقسقال فتح علی شاہ اور اسکا بھائی بہادر اور اسکا لڑکا سلطان شاہ اعلیحضرت کے ساتھ محصورین قلعہ میں شامل تھے۔ شیر افضل خان کے لشکریوں نے ان کے خاندانوں اور مال واسباب پر غارت وستم جاری رکھا مگر ان لوگوں نے اخلاص و وفاداری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ محاصرہ جب ختم ہوا اور اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم تخت نشین ہوئے تو اقسقال فتح علی شاہ کو نسل شاہ وزرت کی ممبری پر نامزد کیا گیا اور اس کے بھائی بہادر کو موڑکھو کے اتالیق کا منصب عطا کیا گیا۔ ۱۸۹۷ء میں جب فتح علی شاہ کا انتقال ہوا تو اس کے منصب اقسقال پر اسکا لڑکا سلطان شاہ مامور ہوا۔

۱۹۰۵ء میں بہادر اتالیق کو موڑکھو سے واپس بلایا گیا۔ اور چترال میں کل ریاست کی اتالیقی کے



اتالیق میجر سرفراز شاہ ایم۔پی۔ای
سابق حاکم خذرہ



مسٹر جعفر علی شاہ ایف۔ایس۔سی
سابق ممبر ویسٹ پاکستان اسمبلی

منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا۔ وہ منتظم کل ریاست ہوئے اور مشیر امور ٹھہرے۔ اسی طرح اسی سال انکی صاحبزادی اعلیحضرت کے حرمسرائے میں داخل ہوئی۔ اور سلک ازدواج میں منسلک ہوئی۔ رسماً عزت کا مرتبہ بلند پایا۔

۱۹۱۶ء میں بہادر اتالیق مستوج کی گورنری پر فائز ہو کر مستوج چلا گیا۔ ایک سال بعد وہاں سے واپس آ کر پھر اپنے سابقہ عہدہ پر بحال ہوا۔

۱۹۲۰ء میں جنگ بریکوٹ کے سلسلہ میں انگریزی حکومت نے اتالیق کو خان بہادر کا خطاب دیا اور انکی خدمات کا اعتراف کیا۔ ۱۹۲۱ء میں اتالیق کا انتقال ہوا۔ اور انکا منصب ان کے لڑکے سرفراز شاہ کو تفویض کیا گیا۔

اتالیق سرفراز شاہ

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں پہلے ہی سے شاہی اڈیکانگ میں معزز اور علاقہ غذر میں حاکم اور ریاستی باڈی گارڈ میں میجر کا عہدہ رکھتا تھا۔ بہت سی اراضی عطیہ پانے کے علاوہ جاگیر شاگرام کا مالک رہا تھا۔ موروثی عہدہ اتالیق ملنے کے بعد اتالیق سے مشہور ہوا۔ جو یہاں قدیم سے بڑا معزز عہدہ ہے

۱۹۱۷ء میں جب اہالیان مستوج نے اقدام بغاوت کیا تو اعلیحضرت مرحوم نے اتالیق سرفراز شاہ کو ایک ہزار باڈی گارڈ کے ساتھ مستوج میں بھیجدیا۔ انہوں نے مستوج جا کر بڑے تدبر سے بغاوت پر قابو پایا۔ اور ان کے سرغنوں کو گرفتار کر کے چترال بھیجدیا۔ اور عوام کو نرم پالیسی سے تسلی دے کر مطمئن کر دیا۔ اس طرح ایک سال تک دروشش میں رہ کر سپلائی افواج سرکاری کی تنظیم میں مصروف رہا۔ اور ریاستی کاروبار کو انجام دیا۔

۱۹۲۴ء میں حج بھی کیا اور ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک و ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد حکومت میں بدستور اپنے عہدہ و اعزاز پر محترم رہا۔

۱۹۴۹ء میں ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے عہد میں جب مستوج کے لوگوں نے پھر کچھ شورش برپا کی تو اس تحریک میں اتالیق پر بھی الزام باندھا گیا۔ اور ان کو مجبوراً قید کر لیا گیا بعد ازاں انکو اپنے گھر موڑکھو میں بھیجدیا گیا۔ مگر جب کرنل شریف خان پولیٹکل ایجنٹ مالاکنڈ چترال آئے تو مقدمہ ان کی عدالت میں منتقل ہوا۔ انہوں نے اپنی تحقیقات میں اتالیق کو بے قصور ثابت کیا لہذا سرکاری حکم سے موڑکھو میں سے واپس بلایا گیا۔ اور انکو اپنے عہدہ و جاگیر پر بحال کیا گیا۔

۱۹۴۹ء میں ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے ایام تربیت کے دوران پشاور میں۔ چترال میں جب بورڈ کا قیام عمل میں لایا گیا تو ہز ہائینس کی منظوری سے اتالیق سرفراز شاہ کو بورڈ کے ممبروں میں شامل کیا گیا۔ مالیہ، باڈی گارڈ۔ پولیس۔ تعمیرات اور اندرونی نظم و نسق کے محکمے ان کی تحویل میں دیئے گئے اور انہوں نے ہز ہائی نس کی واپسی تک اپنی ذمہ داریوں کو بڑی خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

۱۹۵۴ء میں جب چترال مسلم لیگ کے ممبروں میں اختلاف رونما ہوا۔ اور منصب صدارت پر کوئی نہ رہا تو عوام نے کثرت رائے سے اتالیق کو صدر بنایا اور انہوں نے اپنے فرائض کو عوام کی مرضی اور تسلی کے ساتھ انجام دیا۔

اتالیق مرحوم کے لڑکے گل حسن شاہ۔ میر حسین شاہ اور گل حسین شاہ بھی تھے جو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عزت یاب تھے۔ گل حسن شاہ باڈی گارڈ میں صوبیدار میجر تھا اور دفتر مالیہ اور کونسل عدلیہ میں بحیثیت ممبر شامل رہا تھا۔ میر حسین شاہ باڈی گارڈ میں صوبیدار اور علاقہ موڑکہو کا حاکم تھا۔ گل حسین شاہ صوبیدار تھا۔ جنگ برکوٹ میں اروندو مقام پر شہادت پائی۔

اتالیق سرفراز شاہ کے لڑکے۔ جعفر علی شاہ۔ محمد حسین شاہ۔ احمد علی شاہ اور مبارک علی شاہ ہیں۔

جعفر علی شاہ یہ ان کے بڑے فرزند ہیں ان کا سنہ پیدائش ۱۹۱۸ء ہے اسلامیہ کالج پشاور میں تعلیم پائی اور ایف۔ ایس۔ سی پاس کیا۔ جب چترال واپس آئے تو ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک کے چیف سیکرٹری مقرر ہوئے۔ اور باڈی گارڈ میں لفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بدستور چیف سیکرٹری رہے۔ ۱۹۵۳ء میں جب ریاست میں جدید اصلاحات کا نفاذ ہوا تو تو جعفر علی شاہ ایڈوائزری کونسل کے سیکرٹری کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ پھر ۱۹۵۵ء میں جب ریاست چترال سے مغربی پاکستان کی اسمبلی میں ممبر طلب کیا گیا تو اہالیان ملک کی کثرت رائے سے جعفر علی شاہ ممبر منتخب ہوئے انہوں نے مغربی پاکستان کی اسمبلی میں ممبر ہوکر اپنے فرائض کو بڑی لیاقت سے انجام دیا۔ چنانچہ ترقی ملک اور کمی خوراک کے سلسلوں میں تقاریر جاری ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست میں خوراک کی کمی کو دور کرنے کیلئے کئی ہزار من سالانہ گیہوں آٹے کی منظوری حاصل ہوگئی۔ اور ترسیل شروع ہوگئی۔

انکا دوسرا بھائی محمد حسین شاہ بھی تعلیمیافتہ ہے اور بنیادی جمہوریت کی ترقیاتی کمیٹی میں نائب صدر ہے۔

اقسقال سلطان شاہ یہ اپنے والد اقسقال فتح علی شاہ کے انتقال کے بعد پدری منصب حاصل کیا تھا۔ جب باڈی گارڈ کا قیام عمل میں آیا۔ سب سے پہلے صوبیدار ہوئے۔ پھر ترقی کرکے میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ جنگ برکوٹ میں دشمن کی گولی سے مجروح ہوا۔ ۱۹۲۴ء میں حرمین الشریفین کو بغرض حج چلا گیا اور بمقام شہدا انتقال پایا۔ اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوا۔ انکے چار لڑکے میر گلاب شاہ۔ غیرت علی شاہ۔ روز گار علی شاہ اور اقبال علی شاہ تھے انہیں ہر ایک معتبر ہے خصوصاً میر گلاب شاہ جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد عہدہ اقسقالی پر فائز ہوا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے مواجہ میں حضور نویسی پر مامور رہا اور باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی پھر بتدریج ترقی کرکے کپتان کا منصب حاصل کیا۔ اور دفتر مالیہ میں وزیر خوراک کا عہدہ پایا۔ نئی تنظیم کے بعد بدستور اس عہدہ پر رہ کر سیکرٹری مالیہ کا خطاب حاصل کیا۔ وہاں سے سبکدوش ہونے کے بعد دو تین سال تک کونسل عدلیہ کا ممبر رہا۔ غیرت علی شاہ اور روز گار علی شاہ بھی صوبیدار تھے۔ روز گار علی شاہ نے لوڑ کے عہد میں لفٹننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر محکمہ تعمیرات میں انچارج ہوگئے۔ میر گلاب شاہ کے لڑکے ناصر علی شاہ۔ وزیر علی شاہ اور افسر علی شاہ ہیں جو تعلیم سے بہرہ مند ہیں۔ ناصر علی شاہ نے ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں باپ کے عہدۂ اقسقال کے کام کو سر انجام دیتا رہا ہے اور اب بھی بدستور اس منصب پر فائز ہے۔ اور موجودہ ہز ہائینس کا سکرٹری ہے



خان بہادر - آتالیق بہادر شاہ منتظم ریاست چترال معہ زعماء خاندان روشتہ

وزیرعلی شاہ پولیٹیکل ایجنٹ چترال کے خزانچی ہیں۔ انکا بڑا کارنامہ تاریخ چترال کا فارسی ترجمہ ہے آپ نے وطن مالوف کی خدمت کے لئے اردو زبان میں معلومات کا یہ خزانہ اہل پاکستان کے لئے تیار کیا۔ پشاور کے بعض روزنامہ اخبارات اور اے پی پی کے واحد نمائندہ ہیں۔ اخبار نویسی سے محبت کرتے ہیں۔ افسر علی شاہ تعلیم حاصل کرنیکے بعد ریاستی ملازمت میں کلرک ہیں۔

۷۶۔ خاندان مرزا محمد غفران

انکا جد اعلیٰ خواجہ علی بابا ایوب کے پوتوں سے تھا چنانچہ خواجہ علی بن مغل بیگ بن شاہ محمد بن شاہ نو بن بابا ایوب تھا۔ جب شاہ محترم شاہ اول اور شاہ خوشوقت نے رئیسہ خاندان کی حکومت کے خلاف سر اٹھایا اور خروج کیا تو خواجہ علی نے ان کی معیت میں نمایاں خدمات انجام دیں اور پھر شاہ خوشوقت کے ساتھ مستوج چلا گیا۔ تھوڑا عرصہ قیام کیا مگر یہ جگہ پسند نہ آئی وہاں سے واپس آگیا۔ اور شاہ کٹور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ کٹور نے ان کو کاری میں زمین دی اس کے علاوہ ان کی پدری زمین شوگرام اور کوشٹ میں موجود تھی۔

مرزا محمد غفران کے والد غلام رسول خود علم سے بہرہ مند تھے اور ان کی قلمی کتابیں اب بھی موجود ہیں لڑکے کو تحصیل علم کے لئے پشاور بھیجدیا۔ انھوں نے سات برس تعلیم حاصل کرنے کے بعد مہتر امان الملک مرحوم کے بار بار بلانے پر چترال واپس آکر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور منظور نظر ٹھہرے۔ کیونکہ چترال ان دنوں ایسے شخص کے وجود سے یکسر خالی تھا۔ جو صاحب علم و قلم ہو۔ شاہ امان الملک نے اپنے طویل زمانہ حکومت میں ریاست کے اندر تجارت۔ جنگلات اور عشر کے مداخل کی بنیاد ڈالی تھی۔ اور انگریزی حکومت کے ساتھ دوستی کا رابطہ استوار کرکے ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ سررشتۂ انتظام اہل قلم کی تحویل میں آئے۔ تاکہ ان کے علمی و قلمی تعاون سے مشکلات کا سدباب ہوسکے۔ مرزا محمد غفران جو بادشاہ کے حکم سے مجوزہ خدمات پر مامور ہوئے ۱۸۸۲ء میں یہاں دفتر قائم کیا اور دس برس تک بادشاہ موصوف کی خدمات انجام دیں۔

اس کے بعد مہتر افضل الملک اور مہتر نظام الملک کے عہد حکومت میں اسی امتیازی عہدے پر قائم رہے۔ تاریخ چترال کا ابتدائی مسودہ بھی مہتر افضل الملک کے حکم سے ترتیب دیا اور مہتر نظام الملک کے عہد میں وہ مکمل کرکے پیش کیا۔

جب اعلیحضرت سر شجاع الملک تخت نشین ہوئے تو ان کو علم سے آشنائی نہ تھی۔ موصوف ان کے معلم ہوئے اور دبیر کبیر کا عہدہ پایا۔ دفاتر قائم کئے۔ جب محکمہ عدالت قائم ہوا تو آپ پریذیڈنٹ کونسل کا مرتبہ حاصل کیا۔ پھر جب محکمہ مال کا دفتر قائم ہوا۔ تو وہاں چلے گئے اور منتظم امور داخلہ ریاست ہوئے۔

رسمی طور پر آپ شاہزادہ محمد مظفر الملک کو دودھ پلائے رضاعی باپ قرار پائے پھر جب خونزائے دیر اعلیحضرت کے سلک ازدواج میں آئیں تو آپ انکی تربیت پر مامور ہوکر رضاعی باپ ہوئے اور اس طرح مزید اعتبار و اعزاز کے سزاوار ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں آپ کو جاگیر سین دسنگور سے نوازا گیا۔ اور آپ کی دیرینہ خدمات

اور حق استاذی کے اعتراف میں آپ کو سند خوشنودی عطا فرمائی گئی۔ اور آپ کے القاب میں مرزا صاحب کا عرف مخصوص تھا۔

۱۹۲۶ء میں پچھتر سال کی عمر میں آپ نے انتقال فرمایا۔ بیالیس سال متواتر شاہی خدمات میں مصروف رہے تھے۔

مرحوم کے تین لڑکے یادگار رہے جنہیں بڑا لڑکا غلام مصطفےٰ تھا جس نے علی گڑھ میں تعلیم پائی۔ اور تعلیم سے فراغت کے بعد اعلیحضرت مرحوم کے سیکرٹری مقرر ہوئے اٹھارہ برس ملازمت میں رہے ۱۹۲۶ء میں مرحوم اعلیحضرت کی معیت میں فریضہ حج ادا کیا اور مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ اور جنت المعلیٰ میں ابدی نیند سوگئے۔ مرحوم مغربی تعلیم کے علاوہ علوم شرقیہ میں بھی بڑے فائق و فاضل تھے۔ اور بڑے شریفانہ اخلاق و اطوار سے معروف تھے۔ اعلیحضرت مرحوم نے ان کی وفات پران کے والد کے نام تعزیت نامہ میں یہ تحریر فرمایا ـــــ کہ نور چشم و فرزند لائق و قابلم غلام مصطفےٰ بعالم باقی رحلت فرمود ـــــ پیران کے اخلاق کی تعریف میں لکھتے ہیں ـــــ مرحوم از وقتیکہ بخدمت من مشرف شدہ ازاں وقت تا ہنوز ہیچ وجہ آزار نکشیدیم و نہ کسی دیگر کشیدہ ما ازاں راضی ہستیم پروردگار عالم از و راضی شود ما ہمہ مغموم ہستیم ـــــ یہ جملہ الفاظ بادشاہ کے قلم سے اپنے ایک خادم کے لئے مرحوم کے ہمہ گیر اوصاف کے شاہد ہیں۔ ریاستی باڈی گارڈ میں مرحوم کپتان کے عہدہ پر مامور تھے۔

مرزا صاحب مرحوم کے دوسرے فرزند غلام مرتضےٰ ہیں۔ جنہوں نے چترال کے سکول میں مڈل تک تعلیم حاصل کی اور اعلیحضرت مرحوم کے حضور نویس مقرر ہوئے۔ پھر ریاستی باڈی گارڈ میں کوارٹر ماسٹر کا عہدہ حاصل کیا۔ اور لفٹنٹ کا منصب پایا۔ اور ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۳ء تک اپنے موجودہ عہدہ کے ساتھ ریاستی خزانہ میں خزانچی رہا۔ اور ا کاونٹنٹ کا کام بھی انجام دیا۔ جب ۱۹۵۱ء میں باڈی گارڈ کا سسٹم ختم ہوا تو ملازمت سے سبکدوش ہو کر گھر پر آرام کیا۔ ۱۹۵۸ء میں کونسل عدلیہ میں بحیثیت ممبر تحصیل چترال کا نمائندہ ہو کر تین سال کام کیا۔ انکا لڑکا ضیاء الحق پشاور میں انٹرنس تک تعلیم حاصل کر کے جب واپس آیا تو ریاستی ملازمت پر مامور ہوا۔

مرزا صاحب مرحوم کے تیسرے فرزند غلام جعفر خان ہیں۔ پشاور میں میٹرک تک تعلیم حاصل کر کے جب واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں سیکرٹری کا عہدہ حاصل کیا۔ اور دفتر خاص کا محافظ رہا۔ نئی تنظیم کے بعد وزیر اعظم ریاست کے دفتر میں سٹینو مقرر ہوئے۔ پھر وہاں سے تحصیلداری پہ مقرر ہو کر تورکھو چلا گیا وہاں سے تبدیل ہو کر دفتر مالیہ میں سیکرٹری کا عہدہ پایا۔ اب پھر تحصیلداری کا چارج لے لیا ہے۔ مروجہ تعلیم میں انکا درجہ اگرچہ میٹرک تک ہے مگر انکی لیاقت فارسی و اردو میں عہد موجودہ کے فضلا میں بہت بلند ہے۔ انکا بڑا لڑکا فریدالدین سکاوٹس میں عہدیدار ہے۔



الحاج مرزا غلام مصطفےٰ خان مرحوم
سابق سکرٹری اعلیحضرت مستند علیگڑھ کالج



مرزا غلام جعفر خان تحصیلدار مولکھو

مرزا صاحب مرحوم کے خاندان میں مولوی عبدالحنان مرحوم قاضی کوہ کا ذکر علمائے چترال میں بیان ہوگا وہ بڑے جید عالم تھے۔ اب انکے دوسرے بھائی کا لڑکا مولوی عبدالحمید موجودہ علما میں اپنے عالمانہ انداز بیان اور وعظ و تقریر کی بنا پر بہترین واعظ و خوش بیان مقرر مانا جاتا ہے۔

مرزا صاحب محمد غفران مرحوم کی علمی تصانیف اور مباحث پر ایک نظر

مرزا صاحب مرحوم نے اپنی متعدد تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ انکی ایک بلند پایہ تصنیف تشریح الاقاویل ہے۔ اسمیں ذی القرنین کی شخصیت۔ یاجوج ماجوج کا تعارف اور سد ذی القرنین کی نوعیت اور تعین مقام پر عالمانہ اور محققانہ کلام کیا گیا ہے۔

درحقیقت یہ بعض دیگر مقامات کی طرح قرآن کریم کی شرح و تفسیر کے مشکل ترین مباحث ہیں۔ مفسرین اور مورخین میں سے کسی کی رائے کو اس باب میں قرار نہیں ملا۔ اگر بعض سکندر اعظم مقدونی کو ذوالقرنین قرار دیتے ہیں۔ تو بعض دوسرے اس کے کفر کو ثابت کرتے ہیں اور اس کے بنا کردہ بت خانوں کو شمار میں لاتے ہیں۔ اور یہی حال یاجوج و ماجوج کے بارے میں رہا ہے۔ کہ وہ کس طائفہ سے ہیں اور ربع مسکون میں کونسا قطعہ زمین ان کا مسکن ہے۔ علماء کی رائے اس بارہ میں مختلف رہی ہے۔ مرزا صاحب مرحوم نے اس باب میں جو کچھ دریافت کیا اسے لکھ ڈالا۔ تالیف کے بعد معلوم ہوا کہ علمائے ہندوستان میں سے بھی بعض نے اس بارے میں رسالے لکھے ہیں۔ مثلاً مولانا سید عبدالدہر۔ مولانا عبدالحق اور سرسید احمد خان نے کاوشیں کی ہیں۔ جب مطالعہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ مولانا سید عبدالدہر اور مصنف مرحوم کے موضوع اور استدلال رائے میں زیادہ سے زیادہ موافقت پائی جاتی ہے۔

تشریح الاقاویل غیر مطبوعہ موجود ہے۔ ۱۹۴۷ء میں قاضی صبغۃ اللہ صاحب پشاور نے بغرض ملاحظہ طلب فرمائی اور مطالعہ کے بعد واپس بھیجدی۔ کتاب کی نسبت انھوں نے اپنی رائے اس انداز سے لکھی۔

"میں نے کتاب ملاحظہ کی۔ واللہ یہ تو گوہر بے بہا ہے۔ اگر علمائے ہند کی طرح مصنف کتاب کو خوشگوار فضا میسر آتی اور انکا دماغ اور فکر و نظر حسد کے فلک بما پہاڑوں میں محصور نہ ہو جاتے تو یقین کیجئے کہ مصنف مرحوم میدان تحقیق میں علمائے متاخرین کے امام و پیشوا ہوتے۔ واحسرتا و واسفا۔ ناموافق حالات اور ملازمت کی ذمہ داریوں کے باوجود ذوالقرنین۔ یاجوج ماجوج اور سد ذوالقرنین کی نسبت ایسی گرانمایہ تحقیق پیش کی ہے کہ آج تک آثار قدیمہ کے کتبات اور تاریخی تحقیقات کی فراہم کردہ معلومات وہ قدم بھی اس سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ آپ یہ سنکر حیران ہونگے کہ علمائے آثار قدیمہ نے اصطخر آباد کے مقام سے ایک کتبہ دریافت کیا ہے جسے دارا کا کتبہ بے ستون کہتے ہیں اس سے مصنف مرحوم کی تائید و توثیق ہوتی ہے اور بعض فرانسیسی مصنفین کی تحقیقات کا لب لباب بھی یہی ہے۔

پھر یہ کتاب ۱۹۵۹ء میں حضرت علامہ حسن شاہ کاظمی مظفرآباد (آزاد کشمیر) نے بغرض مطالعہ طلب فرمائی اور مطالعہ کے بعد مسودہ پر اسی جگہ تحریر فرمایا کہ قاضی مولانا صبغۃ اللہ صاحب نے ذی القرنین یاجوج و ماجوج وغیرہ کی نسبت کتبہ اصطخر آباد اور فرانسیسی مصنفین کی نسبت جو حوالہ دیا ہے یہ ان کی ذاتی تحقیق اور کاوش نہیں ہے بلکہ یہ تمام بحث اور اخذ مطالب حضرت امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے ترجمان القرآن جلد دوم سے ماخوذ ہے اور مولانا مرحوم نے اس مقام کی شرح و بیان اور تفسیر و تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ مرحوم کی تصنیف بڑی جامع اور جدید تحقیقات سے متصل اور ہمکنار ہے۔

۲- دُرج اللآلی فی شرح الاَمالی اُن کی دوسری تصنیف ہے۔ علماء و فضلا نے کثرت سے اسکی شرحیں لکھی ہیں۔ اور کتابوں میں انکا تذکرہ موجود ہے۔ لیکن کثرت کے باوجود یہ شرحیں ایسی نہیں ہیں کہ متن کی مشکلات اور مبہمات کی تفہیم اور گرہ کشائی کے لئے کفایت کرتی ہوں حقیقت یہ ہے کہ بہت سے اسرار و حقائق اور رموز و مشکلات قصیدہ امالی کے بدستور پردہ اخفا میں پڑے ہیں۔ اور مستور ہیں اور شارحین نے ان سے اغماض کیا ہے۔

مصنف مرحوم نے فارسی زبان میں اسکی شرح لکھی ہے اور حقائق کے انبار لگا دیئے ہیں۔

۳- توضیح مولائیہ چترال:- یہ تیسری تصنیف ہے یہ کتاب فرقہ باطنیہ کی تحقیق میں ہے جو اس ملک میں مولائیہ کہے جاتے ہیں۔ اس فرقہ باطنیہ کے مذہب کی تحقیقات اور حقیقت۔ اور کتب فقہ و عقاید ہیں وہ کس نام سے موسوم ہیں۔ ان کے متقدمین کے تاریخی حالات اور ان کے خلفاء کی تفصیل فراموش خانہ حسن بن صباح، ایران و شام کے اسماعیلیوں کے حالات اس میں درج ہیں۔ کاظمی صاحب مظفرآباد نے اس کے مطالعہ کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ موضوع کے اعتبار سے بڑی جامع اور دلچسپ ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اسے سلیس اردو میں منتقل کیا جائے اور جہاں ضرورت ہو حواشی لکھ دیئے جائیں۔

۴- حواشی فقہ اکبر:- چوتھی تصنیف ہے اسمیں شرح فقہ اکبر کے متعلق وادق مقامات کی تشریح کی گئی ہے خاص طور پر شارح فقہ اکبر میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی کتاب غنیۃ الطالبین کی ان عبارات پر جہاں کلام کیا ہے کہ انکا مفہوم یہ ہے کہ امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین گروہ مرجیہ سے متعلق ہیں لیکن ملا علی قاری کے جوابات کی عبارتیں از حد مشکل کہ مطالب کی تفہیم ان سے حاصل ہو جائے۔

معاملہ بڑا ہولناک اور حیرت افزا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ ایسی گرانمایہ شخصیت اور گروہ احناف کو فرقہ مرجیہ باطلہ میں قرار دے۔ لہذا علامہ قاری کے جوابات کی شرح اپنے فکر و ذہن سے لکھ کر علمائے موجودہ مثل قاضی القضاۃ مولانا عبدالرحمان چترال و قاضی عرفان الدین بٹ خیلہ و مولانا عبدالدیان زیارت کاکا صاحب علیہ الرحمۃ سے التماس کرکے ان کی شروح بھی منگوائیں اور اپنی شرح کے ساتھ شامل کر دیں اور ناظرین سے التماس کی ہے کہ علامہ قاری کے مغلقات کے رفع و کشف ان چاروں شروح میں گہری نظر سے مطالعہ

کرکے الفاف سے کام لیں کہ وہ تفاوت از کجاست تا بکجا۔

۵۔ تاریخ چترال ان کی پانچویں تصنیف ہے جو ۱۸۹۲ء میں پہلی بار تیار کرکے حکام انگریزی کے پاس پشاور بھیجی گئی۔ پھر دوسری بار ۱۹۱۹ء میں اسکی نگارش کی ذمہ داریاں پوری کیں۔ موجودہ تاریخ چترال اردو انہی کی بنیاد پر ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کے مشاہیر رجال علما و سادات و مشائخ و شعرا کا تذکرہ تحفۂ روزگار بنا دیا ہے۔

۶۔ تاریخ خلفائے راشدین و سفرنامہ ہندوستان وغیرہ جو بادشاہ کے حکم سے تیار کئے تھے شاہی کتب خانہ میں موجود ہیں۔ رسالہ قضائے عمری اور کشف المحجاب و ہدایت التعلیم بھی ان کے آخری عالمانہ حقائق کے انبار کا خزینہ ہیں جو مسودوں کی شکل میں گھر پر پڑے ہیں۔

مرحوم رسمی علوم کے باوصف علم تفسیر میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ شعر و سخن کی فصاحت و بلاغت میں انکا معیار بلند تھا۔ انھوں نے منقولات اور معقولات میں وسیع معلومات کا درجہ پایا تھا چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ تحصیل علم کے لئے پشاور میں مقیم تھے اور مشہور آریہ سماجی پنڈت لیکھرام کا غلغلہ بلند تھا اس کے مقابل پشاور کے تمام علمائے اسلام مذہبی مباحثہ کے لئے جمع تھے۔ علمائے اسلام کے علاوہ عیسائی بھی تھے اور ان کے پادری بھی۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی بھی پنڈت لیکھرام کے مقابلہ کے لئے موجود تھے۔ علامہ مرحوم بھی اس مذہبی اجتماع میں شریک تھے اور مرحوم نے پورے ڈیڑھ گھنٹے تک اسلام کی صداقت اور اس کی تردید میں کامل جوش بیان سے مباحثہ جاری رکھا۔ صدق مقال اور زور بلاغت کی دھاک بٹھا دی تھی۔

۷۔ دوسری بار یہ واقعہ پیش آیا کہ مرحوم شاہ امان الملک کی خدمت میں حاضر تھے کہ ۱۸۹۰ء میں پشاور کے ایک مولوی سید شاہ نے دین عیسوی قبول کر لیا تھا اور تبلیغ عیسائیت کی غرض سے باشگل کافرستان حال نورستان کے سیاہ پوش کافروں کے گروہ میں پہنچے اور ناکام ہو کر واپس چترال آئے۔ شاہ امان الملک کی مجلس میں اکابر ملک بھی حاضر تھے اور پشاور کے سادات کاکا خیل و خان بہادر رب نواز خان ملتانی وغیرہ بھی موجود تھے۔ اس بھرے دربار میں سید شاہ سے مباحثہ پیش آیا۔ بحث نے مسلسل تین روز تک طول کھینچا۔ علامہ مرحوم نے ایسے جاذب قلب ودرج انداز سے بحث و نظر اختیار کی اور شواہد کو نمایاں کیا کہ سید شاہ دین اسلام کا قائل ہو گیا اور زنار دریا، مذہب عیسوی سے تائب ہوا اور دوبارہ دولت اسلام سے مالا مال ہو کر کشمیر کے راستہ واپس چلا گیا۔

چیف کمشنر پشاور جب اس حقیقت سے مطلع ہوا تو اس نے ایک دستی خط کے ذریعہ جو سوار ہرکارہ لایا تھا شاہ امان الملک مرحوم سے صورت حال دریافت کی۔ بادشاہ مرحوم نے جواب میں امر واقعہ کی تصدیق فرمائی۔

۷۷۔ اقسقال نایاب

نایاب نسباً پرانے زوندرہ خیل سے تھا۔ ایام جوانی کی قریب ہی بدخشاں چلا گیا۔ شاہان بدخشاں کے دربار میں رہ کر اس نے ادب و شائستگی کے قواعد سیکھے۔ خوبرو، خوش گفتار اور ہوشمند آدمی تھا۔ پھر جب وطن واپس آیا۔ تو شاہ امان الملک مرحوم کی خدمت میں بار یاب ہوا اور منظورِ نظر ٹھہرا۔ اس نے بڑی برتری حاصل کی۔ بڑی شستہ اور فصیح فارسی میں گفتگو کرتا تھا۔ کئی بار والیان بدخشاں کے پاس بھی گیا تھا۔ از لیسکہ ظریف طبع۔ بذلہ سنج اور حاضر جواب شخص تھا۔ اپنی خوبیوں کے باعث بار پاتا اور مقبول ہو جاتا۔

مہتر افضل الملک مرحوم جو چند دنوں کے لئے صاحب تخت ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی اسے اپنا معزب خاص بنایا۔ شیر افضل نے اپنی پہلی یورش کے دنوں اسے اعزاز سے رکھا اور شیر خاص قرار دیا۔ سردار نظام الملک کے عہد میں نایاب کا ستارۂ اقبال گردش زوال میں آیا اسکی وجہ یہ تھی کہ اسکا لڑکا شہزادہ مہتر افضل الملک کے قتل میں شریک اور اس گروہ کا سرغنہ تھا۔ اس جرم کی پاداش میں ہلاک بھی ہوا۔ نایاب اب خوف و ہراس میں سانس لینے لگا۔ سردار نظام الملک کے قتل کے بعد شہزادہ امیر الملک نے عنانِ حکومت سنبھالی تو اس نے اس کے تینوں بیٹوں میر الف، شیر الف اور شریف کے ساتھ اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے چھوٹے بچے سلامت رہے۔ اسکے قتل کے تین موجبات ہیں۔

(۱) اس نے بادشاہ مرحوم کے حقوق اور پرورش کی رعایت ملحوظ نہ رکھی اور شیر افضل کا آنا تھا کہ وہ اس کا خاص رازدار بن گیا۔

۲۔ اس کے لڑکے شہزادہ نے مہتر افضل الملک پر اس وقت تلوار کا وار کیا جب انکے جسم سے طائر روح پرواز کر چکا تھا۔

۳۔ اسے دروش اور ہیر میں بڑے وسیع اختیارات حاصل تھے جب شاہ امان الملک مرحوم نے شاہزادہ امیر الملک کو قلعہ شغور پر مامور کیا تو اس سے نایاب کے اختیارات میں کمی واقع ہوئی۔ بادشاہ کے ہاں شاہزادہ کی عیب جوئی کرتا۔ اس طرح شاہزادہ کی جانب سے مزاج شاہانہ میں تکدر آیا۔ اس بات کو شاہزادہ نے دل میں رکھا اور جب قدرت پائی تو ٹھیک وقت پر انتقام کی پیاس بجھائی۔

نایاب کی اولاد سے کوئی ایسا نہ اٹھا اور نہ اس قابل ہے کہ تاریخ کا داستان سرا اسکا تعارف کرائے۔

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد کے معززین

۷۸۔ صوبیدار میجر مبارک شاہ

مبارک شاہ بن حاتم شاہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں خاص معزبین سے تھا اس کا والد حاتم شاہ بڑا دلیر اور شمشیر زن شخص تھا

اور روش میں افسقالی کے منصب پر فائز تھا۔ مبارک شاہ جب اعلیحضرت کیخدمت میں باریاب ہوا تو سفر و حضر اور دیگر ہر موقع پر اعلیحضرت کا ندیم اور مقرب بھی تھا۔ لمحہ بھر کے لئے بھی بادشاہ اسکی جدائی کو گوارا نہ فرماتے تھے۔ بذلہ سنجی و ظرافت گوئی کے علاوہ خوش تقریر بھی تھا۔ عہد قدیم کے بادشاہوں کے سوانح اور واقعات تاریخی اور حکایات سے باخبر تھا۔ فارسی و افغانی زبان پر عبور رکھتا تھا۔ اخبارات خصوصاً جبل المتین کا باقاعدہ مطالعہ کرتا تھا۔

(۱) ریاست میں جب باڈی گارڈ قائم ہوا۔ اس نے صوبیداری حاصل کی۔ پھر صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ جنگ برکوٹ میں وہ شامل تھا۔ مردانہ وار لڑا اور مظہر شجاعت ہوا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں وہ کونسل عدلیہ کے ممبروں میں داخل ہوا۔ پھر حاکم ارندو کا منصب حاصل کیا ۱۹۲۲ء میں اعلیحضرت مرحوم کی معیت میں حج بھی کیا۔ جب وطن واپس پہنچا وفات پائی۔

(۲) شکورمن شاہ و قباد شاہ اس کے دونوں بھائی اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں بڑے لائق اشخاص تھے دروش سے ارندو تک افسقالی کے منصب پر مامور تھے۔ افسقالی کا منصب محض اظہار کے طور پر رکھتے تھے درحقیقت وہ بڑے وسیع اختیارات کے مالک تھے اور لائق ترین اہلکاروں میں محسوب تھے عزت و اعتبار رکھتے ہیں۔

(۳) فتح محمد خان و حیدر قلیخان صوبیدار میجر مبارک شاہ کے لڑکے والد کے انتقال کے بعد اعلیحضرت مرحوم کے مراحم شاہانہ کے سزاوار ہوئے اور پرورش پاتے رہے فتح محمد خان کو صوبیداری ملی۔ معتبر ہوا اور باپ کی جاگیر حاصل کرنے میں کامیاب رہا اور بدستور اس پر قابض رہا۔ انکا انتقال ہوا۔

(۴) حیدر قلیخان باڈی گارڈ کے توپ خانہ میں صوبیداری کا عہدہ پایا۔ پھر ریاستی مسلم لیگ میں سکریٹری کے فرائض انجام دیئے۔ اس کے بعد ۱۹۵۷ء میں ایڈوائزری کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ اور معزز ٹھہرے۔ اور اپنی ذاتی سرمایہ داری سے رفاہ عامہ کے ٹھیکوں میں بھی دلچسپی لینے لگے۔ لائق نوجوان اور پولو کے بہترین پلیئر ہیں۔

شاہزادہ غازی الدین خان مرحوم مغفور نے اس کے خاندان میں رضاعت اور تربیت پائی تھی لہذا اس خاندان کے اعزاز و مراتب کا باعث ہوا۔ یزدی مقام کی جاگیر پر بدستور حیدر قلی خان کا قبضہ ہے۔ اور نئی تنظیم کے بعد بھی وہ اسی کو ملی ہے۔

۷۹۔ قربان محمد و نیاز محمد یہ دونوں توابین کے بھائی ہیں اور موضع کشم کے باشندے بوشہ قوم سے نسبت رکھتے ہیں ۱۸۹۵ء کے محاصرہ میں محصورین میں شامل تھے۔ جب محاصرہ ختم ہو گیا تو محصورین قلعہ اپنی خدمات کے صلے میں انعام و اکرام کے مستحق ہوئے۔ اور ان کو موضع کشم کی چارویلی کا منصب تفویض ہوا۔ انکا تیسرا بھائی فراغت شاہ بھی محصورین میں شامل تھا لیکن مہتر شیر افضل خان کے لشکریوں کے

دہوکہ اور حیلہ سے باہر نکل کر ان کے ہاتھ گرفتار ہوا اور اسکو قلعہ کے باہر کھڑا کر کے قربان و نیاز محمد کو آواز دی گئی کہ اگر تم قلعہ کے باہر نہ آئے تو تمہارا بھائی قتل کر دیا جائیگا - انھوں نے بھائی کے قتل کو اس بات پر ترجیح دی کہ محصورین سے علیحدگی اختیار کر کے غداری کا ٹیکہ ماتھے پر نہ لگائیں گے - چنانچہ فراغت شاہ شیر افضل خان کے لشکریوں کے ہاتھوں قتل کیا گیا اور اسکا جنازہ وہاں سے اٹھا کر سیر چیار میں دفن کیا گیا -

۱۸۹۷ء میں جب اعلیحضرت مرحوم کے فرزند اولین شاہزادہ محمد ناصر الملک تولد ہوئے تو دونوں بھائی مزید اعتبار و اعزاز کے سزاوار ہوئے اور شاہزادہ کی رضاعت ان کے سپرد ہوئی - ذریعہ معاش کے لئے جاگیرات اراضی عطا ہوئی - اور خاص چترال میں زمینیں پائیں - قدیم سے اس ملک میں یہ سلسلہ جاری ہے کہ شاہزادوں کی رضاعت اور تربیت جس کے سپرد کی جائے تقرب و ترقی کی کلید اس کے ہاتھ آجاتی ہے اسی طرح یہ دونوں بھائیوں نے مراعات زمین و جاگیر و عزت میں کامیابی پائی -

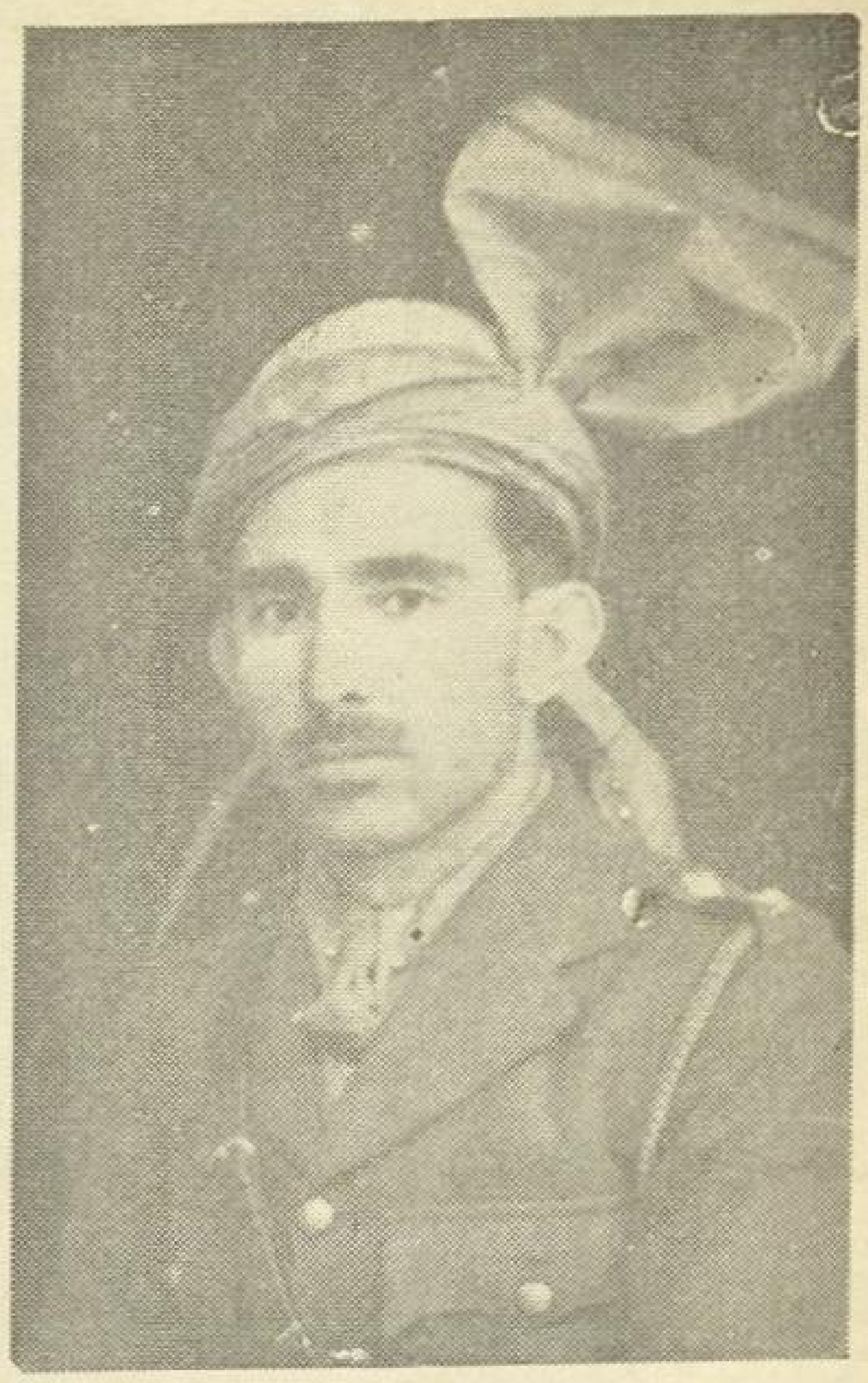
۱۹۳۶ء میں جب محمد ناصر الملک تخت نشین ہوئے تو ان دونوں کو عدلیہ کونسل چترال کے ممبروں میں شامل کیا گیا - مزید برآں قربان محمد کو چترال کی حاکمی کے منصب پر ممتاز فرمایا - یہ دونوں حج بیت اللہ شریف کی زیارت سے شرفیاب ہوئے - مالبعد یکے بعد دیگرے ۱۹۳۷ء و ۱۹۳۸ء میں سفر آخرت اختیار کیا - دونوں سادہ مزاج نیک کردار نماز و عبادت کے پابند تھے - اور شاہی حقوق کے پاسدار تھے -

(۲) قربان محمد کے لڑکے عبد الرحمن خان و حکیم محمد خان اور امیر محمد خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شاہی ملازمتوں میں داخل تھے - ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں عبد الرحمن خان نے باڈی گارڈ میں لفٹنٹ کا منصب حاصل کیا اور والد کے انتقال کے بعد حاکم چترال کا منصب بھی پایا تھا - ۱۹۳۷ء کو تجارتی وفد میں شامل ہو کر شاہزادہ محمد حسام الملک کے ساتھ کابل گیا - اور ہز ہائینس مرحوم کے عہد میں معزز رہا - نئی تنظیم کے بعد ۱۹۵۴ء میں تحصیلدار مقرر کیا گیا -

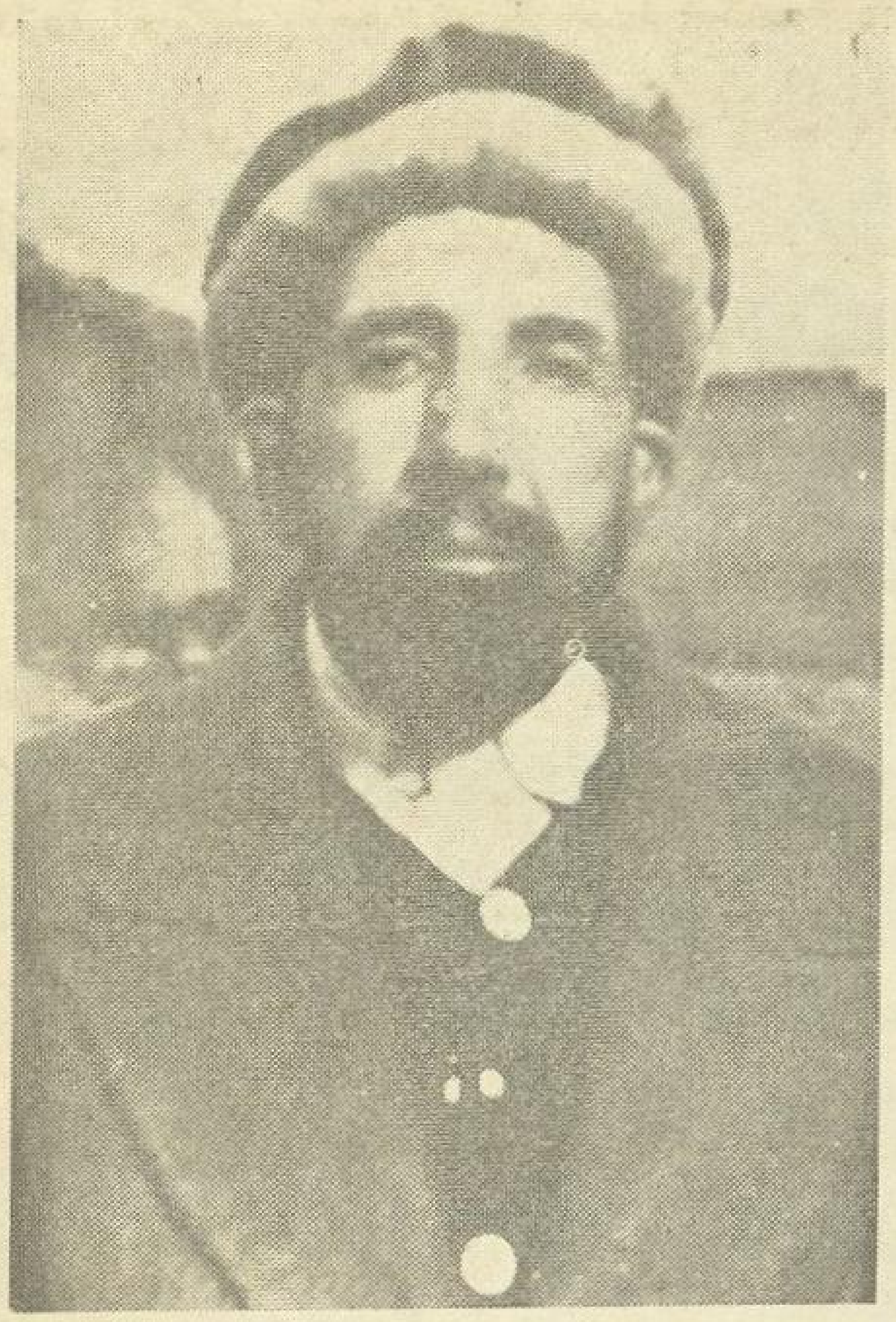
حکیم محمد خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں چونکہ محکمہ تعمیرات کا ناظم تھا بر اسی طرح اس عہدہ کی ذمہ داری پر مسلسل نئی تنظیم کے اجرا تک بحال رہا - یہ اس محکمہ کے کاموں میں وسیع تجربات کا مالک ہے -

امیر محمد خان ہز ہائینس مرحوم کے عہد میں بازار چترال کا ناظم تھا - بعد ازاں شاہی دربار کی خانگی ضروریات کی خدمات پر مامور رہا ہے

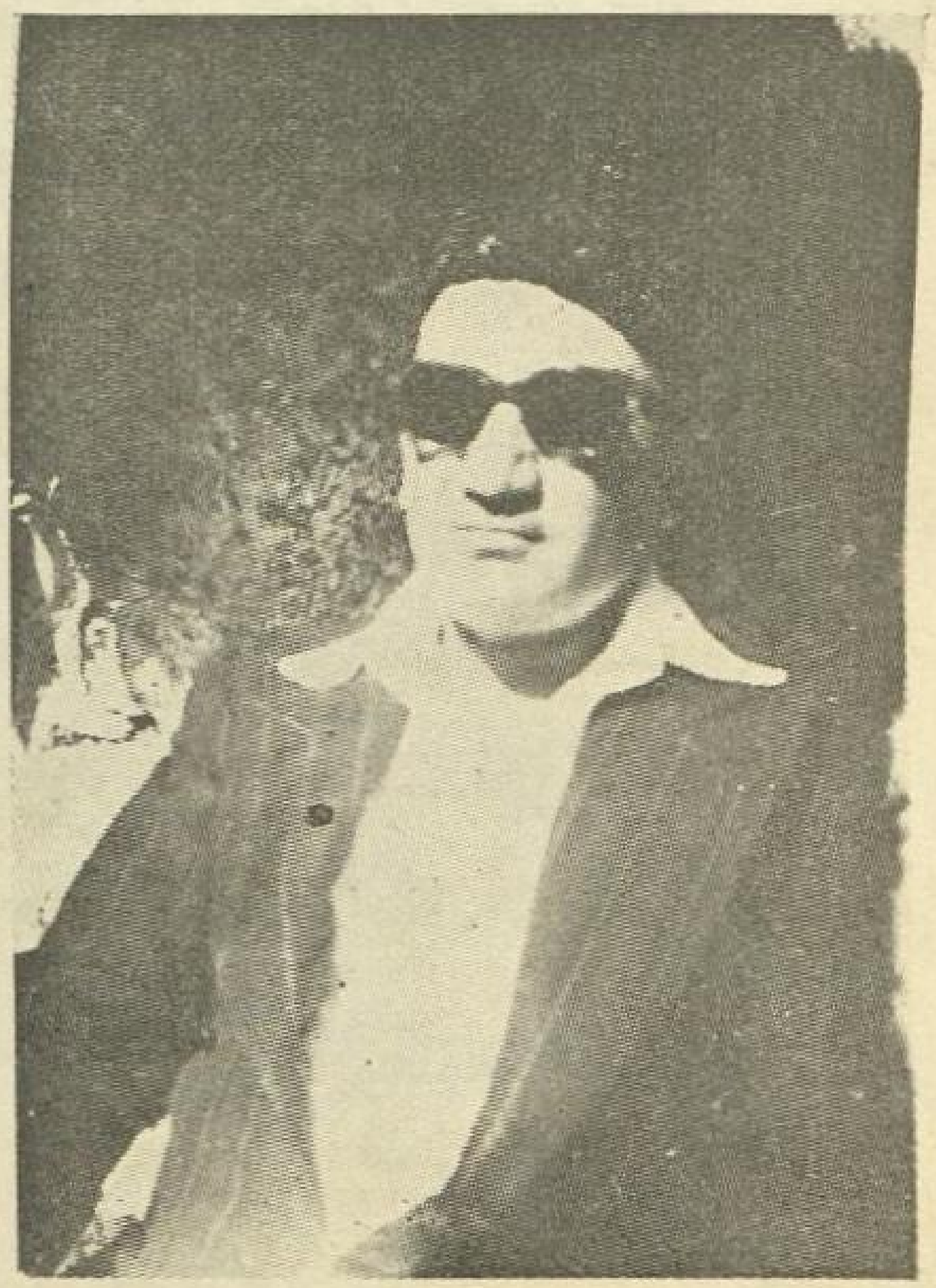
۳ - نثار احمد خان حاجی نیاز محمد کے فرزند ہیں حصول علم کے بعد اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں دفتری ملازمت پر مامور رہا - دفتر مالیہ و دفتر محاسبہ میں متعلقہ خدمات انجام دیتا رہا - ۱۹۵۴ء میں نئی تنظیم کے بعد موجودہ ہز ہائینس کے سیکرٹریٹ میں داخل ہوا - وہاں سے تبدیل ہو کر دفتر خزانہ میں ہیڈ کلرک کی آسامی پائی پھر وہاں سے تبدیل ہوئے اور اب تحصیلدار ہیں - ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد



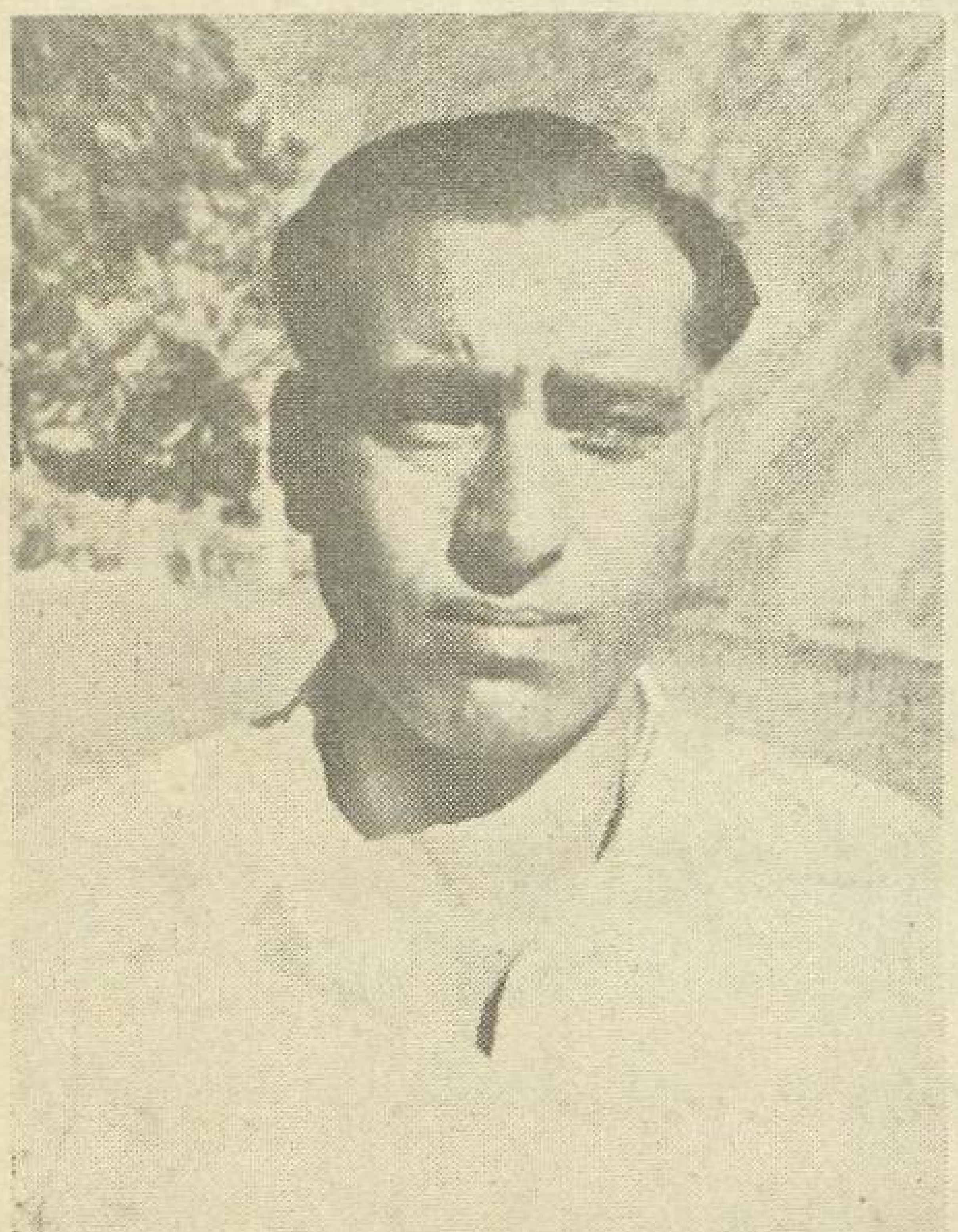
لفٹیننٹ عبدالرحمان سابق تحصیلدار



مولوی نثار احمد خان تحصیلدار چترال



بابو عبدالرشید خان سکرٹری مالیہ



صوبیدار حیدر قل خان
سابق ممبر کونسل مشاورتی چترال

میں سفر حج میں شامل رہا تھا۔ سفر حج کے تمام اخراجات کا منصرم اور بڑا معتمد تھا۔ انکا دوسرا بھائی محمد خان مرحوم تعلیم یافتہ تھا۔ سرکاری اور ریاستی ملازمتوں پر مامور رہ کر اعتبار رکھتا تھا۔

۴۔ بابو عبدالرشید خان اس خاندان کے پوتوں سے ہیں کہ جنکا دادا فراغت شاہ محاصرہ ۱۸۹۵ء میں شیر افضل خان کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ بابو عبدالرشید خان نے آگرہ میں تعلیم پائی وہاں سے ۱۹۳۵ء میں چترال واپس آیا اور دفتری ملازمت میں داخل ہوا ۱۹۳۶ء میں محکمہ تعمیرات کا اہلکار بنا اور سات سال تک خدمات انجام دیکر معتمد ہوا۔ ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے عہد میں جب ریاست میں سیاسی شورش کا انکشاف ہوا۔ تو بابو عبدالرشید بھی گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد جب معلوم ہوا کہ ان پر محض تہمت لگائی گئی تھی ان کو رہا کر دیا گیا۔ اور محکمہ تجارت میں منتظم امور بازار کا عہدہ حاصل کیا۔ ریاست میں اسوقت مشاورتی کونسل کے الیکشن ہو رہے تھے۔ چنانچہ بابو عبدالرشید بھی اپنے فرائض منصبی سے سبکدوش ہو کر الیکشن میں حصہ لینے لگے اور ایک بہت بڑی جماعت کی حمایت حاصل کر لی۔ مگر بعض سیاسی وجوہات سے اسمیں کامیاب نہ ہو سکا لیکن ہز ہائینس سیف الرحمن مرحوم نے ان کو نامزد شدہ ممبروں میں داخل فرمایا اور اڈوائزری کونسل کے ممبر بنے۔ اور چار سال تک اس عہدہ پر دیانتداری سے خدمات انجام دیں اسکے بعد صدر مسلم لیگ چترال کے سیکرٹری مقرر ہوئے۔

۱۹۵۷ء میں دفتر مالیہ کا سابقہ سیکرٹری جب سبکدوش ہوا تو ان کی جگہ دفتر مالیہ میں سیکرٹری کے فرائض تین سال تک انجام دیئے۔ اس کے بعد علاقہ تورکھو کی تحصیلداری پر مامور ہوئے پھر وہاں سے تبدیل ہو کر دوبارہ دفتر مالیہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے ہیں۔ پرجوش اور سیاسی فکر و نظر کے نوجوان ہیں۔

۵۔ عبدالرحمن خان کے لڑکے سرورالدین و ظہورالدین اور حکیم محمد خان کے لڑکے اسرارالدین و معراج الدین اور امیر محمد خان کے لڑکے قطب الدین، و دبیع الدین نئی تعلیم سے آراستہ اور ریاستی و سرکاری ملازمتوں پر مامور اور برسرکار ہیں خصوصاً اسرارالدین خان پشاور یونیورسٹی سے ایم اے تک تعلیم کر کے جب چترال واپس آئے۔ تجربہ حاصل کرنے کے لئے ملازمت میں داخل ہو کر وزیر تجارت کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر تحصیلدار ہوئے مگر چونکہ ان کا تعلیمی معیار بلند تھا اور وہ تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانا چاہتے تھے اس لئے سرکاری خرچ کی منظوری سے اکتوبر ۱۹۶۱ء میں لندن یونیورسٹی چلے گئے جہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۸۰۔ خانصاحب تمین خان

یہ الیون کے باشندے ہیں۔ شاہزادہ امیرالملک کے عہد میں ان کو بڑا تقرب حاصل تھا۔ جب عمرا خان والی جندول کے لشکر کے ساتھ چترال کے لوگوں نے دروش میں جنگ کی تھی تو تمین خان نے بہت بڑی بہادری اور جوانمردی کا مظاہرہ کیا۔ اور تین آدمیوں کو اپنی تلوار کے وار سے خاک و خون میں تڑپا کر ڈھیر کر دیا۔ اور خود بھی شدید زخم کھائے۔

جب شہزادہ امیرالملک ہندوستان میں لیجا کر نظربند کر دیئے گئے تو اعلیٰ حضرت شاہ شجاع الملک

کیخدمتمیں حاضر ہوا۔ اور ملازمت میں رفتہ رفتہ مقرب ہو کر اہلکار بن گئے۔ بازار چترال کا منتظم تجارت بنا اور خزانہ میں دیوان بیگی کا عہدہ پایا۔ پھر ریاست کے باڈی گارڈ میں صوبیداری پائی اور جنگ برکوٹ میں شامل ہو کر بڑھاپے کے باوجود جوانمردی کا ثبوت دیا۔ افغانوں پر بھرپور حملہ کر کے مجروح ہوئے مگر اپنے ملک کی آن قائم کر دی۔ سرکار انگریزی نے ان شائستہ خدمات کے صلہ میں ان کو خانصاحب کا خطاب دیا۔ اور اعلیحضرت مرحوم نے اس خدمت کے صلہ میں ان کو ایون کا حاکم بنا دیا۔ ایون کی چارہ دہلی اور صوبیداری اسکے لڑکے خوش نظر بیگ کو تفویض کی۔ اور شاہزادہ محمد شہاب الدین خان کو ان کے گھر بھیجکر تمین خان کو شہزادے کا شیرمدیر بنایا۔ تاکہ اس کا وقار اور عزت قائم رہے۔ مگر جب تمین خان کا انتقال ہوا تو زوال آگیا۔ نہ وہ عروج رہا نہ اس کا بڑا لڑکا اپنے عہدے پر قائم رہا۔ انکا دوسرا لڑکا جمعدار تھا وہ اعلیحضرت کی نوازش سے معتبر ہوا۔

۱۸۔ قاضی محمد جہان خان

قاضی صاحب نوز یکھو کے قاضی زادوں سے ہیں جب پشاور سے تحصیل علوم متداولہ کے بعد چترال واپس آئے تو اعلیحضرت مرحوم کی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ چنانچہ علم دوست اور سرپرور بادشاہ نے انہیں پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور قرب ملازمت میں داخل فرمایا۔ اور اپنا ایڈیکانگ مقرر فرمایا۔ نیز قیام رہائش کے لئے وطین مقام میں عمدہ زمین عطا کی گئی۔

۱۹۳۴ء میں اعلیحضرت کے حکم سے نیلگری بنگال گئے۔ وہاں سے شاہزادہ امیرالملک شاہزادہ شیر افضل خان کی ہڈیوں کو تابوت میں ڈلوا کر بڑے احترام سے چترال پہنچایا جو بحالت قید وہاں رحلت کر گئے تھے۔ ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک و ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحومین کے عہد میں بدستور اپنے مرتبہ و مقام پر معزز رہے۔

۱۹۴۹ء میں جب ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم تربیت کے لئے پشاور گئے اور ان کی واپسی کا عرصہ طول پکڑ گیا اور ریاست میں اتحادی لیگ کی ضرورت محسوس ہوئی تو قاضی محمد جہان خان نے اس جماعت کے سربراہوں کی حیثیت سے چارہ سازی کی تدابیر پیش کیں اور یک جہتی کی قرارداد اور نصب العین کا اعلان کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انکی سیاسی قابلیت اور ذہنی شعور نے اس جماعت کے نظام کا غلغلہ بلند کیا۔ اور ان کی آواز جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں لوگ ان کی رہنمائی میں جلوس نکال کر شاہراہوں پہ آ گئے۔ اور لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے۔

قاضی صاحب شاہی خاندان کے خیر خواہوں میں ممتاز شخصیت کے مالک ہیں اور بڑھاپے کے باوصف کسی اور سیاسی تحریک کو اٹھانے کے لئے پھر بھی انکی قابلیت جوان نظر آتی تھی مگر افسوس کہ دست اجل نے مہلت نہ دی۔ اور ۱۹ رجولائی ۱۹۶۱ء کو وفات پا گئے۔

۸۲- مرزا اعزاللہ خان

آپ بھی تورکہو کے قدیم زوندرہ خیل سے نسبت رکھتے ہوئے وہاں کے باشندوں سے ہیں اور مہتر امان الملک کے عہد میں بغرض تعلیم پشاور بھیجا گیا۔ اعلیحضرت مرحوم اوائل ایام تخت نشینی میں فارسی وار دو کی تعلیم حاصل کرکے چترال واپس آئے اور اعلیحضرت مرحوم کی استاذی کا شرف بھی حاصل کیا۔ ۱۸۹۷ء میں اعلیحضرت کی حضور نویسی میں وہ بھی شامل رہا۔ پھر دروش چلے گئے جہاں سرکاری کاروبار پر مامور رہا۔ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے شاہزادہ محمد حسام الملک کو اپنی رضاعت میں لیا اور دودھ پلائے رضاعی باپ ہوئے۔ ۱۹۰۵ء میں چترال واپس آئے اور سرکاری کاروبار میں اتالیق منتظم کل ریاست کے مددگار ہوئے۔ اور چترال میں رہائش و گذر اوقات کیلئے زمین بھی حاصل کی۔ اور مستقل رہائش اختیار کی۔ شاہی ضروریات کے لئے پشاور سے سامان خرید کرلاتے تھے۔ اور توشہ خانہ کے مال و اسباب بھی اسکی نگرانی میں رہتے تھے۔ ہندوستان و پشاور کے بڑے بڑے اہل تجار سے انکے مراسم و علایق قائم تھے۔ ۱۹۱۲ء میں اس نے شاہی خزانہ سے رقم لے کر ایک بڑی دکان بھی بازار میں قائم کی۔ جو رفاہ عامہ کے نام سے مشہور تھی۔ مگر ناتجربہ کاری سے بجائے فائدہ کے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ ۷ جنوری ۱۹۱۶ء میں انتقال فرمایا۔ ایک لڑکا عبداللہ خان یادگار رہا۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا۔ اسلامیہ کالج پشاور میں شاہزادوں کے ساتھ تعلیم پاتا رہا۔ تعلیم کے بعد جب واپس آیا۔ خزانہ ریاست میں دفتری امور پر مامور رہا۔ ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں اس نے بڑا اعتبار حاصل کیا تھا۔ جب فوت ہوا تو اس کا لڑکا محی الدین خان اس ملازمت پر قائم رہا۔ مگر مسلم لیگ میں اثر و رسوخ رکھنے کی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں بھی جھیلیں۔ اس کے دوسرے بھائی احمد اللہ جان نے سکول میں تعلیم حاصل کرکے انٹرنس پاس کیا اور ریاستی ملازمت میں مامور رہے۔ عبداللہ خان مرحوم کے ۷ لڑکے ان کے خاندان کو آباد رکھے ہوئے ہیں جن میں تین لڑکے تعلیمیافتہ بھی ہیں۔

۸۳- شیر خان حاکم

شیر خان قبیلۂ زوندرہ کی ایک شاخ سنگھہ سے متعلق ہیں۔ مہتر افضل الملک مرحوم کے عہد میں ان کی ملازمت سے وابستہ تھا۔ صلاحیت کار اور قابلیت ذاتی کا جوہر رکھتا تھا۔ وکلائے چترال کی معیت میں کئی بار دربار کشمیر میں بھیجا گیا۔ مہتر افضل الملک کی وفات کے بعد سردار نظام الملک نے شیر خان کو برٹش افسر کپتان گرڈن متعینہ چترال کے ساتھ مقرر کردیا کہ وہ اردو زبان میں بخوبی بات چیت کرتا تھا۔ محاصرۂ چترال کے بعد کپتان گرڈن نے ایک سو سرکاری سپاہی اس کے ہمراہ کرکے ریشن بھیجدیا۔ اور اسے ہدایت کی کہ ریشن مقام کے لوگوں کو مناسب تنبیہ و تادیب کیجائے۔ کیونکہ انہوں نے محمد عیسیٰ خان کی حمایت کا دم بھرا تھا۔ اور محمد عیسیٰ خان نے سرکاری سپاہیوں کو گھیرے میں لاکر ہلاک کیا تھا۔ شیر خان وہاں گیا اور حسب الحکم تعمیل کی۔ اسکے نتیجہ کے طور پر محاصرہ چترال کے بعد علاقہ ریشن کی چارویلی اسے تفویض کی گئی۔ اور سابقہ چارویلو خوشبوی کو موقوف کیا گیا۔ اور ساتھ ہی اسے ریشن میں زمین بھی دے دی گئی۔

۱۹۱۴ء میں جب علاقہ مستوج اعلیحضرت کی تحویل میں آیا۔ تو شیر خان کی قسمت جاگی ملک کے معتبروں میں شامل ہوا۔ اور صوبیداری کا عہدہ پایا۔ پھر علاقہ کوہ مستوج کا حاکم بنایا گیا۔ اور اسکالڑ کا امیر خان باپ کی صوبیداری پر مامور کیا گیا۔ پھر شیرمان کو صوبیدار میجر کا خطاب ملا۔

اعلیحضرت مرحوم نے اسکی مزید عزت افزائی اس طرح کی کہ اپنی شہزادی کو اس کی تربیت میں دیدیا جب وہ فوت ہوگئیں تو اپنے شاہزادہ خلیل الملک کو رضاعت و تربیت کے لئے اس کے حوالہ کیا۔ مگر تقدیر اس طرح واقع ہوئی کہ شاہزادہ خلیل الملک بھی انتقال کر گئے۔

شیر خان کونسل عدلیہ کا ممبر ہوا اور جب تک زندہ رہا اس ممبری پر مامور رہا۔ کونسل کے ممبر وں میں اپنے تجربات اور معلومات کی بنا پر لوگوں کی عرضیاں خوب سنتا تھا اور انصاف سے کام لیتا تھا۔

اسکالڑ کا امیر خان اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ایڈی کانگ میں بھی شامل تھا۔ اور والد کے انتقال کے بعد حاکمی کا منصب حاصل کیا۔ اور فوجی ملازمت میں لفٹنٹ کے عہدہ پر ترقی پائی۔ جو شیلا چوگان باز تھا مقابلہ کی ٹیموں میں اکثر غالب رہتا تھا۔ ۱۹۵۵ء میں انتقال کیا۔ اسکا بھائی محمد راضی خان موجودہ ہز ہائی نس کی ملازمت پر بدا ومت سے مشغول رہا ہے اور وہ باڈی گارڈ میں جمعدار رہا تھا۔

عہد اعلیحضرت کے بعض اہلکاروں کا بیان

۸۴۔ اقسقال مرزا خان

مرزا خان خاص چترال کے باشندوں سے تھا۔ مہتر افضل الملک اور سردار نظام الملک کے عہدوں میں اپنی مفوضہ خدمات سے امتیاز پایا۔ مہتر افضل الملک مرحوم کے عہد میں مقرب خواص سے تھا۔ دراسن اور مستوج میں اقسقالی کا منصب رکھتا تھا۔ اور اپنی ملازمت کے دوران میں اس نے دراسن کے بیشر مقام میں ایک زمین بھی پائی تھی۔ جس کی قیمت بھی ادا کی تھی۔ اور مہتر افضل الملک سے سند بھی حاصل کی تھی۔ شیر افضل خان کی یورش میں جب مہتر افضل الملک قتل ہوئے تو مرزا خان اور حاکم عبداللہ خان رضا خیل یارخون دونوں مستوج سے گلگت پہنچے۔ جہاں سردار نظام الملک رہتے تھے۔ اور ان کو چترال کی صورت حالات سے آگاہ کیا۔ چنانچہ سردار نظام الملک گلگت سے چترال کی طرف روانہ ہوئے۔ اور غذر پہنچے۔ یہاں محمد عیسیٰ خان کی معیت میں شیر افضل خان کے لشکر نے مزاحمت کی اور جنگ کی۔ سردار صاحب کی معیت میں اہل کنجوت کے سرکاری دستے بھی تھے۔ اس جنگ میں مرزا خان نے بڑی بہادری کا یہ ثبوت دیا کہ محمد عیسیٰ جیسے بہادر سردار کا مقابلہ کیا اور اس سے بندوق تک چھین لی۔ اور مہتر نظام الملک کی خدمت میں پیش کی۔ جب سردار نظام الملک تخت نشین ہوئے تو اس خدمت کے صلہ میں خاص چترال میں ایک بڑی زمین اسکو عطا کی۔

اور ریاست کے معتبر لوگوں میں شمار ہوا۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب جنگلات کا نیا انتظام شروع ہوا تو مرزا خان پہلا شخص تھا جو دروش میں جنگلات کا افسر مقرر ہوا۔ تریچ جہاں ہرتال کی برآمد سے ریاست کو بڑی آمدنی ہوتی تھی۔ وہاں کے انتظام کان کنی میں مرزا خان کی خدمات سب سے پہلے حاصل کی گئیں۔ اسی طرح انہوں نے متعدد اقرباء شاہی مثلاً شغور اور گبس میں استقبالی کے فرائض انجام دیئے۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم سے رضاعت کا تعلق بھی رکھتے تھے۔ مہتر افضل الملک اور سردار نظام الملک نے اپنے دوران حکومت میں جس کشادہ دلی سے مرزا خان کی پرورش کی۔ اور مہربانیاں روا رکھیں۔ خاص چترال میں صرف یہ ایک شخص تھا جو بیان ہوا۔ لیکن جب اس کے ایک لڑکے وزیر خان نے پشاور میں انٹرنس تک تعلیم حاصل کی تو اعلیحضرت نے اس کو چترال میں بلایا۔ تاکہ اسکی خدمات حاصل کرے۔ مگر وہ نہ مانا اور چترال نہ آیا۔ جس پر مرزا خان مورد عتاب شاہی ہوا۔ اور اسکی تمام عطیہ زمینیں ضبط ہوئیں۔ مرزا خان کا انتقال ہوا اور اس کے لڑکے گھاٹے میں رہے محمد وزیر اتالیق پشاور میں مقیم ہے اور ملازمت کر کے گذراوقات کرتا ہے اور تارک وطن ہے۔

مرزا خان مرحوم کے نبیرہ فضل اکبر نے چترال میں ہی انٹرنس پاس کیا۔ اور اب ان سنٹر میں ملازمت کرتا ہے۔ بیشتر مقام کی زمین کے بدلہ میں جو زمین اس نے چترال میں پائی تھی اس کا آدھا حصہ اس کے پاس موجود ہے اور اسی پر شاکر ہے۔

۸۵۔ صوبیدار مرجان خان یہ خاص چترال کا باشندہ اعلیحضرت مرحوم کے ابتدائی ایام جلوس کے بعد ملازمت میں داخل ہوا اور پانی پلانے کی مخصوص خدمت حاصل کی۔ جو اعتقاد پر منحصر ہے۔ رفتہ رفتہ معتمد ہوا۔ اور ریاستی باڈی گارڈ میں جمعداری پائی۔ پھر ترقی کر کے صوبیداری کا منصب حاصل کیا۔ اور ساتھ ہی شاہی خزانہ میں تحویلدار ہوا۔ اور شاہی توشہ خانہ بھی اس کی تحویل میں دیا گیا اور طویل ملازمت سے اعتبار حاصل کیا۔

اسکے انتقال کے بعد اسکی مفروضہ ملازمت بدستور اس کے لڑکے دورانی خان کو تفویض ہوکر ریاستی باڈی گارڈ میں عہدہ جمعداری سے نوازا گیا۔ لشکر مجاہدین کشمیر کے ساتھ لداخ بھی گیا۔ بدستور توشہ خانہ کا محافظ ہے اور تعلیم سے بھی بہرہ مند ہے۔

۸۶۔ عبدالحمید خان حاکم خاص چترال کا باشندہ ملا زین شاہ مشہور عالم و فقیہہ کے فرزند ہیں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس نے یہ خدمت حاصل کی کہ نواب دیر و خوانین جندول وغیرہ کے پاس نامہ و پیغام کا قاصد رہا۔ طالب علمی کے ایام میں زبان سیکھی تھی۔ اسکی یہ خدمات منظور ہوئیں اور چترال میں افسر جنگلات کا عہدہ حاصل کیا۔ ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں ریاستی پولیس میں سپرنٹنڈنٹ

کا مرتبہ حاصل کر کے مزید اعتبار پایا۔ رفتہ رفتہ علاقہ ارندو کا حاکم ہوا۔ لائق شخص تھا۔

۸۷۔ لفٹننٹ مفتاح الدین

یہ بھی ملائے موصوف کے فرزند ہیں۔ پشاور میں مروجہ تعلیم حاصل کر کے جب چترال واپس آیا شاہی خزانہ میں کاتب رہا۔ اور بتدریج اعلیحضرت کے نکتہ نگاہ میں خزانہ کے کاروبار میں مستقل معتمد ہوا۔ اور ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں صوبیدار خزانہ کا عہدہ پایا۔ پھر رفتہ رفتہ اپنی ملازمت میں ترقی کر کے لفٹننٹ کا درجہ حاصل کیا۔ اور علاقہ ارندو کا حاکم ہوا اور شاہی مراعات سے زمین بھی پائی۔ مشیر امور بھی رہا۔ ہز ہائی نس کی تخت نشینی کے تین سال بعد علالت کی وجہ سے کاروبار ریاست میں براہِ راست نگرانی سے معذور رہے۔ اندرونی امور کے ذمہ دار چند مخصوص مقربین تھے۔ جنمیں مفتاح الدین بھی شامل تھا۔ سیاسی شورش کے دوران عوام نے ان کے خلاف جذبات و شکایات کا اظہار بھی کیا۔ اور سرکاری حکم سے کچھ عرصہ کے لئے ملازمتوں سے بھی علیحدہ رہے۔ مگر ہز ہائینس مرحوم کی وفات تک مقربین اپنی ملازمتوں پر بدستور بحال رہے۔

مفتاح الدین بحیثیت حاکم ارندو لاوری سڑک کی نئی تعمیر میں منتظم رہا۔ اور اسکی نگرانی میں یہ کام انجام کو پہنچا۔ ۱۹۵۴ء کی نئی تنظیم کے بعد مفتاح الدین تحصیلدار منتخب ہوا۔ بحوا آجتک اپنی ملازمت پر مامور ہے۔ لائق شخص ہیں۔ سیاسی خیالات کے مالک ہیں۔ چنانچہ ایڈیٹر ترجمان سرحد ملک امیر عالم خان اپنے دورۂ چترال کے تاثرات میں وثوق سے لکھتے ہیں کہ لفٹننٹ مفتاح الدین چترال میں بڑے سرمایہ دار اور قومی تحریک میں حصہ لینے والے شخص ہیں۔ انھوں نے اپنی معلومات کے طفیل عوام کی خدمت بھی کی اور فیاضی سے بھی کام لیا۔ لہٰذا وہ عوام میں بھی مقبول ہیں۔ انکے دو لڑکے تعلیمیافتہ ہیں بڑا لڑکا سراج الدین تھانیدار ہے اور دوسرا شہاب الدین سپر ایگریکلچر انسپکٹر ہے۔

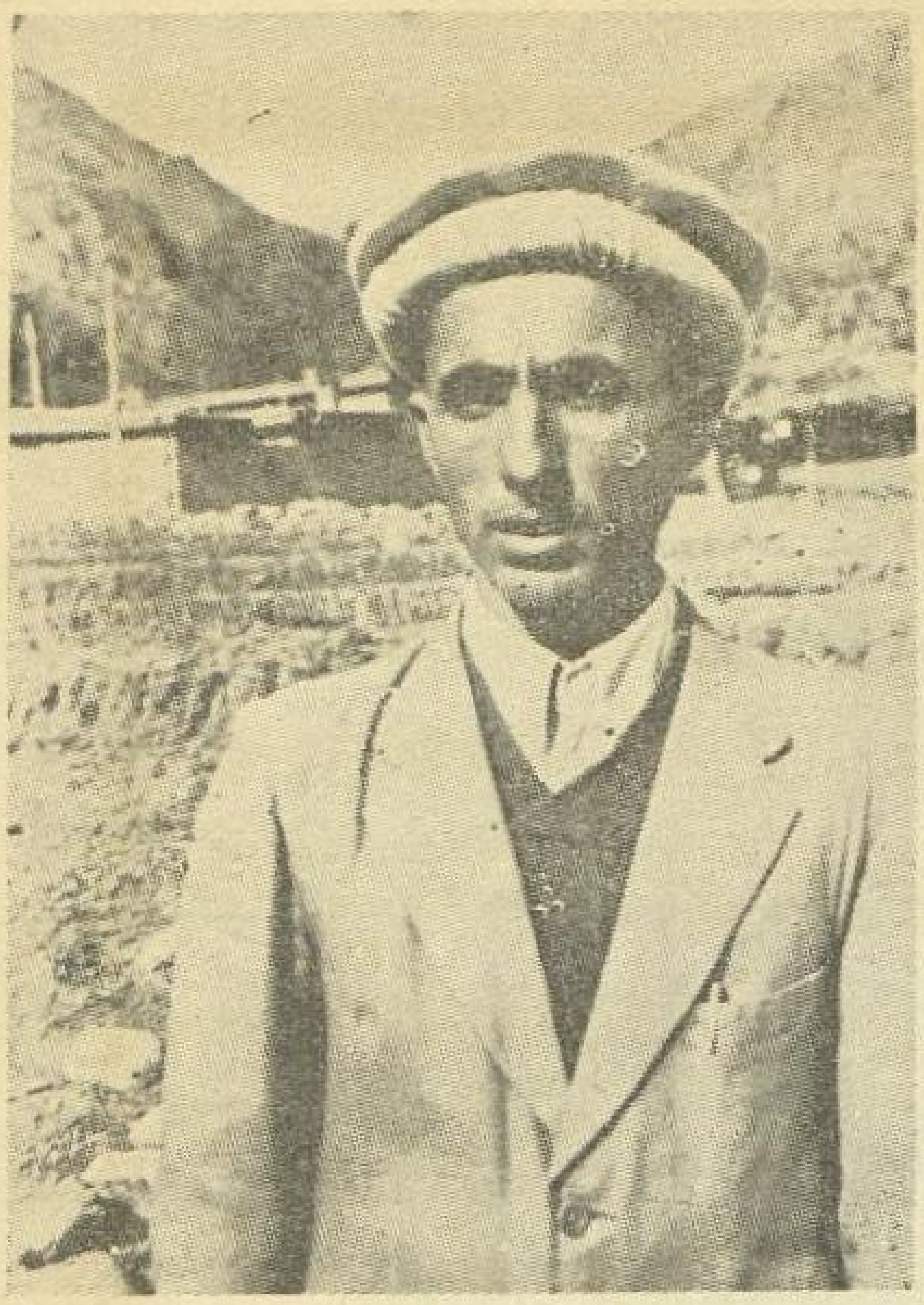
۸۸۔ صوبیدار افضل اعظم ایون

حال باشندۂ ایون سمرقندی قوم سے نسبت رکھتے ہیں۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اپنی ملازمت میں برزی پائی اور علاقہ دروش کا جنگل افسر ہوا۔ پھر ریاستی گودام بھی اسکی تحویل میں آئی اور سرکاری فوج کی سپلائی کا کام بھی اسکو تفویض ہوا اور اعتبار پایا۔ وہاں سے جب ایون واپس آیا۔ چارہ ویلی اور صوبیداری کے مشترکہ عہدوں کے ساتھ ریاستی گودام اور شاہی زمینوں کی انتظامی بھی اسکی تحویل میں دی گئی۔ لائق شخص تھا۔

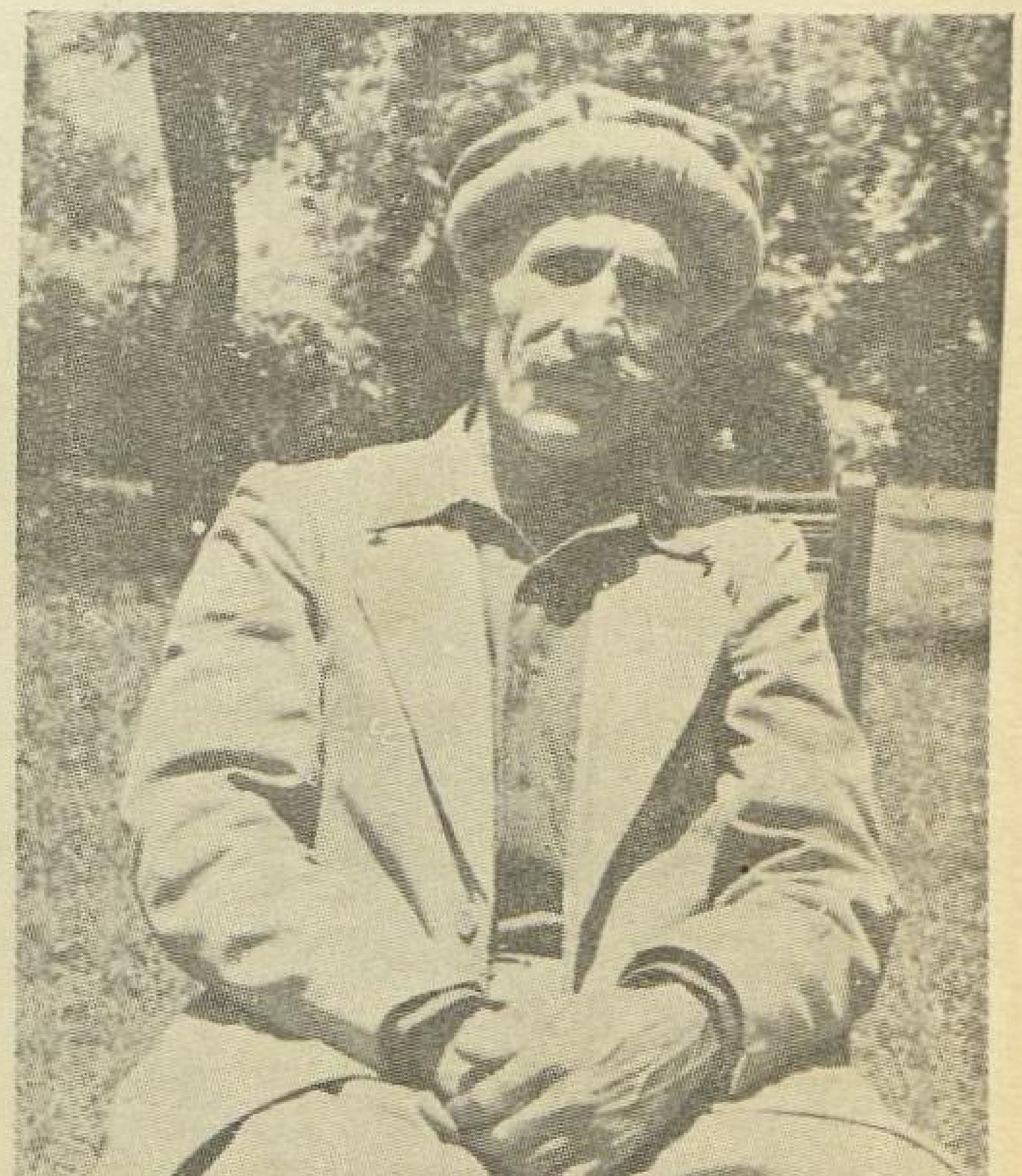
انکے انتقال کے بعد اسکا لڑکا عبید الاعظم باپ کے عہدوں کا مالک ہوا۔ اس سے قبل وہ ریاستی دفتروں میں بھی کاتب رہا تھا۔ اور محکمہ پولیس کا انچارج بھی تھا۔ اسکے انتقال کے بعد اس کا بھائی عبد الاعظم ایون میں صوبیداری اور چارہ ویلی کے عہدوں سے کامیاب رہا۔ نئی تنظیم کے بعد کلکٹر ہوا۔ اب دروش میں جنگل افسر ہے۔ انکا بڑا لڑکا سیف الاعظم تھانہ پولیس فورس میں کوارٹر ماسٹر ہے اور تھانیداری کا امیدوار ہے۔



لفٹننٹ مفتاح الدین تحصیلدار لٹکوہ



مسٹر حاصل پناہ ہیڈ کلرک
دفتر ریڈر وزیر اعظم چترال



مسٹر سفید خان وزیر تجارت ریاست چترال



دیوان بیگی زرمست خان چترال

اِس قوم سمرقندیہ کے اور افراد بھی علاقہ دروش میں معتبر لوگ مانے جاتے ہیں۔ لادی مقام میں مقصود اور اس کا لڑکا جہاندار شاہ امان الملک کے عہد میں شیر موژی کے واسطہ سے معتبر تھے۔ جہاندار کا لڑکا ملک اعظم ریاستی باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔ اور احمد شاہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں شہزادہ امیرالدین خان کا نسبتی باپ قرار پایا۔ اور شاہزادہ کو اپنے گھر لے گیا۔ تاکہ اسکی تربیت کرے احمد شاہ بڑا قادرالکلام اور بیباک شخص تھا اور اس کا نواسہ الغانی جمعدار اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں باڈی گارڈ میں جمعدار تھا۔ اور کمیٹی کا ممبر رہا۔ معتبر شخص تھا۔

غلام رسول چارویلی ارغونچ بھی اس قوم سے تھا۔ جس کے لڑکے عظمت شاہ نے جنگ بریکوٹ میں اپنی بہادری سے پل لشٹگولوغ پر دشمنوں کے ساتھ لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

۸۹۔ دیوان بیگی زبردست خان

یہ خاص بھلپ علاقہ تورکہو کے باشندے اور شادیہ قوم سے نسبت رکھتے ہیں اس کے آباؤ اجداد میں اور لوگ بھی معتبر تھے۔ چنانچہ دستور خان شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں معتبر شخص تھا۔ اور شیر موژی کے واسطہ سے زمین بھی پائی۔ اور لبادل کا عہدہ بھی حاصل کیا۔ اور اسکے لڑکے شاہ پتولی۔ د فہال اور غلام بھی شاہی ملازمتوں سے معتبر تھے۔ زبردست خان بھی اس قوم کا فرد ہے۔ جب اعلیحضرت مرحوم کی ملازمت میں داخل ہوا تو باڈی گارڈ میں جمعداری پائی اور خصوصی توشہ خانہ کی تحویلداری اس کے سپرد ہوئی۔ اعلیحضرت مرحوم نے اسکو اپنے نواسہ پیرزادہ بغداد شریف کا فرزند بھی بغرض تربیت حوالہ فرمایا۔ تاکہ اس کا اعتبار بڑھ جائے۔ بتدریج ہزہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں زبردست خان کا بڑا رسوخ ہوا۔ خزانہ اسکی تحویل میں دیا گیا۔ دیوان بیگی کا خطاب حاصل کیا اور پائی باڈی گارڈ میں لفٹنٹ ہوا۔ ساتھ ہی ذریعہ زندگی کے لیے خاص شاہی زمین کا ایک بڑا حصہ مع مکانات و فروش و ظروف بھی اسے عطا ہوئے۔ زبردست خان ہزہائی نس مرحوم کے خاص مقربین میں محبوب تھا۔ ناخواندہ ہیں مگر لڑکوں کو تعلیم دلوائی اور وہ تعلیم سے بہرہ یاب ہو کر ہائی سکول چترال میں ماسٹر ہیں۔ میر فیاض خان و محمد دولہ خان دونوں لائق ہیں۔

۹۰۔ صوبیدار سفید خان

یہ خاص اتہ در علاقہ خزدہ کے باشندے اور شیرہ قوم سے نسبت رکھتے ہیں انکا باپ بور شیرنت سے مشہور ہے اعلیحضرت مرحوم کو دودھ پلایا تھا۔ اور ان کی تخت نشینی کے بعد حرمسرائے شاہی میں خدمات پر مصروف رہا۔ اور ادھر ہی مع عیال کے مستقل رہائش رکھی سفید خان کی پیدائش شاہی دربار میں ہوئی سن تمیز حاصل کرنے کے بعد شاہزادوں کے ساتھ لشپا دار اور ڈبہ دون ہیرا بغرض تعلیم بھیجا گیا۔ کچھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب واپس آیا تو ڈرائیوری کی تعلیم کے لیے لاہور بھیجا گیا وہاں سے ڈرائیوری پاس کر کے اعلیحضرت مرحوم کا ڈرائیور مقرر ہوا اور آنریری صوبیداری کا خطاب حاصل کیا۔ ہزہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کے عہد میں کچھ مزید اعتبار حاصل کیا۔ اور اسکی صوبیداری کمپنی کے ساتھ منتقل ہوئی۔ اور موٹر سروس کا انچارج بھی ہوا۔ نئی تنظیم کے بعد سفید خان کا تحصیلداری کے لیے انتخاب ہوا۔ اور تحصیلدار بنا

تحصیلداری سے بتدریج ترقی کر کے ۱۹۶۱ء سے ریاست چترال کے وزیر تجارت ہیں۔ سیاسی سوجھ بوجھ کے شخص ہیں۔ اور عوام سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انکی تصویر شامل ہے۔

۹۱۔ حاجی شمس پناہ ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں اس نے اپنی دیرینہ خدمات کی وجہ سے اعتبار پایا۔ اور ہز ہائی نس نے اس کو توشہ خانہ کی تحویلداری تفویض فرمائی اور ساتھ ہی اسکو اپنے خواص میں سفر حج کے ہمراہیوں میں شامل فرمایا۔ ہز ہائینس اسکی خدمات سے خوش تھے۔ لہذا اُسکی گذر اوقات کے لئے نوآباد زمین چرن میں عطا کر کے اپنے ذاتی مصارف کی رقم سے اور زمین خرید کی اور بخش دی۔ سکاؤٹس میں شمس پناہ حوالدار میجر تھا۔ جنگ برکوٹ میں اپنی کچھ خدمات سے برطانوی افسروں سے سند خوشنودی بھی حاصل کی۔ جب ادھر سے ملازمت ختم کی اعلیحضرت مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اعلیحضرت نے جوہر لیاقت کے طلبگار تھے اسکو اپنے شہزادہ کے پاس پشاور بھیجا۔ اور شاہزادوں کی خدمات میں شمس پناہ فائز رہا۔

شمس پناہ مغلکہ قوم سے منسوب تھا۔ اور اسکے اجداد ستران خوشوقتیہ خصوصاً گوہرامان کے عہد میں ان کی فتوحات میں خدمات انجام دیں اور معتبر ہوئے۔ یہ لوگ مغل قوم سے اپنا تسمیہ بتاتے ہیں۔ چونکہ عہد مرتیہ میں مغل قوم کی یلغار چغانسرائے تک پہنچی تھی اسلئے ممکن ہے کہ ان کے افراد یہاں بس گئے ہوں اور سکونت اختیار کی ہو۔

عہد موجودہ میں شمس پناہ کا بھتیجا حاصل پناہ نئی تعلیم سے بہرہ یاب ہو کر ریاستی ملازمت میں داخل ہے۔ اور ہاہیڈ کلرک ہے۔ اسکی ملازمت اتالیق تسلی بخش ہے۔ اسکی تصویر شامل ہے۔

۹۲۔ میر ولیخان باشندہ دروش ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم کے پرورش یافتہ اور انکے ایام تعلیمی کے دیرینہ خادموں سے تھا۔ انکی تخت نشینی کے بعد تجارت بازار دروش میں اہلکار ہوا۔ اور محصولات کا منتظم رہا۔ مابعد کچھ عرصہ شیشی کوہ میں محاصل مالیہ ہوا۔ ہز ہائینس کا معتمد تھا۔

اسکا باپ حاکم دروش کی نیابت میں اقسقال کا عہدہ رکھتا تھا اس کا بڑا بھائی پردم خان نواب دیر کے پاس اپنی شجاعت کی وجہ سے بڑا نامور تھا۔ اور صوبیدار پرادل کا خطاب پایا تھا۔ جب چترال میں واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں بھی معتبر ہوا۔ اور اقسقال کے کاموں سے تعلق رکھتا تھا۔ میر ولی خان کا لڑکا ولی احمد خان ہائی سکول دروش میں ماسٹر ہے۔

ہمسایہ ممالک کے معزز و مہاجر حضرات جو چترال میں متوطن ہوئے

اور بعض وہ حضرات جنہوں نے چترال سے باہر ریاست کی خدمات انجام دیں،

۹۳- اعظم خواجہ قوقندی خواجہ اعظم قوقندی معروف بہ اودیا خان خواجگان قوقند سے تھے۔ مہتر امان الملک مرحوم کے ایام حکومت میں چترال میں وارد ہوئے۔ خدایار خان بادشاہ قوقند کی اولاد کے ساتھ ایک مدت تک رہا تھا۔ شہزادہ عبدالکریم خان قوقندی کی رفاقت میں پشاور آیا اور پھر وہاں سے چترال آگیا۔ اور یہیں رہ پڑا۔ سات برس کا عرصہ مہتر امان الملک مرحوم کی خدمت میں بسر کیا۔ اور اسکے بعد تئیس سال تک اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے اوائل جلوس سے ۱۹۱۷ء تک انکی خدمت میں تادم مرگ ملازمت میں رہے۔ سفر و حضر اور شکار میں ساتھ رہتے۔ اعلیحضرت کی حضوری سے دور نہ تھے۔ چونکہ وہ جدید تہذیب و تمدن سے واقف، ادب شناس اور سفر گشتہ شخص تھا۔ اعلیحضرت کے حضور میں احترام رکھتا تھا۔ وہ خیاط بھی تھا۔ اور منتظم اسباب بھی۔ اعلیحضرت مرحوم کے اولین سفر ہندوستان میں ۱۸۹۹ء کی سیاحت میں خواجہ اعظم معیت میں تھے۔ اس کے بعد تمام سفروں میں ہندوستان اور پشاور کی سیاحت میں وہ اعلیحضرت کی ہمراہی میں رہا۔ وہ اعلیحضرت کے دیرینہ ملازموں میں سے ایک نہایت معتمد و مخلص تھے۔ کبھی کسی کے خلاف بدخواہی نہ کی۔ اور نہ کسی سے پرخاش رکھی۔ اعلیحضرت مرحوم نے آغوتی لشٹ واقع تنگوہ میں اسے رہائش و وجہ معاش کے لئے زمین دی تھی۔ اور وہیں گھر بنایا تھا۔ مگر مجرد سا آدمی تھا۔ اگرچہ اہلیہ بھی تھی مگر اولاد نہ ہوئی۔ ۱۹۱۷ء میں دنیا سے رحلت کی اور پل چیو کے قریب سڑک کے کنارے مدفون ہوئے مگر جب وہاں سے دریا کا خطرہ ہوا۔ شاہ بوریائے ولی رحمۃ اللہ کے جوار مرقد میں دفنایا گیا۔ اس نے اپنی زندگی کے تمام اوقات کو اپنے بادشاہ اور انکے خاندان سے وابستہ رکھا۔ اور خدمتگزاری میں صرف و وقف کیا۔

۹۴- محمد لطیف اقسقال بدخشی یہ اقسقال بدخشاں کے میرزادوں سے تھا۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں چترال میں آیا۔ اور شاہی خاندان کے زیر سایہ اوقات گذار دیئے۔ اعلیحضرت مرحوم نے باغ زرگان میں رہائش کے لئے مکان دیئے اور معاش کے لئے زمین اور وظیفہ مقرر کیا۔ سفر و حضر میں وہ ہمیشہ حاضر رہتے۔ مجلس آرا اور خوش طبع تھا شطرنج میں بڑا ماہر تھا خوش پوشش و چابک سوار تھا۔ ریشمین قبا اور عمدہ عمامہ پہنتا تھا۔ اچھے گھوڑوں کا طویلہ رکھتا تھا۔ فارسی زبان میں تکلم کرتا تھا۔ چترال میں عیالداری کی۔ تیس برس سے یہاں متوطن تھا۔ ۱۹۱۷ء میں وفات پائی اور شاہ بوریا ولی رحمۃ اللہ کے جوار میں دفن کیا گیا۔

۹۵۔ سید عبدالرزاق پاشا

مترجم نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک لفظ پاشا کا مبدل "باچا" پشتو تلفظ ہے اور پشتون علاقوں میں یہی لفظ مروج ہے۔ الحاصل سید عبدالرزاق باچا۔ غلام حیدر باچا ساکن کمبڑ علاقہ دیر کے فرزند اور حضرت سید علی ترمذی قندوزی عرف پیر بابا علیہ الرحمتہ وفات سنہ ۹۹۱ھ مدفون باچا کلی بنیر کی نسل سے ہیں۔

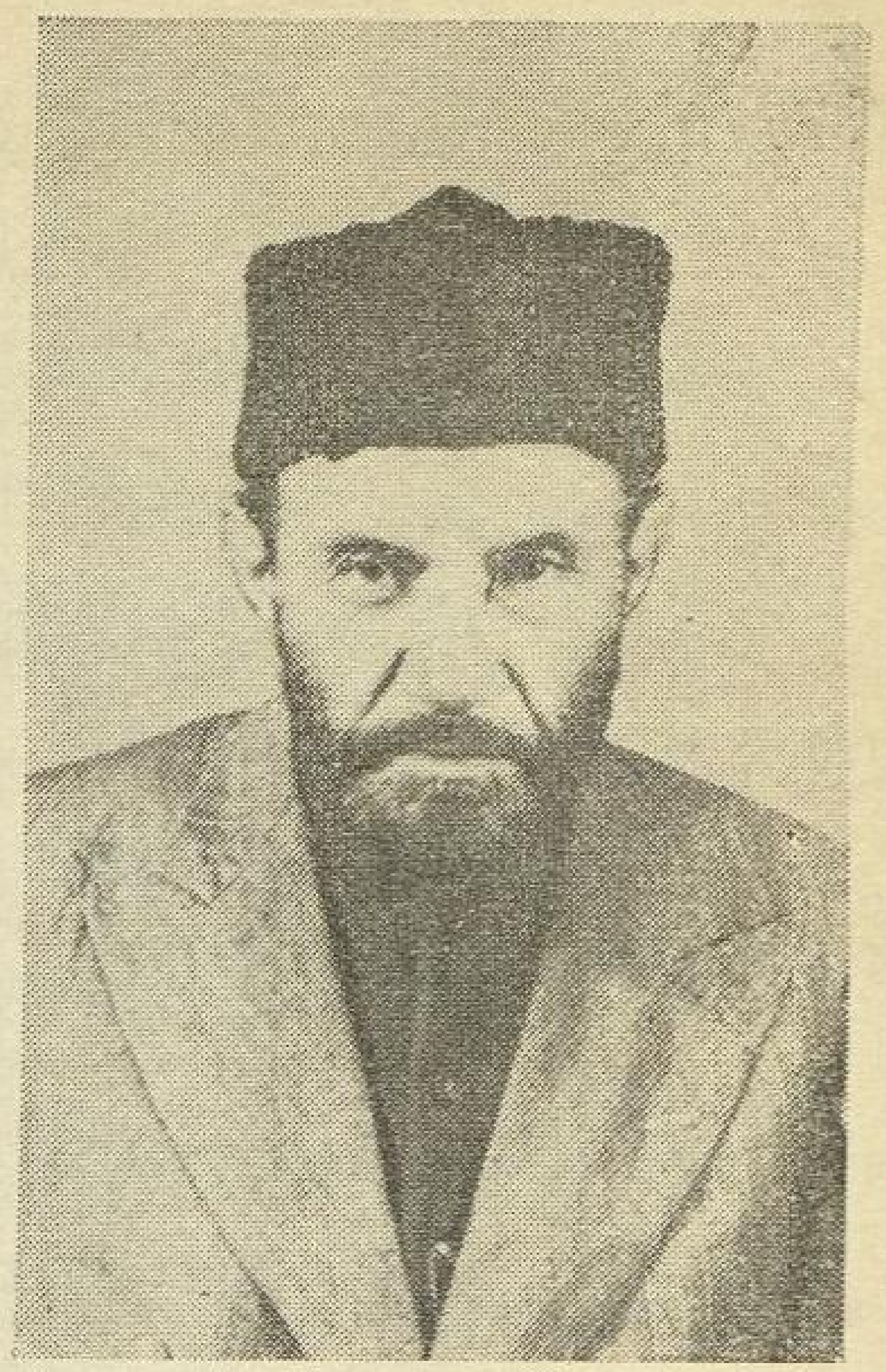
شاہ امان الملک مرحوم کے عہد سے غلام حیدر باچا کے شاہی خاندان چترال سے مراسم و علائق رکھتے تھے چنانچہ شاہ امان الملک کی صاحبزادی جو شہزادہ دلارام خان کی سگی بہن تھیں سید عبدالرزاق باچا کے عقد تزویج میں آئیں۔ سید عبدالرزاق باچا بہت عرصہ تک نواب پاشا خان والئی دیر کے پاس اپنے پسندیدہ صفات کی بنا پہ بڑے اعزاز و احترام سے رہے پھر حج بیت اللہ شریف پر چلے گئے۔ اور شرفیاب ہو کر واپس آئے۔ تو مع اہل و عیال چترال چلے آئے اور اعلیحضرت مرحوم کے پاس ہی چترال میں سکونت پذیر ہو گئے۔

اعزاز سیادت تو سید صاحب کو حاصل تھا ہی۔ وہ امور سیاست میں بھی مقام احترام کے مستحق تھے اعلیحضرت مرحوم کی مردم شناسی نے انہیں ارکین حکومت میں شامل کر دیا۔ اور پھر کئی عہدوں پر سرفراز ہوتے رہے اعلیحضرت مرحوم نے سید صاحب کے فرزند سید چراغ حسین کو اپنی دامادی کا اعزاز بخشا۔ اور پھر سید موصوف کی صاحبزادی کو اپنے فرزند شاہزادہ محمد حسام الملک کے عقد ازدواج میں منسلک فرمایا۔ اور باہمی مراسم رشتہ داری کی تجدید میں اور اضافہ ہوا۔

باچا صاحب سب سے پہلے دفتر مال میں مشیر مالیہ ہوئے پھر کونسل عدلیہ کے ارکان میں شامل ہوئے۔ ریاستی باڈی گارڈ میں آنریری میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر دروش گئے اور گورنری پر فائز ہوئے۔ گورنری کے فرائض کے علاوہ سرکاری افواج کی سپلائی اور ریاستی گوداموں کا انتظام ہی کی تحویل و تفویض میں رہا۔

جب وہ دروش میں گورنری کے فرائض بجا لا رہے تھے تو دروش کے تعمیراتی امور میں بڑے کام سر انجام دیئے۔ موجودہ قلعہ شاہی دروش اور قلعہ نغر اور ریاستی اہلکاروں کے دفاتر اور گودام خانے یہ سب ان کے اہتمام و انتظام سے انجام کو پہنچے۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں پہلی موٹر کار اعلیحضرت مرحوم کی سواری کے لئے وہی چترال میں لائے۔ پھر اسلحہ سازی کا خراد راولپنڈی سے خرید کر چترال میں لائے اور مستری بھی ساتھ لائے۔ خراد سے کچھ کام بھی لیا گیا۔ موٹر کے ساتھ ڈرائیور بھی ہندوستان سے لائے۔ جسکی تعلیم سے یہاں کے لوگوں نے موٹر چلانے کا کام سیکھا۔ مستری ڈرائیور سپیر الدین کی خدمات کی یاد اب تک چترال میں باقی ہے۔

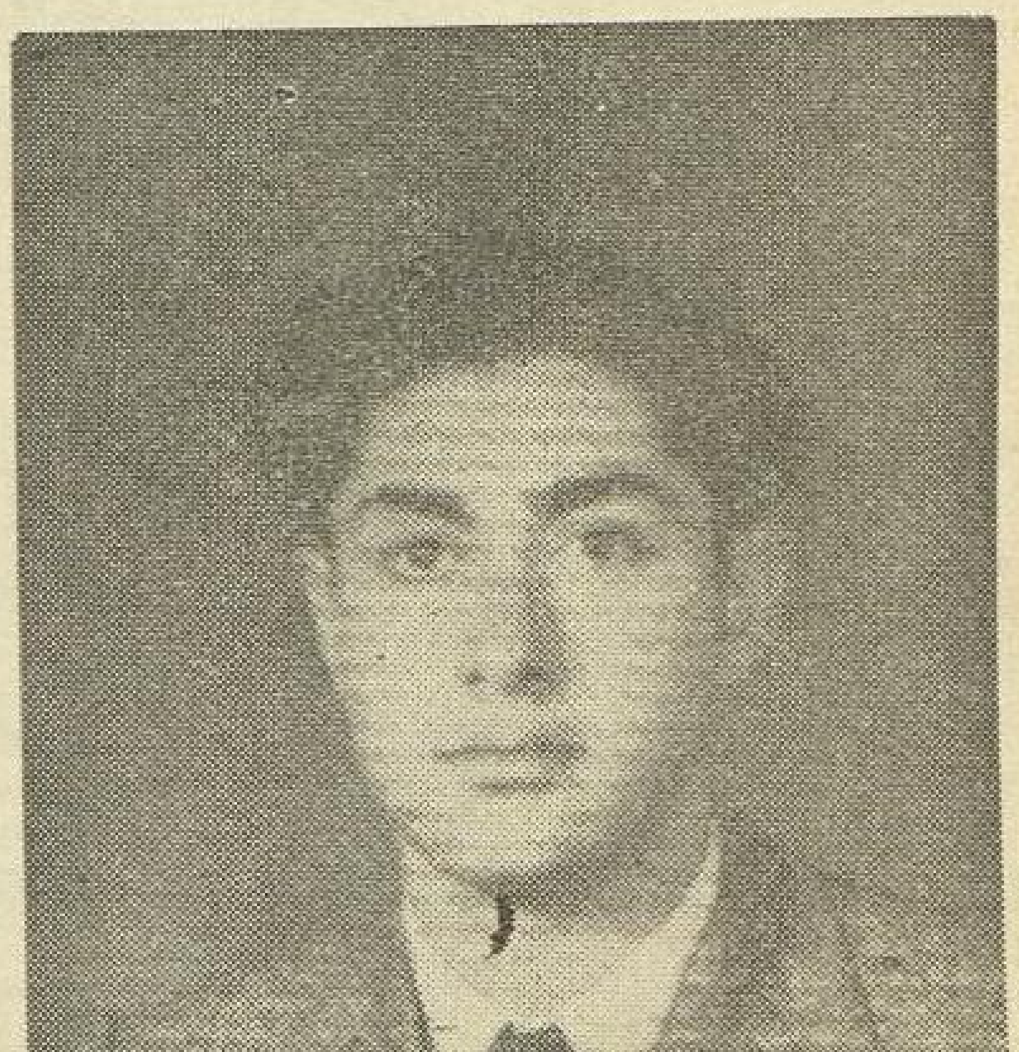
سنہ ۱۹۲۸ء میں برطانوی حکومت نے باچا صاحب کو خانصاحب کا خطاب دیکر ان کی مزید عزت افزائی کی۔ سنہ ۱۹۳۵ء میں باچا صاحب نے وفات پائی۔ اعلیحضرت مرحوم نے انکی سیادت و خدمات کا احترام ملحوظ رکھکر جامع مسجد سے متصل شاہی قبرستان میں انہیں دفن کرایا۔



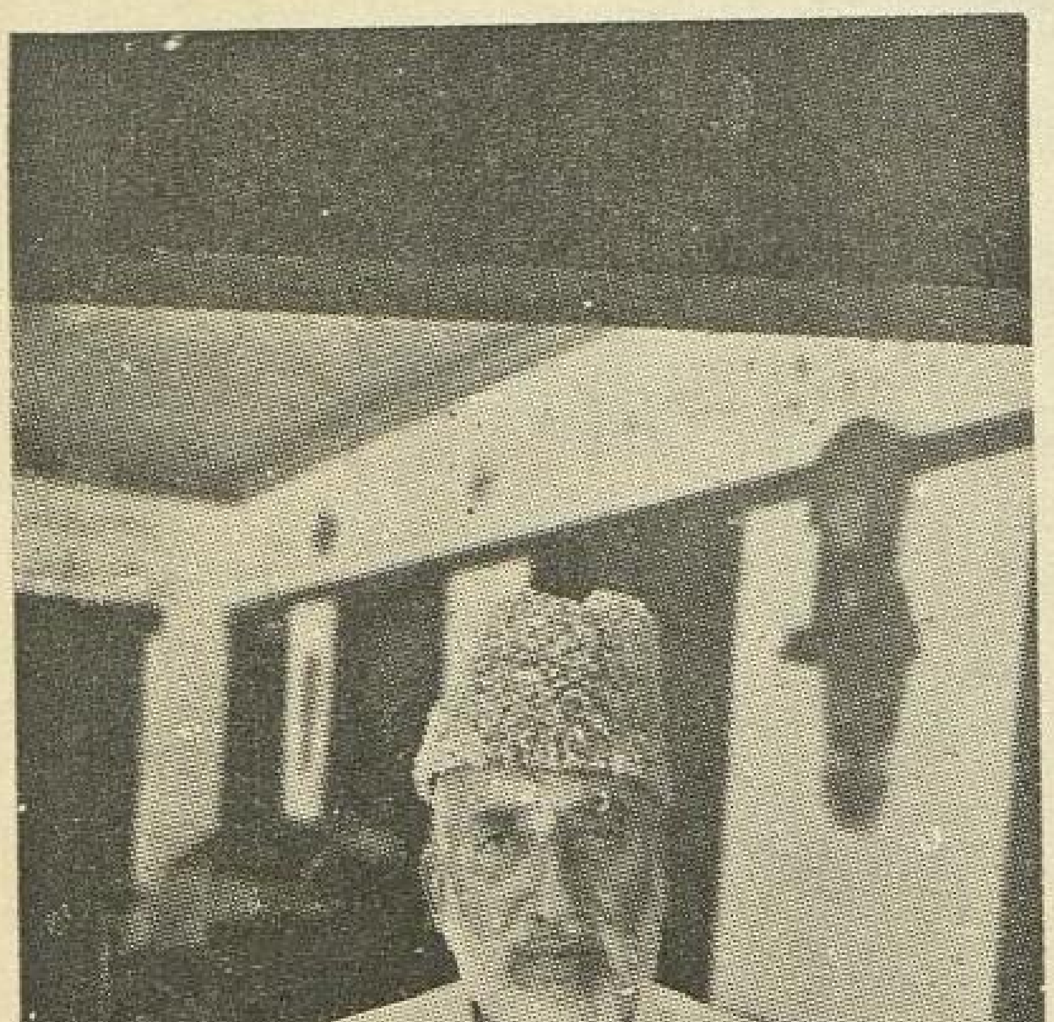
خان عبدالقادر خان اسماری سابق
ممبر مشاورتی کونسل چترال



میجر سید عبدالرزاق پاشا سابق گورنر دروش



خان حمیداللہ خان اسماری سابق
ڈیو یلپمنٹ افسر محکمہ ترقی دیہات چترال



خان غلام قادر خان سابق ممبر مشاورتی کونسل چترال
فرزند خان عمرا خان والئ جندول

باچا صاحب مرحوم کے تین لڑکے معروف ہیں۔ جنمیں سید فرخندہ شاہ و سید چراغ حسین اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز تھے۔ بعد میں سید چراغ حسین نے صوبیداری کا منصب بھی حاصل کیا۔

باچا صاحب مرحوم کا تیسرا فرزند جان باچا جب جوان ہوا تو چترال سکاؤٹس میں صوبیدار ہوا پھر ترقی کر کے صوبیدار میجر کا عہدہ حاصل کیا۔ وہ دوران ملازمت میں اپنی ذاتی لیاقت سے افسران فوج میں تعریف سے یاد ہوتے تھے۔ جب ملازمت ختم کی تو پولیس فورس میں داخل ہوا اور اے ایس پی کا عہدہ حاصل کیا۔

چراغ حسین باچا سرکاری ٹھیکوں سے کاروبار چلاتے کے کام میں بھی مصروف رہتے ہیں اور عوام میں بھی معقول ہیں۔

۹۶۔ خان عبدالقادر خان آسمار

تاریخ چترال میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ یہاں نقل کرتا ہوں کیونکہ اسمیں بالبعد کی تحقیقات میں بعض پہلوؤں میں کچھ فرق معلوم ہوا جو آگے بیان ہوگا

تاریخ میں لکھا گیا ہے کہ خان عبدالقادر خان سابق والئ اسمار حضرت علی خان کے فرزند ہیں۔ امیر عبدالرحمٰن خان بادشاہ کابل نے آگے بڑھ کر جب آسمار پر قبضہ کر لیا۔ تو خان اسمار کے لڑکے اور انکا ایک چچا وہاں سے فرار ہو گئے۔ اور چترال میں آکر پناہ گزین ہوئے۔ اور تعلق بھی تھا کیونکہ اعلیحضرت سر شجاع الملک کی والدہ حضرت علی خان والئ اسمار کی ہمشیرہ تھیں۔

یہ خاندان ابراہیم خیل قوم سے نسبت رکھتا ہے جنکا مورث اعلیٰ ابراہیم تھا۔ عرب خان مغل سردار کی وفات کے بعد قوم کے اتفاق سے وہ باجوڑ کا حکمران تسلیم کیا گیا۔ والیان آسمار کا نسب یہ ہے۔

عبدالقادر خان بن حضرت علی خان بن عبداللہ خان بن مدد خان بن موزہ خان یہاں سے آگے سلسلہ معلوم نہ ہوسکا۔ موزہ خان تمام باجوڑ کا واحد حکمران تھا۔ اس کے بعد اس کے لڑکے منصور خان نے ناوگی میں۔ اور اللہ یار خان نے باجوڑ میں۔ مدد خان کے پشت میں اور مدد خان کے لڑکے عبداللہ خان نے اسمار میں علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کیں۔ اور اس خاندان کی بنیاد وہاں ڈالی۔

یہ خاندان قدیم سے عالی نسب ہے اور اسکی بزرگی و احترام تمام افغان قبائل میں مسلم ہے۔ خان حضرت علی خان کے لڑکے غلام اللہ خان و نائب غلام خان اور انکا ایک چچا لا عبر خان جب چترال آئے تو اعلیحضرت مرحوم نے قرابت مادری کی خاطر انکا بڑا اعزاز کیا۔ وہ یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ معاش کے لئے انہیں وظائف و اراضی سے نوازا گیا۔ غلام اللہ خان و نائب غلام خان کے نکاح میں شاہ امان الملک مرحوم کی صاحبزادیاں بھی منسلک تھیں اور انکا یہاں مزید تقرب تھا۔ غلام سرور خان بن نائب غلام خان اعلیٰ حضرت مرحوم کے ہمشیرہ زادہ ہیں۔ غلام سرور خان ۱۹۱۹ء کی جنگ برکوٹ میں شامل تھا۔ دشمن کے سنگر پر حملہ کر کے انہیں پراگندہ کیا اور خود بھی مجروح ہوا۔

یہاں سے آگے خان عبدالقادر خان کے فرزند خان حمیداللہ خان نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے والد

اور انکے دوسرے بھائی امیر عبدالرحمٰن خان والئی کابل کے آسمار پر حملہ کی وجہ سے چترال نہیں آئے بلکہ حقیقت کچھ اور ہے چنانچہ حسب ذیل بیان تحریر فرمایا جس کی نقل وضاحت کے لئے پیش کرتا ہوں۔ یہ ان کا اپنا بیان ہے۔

خان حضرت علی خان اسمار کی وفات پر ان کے بڑے بیٹے شاہ طہماس خان آسمار کی گدی پر بیٹھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنے ایک نوکر الپ شیخ کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ عبدالقادر خان اس وقت چھ سات برس کے تھے۔ اور انکے دو اور بڑے بھائی غلام اللہ خان و نائب غلام خان بھی موجود تھے۔ لیکن شاہ طہماس خان نے مرتے وقت وصیت کی۔ کہ ان کے بعد خان عبدالقادر خان آسمار کی حکومت سنبھالیں گے مزید برآں عبدالقادر خان والدہ کی طرف سے بھی عالی نسب تھے۔ اس لئے تمام قبائل نے اپنی روایات کے مطابق ان کی حمایت کی تھی۔ چنانچہ وہ اسمار کے حکمران بنے۔ نائب غلام خان نے یہ گوارا نہ کیا۔ اور وہ اسمار سے بھاگ کر خان عمرا خان والی جندول کے پاس پہنچا۔ اور اسکی توجہ آسمار کی طرف مبذول کرائی۔ چونکہ عمرا خان اسوقت وسیع مملکت کا مالک تھا۔ اور فن رزم کا بھی تجربہ کار سپاہی تھا۔ اور اپنی مملکت کی توسیع کے لئے چترال تک بھی آیا تھا۔ نائب غلام خان نے اسے آسمار فتح کرنے کے صلہ میں آسمار کی ایک مشہور پیتل کی توپ اور بہت سا سامان و اسباب حوالہ کرنے کا لالچ دیا۔ اور اس طرح عمرا خان آسمار پر حملہ آور ہوا۔ خونریز لڑائی کے بعد عمرا خان نے آسمار پر قبضہ کر کے نائب غلام خان کے سپرد کر دیا۔ اور خان عبدالقادر خان اپنی والدہ ماجدہ۔ تمام خویش و اقارب اور باقیماندہ فوجی دستے کے ساتھ کابل کی طرف فرار ہو گیا۔ امیر عبدالرحمٰن خان والئی کابل کو جب اسکا علم ہوا تو اس نے عبدالقادر خان کو اپنے ساتھ امیری دربار میں پناہ دی۔ اور اپنے سپہ سالار غلام حیدر خان چرخی کو اسمار پر چڑھائی کا حکم دے دیا۔ جس نے پہنچتے ہی آسمار فتح کر لیا۔ اور خان عبدالقادر خان کے ایک ماموں کو ان کی طرف سے اسمار کا ریجنٹ مقرر کر کے خود واپس چلا گیا۔

امیر عبدالرحمٰن خان نے خورد سال خان کو حکومت کے کاروبار کی تربیت دینے کی غرض سے اپنے ساتھ شاہی دربار ہی میں رکھا اور یہ وعدہ کیا کہ جب خان عبدالقادر خان حکومت کا کام خود سنبھالنے کے قابل ہو جائیں گے تو انہیں آسمار بھیجا جائیگا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد امیر موصوف کا انتقال ہوا۔ اور تخت کابل پر امیر حبیب اللہ خان تخت نشین ہوئے۔ جس نے اپنے والد مرحوم کے وعدے پر عمل کرتے ہوئے خان عبدالقادر خان کو جلال آباد بلایا تاکہ وہاں سے آسمار بھیجدیں۔ لیکن وہ بھی اسی سال شہید ہوئے جب امیر امان اللہ خان تخت نشین ہوئے تو افغانستان میں ہل چل مچ گئی۔ لہٰذا خان عبدالقادر وہاں سے نکلکر باجوڑ چلا آیا۔ جب اعلیحضرت سر شجاع الملک والئی چترال کو ان کی آمد کا علم ہوا تو اسے چترال بلایا اور بعد میں اس کے دوسرے بھائی بھی چترال چلے آئے۔ اور یہاں مستقل رہائش اختیار کر کے معاش کے لئے زمین اور وظائف پائے۔

خان عبدالقادر خان جب دروش پہنچے تو جنگ برکوٹ جاری تھی۔ اعلیحضرت نے ان کو لڑائی میں شامل ہونے کیلئے افغانستان کے خلاف برکوٹ بھیجا لیکن لڑائی جلد بند ہوئی اور وہ واپس آگئے۔

خان عبدالقادر خان نے دروش میں رہائش رکھتے ہوئے اعزاز سے زندگی بسر کی چترال کے سرزمین میں انکا نام بلند ہے۔ ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم نے مہتران چترال اور خوانین اسمار کے مابین پرانے تعلقات استوار کرنے کیلئے ان کی صاحبزادی کی شادی اپنے بڑے بیٹے اور ولی عہد شاہزادہ سیف الرحمٰن سے کرائی۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد جب سیف الرحمٰن تخت نشین ہوئے تخت نشینی کے بعد خان عبدالقادر خان کو مزید اعزاز بخشا اور گرانقدر وظایف سے سرفراز کیا۔ ۱۹۵۳ء میں جب ریاست چترال میں پہلی مشاورتی کونسل قائم ہوئی تو ہز ہائینس نے خان موصوف کو اپنی طرف سے کونسل کا ممبر مقرر کیا۔ تاکہ چترال میں افغان قوم کی نمائندگی کریں کیونکہ انکا خاندان تمام افغان قبائل میں احترام و عزت سے یاد کیا جاتا ہے اسی طرح عزت سے زندگی گذارتے ہوئے خان موصوف نے ۲۹ اپریل ۱۹۶۰ء میں انتقال فرمایا۔ اور دروش ہی میں مدفون ہوئے۔ ان کے تین صاحبزادے ہیں۔ ہدایت اللہ خان جو سب سے بڑے ہیں سکول میں تعلیم کے بعد خانگی امور میں مصروف ہیں۔ دوسرے حمید اللہ خان پشاور یونیورسٹی سے کے جی۔ اے آنرز اور ایم۔ اے ہیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد چترال ہی میں افسر تموینات مقرر ہوئے۔ اور بڑے لائق افسر خیال کئے جاتے ہیں۔ تیسرے محمد اللہ خان اسلامیہ کالج پشاور سے ایف۔ ایس۔ سی پاس کرنے کے بعد تا حال تعلیم میں مشغول ہیں۔ ہر ایک لائق یاد ہوتا ہے۔ خانصاحب مرحوم بھی تعلیم سے بہرہ یاب تھے۔ اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے۔ اور تصوف کی کتابوں سے گہری دلچسپی رکھتے تھے طبیعت میں تواضع اور انکساری تھی درویش صفت تھے۔

۹۷ - خان غلام قادر خان جندول

خان موصوف سابق والی جندول عمرا خان کے فرزند ہیں انکے والد خان جندول کے کارنامے بہ تفصیل تاریخ چترال میں بیان کئے گئے ہیں۔ خان موصوف نے سردار نظام الملک کے قتل کے بعد بشمار لشکر لیکر چترال پر یورش کی تھی بہت بڑی جنگ برپا ہوئی۔ مگر ناکام رہے اور کابل چلے گئے اور وہاں ہی انکا انتقال ہوا۔ خان مرحوم عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ ایک انگریز مورخ مسٹر بروز چترال کے متعلق اپنے تاثرات میں لکھتا ہے کہ عمرا خان ایک باجوڑی پٹھان تھا اور پٹھانوں میں وہ ایک حقیقی فاتح، باحیثیت اور اعلیٰ شخصیت کا مالک تھا۔ وہ بالکل معمولی حیثیت سے اتنے بڑے اور مشہور پٹھان سردار تھے۔ یہ ایک با حقیقت اور قابل تعریف کارنامہ ہے کہ اس نے اتنی طاقت حاصل کرنے کے باوجود بہت کم قتل کئے دراصل اس کو خون خرابے سے نفرت تھی۔ بعد میں ۱۸۹۵ء کی جنگ چترال میں دو برطانوی افسران فولیر اور ایڈورڈ کے ساتھ جو اس کے ہاتھ آگئے تھے بہت اچھا سلوک کیا۔ گیارہ سال بعد جب میں واپس چترال آیا

تو عمرا خان مر چکا تھا مگر اس کا نام چترال کے لوگوں کی زبان پر تھا۔

خان غلام قادر خان اعلیحضرت مرحوم کے ہمشیرہ زادے ہیں۔ والد کی وفات کے بعد اپنی والدہ ماجدہ کی معیت ۱۹۱۸ء میں چترال آئے اور پھر اعلیحضرت مرحوم کے پاس رہ کر پرورش پائی۔ جب اعلیحضرت کی والدہ مکرمہ وفات پاگئیں تو انہوں نے اپنی مقبوضہ زمین کو جو ژانگ بازار میں تھی اپنی اس صاحبزادی کو بخشدی۔ غلام قادر خان اپنی والدہ کی معیت میں اسی جگہ پر سکونت پذیر ہو گئے۔ اور اعلیحضرت مرحوم سے اس زمین کے علاوہ بھی گرانقدر وظائف پاتے رہے۔ اور عزیز و مکرم رہے۔

۱۹۵۸ء میں جب مشاورتی کونسل کی بار دوئم تجدید ہوئی تو خان موصوف افغان طبقہ کی نمائندگی پر بامور ہو کر کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے وہ عام طور پر چترال کے لوگوں میں بھی احترام سے دیکھے جاتے تھے شاہی خاندان میں تو معزز ہی ہیں۔ ان کا ایک لڑکا عبداللطیف خان تعلیمیافتہ ہے اور پولیس فورس میں تھانیدار ہے۔

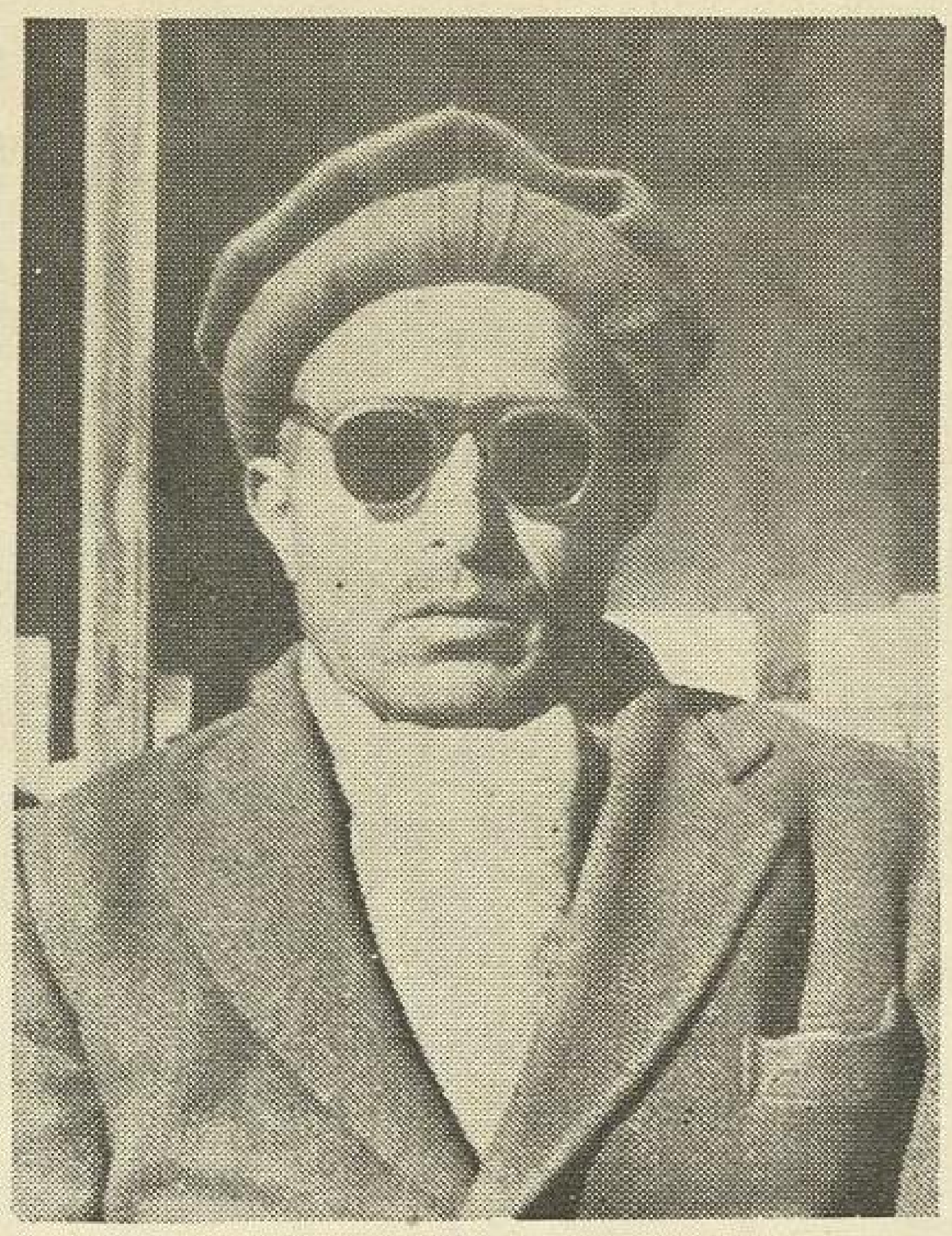
۹۸۔ مقدس امان خوشوقتیہ

یہ ملک آمان ثانی کے فرزند ہیں اور باپ کے اشارے سے مہتر سیلوان کا بندوق کی گولی سے کام تمام کر دیا تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں یہ اپنے عیال سمیت چترال چلے آئے۔ انکی عیال سردار نظام الملک مرحوم کی حقیقی بہن تھی۔ اعلیحضرت نے ذریعہ معاش کے لئے وظائف مقرر کئے۔ اور انہوں نے چترال ہی مستقل سکونت اختیار کی۔ جب سردار نظام الملک کی والدہ نے اپنے ذاتی گھر مختوم آباد میں وفات پائی تو انھوں نے اپنی مقبوضہ زمین اپنی صاحبزادی کو بخشدی تھی۔ وہ اسپر قابض ہو گئیں۔ مقدس آمان مع عیال واطفال مختوم آباد میں سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ بڑا معزز شخص تھا۔ فن طبابت میں مہارت رکھتا تھا۔ اور لوگوں کا علاج بھی کرتا تھا۔ اور بڑی ہمدردی سے پیش آتا تھا۔ اسکی وفات کے بعد اسکے لڑکے شاہ جہان خان و بشیر عالم خان اور مبر عالم خان مختوم آباد میں سکونت پذیر ہیں۔ شاہ جہان خان کی والدہ سردار نظام الملک کی ہمشیرہ تھیں۔

بشیر عالم خان تعلیمیافتہ ہے اور ریاستی ملازمت سے سروکار رکھتے ہوئے معتبر ہے۔ اور عوام میں بھی مقبول ہے۔

۹۹۔ افضل ولی خان خوشوقتیہ

محمد ولی خان بن میر ولی بن گوہر امان خوشوقتیہ کے پوتے اور بادشاہ ولی خان کے فرزند ہیں۔ ان کی والدہ مہتر افضل الملک مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ جب باپ کا انتقال ہوا۔ اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں چترال چلے آئے اعلیحضرت کے عہد میں یہاں پرورش پائی اور سکول میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد رہائش کے لئے ممنوح میں زمین مرحمت ہوئی۔ اور سکاوٹس چترال میں صوبیدار کا منصب حاصل کیا۔ ایجوکیشن صوبیداری میں بڑے



لفٹننٹ درویش غازی خان شغور



کرنل شیخ احمد حسن وزیر آباد سابق چیف ایڈیکانگ
و وزیر تجارت ریاست چترال

لائق شہزادہ ہیں۔ اور سکاؤٹس کے فوجیوں میں ہر دلعزیز ہیں۔ صوفی منش ہیں۔

(۱۰۰) درویش غازی یہ بھی علاقہ گلگت کے باشندوں سے ہے۔ اسکا باپ شیلی حاکم اور اسکا بھائی بلبل حاکم غذر سے ہجرت کر کے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں چترال آئے۔ شغور اور سنوغر میں گذر اوقات کے لئے زمین اور معقول وظائف پائے اور عزت سے پرورش ہوتی رہی۔ ان کے انتقال کے بعد درویش غازی شیلی حاکم کا بیٹا اعلیحضرت مرحوم کی پرورش سے بڑا ہو کر ملازمت میں داخل ہوا رفتہ رفتہ ریاستی فوج میں صوبیدار ایڈجوٹنٹ ہوا۔ پھر لفٹنٹ کا خطاب پایا۔ شغور اور موڑی میں معاش کے لئے زمین عطا کی گئی۔ پھر موجودہ ہز ہائینس کی خدمات میں مامور رہا۔ اسکے بعد شاہزادہ کرنل محمد خسرو الملک کے پاس دروش چلا گیا۔ اور وہاں انکے کاموں کا منتظم اعلیٰ مقرر ہوا۔ ان کے دونوں لڑکے تعلیمیافتہ ہیں بڑا لڑکا شغور کی ڈسپنسری میں کمپونڈر ہے جسکا نام رحمت الدین ہے۔ درویش غازی کا باپ بشیر غازی معروف بہ شیلی حاکم وزیر رحمت حاکم کوہ و غذر کا فرزند تھا۔ جس کے کارنامے گوہر امان کے عہد سے مہتر پہلوان تک تاریخ میں مذکور ہیں۔ درویش غازی نے موجودہ ہز ہائی نس سیف الملوک ناصر کی دایہ گری سے بھی افتخار پایا ہے۔ اسکی تصویر شامل ہے۔

۱۰۱ میاں مقوال الدین میاں صاحب پشاور کے کاکاخیل قبیلے سے ہیں۔ کاروبار تجارت کے سلسلہ میں وہ اور انکا نواسہ میاں آزاد گل چترال میں آئے۔ بڑا عرصہ یہاں مستقل مقیم رہے اور اعلیحضرت کے حضور عزت و اعتبار حاصل کیا۔ پھر ایسا ہوا کہ میاں مقوال الدین نے تجارتی کاروبار اور ریاستی مالیہ کے کاموں میں بار پایا۔ اور ریاست کے اہلکاروں میں شمولیت پائی۔ مالیہ ریاست کا بڑا رجسٹر ان کی قلم سے مرتب ہو کر انجام کو پہنچا تھا۔ اتبک موجود ہے۔ ۱۹۱۳ء میں میاں مقوال الدین دفتر مالیہ کا منتظم ہوا اور ساتھ ہی سارے دفاتر کے محاسب بھی رہے۔ اس کے بعد ریاست کے تجارتی امور کے مختلف کاموں مثلاً چونگی و محصولات داخلہ کے حسابات وغیرہ پر مددگار رہا۔ اور بازار کمیٹی کا ممبر رہا۔ دوران ملازمت میں معقول وظائف پاتا تھا۔ اور رہائش کے لئے مکان کا انتظام تھا۔ مسلسل شاہی ملازمت میں معزز رہ کر ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔ نالہ چترال کے شمالی حصہ بازار سے متصل مدفون ہوئے۔ الحاج میاں آزاد گل بھی اسی خاندان سے تھے۔ اگرچہ امور ریاست میں اُن کی باقاعدہ شمولیت نہ تھی۔ لیکن اعلیحضرت مرحوم اور اُن کے جانشینوں کے عہد ان کا بڑا عزت و تقرب رہا۔ ان کو بھی رہائش کی جگہ مفت ملی تھی۔ سالانہ وظیفہ بھی مقرر تھا۔ یہ دونوں باشرف خانوادے شاہی خاندان چترال کے خاندانوں سے عیال دار تھے۔ اور رشتہ داری کے مراسم بھی قائم تھے۔ لہذا اس خاندان کی نسبت انکا بڑا اخلاص تھا۔ اور چترال میں نیک نامی سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ہز ہائینس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں

کہ میاں آزاد گل کی بڑی عزت تھی۔ اور ہم نشینی سے شرف رکھتا تھا۔ انکی وفات گھر میں ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔ انکا دوسرا صاحبزادہ میاں الطاف گل سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں ریاستی تجارت کا ٹھیکیدار ہوا۔ اور یہ کام بڑی سہولت سے سرانجام دیا۔ وہ اور انکا بڑا بھائی میاں مرتضیٰ گل بھی ہز ہائی نس کے دربار میں عزت سے یاد کئے جاتے تھے۔ محترم تھے۔

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک جب بیمار ہوئے میاں الطاف گل پر بڑا اعتبار رکھتا تھا۔ کہ ان کو پشاور و ہندوستان بھیجا کہ اولیائے عظام کے مزارات پر جا کر ان کے وسیلہ سے صحت یابی کے لئے دعا مانگے۔ وہ بڑی مستعدی سے یہ خدمت بجا لائے۔ اور معقول رقم شکرانوں پر صرف کی۔

۱۰۲۔ سید عبداللہ معز الدین گیلانی

یہ بزرگوار سبط حسن آل حسین نقیب زادہ بغداد سید جمال الدین آفندی گیلانی کے دوسرے فرزند ہیں جو اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے دختر زادے ہیں اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں سکونت پذیر ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں جب سید جمال الدین آفندی چترال میں تشریف لائے۔ یہ خاتون محترمہ جو ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کی دختر زادی ہیں اپنی والدہ ماجدہ کی معیت میں چترال میں سکونت پذیر ہیں ۱۹۲۵ء میں جب سید جمال الدین آفندی چترال میں تشریف لائے۔ یہ خاتون محترمہ جو ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم کی حقیقی بہن تھی۔ ان کے عقد ازدواج میں منسلک کی گئی تھی۔ سید حسن صلاح الدین اور سید عبداللہ معز الدین ان کے صاحبزادے ہیں۔ تربیت اور ابتدائی تعلیم چترال میں حاصل کی۔ اس کے بعد سید حسن صلاح الدین لندن گئے۔ جہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد بغداد واپس تشریف لائے۔ اور اپنی موروثی جائیداد پر متمکن ہوئے۔ سید عبداللہ معز الدین اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ چترال میں مقیم ہیں۔ اور گذر اوقات کے لئے زمین اور وظائف مقرر ہیں۔ پیرزادہ صاحب اپنی خاندانی وجاہت و مرتبت کے باوصف شاہی خاندان میں بڑے احترام کے مالک ہیں۔

۱۰۳۔ کرنل شیخ احمد حسین وزیر آبادی

موصوف کے والد کا نام شیخ دین محمد اور دادا کا نام شیخ غلام نبی تھا۔ غلام نبی آنریری مجسٹریٹ تھے۔ ۱۹۰۴ء میں انھوں نے سر شجاع الملک مرحوم کے ساتھ تعلقات پیدا کئے۔ اور ریاست کی خدمات پر کمر باندھی۔ عزت و اعتماد کا مقام حاصل کیا۔ پہلی مرتبہ انھوں نے ایک ہندوستانی تاجر حاکم سنگھ جو لالہ ہرکشن لعل کا نمائندہ تھا تجارتی تعلقات کی داغ بیل ڈالنے کی غرض سے چترال آیا۔ اور جنگلات کی عمارتی لکڑی کے لئے درخواست پیش کی۔ مگر ان دنوں جنگلات کی فروخت کا معاملہ افسر جنگلات سرکاری سے متعلق تھا۔ اور اس کا ملاحظہ ضروری تھا۔ معاملہ التوا میں پڑا اور وہ واپس چلے گئے۔ ۱۹۰۶ء میں دوسری بار ایک انگریز انجینئر مسٹر بلنگھرسٹ کے ہمراہ چترال میں آئے انجینئر نے ریاست کی کانیں ملاحظہ کیں اس کے بعد معدنیات خریدنے کا منصوبہ تیار کیا۔ مگر اس قطع کے معاملات طے پانے کے لئے برطانوی حکومت کی اجازت اور منظوری ضروری تھی۔ حکومت کو لکھا گیا تو

نے طول کھینچا۔ اور شیخ صاحب مع انجینیئر موصوف کے واپس چلے گئے۔ حقیقت یہ تھی کہ اعلیحضرت مرحوم نے جب جنگلات و معدنیات سے فائدہ اٹھانے کے لئے درخواست پیش کی تو ایک انگریزی سنڈیکیٹ معدنیات کی تلاش کے لئے قائم ہوا۔ لارڈ منٹو بہادر نے باجلاس کونسل یہ تجویز منظور کر کے انگریزی انجینیئروں کو چترال میں کام شروع کرنے کے لئے اجازت دیدی اور لارڈ مارلے وزیر ہند نے بھی منظوری فرمائی۔ اور کام شروع ہونے والا تھا کہ یکایک نامعلوم وجوہات سے معاملہ معرض التوا میں پڑا۔ چنانچہ اعلیحضرت مرحوم نے اس غرض سے ۱۹۰۷ء میں ہندوستان کا دورہ کیا اور اپنی معروضات پیش کیں۔ مگر معاملہ حل نہ ہوا۔ شیخ صاحب کا اخلاص جاذب توجہ تھا۔ اور صلاحیت و استعداد کے علاوہ کافی تجربہ کے مالک تھے۔ ادھر اعلیحضرت مرحوم مردم شناس تھے۔ جوہر اخلاص و صلاحیت کے طلبگار کے فیمابین وضعداری قائم ہوئی۔ مراسم و روابط میں اضافہ ہوا۔ اور شیخ صاحب کو آنریری کرنیل کا خطاب پیش کیا۔ اور انکی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور جب اخبارات میں یہ خبر شائع کرائی گئی تو پنجاب کے اخباروں نے اعلیحضرت کا شکریہ ادا کیا اور اس اعزاز پر انتہائی افتخار کا اظہار کیا۔ اس کے بعد کرنل شیخ احمد حسین کو وزیر تجارت۔ چیف ایڈیکانگ اور قائم مقام مہتر چترال کے گرانمایہ خطابات و اعزازات پر فائز کیا گیا۔

کرنیل موصوف ان ذمہ داریوں کی حیثیت سے چترال کے جنگلات اور معدنیات کی آزادی اور انکی تجارتی برآمد کے متعلق سلسلہ جنبانی کا آغاز کیا۔ اور ایک دفعہ اعلیحضرت کے ایما سے انگلستان بھی گئے اور وہاں اس طرح سے فرائض انجام دیئے اور ریاست کی نمائندگی کی۔ اور روابط میں اصلاح پیدا ہوئی ان کی کوشش واقعی قابل تحسین و اعتراف تھی مگر یہ ایک علیحدہ سوال ہے کہ انگریزی حکومت کی غلط اندیشی سے معدنیات کا معاملہ بارآور نہ ہوئے۔

جنگلات کے معاملات جب آزاد ہوئے۔ تو کرنیل صاحب نے اس تجارت کو بروئے کار لانے کیلئے سر و سامان پیدا کیا۔ چنانچہ پہلی بار انھوں نے کشمیری آرہ کش اور مستری چترال میں بھیجے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل چترال بجائے خود اس فن سے ماہر ہو گئے۔ اور جنگلاتی مداخل سے خزانہ میں نیا دروازہ کھل گیا۔ معدنیات کے متعلق مسٹر پارک سے اور جنگلاتی کاروبار میں لالہ ہرکشن لعل سے تعلقات وابستہ ہوئے۔

اعلیحضرت مرحوم کرنیل احمد حسین کی ہوشیاری اور دانشمندی کا اعتراف فرماتے تھے اور ان کو بڑی عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ جب اعلیحضرت پشاور یا ہندوستان تشریف لے جاتے تو آپ ان کے ہمرکاب رہتے۔ اور چیف ایڈیکانگ اور وزیر ریاست کے اہم فرائض انجام دیتے۔

ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم اور ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں بھی ان کے اعزاز و مراتب بلند تھے۔ جب جسمانی تکلیف سے وہ چترال آنے کے قابل نہ رہے تو باہمی اخلاص و جذبہ شوق و محبت کی یہ کیفیت تھی کہ سر محمد ناصر الملک مرحوم سفر حج کو جاتے ہوئے وزیر آباد تشریف لے گئے اور کرنیل

صاحب سے ملاقات کی ۔ اور ان کے گھر معہ تمام اسٹاف مہمان رہے جنہیں شاہزادہ محمد مظفر الملک و شاہزادہ غازی الدین خان و خان بہادر سردار علی خان و سردار محمد اعظم خان وغیرہ شامل تھے ۔

۷۳ برس کی عمر پاکر ۵ مارچ ۱۹۵۶ء میں آپ انتقال کر گئے ۔ آپ نے تیس برس متواتر ریاست چترال کی خدمات میں صرف کئے ۔ ریاست چترال کے لوگوں نے مرحوم کے نام کو فراموش نہیں کیا اور انہیں اکثر یاد کرتے ہیں ۔ کرنیل صاحب کے چار صاحبزادے ہیں ۔ ان میں ہر ایک تعلیم یافتہ اور لائق ہے اور ہر ایک ان میں تعلیم یافتہ اور لائق ہے ۔

(۱) سراج احمد ملٹری سپلائی کنٹریکٹر (۲) نذیر احمد مالک ہوٹل (۳) بشیر احمد کنٹریکٹر (۴) نصیر احمد ریلوے کنٹریکٹر ۔

۱۰۴ ۔ کیپٹن سید امام علی شاہ شاہی طبیب چترال

حکیم سید امام علی شاہ بن سید حسین شاہ امام کا ٹیچ اچھرہ لاہور کے باشندے ہیں خاندان خوشوقتیہ یاسین سے تعلق و قرابت رکھتے تھے ۔ یعنی انکی والدہ کی ننہال پونشہ خوشوقتیہ خاندان کے راجہ لنگر خان سے منسلک تھا ۔ اور حکیم صاحب کے نانا کا نام سید حسن شاہ سکنہ غذر تھا ۔ چونکہ خاندان خوشوقتیہ یاسین اور خاندان کٹوریہ چترال ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں ۔ کچھ اس قرابت کی وجہ سے اور زیادہ تر فنی اور طبی مہارت کیوجہ سے سید امام علی شاہ نے اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کا تعارف حاصل کیا اور اس خاندان سے علایق وابستہ کئے ۔ اور کامیاب ہوئے ۔ اعلیحضرت مرحوم کی طرف سے طبیب خاص خاندان شاہی کے خطاب سے اعزاز پایا ۔ ایک سال کے بعد ۱۹۳۲ء میں جب لارڈ برنٹن لاہور میں اسلام سے مشرف ہو کر سر جلال الدین کے نام سے مشہور ہوا اور اس نے چترال آنے کی خواہش کا اظہار کیا تو اعلیحضرت مرحوم نے سید امام علی شاہ کی معرفت ان کو چترال آنے کی دعوت دی ۔ اور وہ چترال آئے اور جب چترال سے واپس چلے گئے ۔ تو سید امام علی شاہ نے اخبارات میں ایک مفصل خبر شائع کرائی جس کا ہیڈنگ — اعلیحضرت ہز ہائی نس والئے چترال کا جذبہ اسلامی — اور اسمیں لارڈ موصوف کے تمام حالات اور اعلیحضرت کی مہمان نوازی و جذبہ اسلامی اور فیاضی وغیرہ کا تذکرہ لکھا گیا تھا ۔ سید صاحب اعلیحضرت مرحوم کے معتمد ہوئے ۔ جب ہندوستان تشریف لے جاتے تو سید امام علی شاہ معیت شاہی میں موجود رہتے ۔ اور خدمات بجا لاتے اور تقرب پاتے تھے ۔

ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کچھ ایسی پر خلوص خدمات سے سرفراز ہوئے کہ شاہی باڈی گارڈ میں انہیں آنریری کپتان کا عہدہ بھی مرحمت کیا گیا ۔ شاہی طبیب اور آنریری کپتان کی سندات سے بہرہ یاب کئے گئے ۔ اور شاہی خاندان کی نوازشوں کے مستحق بھی رہے ۔ مگر ہز ہائینس کی وفات کے بعد سید امام علی شاہ کی خانگی و معاشی حالات کی دستگیری جب ریاست سے بند ہوئی تو انکو بڑے یاس کن حالات سے دوچار

ہونا پڑا ہے۔

۱۰۵۔ محمد نصیر ہمایوں بی۔ اے لاہور

آپ لاہور کے باشندے اور فانوتنگو شیخوں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جب آپ اسلامیہ کالج پشاور میں مدرس تھے۔ آپ کے تلامذوں میں ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم بھی تھے۔ دوران تعلیم میں انہوں نے آپ کے فیض تعلیم و تربیت سے استفادہ حاصل کیا۔ ہز ہائی نس جب تخت نشین ہوئے تو آپ کو چترال آنے کی دعوت دی۔ اور آپ چترال تشریف لائے۔ آپکا بڑا احترام کیا گیا۔ علاوہ اس کے شاہی خاندان کے شہزادے جو کالج میں آپ کی تربیت سے مستفید ہوئے تھے آپ کو اب تک بڑے احترام سے یاد کرتے ہیں۔ ہز ہائی نس سر ناصر الملک مرحوم بھی تخت نشین ہوتے ہی اپنی معرکتہ الآرا تصنیف صحیفتہ التکوین کی تکمیل کرکے آپ کے انتظار میں تھے۔ کہ آپ اسے طبع کرائینگے وہ بھی آپ کی تحویل میں دے دی گئی۔ اور آپ نے اسے زیور طبع سے آراستہ کرایا۔ اور اب تک اسکی مطبوعہ کاپیاں آپ کے پاس موجود ہیں۔ جو طلب کرنے پر جلد بنوا کر شائقین کی خدمت میں بھیجنے کا انتظام کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ چند سطور آپ کے تعلیمی تعلق و اخلاقی جذبات کی خاطر جو آپ کو سر محمد ناصر الملک مرحوم اور ان کے شاہی خاندان کے ساتھ وابستہ تھے تحریر کرکے یادگار چھوڑتا ہوں آپ کے شاگردوں میں صوبہ سرحد کی بڑی بڑی نامور ہستیاں بھی تھیں جنمیں میاں جعفر شاہ و ایس۔ بی شاہ۔ و عبدالحق جہانزیب خان والی سوات و عطاء اللہ خان و نوابزادہ حمید اللہ خان وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ جو آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ قومی کتبخانہ لاہور اور روزنامہ تعمیر راولپنڈی کے نگران ہیں۔ اور اس روزنامہ اخبار کے ذریعہ ایک چٹانی سنگلاخ علاقہ کی خدمت کر رہے ہیں جہاں اب دارالخلافہ بن گیا ہے۔

ذکرِ ساداتِ چترال

حدود ریاست چترال کے تقریباً تمام ہی سادات مذہباً اسماعیلی باطنی ہیں۔ یہ اپنے آپ کو مولائی اور اسماعیلی کہتے ہیں اور ہز ہائی نس سر سید سلطان محمد شاہ آغا خان اور اس کے جانشینوں کے پیرو ہیں کہ وہ الموت خراسان کے سلاطین کی نسل سے منسلک تھے اور ان کے حالات حضرات قارئین تاریخ سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور انکا پورا تعارف توضیح مولائیہ چترال میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔

۱۰۶۔ خاندان سید شاہ پرتوی

سید شاہ پرتوی بدخشاں کے علاقہ زیباک کا باشندہ تھا۔ از لیکہ گروہ مولائیہ کی پیری و پیشوائی کا دم داعیہ رکھتا تھا اسے بہت طاقت حاصل تھی۔ اور چونکہ چترال کی حدود میں بکثرت لوگ اس کے معتقد و منقاد تھے اس لئے اس ملک میں بار بار آنا جانا ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ فرماں روایان بدخشاں اسے اس ملک میں بطور وفد کے بھی بھیجتے رہے۔

جب علاقہ بدخشاں حکومت کابل کے تسلط و تصرف میں چلا گیا۔ تو سید شاہ پرتوی کا بڑا لڑکا شاہ عبدالرحیم ننگ و ناموس کی خاطر اپنے اہل و عیال اور بھائیوں کو لیکر شاہ امان الملک کے پاس چلا آیا اور پناہ چاہی۔ چنانچہ دروش ارکاری میں ان کو سکونت و معاش کے لئے زمین مرحمت کی گئی۔

شاہ عبدالرحیم کے بھائی شاہزادہ حمید اور سعادت شاہ ان سے پہلے ہی علاقہ مستوج میں قیام پذیر ہو چکے تھے اور انہیں چند مقامات میں زمینیں بھی مرحمت ہوئی تھیں۔ انکا تیسرا بھائی سید صادق بدخشاں ہی میں خیر کی امید لگائے بیٹھا رہا کہ حکومت کابل آخر کیا کرے گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دو سال بعد گرفتار کر کے کابل بھیج دیا گیا اور پھر اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ کہا جاتا ہے کہ امیر عبدالرحمن خان بعض مجرموں کو چاہ سیاہ میں ڈال دیا کرتے تھے اور یہی معاملہ سید صادق کو بھی پیش آیا۔

شاہ عبدالرحیم کے لڑکے سید شہزادہ لیث نے ارکاری میں اقامت رکھتے ہوئے پیشوائی کا بڑا انعام حاصل کیا۔ وہ اپنے باپ دادا سے کیا کم ہوتا بلکہ اسے ان پر فوقیت حاصل تھی۔ مال و جاہ کا مالک اور اہل اعزاز سے تھا۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں ان کے حضور میں بہت معزز و محترم تھا۔ سخاوت میں بڑی ناموری حاصل کی۔ اور انکا دستر خوان بڑا وسیع تھا۔ اور اخلاقی خوبیوں سے بھی معروف تھے سنہ ۱۹۱۶ء میں یکایک دنیائے ناپائدار سے رحلت کی۔ ان کی صاحبزادی ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عقد ازدواج میں منسلک تھی۔ ان کے تینوں شاہزادے سیف الرحمن۔ اسد الرحمن اور عزیز الرحمن انہی سیدہ محترمہ کے بطن سے ہیں۔

سید شہزادہ لیث کا بڑا لڑکا جو شاہ امان الملک مرحوم کی صاحبزادی سے تھا۔ سید آغا جان خان ترکستان چلا گیا۔ کیونکہ سر آغا خان نے خاندانی سربراہی اور گروہ مولائیہ کی پیشوائی کو انکے چھوٹے بھائی سید ابو المعالی کی تحویل میں فرمایا تھا۔ جب سید ابو المعالی مسند پیری و پیشوائی پر متمکن ہوگیا تو آغا جان مارے غصے کے ترک وطن کر گیا۔ تھوڑے عرصہ بعد سید ابو المعالی بھی چترال سے نقل مکانی کر کے بدخشاں چلا گیا۔ اور چترال میں اس خاندان کی پیشوائی ختم ہوگئی۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں آغا جان خان کا لڑکا پھر اس ملک میں واپس آیا اور ریاست سے ذریعہ معاش کے لئے ارکاری میں زمین اور وظیفہ پایا۔ مگر پیشوائی کے دم واعیہ سے برکنار رہا۔

سید شہزادہ لیث کے متبعین نہ صرف ریاست چترال میں بلکہ سرحدات بدخشاں، یارقند اور کاشغر بزرگ میں بڑی تعداد میں تھے۔ اور ان سے بہت بڑی رقم اور مال گھوڑے وغیرہ وصول ہوتے تھے اور یہ لوگ اپنے پیروں کا عظیم اعتقاد رکھتے ہیں۔

سید حمید کا لڑکا سید بلبل شاہ مستوج میں رہتا تھا۔ اسکی والدہ مہتر پہلوان خوشوقتیہ کی بہن تھیں اور علاقہ مستوج میں پیشوائی رکھتا تھا۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جب علاقہ مستوج کے لوگوں نے حکومت کے خلاف شورش برپا کی تو سید بلبل شاہ بھی شورش پسندوں کے بھرے میں ایسے آئے کہ ان کے پیشرو بن گئے۔ اور لوگوں نے ان کی سیادت کو کامیابی کے لئے نیک فال خیال کیا۔ مگر شورش ناکام ہوئی اور سید بلبل شاہ مع رفقاء کے گرفتار ہو کر قید ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ترکستان کی طرف جلاوطن کر دیئے گئے۔ اس طرح علاقہ مستوج میں بھی اس خاندان کی سرداری و پیشوائی ختم ہوگئی

شاہ عباس سید شہزادہ لیث کا بھائی بمبئی چلا گیا تھا۔ اور وہاں سے انگریزی کی تعلیم سے مستفید ہو کر جب چترال واپس آیا تو اعلیحضرت کے حضور میں باریاب ہوا اور ان کو انگریزی میں تعلیم دینے لگا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اعلیحضرت نے خطوط و اخبارات پڑھنے میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ بغیر استاد کے روان پڑھتے تھے۔ وہ شاہ عباس کی کوشش تھی۔ مگر انگریزی حکومت نے شاہ عباس کو چترال سے بمبئی واپس بھیجدیا کہ یہاں اسکی ضرورت نہیں۔

۱۰۷۔ خاندان سیّد غلام علی شاہ

سید غلام علی شاہ حسن آباد شغور کے رہنے والے مقامی اہل وطن کے سادات مولائیہ سے اعتبار و اعزاز میں ممتاز شخص تھے چترال اور ہونزہ کے بعض مولائیوں کی پیشوائی ان سے متعلق تھی۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں سید غلام علی شاہ پیری اور پیشوائی کے لحاظ سے بڑا معتبر تھا۔ مہتر صاحب مرحوم کے عہد میں انکا انتقال ہوا اور اس کی مسند پیشوائی پر اس کا فرزند سید شاہ عبدالحسن متمکن ہوا۔ یہ بھی بڑا معزز و معتبر شخص تھا۔ میر نظیم خان والی ہونزہ کی ہمشیرہ ان کی اہلیہ تھیں۔ اور انکی صاحبزادی کو اعلیحضرت مرحوم نے اپنے چھوٹے فرزند شاہزادہ محمد حذیفہ الملک کے عقد ازدواج میں منسلک کیا اور رابطہ قائم کیا۔ اس طرح اعلیحضرت

مرحوم کے حضور میں انکو تقرب حاصل ہوا اور منزلت میں اضافہ ہوا۔
جب شاہ عبدالحسن کا انتقال ہوا تو اس کی مسند پر انکا بڑا صاحبزادہ سید نادر شاہ پیشوائی پر مامور ہوئے اور معززین کی صف میں آ گئے۔ مگر جب مستوج کے لوگوں نے دوسری بار ۱۹۴۹ء میں حکومت کے خلاف تحریک چلائی تو سید نادر شاہ کو بھی اسمیں شمولیت کی پاداش میں زیر حراست لائے گئے۔ مگر جب معاملہ کا فیصلہ ہوا۔ تو سید نادر شاہ بھی رہا ہوئے۔ جب ۱۹۴۹ء میں انتظامیہ بورڈ کا قیام ریاست کے نظم ونسق کے لئے عمل میں لایا گیا۔ تو سید نادر شاہ ممبر بورڈ بن گئے۔ صنعت و حرفت و تجارت و آبکاری کے انتظامات انہیں سے متعلق رہے۔ اور اپنے عہدہ کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ ۱۹۵۷ء میں یکایک انکا ناگہانی انتقال ہوا۔ بڑے نیک اخلاق و معزز سید تھے۔ انکے انتقال کے بعد بموجب فرمان ہز ہائی نس سر آغا خان ان کا صاحبزادہ سید جلال الدین والد کی مسند پیری پر فائز ہوئے۔ اور اپنی جماعت کی قیادت سنبھالی۔ تعلیم یافتہ اور لائق شخص ہیں۔

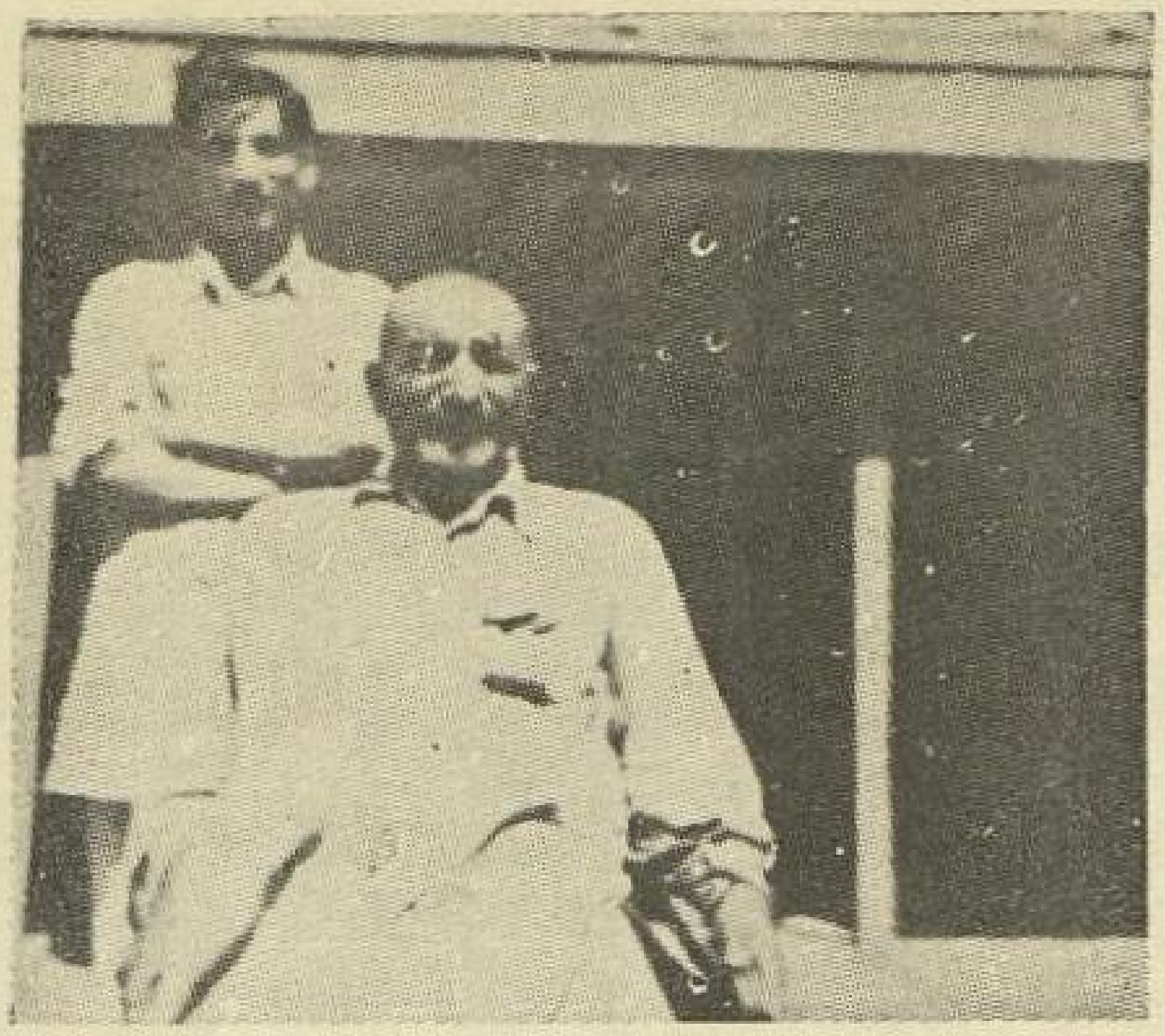
سید افسر جان چیف مشنری جماعت اسماعیلیہ چترال

یہ سید نادر شاہ کے بھائی ہیں۔ سر سلطان محمد شاہ آغا خان کے ہاں بڑا اعتبار رکھتے ہیں۔ اور ان کے فرمان سے مولائیہ اسماعیلیہ جماعت چترال میں تبلیغ کے لئے مشنری مقرر ہوئے ہیں۔ جب مشاورتی کونسل چترال کے لئے انتخابات ہوئے تو سید افسر جان بلا مقابلہ کامیاب ہوئے۔ اور مشاورتی کونسل میں تین سال تک ممبری پر فائز رہ کر خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد عدلیہ کونسل چترال میں اپنے علاقہ کا نمائندہ ہو کر ممبر رہا تھا۔ لائق و شائستہ نوجوان ہیں۔ چیف مشنری جماعت اسماعیلیہ چترال ہیں۔ ان کی تصویر یہاں شامل ہے۔

۱۰۸۔ سادات سنوغر و مستوج یہ خاندان سید رضا کی اولاد علاقہ مستوج میں معزز رہا ہے۔ ان کے مورث اعلیٰ سید رضا نے ان اطراف میں اسماعیلی مولائیہ مذہب کی اشاعت و ترویج کی تھی۔ اور بعض حصوں کی پیشوائی بھی انہیں حاصل رہی ہے یارخون مستوج اور لاسپور میں انکی آبادیاں ہیں۔ وہ اس بات کے مدعی ہیں کہ انکے جد اعلیٰ نے یہاں مذہب اسماعیلیہ کی اشاعت کی ورنہ اس سے قبل ان اطراف کے لوگ اہل سنت والجماعت کے پابند تھے۔ وہ اس پر فخر کرتے ہیں اور اتراتے ہیں۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ علاقہ مستوج کے لوگوں میں مذہب مولائیہ کی ترویج ۳۲۰ھ میں تاج مغل سرور نے کی تھی۔ جو بار قند سے آیا تھا اور یہاں سے گلگت چلا گیا۔

شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں ان کے مشاہیر سے سید اولاد حسین اور انکا صاحبزادہ سید بلندی معتبر تھے



سید شاہ عبدالحسن سابق ممبر کونسل مشاورتی چترال
بمعہ فرزند سید عبدالجلال



سید افسر جان مشنری اسما علیہ چترال سابق ممبر کونسل عدلیہ

اور مہتر پہلوان خوشوقتیہ کے ہاں سید بلبندی کا بڑا تقرب تھا۔ اور شاہ امان الملک مرحوم کے حضور میں معزز اور اعتبار کا درجہ بھی اسے حاصل تھا۔ سپاہیانہ لباس میں زندگی بسر کی۔ اور ۱۸۹۵ء میں مہتر شیر افضل خان کی حمایت میں انگریزی فوج کے ہاتھ ریشن میں مارا گیا۔ نماز روزہ کا بڑا پابند شخص تھا۔

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں اسکاوٹ کا حسین منظر ہوا اور سادات کی کمپنی میں صوبیداری حاصل کی۔ ریاست میں چونکہ مستوج اور ریچ کے سادات بسبب کثرت نفوس کے ریاستی باڈی گارڈ میں شامل تھے۔ اور سنوغر کے سادات کی کمپنی میں اولین صوبیدار شکور سید تھا۔ اور اس کا جمعدار سید حکایت شاہ باشندہ مستوج تھا۔ ان کے انتقال کے بعد حسین صوبیدار اور اولاد وصی جمعدار ہوئے۔ ان کے بعد صوبیداری کا منصب سید پادشاہ نے حاصل کیا۔ سید پادشاہ قدر پادشاہی سید سر غوز کا بھائی تھا۔ انکے انتقال کے بعد سید عبدالودود باشندہ سنوغر نے عہدہ صوبیداری سنبھالا۔ جو جمعدار اولاد وصی کا بھتیجا ہے۔ صوبیداری اور جمعداری کے مناسب بلحاظ خاندان انمیں تقسیم ہوکر اعتبار و عزت حاصل کی۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں سید ثابت رحیم باشندہ لاسپور سید منور شاہ و سید حسن علی شاہ ساکن مستوج علی الترتیب کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل اور شاہی دربار میں رسوخ و اعتبار کے مالک تھے۔ سر غوز کی سادات میں پادشاہی سید کا بڑا اعتبار تھا۔ اس کا بڑا اولاد حسین اب بھی معتبر ہے اور بعض حصوں کا پیر بھی ہے۔ سید منور شاہ اپنی ذاتی لیاقت و اعتبار کی شہرت سے کونسل عدلیہ کی ممبری پر دوبارہ فائز ہوا تھا۔

۱۰۹۔ سادات ریچ علاقہ توریکہو یہ خاندان زیادہ تر ریچ خاص میں اور کچھ علاقہ مستوج میں آباد ہیں امرواقعہ کے طور پر والیان ملک کے دربار میں نہ اُن کی شہرت تھی۔ اور نہ رسوخ کی دھاک تھی۔ کہتے ہیں کہ انکا مورث اعلیٰ سید وصی محمد رئیسہ حکمرانوں کے عہد میں چترال آیا اور شاہ بابر رئیس کی بہن سے نکاح کیا۔ جو سمن بیگم کے نام سے موسوم تھی۔ شاہ بابر رئیس علاقہ گلگت کا حکمران تھا۔ چترال کے رئیسہ حکمرانوں میں اس کا نام نہیں پایا جاتا۔ القصہ سید وصی محمد خراسان سے یہاں آیا اور طرح اقامت ڈالی۔ وہ سنی المذہب اور صاحب خوارق شخص تھا۔ دو تین پشت گذرنے کے بعد اس کی اولاد مولائی مذہب و رسوم و عقائد کی پابند ہوگئی۔ ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم کے عہد میں جب تاریخی مواد کی تحقیقات کا حکم ہوا۔ تو انھوں نے ظاہر کیا کہ ہم لوگ نسلاً کاظمی ہیں۔ چنانچہ نسب نامہ کا شجرہ پیش کیا جس میں سید عبدالحسن باشندہ چمرن سے یہ شجرہ شروع ہوتا ہے۔

سید عبدالحسن ابن سید گل خندہ شاہ[۲] ابن شاہ محمد الرحیم[۳] ابن شاہ دل شاہ[۴] ابن شاہ اکبر شاہ[۵] ابن سید محمد رحیم ثانی[۶] ابن سید مرزا شاہ[۷] ابن شاہ نظر علی[۸] ابن شاہ نجی[۹] ابن شاہ وصی محمد[۱۰] ابن سید محمد[۱۱] ابن سید لطف علی[۱۲] ابن سید محمود شاہ[۱۳] ابن سید احمد شاہ[۱۴] ابن سید سعد اللہ[۱۵] ابن سید احمد شاہ[۱۶] ابن شاہ اللہ ابن

سید علی[18] شاہ ابن شاہ حارث[19] ابن شاہ محمد[20] ابن شاہ قاسم[21] ابن شاہ خسرو[22] ابن شاہ حسین[23] ابن شاہ فاضل[24] ابن سید نور[25] شاہ ابن شاہ عبداللہ[26] ابن شاہ عبیداللہ[27] ابن شاہ عبدالرحمن[28] ابن شاہ طالث[29] ابن شاہ عبدی[30] ابن شاہ نور[31] ابن شاہ اسداللہ[32] ابن سید صالح[33] ابن سید حسن[34] ابن امام موسیٰ[35] کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پینتیس واسطوں سے یہ لوگ اپنا نسب تا امام موسیٰ کاظم تک پہنچاتے ہیں۔

سادات ذیح میں سے شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں سید شاہ مستقیم کو اس طرح اعتبار ہوا کہ اُنکی صاحبزادی شاہ امان الملک کے عقد ازدواج میں منسلک تھی۔ اور یہ سیدہ خاتون بادشاہ کے حرمسرائے میں سیدہ خونزاء کے تسمیہ سے مخاطب ہوتی تھی۔ بڑی صالح و عابدہ اور فیاضی میں ممتاز تھیں۔ ان کے بطن سے چھ شہزادے تولد ہوئے۔ جو شاہ ملک۔ وزیر ملک۔ بہرام ملک اور عبدالرحمن خان و عبدالکریم خان و ولی محمد خان سے موسوم اور بڑے اعزاز و مراتب کے مالک شہزادے تھے۔ باوجود اس تعلق و اعتبار کے سید شاہ مستقیم اپنی وضع اور لباس درویشانہ پر قانع رہے کبھی بھی اس گہرے علائق پر نہ اترائے اور نہ اپنے حالات و اطوار میں سرمو تغیر پیدا کیا۔ سید شاہ مستقیم کی اولاد میں شکور لالیک بھی معتبر شخص تھا پھر اس کا لڑکا ریاستی فوج میں جمعدار ہوا۔

سید شاہ عبدالحسن ابن سید گل خندہ شاہ باشندہ چپرن علاقہ مستوج بھی اس خاندان کا معتبر شخص ہے۔ جب ریاستی فوج میں داخل ہوا تو درجہ بدرجہ ترقی کر کے اڈجوٹنٹ صوبیدار کا مرتبہ حاصل کیا۔ اور سنہ ۱۹۴۸ء میں مجاہدین کشمیر کے ساتھ گلگت گیا۔ تو اس مہم میں کوارٹر ماسٹری کا کام انجام دیا۔ اور بہترین خدمات انجام دیئے تو صلہ میں لفٹنٹ کا درجہ حاصل کیا۔ اور کرنیل شاہزادہ محمد مطاع الملک کی ماتحتی میں علاوہ فوجی خدمات کے سادات سے تعلق پیدا کر کے رابطہ قائم کیا۔ وہاں کا سربراہ سید احمد علی شاہ جو خاندان سادات کا معتبر شخص تھا۔ اور وہاں کے راجہ کا تعلقدار بھی تھا۔ سید عبدالحسن کا بڑا معتقد تھا۔ وہاں کے لوگوں میں اپنا رسوخ بڑھایا اور اعتبار قائم کیا۔

سنہ ۱۹۴۹ء میں سید عبدالحسن کونسل عدلیہ کے اراکین میں شامل ہوا۔ اور سنہ ۱۹۵۳ء میں جب اڈوائزری کونسل کے انتخابات ہوئے تو ہز ہائینس سیف الرحمن کے نامزد شدہ ممبروں میں شاہ عبدالحسن بھی شامل تھے اور اڈوائزری کونسل کے ممبر ہوئے۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں دوبارہ عدلیہ کونسل کے ممبروں میں دو سال تک کام کیا۔ ذاتی لیاقت سے ریاست کے متعدد محکمہ جات میں بڑی خدمات انجام دیں اور معزز ہوئے۔ ان کا بڑا لڑکا سید عبدالجلال سنہ ۱۹۵۴ء میں تھانہ کا کوارٹر ماسٹر مقرر ہوا۔ اور پھر تھانیدار ہوا۔ اس کے دو لڑکے بھی لائق اور تعلیم یافتہ تھے۔ اور انکا خاندان آباد ہے۔

سنہ ۱۹۵۵ء کا انکشاف | رائے بریلی ہندوستان کے سادات سے سادات ذیح کا واسطہ بھی قائم ہے

کیونکہ حضرت سید احمد شہید بریلوی کی زوجہ محترمہ فاطمہ مرحومہ سید مہیب شاہ باشندہ ریچ کی لڑکی تھی جو ۱۸۲۵ء کے محاربہ مابین سلیمان شاہ و شاہ کٹور ثانی کے موقع پر یہ لڑکی مہتر سلیمان شاہ کے حضور میں بطور اسیر پیش کی گئی تھی۔ مہتر سلیمان شاہ نے اس کی جمال صورت و کمال سیرت پر متحیر ہو کر اسکو اپنے پیر و مرشد حضرت سید احمد بریلوی کی خدمت میں جو اسوقت سوات میں فروکش تھے روانہ کر دیا۔ سید صاحب نے وہاں ان سے نکاح کیا۔ اور شمالی علاقہ یاغستان میں مقیم رہے۔ جب بالاکوٹ میں سید صاحب کی شہادت ہوئی۔ انکا خاندان ٹونک ریاست میں نواب وزیر الدولہ کے پاس چلے گئے۔ جاگیر اور عمدہ وظائف پائے۔ سیدہ فاطمہ کے بطن سے ایک صاحبزادی ہاجرہ کے نام سے ہوئی۔ سید احمد بریلوی کے خاندان سے رائے بریلی میں اتنی اولاد پیدا کی کہ آجکل کے سادات ان کے احفاد ہیں اور ہاجرہ مرحومہ سید محمد یوسف بریلوی کے عقد ازدواج میں تھی۔ اور وہ اپنی جدہ مرحومہ کی تحقیقات کے طلبگار ہوئے چنانچہ حضرت سید غلام حسن شاہ صاحب کاظمی مظفر آباد حال افسر تعلقات عامہ میرپور آزاد کشمیر نے سیدہ مرحومہ کے احوال و مولد و نسب کی تحقیقات چترال کے وزیر اعظم محمد بہرام خان سے دریافت فرمایا اور وزیر اعظم موصوف نے اس ناچیز مولف تاریخ چترال کو اس کی تحقیق پر مامور فرمایا۔ کیونکہ اس خاتون محترمہ کے خاندان اور مقام کا کسی کو علم نہیں تھا۔ دو سال کی متواتر تحقیقات کے بعد پتہ چلا کہ وہ ریچ کے سادات سے سید مہیب شاہ کی لڑکی تھی۔ سیدہ کا نام فاطمہ، والدہ کا نام عقلمہ اور باپ کا نام سید مہیب شاہ عرف نواب شاہ تھا۔ چنانچہ یہ تحقیقات حضرت غلام حسن شاہ صاحب کاظمی مظفر آباد کے پاس بھیجی گئی۔ چنانچہ ایک سو تیس سال پہلے کا واقعہ معلوم ہوا۔ اس تحقیقات سے مزید یہ انکشاف بھی ہوا کہ سیدہ مرحومہ کا باپ سید مہیب شاہ سید شاہ مستقیم کی قریبی اولاد سے تھا۔ سادات ریچ کے علاقہ بڑے بڑے خاندانوں سے وابستہ تھے۔ سید شاہ عبدالرحمن چونکہ اس خاندان میں عہد موجودہ میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک رہا ہے۔ لہذا ان کے احوال سے مزید تعارف کا عنوان قائم ہوا۔ اور اس کی تصویر معہ اسکے لڑکے سید عبدالجلال کے اکیس شامل ہے۔

ذکر قدیم علمائے چترال

اس ملک میں اس انداز کا ایک عالم بھی نہیں ہوا کہ کوئی تصنیف اس کی یادگار ہو۔ البتہ چند ایک خاندان ہوئے کہ وہ علم سے نسبت رکھتے تھے۔ ان کا ذکر خیر بیان کیا جاتا ہے

بابا آدم یہ بزرگوار اصلاً اہل بدخشاں سے تھے۔ خاندان رئیس شاہ ناصر کے عہد میں اس ملک میں آئے اور عزت و

بزرگی پائی اور پرگنہ تریت و علاقہ آویر و کوشٹ کے منصب قضا پر فائز ہوئے۔ دبیر کا عہدہ بھی انہیں کو حاصل تھا شاہ محمد شفیع نے جب تریت کے عشر کو بھی انہیں کے حق میں بخشدیا۔ ان کو منشئی حضور م و کاتب منظوم داعی و مادم ملا بابا آدم کے خطابوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ شریعت شعار گرامی قدر زبدۂ خدام الکرام کے القابوں سے انکا نام لیا ہے۔ یہ سندات انکے خاندان میں ابتک موجود ہیں۔

انگریزی حکام نے یہ سندات بغرض ملاحظہ پشاور اور لاہور کے دفاتر میں منگوائیں اور ملاحظہ کے بعد پھر واپس بھیجدیں۔ ۱۹۵۰ء میں حکومت پاکستان کے ڈائریکٹر آثار قدیمہ کے افسروں نے خود چترال میں آکر پھر ان کو طلب کیا اور پشاور لے گئے۔ اس کے تین سال بعد ہر ایک سند کی تصویری نقل شامل کر کے واپس بھیجدیا۔ یہ کل آٹھ سندات ہیں۔ اور ان کی نقول سنٹرل ریکارڈ آفس پشاور میں محفوظ ہیں۔

بابا آدم کی اولاد سے قاضی منصور و محرم بیگ معتبر لوگ تھے۔ قاضی منصور کی اولاد آویر میں اور محرم بیگ کی اولاد چترال میں بہ حلیہ ملائی موجود ہے۔ گولدور چترال کے امام خاندان اور آویر میں قاضی منصور کے خاندان ان کی اولاد ہیں۔ مگر علم سے عاری رہے ہیں۔ معتبر عالم انمیں کوئی نہیں ہوا ہے ان سندات پر شاہ مردان قلی بیگ و شاہ محمد شفیع و شاہ نواز خان و شاہ محمود و شاہ عبدالقادر کی مہریں ثبت ہیں۔

قدیم قاضیان چترال

قاضیوں کا یہ خاندان ملا دانشمند رستاقی کی اولاد سے ہے اپنے نسب کے بارے میں سیادت کے دعویدار ہیں۔ ملا دانشمند رستاق بدخشاں سے رئیس حکمرانوں کے عہد حکومت میں چترال آیا۔ اور اعزاز پایا۔ اور خاص چترال کا منصب قضا اسکی تحویل میں آیا۔ اس کا لڑکا ملا محمد رفیق تھا۔ اور اسکا فرزند قاضی توکل اور قاضی توکل کے لڑکے ضیاء الدین۔ سیف الدین۔ شرف الدین اور عبدالجبار تھے۔ قاضی شرف الدین کا لڑکا قاضی شہاب الدین تھا اور قاضی سیف الدین کا بیٹا قاضی فخر الدین۔ ان کی علمی حیثیت کی نسبت ٹھیک معلوم نہیں کہ کس درجے کے عالم تھے۔ لیکن انمیں سے ہر ایک شہرت یافتہ اور اہل اعزاز سے تھے۔ اور عہدۂ قضا میں معروف گذرے ہیں۔

جب مہتر فرامرد قتل ہوئے تو قاضی توکل اس وقت چترال میں قاضی تھا۔ وہ جب ماتم پرسی کے لئے متوجہ گیا تو اس نے اس موقع پر خوشوقتیہ خاندان کے شہزادوں کی طرف نگاہ ڈال کر کہا تھا کہ اس عہد میں خیراللہ کے بغیر کوئی اور شہزادہ امور مہام حکومت کا اہل نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ خیراللہ کی والدہ عوام خاندان سے تھی اور اس لحاظ سے خیراللہ کے حکمران ہونے کی توقع نہ کی جاسکتی تھی۔ جب ایک مدت کے بعد خیراللہ مسند حکومت پر سرفراز ہوئے اور چترال آئے اسوقت قاضی توکل زندہ موجود تھے مگر غایت درجہ بوڑھے تھے مہتر خیراللہ ان کے گھر گئے اور سرہانے جاکر کھڑے ہوئے انکو سینے کے ساتھ سہارا دیکر چند لقمے کھانا منہ میں ڈالا۔ پھر انکے فرزند قاضی شرف الدین کو منصب قضا کے ضمیمہ کے طور پر منصب اتالیقی پر مامور فرمایا اور چترال میں علاوہ مقبوضہ زمین کے مزید زمین بھی مرحمت کی۔ قاضی شرف الدین

نے دونوں منصب سنبھال کر مہتر خیراللہ کے عہد میں بڑے اعزاز پائے تھے۔ شاہ کٹور ثانی جب تخت نشین ہوئے قاضی شرف الدین فوت ہو چکا تھا۔ ان کے لڑکے قاضی شہاب الدین کو منصب قضا پر مستقل رکھا اور ہمیشہ نظر احترام سے دیکھتے رہے۔

قاضی عبدالجبار کے پوتوں سے خواجہ احرار صاحب علم شخص تھا۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں چترال کا منصب قضا رکھتا تھا۔ اور قابل اعتبار فقیہہ تھا۔

اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں قاضی احرار کا لڑکا عالم الرحمان ہندوستان سے علم تحصیل کرنیکے بعد جب چترال واپس آیا علمائے شرع میں نامور ہوا۔ پھر ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں چترال کے ایک گوشہ پر قضا کا عہدہ پایا۔ اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوا۔ قاضی شرف الدین کے پوتوں سے قاضی ملا نظر رحمت چترال کے قاضیاندہ محلہ میں اپنی علمی شہرت و فضیلت کی وجہ سے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ممتاز رہا اور علمائے میزان شرع میں شامل ہوئے۔ بڑے معتبر عالم و فقیہہ تھے۔ مسجد قاضیاندہ کی امامت اس کے خاندان کو تفویض تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کا لڑکا عبدالحی اپنا امامت پر قائم رہا۔ اسکا خاندان قدیم سے معزز مانا جاتا ہے۔ قاضی خواجہ احرار کے خاندان سے ایک خاندان ادغوشٹ میں قاضیوں کے نام سے آباد ہے۔ جس سے غلام دستگیر کا نام عوام میں بلند ہے۔ اس نے مروجہ تعلیم حاصل کی اور جب چترال میں آزادی کی تحریک شروع ہوئی اسمیں بحیثیت رکن جماعت مسلم لیگ خوب خدمات انجام دیں۔ اور عوام میں مقبول ہوئے۔ انکا عرف گھڑی ساز ہے۔ اور قریہ برموز میں سکونت پذیر ہیں۔ تعلیمی اعتبار سے چترال اسکول میں انسپکٹر تعلیمات کا عہدہ حاصل کیا پھر متعدد ملازمتوں سے سروکار رکھا۔ لائق شخص ہیں۔

ملایاق بارہ ادکہنہ

رئیس حکمرانوں کے عہد سے اس خاندان کے افراد اہل علم ہوتے چلے آتے ہیں۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں ملا غلام رسول اس خاندان میں معتبر عالم دین تھے۔ انہوں نے سو برس سے زیادہ عمر پائی تھی۔ انکا فرزند حاجی ملا علی مردان بڑے نیک اور فرد صالح و عابد تھے۔ ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔ اس کا بھتیجا ملا رحمت ہندوستان سے علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد جب وطن واپس آیا۔ تمام علوم میں وہ کامل تھے۔ اپنا تمام کتب بھی ساتھ لائے۔ مگر اس ملک میں تعلیم و تدریس کا رواج کم تھا۔ ان کی کتابیں صندوقوں میں بند کی بند پڑی رہیں۔ انکے لڑکے عبدالغنی نے چترال کے سکول میں مروجہ کسبی تعلیم کر کے میٹرک پاس کیا اور ماسٹری پر مامور ہوا۔ مگر ساتھ ہی حافظ قرآن بھی ہے۔ حاجی علی مردان کے لڑکے عبدالرؤف نے بھی باپ سے علوم دینیہ کی تعلیم حاصل کی اور باپ کی مسند امامت پر قائم رہا۔ انکا لڑکا عبدالدیان جب ہندوستان سے تحصیل علم کے بعد چترال واپس آیا تو مستند علماء میں شمار ہوا۔ اور مفتی اعظم کے منصب پر مامور

ہوا اور میزان شرع کے علماء میں بھی شامل رہا تھا۔ اس خاندان کی دوسری شاخ سے مولوی رحیم اللہ بھی قابل ذکر ہیں کہ وہ تحصیل علم کے بعد جب چترال واپس آئے تو مفتی کا منصب پایا۔ اور جب عوامی مسلم لیگ چترال کے مقابلہ میں ریاستی لیگ کی جماعتی تنظیم ہوئی تو اس جماعت کے ناظم رہے اور اس کے قیام واستحکام میں بہترین خدمات انجام دیں۔ سیاسی تحریکات میں اپنی جماعت کے اعلیٰ لیڈر تسلیم ہوئے۔ اچھے مقرر بھی ہیں۔ شاہی خاندان میں انکا کافی رسوخ تھا۔ ہز ہائینس سیف الرحمن کے عہد میں وہ بڑے اعتبار کے مالک تھے۔ بیباک لیڈر رہے ہیں۔

قاضیان بروز

یہ خاندان بھی قدیم سے اصحاب علم چلا آیا ہے ان کے جدِ بزرگوار ملا موسیٰ بخارا سے اس ملک میں تشریف لائے تھے۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد حکومت سے بروز مقام کا عہدہ قضا مسلسل ان کی تحویل میں رہا ہے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں قاضی خلیل الرحمن وقاضی ولی الرحمن بروز کے عہدہ قضا پر مامور رہے ہیں اور کونسل عدلیہ کے ممبروں میں بھی شامل تھے۔ دونوں علما جامع علوم تھے۔ اور محترم رہے۔ قاضی زادہ فتح الرحمن ابن قاضی ولی الرحمن اعلیحضرت کے عہد میں شاہزادوں کے استاد تھے۔ قرآن مجید اور دینیات کے معلم رہے تھے۔ قاضی عین القضاۃ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک کے عہد میں معتبر علماء میں شامل تھا۔ پھر دار العلوم کا معلم تھا۔ وہ بھی اسی خاندان سے ہیں اور معتبر فقیہہ ہیں۔

ملایان بازار تھنہ اور قاضیان بروز کے مابین قرابت اور رشتہ داری بھی ہیں۔ کیونکہ ملا موسیٰ جب بخارا سے یہاں آئے تو اپنی بیٹی کی شادی ملایان بازار کے جدِ اولین سے کی۔ اور لڑکی کو چترال کی زمین بخشدی۔ اور خود بروز چلا گیا۔ اور وہاں زمین خرید کر کے سکونت پذیر ہوگیا۔ نسبتاً دونوں الگ ہیں صرف رشتہ داری کی قرابت ہے۔

قاضی خان علوم بروز

یہ خاندان نسباً ریاست دیر کے پائندہ خیل قبیلہ سے ہیں وہاں سے جب چترال آئے تو علم کے طفیل عزت وشہرت پائی۔ قاضی عبداللہ وخان علوم دونوں بھائی علم وفضیلت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں قاضی خان علوم بروز کا قاضی تھا۔ پھر کونسل عدلیہ میں ممبری پائی۔ اور بہت مدتوں تک ممبری پر فائز رہے۔ اعلیحضرت کے حضور میں بڑی عزت رکھتے تھے۔ اور بادشاہ سے معقول وظائف پاتے تھے۔ بڑی جرأت کے مالک اور اپنے ملک کی حفاظت کے قومی فرائض سے آشنا تھے۔ قاضی عبداللہ کا لڑکا مولوی حضرت اللہ بھی علمی استعداد سے معتبر ہیں۔

قاضیان قدیم ایون

یہ بھی ایک پرانا صاحب علم خاندان ہے اور اب تک دولت علم سے بہرہ یاب ہے۔ شاہ کٹور ثانی کے عہد میں قاضی محمد نظام اس خاندان میں بڑے اعتبار

وعزت کے مالک تھے۔ حسن اتفاق دیکھئے کہ بادشاہ اور قاضی دونوں کی ولادت ایک ہی رات کو ہوئی تھی۔ اور ان کی آپس میں مزاح و دل لگی کی باتیں بہت سی مشہور ہیں۔

قاضی محمد نظام مہتر خیر اللہ کے عہد میں جب وہ شاہ کٹور کے خلاف باشگل پر لشکر کشی کرکے واپس آیا تو یہ بھی مہتر خیر اللہ کے ساتھ موجود تھا۔ اور ان کے خاص مشیروں میں شامل تھا۔ جب شاہ کٹور تخت حکومت پر دوبارہ فائز ہوئے تو یہ پھر اُن کے دربار میں معزز ہوئے۔

اس خاندان کے علماء میں ملا نصر الدین مسائل فقہ میں معتبر مانے جاتے تھے۔ اور قاضی عبد الوہاب کا درجہ بھی بلند تھا۔ وہ طبعی ذکاوت مالک اور صاحب اعزاز تھے۔ پھر انکا لڑکا قاضی عبد الرحمٰن اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز رہا۔ وہ طبعی دل لگی کی باتیں کرکے بادشاہ کو خوش کرتے تھے۔

آخوندزادہ افرار الدین اور ملا اسمٰعیل اس خاندان میں سرکردہ فضلاء ہوئے ہیں۔ علم میں انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی۔ آخوندزادہ افرار الدین اعلیحضرت مرحوم کے عہد سے ناصر الملک مرحوم کے عہد تک بڑے محترم تھے۔ ۱۹۱۸ء میں جب قضائے ایون کا عہدہ ان کو پیش کیا گیا تو انھوں نے بمشکل قبول کرنے کے بعد پھر استعفےٰ دیدیا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں قاضی القضاۃ چترال کے عہدے پر مامور رہے۔ انہوں نے فقہ کے مسائل ضروریہ کا ایک مجموعہ بھی تصنیف کیا تھا علمائے متاخرین چترال میں انکا وجود غنیمت تھا۔

مولوی اجلال الدین ان کے فرزند ہیں جو مدرسۃ العلوم دیوبند کے مستند عالم ہیں۔ اور آجکل دار العلوم چترال کے صدر مدرس ہیں۔ آپ بڑے فصیح مقرر بھی ہیں۔ اپنے خاندان اور والد کے علمی و ذہنی وقار کی واحد یادگار رہیں۔ قاضی عبد الوہاب کے پوتوں سے قاضی اسم اعظم کے فرزند قاضی صاحب نظام موجودہ دور میں سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک اور تحریک آزادی کے موسس ہیں۔ جب ریاست میں سیاسی بیداری کا آغاز ہوا تو مولانا صاحب نظام ولئے کی وساطت سے ریاست چترال میں مکمل ذمہ دار اسلامی حکومت کا مطالبہ کیا۔ اور جماعت مسلم لیگ میں نائب صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۷ء میں ممبران مسلم لیگ کی معیت میں پشاور گئے اور دوبارہ ذمہ دار حکومت کے مطالبہ کا اعادہ کیا۔ انکی عوامی شہرت تسلیم شدہ ہے۔ زندان و سلاسل کی آزمائشوں کے باوجود میدان عمل میں سرگرم رہے عادتاً و فطرتاً ان کی تقریر میں جوش و خروش کا اثر ہے طبیعت میں ظرافت اور خوش طبعی کا جوہر ومانتاً بھی حاصل ہے۔ جیسا کہ انکا جد امجد قاضی محمد نظام فصحائے نغز میں شمار ہوتا تھا۔ قاضی صاحب نظام عوام کی مقبولیت سے کونسل عدلیہ میں چار برس تک ممبر رہا۔ اور ان کی نمائندگی کرتے رہے۔ فرض منصبی کو بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ بڑی ہمت و حوصلہ کے مالک ہیں۔

حلقہ احباب بھی وسیع ہے۔

ملا محمد اسمٰعیل کے فرزند مولوی محمد فاضل آجکل ایون کے قضا میں مامور ہیں۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد شاہی امام بھی رہے اور طبقہ علماء میں معتبر و جید عالم ہیں مشربا اہل طریقت سے ہیں

اخوندزادگان مولدہ ایون

یہ خاندان نسباً و اشمنہ مولکھو سے ہیں۔ ان کے جد بزرگوار زیور علم سے آراستہ تھے۔ شاہ سنگین علی کے بیٹے جہانگیر سے موضع کوشٹ میں زمین لی۔ اور مولکھو سے وہاں آکر آباد ہو گئے۔ اسکا لڑکا ملا رحیم قلی اخوند علم میں کمالات کا مالک تھا۔ مہتر سربلند خان سے موضع ایون میں زمین لیکر وہاں بود و باش اختیار کر بیٹھا تھا۔ اسکے بیٹے حافظ محمد کرار اور شرف الدین علم و تقوی کی دولت سے مالا مال تھے۔

مولانا محمد کرار کے فرزند آخوندزادہ مولانا محمد عاقل تھے جو فاضل اجل اور عالم باعمل ہوئے پشاور سے علوم و فنون کی تکمیل کے بعد حرمین الشریفین کی زیارت سے مشرف ہو کر واپس وطن میں آئے۔ انہوں نے سلسلہ طریقت میں حضرت عارف کامل شیخ عبدالوہاب عرف پیر مانکی علیہ الرحمۃ سے اخذ فیض کیا۔ اور تمام عمر عبادات و ریاضات میں بسر کی۔ مظلوموں اور محتاجوں کی خدمتگذاری پر ہمہ وقت مصروف و مستعد رہے۔ لنگر جاری رکھا سنہ ۱۳۱۲ھ میں سفر آخرت فرمایا۔

ان کے بھائیوں سے اخوندزادہ شبیر یزدان و آخوندزادہ محمد فاعل عالم باعمل اور تقوی شعار تھے۔ چترال میں عہدہ قاضی القضاۃ پر مولانا محمد فاعل بھی چند سال تک فائز رہے ان کی وفات کے بعد یہ منصب اخوندزادہ غلام العابدین کو تفویض ہوا۔ اخوندزادہ غلام العابدین و غلام الصالحین و غلام الذاکرین تینوں اخوندزادہ محمد عاقل مرحوم کے صاحبزادے تھے غلام العابدین اور ان کے بھائیوں نے مروجہ علوم دین کی تکمیل پشاور سے حاصل کی۔ تحصیل علوم کے بعد جب واپس آیا تو اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں غلام العابدین ایون کے عہدہ قضا پر مامور ہوا پھر چترال میں قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کیا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد سے مظفر الملک مرحوم کے عہد تک اپنے عہدہ پر اعزاز سے رہے۔ غلام الصالحین و غلام ذاکرین بھی علم سے آراستہ اور حافظ قرآن تھے اور احترام سے یاد ہوتے ہیں۔ سنہ ۱۹۶۰ء سے مولوی غلام ذاکرین علمائے میزان شرع میں شامل ہوتے ہیں

آخوندزادگان تھوڑیاں دہ ایون

یہ خاندان اپنا سلسلہ نسب حضرت شیخ محمد کادکا کا صاحب علیہ الرحمۃ سے متصل کرتا ہے۔ ان کے جد اعلیٰ ملا محمد کبیر شاہ کٹور ثانی کے عہد میں یہاں آئے۔ اور ایون میں سکونت اختیار کی۔ ان کا لڑکا

محمد حمید علم میں کمال رکھتا تھا۔ اور مہتر شاہ افضل ثانی کا استاد تھا۔ چترال میں زمین پائی۔ اور معزز ہوئے محمد حمید کے صاحبزادے کا فرزند یعنی پوتا قاضی عبدالرحمٰن نامور عالم ہوئے شہرت و رسیوارہ کمر انہوں نے انواع علوم میں استفادہ کیا۔ مسجد مہابت خان میں علما و رؤسائے پشاور کی موجودگی میں علوم و فنون کا امتحان پاس کیا۔ اور سند علم و دستار فضیلت حاصل کی پھر حج سے شرفیاب ہو کر مراجعت فرمائے وطن ہوئے۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں قاضی احرار کی وفات کے بعد قضائے چترال پر فائز کئے گئے۔ پھر قاضی القضاۃ کا عہدہ پائے۔ تمام ملک کے اہم شرعی فیصلے انہیں کے ذریعے طے پاتے تھے۔ یمن و برکت والے بزرگوار تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے ہاں انکا بڑا اعزاز و احترام تھا ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔ انکا بھائی حاجی عبدالغفار علم سے آشنا اور لائق شخص تھے۔ قاضی القضاۃ کی نیابت میں چترال میں کام کرتے تھے۔ انہوں نے دو دفعہ فریضۂ حج سے سعادت اندوز ہوئے کچھ مدت تک کونسل عدالت کے ممبروں میں فائز رہے تھے۔ حاجی عبدالغفار کے لڑکے رحمت غفار و فضل غفار بھی معتبر ہوئے۔ رحمت غفار سیاسی سوجھ بوجھ کا شخص ہے۔ عوام میں اعتماد پایا۔ اور نمائندگی کرتے ہوئے علاقہ خذ ہرہ کیطرف سے کونسل عدلیہ کا ممبر ہوا تھا۔ اور فضل غفار شاہی خاندان سے وفاداری رکھتے ہوئے شاہزادگان اور ان کے حلقہ ارادتمندان میں وقف خدمات رہے ہیں۔

قاضی القضاۃ مرحوم کے صاحبزادہ مولوی غلام احمد مدرسہ امینیہ دہلی میں تحصیل علم کے بعد جب واپس وطن آئے تو علمائے میزان شرع میں شامل ہوئے۔ شرعی فیصلوں کی نگارش کی ذمہ داری انکی ہے۔ و دیگر امور شرعیہ ہیں۔

ملا نعمۃ اللہ جان ابن اخوند جان اس خاندان سے تھے مگر تعلیمی سلسلہ میں آخوندزادہ صاحب مولدہ کے تلامذہ میں سے تھا۔ اور ان کے حلقۂ ارادت میں منسلک تھا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں انکا بڑا اعتبار رہا۔ قاضیٔ عسکر کا منصب پایا۔ جزئیات فقہ میں ان کی کمال استعداد تھی انکا لڑکا شاہزادہ جان نے اعلیحضرت کے عہد میں مولانا سیر کے شاہنامہ کو اپنی کتابت سے ترتیب دیا۔ مگر مولانائے مرحوم کے اصلی نسخہ دستخطی کو واپس نہیں دیا۔ وہ کتب خانہ شاہی میں موجود نہیں ہے مولانا نعمۃ اللہ جان کا دوسرا لڑکا چترال سکول میں مدرس ہے ملا نعمۃ اللہ جان کا باپ اخوند جان بھی معتبر شخص تھا۔ اور کشمیر کے سفراء کے ساتھ کشمیر بھی گیا تھا۔

مولوی غلام محمد قاضی القضاۃ مرحوم کے نواسوں سے ہندوستان میں تعلیم حاصل کر کے جب وطن واپس آیا۔ سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد ان کے انتخاب میں جامع علوم مانا گیا اور بہترین واعظ اور خوش کلام مقرر ثابت ہوئے۔ ہز ہائی نس نے ان کو تبلیغ و ترویج شرعیت کے لئے

بالائی علاقوں میں بھیجدیئے گئے کہ وعظ کریں۔ مگر جب واپس آئے تو عمر نے وفا نہ کی اور جلد ہی وفات پا گئے۔

مولوی محمد زمان ابن مرزا محمد شافی بھی اس خاندان سے ہیں۔ چترال سکول میں پشتو کے ماسٹر ہیں اور اس کے علاوہ جامع مسجد میں خطیب ہیں۔ بہترین خوش نویس ہیں اور خوش گفتار واعظ ہیں۔

صاحبزادگان خیر آباد

یہ خاندان بہت ہی معزز اور صاحب برکات تھا۔ اس خاندان کے جدِ اعلیٰ محمد مظفر مشہور بہ باباجی علیہ الرحمۃ شیشی کوہ درے کے باشندے تھے۔ اس زمانے میں جبکہ تمام بودیان کفر و کافران کی آماجگاہ تھا۔ یہ اسلام کی لازوال دولت سے مالا مال ہوئے۔ اور پشاور چلے گئے۔ جہاں حضرت میاں عمر چمکنی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت میں شریک ہو گئے۔ اور ریاضت و مجاہدہ میں شریک ہوئے۔ اور سلوک معرفت میں بڑا مرتبہ حاصل کیا۔ ایک مدت کے بعد جب وطن واپس آئے تو آپ کے مبارک انفاس کی برکت سے شیشی کوہ درے کے تمام کفار مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

شاہان ملک آپ کی زیارت کو تبرک و سعادت جانتے تھے۔ آپ کے صاحبزادہ جناب اخوند صاحب بڑے مرتبہ اور کشف و کرامات کے بزرگوار ہوئے جنکا مختصر ذکر اصحاب فقر و قناعت میں آئے گا۔ اخوند صاحب کے صاحبزادے مصطفیٰ اور محمد ملک بڑے محترم و مکرم گذرے ہیں اس ملک کے بادشاہوں کے حضور میں اور تمام ریاست کے لوگوں کے ہاں انکا بڑا احترام مسلم تھا۔ کٹور خاندان اور ہمسایہ علاقوں اور قبیلوں کے امراء اس خاندان میں رشتہ کو عار نہ جانتے تھے۔ اور جو مجرم اس خاندان کے ہاں پناہ لے لیتا تھا وہ سزا سے بچ جاتا تھا۔

صاحبزادہ محمد ملک کے فرزند صاحبزادہ مجتبیٰ بھی محترم بزرگوار تھے اور اس بزرگوار کی یادگار صاحبزادہ فضل محمود ہیں۔ علمیت کے ساتھ اہل تقویٰ بھی ہیں اور اپنے خاندان کے اوراد و وظائف کے پابند ہیں علاقہ شیشی کوہ کی قضا ان کی تحویل میں ہے۔ باباجی صاحب مرحوم کی باقی اولاد میں اہل علم بھی ہیں مگر ممتاز نہ ہوتے۔

اخوندزادگان جنجرت

اخوند زادوں کا یہ طبقہ اپنے علم و زہد و تقویٰ میں صاحب برکات گذرے ہیں۔ نسب کے اعتبار سے کفار باشگل سے تھے ان کے مورث اعلیٰ اسلام سے مشرف ہوئے اور حضرت عمر میاں چمکنی علیہ الرحمۃ کے سایہ برکت میں تربیت پائی۔ علم و عمل میں نامور ہوئے اس خاندان میں قاضی حبیب اللہ علم کے ساتھ زہد و تقویٰ میں بھی معروف رہا ہے۔ اب ان کے فرزند محمد بزرگ اپنے خاندان کی یادگار ہیں۔

اخوندزادگان آرندم

دروش کے آرندم گاؤں میں انکا خاندان آباد ہے ان اخوندزادوں کے

جدِ اعلیٰ میر عبداللہ نوسٹ کلاں سے یہاں آئے۔ اور وہ سادات سے تھے۔ علم تو تھا ہی۔ تائید غیبی سے حضرت میاں عمر چمکنی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں باریابی پائی۔ اور بہت بلند تر مقام حاصل کیا۔ پھر انکا پوتا ملا نورعین مسائل فقہ میں کامیاب اور اہل کمال میں شمار ہوتا تھا۔ اور ان کے بھائی میر آخون اصحاب فقر و عزلت میں بڑے با اثر درویش تھے اڈیاں دروش کی زیارت ان کی دائمی آرامگاہ ہے۔ جہاں زائرین کا رجوع ہوتا رہتا ہے مگر ان کے مزید حالات ان کے خاندان والوں نے بتانے سے غفلت کی کہ کس درجہ کے درویش تھے۔ ملا نورعین والیان ریاست کے نزدیک قدر و منزلت میں ممتاز تھے۔ ان کے خاندان سے اخوندزادہ عبداللہ جان بڑے معزز اور علم و ورع کیوجہ سے بڑی برکتوں والے بزرگوار تھے۔ انکا دستر خوان وسیع تھا جہاں مہمانوں کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اخوندزادہ موصوف بڑے احترام سے یاد ہوتے تھے۔ ان کے صاحبزادے مولوی محمد عظیم خان اور سیف احمد ہیں۔ والد کی وفات کے بعد مولوی محمد عظیم خان عہدۂ قضا پر مامور ہوگئے۔ انھوں نے مدرسہ امینیہ دہلی سے سند حاصل کی۔ بڑے معتبر عالم ہیں۔ ہائی سکول دروش میں دینیات کے مدرس بھی ہیں۔ سیف احمد نے نئی مروّجہ تعلیم میں قدم رکھا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد جے۔ اے۔ وی کا کورس کیا۔ پھر ہائی سکول دروش میں ہیڈ ماسٹر ہوتے ہیں انکا خاندان آباد ہے۔

قضاۃ دروش

دروش کے قاضیوں کے خاندان میں بڑے علماء و فاضلین گذرے ہیں اور یہ برکت والے خاندان سے یاد ہوتا ہے۔ قاضی زین العابدین اعلیٰ درجہ کے فقیہہ اور اچھی شہرت والے معزز تھے۔ ان کے بھائی مولوی ہشام الدین علوم دینی میں کامل دستگاہ حاصل کرنے میں کوشاں تھے کہ اس اثنا میں وفات پاگئے۔ قاضی زین العابدین کے لڑکے قاضی الہام الدین بڑے ذکی الطبع عالم تھے۔ تحصیل علم کے بعد وطن واپس آئے تو قضا کے منصب پر مامور کئے گئے۔ مگر جلد ہی سفر آخرت پیش آیا۔ اور چلدیئے۔ اب اس خاندان میں زیور علم سے آراستہ کوئی نہیں رہا۔

آخوندزادگان بروز

یہ اخوندزادے ملا عبدالغنی پشاور کے صاحبزادے ہیں ملا عبدالغنی مہترشاہ کٹور ثانی کے عہد میں چترال آئے اور بروز کے سبین کلوم گاؤں میں سکونت اختیار کی۔ بڑے معتبر عالم تھے اس ملک کے اکثر علمائے کرام ان کے تلامذہ تھے۔ ان کے صاحبزادے محمد ناجی اور محمد حاجی تھے۔ وہ بھی زیور علم سے آراستہ تھے۔ مولانا محمد ناجی کے فرزند اخوندزادہ آخوند بابا تھے۔ ان کے وجود میں علم و عمل اکھٹے نظر آتے تھے۔ زہد و عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اب ان کی اولاد میں کوئی اہل علم موجود نہیں ہے۔

آخوندزادگان ارغوچ

یہ ایک عالم کی اولاد میں گر ان کا اسم گرامی مولوی حاجی لکھا شاہ

کٹوڑ ثانی کے عہد میں وہ بخارا یا بدخشاں کی حدود سے یہاں چلے آئے اور سکونت کی طرح ڈالی۔ انکا لڑکا ملا خیر اللہ اور پوتا ملا عطاء اللہ اہل علم میں شمار ہوتے تھے اور احترام کے مالک تھے۔

مولف تاریخ نے ان کے خاندان کی چند کتابیں ملاحظہ کی تھیں۔ ان کی نفاست اور خوش خطی دیکھ کر حیرت ہوئی۔ اور یقین ہو گیا کہ ان کے بزرگ علم میں بڑے ہی صاحب مراتب تھے۔ اخوندزادہ عطاء اللہ کا فرزند اخوندزادہ محمد حسن علم سے بہرہ یاب اور طریقت میں کامیاب تھا۔ زہد و تقویٰ کا حصہ دار اور صالح شخص تھا۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اس خاندان سے مولوی کا نام زندہ رکھنے کے لئے ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کا نام مولوی عبد اللہ ابن الحاج ملا حماد اللہ تھا۔ انہوں نے مدرسہ احیاء العلوم سورت سے تحصیل علم کیا اور جب وطن واپس ہوئے تو اعلیٰ حضرت کے منظور نظر ہوئے۔ اور اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے علمائے موجودہ کی صف میں امتیازی حیثیت کا درجہ حاصل کیا۔ کیوں نہ ہو بڑے عالم اور فصیح اللسان مقرر تھے۔ سیاسی وجوہ سے واقف اور قانونی معاملات میں خبردار تھے۔ چند سال تک کونسل عدلیہ کی ممبری پر فائز رہے پھر درۂ رمبور کا منصب قضا حاصل کیا۔ اور ہز ہائی نس سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں مزید نوازشوں سے سرفراز رہے مگر عمر نے وفا نہ کی ۱۹۴۴ء میں وفات پائی۔

ملا عباس و ملا کمال شاہ

یہ دونوں بھائی جالندھر (پنجاب) کے خاندان سادات سے تھے شاہ کٹوڑ ثانی کے عہد حکومت میں اس ملک میں وارد ہوئے اور بادشاہ کے دربار میں باریاب ہو کر اعتماد حاصل کیا۔ علم میں بڑے کمال کے مالک تھے۔ خوشنویسی میں پاکیزہ اسلوب رکھتے تھے۔ شاہ کٹوڑ ثانی کے فرزند شاہ تجمل شاہ جو بہت بڑے علمی مدارج پر سرفراز تھے وہ انہیں علماء کے شاگرد بن کر فیض تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ ملا عباس نے بروز میں سکونت کے زمین پائی تھی اور ملا کمال شاہ کجہ علاقہ کوہ میں اقامت پذیر ہوئے۔ ملا عباس کے خاندان سے آخوندزادہ محمد طفیل معروف شخص تھا۔ تاریخ میں لکھا پایا گیا کہ جنگ دراکھت میں محمد رحیم خان حاکم وخان کے مقابلہ میں انہوں نے شاہزادہ تجمل شاہ کے لشکر میں نمایاں بہادری دکھائی تھی۔ انکی اولاد اخوندزادوں کے نام سے بروز میں آباد ہے اور انکا گاؤں ہندوستان کے نام سے مشہور ہے۔

ملا کمال شاہ کی اولاد سے باوجود جستجو کوئی معروف شخص مجھ کو معلوم نہ ہوا۔

ملا حبیب آخوند چمرکہن

یہ آخوندزادہ مقام چمرکہن کے باشندے تھے شاہ کٹوڑ ثانی کے عہد میں انواع علوم میں درجۂ کمال رکھتے تھے۔ بادشاہ کے حضور میں معزز تھے۔ یہ بادشاہ علماء کے بڑے قدردان تھے۔ اور ان کے عہد میں ہندوستان۔ بدخشاں اور بخارا سے بڑے بڑے علما یہاں آئے اور بڑی قدردانی سے یہاں مقیم ہوئے۔ ملا حبیب اخوند شاہ کٹوڑ کے دربار میں جوہر ظرافت و لطافت سے اسی طرح ممتاز رہے تھے۔ حکایت کرتے ہیں کہ منشی خیر اللہ

کے عہدِ حکومت میں ایک مولائی مذہب قلندر نے آئمہ ثلاثہ کی نسبت (رضوان اللہ علیہم) بر بنائے طبع افتاد نا شائستہ الفاظ استعمال کئے اور دشنام طرازی کی۔ اگرچہ ملا حبیب آخوند غصہ سے جل اُٹھا۔ مگر سکوت کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ ایک روز ملا حبیب آخوند نے مہتر خیر اللہ کے قتل کی خبر جونہی سنی تو اس گمراہ قلندر کی تلاش میں اٹھ کھڑا ہوا اور گاؤں گاؤں میں تلاش کرتا ہوا زیبزدی مدک علاقہ موڑکھو میں پہنچا۔ قلندر نے جب اسے دیکھا تو اس کے ارادہ کو بھانپ گیا اور بھاگ پڑا۔ ملا حبیب نے بڑی تیز قدمی سے اسکا تعاقب کیا۔ اور گاؤں کے سامنے اسے جالیا۔ اور بہ آواز بلند کہا کہ اے قلندر دور دور شاہ کٹور است آمادہ باش اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور واپس چترال آئے۔ وزیر منفعت خان شالی ان کے خوان علم سے بہرہ مند تھے اور ان کے شاگرد تھے۔ ملا حبیب کے پوتے پڑپوتے ملائی لباس میں چمرکہن میں رہتے ہیں۔ اور آخوند زادے کہلاتے ہیں۔ ان کے خاندان میں قدیمی قلمی کتابیں بھی موجود ہیں۔ جنمیں سے ایک ضخیم قلمی کتاب دُرج الدرر مولف تاریخ کے ہاتھ آئی ہے جو سنہ ۱۹۵۰ء میں آثار قدیمہ پشاور کے ڈائرکٹر کے پاس بغرض یادگار بھیجی گئی ہے۔ جہاں لائبریری آثار قدیمہ کی الماری میں چترال کی یادگار کے طور پر محفوظ ہے۔ بڑا خوشخط اور ضخیم قلمی نسخہ ہے۔

ملا سعد الدین کجو یہ بھی اصل میں جالندھر پنجاب کے تھے۔ جو اپنے بھائی محمد حسن کے ساتھ شاہ کٹور ثانی کے عہدِ حکومت میں چترال آئے۔ اور شاہ کٹور کے دربار میں رسوخ پایا۔ ملا سعد الدین جامع علوم اور حافظ قرآن تھے۔ شاہ کٹور کے پیش امام مقرر ہوئے۔ بڑی عزت و شہرت رکھتے تھے۔ پھر یہاں مستقل مقیم رہے اور کجو علاقہ کوہ میں زمین پائی۔ ملا سعد الدین نے بادشاہ کی امامت پر بڑے اعزاز سے زندگی بسر کی۔ اور یہ دونوں بھائیوں کی اولاد کجو مقام میں دشمنہ نام سے موسوم ہوئے۔ ملا سعد الدین کا لڑکا تاج محمد اور محمد حسن کا لڑکا خدا رحمت بھی علمیت کے ساتھ اعتبار رکھتے تھے۔ تاج محمد کے خاندان سے مولوی شیر محمد ابن نور احمد آجکل کے علماء میں ممتاز شخصیت رکھتے تھے۔ قضائے کجو پر مامور تھا۔ پھر دار العلوم چترال میں مدرس ہوئے ہیں ان کا باپ نور احمد قاضی ہے۔ انکا بیان ہے کہ شاہ کٹور کی امامت پر جب ملا سعد الدین مامور ہوا تو سند بھی حاصل کی تھی جس پر سنہ ۱۱۹۲ھ لکھا ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درست ہے۔ تاریخ میں شاہ کٹور کی علم پروری کے سلسلہ میں سند کی نقل مرقوم ہے۔ مولوی شیر محمد ملا سعد الدین سے آگے نسب نامہ یوں بتاتا ہے۔ کہ سعد الدین بن شیر محمد بن حور حسین بن حافظ احمد جالندھری تھا۔ لہٰذا وہ اپنے آپ کو حسین خیل دشمنہ کہتے ہیں۔

محمد حسن کی اولاد سے خدا رحمت اور اسکا لڑکا شکور محمد اور اس کا لڑکا سعید محمد اور اسکا لڑکا عزیز محمد حافظ قرآن ہیں۔ فضل احمد بھی تاج محمد کا دوسرا لڑکا تھا۔ جسکا لڑکا عبد الحلیم آجکل شبقدر علاقہ پشاور میں ہائی سکول کا مدرس ہے۔ وہ بھی عالم ہے تاج محمد کا خاندان بدستور علمیت سے روشن ہے

مہتر نظام الملک مرحوم کے عہد میں تاج محمدؒ و خدا رحمت ان کی ملازمت میں اہل اعتبار سے تھے۔

ملا مولوی

باشندہ کجو دشمنہ قوم سے شاہ کٹور ثانی کے عہد میں بڑے معتبر عالم تھے۔ علاقہ کوہ اور موضع سین کی قضا اسے تفویض تھی۔ اس کے خاندان میں ملا محمد کبیر بن حمید اللہ مدرس سکول کے ساتھ کجو میں مفتی کا منصب بھی رکھتا تھا۔ مولوی غلام محمد اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اپنی علمیت کی بنا پر اچھے دانشمند مانے جاتے تھے۔ وہ اس خاندان سے تھے۔ پھر دوسرے غلام محمد مولوی مدرسہ امینیہ دہلی سے متسند ہو کر سکول سین میں مدرس رہا تھا۔ بعد میں وفات پائی۔

ملا غوبی آخوند ؒ

یہ صاحب برکات شخص موضع موری کا باشندہ تھا۔ عابد و زاہد تھا۔ عالم بھی تھا تحصیل علم ملتان میں رہ کر حاصل کی تھی۔ انکا خطیرہ موری لشٹ میں مرجع خاص و عام ہے۔ جہاں نذر دور سے زیارت کو آتے ہیں۔ ان کی قبر پہ کتبہ لگایا گیا ہے جسمیں ان کا سال وفات لکھا ہوا ہے۔ سنہ ۱۲۶۸ھ میں انکا انتقال ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہتر شاہ افضل ثانی کا عہد تھا۔ انکے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی۔ ایک لڑکی تھی جو ملا تاج محمد کی زوجہ تھی۔ ملا تاج محمد ملا سعد الدین جالندھری کا فرزند تھا، جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ چونکہ وہ مولوی عبد الحلیم کی دادی تھی۔ لہذا انھوں نے ملا غوبی آخوند کی میراث کیلئے بار بار استغاثے کئے۔ ملا غوبی آخوند کا سلسلہ شاہ نوین بابا ایوب تک پہنچتا تھا۔

آخوندزادگان ریری

یہ قدیم سے آخوندزادوں کا گھرانہ ہے۔ اس خاندان سے ملا محمد کبیر علم و فضل سے آراستہ درس و تدریس میں مصروف اور زہد و عبادت میں مشغول تھے۔ موصوف نے بڑی لمبی عمر پا کر سنہ ۱۳۳۵ھ میں وفات پائی۔

مولوی عبد الکریم: اس خاندان سے مولوی عبد الکریم اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں علم و فضل سے ممتاز تھے۔ بڑے باکمال شخص تھے۔ آدیرہ کے منصب قضا پہ فائز تھے۔ از بسکہ علوم و فنون میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے۔ بادشاہ کے کتب خانہ سے بہت سی کتابیں حاصل کیں۔ پھر دوبارہ ملتمس ہوئے۔ اعلیحضرت مرحوم نے بھی اُن کی قدر دانی کا حق ادا کیا۔ اور ان کو متعدد کتابیں بخشدیں۔ مولانا نے اول اول استغنا اور بے پروائی سے دن بسر کئے۔ آخر بادشاہ کے اصرار سے قضائے آدیرہ کا منصب قبول کر لیا۔ بے ریا عبادت گذار تھے۔ اور عبادات میں بدرجہ کمال استغراق تھا۔ اعلیحضرت نے کئی بار کونسل کی ممبری انھیں پیش کی۔ مگر انہوں نے ہر بار معذرت چاہی اور قبول کرنے سے اجتناب کیا۔ چونکہ ان کی طبیعت میں عادتاً تندی بھی بہت تھی۔ اس لئے بعض مشکلات بھی انہیں پیش آتی رہیں۔ انکا صاحبزادہ مولوی فضل کریم ایک مستند عالم دین ہیں۔ اور ان دنوں دار العلوم چترال کے مدرس ہیں۔ اور ان کا چچا ملا عبد اللطیف قضائے آدیرہ پر فائز ہیں۔

ملا مراد علی رانگمہ یہ بزرگوار رئیسہ خاندان کی نسل کی یادگار اور رانگمہ علاقہ موڑکھو کے قدیم باشندوں سے ہیں۔ مہترشاہ افضل ثانی کے عہد میں ملا مراد علی عالم و معزز شخص تھے مذہب مولائیہ چترال جو قدیم سے بالائی علاقوں میں شائع تھا۔ اس کی تردید وہ قدیم پر ملائے موصوف ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ان کا صاحبزادہ ملا عبدالرحمٰن والیان ملک کے دربار میں اعزاز سے رہا۔ اور ان کا ایک بھائی جو میاں ملالی نام سے مشہور تھا۔ چترال میں شاہی خاندان کا استاد تھا اور اپنی استاذی کے حق پر چترال میں قدیم سے زمین حاصل کر کے سکونت پذیر تھا۔

ملا عبدالرحمٰن کا فرزند اخوندزادہ زین العابدین عالم تھا۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد ولاسن میں منصب قضا پر قائم رہا تھا۔ اس کا خاندان قدیم سے محترم رہا ہے۔

دورِ ثانی کے علماء

مولانا حاجی فضل کریم موصوف موضع کشم علاقہ موڑکھو کے باشندے اور ایک بزرگوار فاضل تھے پشاور میں رہ کر انھوں نے علم دین کی تکمیل کی۔ اور پھر حرمین الشریفین کی زیارت کیلئے چلے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد ایک سال تک طائف اور دوسرے بلاد عرب میں قیام پذیر رہے۔ اور پھر وطن میں مراجعت کی۔ دیر میں حضرت بابا خلیل الرحمٰن شاہو علیہ الرحمۃ سے طریق سلوک میں بیعت کی اور فضل و کمال کی دولت پائی۔ جب چترال آئے تو اعلیحضرت مرحوم سے کشم کی قضا کا منصب حاصل کیا۔ راہ سلوک میں بیعت و طریقت کے باعث مشاغل دنیاوی سے دلچسپی نہ رکھتے تھے۔ مگر بادشاہ کے اصرار پر مجبوراً کونسل عدالت کی ممبری پر فائز ہوئے۔ مگر فرائض دنیاوی پر متوجہ ہونے کے باوجود مذہبی مشاغل و عبادات تہجد و نوافل میں فرق نہ آنے دیا۔ موصوف کا پایہ علم و فہم حدیث و فقہ میں بہت بلند تھا۔ ادبی ذوق بھی تھا چنانچہ فارسی اور عربی میں اشعار بھی کہتے تھے۔ مگر ان کی کوئی معتبر تصنیف یادگار نہ بن سکی۔ کونسل کی ممبری پر مدت تک قائم رہے اور تا قریب وفات اعلیحضرت مرحوم کے حضور میں مقیم رہے۔ ان کی وفات کے بعد انکا بڑا صاحبزادہ کشم کی قضا کے منصب پر مامور ہوا۔

ملا بحرالدین ملا صاحب المعروف یہ بزرگ ایون کے باشندے ہیں۔ اخوندزادہ صاحب مولدہ کے شاگردوں سے تھے۔ اور ان کے حلقہ ارادت میں حاضر رہتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد اعلیحضرت کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور شرعی امور کے علماء میں شامل ہوئے بڑے فقیہہ تھے

اعلیحضرت کے دربار میں معزز ہوئے اور مداومت کے طور پہ سفر و حضر میں شامل رہے۔ ملا صاحب نکتہ سنج اور ظریفانہ نکات سے بھرپور تھے۔ اس طرح ہر ایک بات میں بادشاہ کو ہنسا دیا کرتے تھے پھر کونسل میں ممبری پہ فائز ہوئے۔ جب انکا انتقال ہوا تو انکا بڑا لڑکا مولوی عبدالعزیز جو اصول شرعی اور علم فقہ میں کامیاب شخص تھا نے اعلیحضرت کے حضور میں اعتبار پایا۔ اور مفتی کا منصب حاصل کیا۔ پھر بتدریج مفتی اعظم کے عہدے پہ فائز ہوئے۔

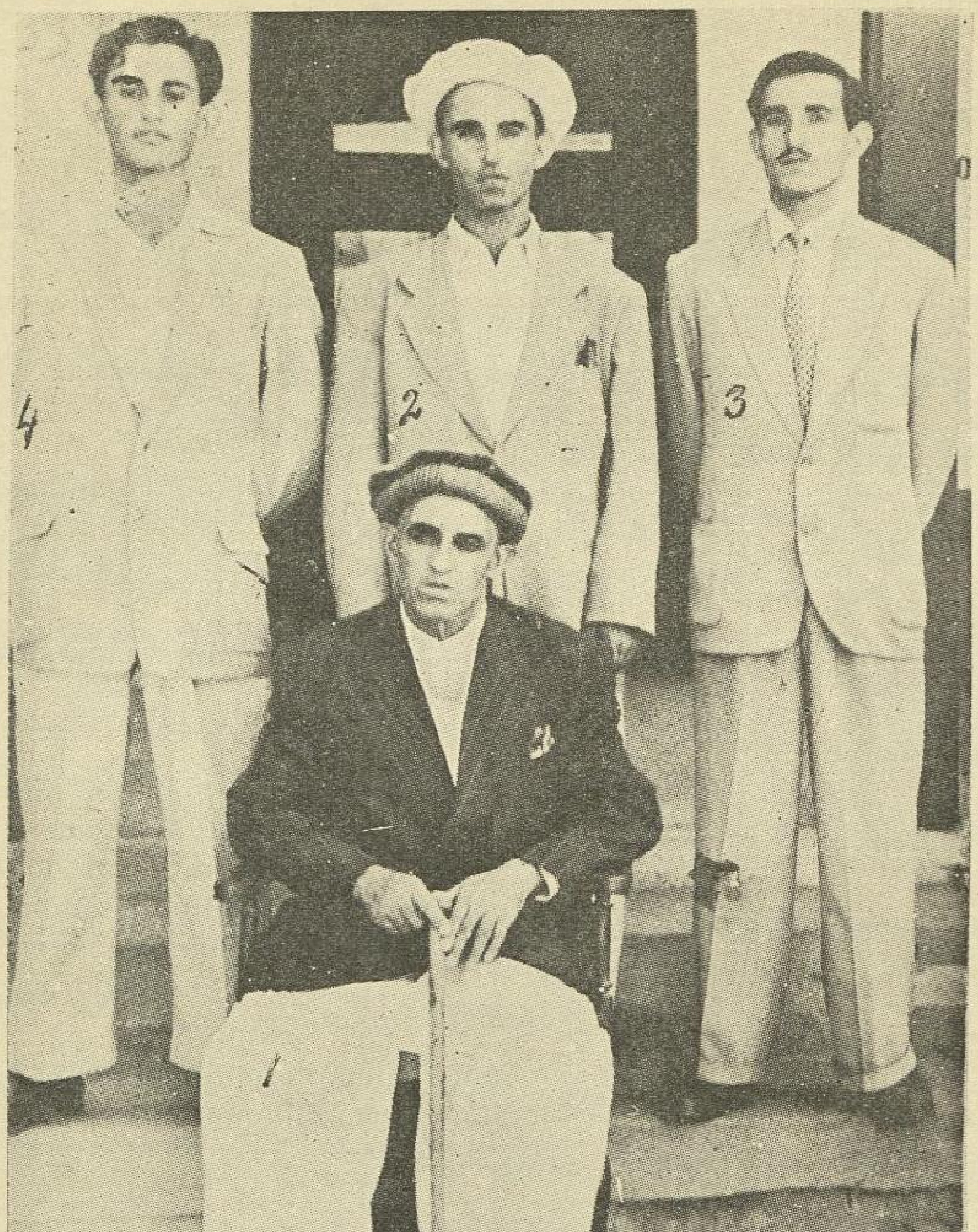
ملا صاحب مرحوم کا دوسرا فرزند عبدالکبیر ہز ہائی نس محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں معتبر ہوا۔ اور ریاستی پولیس میں سپرنٹنڈنٹ کا عہدہ حاصل کیا۔ پھر ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں پولیس افسری کے پردہ میں بہت سے اختیارات کا مالک ہوا۔ اور اعتبار رہا پایا۔

اسی خاندان کا تیسرا فرزند ارسلہ خان ایک صوفی منش باپ کا بیٹا اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں دفتری ملازمت رکھتے ہوئے توشہ خانہ کا منشی تھا۔ پھر مسلسل خدمات کی وجہ سے نئی تنظیم کے بعد خزانہ کی دفتری ملازمت میں منتقل ہوا۔ اور وہاں خزانچی کا عہدہ حاصل کیا۔ اب خزانچی ہیں ان کے تین لڑکے تعلیمیافتہ ہیں اور ہر ایک انہیں لائق یاد ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑا لڑکا غلام سرور ایس وی سی پاس کرکے ہیڈ ماسٹر سکول ایون ہیں۔ دوسرا لڑکا غلام عمر بی۔ اے بی ٹی پاس کرکے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول چترال ہے۔ تیسرا لڑکا غلام ابرار ایف۔ اے پاس کرکے میڈیکل کالج میں ڈاکٹری تعلیم شروع کی ہے۔ انکی تصویریں یہاں ثبت ہیں۔ مسٹر ارسلہ خان بڑے کفایت شعار خزانچی ہیں اور معتبر شخص ہیں۔

ملا غیاث الدین

مولانائے موصوف ایون کے رہنے والے اور ملا محمد غوث کے پوتے تھے۔ اور بہت بڑے فقیہ اور سلوک نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ اور اس سلسلہ عالیہ کے اوراد و وظائف میں تا حین حیات بڑی مضبوطی سے عمل پیرا تھے۔ جب اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں داخل ہوئے تو بڑے اعزاز سے دن بسر کئے۔ اور سفر و حضر میں شامل مجلس رہے۔ بادشاہ کی جانب سے معقول وظیفے معاش کے لئے مقرر ہوئے۔ علمائے شرع میں شریک کار تھے۔

ان کی وفات کے بعد ان کا صاحبزادہ شہاب الدین جب تعلیم سے واپس آئے تو مستند عالم تھے۔ شہرت پائی۔ ان کی تقریر جاذب قلوب تھی۔ اور ساتھ ہی سیاسیات سے دلچسپی تھی۔ عوام میں مقبول ہوئے ۱۹۵۱ء میں جب کونسل عدلیہ کے لئے عوامی لیگ اور اتحادی لیگ کے ممبروں کا انتخاب ہوا تو مولانا شہاب الدین اتحادی لیگ کے نمائندہ ہوکر کونسل عدلیہ کے ممبر ہوئے۔ چار سال تک کونسل عدلیہ میں کام کیا۔ اور اپنے فرائض منصبی کو گروہ بندی کے تعصبات سے بالاتر ہوکر سرانجام دیا۔ علمیت کے ساتھ بالغ قسم کا ذہنی شعور بھی رکھتے تھے۔ ۱۹۵۷ء میں علمائے میزان شرع پر مامور ہوا۔ اور اس عہدہ پہ عوام کے شکوک و شبہات سے بالاتر رہے۔



مسٹر ارسلا خان خزانچی ریاست بمعہ فرزندونکے

مولوی محمد فضل کریم

مولوی فضل کریم موضع ونین کے باشندے ہیں۔ اور دورِ حاضر کے علماء میں تسلیم شدہ ہیں۔ فقیہہ ہیں ۱۹۱۶ء میں علمائے ملک سے کونسل عدلیہ کے لئے ممبروں کا انتخاب ہوا۔ تو مولانا اسمیں شامل تھے۔ دو سال تک کونسل میں ممبر رہے۔ پھر جب ساری ریاست میں سکول کھولے گئے۔ تو مدرسہ برنس میں وہ معلم ہوئے۔ مابعد جب وہاں سے واپس آئے تو شاہی خاندان کے شاہزادوں کے معلم بنائے گئے: پھر چترال سکول میں معلم دینیات رہے مابعد میزان شرع کے علما میں شامل ہوئے۔ آپ چترال خاص کے ایک حصہ پر ونین کے ساتھ قاضی مقرر ہوئے۔ جامع مسجد میں ہر ہفتہ ایک گھنٹہ جمعہ کے دن وعظ کرتے تھے۔ ریاست میں جب مسلم لیگ کی تحریک کا دور شروع ہوا۔ اور اس کے مقابلہ میں اتحادی لیگ کا قیام ہوا تو مولانا اتحادی لیگ کے حامیوں سے تھے۔ اور اس سلسلہ میں آپ ریاست کے بہی خواہوں کی صف میں رہے۔

مولانا محمد فضل کریم کے آباؤ اجداد کاشغر کلاں سے چترال میں آئے۔ اور یہاں مستقل سکونت اختیار کی۔ انکا جد کلاں محمد فاضل بیگ کاشغر سے ہجرت کر کے مستوج آئے۔ اور وہاں مہتر امان الملک بن بادشاہ خوشوقتیہ کے ہاں رہے۔ اور انکا استاد ہوا۔ تفسیر پڑھائی۔ مہتر امان الملک نے ان کو برنس میں زمین دی۔ وہاں قیام کیا۔ اور ادھر ہی وفات پائی۔ ان کے انتقال کے بعد انکے لڑکے عبدالشکور بیگ نے قیام برنس کو پسند نہ کیا۔ اور ونین چلا آیا۔ یہاں پر زمین خرید کر طرح سکونت ڈالی۔ ایک مسجد تعمیر کی۔ وہ بڑے عالم اور فقیہہ تھے۔ وہاں امامت قائم کی۔ ان کے والد محمد فاضل بیگ اور ان کے دادا عبدالسلام دونوں بڑے جید عالم دین تھے۔ عبدالشکور بیگ کے لڑکے ملا عبدالرحمٰن۔ ملا عبدالعلیم اور ملا محمد رحیم ہیں۔ مولوی فضل کریم۔ ملا عبدالعلیم کے فرزند ہیں۔ ملا عبدالعلیم مہتر شاہ امان الملک مرحوم کے عہد میں شہزادہ بہرام ملک کے استاد تھے۔ اندہرتی مقام میں شہزادہ موصوف کے گھر جاتے پھر واپس آتے۔ ملا عبدالرحمٰن و ملا محمد رحیم گہرتنگ اور اس کے نواح میں مسجدوں کے امام ہیں۔ مولوی عبدالمجید ہائی سکول چترال میں دینیات کے معلم ہیں۔ جو ان کے بھائی کے فرزند ہیں۔ ان کا خاندان علم سے آراستہ ہے۔ ایک سو ستر سال ہوئے کہ یہ خاندان کاشغر سے یہاں آکر آباد ہوا۔ مولوی فضل کریم کا لڑکا بھی فقیہہ ہے۔

ملا زرین شاہ

یہ بھی قدیم علماء سے ہیں۔ موضع خرکشاندہ چترال میں رہتے تھے۔ بڑے معتبر عالم اور فقیہہ تھے۔ اور حضرت باجا صاحب کنڑ علیہ الرحمۃ سے بیعت اور فیض یافتہ تھے۔ گوشہ نشینی اور پرہیزگاری کا شیوہ رکھتے تھے۔ اور بادشاہ وقت سے بے رابطہ اور دربار شاہی سے الگ تھلگ رہتے تھے۔ شرعی امور میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے۔ جب ملک کے اندر کبھی مسائل شرعیہ میں اختلاف پیدا ہوتا تو آخری فیصلہ کے لئے انہیں کی جانب رجوع

کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اوقات شرعی فیصلہ کے وقت وہ قاضی القضاۃ کے پاس موجود رہتے تھے۔ انکا ایک فرزند مولوی عبداللہ جب ہندوستان سے تحصیل علم کے بعد واپس چترال آیا تو چترال سکول میں معلم دینیات مقرر کیا گیا تھا۔ اس خاندان سے مولوی محمد اسماعیل بڑے معتبر عالم اور فقیہ تھے۔ میزان شرع کے علما میں مامور رہے۔ اور خاص چترال کے عہدہ قضا پر فائز تھے۔ اور سلوک سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے۔ ۱۹۶۱ء میں وفات پائی۔ اور انکا بڑا لڑکا باپ کی مسند قضا پر مامور ہوئے۔

اس عہد کے چند ور معتبر علمائے دین

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم علماء کے قدر دان تھے۔ اور ان کے عہد میں ریاست کے طول و عرض میں متعدد علماء تھے۔ جو شاہی دربار میں اپنے علمی مدارج کی بنا پر اعتبار رکھتے تھے۔ اور بعض ان میں قضا کے منصب پر فائز تھے۔ اور بعض مدارس میں معلم ہوتے تھے۔

حاجی مبارک شاہ۔ گہوس علاقہ دروش میں قضا کے منصب پر فائز تھے۔ معتبر فقیہہ تھے۔ پھران کا لڑکا مولوی رحمت شاہ عہدۂ قضا پر مامور رہا۔

مولوی محمد شاہ و ملا بہرام شاہ۔ یہ دونوں علاقہ ارندو میں اصحاب علم وارباب فتویٰ تھے۔ اور اپنے علمی فضائل کی بنا پر اعلیحضرت کے حضور میں اعتبار رکھتے تھے۔

مفتی محمد ولی ایون و ملا لغنی جان بروز۔ یہ علما بھی اصحاب علم و فتویٰ اور شریعت کے علماء سے تھے۔ اور مختلف مدارج کے فقہا سے معتبر مانے جاتے تھے۔

مولوی عبداللہ بروز۔ یہ بروز کے رہنے والے تھے۔ ہندوستان میں جاکر تحصیل علم کیا۔ جب وطن واپس ہوئے۔ چترال کے سکول میں معلم دینیات مقرر ہوئے۔ فصاحت کلام و قرأت قرآن مجید کے اچھے قاری تھے۔

مولوی حبیب اللہ جنجرت دروش۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب چترال آئے۔ علم کے ساتھ طبابت کی حیثیت سے حکیم کے نام سے معتبر ہوئے۔ چترال میں زمین پائی اور گزر اوقات کیلئے وظیفہ مقرر ہوا۔ انہوں نے ہندوستان کے دیوبندی علماء سے تحصیل علم کیا تھا۔ بعض مسائل میں وہ یہاں کے قدیم علما سے اختلاف رکھتے تھے۔ جمعۃ الوداع کی قضا نمازوں اور جمعہ کے بعد ادائے نماز ظہر کے مخالف تھے۔ اسلئے دیوبندی وہابی کہلاتے تھے۔ طبابت میں وہ شاہی خاندان کے طبیب قرار پائے۔ بیباک اور بے لوث عالم تھے۔ لہذا اعلیحضرت کے حضور میں معزز ہوئے۔ چترال میں انتقال کیا اور یہیں دفن ہوئے۔

مولوی محمد اسلم موڑکہو: درخاص کشم کا باشندہ تھا۔ تحصیل علم کے بعد جب واپس وطن آیا تو وہ اس علاقہ موڑکہو کے سکول میں معلم دینیات مقرر ہوا۔ پھر علاقہ موڑکہو کے منصب قضا پر مامور کیا گیا۔

ملا میر حمزہ تورکہو۔ ملا صاحب تورکہو کے باشندے اور معتبر عالم تھے۔ تحصیل علم کے بعد جب واپس آئے تو تورکہو سکول میں مدرس مقرر ہوئے۔ مابعد جب کونسل عدلیہ میں علماء کا انتخاب ہوا تو وہ علاقہ تورکہو سے کونسل کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ بڑے عمدہ فقیہہ تھے۔

مولوی عبد الحنان کاری

موصوف کاری کے باشندے اور مرزا صاحب محمد غفران مرحوم کے خاندان سے تھے۔ ہندوستان سے تحصیل علم کر کے جب وطن واپس آئے تو اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور یہاں کے علماء سے چند مسائل پر اختلاف کیا۔ مثلاً جمعۃ الوداع کی نماز قضائے عمری اور نماز جمعہ کو ادائے فرض احتیاطی کو بدعات قرار دیا۔ بڑے عرصہ سے ان نمازوں کا یہاں رواج تھا۔ اور مدت سے لوگ ان پر عمل پیرا تھے۔ مولوی عبد الحنان نے جب ان کو منجملہ بدعات و محدثات قرار دیا تو اختلاف رونما ہوا۔

علمائے سابقین کو یہ بات گوارا نہ تھی۔ کہ ان کے وزندار خیال کا اعتراف کریں۔ اور ان کو اس قابل نہ جانا کہ علمائے چترال کے خلاف اظہار حق میں گفتگو کریں۔ کہ وہ ان کی علمی شہرت کے منافی ہو۔ اتفاق سے یہ معاملہ پیش آیا کہ اس اختلاف کے دوران میں افغانستان اور چترال کے مابین جنگ واقع ہوئی چنانچہ علماء پر کڑی پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ اس معاملہ میں اظہار خیالات سے اجتناب کریں۔ چنانچہ مولوی صاحب کے خلاف ازراہ تعصب الزامات لگائے گئے۔ اور ان کے بارے میں کئی حیلے بہانے تراشے گئے۔ اور بادشاہ کو ان سے بدظن اور ناراض کیا گیا۔ اس طرح ان کو غیر مقلد اور وہابی قرار دیا گیا۔ پھر انکو گھر بھیجا گیا اور حکم ہوا کہ بسلام پادشاہ حاضر نشدم۔ یعنی خانہ نشینی و نظربندی کی زندگی پر مجبور کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ کچھ مدت تک نظر بند رہے۔ پھر ایسے لمحات آئے کہ حقیقت حال آشکارا ہو گئی۔ اور ان کے علمی کمال کی حیثیت واضح ہو گئی۔ چنانچہ اعلیحضرت مرحوم نے انہیں واپس طلب کیا اور انہیں میزان شرع کے علما میں شمولیت بخشی انکا احترام قائم کیا۔ اور شہزادوں کی تعلیم پر مامور کیا گیا۔ اور ان کی حیثیت کے مطابق وظیفہ بھی متعین کیا گیا۔ اور اس طرح وہ معزز و محترم ہوئے۔

ریاست کے علماء بادشاہ کے نظر التفات کے محتاج تھے۔ جب بادشاہ کسی پر التفات کرتے تھے۔ کسی کو مجال نہ تھا کہ پھر اسکے خلاف چون و چرا کرتے۔

سر محمد ناصر الملک مرحوم کا عہد چونکہ علمی ذوق کا زمانہ تھا۔ اور ہز ہائنس خود بھی ان علمائے دیوبند کی صف میں مورد طعن و ہابیت سے مبرا تھے مولوی عبد الحنان کا بول بالا ہوا اور ہز ہائنس مرحوم کی مجلس میں مزید تقرب پایا۔ اور قضائے کوہ کے منصب پر فائز کئے گئے اس کے علاوہ انہیں کاری میں زمین خرید کر

بخشدی گئی۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں علمائے مالک کی تحریکات کا زمانہ آیا اور مولوی عبدالحنان چونکہ علمائے سیاسی کے حلقہ میں منسلک تھے باوجود اس کے وہ ان تحریکات سے مجتنب رہے کیونکہ ان کو ہز ہائینس سے ایک وہ تعلق بھی تھا جو رضاعت سے وابستہ تھا۔ اور ہز ہائینس جب تخت نشین ہونے تو علاقہ کوہ کے دورہ کے موقع پر ان کی دعوت پر ان کے گھر گئے تھے۔ اس رضاعی تعلق کی خاطر ہز ہائینس کو ان پر اعتماد تھا۔ ان کے عہد میں وہ معزز رہے ۱۹۲۹ء کے اوائل میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا۔ مرحوم علم حدیث میں بڑی دستگاہ کے مالک تھے اور بے ریا عالم تھے۔

ان کے لڑکے عبدالودود نے پشاور میں علم دین کے ساتھ مروجہ تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ لائق ہے انکا بھتیجا مولوی عبدالمجید بھی آجکل میں پشاور سے تحصیل علم کر کے چترال آیا ہے اور بڑا اچھا واعظ اور مقرر مانا جاتا ہے۔ دیگر علاقوں میں جا کر وعظ سناتا ہے اور سامعین اسکے نصائح سے مستفید ہوتے ہیں۔

مولوی فضل الرحمن مولوی صاحب موضع کالدم علاقہ دروش کے رہنے والے ہیں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں تحصیل علم کے بعد جب چترال واپس آئے تو یہ بھی پگڑے بو تیرد کے لقب سے مشہور رہے۔ کیونکہ دستار فضیلت زیب سر کی تھی۔ یہاں بھی انکا احترام ہوا اور میزان شرع کے علماء میں شامل ہوئے۔ کچھ مدت کے بعد دارالعلوم میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۴۲ء میں جب دروش میں چترال سٹیٹ سکاؤٹس قائم ہوا اور وہاں ایک بڑے عالم کی ضرورت ہوئی جو خطیب کی حیثیت میں فوجیوں کی امامت کرے ان کو وہاں مقرر کیا گیا۔ چھاؤنی کی مسجد میں خطیب ہیں۔ اور ریاست کے علاقتی کاموں کے شرعی فیصلے بھی ان کے تعلق میں طے پاتے ہیں۔ مستند و معتبر عالم ہیں۔

مولوی غلام نبی یہ علاقہ کوہ بالا خاص مروئی کے باشندے ہیں۔ ملا اغلدہ خان کے فرزند ہیں۔ کہ انکے والد قدیم علما میں معتبر فقیہی اور اہل طریقت تھے۔ اور صالح مرد تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس چترال آئے تو ان کی علمی شہرت بلند ہوئی۔ اور علمائے میزان شرع میں شامل ہوگئے۔ ہز ہائینس محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں چونکہ ان کو علمائے جدید دیوبند سے خصوصیت کے ساتھ دلچسپی تھی۔ مولانا غلام نبی نے مزید تقرب پایا۔ اور بعض اوقات پیش امام بھی رہے۔ علاقہ کوہ بالا کے منصب قضا پر فائز ہوئے اور بریس میں زمین حاصل کر کے وہاں مستقل قیام کی طرح ڈالدی۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد بدستور علما میں معتبر تھے۔ اس کے بعد جب ریاست میں نیا انتظام شروع ہوا۔ مولوی صاحب علاقہ مستوج میں نذیر امور شرعی کے عہدہ پر مامور کئے گئے۔ اور ڈپٹی کمشنر کی معیت میں رہے۔ علم دین کے ساتھ سیاسی شعور بھی رکھتے ہیں۔ بڑے اچھے مقرر ہیں اور علاقہ کوہ بالا کے قاضی ہیں۔

مولوی حضرت الدین موصوف علاقہ تورکہو استارہ کے باشندے تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے

عہد میں جب ہندوستان سے تحصیل علم کے بعد واپس چترال آئے معتبر علماء میں شامل ہوئے اور مستوج میں زمین حاصل کی۔ اور وہاں مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ اور علاقہ مستوج میں انہیں منصب قضا حاصل تھا۔ ۱۹۵۷ء میں چترال بلائے گئے۔ اور یہاں قاضی القضاۃ کے عہدے پہ فائز کیے گئے۔ لیکن ایک سال بعد بعض امور شرعی میں اختلاف کے باعث اس منصب سے معزول کیے گئے اور پھر قضائے مستوج پہ چلے گئے۔ بڑے فصیح و بلیغ کلام سے وعظ سناتے ہیں۔ اور ان کے وعظ میں بڑا اثر ہے۔

مولوی محمد قاضی ورکہپ علاقہ تورکھو کے باشندے تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب تکمیل علم کے بعد واپس چترال آئے تو اپنی علمی و اخلاقی برتری کی وجہ سے ان کے حضور میں معتبر ہوگئے پھر حج کے لئے ارادہ کیا۔ تو حج کے سفر مبارک کو شاہی مصارف سے ادا کیا۔ ممتاز حیثیت سے رہے۔ مگر باوجود اس کے وفادار کی سیاسی تحریکات میں انکا وجود مابعد کے حالات میں کچھ ملوث رہا تھا چترال ہی میں وفات پائی۔

مولوی محمد وزیر یہ بھی مولوی حضرت الدین کے بھائی اصل استارو علاقہ تورکھو کے باشندے ہیں۔ جب چترال میں واپس آئے تو اپنے علمی فضائل کی وجہ سے معتبر علماء میں شامل ہوئے۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں انکا بڑا اعتبار ہوا۔ جب پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو ہز ہائی نس نے سب سے پہلے الحاق کا اعلان کر کے مولوی محمد وزیر کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے قائداعظم کے پاس بھیجا اور انہوں نے ہز ہائی نس کا پیغام وفاداری ان کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد مولوی محمد وزیر ہز ہائینس کے حضور میں مزید معزز ہوئے۔ علاقہ خندرہ کا منصب قضا ان کی تحویل میں دیا گیا۔ جب چترال میں مسلم لیگ قائم ہوئی تو اس کے مقابلہ میں اتحادی لیگ کا وجود چترال میں ایک اہم کام تھا۔ جس کو عملی صورت میں لانے کیلئے چارہ سازی ریاستی خیر خواہوں کے فرائض منصبی تھے۔ انہی میں مولوی محمد وزیر بھی شامل تھا جس نے ذہنی اور عملی طور پر اس کام کو انجام دیا اور اس کے اراکین میں شامل رہے۔

مولوی محمد وزیر بکر آباد موصوف مولوی محمد وزیر بکر آبادی نسباً شکیق علیہ قوم سے اور اصلاً گشم کے باشندے ہیں۔ ان کے والد گشم سے بکر آباد آئے۔ اور زمین حاصل کر کے سکونت اختیار کی۔ تعلیم کے بعد جب واپس چترال آئے تو معتبر علماء کے طبقہ میں شمار ہوئے اور اعلیحضرت مرحوم کے دربار میں معتبر رہے۔ میزان شرع کے علماء میں شامل ہوئے۔ ہز ہائی نس محمد مظفر الملک مرحوم نے ان کو ممبران کونسل عدلیہ میں مامور فرمایا۔ بڑے فصیح واعظ بھی ہیں۔ ہر جمعہ کو جامع مسجد کے منبر پہ وعظ سناتے ہیں خوش کلام و بہترین واعظ ہیں۔ انکا دوسرا بھائی محمد ف بہ گلوئیلیاسہ عالم ہیں اور وعظ بھی کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں ریاست اور حکومت کے خیر خواہ ہیں۔ اور خود غرضانہ تحریکات سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔

ملا غلام محمد چپر کہون اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں جب ملا غلام محمد چپر کہون تعلیم سے واپس آئے تو معلم

ہوا کہ بڑے فقیہہ ہیں ان کو جرکہن کے منصب قضا پر مامور فرمایا گیا۔ پرانے علماء کی شان وطرز پر رہتے تھے اور اعلیحضرت کے دربار میں معتبر تھے۔ اور وظیفہ وخلعت کی نوازشوں سے بہرہ مند تھے۔ ۱۹۵۸ء میں وفات پائی۔

مولوی محمد یوسف انکا خاندان چترال میں شاہی خاندان کی امامت و استاذی کی بنا پر قدیم سے معزز ہے۔ اور آخوندزادے کہلاتے ہیں۔ یہ خاندان زیور علم سے آراستہ اور سب حافظ قرآن ہیں۔ ان کے خاندان میں کابلی ملا صاحب سب سے پہلے شاہی مسجد قلعہ کے امام تھے۔ اور نہایت بلند آواز سے شیریں قرأت کا ملکہ رکھتے تھے۔ انکا خطبہ بڑا زوردار ہوتا تھا۔ قدیم سے شاہی مسجد قلعہ کے دوسرے حصہ میں مسجد تھی۔ جو قلعہ کے حصار کے اندر تھی۔ جب ۱۹۱۶ء میں قلعہ چترال کی از سرنو تعمیر کی گئی تو سابقہ مسجد کو بحال رکھ کر بڑی جامع مسجد کو قلعہ کے باہر تعمیر کیا گیا۔ ان دونوں مساجد کے امام ان اخوندزادوں سے ہیں۔ مولوی محمد یوسف آخوندزادہ رحیمداد کے فرزند ہیں۔ ہندوستان سے مستند ہو کر جب واپس آئے تو ہائی سکول چترال میں دینیات کے مدرس مقرر ہوئے۔ انکا چھوٹا بھائی مولوی محمد علی چترال چھاؤنی میں فوجیوں کا امام ہے۔ بڑی علمیت کے ساتھ حافظ قرآن ہیں۔ ان کے والد بڑا زمانہ دربار شاہی کے معلم رہے۔

حافظ سراج الدین جامع مسجد کے امام ہیں اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد سے ابتک اپنی امامت پر قائم ہیں۔ انھوں نے اعلیحضرت مرحوم کی استاذی بھی کی تھی۔ قرآن شریف پڑھاتے ہیں۔ بڑی برکت والے شخص ہیں۔ اندرون قلعہ میں جو مسجد خاص ہے اسمیں حافظ محمد علیم جان امامت کراتے ہیں وہ بھی شاہی دربار میں معلم رہے ہیں اور کابلی ملا صاحب کے فرزند ہیں۔

ملا خوشوار یہ اصل کہ غزنی کے باشندے ہیں۔ شاہ امان الملک مرحوم کے عہد سے شاہی بیگمات کے استاذ رہے۔ عمدہ فقیہہ تھے۔ اعلیحضرت مرحوم نے بچپن میں ان سے کلام مجید اور دینی کتابیں پڑھی تھیں اور تسلیم کرتے تھے کہ میں انکا شاگرد ہوں۔ جب تخت پر بیٹھے تو ملا خوشوار کو معتبر کیا۔ چترال میں بسر اوقات کے لئے زمین پائی تھی اور وظیفہ بھی ملتا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کا لڑکا ملا عبدالمجید شاہی مسجد کا مؤذن تھا۔ اور پھر اسکی وفات کے بعد ان کا لڑکا ملا عبدالرشید شاہی مسجد کا مؤذن ہے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں عبدالرشید ہندوستان کے سفروں تک ساتھ رہتا تھا۔ اور اپنے عہدہ کی بجا آوری میں سفر وحضر میں شامل تھا۔

مولوی خدادوست جامع مسجد قلعہ کا مؤذن تھا۔ اور اس بڑی مسجد میں تمام فرش اور کتابیں ان کی تحویل میں تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد انکا لڑکا حاجی سراج الدین ان تمام ذمہ داریوں کو سرانجام دیتا ہے۔

حافظ شہد نوش یہ حافظ ایون کے باشندے تھے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں رمضان المبارک کے ختم قرآن شریف سفر وحضر میں وہ سرانجام دیتے تھے جبکہ چترال میں کوئی اور حافظ موجود

نہ تھا ان کے وجود کو غنیمت جانتے تھے۔ رفتہ رفتہ حفاظ کی قلت دور ہوئی۔ اب ہر جگہ ان کی کثرت ہے۔ حافظ صاحب اعلیحضرت کی امامت کے سبب بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ۱۹۲۲ء میں حج کو چلے گئے۔ اور ادھر ہی وفات پائی۔ ان کا فرزند حافظ شہزادہ گل جب تحصیل علم کے بعد ہندوستان سے واپس آیا تو اپنے والد کے وظائف مقررہ سے مستفید ہوا۔ نئے عہد و تنظیم کے بعد انہوں نے مفتی اعظم کا منصب حاصل کیا۔ دیوبند سے تعلیم پائی اور مستند ہوئے۔ دور حاضرہ کے سیاسی ماحول سے بھی باخبر ہیں۔ بلکہ اس سلسلہ میں قید و بند کی آزمائشوں سے بھی آشنا ہیں۔

حضرت مولانا عیدن شاہ

ان بزرگوار کا نمبر سب سے اول تھا مگر زمانہ کی بے قدری کا تقاضا یہ ہوا کہ حضرت مولانا حاجی عیدن شاہ کا تعارف اب پیش ہوتا ہے۔ آپ جغور کے باشندے تھے۔ تعلیم کے بعد زیارت حرمین الشریفین کی سعادت سے بہرہ اندوز ہو کر وطن واپس آئے۔ ۱۹۰۳ء میں چترال میں سکول کی بنیاد رکھی گئی تو آپ اسمیں مدرس مامور ہوئے۔ شاہی خاندان کے شہزادے اور مقامی رؤسا کے لڑکے اسمیں تعلیم پاتے تھے۔ عوام تعلیم سے بے خبر تھے۔ جب تعلیم کا معیار بلند ہوا تو ہندوستان سے ماسٹر بلایا گیا جو ماسٹر اکرم الدین تھے۔ انہوں نے مڈل تک پڑھایا۔ اور سکول کے طلبا اس سے آگے تعلیم حاصل کرنے کے لئے پشاور، لاہور اور علیگڈھ چلے گئے۔ ماسٹر بھی گھر کو رخصت ہوا اور مولوی عیدن شاہ زیارت کے لئے بلخ تشریف لے گئے۔ جہاں انکا انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کے ایک فرزند صلاح الدین نے شاہزادگان کے ساتھ یہاں کچھ تعلیم حاصل کی۔ پھر ہندوستان چلے گئے۔ اور درویشی اختیار کی۔ متعدد درگاہوں سے فیض پاتے ہوئے سلسلہ چشتیہ کے منسلک ہوئے۔ بڑا بلند مقام پایا اور اس وقت کراچی کے علاقہ میں صوفی صلاح الدین کے نام سے رہائش پذیر ہیں۔ اور روحانی برکات سے مالا مال ہیں۔ مخلوق خدا ان کے نفوس مبارک سے مستفید ہو رہی ہے۔

انکا عمزاد بھائی عبدالقادر لاہور سے انٹرنس تک تعلیم حاصل کر کے جب چترال آیا تو گودام کا منشی بنا۔ پھر وہاں سے تبدیل ہو کر موجودہ سکول چترال میں ماسٹر مقرر ہوا۔ اور اس کے بعد انتقال کر گیا۔ ان کا خاندان مسلسل تعلیمی خدمات کیوجہ سے استاد کے نام سے معروف ہے۔

شیخ محمد امین

یہ اصل میں لکھنوال ضلع گجرات کے باشندے ہیں۔ اور یہ سلسلہ کاروبار تجارت ۱۸۹۵ء میں دروش آئے اور مستقل سکونت اختیار کی۔ اس خاندان کے پہلے شخص صوفی شیخ رسول بخش تھے۔ جنہوں نے دروش کے لوگوں میں تعلیم کا چرچا کیا۔ اور یہ بندوبست کیا کہ اپنے گھر میں ہی مکتب کھولا جائے۔ چنانچہ اپنی استعداد کے مطابق دروش کے بیشمار بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ چنانچہ اس خاندان کی تعلیمی خدمات کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۲۳ء میں اسی خاندان کے ایک دوسرے فرزند شیخ محمد امین نے تعلیمی سلسلہ کو آگے بڑھانے کا بیڑا اٹھایا اور درس و تدریس کا معیار اسقدر بڑھایا کہ جب ریاستی سکول کھولا گیا تو

لڑکے مڈل پاس کرنے کے بعد ہائی سکول میں داخل ہوگئے۔ اور ان کی تعلیمی استعداد اس قابل ہوگئی کہ وہ بآسانی ترقی کے مدارج طے کرنے لگے۔

شیخ محمد امین اور اس کے خاندان کی تعلیمی خدمات یادگار ثابت ہوئیں۔ اور ان کی بے عوض اور خاموش تعلیمی خدمات سے فرزندانِ وطن ان کو آجکل استاذ کے نام سے یاد کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح ابتدا میں فن خیاطی کا رواج دروش میں بالکل نہیں تھا۔ جو اس پیشہ سے کاروبار زندگی میں آسودہ حال رہیں۔ چنانچہ شیخ رسول بخش کے بھائی شیخ علی بخش نے یہ کام کیا۔ کہ بیشمار بچوں کو فن خیاطی سے کامیاب کیا۔ اور وہ اس فن کی بدولت باروزگار ہوگئے۔ پھر ان کے لڑکے شیخ فضل کریم نے بہت سے شاگرد پیدا کئے۔ جو اپنے فن سے روزی کماتے ہیں۔ اور آسودہ حال ہیں۔ اس خاندان کی علمی تعلیمی اور فنی خدمات دورِ موجودہ کی ترقی کے لئے مشعل راہ بن گئیں۔ اور باشندگان دروش کو ان کی خدمات کا اعتراف ہوا کہ تاریخ میں یادگار رہے گا۔

نئے طبقہ کے علماء عہد حاضر یا ۱۹۵۸ء سے

یہ نئے عہد کے سند یافتہ علماء ہیں جو معلمین کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اور ریاست کے تمام مدارس میں درس دے رہے ہیں۔ اور ان علماء کی طرح معتبر ہیں جو علمی استعداد و فضیلت کی وجہ سے قضاۃ کے منصب پر فائز رہے ہیں یا ارباب فتویٰ ہیں۔ یا دار العلوم یا میزان شریعت سے رابطہ رکھتے ہیں۔ پس ان کی علمی صلاحیتیں مسلّم اور فضیلت کے لحاظ سے معتبر ہیں۔ ۱۹۵۸ء میں ان کی فہرست چترال کے ہائی سکول کے دفتر سے منگا کر لکھی گئی تھی۔ امید ہے کہ جن علماء کے نام اسمیں شامل نہیں ہیں وہ معاف فرمائیں گے جن علماء کے نام اپنے خاندانوں میں یاد ہوتے ہیں وہ اسمیں شامل نہیں ہیں۔

(۱) مولوی عبداللہ	دروش	مدرس	(۹) مولوی عبدالرحمٰن	کوغزی	مدرس
(۲) مولوی محمد ولی خان	دروش	”	(۱۰) مولوی عبدالحمید	موری	”
(۳) مولوی عبدالشکور	کیسو	”	(۱۱) مولوی محمد مراد	کوشٹ	”
(۴) مولوی غلام جیلانی	بروز	”	(۱۲) مولوی نور محمد شاہ	”	قاضی کوشٹ
(۵) مولوی شہزادہ خان	ایون	”	(۱۳) مولوی فیض الرحمٰن	بونی	مدرس
(۶) مولوی محمد طیب	چمرکون	”	(۱۴) مولوی جلال الدین	دیجوں	”
(۷) مولوی محمد حیات شاہ	”	”	(۱۵) مولوی شمس الحق	”	”
(۸) مولوی عزیز اللہ	کاسی	مدرس اور قاضی	(۱۶) مولوی عبدالدیان	شکو	”

۱۷ - مولوی بدرالدین	تریچ	مدرس
۱۸ - مولوی مجتہدالدین	تریچ	״
۱۹ - مولوی ہدایت اللہ	״	״
۲۰ - مولوی فیض اللہ	درکہپ	״
۲۱ - مولوی جمال احمد	استارہ	״
۲۲ - مولوی فضل الرحمٰن	شگرام	״
۲۳ - مولوی غلام حبیب	شگرام علاقہ تورکہو	مدرس
۲۴ - مولوی عبدالحمید مفتی	״	״
۲۵ - مولوی فیض محمد	ریچ	״
۲۶ - مولوی سعید اللہ	لٹکوہ علاقہ لٹکوہ	״
۲۷ - مولوی امین الحق موڑکہو	مفتی	״
۲۸ - مولوی محمد شاہ	״	قاضی ورجن

مولوی محمد شاہ قاضی ورجن اچھے مقرر و واعظ بھی ہیں۔ اور تحصیل موڑکہو کے امور شرعی سے مخصوص تعلق رکھتے ہیں۔ اور سنہ ۱۹۵۰ء سے اتحادی مسلم لیگ کے سربراہوں میں شامل تھے۔ مولوی امین الحق موڑکہو و مولوی عبدالحمید تورکہو سنہ ۱۹۶۰ء سے دو سال تک میزان امور شرعیہ چترال میں ممبر رہ چکے ہیں۔ اور مابعد مفتی بنائے گئے۔

علمائے کرام مسلم لیگ سنہ ۱۹۴۹ء سے

یہ چند مخصوص علماء ہیں چنانچہ چمرکہوں کے الحاج مولوی نورشاہ دین۔ دنین کے مولوی محمد عقیل۔ ایون کے مولانا صاحب نظام و مولوی جمر در بمبرت کے مولوی نورالعین چترال کے مولوی عبداللہ و مولوی عبدالکریم دروش کے مولوی محمد اشرف وغیرہ۔

علمائے دین ہونے کے ساتھ خصوصی طور پر مسلم لیگ کے مقتدر اصحاب قیادت بھی ہیں عوام کی آزادی کی تحریک میں ذمہ داری کے ساتھ انھوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اور تکالیف برداشت کی ہیں۔ خصوصاً مولانا نورشاہ دین نے ریاست کے اندر سب سے اول میدان عمل میں قدم رکھا تھا۔ اور مدتوں سے مسلسل اپنی کوششیں جاری رکھی تھیں اور اس سلسلے میں کافی مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھا چکے تھے۔ چنانچہ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اپنے مواعظ میں حکومت کے خلاف اظہار خیالات کرتے تھے۔ اور امور سیاسی میں مداخلت کیا کرتے تھے۔ لہٰذا دوائرہ حکومت میں معتوب رہا۔ اور وطن عزیز کو خیرباد کہکر جلاوطنی بھی اختیار کی۔ مگر اپنی سعی جاری رکھی۔ اور یہ عزیز مشغلہ ترک نہ کیا۔ حق گوئی و بیباکی میں ثابت قدم رہا۔

حتیٰ کہ جب ہز ہائی نس محمد مظفرالملک مرحوم کے عہد میں آزاد مملکت اسلامی کے قیام کی توقعات کا وقت قریب آ پہنچا اور عوام میں آزادی کے نعرے بلند ہوئے اسوقت ہز ہائی نس خود بیمار تھے۔ حکومت کے خلاف ملک کے اندر سیاسی شورش کا آغاز ہوا۔ دروش سے چترال تک عوام نے مظاہرے کے طور پر جلوس ترتیب دیئے۔ ان علماء نے عوامی تحریک میں شریک اور ہمنوا ہوکر انصاف کے لئے واویلا کیا اور بار بار مطالبات

دہرائے اور یہ تحریک بڑھتے بڑھتے عوامی تحریک بن گئی۔ حکومت نے اس تحریک کے بانیوں میں سے مولوی نورشاہ دین و مولوی محمد عقیل کو گرفتار کر کے دوسرے علاقوں میں بھیج کر نظر بند کر دیا اور مولوی جمروز کو بھی گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا گیا۔ مگر ریاست میں باقی رفقا کی تحریک جاری رہی۔ پھر ستوج کے لوگوں نے کچھ شورش برپا کی تو عوامی تحریک میں سیاسی بیداری کا بڑا اثر ہوا۔ جب پیر احسن الدین صاحب پولیٹیکل ایجنٹ چترال کے عہدہ پر چترال تشریف لائے۔ ان کے عہد میں پہلی مرتبہ چترال میں اس سیاسی تحریک نے جنم لیا۔ انہوں نے جب لوگوں کے حالات دگرگوں پائے اور لوگوں کی بے چینی کی صحیح اندازہ شناسی کر لی۔ تو اس تحریک کے لیڈروں سے ملاقات کی اور رابطہ قائم کیا۔ بلکہ ان کی حمایت کا اظہار کیا۔ چنانچہ عوام کا اجتماع ایک بڑے جلوس کی شکل میں نمودار ہوا۔ اور عوام کی سیاسی تحریک مسلم لیگ کی حیثیت و صورت معرض وجود میں آ گئی۔ مولانا نورشاہ دین مسلم لیگ کے صدر رہے۔ عوام انہیں عزت و احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے اجرائے شریعت کے لئے کوشاں رہتے ہوئے وعظ جاری رکھے۔ جب انتخابات ہوئے تو مولانا بغیر کسی مقابلہ کے چترال کی مشاورتی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔ تین سال تک ممبر رہے ہر چند خاطر خواہ کامیابی میسر ہوئی۔ اسکے بعد مولانا صاحب نظام و مولوی عبدالکریم و مولوی محمد عقیل عوام کے انتخاب سے کونسل عدلیہ کے ممبر منتخب ہوئے۔ عوام کی نظروں میں انکا بڑا احترام ہے۔ مگر ریاست میں قدیم سے شریعت جاری ہے اور مقدمات کے فیصلے حکمرانوں کے نافذ شدہ احکام کے ماتحت جاری و قائم ہیں۔ وہ بھی مقررہ قواعد پر پابند رہتے ہیں۔

احقر سرحدی مدیر روزنامہ ترجمان افغان پشاور نے ریاست چترال کے تاثرات ۱۹۵۷ء میں علمائے مذکورہ بالا کے علاوہ سیاسی بیداری کے رہنماؤں میں ظفر احمد ظفر۔ میر حسام الدین۔ میاں نور الاکبر۔ سالار رحمت الدین۔ رحیم بیگ و غازی خان و رحمت پناہ و قاضی غلام دستگیر و قادر نواز خان و سیف اللہ جان و گل محمد خان و چراغ بابا و غیرہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے مگر وہ علماء و شرفاء جو مرکز سے دور علاقوں میں مسلم لیگ کے قیام و استحکام میں معاون رہے ہیں۔ مگر میدان عمل میں اکثر و بیشتر نے قدم رکھنے سے اجتناب کیا یہاں انکا بیان مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ عیاں را چہ بیاں۔ مترجم تذکرۂ مشاہیر چترال نے اُن کی نسبت یہ شعر موزوں کیا ہے۔ ؎

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اصحابِ فقر و قناعت کے مشائخ

شاہ بوریائی ولی علیہ الرحمتہ

۷۳۰ھ کے دوران خاندان رئیس کے عہد میں ایک صاحب حال درویش شاہ بوریا ولی رحمۃ اللہ علیہ چترال میں گذرے ہیں جن کا تذکرہ تاریخ چترال میں بھی آیا ہے۔ چنانچہ مزید حالات بزرگان اصحاب فقر کے سلسلہ میں یہاں درج کرنے لازم معلوم ہوتے ہیں۔

شاہ صاحب غالباً باہر سے اس ملک میں آئے تھے۔ انھوں نے چترال میں درویشانہ طور طریق پر دن گذارے اور بہت سی کرامات ان سے منسوب ہیں۔ جنمیں سے ایک یہ ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو اُس کے ایک ہفتہ بعد آپ دورآہ مابین چترال و بدخشاں کی گھاٹی پر ایک ایسے شخص سے ملاقی ہوئے جو چترال کا رہنے والا تھا اور بدخشاں سے چترال واپس آرہا تھا۔ اس درویش کے ہاتھ میں دو سیب تھے۔ انہوں نے وہ سیب اس مسافر کو دیدیئے اور فرمایا کہ ایک سیب شاہ نادر رئیس کو دے دینا جو اس وقت یہاں حکمران تھا اور دوسرا سنگین علی کو۔ جب وہ شخص چترال میں پہنچا تو اس نے شاہ صاحب کی وفات کی خبر سُنی تو وہ حیرت زدہ ہوگیا بہر حال حسبِ ارشاد اس نے ایک سیب شاہ نادر رئیس کو اور دوسرا سنگین علی کی خدمت میں پیش کیا۔ اور واقعہ بیان کیا۔ شاہ رئیس اس شخص کے بیان پر متعجب ہوئے اور قبر کھودنے کا حکم دیا جب قبر کھودی گئی تو اسمیں سوائے کفن کے کچھ نہ پایا۔

سنگین علی نے جو موجودہ خاندان شاہی کا مورث اعلیٰ تھا اپنے حصّہ کا سالم سیب کھالیا۔ اور شاہ نادر رئیس نے نصف کھایا اور نصف کو شاہ صاحب کی قبر کے پاس بو دیا گیا۔ عین وقت پر وہاں سے ایک پودا اُگا۔ اور بڑھتے بڑھتے درخت بن گیا۔ وہ درخت اب تک موجود ہے اور پھل پھول دیتا ہے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ عام طور پر سیب کے درخت کی عمر بیس برس سے زیادہ نہیں ہوتی مگر یہ درخت چھ سو سال سے قائم و دائم ہے اور اس کے میوہ سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ ان کی زیارت بازار کہنہ کی جامع مسجد کے قریب واقع ہے اور اس پر گنبد تعمیر کرایا گیا ہے۔

باباجی علیہ الرحمتہ

۱۱۳۷ھ میں باباجی صاحب کشف اہل کرامات اور سرچشمہ فیوض و برکات بزرگوار گذرے ہیں۔ صاحبزادگان خیرآباد کے خاندان میں باباجی صاحب کا ذکر ہو چکا ہے جو مہتر شاہ افضل اوّل کے عہد میں۔

مُلا صاحب برگہ

۱۲۵۴ھ میں مہتر شاہ افضل ثانی کے عہد میں یہ حضرت سراپا کمالات کے درویش تھے ابھی علم میں معروف ہی تھے کہ حضرت محمد شعیب علیہ الرحمۃ موضع نوڈھیر ضلع پشاور

کے سلک ارادت میں منسلک ہوگئے۔ حضرت محمد شعیب نے بڑی ریاضتیں کی تھیں اور حضرت آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ ان کی تعریف میں صرف اس قدر کہنا ہی کافی ہے کہ حضرت آخوند عبدالغفور غوث سوات ایسی بزرگ گرامی شخصیت ان کے دامن تربیت میں پروان چڑھے۔ اور سرمایۂ دوران ہوئے۔

ملا صاحب برگہ دنیوی شہرت کی طرف ہرگز مائل نہ ہوئے۔ مسجد میں صرف فرض نماز ادا کرتے اور اور پھر جنگل کی راہ لیتے۔ اور ذکر و فکر الہٰی کی سرمستیوں میں کھو جاتے۔ طلبہ کو مسائل فقہ کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ ان کی توجہ سے لوگوں کی مشکلات حل ہو جاتی تھیں۔ آج بھی ان کا مزار عجیب تاثیر رکھتا ہے۔ اور مرجع عام ہے انکا صاحبزادہ بھی درویش اور نیک مرد تھا۔

ملا صاحب اشرت رح ۱۲۹۵ء

یہ بڑے کمال والے بزرگ تھے۔ تمام دینی علوم میں بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ حضرت آخوند عبدالغفور صوات رحمۃ اللہ علیہ سے رشتۂ ارادت رکھتے تھے۔ عبادات میں مشغول رہتے۔ بڑی ریاضتیں کیں۔ عموماً رات کو جاگتے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ زندگی بھر خانہ آبادی کی طرف طبیعت نے التفات نہ کیا۔ علائق دنیوی سے حتماً اجتناب کرتے تھے۔ انطاری کا اہتمام حیوب کا فرستان سے کرتے تھے۔ اس ملک کے طعام کو مشتبہ جانتے تھے۔ شاہی درباروں سے پورا احتراز کرتے تھے۔

سال میں ایک دفعہ آخوند صاحب صوات کے مزار کی زیارت کے لئے ننگے پاؤں اور پاپیادہ آیا جایا کرتے تھے۔ اگرچہ لاواری میں پہاڑ برف سے ڈھکا پڑا ہوتا تھا لیکن آپ ننگے پاؤں ہی اسے عبور کرتے تھے۔

اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے عہد میں وفات پائی۔ انکا مزار مسجد اشرت کے صحن میں ہے۔ ان کے چچیرے بھائیوں کی اولاد موجود ہے جنمیں سے مولوی عبدالکریم نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں اعتبار حاصل کیا۔ اور قضائے اشرت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ریاستی انتظامی امور بھی ان سے متعلق رہے۔ اہلکار اور لائق شخص تھے۔ وہ اشرت میں ایک شخص کے ہاتھوں قتل ہوگئے۔ چنانچہ سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد میں انکا قاتل شکنجۂ قصاص میں آیا۔

اسکے بعد ان کے خاندان سے مولوی سید محمد حب تحصیل علم کے بعد واپس وطن آئے تو طبقۂ علماء میں ممتاز ہوئے۔ اور موضع اشرت کا منصب قضا انہیں تفویض کیا گیا۔ ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ پھر میزان شریعت کے علماء میں شریک رہے معتبر علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ علم کے ساتھ سیاسی دانشمندی سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں۔ ہز ہائینس سیف الرحمٰن مرحوم کے عہد میں معتبر اور ان کے ساتھ خاص خلوص رکھتے تھے۔

صوفی نظام الدین رح

صوفی صاحب جنور کے رہنے والے اور بڑے عجیب شخص تھے پشاور اور ہندوستان

میں رہ کر تحصیل علوم کی تھی۔ علم کے کئی شعبوں میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی ذکاوت اور ذہن کی رسائی بےنظیر تھی۔ موصوف کے بڑے بھائی ملا سلطان الدین حضرت اخوند صاحب صوات رحمۃ اللہ علیہ سے علم تفسیر کا اکتساب کر رہے تھے۔ اور ان کے حضور میں انہیں بڑی منزلت اور تقرب حاصل تھا۔ صوفی نظام الدین بھی حضرت ممدوح کے مریدوں میں شامل ہو گئے۔ اور میدان سلوک میں قدم آگے بڑھائے اور ریاضتیں شروع کیں۔ اور اتنے منظور نظر ہو گئے۔ کہ حضرت اخوند صاحب بذات خود انہیں درس دیا کرتے تھے۔ صوفی صاحب بڑے خوش آواز تھے۔ اس لئے بعض اوقات انہیں کو خطبۂ جمعہ کے لئے پیش کرتے اور انہی کی امامت میں نماز بھی ادا ہوتی۔ بڑی اثر انگیز قراءت کرتے تھے۔ جب قراءت کرتے تو سامعین گریہ نہ روک سکتے تھے۔ فراغت نماز تک لوگوں کی آنکھیں اشکبار رہتیں۔ جب وطن واپس آئے تو اسی راہ و روش پر تھے۔ شاہزادے ان کے دیدار کے لئے حاضر ہوتے اور توجہ کی خواہش کرتے۔ لیکن جب آخوند صاحب نے انتقال فرمایا تو صوفی صاحب کے احوال و اطوار معاً بدل گئے عزلت گزینی کا طریقہ ترک کر دیا۔ امیروں اور رئیسوں سے اختلاط پیدا کر لیا۔ اس ملک کے دیہات میں جہاں کہیں دل چاہتا چلے جاتے اور وہیں ٹھہر جاتے۔ لیکن ایک ہی جگہ نہ ٹکتے۔ آج یہاں کل وہاں۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ موصوف کبھی متاہل نہ ہوئے۔ خوبصورت جوانوں اور بے باک عورتوں سے انہیں کے انداز میں باتیں کرتے۔ ان کے بھائی ملا سلطان الدین نے جغور کے ایک اوباش شخص کے ہاتھوں مرتبہ شہادت پایا۔ قاتل ملک چھوڑ کر بھاگ گیا۔ صوفی نظام الدین نے اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں وفات پائی۔ دونوں بھائی مسجد جغور کے پاس ہی مدفون ہیں۔ اور ملک کے لوگ صوفی صاحب کے متعلق دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ بعض ان کو صاحب ولایت و کرامت جانتے تھے۔ اور دوسرا گروہ ان کو فسق سے ملوث کرتا ہے۔ واللہ اعلم عند اللہ۔

صوفی صاحب سنگور

ان کا اسم گرامی مرزا محمد اور قوم داتمنہ ہے ان کے اجداد موکھو سے یہاں آئے اور طرح اقامت ڈالی۔ زہد و تقویٰ انکی جبلت میں بلوغت سے پہلے ہی موجود تھا۔ شروع جوانی میں تحصیل علم کی غرض سے پشاور گئے۔ نفس سے ہمیشہ مجادلہ کرتے۔ گندم کی روٹی یا کسی بھی چیز کے لئے اگر نفس خواہش کرتا تو ہمیشہ ان سے اپنے آپ کو محروم رکھتے۔ اور اکثر اوقات روزہ سے رہتے۔ اور راتوں کو عبادت کیلئے زندہ و بیدار رہتے۔ پھر انہیں بیت اللہ شریف کے حج اور مدینۂ منورہ کی زیارت کا شوق دامنگیر ہوا۔ ریل کے سفر کے بغیر پیدل سفر شروع کیا۔ عرب کی راہ لی۔ جب عدن میں بحری جہاز سے اترے تو وہاں سے مکہ معظمہ تک براہ خشکی پا پیادہ سفر کیا۔ حتیٰ کہ بیت اللہ المکرم اور زیارت مدینۂ منورہ سے شرف اندوز ہوئے۔ جب مراجعت برائے وطن ہوئے تو تمام ہندوستان کا سفر پیادہ ہی طے کیا۔ جب وطن واپس پہنچے تو یہاں سے بادشاہ صاحب کنر لغمان کے پاس گئے۔ اور ان کے سلک ارادت

میں منسلک ہو گئے۔ اور بیعت کر لی۔ اور مزید زہد و ورع اختیار کیا۔ بڑے ہی فیض و برکت والے بزرگ تھے۔ عابد و زاہد اور متوکل تھے۔ اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم ان کے حق میں بڑا اخلاص اور عقیدت رکھتے تھے۔ اور وفات کے قریب ان کے سرہانے جا کھڑے ہوئے اور دعا حاصل کی۔

ان کے پانچ صاحبزادے ہیں جنہیں بڑے صاحبزادے عبدالباقی نے پشاور میں تحصیل علم حاصل کی۔ جب وطن واپس آئے تو سنگور کے منصب قضا پر فائز ہوئے۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں محترم رہے۔ پھر کونسل عدلیہ کے ممبروں میں شامل ہوئے۔ مابعد میزان شریعت کے علما میں داخل کئے گئے۔ شاہی دربار میں اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں معزز رہا۔ مابعد سر محمد ناصر الملک مرحوم کے عہد سے ہز ہائی نس سیف الرحمن مرحوم کے عہد تک یہ ان علما میں شامل تھے جو ریاست کے خیر خواہ رہے کیونکہ علماء کا طبقہ سر ناصر الملک مرحوم کے عہد تک ایک رشتہ نظم و ضبط میں منسلک اور اپنے بادشاہ کے تابع فرمان تھے۔ حکومت شخصی تھی۔ جب پاکستان کا قیام وجود میں آیا تو جمہوری حکومت کے نام لیوا ہوئے۔ اور علماء و رعایا دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک جماعت مسلم لیگ تھی۔ اور دوسری ریاستی لیگ۔ اور ان ہر ایک کے اغراض و مقاصد علیحدہ تھے۔ تذکرہ علمائے ریاست میں اکثر علما مسلم لیگ سے وابستہ تھے۔ باقی علماء جو ریاست کے خیر خواہ رہے ان میں قاضی صاحب سنگور اور ان کے متعلقین بھی شامل تھے۔

حاجی صاحب جغور موصوف قدیم علماء سے تھے۔ رسمی علوم میں کمال کے باوجود درویش اور گوشہ نشین تھے۔ دنیا اور اس کے علایق کے چنداں خواہشمند نہ تھے۔ اس لئے ان کا ذکر درویشوں کے زمرہ میں موزوں نظر آیا ہے۔ موصوف بڑے عبادت گذار اور متوکل شخص تھے۔

صوفی عبداللہ اصلاً کشم کے باشندے ہیں۔ بیبرآباد واقعہ جغور میں زمین پائی اور قیام کیا۔ طریقہ نقشبندیہ میں حضرت صاحب بہادر کلی پشاور کے اراد تمند اور مرید تھے۔ کسی بزرگ سے مشہور تھے۔ اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں ان کے دربار میں آئے اور غریبوں کے لئے سفارشات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اعلیحضرت مرحوم کو ان سے اعتبار پیدا ہوا۔ اور ان کو اپنے تقرب میں اعزاز سے رکھا اپنے مرشد گرامی جناب حضرت صاحب بہادر کلی کے حضور میں بھی خصوصیت کے ساتھ یاد ہوتے تھے۔ ۱۹۴۳ء میں عیدالفطر کے دن ان کا انتقال ہوا۔ اعلیحضرت مرحوم کے حکم سے تمام شاہزادے اور خواص ان کی تدفین پر حاضر ہوئے۔ اور احترام سے ان کو دفن کیا گیا۔ مرحوم نے حج بھی کیا تھا۔ اور اعتکاف میں کبھی ناغہ نہیں کیا تھا۔

ملا صاحب مدک موصوف اصل مدک کے رہنے والے تھے۔ تحصیل و تکمیل علم کے بعد واپس چترال آئے تو لیریت کے مقام پر زمین خرید کی اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ علم و فضل کے باوصف ملا صاحب سلسلہ نقشبندیہ کے قدوۃ السالکین حضرت عبدالرحمن علیہ الرحمۃ

بہادر کلی پشاور سے بیعت رکھتے تھے۔ بڑے یمن اور برکتوں والے بزرگوار تھے۔ ملا صاحب جب اعلیٰحضرت مرحوم کے دربار میں آتے تھے تو غریبوں اور مظلوموں کے لئے سفارشات کے انبار لاتے تھے۔ ان کی سفارشیں اکثر کامیاب بھی ہوتی تھیں اُن کے مواعظ و نصائح کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ عالم و عارف تھے ۱۹۲۱ء میں جب حج بیت اللہ شریف سے واپس پشاور پہنچے تو وفات ہوئی ہز ہائینس سر ناصر الملک مرحوم نے اپنے اہتمام سے انکا جنازہ چترال پہنچایا اور ریمبرت میں دفن کرایا

مولانا صاحب اویر

مولانائے موصوف کا اسم گرامی محمد مستجاب ہے اویر کے باشندے اور قوم شاہ خوشیہ سے ہیں۔ اور کئی برس سے ایون میں رہتے ہیں۔ نہ زمین ہے اور نہ کوئی اور ذریعہ معاش۔ محض خدا کے آسرے پر رہتے ہیں۔ انکا سلسلۂ بیعت و طریقت بھی خانوادہ نقشبندیہ سے مربوط ہے معتبر علماء سے ہیں۔ دنیاوی تعلقات کے ہرگز خواستگار نہیں ہیں علم و عمل و زہد و تقویٰ۔ اخلاص و محبت ان کے وجود میں متمکن ہیں۔ درس و تدریس کا شوق بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ہز ہائینس محمد مظفر الملک مرحوم کے عہد میں شاہی کتب خانہ سے درسی کتب کے خواستگار ہوئے اور ہز ہائینس نے صحاح ستہ کے تمام مجلدات ان کو بخشدیئے۔ موصوف نے متعدد حج بھی کئے۔ چترال کے علاقوں میں ان کے مریدین بھی ہیں اور وعظ و نصائح کے لئے علاقوں میں بھی جایا کرتے ہیں۔ اور سلسلۂ رشد و ہدایت جاری ہے جو بڑی فصاحت و بلاغت سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت صاحب بہادر کلی پشاور چترال میں

موصوف زبدۃ عارفین الحاج محمد عبدالرحمٰن صاحب مرحوم سجادہ نشین خانقاہ بہادر کلی کے صاحبزادے ہیں اور انکا اسم گرامی محمد عزیز الرحمٰن صاحب ہے۔ دو تین سال سے چترال میں معہ خاندان قیام پذیر ہیں۔ انہوں نے اپنے والد بزرگوار مسند ارشاد سنبھالا۔ اور ان کے خلیفہ و مجاز مطلق جانشین ہیں کتب تصوف و سلوک کے باوصف متعدد علماء سے علوم ظاہری کی تکمیل کی اور سرکردہ فضلاء سے ہیں۔ اور اپنے والد بزرگوار کے فیوضات و توجہات عالیہ سے ہر مقام پر مستفید ہیں۔ اعلیٰحضرت مرحوم سر شجاع الملک کو آپ کے والد حضرت مغفور سے ۱۹۲۳ء میں پشاور کے سفر کے موقع پر ملاقات کے دوران میں روحانی اخلاص و محبت کا واسطہ پیدا ہوا تھا۔ جس کی تکمیل کے لئے اعلیٰحضرت مرحوم نے انکی خدمت میں ایک خط لکھا کہ پشاور میں آپ کا نیازِ خاطر خواہ میسر نہ ہوا تھا اس کمی کو کسی دوسرے موقعہ پر پورا کرنیکی خواہش رکھتا ہوں۔ چنانچہ ۱۹۲۷ء میں مسٹر عبدالکریم طاہر کیانی باشندہ ففور چترال آیا جس کو چترال آنے کی ترغیب حضرت ممدوح نے دی تھی۔ اور طاہر کیانی حضرت ممدوح کے ارادتمندوں سے تھا۔ اعلیٰحضرت مرحوم نے ان کے چترال آنے کے لئے پھر حضرت ممدوح کا شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ

ہیں ان کے وجود کو ریاست کے لئے غنیمت جانتا ہوں اور ان کی تجربہ کاری اور نیک نیتی سے ریاست کو بہت زیادہ فوائد کے حاصل ہونے کا امکان ہے۔ اسی طرح سلسلہ خط وکتابت جاری رکھتے ہوئے ۱۹۳۲ء میں اعلیحضرت کی دعوت پر حضرت ممدوح اپنے مرشد زادہ حافظ محمد ابراہیم سجادہ نشین موسیٰ زئی اور اخوان طریقت کی معیت میں چترال تشریف لائے۔ اور قریباً ایک ماہ انہوں نے چترال میں قیام فرمایا۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ لارڈ ہیرنٹن سر تلی جلال الدین نو مسلم چترال آئے اور حضرت صاحب ممدوح سے ملاقات کر کے سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک ہوئے اور حضرت ممدوح کی بیعت کر کے مرید ہوئے۔

چترال کے رؤسا وعلما بھی حضرت ممدوح کے سلسلۂ ارادت میں منسلک تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے فرزند رشید وجانشین موجودہ حضرت صاحب بھی چترال تشریف لائے اور فیض وہدایت جاری رکھتے ہوئے چترال اور شاہی خاندان کے ساتھ سابقہ توجہات کا طریقہ جاری فرمایا۔ موجودہ حضرت صاحب کا ایک بے نظیر عجوبۂ روزگار تحفہ کتاب تاریخ بنام حبیب السیر شاہی کتب خانہ میں موجود ہے جو نہایت خوشخط زرافشاں قلمی نسخہ ہے۔ اسی طرح جب دوسری دفعہ آپ پھر چترال تشریف لائے تو بمعہ عیال و اطفال چترال کے ایک گوشہ میں اقامت پذیر ہیں۔ آپ کے نفقہ کا کوئی انتظام ریاست سے جاری نہیں لیکن پھر بھی آپ کسی کے محتاج نہیں نفقۃ الغیب سے روزی کا سامان موجود ہے حلقہ ارادتمندان مقامی کے علاوہ پشاور کے عقیدتمندوں کا گروہ بھی آمد ورفت جاری رکھتے ہوئے آپ کے نفوس مبارک سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ چترال کے علماء جب آپ سے ملتے ہیں تو علمی فضائل کے مباحث سے اعتراف کرتے ہیں کہ آپ کے علمی کمالات بلند و وسیع ہیں اور آپ کا سلسلہ کلام نہایت موثر و جاذب قلوب ہوتا ہے۔

حاجی صاحب نشکو حاجی فضل رحیم نشکو فقرو قناعت کے مشائخ سے تھے۔ اور اعلیحضرت مرحوم کے عہد میں محترم تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے سات دفعہ حج کیا تھا طریق سلوک میں بیعت یافتہ تھے۔ اُن کے جدِ اعلیٰ آخوند صاحب نشکو ہیں۔ بڑے اہل کشف اور کرامات کے بزرگوار تھے جن کی زیارت نشکو میں مرجع خلائق ہے۔ ان کے بڑے صاحبزادے حاجی فضل کریم مستند عالم ہیں۔ میزان شرع کے علماء میں شامل تھے۔ دوسرے صاحبزادے فضل اللہ بھی ہندوستان سے تعلیم حاصل کر کے واپس آکر زہد و قناعت میں مشغول ہیں۔ یہ بزرگوار آخوند نشکو ملا محمود بیگ کے نام سے مشہور تھے۔ اور انکا باپ کیاوس اس عہد کے کفار سے تھا۔ کیاوس نام سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایرانی تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تذکرہ شعرائے کہوستان

شعر و شاعری اور فصاحت کا فن علم ہی کی ایک شاخ ہے اور اکثر و بیشتر شعراء کا گروہ بھی اہل علم و کمالات سے ہی ہوا ہے۔ اس لئے مناسب جان کر اس ملک کے ادبا اور فصحا کا ذکر علماء و صلحاء کے تذکرہ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ ان کے فضائل و کمالات کے ذکر سے معلوم ہوگا کہ اس ملک کے فرمانروا کس درجہ علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ اور ان کی مجلس میں کس پایہ کے اہل فضل و کمال باریاب رہا کرتے تھے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اس ملک کے فرمانروا اگر علم پرور نہ ہوتے .... تو ممکن نہ تھا کہ اس قسم کے اہل کمال خاکِ چترال سے جنم لیتے۔ اور اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ گذشتہ دور کے تمام علماء ملک بھی کس درجہ کے اہل کمال تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ عصر رواں میں کوئی بھی اپنے ملک کے اہل کمال کا قدردان نہیں ہے۔ مولانا محمد سیر۔ اتالیق محمد شکور۔ شاہزادہ تجمل شاہ۔ وزیر زادہ معظم خان۔ فصاحت کلام اختراع مضامین رنگین میں مرزا صائب۔ مرزا بیدل۔ شوکت بخاری اور ناصر علی سرہندی سے کم نہ تھے۔ بلکہ مولانا محمد سیر تو اس فن میں ان پر بدرجہا ترجیح رکھتے تھے۔ لیکن چترال میں قدر شناس سخن کون ہے؟ کہ انہیں تامل کرے اور وزن کر کے اور وزن کر کے دیکھ لے کہ حسن و جوہر کون سے پلڑے میں بھاری ہے۔ ملکی لباس کو خواہ کتنا ہی نفیس کیوں نہ ہو۔ کوڑیوں کے بھاؤ بھی نہیں پوچھتے۔ اور اصل یہ ہے کہ اپنے ملک کے افتخار و اعزاز کو پہچانتے ہی نہیں۔ نہ یہاں کوئی مشاعرہ ہے نہ کوئی اپنے ملک کے شعراء کے نام لیوا ہیں۔ نہ ان شعرائے کلام کو نشر و اشاعت سے تزئین دینے کی ہمت رکھتے ہیں۔ بس ان کے قلمی مسودات بھی آجکل کے مہمان ہیں۔ دستبرد روزگار سے تلف ہونے کے ممکنات ہیں لہذا اس مختصر تذکرہ میں ان کے نام سے تعارف کرنے پر اکتفا کیا گیا۔ تاکہ حضرات قارئین کے لئے ملال خاطر کا موجب نہ ہو۔

محمد صفا بن قزل بیگ نام محمد صفا اور تخلص صفا تھا لطیفہ سنجی میں فرد اور فصاحت طرازوں میں ماجہ المزد تھا۔ صفا کی ایک غزل مولف کی نظر سے گذری تھی۔ اس کے مضامین کی شیرینی اپنے ساتھ فردوس بریں کی رنگینی رکھتی تھی۔ بیاض ہاتھ سے چلی گئی۔ ہزار چاہا مگر پھر ہاتھ نہ آئی۔ ممکن ہے کہ ان کے خاندان میں کہیں نہ کہیں ان کی کوئی بیاض موجود ہو گی۔ مگر قدر شناسی نہیں۔

شاہ سنگین علی شاہ کٹور اول کے فرزند ارجمند تھے۔ مراتب سخن کو خوب جانتے تھے۔ شعر کہتے کہ آبدلہ

موتی بکھیرتے۔ شاہ سنگین علی جب ہندوستان میں تھے وطن کی یاد آئی تو غزل کہی جسکا صرف مطلع معلوم ہے۔ ایک سخن شناس شخص اس ایک بیت سے بھی قیاس کر سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے ؎

گلشن کشمیر پیش انجگان داغ است و داغ ! لالہ ہا در کوہ و صحرا جملگی باغ است و باغ

ریاست چترال کے درۂ لٹکوہ کو اس عہد میں انجگان کہتے تھے۔ اور سنگین علی کو شکار کی وجہ سے اس مقام سے بدرجۂ غایت محبت تھی۔ انہوں نے جب یہ مطلع کہا۔ وہ ان دنوں شاہنشاہ ہندوستان کی معیت میں تھا۔

مرزا طاہر یہ شخص شاہ سنگین علی کے عہد میں منظر آدمی تھا۔ اس نے بہت طویل قصیدہ سنگین علی کی مدح میں کہا تھا۔ مولانا محمد سیر کا دستخطی مولف کی نظر سے گذرا تھا۔ اس قصیدہ کی تعریف سے زبان و قلم قاصر ہیں۔ اشعار تھے کہ موتیوں کی لڑیاں اور جواہرات کے انبار۔ قصیدہ جتنا کہ طویل تھا اتنی ہی اسمیں ملاحت و حلاوت تھی۔ لیکن انتہائی طلب کے باوجود پھر وہ کتاب ہاتھ نہ آئی۔

زمانی زمانی کی تعریف مولانا محمد سیر نے اپنی غزلیات میں کی ہے۔ اور جس شخص کی سخن گوئی کے باب میں مولانا سیر ایسی شخصیت معترف و مصدق ہو ظاہر ہے کہ وہ شخص کس درجہ بلند پایہ ہوگا صرف ایک ہی مصرع دماغ میں محفوظ ہے ؎ زمانی ہر زمان آر دوری چیز ادمی گرید

بس اسے مشتے نمونہ از خروارے سمجھیے۔ اسکی کتاب بھی اب دستیاب نہیں ہے۔

محمد شکور اتالیق محمد شکور کا تخلص غریب تھا۔ شاہ سنگین علی شاہ افضل اول و شاہ فاضل کے ایام حکومت میں فضائل و کمالات میں بہرہ یاب تھا۔ شعر و شاعری میں بڑا بلند مرتبہ رکھتا تھا۔ اس کا دیوان شاعری موجود ہے اس کی مثنویاں رموز سلوک کی کلید اور یقین کی دلاویز شاخیں ہیں۔ اسکی غزلیں بڑی ہی دلکش اور رنگین ہیں۔ اس کی چند غزلیں بطور نمونہ یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

بعین وصل گلی مرغ چمن پیوستہ نالاں است
بلی یہ عاشق دل خستہ قرب و بعد یکساں است

وفاداری زیاران جہاں صورت نمی بندد
امید از اہل دنیا ہر کہ کرد آخر پشیماں است

بجمع آوردن دنیا چرا کوشش کند غافل
کہ کل جمعیت اسباب ایں عالم پریشاں است

نسازد کام را حاصل کسے ہرگز دریں دنیا
اگرچہ کو نظام الملک عصر و خان دوراں است

زاموال جہاں غیر از کفن چیزی نخواہد برد
بدنیا گر کسے را مال از قارون فراواں است

غریب از اہل دنیا کام دل ہرگز نمیخواہم
ازیں دون ہمتاں ہر کس کہ جوید کام ناداں است

ولہ ایضاً

منزلِ معشوق عالم را ندیده ہیچ کس
لیک مے آید بگوش عشق آواز جرس

ہر کجا بینم جمالِ یار آید در نظر
جملہ عالمگاہ حسن معشوق است و بس

سوختن مخصوص جانِ خستہ پروانہ است
طاقتِ سوز و گداز شمع کے دارد مگس

بلبل جان غریبِ خستہ میخواہد مدام
پاک باشد دامنِ گلزار حسن از خس

ولہ ایضاً

عمرِ گل چونکہ دریں باغ جہاں برباد است
کار بلبل چمن شام و سحر فریاد است

یوسف از خوبیٔ خود گشت بہ زندانِ مصر
ورنہ ہر زشت کہ بینی بجہان آزاد است

درجہان بیخبران جملہ بہ عیش اند و سرور
ہر کجائے کہ بود اہل خرد ناشاد است

بنید در باغ سلامت ز قدِ زشتِ خود است
ریزہ ریزہ زدم آرہ قد شمشاد است

بشر از غیرتِ خود بستۂ زنجیر شود
زود بہ ایمن ز جفا و ستم صیاد است

در قفس بلبلِ دل خستہ غریب از وطن است
زاغ بے لہجہ دریں باغ جہاں آزاد است

مولانا محمد سیر، (س کی کسرا ور ی) کی فتح کے ساتھ مولانا کا نام محمد سیر ہے انہوں نے اپنا تخلص سیر قرار دیا ہے۔ مولانا بلبل ہیں شاخسارِ سخنوری کے۔ اور گلزارِ فصاحت گستری کے عندلیب نغمہ طراز استعارات و تشبیہات میں ان کے خیالات بلند۔ اور جدّت و اختراع کا شاہکار ہوتے ہیں ان کے کلام کے جودت سہ نثر ظہوری کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ لیکن مرتبہ دان کو چاہیئے کہ نظرِ غور سے دیکھے۔ مولانا سیر شاہ کتور ثانی کے عہد میں تھے۔ انہوں نے اس عہد کے بعض وقائع کو شاہنامہ کے طور پر نظم میں پرو دیا۔ ان کا دیوان معنی شناسوں کی آنکھ کا سرمہ ہے یہ دیوان ۱۲۲۷ھ میں اتمام کو پہنچا تھا۔ اس سے چند غزلیات نمونہ کے طور پر پیش کی جاتی ہیں تاکہ معنی آشنا اور نکتہ سنج حضرات ان کے کلام کا اندازہ کر سکیں۔

شب ہجران ز جوش گریہ بزم زینت آباد است
حنا خون دلم بر ناخن انگشت فرہاد است

درونِ شیشۂ دل بادہ طبعم پریزاد است
در آغوش عروس بکر فکر من خدا داد است

بہ امیدے کہ روزے آشنا با زلف او گردد
ازاں رو صرف عمرم در رہ بوی شمشاد است

مدام از حلقۂ بزم جنونم بوئے خون آید
مگر زنجیر من از آہن شمشیر جلاد است

بہ تربیت صدف چوں قطرہ را پرورد گوہر شد
بلے شاگرد قابل ہر کجا بہتر ز استاد است

زمین عاشقاں ہر جا سلامت از خطر دارد
کہ آب و رنگ ایں گلشن ز جوئے تیغ بیداد است

اگر نام بلند از عشق میجوئے ز سر بگذر | بکوه بے ستوں ایں حرف نقش نام فرہاد است
ندارد طبع سرکش اے سپہر قدرے درین گلشن | که بر سر مشت خاکستر ز قمری سرو آزاد است

ولہ ایضاً

بچشم دل ہماں روزی که بر رویش نظر کردم | بہ بستم از دو عالم دیدهٔ خود را بے خبر کردم
نه خود رفتن پیامم را بجاناں برد باز آورد | بہ سویش روح را از شوق مرغی نامه بر کردم
نمی پرسد چرا آں بیوفا از حال زار من | بیادش پنجهٔ مژگاں پر از خون جگر کردم
فرستادم بسویش نامه از سوزش بہ ہجراں | ز دود آتش دل مرغ جاں را بال و پر کردم
گذشت از نه سپر ہائے فلک تیر دعائے من | جو بر یاد قد بالائے او آه سحر کردم
چناں اندیشهٔ صف ہائے مژگاں کرد بے تابم | ز بے تابی دو عالم سپہر زیر و زبر کردم

ولہ ایضاً

خیال چشم شوخش برده عقل از سر ز دل ہا ہوشم | بدست بیخودی ہا بارم آہو ہم آغوشم
نمی باید مرا غسل و کفن بعد از فنا گشتن | شہید خنجر آں کافر چشم سیہ پوشم
بیاد قامت خوش جلوهٔ سرو گل اندامی | بہ ساں طوق قمری شد سراپا حلقهٔ آغوشم
چه باشد گر نگاه لطف بنوازد غریباں را | غریبم بے کسم بے خانمانم خانه بر دوشم
به بزمی ہائے الفت بزم دل ہا را کنم روشن | زبان آتشیں دارم دلے چوں شمع خاموشم
ز پستی دامن بالا بلندی بر کف آوردم | بہ رنگ سایه با نخل قد او دوش بر دوشم
شدم آزاد از دنیا سپہر فارغ ز عقبیٰ ہم | که روزی تاباں دلبر غلام حلقه در گوشم

ولہ ایضاً

زہیم لشکر زلف سیاه عنبریں موئے | شده مشک ختن پنہاں درون ناف آہوئے
چه حاجت تیغ بر کف بہر قتلم آں جفاجو را | جدا سازد سرم از تن بیک ایمائے ابروئے
بہ نزدیک لبش خال سیه را دیدم و گفتم | که آخر لعل را ہر جا خریدار است ہندوئے
سپہرا ہم بلند از گریه ہائے دل فزوں باشد | سرافراز است قد سرو ہر جا بر لب جوئے

شہزاده تجمل شاه | ان کا تخلص محوی تھا۔ شاہزاده موصوف شاه کوڈ ثانی کے فرزند اور

اور علمی حیثیت سے سرآمد فضلا تھے۔ ان کی بہترین تصنیف قصیدہ امالی کی شرح ہے۔ جو علم کلام میں منظوم تصنیف ہے۔ اس سے ان کے علم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ کہ کس پایہ کا تھا۔ سلسلہ سلوک و معرفت میں انکا بہت بڑا مقام تھا۔ وہ سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔ اُن کے مرشد گرامی ترکستان کے شیخ حسام الدین خوقندی تھے۔ اور وہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے تھے۔ شاہزادہ مرحوم شرح قصیدہ امالی کے آغاز میں یوں نغمۂ توحید چھیڑتے ہیں۔

الہٰی غنچۂ امید بکشائی — گلی از روضۂ تحقیق بنمائی

نعت میں کہتے ہیں۔

محمد سرورِ دنیا و دین است — وجودش رحمۃ اللعالمین است
رُخش آئینۂ انوار وحدت — قدش سروِ گلستانِ سعادت
جبینش آفتابِ عالمِ قدس — عرق ریزِ حیا جام جمِ قدس
دو ابروئے خمش محرابِ توفیق — دو گیسویش کمند دستِ تحقیق

شاہزادہ تجمل شاہ کی غزلیات بہت رنگین اور محققانہ ہیں۔ انکا مجموعہ کلام ان کے اپنے قلم سے موجود ہے مصنف کو ان کی اولاد نے کتاب دینے میں بخل سے کام لیا۔ ورنہ ان کی غزلیات اس کتاب میں نقل کی جاتیں اور یادگار رہ جاتیں۔

اپنے وطن کی یاد میں کہتے ہیں

ہر چہ گویم ثنائے چترار است — ہر دو عالم فدائے چترار است
آنچہ مفتاح غنچۂ دل ہا است — نفس آں دل کشائے چترار است
بر لبِ جوئے او است چشمۂ خضر — عیسیٰ دل ہوائے چترار است
آنچہ دل را حیات مے بخشد — نکہت جانفزائے چترار است
رونق افزائے شوق زندہ دلاں — فیض باد صبائے چترار است
خوشدلی خاکِ آستانہ او است — عیش فرح افزائے چترار است

گر غیاثی بمدح چیرم شتافت
محوی اندر ثنائے چترار است

لعل جبہ و جبین

لعل جبہ باپ اور جبین بیٹا دونوں اَن پڑھ تھے۔ اور چترار ی زبان میں دونوں حلاوت و ملاحت سے بھر پور شعر کہا کرتے تھے۔ بدیہہ گوئی میں ان کی کوئی نظیر نہ تھی۔ بغیر کسی تامل کے اشعار آبدار ان کی زبان سے نکلتے اور مجلس کو زعفران زار بنا ڈالتے۔ لعل جبہ مولانا سیر کا معاصر تھا۔ مولانا سیر کی اس کی نسبت یہ رائے تھی کہ۔ اگر لعل جبہ

علم داشتے ملک الشعرا بودے"۔ یعنی اگر لعل جیبو ذرا بھی علم رکھتا تو وہ ملک الشعرا ہوتا۔

ملا ہیچ نام معلوم نہیں۔ صرف تخلص ہیچ تھا۔ وہ درہ یارخون کا رہنے والا تھا بڑی بلند طبیعت کا مالک تھا۔ اس کے اشعار میں ملاحت کی آمیزش اور معانی کا انبار تھا۔ فارسی اور چترالی زبانوں میں شعرگوئی کا خوب ملکہ تھا۔ اگرچہ اسکے اشعا کا مجموعہ ہے لیکن اس حصہ کی ترتیب کے وقت نہ مجموعہ ہاتھ آیا اور نہ کوئی شعر حافظہ نے حوالہ قلم کیا۔

وزیرزادہ مظفر خان ان کا تخلص ظفر اور وزیر شفعت خان کے لڑکے تھے۔ فہم رسا رکھتے تھے شعرگوئی پر قادر تھے انہوں نے شاہ افضل ثانی کے عہد حکومت کے اوائلی واقعات کو نظم میں آراستہ کیا۔ ان کی غزلیات کا دیوان موجود ہے۔ ان کی تعلیم گھر میں ہوئی لیکن بڑے فضلاء کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کی تحریر و تقریر میں انشاء پردازی کے کمالات تھے۔ اور شاہ امان الملک مرحوم کے اوائل حکومت میں خط و کتابت کے دبیر اور مشیر وہی تھے۔ یہاں انکی ایک غزل پر اکتفا کیا جاتا ہے جو رموز سلوک کا آئینہ ہے۔

صبا چاک گریباں زد بیا بند قبا بندیم — کہ تا محمل ببوئے بوستان آشنا بندیم
عدم تعمیر ما آمد دریں اقلیم نابودی — حباب ہستی خود را بموئے تا کجا بندیم
اگر من نفس سرکش را زحرص و آز باز آریم — بافسون قناعت باد ہان اژدہا بندیم
اگر بال و پر خود را ز آلائش فرو شویم — چو شکل آشیاں خود کہ بر شاخ ہما بندیم
دماغ جاں شود تازہ ز مضمون فغان من — پیام عجز آمیزی کہ بر باد صبا بندیم
خیال تیز گرد من ز درگاہش بود عاجز — مگر من نامۂ عجزم کہ بر بال ہما بندیم
چو آہ از خاطر پرغم بیروں آرم بسوز دل — ازاں ابرے بپرداز دریا بصحرائے ہوا بندیم
بود سودائے بیہودہ دل آشفتۂ ما را — اگر بہر حصول زر خیال کیمیا بندیم
شاد آئید اے یاران کہ بعد از رفتنم زینجا — ہمیں نظم خوش آہنگی ظفر بہر دعا بندیم

شاہزادہ کوہ کن بیگ کوہ کن ان کا تخلص تھا۔ مہتر شاہ افضل ثانی کے فرزند ہیں۔ اشعار کہتے تھے۔ لیکن ان کے اشعار کسی نے یکجا نہ کئے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے ؎

جان نگہ کردن نباشد کوہ کن آساں اند — تا کہ ابروئے دوتا چون تیغ عریان کردہ است

مندرجہ ذیل شعر انہوں نے شاہ امان الملک کے نقش نگیں کے لئے کہا تھا۔

امانی کہ ملکش امان یافت وخفت — گلی غنچہ از باغ افضل شگفت

شاہزادہ کوہ کن بیگ اور وزیرزادہ مظفر خان کے مابین سوال و جواب اور مشاعرے رہا

کرتے تھے۔

وزیر زادہ معظم خان

نام معظم خان اور اعظم تخلص تھا۔ وزیر مظفر خان ظفر کے بیٹے وزیر منفعت خان کے پوتے۔ گویا تین پشت سے وزیر ابن وزیر رہے۔ خوش بیانی میں حافظ ثانی۔ سخن گوئی میں سدا بہار اور نغمہ سنجی میں عندلیب گلشن تھے۔ معظم خان گلزار فصاحت کے بلبل۔ شاخسارِ نزاکت کے عندلیب۔ حلاوتِ بیان میں ممتاز اور ملاحت کلام کے اعتبار سے نمایاں مقام پر سرفراز تھے۔ ان کی طبع بلند رسائی میں عجیب تھی۔ لیکن انکا آسمان پیوند ذہن صفائی میں اور بھی عجیب تھا۔ ان کی غزلیات کا یہ انداز تھا کہ حضرت سعدی شیرازی کی طرز پر قریب الفہم اور باشکل سادا ادا۔ ان کی مثنویوں کا یہ رنگ تھا۔ کہ فردوسی کے لہجے میں پرجوش اور دلکشا تھیں۔ ان کے قصائد تھے کہ قصائدِ انوری کے ساتھ میزان میں رکھے جاسکتے تھے۔ اور ان کی مسدسات اور مخمسات میں اس کمال کی فصاحت گستری تھی کہ خواجہ حافظ شیرازی کے نغمات کے ہم پلہ ٹھہرانے کے قابل و سزاوار تھے۔ ان کے واعظانہ اور خطیبانہ زور بیان میں وہ تاثیر ہے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ اور ان کے مطائبات میں وہ قوت ہے۔ کہ مایوس اور اشکبار چہرے کھل کھلا کر ہنس پڑتے ہیں۔ وزیر زادہ معظم خان کے لڑکے فرحت خان نے ان کی غزلیات فراہم کرکے دیوان کی شکل میں مرتب کرلی تھی اور کچھ اس کے متفرق اشعار اعلیحضرت سر شجاع الملک مرحوم کے حکم سے کتابی صورت میں ترتیب دیئے گئے تھے۔ وہ شاہی کتب خانہ میں موجود ہے بادشاہ کی طرف سے ملک الشعرا کا خطاب پایا تھا۔ اعظم تخلص تھا۔

طرفہ یہ کہ ان کے خاندان میں فرحت خان کے لڑکے امیر اللہ خان کو شعر گوئی کا ملکہ ورثتاً ملا وہ جو بھی شعر کہتا ہے موزوں ہوتا ہے۔ مگر چترال میں قدر نہیں رہی۔ معظم خان کے اشعار کا مجموعہ قلمی غیر مطبوعہ پڑا ہے۔ اور طبع و اشاعت سے محروم ہے۔

ذیل میں اسکے اشعار کے مجموعہ سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ سب سے اوّل وہ قصیدۂ دعائیہ ملاحظہ ہو جو بادشاہ کے حق میں ہے۔

شاہا بقائے جاہ و جلالت دوام باد — اقبال و دولت و شرفت مستدام باد

شمشیر فتح باد بدستِ تو آیدار — رخشِ مراد زیر تو زریں ستام باد

ہرگز مباد بے کرمت دورِ روزگار — ہموارہ فیض وجود تو ہر خاص عام باد

چنگ و دف و رباب شراب رخ نگار — بے روئے تو یہ محفل گیتی حرام باد

حکم تو، ہمچو بحر روان باد در جہان — ہر کار و بارِ ملک تو در انتظام باد

از لطفِ کردگار جہان آفرین ترا — منشور فتح و سکۂ دولت بنام باد

بخت و ظفر همیشه نزاره همبری کناد — اقبال بر در تو کمینه غلام باد
ناپخته که با تو زند لاف همسری — او سوخته در آتش سودائے خام باد
ما خود ز بارگاه تو ناکام رفته ایم — تا هست چرخ دور جهانت بکام باد
دریائے پنج هم به زبانم نمی رسد — صد آفرین به بخت من ناتمام باد
بے صله شعرها که نوشتم برائے شاه — گاهے به بزم باده زیادم بجام باد

ولہ ایضاً

زلف سنبل رخ تو ماه درخشان شده است — قامتت سرو لبت لعل بدخشان شده است
روز اول که تو کردی هوس سیر چمن — دیرگاه است گل از بهر تو خندان شده است
خوبرویان جهان بارکش ناز تو اند — زانکه حسن تو فزون از همه خوبان شده است
بهر من چند کشی زحمت بیهوده طبیب — دردمندی من از چاره تو درمان شده است

ولہ ایضاً

اے دل جفائے چرخ برین نیز بگذرد — غافل مشو که کار زمین نیز بگذرد
درویش بینوا که ز حسرت رود بخاک — ایام عیش تخت نشین نیز بگذرد
گرچه جهان بکام و فلک بر مراد تست — غافل مشو که عاقبت این نیز بگذرد
از مفلسی منال که آخر بچند روز — خاقان چین و دولت چین نیز بگذرد
اعظم ز عمر تو که بماند است اینقدر — بشناس قدر این که همین نیز بگذرد

ولہ ایضاً

رسوائے جهانم بکسی کار ندارم — هم صحبت خود غیر دل زار ندارم
دور فلکم خار و خس خاک زمین کرد — هر سفله که پامال کند عار ندارم
جز خون جگر رنگ مے جام فلک نیست — دل مست ازین ساغر خمار ندارم
در گلشن دنیا گل بے خار نباشد — زان رو هوس سیر به گلزار ندارم

اعظم شنو از نغمه نواز بلبل توحید
ما در دو جهان غیر خدا یار ندارم

ولہ

اے چرخ فلک از تو ہمہ کار بجا شد — من بعد دل خستہ من از تو جدا شد
یک روز ندیدم ز تو مہر و محبت — اے ظالم بیفائدہ از من چہ خطا شد
یوسفؑ ز جفائے تو بزندان شدہ محبوس — نالیدن یعقوبؑ ہم از جور شما شد
ایوبؑ ز آسیب تو تن دادہ بکرمان — در بطن سمک یونسؑ فرخندہ چہا شد

ولہ

چو خواہی عاشق دیوانہ باشی — ز مستی در جہان افسانہ باشی
بسوز د نالہ دایم آشنا شو — گہی بلبل گہی پروانہ باشی
بکن نفرت ز آبادیٔ عالم — چو چندان ساکن ویرانہ باشی
غم سود و زیان از دل بدر کن — ہم از عقل و خرد بیگانہ باشی
نماز و زہد کار عاشقان نیست — ز مسجد رفتہ در میخانہ باشی
چو خواہی تار زلفش بر کف آری — جگر صد چاک مثل شانہ باشی
بہ بحر خون دل زن غوطہ اول — وزان پس طالب دردانہ باشی
دل خود صاف کن اعظم بہر حال — اگر دیوانہ یا فرزانہ باشی

محمد افضل بیگ شاہزادہ کوہ کن بیگ کے بیٹے تھے۔ انکا تخلص فاضل تھا۔ جمال صورت کے ساتھ کمال معنی بھی حاصل تھا۔ اور جوہر شجاعت کے ساتھ وفور ذہن و ذکا بھی موجود تھا۔ اشعار آبدار کہتے کہ دریائے شاہوار پرو نے اور موتیوں کے انبار لگا دیتے۔ انکا دیوان بہت مقبول خلائق ہے۔ اس سے تین اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

آہ دریغ بر سر من روزگار تنگ — دل تنگ دست تنگ و اختیار تنگ
دارم ہوس بہ سوئے بیابان سفر کنم — جان حزیں شدہ بے اختیار تنگ
تنہا ز یار خویش ز ملک و وطن جدا — مجنون صفت بدست شوم بے نگار تنگ

ملک الشعراء اعظم کی وفات پر مرثیہ کہا تھا۔

دریغ افسوس یارم از جہاں رفت — شناسا مجلس آرا نکتہ داں رفت
بسا اہل و حیا و شرم پیشہ — گرامی ناظم و صاحب زماں رفت
بمانا رونق مجلس خراب است — ز جمع انجمن چوں آں جواں رفت
ز باغ و بوستان ملک چترار — عجائب بلبل شیریں زباں رفت

عظم با منفعت صاحب ظفر بود   کنون نام محبت در نہاں رفت

یعنی اعظم بن مظفر خان بن منفعت خان بن محبت تک کا سلسلہ یاد کیا ہے جو اُن کی شاعرانہ بلاغت کا کمال ہے۔

مرزا محمد غفران فارغ تخلص تھا۔ تاریخ چترال کے مصنف ہیں (وہ خود کہتے ہیں کہ میں سخنوران کے کوچہ کا دریوزہ گر ہوں اور ان کے خوانِ نعمت کا ریزہ چین۔ لیکن حقیقت میں انکا یہ عجز و انکسار اُن کی عظمت و وقار کا آئینہ دار ہے۔ مترجم) تاریخ چترال میں رزمیہ نظمیں موزوں مقامات پر پھر بھی مرزا محمد غفران کے منظوم افکار ہیں۔ انہوں نے اگرچہ اپنی بعض غزلیات جمع کر لی تھیں مگر تغافل سے پھر وہ ہاتھ نہ آسکیں۔ ان کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

خداوندا کشایش دہ گرہ ہائے دل ما را   باوج معرفت بنما مقام و منزل ما را

دریں وادی کہ از غولان زہر سو شور می خیزد   ازیں صحرا بکش بیرون سلامت محمل ما را

دریں دریائے پُر وحشت کہ موجش صد خطر دارد   سلامتگاہ خوش بنما زمین ساحل ما را

متاع عالم فانی سرابی شد مسافر کش   زلال رحمتے فرما سبک کن مشکل ما را

نگار مست مہ روئی سیہ چشمی جفا پیشہ   بہ یغما برد از عشوہ تن و جان دل ما را

شکار تیر مژگانش شدہ مرغ دل زارم   بحال زار من پروا نباشد قاتل ما را

ز دو عالم شدم فارغ بہ سودائے خیال او   بیا بی بر درش رنگین تو خون بسمل ما را

ولہٗ

باکس وفا نباشد دنیائے بے بقا را   از لولیان شہری ہرگز مجو وفا را

بسیار نازنیناں اینجا بباد رفتہ   ایں مرغ تیرہ باطن چیند چو دانہ ما را

باید کہ دل نہ بندی بر بال ایں ہوائی   کز پنجہ خستہ سازد چشمان آشنا را

مگذر ز آز و بنشیں قانع بکوہ قسمت   بینی شرف ازیں است خود سایۂ ہما را

رفعت بہ کوئی پستی است پیدا ز کبر گذار   ارا وج لبس بلندی است بی روشنی سہا را

فاضل بکوئے خاری جاہل بہ اوج عزت   ازبسکہ بے تمیزی خصلت شدہ سما را

فارغ بکوئے عشقت گدائی بینوائی   شاید نہ در نرانی گدائی بینوا را

حافظ شیرازی کی ایک غزل کی شرح مخمس کے پیرایہ میں کی ہے۔

واعظاں کیں جلوہ در محراب و منبر میکنند   عیب جوئی ہر حافظ ہم برابر میکنند

وعظ را بے صدق دل از باد و از بر میکنند   شاید نہ در نرانی گدائی بینوا را

چوں بخانہ سے روند خود کار دیگر میکنند

آہ آہ از دست صرافان ناگوہر شناس　　مدح را سازند با نغز بی نار بہا قیاس
عیب جوئی کارشان دائم بود جائے سپاس　　تیغ پر جوہر بود در نزد شان مانند داس

ہر زمان خر مہرہ با در برابر میکنند

مشکلی دارم ز دانشمند مجلس باز پرسی　　این ہمہ عجبی کہ دارد از غرور و ناز پرس
من نمیدانم از و سربستۂ این راز پرس　　گر نگوید او جوابت از دگر دمساز پرس

توبہ فرمایان چرا خود توبہ کمتر میکنند

گوئیا باور نمیدارند روز داوری　　دار و گیر حشر را دانند کار سرسری
کاندر آنجا ہیچ باشد شیوۂ افسونگری　　تا مگر غافل از ان ہستند از خیرہ سری

کین ہمہ قلب و دغل در کار داور میکنند

صبحدم از عرش مے آمد سروشی عقل گفت　　وہ چہ دُر ابدار تیرہ بہائی نغز سفت
گرد شک و اشتباہ از چہرہ خاطر برفت　　گفت در گوشم تو آگہ شو ازین راز نہفت

قدسیان گوی کہ شعر حافظ از بر میکنند

ملک الشعرا وزیر زادہ معظم خان کی وفات پر ذیل کا مرثیہ ارقام کیا تھا۔

ولہٗ

دریغا بلبل باغ فصاحت　　کہ یعنی اعظم فرخندہ گفتار
برفت از دار فانی با دل ریش　　چو بلبل از چمن یا گل ز گلزار
دریغا آن سخن سنج شکر ریز　　بکرد احباب را محروم دیدار
بہ دلکش نکتہ و نازک خیالی　　برنگ نغز گفتاری و اشعار
ہمانا بود یکتائی کہستان　　بہ بزم بذلہ گوئی ہا گہربار
معطر زد دماغ اہل معنی　　چو صحرائے ختن از مشک تاتار
دریغا یادگار منفعت خان　　گذشت و کرد ما را زار و افگار
دریغا از محبت در منظفر　　نشانی نیک بود و رفت زین دار
بوقت شغل مرگش گفت ہاتف　　ز شاغل غافلا تاریخ بردار
خداوندا گناہانش ببخشائی　　کہ فضل تو بود ز اندازہ بسیار
اگرچہ در جوانی داشتی عیش　　بہ پیری از زمانہ دید آزار

لفظ شاغل سے ان کی وفات کا سنہ نکلتا ہے جو ۱۳۳۰ھ تھا مطابق عیسوی ۱۹۱۲ء

مولانا فضل کریم کشمؔ قاضی صاحب کشم کی طبع شاعرانہ تھی ان کی ایک مثنوی یہاں منتخب کرکے نقل کی جاتی ہے۔

حمد ترا بگویم وصف تو آبرویم — ذات تو چہ جویم فی شان بی نشانی
در ذات تو است حیرت در وصف تو است عبرت — والائے تو عام رحمت فی شان بی نشانی
بے مثل و بے مکانی بیچون و بے نشانی — دانائے ہر نہانی فی شان بی نشانی
ذکر تو ہمدم دل فکر تو مرہم دل — نام تو محرم دل فی شان بی نشانی
خود حمد خود سرائی خود وصف خود نمائی — دل را بجود گرائی فی شان بی نشانی
وصف ترا گرامی چوں میکند تمامی — اوصاف تو عظامی فی شان بی نشانی

محمد ناصر الملک† ہز ہائی نس مرحوم کے فارسی میں دو ہزار اشعار اُن کی شہرہ آفاق منظوم تصنیف صحیفۃ التکوین میں گرانبار مجموعہ ہے جسمیں جدید یورپین فلاسفی اور سائنٹیفک علوم و اختراعات کے ساتھ رموز حکمت اور اسرار قرآنی کی تطبیق پیش کی ہے اور پیرا اسلوب بیان میں اس قدر حزم و احتیاط کا پہلو غالب رہا ہے کہ کہیں بھی جادۂ اعتدال سے انحراف کیا ہو۔ اور غلوء مغرب پرستی کا الزام عائد کیا جا سکتا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علم و فضیلت کے حلقوں میں ان کی شہرت میں عظیم اضافہ ہوا

تحفۃ الابرار و مشرق الانوار بھی ان کی منظوم تصانیف ہیں اور ان میں بھی مرحوم کی نغمہ سنجی اور خوش بیانی کی فراوانی ہے۔ بلند طبعی کے باوصف عام فہم اور زبان کی سادگی کی مرقع ہیں

ذیل کی چند سطور وہ مناجات ہیں جو عین اس حالت میں جبکہ ان پر فالج کا حملہ ہوا شدت مرض کے عالم اضطراب و بیقراری میں دل سے اٹھیں اور زبان قلم سے ٹپک پڑیں۔ پیش کی جاتی ہیں جو آخری حصہ کا تتمہ ہیں۔

خداوندا بذات کبریایت — خداوندا بحق انبیایت
خداوند بحق مصطفایت — بحق آں رسول باصفایت
بحق وحدت ذات قدیمت — بحق رتبت عرش عظیمت
بحق ایں کلام پُر جلالت — بحق ایں کلام بے ذوالت
بحق جملہ آیات کلامت — بحق جملہ احکام عظامت
بحق کعبۂ بیت الحرامت — بحق رتبت ماہ صیامت
بحق صدق صدیق معمر — بحق رتبت فاروق اکبر
بحق ناشر قرآن عثمان — بحق مرتضیٰ محبوب سبحان

بحق اہل بیتِ پاکِ اطہر — بحق جملہ اصحاب پیمبر
بحق جملہ خاصان یگانہ — ز وقت مصطفےٰ تا این زمانہ
بمن دہ صحت گم کردۂ من — بدہ جانم بجسم مردۂ من
خداوندا عطا کن تندرستی — بخاتم دہ ز رنج و ضعف و سستی
مرادہ باز آں تاب و توانم — مبادر نقص در نطق لسانم
اگرچہ پُر گناہ و روسیاہم — بدربارت خدایا دادخواہم

تحفۃ الابرار و مشرق الانوار سے چند اشعار بطور نمونہ از خروارے یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ پند و نصائح میں مجموعہ ملاحتِ کلام کے اعتبار سے پُرجوش اور قابل فہم و سادہ ادا کی شکل میں خوش بیانی کے شاہکار ہیں۔

خطاب بہ شیفتگانِ مغرب

اے کہ نورِ باطنِ تو تیرہ شد — از ضیائے غربِ چشمت خیرہ شد
از طریقِ پاکِ خود بیگانۂ — نیک بین دیوانہ یا فرزانۂ
شیوہ ات تقلیدِ اہل مغرب است — دلبرِ مغرب دلت را جاذب است
تو لباسِ مغربی پوشی بہ تن — دل نداری ہمچو ایشاں در بدن
ہر کہ دم از عشق زد مجنون نیست — مغربیت بستہ با پتلون نیست
مغربی ہر یک فدائے قوم خود — تو فقط کردی فراموش قوم خود
مغربی دارد بدل صد سوز و ساز — انتہائے نقل تو ترکِ نماز
مغربی پابندِ وقت است و اصول — شد اصولت بی اصولی اے فضول
مغربی جان میدہد در جستجو — چہ از د آموختی جز گشت و شو
اہل مغرب در امور دینوی — کردہ اند تقلید اصحاب نبیؐ
رحمدل در کارہا با یک دگر — تند خو با غیر ہمچوں شیر نر
ذلت خویشاں تو ہر دم میکنی — پیش بیگانہ سرت خم میکنی
علم حریت بہ ز قرآن است کجا — برہمیں قولم ہمہ عالم گواہ است
ایں نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ — در دو عالم باعثِ نشو حیات
از سرت بیرون خیال خام کن — غور بر آغاز و بر انجام کن
در مساجد مو غریباں را ببین — ہادیٔ شان باش اے مرد گزین

خود مسلمان باش پس رهبر شوی | چون عمرؓ بو بکرؓ چون حیدرؓ شوی

وله خطاب به سرمایه داران امت

مال دنیا جمع کردن لازم است | جمع توشه کار مرد حازم است
در جهان بے مال و دولت زندگی | این زمان شرم است و بس شرمندگی
ذلت ما این زمان از عسرت است | از تهیدستی به پستی امت است
قوم گر بے مال و بے دولت بود | در جهان کے صاحب صولت بود
از اصول زندگی آگاه باش | در تلاش مال عز و جاه باش
لیک راه صرف آن نیز دان | گر بخواهی نام نیک جاودان
آن بیاموزی ز اصحاب رسولؐ | یا ز اهل غرب برخوان این اصول
مجو اهل بدعت دور کهن | مال بر رسم عبث ضائع مکن
صرف کن از بهر ملت سیم و زر | تا کنی پیدا کسے اهل هنر
بهر تعلیم غریبان وطن | انتظامے کرد باید جا بمن
قلب شان از علم دین پر نور کن | مغز شان از طرز نو پرشور کن
مال تو گر بذل بهر امت است | بر تو از خالق فراوان رحمت است
بے قتالے تو مجاهد مے شوی | به نه عابد به نه زاهد مے شوی
جمع کن هم صرف کن در راه حق | بالضرور از غریبان گیر این سبق
مال خود را ملک حیله قوم دان | تا که بخشد ایزدت باغ جنان

وله تتمه بر نصائح قرآنی

اے که میدانی کلام پاک را | گفته هائے خالق افلاک را
خلق خود را کن تو چون خلق نبیؐ | تا به عالم صاحب شوکت شوی
جامه هر رنگے که خواهی کن بدوش | لیک بر جان جامهٔ تقوی بپوش
حاکمان خویش را کن انقیاد | هست این فرموده رب العباد
عهد مسئول است در روز جزا | عهد مشکن باش از اهل وفا
گفت غیبت را هذا لحم اخی | تو مخور لحم اخی اے متقی
از خیانت در امانت کن حذر | تا امین قوم باشی اے پسر

ترک کن بحث مزید رفع ید
اصل سنت ترک بغض است و جد

ہر کہ پیشت آید کن او را سلام
ہست این حکم خدا اندر کلام

گر بجانے کس روی اے نیک خوئی
بر درت استادہ باش و اذن جوئی

نیز سرگوشی بہ مجلس شد حرام
این مکن نزد خدا شو نیکنام

خندہ بر دیگر ز بے شرمی بود
با اداں فہمائش و نرمی بود

از تکبر خویش را رسوا مکن
بر مسلمان گاہ استہزا مکن

چون برادر ہر مسلمان را بدان
گرچہ باشد او غریب و ناتوان

آنکہ او خود صاحب ایمان بود
بر جماعت جان او قربان بود

در نماز و روزہ خود را استوار
دار اے نیکو سیر والاتبار

ہم زکوٰۃ و حج بود فرض خدا
بندہ ہستی فرض حق را کن ادا

در جہان خود را تو چون مہمان بدان
فرض بر خود خدمت انسان بدان

قلب خود را از خرد معمور دار
از زنا و خمر خود را دور دار

دوزخ و جنت اگر روحانی است
یا کہ نار و گلشن جسمانی است

نیست سودی زین مباحث مر ترا
کار مطلب کرد باید مرد را

آں یکی خوب و دگر زشت آمد است
بہر آں پاک کوش زین دیگر برست

نکتہ خوش گو بیت از مثنوی
باید از گوش دل این را شنوی

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

باش اندر کار حق ہر صبح و شام
نیست جز تبلیغ بر ما والسلام

دعا برائے بادشاہ

خدایا شاہ ما را زندہ داری
بہ تخت شاہیش پایندہ داری

برائے فیض بخشی بر رعایا
تو او را ہمچو خور تابندہ داری

بدہ خدام او را جاہ و عزت
عدو را دائما شرمندہ داری

خداوندا بہ فضل خویش ما را
بحکم شاہ خود پویندہ داری

خدایا تا مرا داری درین دار
رضائے شاہ را جویندہ داری

ستانی جان من در خدمت او
رضایش دہ مرا تا زندہ داری

حبیب اللہ مدرس سکول برنش | انکا تخلص ندا ہے علم و فضیلت کے ساتھ شاعرانہ ذوق کے مالک

ہیں ۔ انکے مجموعہ اشعار سے صرف ایک غزل پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تا کہ یادگار رہے ۔

در شکایت روزگار و خطاب بہ شیفتہ گان زمانہ حال

افسوس که آں مجلس شاہانه نمانده — واں بے غمی و حالت مستانه نمانده
افسوس که شد خلق خریدار دغل سیم — دردا که کنوں قیمت دردانه نمانده
در سوق پر از شک نز حسن پرستی — آں گرمی و سوداگر و پیمانه نمانده
در میکدهٔ خاطر و در جام عقیدت — دردا که مئی عشق ز جانانه نمانده
شد رہبر کامل تر مستان ز جہان آه — ساقی و مئی و ساغر و میخانه نمانده
روبه منشی شد عمل خلق جہان نوز — کار شرف و مردی شیرانه نمانده
بازار خبیثیٔ مفاعیل بشد گرم — افسوس نگر غیرت مردانه نمانده
تسبیح ارادت ز ید قلب مریدان — اعتقاد به پیران سر پیرانه نمانده
از شیخ و ز میر و شه و منعم پی محتاج — آثار ز الطاف بزرگانه نمانده
از قاضی و مفتی ز پی مجرم شرعی — فرمان سزاها و جریمانه نمانده
دردا به جہان رتبهٔ ہر سفله فزوں شد — قدر ہنر و مردی و فرزانه نمانده
آں شمع شب افروز نه بہست کنوں ہم — دردا که کشش در دل پروانه نمانده
قدر ہنر و خدمت و اخلاص بشد گم — رحم و کرم و ہیبت شاہانه نمانده
شمعی که بہر خانه ضیا ریز ہدی بود — دردا که بآں قسم بیک خانه نمانده
بہر چه بر آری گہر از گنج فدایا — دانی که کنوں قدر گہر و دانه نمانده

ولہٗ

سعی میدارد زماں دائم چو در آزار من — پس چه سال گرمی دہد خود را بہی بازار من
نزد اہل وطن کمتر ز حنظل ہائے خشک — آه ! اجله غیرت شہد و شکر گفتار من
کو چمن بینی و گل چینی که با شوق دلی — گاه گر آید برائے سیر در گلزار من
بلبلی شیریں سرا و نکته رس بودے دریغ — ہمدمم در ایں گلستاں نغیر و یار من
ہمچناں باغ است خوش اما عنادل نیست آه — پس بچشم زاغ نابی رونق ایں گلزار من
چونکه معنی و حقیقت را مخالف شد وطن — خود گراں از کوه ہم بر پشت دل شد بار من
کاش گر یک نکته رس از جمله اہل ملک من — گاه گه پرساں شدے از حالت بیمار من

برخلافم گر ہمہ عالم شود یک سو فدا
دانہ ہم کم نیارد گرد از انبار من

غلام جعفر خان

مرزا صاحب محمد غفران مرحوم کے تیسرے فرزند ہیں۔ رسمی علمی دستگاہ کے باوصف شاعری ذوق کے بھی مالک ہیں۔ مگر اس وقت باوجود تلاش ان کا کوئی شاعرانہ کلام دستیاب نہ ہوا۔ صرف وہ ایک نظم جو ہز ہائی نس سیف الرحمٰن مرحوم کی تخت نشینی کے موقع پر ۱۹۲۹ء میں پیش کی تھی یہاں درج کی جاتی ہے

مبارک خسروا والا حشم این بخت فیروزی   مبارک تاج زریں باد مبارک تخت فیروزی
مبارک نیر اقبال تو شد در جہاں روشن   مبارک عالم افروزی مبارک جشن فیروزی
مبارک صد مبارکباد دریں ایام فرخندہ   زمام حکمرانی حکمرانی بزم فیروزی

خوشا امروز چوں سلطان ما سیف الٰہی شد
شہ شمشیر حق ظلِ خدا را پادشاہی شد
عطائے لطف حق برما ہمیں ظلِ الٰہی شد
حصار عافیت ایں زمان پشت و پناہی شد

طلوع آفتاب بخت تو درخشان و نمایاں باد   ظلال پادشاہی ضو فشاں وہم درخشان باد
ترا اقبال یاور باد ز تائیدات ربانی   طراز سلطنت محکمی از سیف رحمان باد
رہ اسلام و حق را تو ہمیشہ رہنمون باشی   عدوئے تیرہ سامانت ہمیشہ تیرہ سامان باد

خوشا امروز چوں سلطان ما سیف الٰہی شد
شہ شمشیر حق ظلِ خدا را پادشاہی شد
عطائے لطف حق برما ہمیں ظلِ الٰہی شد
حصار عافیت را ایں زمان پشت و پناہی شد

غزلیات زبانِ چترادی

چترادی زبان میں غزلیات مختلف بحروں اور الگ الگ اوزان میں بکثرت ہیں کہ جن سے عشق مزاج نوجوان غم غلط کرنے اور دل کی شادمانی کے لئے پڑھتے اور گاتے رہتے ہیں لیکن یہ صرف زبانوں پر جاری ہیں۔ اور ضبط تحریر میں نہیں ہیں۔

چونکہ اس زبان میں ابھی تک کسی نے چترادی زبان میں کوئی کتاب نہیں لکھی تھی اور اس کے لئے کوئی رسم الخط بھی قرار یاب اور رواج پذیر نہیں ہوا ہے اور جنہوں نے اس میں قلم فرسائی بھی کی ہے ان کی املا میں بہت تفاوت اور باہمی توافقت نہیں ہے۔ محمد ناصر الملک مرحوم اور مرزا محمد غفران مرحوم نے ۱۹۱۷ء میں زبان کھوار کے اجرا کے لئے باہم ملکر حروف کی ایجاد کرلی تھی۔ اور طرز تحریر و انداز بیان شروع کیا تھا مگر پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا ۱۹۵۷ء میں اس اہم قومی و وطنی خدمتگذاری کا بیڑا از سر نو اٹھانے کی کوشش شاہزادہ محمد حسام الملک گورنر دروش نے فرمائی اور دروش میں ایک انجمن قائم کی۔ اور اس کا مقصد یہ ہوا کہ کھوار زبان کی ترویج و ترقی پر لکھنے اور پڑھنے کا رسم و رواج قائم ہو جائے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ اس ملک و ملت کے اہم ترین مسائل سے ہے کھوار زبان کی نوشت و خواند سے اس ملک کا قومی و لسانی وقار بڑھ جائیگا۔ اور معدوم و فراموش ہو جانے کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ جیساکہ اوپر ذکر ہوا ہے حروف اور ان کی شکلیں اور آوازوں کی تنظیم اور طرز تحریر کا معاملہ یہ سب از سر نو اختراع و ایجاد کے اصلاح طلب تھے۔ جب وہ پایۂ تکمیل کو پہنچے تو شہزادہ صاحب کی متواتر کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اور کھوار زبان تعلیمی نصاب میں مقامی زبان کی حیثیت سے داخل و شریک ہوئی۔

عربی زبان خود اعراب ثلاثہ کی حامل ہے اور اس سے ایک حرف بھی الگ نہیں ہے۔ اور فارسی زبان میں بھی اکثر حرکات ثلاثہ استعمال میں آتی ہیں۔ اور بڑے ہی تھوڑے الفاظ ہیں کہ جنمیں پیش۔ زبر اور زیر استعمال میں نہیں آتے۔ لیکن چترادی زبان میں اکثر حرکات ثلاثہ بیکار ہیں۔ ایک حرف ہے کہ وہ نہ پیش کا محتاج نہ زبر کا دست نگر اور نہ زیر کا طلبگار ہے۔ مگر باوجود اینہمہ انجمن کھوار دروش نے مکمل ایجاد طرز تحریر اور حروف کی شکلیں اور آواز کی تنظیم نہایت تفصیل کے ساتھ ترتیب دی ہے۔

اکثر اہل چترار تیز ذہن ہیں اور کسی تکلیف کے بغیر مادری زبان میں مسجع کہنے کی قدرت رکھتے ہیں جیساکہ جب ایک انگریز سیاح میجر بڈلف گلگت کے راستے سے چترال میں آیا اس سے پہلے کوئی بھی یورپین اس ملک میں نہ آیا تھا ریاست کے وزیر مظفر خان نے اسے دیکھا تو فوراً کہا ؎

در قضائے یک فرنگی سہ مسلماں آمدند — رحمت و نورحیات و شاہ سلطان آمدند

یعنی غذر کے وزیر رحمت اور مستوج کے نورحیات و شاہ سلطان اس کے ہمراہ مقرر ہو کر چترال آئے تھے اور

اسکی حفاظت و رہبری پر مامور کئے گئے تھے۔ اصل یہ ہے کہ وزیر منظفر خان کی طبع رسا نے ان مصرعوں میں کئی باتیں جمع کردی ہیں۔

اس ملک کے مشاہیر اہل ظرافت حضرات میں قاضی محمد نظام الدین کے رہنے والے ایک ایسے فاضل ظریف شخص تھے کہ جو شاہ کٹوڑ ثانی کے حضور میں باریاب رہتے اور نوع بنوع کے لطایف و ظرایف سے بات کرتے کہ بادشاہ بے اختیار ہنس پڑتے۔ اسی طرح ملا جنگجو آخوند چترکمق کے رہنے والے ہیں جن کے مزاحی اور فکاہی لطائف بہت سے منقول اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ اور یہی حال میر آمان خوشوقتیہ کا تھا وہ بھی شاعرانہ ظرائف کے شخص تھے۔ اور شاہ آمان الملک کے حضور میں مقرب اور انواع لطائف میں مقبول تھا۔ پھر بادشاہ مرحوم کے دودھ بھائی میمون بیگ بھی بذلہ گوئی اور لطیفہ سنجی کے مصداق تھے۔ اور ہر بات میں بے اختیار ہنسی لاتے تھے۔ اور یہ ملکہ قوت ذہنی کی فراوانی کا نتیجہ تھا۔ اور یہ بڑے معروف لوگ تھے۔

شعرائے چترار

صوفی نظام الدین اپنی مادری زبان چترار ی میں بڑے ملیح اشعار کہتے تھے۔ مگر ان کے کلام کو کسی نے جمع نہ کیا۔ کسی وقت صوفی صاحب سفر میں تھے کہ سورج کی تپش سے نڈھال ہوئے تو چترار ی زبان میں فی البدیہہ یہ کہا۔

ہائے دریغا کہ کرا چھاغ بیسیر
صوفی مسکین ہتیرا چاغ بیسیر

چترار ی میں چھاغ کے معنے سایہ اور چاغ کے معنے زمین پر گر پڑنے کے ہیں۔

مولانا محمد سیر

ان کے فارسی کلام کا نمونہ پہلے گذر چکا ہے۔ مولانا چترار ی میں بڑے ملیح اور فصیح اشعار کہتے تھے۔ مصنف کتاب کو ان کی یہ مشہور غزل یاد تھی کہ جسے آ جنک عشق مزاج نوجوان بڑے جوش سے پڑھتے ہیں۔ موضع ریشن میں مولانا سیر کا محبوب تھا فرماتے ہیں۔

ریشنو بوم رنگ گنشیر مہ خوشویا قوت شمار
کہ گرؤ بزون کیہ اورخ جملہ گلستان یہ ریشن

ولہ ایضاً

رذموسوزن ڈڈیکو ریشنو کرو بردن شیونی
گیہ کمرو بزون کیہ اورخ جملہ گلستان یہ ریشن
روئے مہ بشار کر دنیان ای گدیری کوری بیسن
اوہ عشقو دیوانہ مرثوری مستکی کیمن

اتالیق محمد شکور

فارسی کے علاوہ چترار ی میں شعر گوئی کا ذوق رکھتے تھے۔ ان کے مجموعہ اشعار

سے ذیل کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

اے دل تو بکی سیر بعالم نکہ سکو — یک چند تماشائے دلیش جم نکہ سکو
بیدل کہ اوشوئے مش تو تیر برغزنہ ہرگتہ — عزت کہ نہ خوش تق سرو رستم نکہ سکو
از تیر غم عشق تو ہردی ہمہ کئے ہور — وز لطف طبیبا مہ تہ مرہم نکہ سکو
تہ وردہ آوہ عاقبتہ الامر او برستم — اے دلبر بے رحم تو ماتم نکہ سکو
شمشاد تہ نو پوشی نہہ کو روئے دعوی قامت — اے نحل صنوبر تغو ملزم نکہ سکو
شہباز غم ہجر تہ چون شمع کرڑیران — تن وصلہ غریبہ تو بیغم نکہ سکو

ولہ ایضاً

اے بار خدایا مو چینے قدر چمن را — گہ زین موانگیہ زکرم زاغ وزغن را
ہرگنز موانگیہ اشپقیتو گلشن یارب — ہمدوش بہ بلبل کردئے ریحان وسمن را
از بیم شرد فصل بوسون زار کرڑیران — دیتو گردوئے شام وسحر مرغ چمن را
دیشو پہننکی درون بروئے صیاد سیہ چشم — ہروشکی ڑوڑاؤ صید کردی تن تہ دمان را
در صحن گلستان کہ گوشیان پرلشیوان اخلی — شرمندہ کردئے سنبل وریحان وسمن را
افسوس کہ آن گلبدن قدرو نثرو نکٹ — ہتر جشور از بلبل آزادہ زغن را
بر دو وہ پوبہ چم ردیو تذرو کرنی ہنش — آہو کہ اوبرستانی پشینی مشک ختن را
گر برسر قبرم کہ گمبیران مس محی دلجو — ڈنہ بنہ پہیسم نق پیسی در گور کفن را

شاہزادہ تحمل شاہ

چترار ی زبان میں بھی اشعار آبدار کہتے تھے یہ مخمس انہیں کی طبع رواں کی یادگار ہے۔

دنیائے آسکو قرار نکی — پہتنکین سورہ ارشو بار نکی
زندگانیمو اعتبار نکی — بہر چکو عمر دسم کیہ کار نکی
ہیچ کیہ اثر ناری پائیدار نکی۔

مرار ہٹ یوڑن کرا اڈ بغنی — رائی کو راؤ کوری نہ تراڈ بغنی
وہ ای کندوری ژن اوسو بغنی — کم ردڑن رپخو ہین پہنو بغنی
ہتتیان سری کیہ یادگار نکی

خلق بے ہودہ آرزو کرنی — تن ڑی ہٹ بو گفتگو کرنی
کمیریان مشکی جستجو کرنی — کمیریان تن محی پورو کرنی

ژوڑیکو چھک رینی کہ یار نکی

تہ عمر سار ہوے خلتی کر کہ — مال لکھیکو بچن پچھین کر کہ

تہ نن سوو نکی خرہ ان کریگہ — نن جانو برہ تنتہ تن کر کہ

عمرو مرمت کیہ استوار نکی

کوس کہ دولت اوشوئی سہ عمر ژبوئی — ہرکیہ کوز موتن نی ہوے سہ کروئی

کیا چقہ بکوری کہ ہور سہ لوئی — ہرکرا ہتش کونی بوجم تغو روئی

چن رویو ای دی خلتہ بار نکی

محو با نکی آخرت دو دیری — دبنو سم بتی اسوس گدیری

کلہ پت ہجس عاقبت ہیری — شوغو ژغہ ہیو تہ کوس توژیری

تو کہ کار کوس بامگرہ تہ کار نکی

جبین

جبین کا ذکر شعرا کے سلسلہ میں گذر چکا ہے۔ چترار ی زبان میں مدیہہ گوئی پر بھی اس کو کمال حاصل تھا۔ اگر کوئی شخص اسکے اشعار کو قلمبند کر لیتا تو کئی ہزار اشعار کا مجموعہ ہوتا۔

دربند بار خون کی جنگ میں میر محمود شاہ والی بدخشاں کو اہل چترال کے بالمقابل ہولناک شکست کا شکار ہونا پڑا تھا۔ جبین نے اسکی ہجو میں یہ مخمس کہی تھی۔

محمود شائے تہ ارمنہ — ہتار نویس تہ فرمانہ

کلبر ڈومے تہ دربنہ — ڑائی رَدو شو ڑائی بیر تہ

دوڑ دیکو یو گیک بہریہ

محمودش گو یان خوشانو — بار بے انگو یان کِشانو

ابرو او چہت بدخشانو — ڑائی راؤو شو ڑائی بیر تہ

دوڑ دیکو یو گیک بہریہ

پہرار کہیو نن نا فہ ہیری — محمود شہ برائی گدیری

کاغانو چہ شو نہٹوان ژیری — ڑائی راؤو شو ڑائی بیریہ

دوڑ دیکو یو گیک بہریہ

محمود شاہ کوسے خوشانیو — اسپہ تھوک روشانیو

پساؤ پہریشم پیشانیو — ڑائی راؤو شو ڑائی بیریہ

دوڑ دیکو یو گیک بہریہ

شاہزادہ محمد حسام الملک

شاہزادہ صاحب علمی قابلیت کے باوصف ادیبانہ و شاعرانہ کلام ذوق کے بھی ہیں۔ اسی بنا پر دو سال پہلے چترال میں مشاعرہ بزمِ ادب کا افتتاح

فرمایا تھا۔ اور ترویج زبان چترالی کے سلسلہ میں کھوار شاعروں کی ہمت افزائی میں کوشاں رہے تھے۔ تذکرہ مشاہیر چترال میں بھی اس سلسلہ کا تعارف نامہ ہے جو قوم و وطن کی یاد میں لکھا گیا ہے اور شاہزادہ صاحب کو بھی اس سے گہری دلچسپی ہے۔ کیونکہ کھو قوم کی یادگار ہے اور کھو قوم کے وقار ادبی و لسانی نظام کے علایق ان سے وابستہ ہیں۔

کھو زبان میں رموز کائنات کے اشاروں پر آپ نے جو اشعار لکھے ہیں۔ وہ پیش کرتا ہوں۔

تو جم کہ ڑاڑس مِت درشت مژاردویو — خدایو ولٹھار بندو ژاک دویو
گلابو پھران تہ دردہ پورپور — مرگسٹ تہ سم دویاق ہمیشہ بور بور
استنری چھیتے تہ تن کویان رنچھی — کانان مہ کمبوخ تہ تن کونیان ہستی
لاکھ قسمہ میوہ خدایو پتیچ، — تہ سار دِی کونیان دی گریو عنیچ
تو کہ جم ڑاڑس مت درست مژاردویو — خدایو ولٹھار بندو ژاک دولو
اشپیرو ہیماق نہ تن دویان پتھک — رنگا رنگ گمبوری انزئیے نہ تن تک
بلبلو کرک نکی بے مطلب — ہیسہ تہ مشکیران نو گلابو کپ
چھوی اوچہ انش بونیان کٹینابلی — گرشپو چہ بو مون رینیان گوماسری
تو کہ جم ڑاڑس مہ درست مژاردویو
خدایو ولٹھار بندو ژک دولو

بابا ایوب چمرکھن

حاکم مشرف خان کا لڑکا بابا ایوب اپنی مادری زبان میں بہت سے اشعار کا مجموعہ تیار کیا ہے مگر یہاں اس کی ایک غزل پر اکتفا کیا جاتا ہے جو وطن کی موجودہ حالت پر کہی گئی ہے۔

لوٹ نیمی خدائی تو دیت آزاد حکومت — اسپہ ملکا بائی ہمیشہ خیرہ چہ برکت
کردی موخی کورہ اسپہ کھو قومان — نشنری نگہ کورہ اے مہربان
یہ اسپہ دعا ہیہ اسپہ ارمان — تو خداوند اسوس زمینو چہ آسمان

✧

شینہ ہارنیو تہ چھوتی اولی کھور کورک غلط — چترار قبایل ہیرا جھور کورک غلط
اردسو قانونا زرد چہ زن اوچہ زین برابر — اسلاموخلاف ہمی لوان شور کورک غلط
قاعدہ اوچہ دستور رسم و رواج شرعینو سم جست — ہمتان ہیہ ملکو بد دستور کورک غلط
تن مژی دشمن خوران سم دوستیو مثال — دیوان نوغ انگیتی پری یانان دور کورک غلط

دولت ھندوقو عزت کل جہانہ سر بلند … عزتو دیتی تن ھندوقن پر کورک غلط
کافرانان ژغنہ ہاسرای دَرہ ہوردِ نام زمیو … کافرستان دیئے چترارہ مشہور کورک غلط
انگریزان ڈریئے مسلمانان سم ہوئے امیدِ دوستی … حکومتو گانی کہو قومان مجبور کورک غلط
شو فانِ انجور شو نہ لستو جم ردیبان لباس … خرانِ عون بیتی تن لباسن خور کورک غلط
اسپہ تن گنی اہل وعیال شکر ہمہ در پردہ … بیتی اچہار ریتی اسپہ دی ستر کورک غلط
شریعتو حکمہ عورتان ستر کوریکو بش … جمہور دِ قانونہ عورتو ستر کورک غلط
باغو گمبوریو مشتینہ دشلی کرن نہ لوئے … غیرقو بارتن نہ غلتہ بار کورک غلط

ای لو سار امید شیر مہ شعران مطلبہ تہ پری
مہ گوان معاف کو روے تن غلطیان سورہ ہسیر

اسرار الدین خان ایم اے سنگور
حال متعلم یونیورسٹی لندن

تخلص ان کا اسرار ہے اپنے وطن کی یاد میں بہت سے اشعار پیش کیے تھے۔ جن میں سے یہاں صرف ایک غزل پر اکتفا کیا جاتا ہے جو مخمس ہے۔

اے مہ وطن چترار تہ بچیں مہ ژن نثار … نسیمن ادچھی شیشی موژن چھیر و غوچہار
جنتو عونہ تو شیلی مہ خوش مہ ژنو سار … پاک سر زمینہ تہ مثال گمبوریو ای باغار
اے مہ وطن چترار تہ بچیں مہ ژن نثار

نسیمن ہمی زدمان خدای اریر پیرہ دار … دشمنو شکست دِ کو اژیلیان سم ہمش تیار
یو جوانان تہ بچیں انسترہ خی تنی ژنار … ہنیش دی نہ خدمتہ ہر کا چھوئی انس تیار
اے مہ وطن چترار تہ بچیں مہ ژن نثار

عالمان خور بزرگان نسی اسونی تہ موژار … مشہور اسونی شاعران محمد شکور محمد سیار
دشمنان نش نش اریتی عیلی اوچہ دانیار … ملکہ ملکہ ستورا اسونی نامر و چہ لٹ ہنیار
اے مہ وطن چترار تہ بچیں مہ ژن نثار

اسرار دعا گو اسور مدام ترقی تہ بار … اے مہ چمن زار تہ سورہ اسلاھو بہار بچار
ہیچکو یہ یو سوریو ہر کا ہمش ہش لاژ … تہ وشکی توڑیکو دشمن جرئت مو کورار
اے مہ وطن چترار تہ بچیں مہ ژن نثار

شاہزادہ تجمل شاہ مرحوم نے اپنے وطن کی یاد میں فارسی میں جو اشعار لکھے تھے وہ اس کے گذشتہ سلسلۂ اشعار میں لکھے گئے ہیں۔ اس کی تطبیق پر اسرار الدین خان نے اپنے دل کی آواز

یہاں بیان کی ہے۔

تمت بالخیر

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

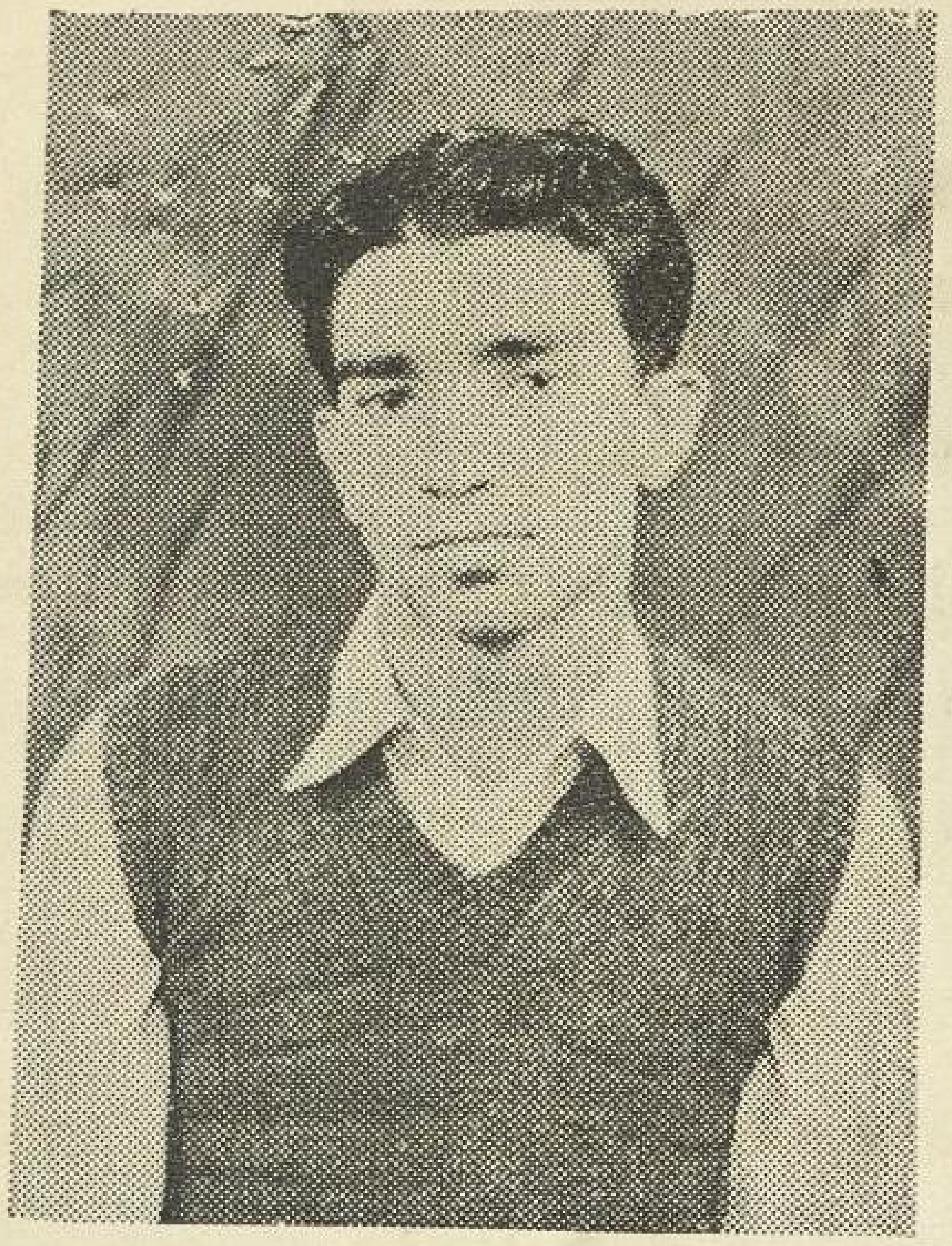
روز چہار شنبہ یکم نومبر ۱۹۶۱ء کو ختم ہوا اور اس دعا پر امید اجابت رکھتا ہوں "رَبِّ هَبْ لِیْ حُکْمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ" ہ آمین

احقر

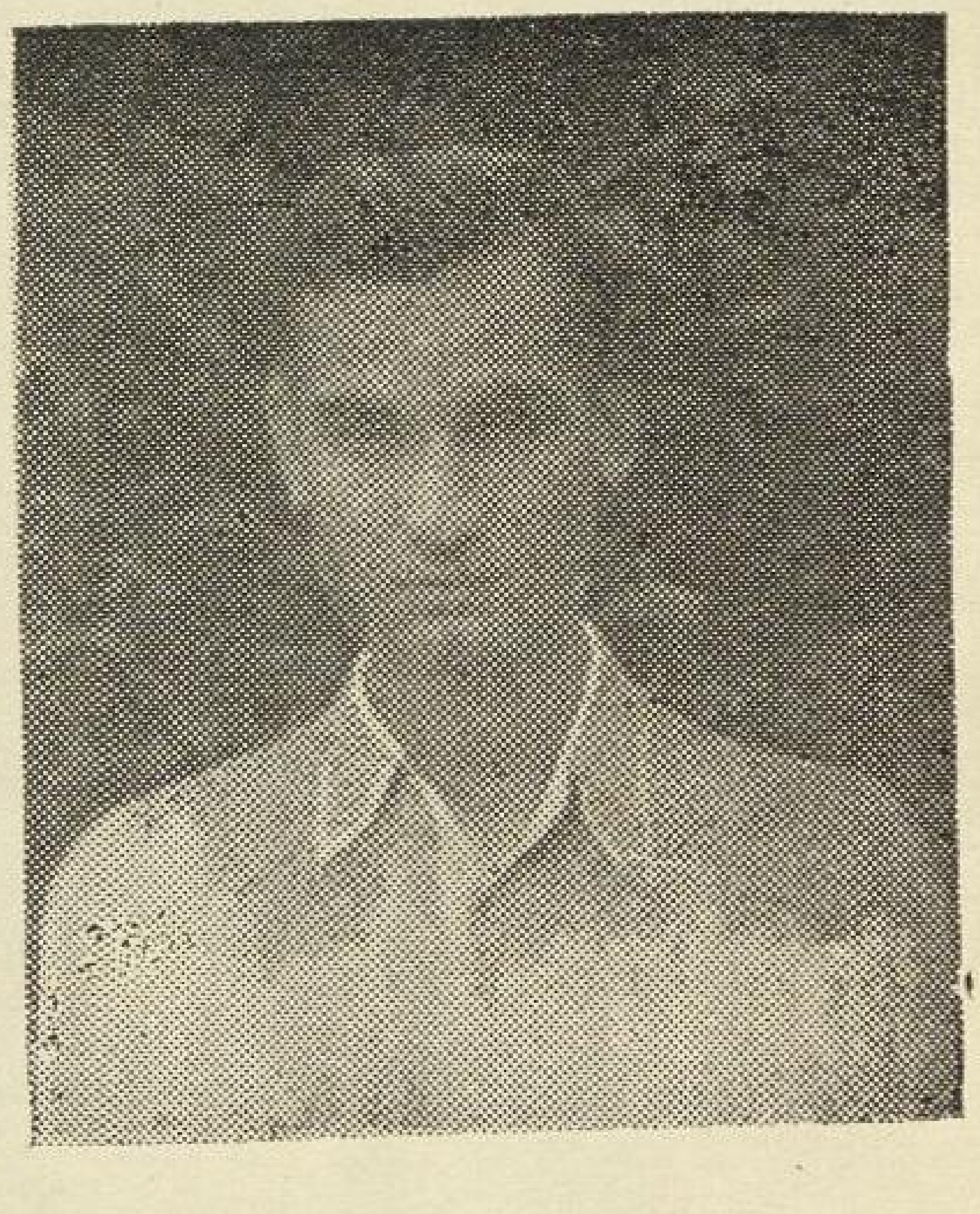
غلام مرتضٰے غفرلہ

باشندۂ خاص چترال

دو دوست — دو بھائی



ضیاالحق فرزند مولف



غلام مصطفے پشاوری

حرفِ آخر

غلام مصطفےٰ پشاوری اور تکمیل تاریخ چترال

آپ کے مطالعہ میں یہ چیز آ چکی ہے کہ ہم نے تاریخ چترال کو ہر پہلو سے جامع اور فصیح بنانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے اور ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ تصنیف چترال کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے کسی پہلو میں آپ تشنگی محسوس نہیں کریں گے اور اسے یقیناً مکمل اور جامع پائیں گے۔

عام طور پر کسی ملک کی تاریخ میں صرف سیاسی ادوار کا ذکر ہی کیا جاتا ہے مگر ہم نے اس میں حکمرانوں کے علاوہ صوفیائے کرام، علمائے عظام اور امراء و رؤسا کا ذکر کر کے اس کو ایک نئی شکل میں پیش کیا ہے جو یقیناً دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جدّت بھی ہے اور امید ہے کہ اس کو نہ صرف اہل چترال بلکہ سارے پاکستان میں پسند کیا جائے گا۔

ناقدرشناسی ہوگی اگر اس تمام جد و جہد میں شریک ایک ایسے مخلص کارکن کا ذکر نہ کیا جائے جس کی شبانہ روز کوششوں سے یہ اہم کام انجام پذیر ہوا۔ وہ کارکن غلام مصطفےٰ پشاوری ہیں جنہوں نے ریاست سے دور پشاور میں جا کر اس کی کتابت و طباعت اور بلاکوں کے اہم مرحلات کو جس خوبی اور فرض شناسی سے انجام دیا۔ وہ صرف انہی کا کام ہے ورنہ عین ممکن تھا کہ بعض مجبوریوں، عدیم الفرصتی اور سفر کی صعوبتوں سے عہدہ برآنہ ہو سکنے کی بنا پر ابھی یہ کام اختتام کو نہ پہنچتا۔ ہم یہ کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ کہ اس مخلص اور انتھک نوجوان کی کوششیں بارآور ہوئیں اور تاریخ چترال تکمیل پذیر ہو کر منصۂ شہود پر آگئی ہے۔

غلام مصطفےٰ ۱۹۳۵ء میں پشاور شہر میں پیدا ہوئے اور پشاور ہی میں گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۱ سے ۱۹۵۳ء میں میٹرک پاس کیا۔ حسنِ اتفاق سے انہی دنوں میرے فرزند ضیاء الحق بھی بسلسلہ تعلیم پشاور میں مقیم تھے اور اسی سکول میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور عزیز غلام مصطفےٰ کے ہم جماعت تھے۔ اس قرابت نے ان دونوں میں دوستی کی بنا ڈالی جس نے بالآخر بھائی بندی کی صورت اختیار کر لی۔ اور اسی دوستی ہی کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۴۹ء کی جون کی چھٹیوں میں غلام مصطفےٰ پہلی بار چترال میں عزیز ضیاء الحق کے ساتھ بغرض سیر و سیاحت وارد ہوئے۔ اور موسم گرما کی چھٹیاں گذار کر دونوں دوست واپس چترال چلے گئے اس کے بعد آمد و رفت کا یہ سلسلہ تقریباً ہر سال جاری رہا۔ اور جب ۱۹۵۳ء میں دونوں نے میٹرک کا

کا امتحان پاس کر لیا تو غلام مصطفےٰ پشاور سے ترک سکونت کر کے چترال آ گئے۔ یہاں آ کر انہوں نے پاکستان انڈسٹریز میں ملازمت اختیار کر لی۔ پاکستان انڈسٹریز ان دنوں انٹی منی کی کان میں مصروف کار تھی۔ جو چترال سے ۱۳ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ چنانچہ وہ اس ادارے سے بسلسلہ ملازمت سات سال تک منسلک رہے۔ اس کے بعد ویلیج ایڈ میں ملازم ہو گئے۔ جہاں اب تک ملازم ہیں نئے انتظام کے تحت محکمہ ویلیج ایڈ کو بنیادی جمہوریت میں مدغم کر دیا گیا لیکن اس ردوبدل سے ان کی جاریہ ملازمت پر کوئی اثر نہ پڑا اور وہ بدستور ملازمت پر فائز ہیں۔ غلام مصطفےٰ کا ضیاء الحق کے ساتھ دوستی کا جو رشتہ قائم ہوا تھا اس کے نتیجے میں وہ ہمارے گھر میں قیام پذیر ہیں اور ہمارے گھر کے ایک فرد شمار کئے جاتے ہیں اور کوئی شخص اس میں فرق محسوس نہیں کرتا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے تاریخ چترال کی تکمیل کے جملہ مراحل مثلاً کتابت۔ طباعت۔ فوٹو بلاک کی بنوائی اور چھپوائی صرف انہی کی جدوجہد کی مرہون منت ہے اور اس پر انہیں جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالےٰ انہیں اسی طرح بلند ہمتی اور خلوص کی نعمت سے تا عمر مالا مال رکھے۔

لفٹننٹ مرزا غلام مرتضےٰ

تمت بالخیر

[م جمال]